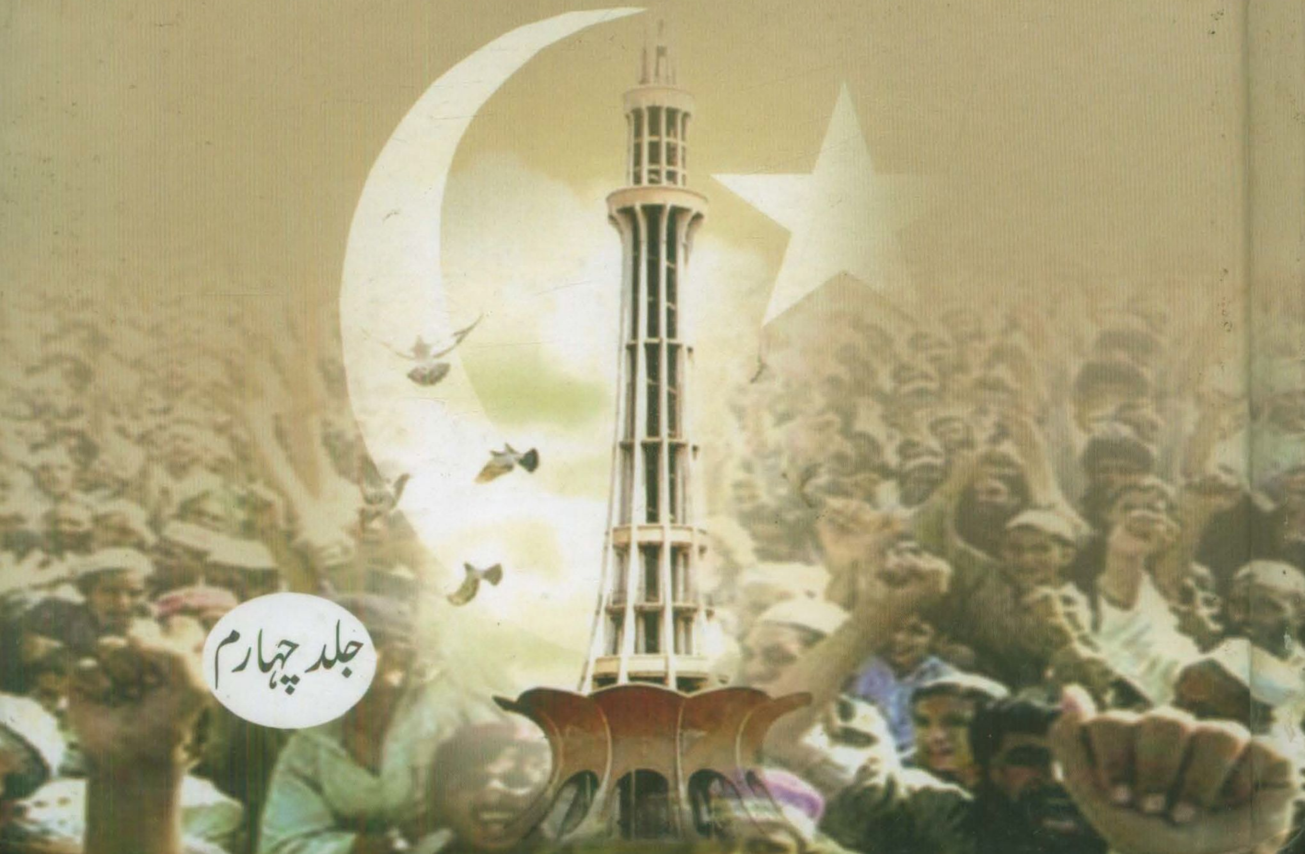
www.darulshaour.com دارالشعور

پاکستان کی سیاسی تاریخ

پاکستانی سیاست کے پس پردہ حالات وواقعات کا انسائیکلوپیڈیا

احمد سلیم



پاکستان کی سیاسی تاریخ

پاکستانی سیاست کے پس پردہ حالات وواقعات کا انسائیکلوپیڈیا

احمد سلیم

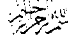
پاکستان کی سیاسی تاریخ

(چوتھی جلد)

پاکستانی سیاست کے پس پردہ حالات وواقعات کا انسائیکلو پیڈیا

احمد سلیم

دارالشعور
37۔مزنگ روڈ، لاہور، پاکستان
Email: Info@darulshaour.com
www.darulshaour.com



☆ نام کتاب : پاکستان کی سیاسی تاریخ (چوتھی جلد)
☆ مصنف : احمد سلیم
☆ اشاعت : 2018ء
☆ مطبع : طیب شمشاد پرنٹرز، لاہور
☆ قیمت : -/1500 روپے
☆ برائے :

دارالشعور 37 مزنگ روڈ، بک سٹریٹ، لاہور

اہتمام
محمد عباس شاد

042 37239138, 03009426395
Email:info@darulshaour.com
www.darulshaour.com
Facebook.com\darulshaour

پہلا حصہ -- 77-1971ء

تاریخ وار واقعات

دسمبر1971ء

19دسمبر

نائب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اسلام آباد واپسی سے قبل امریکی صدر رچرڈ نکسن سے ملاقات کی۔ امریکی صدر نے پاکستانی نائب وزیر اعظم کو اپنے تعاون کا یقین دلایا۔

20دسمبر

نامزد وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نیویارک سے اسلام آباد پہنچے۔ اسی شام صدر یحییٰ خان نے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے عہدے مسٹر بھٹو کو منتقل کر دیئے۔ صدر ذوالفقار علی بھٹو نے جنرل یحییٰ خان سمیت 22 فوجی جرنیلوں کو ریٹائر کر دیا۔ 22 خاندانوں کے پاسپورٹ ضبط کر لئے گئے۔

21دسمبر

ممتاز بھٹو' غلام مصطفےٰ کھر اور شیرپاؤ بالترتیب سندھ' پنجاب اور سرحد کے گورنر بنا دیئے گئے۔ نور الامین نائب صدر مقرر کر دیئے گئے۔ ایس یو درانی کی جگہ غلام اسحاق خان اسٹیٹ بنک کے گورنر' شریف الدین پیرزادہ کی جگہ مسٹر یحییٰ بختیار ایڈووکیٹ جنرل جب کہ سعید یونس پریس ٹرسٹ کے چیئرمین مقرر کئے گئے۔ میجر جنرل رحیم سمیت 1740 پاکستانی برما پہنچ گئے۔ صدر بھٹو نے میجر جنرل افتخار احمد خان کو چھمب فتح کرنے پر دوسرا ہلال جرات کا تمغہ دیا۔

22دسمبر

نائب صدر نور الامین نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے جنگ بندی کی قرار داد منظور کر لی۔ پاک بحریہ کی بوٹ بھارتی ناکہ بندی توڑ کر نکل گئی۔ غلام اسحاق خان نے گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

23دسمبر

صدر بھٹو کی مرکزی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ میاں محمود علی قصوری قانون' مبشر حسن خزانہ' حفیظ پیرزادہ تعلیم' اطلاعات و نشریات' شیخ رشید صحت' معراج خالد خوراک' حنیف محمد محنت' تعمیرات' غلام مصطفےٰ جتوئی مواصلات' جے اے رحیم سیاحتی و ثقافتی امور' فیض اللہ اسٹیبلشمنٹ اور تری دیو رائے اقلیتی امور کے وزیر مقرر کئے گئے۔ والیان ریاست کی مراعات اور وظائف بند کر دیئے گئے۔ بحریہ اور فوج کے نو افسر وائس ایڈمرل مظفر حسن' رئیر ایڈمرل رشید۔ یو۔ اے۔ سعید لودھی' کموڈور ممتاز احمد' میجر جنرل شوکت رضا' خادم حسین راجہ اور مصطفےٰ کو ریٹائر کر دیا گیا۔ کموڈور حسن حفیظ احمد کو بحریہ کا نیا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا۔

24دسمبر

جنگ بندی اور فوجی شکست کی تحقیقات کا حکم دے دیا گیا۔ جسٹس حمود الرحمٰن کمیشن کے چیئرمین مقرر کئے گئے۔ صدر بھٹو نے حالیہ جنگ کے دوران بہادری کا مظاہرہ کرنے پر میجر اکرم شہید کو نشان حیدر کا اعزاز دیا۔ گورنر سندھ ممتاز علی بھٹو نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔

25دسمبر

پاکستان بھر میں قائد اعظم کا یوم پیدائش منایا گیا۔ عیسائی برادری نے کرسمس کا تہوار منایا۔ ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔

26دسمبر

غوث بخش رئیسانی کو بلوچستان کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ حالیہ جنگ کے دوران پاک فضائیہ نے خود اپنے گیارہ سیبر اور راڈر تباہ کر دیئے تھے۔ بھارت کے 141 طیارے تباہ ہوئے۔ ریٹائرڈ جنرل حبیب اللہ کو نظر بند کر دیا گیا۔ مولوی فرید احمد کو شہید کر دیا گیا۔

27دسمبر

صدر بھٹو نے کہا کہ کالعدم عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان زیر حراست نہیں مگر انہیں بعض معاملات طے کرنے کے بعد کہیں آنے جانے کی اجازت ہو گی۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس فضل اکبر انتقال کر گئے۔ ان کی عمر 68 برس تھی۔

جنوری1972ء

یکم جنوری

حکومت پاکستان نے مارشل لاء کے ضابطہ 78 کے تحت احمد داؤد اور فخر الدین ولیکا کو چھ ماہ کے لئے نظر بند کر دیا۔

2جنوری

پنجاب سے چودہ اور سندھ سے بارہ ادارے سرکاری تحویل میں لے لئے گئے۔ صدر بھٹو نے لوہے' فولاد' دھاتوں' بھاری انجینئرنگ' پیٹرو کیمیکلز' سیمنٹ اور بجلی کی بھاری صنعتیں قومی تحویل میں لینے کا اعلان کیا۔ حکومت پاکستان نے قومی تحویل میں لی جانے والی بیس صنعتوں کے مینجنگ ڈائریکٹر اور

ڈائریکٹر برطرف کر دیئے۔

3جنوری

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے کراچی کے نشتر پارک کے جلسے میں عوام سے شیخ مجیب الرحمان کی رہائی کی اجازت لے لی۔ مرکزی حکومت نے اسٹیٹ بنک کی منظوری کے بغیر زر مبادلہ حاصل کرنے والے تمام افراد اور کمپنیوں کو ہدایت کی کہ وہ دس جنوری تک اپنے زرِ مبادلہ کا اعلان کریں۔ اکبر بگٹی نیپ سے علیحدہ ہو گئے۔

4جنوری

بیگم طاہرہ مسعود نیپ سے علیحدہ ہو کر تحریک استقلال میں شامل ہو گئیں۔

5جنوری

پاک فوج کے طیارے کو اغوا کر کے بھارت اتار لیا گیا۔ گوڑے لیفٹیننٹ ہمایوں رضا نے پائلٹ میجر قاسم کو گولی مار دی حکومت پاکستان نے بھارت سے میجر قاسم کی لاش واپس کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ حکومت پاکستان نے مغربی پاکستان کی وزارت زراعت توڑ کر اس کی ذمہ داری صوبوں کو دینے کا فیصلہ کر لیا۔

6جنوری

وزیر تعلیم حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ ملک میں پرائمری تک لازمی اور میٹرک تک مفت تعلیم کا جلد انتظام کر دیا جائے گا۔

7جنوری

شہنشاہ ایران رضا پہلوی نے صدر بھٹو سے ملاقات کی۔ ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان نے سکھر میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر مارشل لاء نہ اٹھایا گیا تو ملک کے حالات سنگین ہو جائیں گے۔ ڈھاکہ چھاؤنی سے سترہ ہزار پاکستانی فوجی بھارت منتقل کر دیئے گئے۔ کراچی جیل توڑ کر تین سو قیدی فرار ہو گئے۔ وارسک اور منگلا میں آبی ذخائر میں کمی سے سندھ اور سرحد میں بجلی کی قلت پیدا ہو گئی۔

8جنوری

سابق صدر جنرل اے ایم یحییٰ خان اور جنرل عبدالحمید کو گرفتار کر لیا گیا۔ شیخ مجیب الرحمان کو رہا کر دیا گیا۔ شہنشاہ ایران نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

9جنوری

عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمان ڈھاکہ جاتے ہوئے اچانک روس پہنچ گئے۔ مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمان کی آمد پر عام تعطیل کا اعلان کیا گیا۔ کراچی سنٹر جیل میں بغاوت کچل دی گئی۔ قیدیوں نے غیر مشروط طور پر خود کو جیل حکام کے حوالہ کر دیا۔

10جنوری

شیخ مجیب الرحمان نے ڈھاکہ پہنچ کر اعلان کیا کہ بنگلہ دیش مغربی پاکستان سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔ بلوچستان میں حکومت کی تشکیل کے لئے جمعیت علمائے اسلام اور نیپ میں معاہدہ طے پا گیا۔ مرکز میں بھٹو سے تعاون کریں گے' مفتی محمود کا اعلان۔ تحریک استقلال اور جمعیت علمائے پاکستان کے درمیان تعاون کے سلسلہ میں کراچی میں بات چیت ہوئی۔

میجر جنرل ملک عبدالعلی اور میجر جنرل عبدالمجید کو ترقی دے کر لیفٹیننٹ جنرل بنا دیا گیا۔ لیفٹیننٹ جنرل ارشاد احمد خان اور لیفٹیننٹ جنرل بہادر شیر کو فوری طور پر ریٹائر کر دیا گیا۔ گورنر اسٹیٹ بنک غلام اسحاق خان کو 22 دسمبر سے سول سروس سے ریٹائر کر دیا گیا۔ حکومت پاکستان نے سمال انڈسٹریز کارپوریشن کو تقسیم کر کے صوبوں کے حوالے کر دیا۔

11جنوری

پاکستان نے افریشیائی کانفرنس سے واک آؤٹ کر دیا۔ پاکستانی وفد کے قائد محمود علی نے کہا کہ میرا ملک تنظیم کی تباہی میں حصہ نہیں لے سکتا۔ صدر بھٹو کابل پہنچے اور ظاہر شاہ سے اہم امور پر بات چیت کی۔

12جنوری

بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر پاکستان نے بلغاریہ سے تعلقات منقطع کر لئے۔ صدر بھٹو نے قائداعظم کے وعدہ کے مطابق والیان ریاست کے لئے گزارہ الاؤنس مقرر کر دیا۔ صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مسٹر بھٹو نے مارشل لاء کے ضابطہ 104 کے تحت بیرونی ممالک سے سرمایہ واپس نہ لانے والوں کو عمر قید کی سزا دینے کا حکم جاری کر دیا۔ صدر بھٹو کی ہدایت پر بلوچستان یونیورسٹی کے قیام کے لئے پانچ لاکھ روپے کی گرانٹ منظور کی گئی۔

13جنوری

صدر بھٹو نے مشرقی پاکستان کو غیر مشروط طور پر غذائی امداد کی پیشکش کی۔ برما نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ اس طرح بنگلہ دیش کو سات ممالک تسلیم کر چکے تھے۔

14جنوری

اردن کے ولی عہد شہزادہ حسن بن طلال نے صدر بھٹو سے پشاور میں ملاقات کی اور باہمی دلچسپی کے امور اور برصغیر کے مسائل پر بات چیت کی۔ لیفٹیننٹ جنرل الطاف قادر کو جنگی کمیشن کا فوجی مشیر مقرر کیا گیا۔ پاک بھارت جنگ کے دوران تہران جانے والے پی آئی اے کے طیارے کو لسبیلہ کی پہاڑیوں میں حادثہ پیش آیا۔ حادثے میں چار افراد ہلاک ہوئے۔

15جنوری

صدر بھٹو نے بھارت کو پیشکش کی کہ اگر بھارت پاکستانی فوجی جنگی قیدیوں کو رہا کرنے پر تیار ہو جائے تو میں اپنے بیٹے کو یرغمال رکھنے کے لئے بھارتی حکام کے حوالے کر سکتا ہوں۔ اردن کے ولی عہد شہزادہ حسن بن طلال نے کہا کہ اردن پاکستان کے انصاف پر مبنی موقف کی ہمیشہ حمایت کرتا رہے گا۔

16جنوری

حکومت نے کاروں، بسوں، ٹرکوں اور ٹریکٹروں کی در آمد بند کر دی۔ بلوچستان اسمبلی کے رکن سیف اللہ پراچہ پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ حکومت پاکستان نے مزید گیارہ ادارے قومی تحویل میں لے لئے۔ منیجنگ ایجنسی سسٹم ختم کر دیا گیا۔ تمام کمپنیوں کی منیجنگ ایجنسیوں اور ان کے معاہدوں کو منسوخ کر دیا گیا۔

17جنوری

صدر بھٹو نے اقتدار شیخ مجیب الرحمان کے حوالے کرنے کی پیشکش کر دی۔ صدر پاکستان نے جنگ 1971ء میں شہید ہونے والے میجر شبیر شریف شہید اور سوار محمد حسین شہید کو نشان حیدر کے اعزاز دینے کا اعلان کیا۔

18جنوری

گورنر سندھ نے اعلان کیا کہ ٹنڈو جام کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا جائے گا۔

20جنوری

صدر بھٹو نے ملتان میں ممتاز سائنس دانوں کی کانفرنس کا افتتاح کیا۔ کانفرنس کے نتیجہ میں پہلی بار سائنسی امور کی وزارت کا قیام عمل میں لایا گیا۔

21جنوری

صدر بھٹو نے کہا کہ اگر برطانیہ نے بنگلہ دیش کو تسلیم کیا تو پاکستان دولت مشترکہ سے علیحدہ ہو جائے گا۔

22جنوری

صدر بھٹو کی دعوت پر 49 ملکوں کے سفیروں کا لاڑکانہ میں اجتماع ہوا۔ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس 23 مارچ کو منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔

23جنوری

بنگلہ دیش نے پاکستان کے تمام معاہدے منسوخ کر دیئے۔

24جنوری

روس نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ صدر بھٹو نے یوگوسلاویہ سے تعلقات منقطع کرنے کا اعلان کیا۔ ترکی کی حکومت نے صدر بھٹو سے مذاکرات کے دوران بھارت کو انتباہ کیا کہ وہ مشرقی پاکستان پر ناجائز قبضہ ختم کر دے۔ صدر بھٹو اسلامی ممالک کے دورے کے سلسلے میں انقرہ پہنچے تو ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

سرمایہ داروں کو بیرونی ممالک میں جمع شدہ دولت کے گوشوارے داخل کرانے کے لئے مزید تین ہفتوں کی مہلت دے دی گئی۔ احمد داؤد، فخرالدین ولیکا اور جنرل حبیب اللہ کو رہا کر دیا گیا۔

25جنوری

صدر بھٹو نے اعلان کیا کہ پاکستان روس سے سفارتی تعلقات نہیں توڑے گا۔ ترکی نے مشرقی پاکستان کے مسئلہ پر پاک بھارت مذاکرات کی حمایت کا اعلان کیا۔ پاکستان نے فائر بندی لائن پر عالمی مبصروں کی تقرری کے لئے سلامتی کونسل کا اجلاس طلب کر لیا۔ قسور گردیزی نیپ میں شامل ہو گئے۔

26جنوری

پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر پولینڈ اور منگولیا سے سفارتی تعلقات توڑ لئے۔ تیونس اور الجزائر نے پاکستان کی سالمیت اور اتحاد کی مکمل حمایت کا اعلان کر دیا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ قومی وقار کو بحال کرنے کے لئے مغربی پاکستان میں کوئی خوشی کی تقریب نہیں ہو گی۔

28جنوری

ہنگری اور قبرص نے بھی بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ پاکستان نے ہنگری

سے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے۔ مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے اسلامی ممالک نے پاکستانی موقف کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ صدر بھٹو اسلامی ممالک کے دورے کے بعد وطن واپس پہنچ گئے۔

29 جنوری

پاکستان نے چیکوسلواکیہ اور قبرص سے سفارتی تعلقات ختم کر دیئے۔ صدر بھٹو نے دورہ چین کے بارے میں صلاح و مشورے شروع کر دیئے۔ روزنامہ مشرق کراچی کے جنرل منیجر حمید اللہ انتقال کر گئے۔

30 جنوری

پاکستان نے دولت مشترکہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ برطانیہ' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ قسور گردیزی نیپ پنجاب کے صدر منتخب ہو گئے۔ کلری جھیل کا نام تبدیل کر کے کینجھر جھیل رکھ دیا گیا۔

31 جنوری

صدر بھٹو چین کے دورے پر بیجنگ پہنچے۔ چین نے پاکستان کو وسیع فوجی امداد دینے کا اعلان کیا۔ دولت مشترکہ سے علیحدگی کے بعد بیرون ممالک میں پاکستانی مشنوں کے نام بدل دیئے گئے۔

فروری 1972ء

یکم فروری

چین کے وزیر اعظم چو این لائی نے بھارت سے کہا کہ وہ پاکستانی علاقوں سے اپنی فوجیں ہٹالے۔ پاک بحریہ کے قائم مقام کمانڈر انچیف کو 31 جنوری سے بحریہ کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا۔ ریلوے اور واپڈا کے اعلیٰ افسر ریٹائر کر دیئے گئے۔

2 فروری

سینی گال نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ چین نے عالمی طاقتوں کو متنبہ کیا کہ پاکستان پر فوجی دباؤ کے سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ صدر بھٹو کے دورہ چین کے خاتمہ کے موقع پر مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ بھارتی فوجوں کے انخلا کے بغیر علاقہ میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

3 فروری

گورنر سندھ کے آٹھ مشیروں کے ناموں کا اعلان کیا گیا۔ ان میں عبدالوحید کٹپر تعلیم جیل خانہ جات' حاجی قاسم عباس پٹیل صنعت و معدنی ترقی' قائم علی شاہ قانون و پارلیمانی امور و مال' عبدالستار گبول مواصلات و تعمیرات' مخدوم امین فہیم خوراک و زراعت اور امداد باہمی' میر اعجاز علی تالپور آبپاشی و بجلی' محمد خاں سومرو منصوبہ بندی و ترقیات اور رسول بخش تالپور سینئر وزیر مقرر ہوئے۔

4 فروری

کمال اظفر کو پاکستان پیپلز پارٹی کا اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ جی ایم سید نے نوجوانوں کی تنظیم خدمتگار کے قیام کا اعلان کیا۔ سکھر کے قریب مسافر بس الٹنے سے چار افراد ہلاک اور چالیس زخمی ہو گئے۔

5 فروری

بہاریوں کا قتل عام رکوانے کے لئے صدر بھٹو نے شیخ مجیب الرحمان کو مذاکرات کی پیشکش کر دی۔ ڈان کے ایڈیٹر انچیف الطاف گوہر کو مارشل لاء ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ خواجہ شاہد حسین کو ریڈیو پاکستان کا نیا ڈائریکٹر جنرل مقرر کیا گیا۔

6 فروری

نیپ نے مارشل لاء کی موجودگی میں انتخابات کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کر دیا۔ صوبہ سندھ کے سابق گورنر لیفٹیننٹ جنرل رحمان گل کو افغانستان میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔

7 فروری

ایڈیٹر انچیف روزنامہ ڈان الطاف گوہر کی گرفتاری کو عدالت میں چیلنج کر دیا گیا۔ پاکستان نے بہاریوں کا قتل عام رکوانے کے لئے اقوام متحدہ سے مداخلت کا مطالبہ کر دیا۔

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ذوالفقار علی بھٹو نے بیرونی سرمایہ کاری ظاہر کرنے کے لئے ترمیمی ضابطہ 1972ء جاری کر دیا جس کے تحت جو شخص پاکستان سے باہر منقولہ جائیداد رکھتا ہے۔ اسے پندرہ جنوری 1972ء تک ظاہر کرنا پڑے گی۔ مسٹر منظور الٰہی کو تین سال کے لئے پبلک سروس کمیشن کا چیئرمین بنا دیا گیا۔ پی آئی اے کا ریفرنڈم ایئرویز ایمپلائز یونین نے جیت لیا۔

8 فروری

مسلم لیگ قیوم گروپ نے بھٹو حکومت سے تعاون کا اعلان کر دیا۔ بھارت نے مغربی پاکستان اور کشمیر کی جنگ بندی لائن پر فوجیں جمع کرنا شروع کر دیں۔

9 فروری

صدر بھٹو نے شیخ مجیب الرحمان کے خلاف مقدمے کو کالعدم قرار دینے کا فیصلہ کر لیا۔ آزاد کشمیر کے صدر عبدالقیوم خان نے کہا کہ سرحدوں پر بھارتی فوج کے جمع ہونے سے پاکستان کی سلامتی کے لئے خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔ حیدر آباد میں پولیس کی ہڑتال فوج طلب کر لی گئی۔

10 فروری

سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ پاک بحریہ کی آبدوز غازی کراچی سے چٹا گانگ جاتے ہوئے تباہ ہو گئی۔ نئی لیبر پالیسی کا اعلان کر دیا گیا۔ انتظامیہ میں مزدوروں کی نمائندگی 20 فیصد جب کہ منافع میں کارکنوں کا حصہ چار فیصد ہو گا۔ شیخ مجیب الرحمان نے مذاکرات کے لئے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی شرط پیش کر دی۔

11 فروری

ہالینڈ اور لکسمبرگ نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ اقوام متحدہ کے مبصرین کو جنگ بندی لائن سے ہٹانے کا بھارتی مطالبہ مسترد کر دیا گیا۔ پاک بحریہ کو مضبوط بنیادوں پر موثر دفاع کے قابل بنایا جائے گا۔ صدر بھٹو نے قدرت اللہ شہاب کو مرکزی وزارت تعلیم کا سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔

12 فروری

مارشل لاء موجودہ سال کے آخر تک اٹھا لیا جائے گا۔ صدر بھٹو کا اعلان۔۔۔ فرانس نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ شیخ مجیب الرحمان نے بنگالیوں کے بدلے بہاریوں کی پاکستان منتقلی کی تجویز پیش کر دی۔

13 فروری

آزاد کشمیر حکومت نے 25 ہزار جوانوں پر مشتمل جانباز فورس قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بھارت نے بنگلہ دیش کو تسلیم کئے بغیر اور سرحدوں سے فوجیں ہٹائے بغیر پاکستانی جنگی قیدی واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ بری اور بحری فوج کے 26 جوان برما کے راستے واپس پاکستان پہنچ گئے۔ لائل پور کے قریب تیز رفتار بسوں میں تصادم سے چودہ افراد ہلاک ہو گئے۔ جماعت اسلامی نے بلدیاتی انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔

14 فروری

پیپلز پارٹی نے پنجاب کی چھ خواتین نشستوں اور قیوم لیگ نے سرحد کی خواتین نشستوں کے لئے امیدواروں کا اعلان کر دیا۔ پاکستان کی قومی ہاکی ٹیم کے کپتان خالد محمود نے بین الاقوامی ہاکی سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا۔

15 فروری

صدر نے این پی ٹی ٹرسٹ بورڈ کو مارشل لاء کے ضابطہ 35 کے تحت توڑ دیا۔ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت دونوں ممالک کے پانچ پانچ صحافی ہر سال ان ممالک کا دورہ کر سکیں گے۔

16 فروری

نوابزادہ نصراللہ خاں نے کہا کہ 1956ء کا آئین نافذ کر کے ملک سے مارشل لاء اٹھا لیا جائے۔ بیگم ریحانہ سرور اور حسینہ بیگم پنجاب اسمبلی کی رکن منتخب ہو گئیں۔ صدر بھٹو نے بنگلہ دیش کو اٹھائیس ہزار ٹن چاول بھیجنے کا حکم دے دیا۔

17 فروری

تھائی لینڈ نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ پیپلز پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ ملکی مفادات کے تناظر میں مارشل لاء جاری رہنا چاہئے۔ سندھ حکومت نے لوکل گورنمنٹ آرڈیننس نافذ کر دیا۔

18 فروری

صدر بھٹو نے کہا کہ پاکستان کا موجودہ بحران عارضی ہے ملک دوبارہ متحد ہو گا۔ سرکاری تحویل میں لئے گئے کارخانوں پر صنعتی انتظامی بورڈ قائم کر دیا گیا۔ مرکزی حکومت نے غیر ملکی زرمبادلہ کی شکل میں پاکستان بھیجی جانے والی رقوم پر 45 فیصد بونس دینے کا اعلان کیا۔

19 فروری

امریکہ نے پاکستان کی فوجی و اقتصادی امداد بحال کر دی۔ صوبہ سرحد میں پیپلز پارٹی اور قیوم لیگ میں تعاون کا سمجھوتہ طے پا گیا۔

20 فروری

عبدالولی خان نے ایک بیان میں کہا کہ پیپلز پارٹی سے جمعیت علمائے اسلام اور نیپ کا اتحاد توڑ لیا گیا ہے۔ پیپلز پارٹی نے سندھ اور پنجاب اسمبلیوں کی تمام خواتین نشستیں جیت لیں۔

21 فروری

مولانا مفتی محمود نے کہا کہ اگر مارشل لاء اٹھا لیا جائے تو پی پی سے بار اتحاد ہو سکتا ہے۔ پشاور میں پولیس ہڑتال کی عدالتی تحقیقات کا حکم دے دیا

ریڈیو پاکستان سے سندھی زبان میں نشریات کا دورانیہ بڑھا دیا گیا۔ ایم رشید نیشنل پریس ٹرسٹ کمیشن کے چیئرمین مقرر کر دیئے گئے۔

22 فروری

بھارت کی طرف سے مذاکرات کی پیشکش سیاسی چال ہے۔ (بھٹو) بنگلہ دیش حکومت نے یحییٰ خان، جنرل نیازی سمیت ننانوے دوسرے اعلیٰ فوجی اور سول حکام پر مقدمات چلانے کا اعلان کر دیا۔

23 فروری

سیاسی امور کے وزیر غلام مصطفیٰ جتوئی کی یقین دہانی پر سرحد پولیس نے ہڑتال ختم کر دی۔ بنگلہ دیش حکومت نے سابق گورنر مشرقی پاکستان اور ان کے وزراء پر مقدمہ چلانے کا اعلان کر دیا۔

ملتان سنٹرل جیل میں قیدیوں پر پولیس فائرنگ سے چار قیدی ہلاک ہو گئے۔ قیدی جیل کا کنٹرول حکام کے حوالے کرنے پر تیار نہ تھے۔

24 فروری

بھارت تنازعہ کشمیر کو پرامن مذاکرات کے ذریعے حل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ صاحبزادہ یعقوب خان کو فرانس میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔ لاہور میں پولیس کی ہڑتال اور ہنگاموں کے بعد رینجرز طلب کر لی گئی۔ مسٹر اسلم ملک کو یمن میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔

25 فروری

انڈونیشیا اور ملائشیا نے بھی بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ مرکزی حکومت نے نان گزٹیڈ افسروں کی تنخواہوں میں اضافے کا اعلان کر دیا۔ کیپٹن اعجاز شہید کو جنگ 1971ء میں خدمات سرانجام دینے پر تمغہ جرات دیا گیا۔

26 فروری

ملک بھر میں عاشورہ محرم منایا گیا۔ عام تعطیل رہی۔

27 فروری

امریکی صدر نکسن نے چین کے دورہ کے دوران کہا کہ بھارت پاکستانی علاقوں سے فوری طور پر فوجیں ہٹالے۔

28 فروری

پنجاب پولیس نے غیر مشروط طور پر ہڑتال ختم کر دی۔

29 فروری

پچاس روپے کا کرنسی نوٹ منسوخ کرنے کا اعلان ہوا۔

مارچ 1972ء

یکم مارچ

صدر بھٹو نے زرعی اصلاحات کا اعلان کیا۔ ملک سے جاگیردارانہ نظام ختم کر دیا گیا۔ کوئی شخص 150 ایکڑ نہری اور 300 ایکڑ بارانی زمین سے زیادہ اراضی نہیں رکھ سکے گا۔ آبیانہ اور مالیہ مزارعوں کے ذمہ نہ ہو گا۔

2 مارچ

سرکاری اراضی کو نیلام کرنے کا طریقہ کار ختم کر دیا گیا۔ قومی ہاکی چیمپئن شپ ملتوی کر دی گئی۔ فیض احمد فیض کو نیشنل آرٹس کونسل کا چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔ معروف شاعر ناصر کاظمی لاہور میں انتقال کر گئے۔

3 مارچ

فوج کی تنظیم نو، تینوں مسلح افواج میں کمانڈر انچیف کا عہدہ ختم کر دیا گیا۔ اب بری، بحری اور فضائیہ کے سربراہ چیف آف سٹاف ہوں گے۔ جنرل ٹکا خان کو بری فوج کا سربراہ ایئر مارشل ظفر چودھری کو فضائیہ جبکہ بحریہ کے سربراہ کو وائس ایڈمرل کے عہدہ پر ترقی دے دی گئی۔ لیبیا اور پاکستان میں ثقافتی تعاون کا معاہدہ طے پایا۔

4 مارچ

جنرل ٹکا خان نے حمود الرحمٰن کمیشن کے روبرو اپنا بیان قلم بند کرایا۔ جدہ کی اسلامی کانفرنس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے رہنماؤں میں مصالحت کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ نیپ اور جمیعت العلمائے اسلام کے رہنماؤں نے صدر سے بات چیت کی۔ باقی احمد پوری نے پاکستان نیوٹرل پارٹی کے قیام کا اعلان کر دیا۔

5 مارچ

ممتاز دولتانہ کونسل مسلم لیگ کی صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ نائب صدر نجم الدین لغاری قائم مقام صدر مقرر ہوئے۔

صنعت کاروں اور تاجروں کے بیرون ملک جانے پر عائد پابندی ختم کر دی گئی۔ پاسپورٹ واپس کر دیئے گئے۔

پاکستان اور سیلون میں فضائی سروس کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔

6 مارچ

صدر بھٹو نے 14 اگست 1972ء کو مارشل لاء ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جمعیت اسلام نیپ اور پیپلز پارٹی میں سمجھوتہ طے پاگیا۔ کواپریٹو سوسائٹیوں کے قرض ادا نہ کرنے والوں کی جائیداد ضبط کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ مولانا کوثر نیازی وفاقی وزیر اطلاعات مقرر کر دیئے گئے۔ صدر بھٹو نے قومی اسمبلی کا اجلاس 14 اپریل کو طلب کر لیا۔

7 مارچ

آزاد کشمیر کے وزیر قانون سلام الدین نیاز مستعفی ہو گئے۔ صدر پاکستان نے ارکان اسمبلی کی تنخواہوں کا آرڈیننس نافذ کر دیا۔ حکومت بنگلہ دیش نے نور الامین، محمود علی سمیت 68 سیاسی رہنماؤں کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔

8 مارچ

بھارت زخمی قیدیوں کے تبادلے کے سمجھوتے سے منحرف ہو گیا۔ بھارت کے جنگی قیدیوں کے کیمپ میں بھارتی فائرنگ سے کئی پاکستانی فوجی شہید ہو گئے۔ پچاس روپے کے کرنسی نوٹ تبدیل کرنے کی تاریخ میں گیارہ مارچ تک توسیع کر دی گئی۔

9 مارچ

بدعنوان اور نااہل افسروں کی برطرفی کے لئے مارشل لاء کا ضابطہ جاری کر دیا گیا۔ صدر آزاد کشمیر نے خواجہ رفیق بٹ، سردار سکندر حیات، خان عبدالحمید، سردار محمد یوسف، چوہدری غلام احمد رضا کو اپنی کابینہ میں شامل کر لیا۔ بین الاقوامی کنسورشیم نے پاکستان کی اقتصادی امداد بحال کرنے کا اعلان کر دیا۔

10 مارچ

سوئزرلینڈ میں پاکستانی سفیر کے امین حسین نے خود کشی کر لی۔ بھارت نے اعلان کیا کہ جنگی قیدیوں کے کیمپ میں فائرنگ سے بارہ پاکستانی جنگی قیدی شہید ہوئے ہیں۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ تین سیاسی جماعتوں میں سمجھوتے سے حکومتی سالمیت محفوظ ہو گئی ہے۔

11 مارچ

صدر بھٹو نے برطرف کئے جانے والی نااہل افسروں کی فہرست کی منظوری دے دی۔ صدر نے زرعی اصلاحات کے نفاذ کے لئے مارشل لاء کا ضابطہ جاری کیا۔ جس کے تحت زرعی اصلاحات کی خلاف ورزی کرنے والے کو سات سال قید کی سزا دی جا سکے گی۔

12 مارچ

تیرہ سو سے زائد سرکاری افسروں کو برطرف کر دیا گیا۔ حکومت پاکستان نے ناصر کاظمی کی بیوہ کے لئے تین سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا۔

13 مارچ

پنجاب میں اسلحہ کے لائسنس جاری کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ جنگی قیدیوں پر بھارتی فوج کی فائرنگ کے خلاف جنگی قیدیوں کی بیویوں نے اجتماعی جلوس نکالا۔ تیرہ سو برطرف کئے جانے والے افسروں کو نظر ثانی کی درخواست دینے کی اجازت دے دی گئی۔ فوجی اقتصادی کونسل نے ٹیکسلا میں دھاتیں ڈھالنے کے کارخانے کے قیام کی منظوری دے دی۔

14 مارچ

پنجاب میں لینڈ کمیشن قائم کر دیا گیا۔ بھیرہ میں ایک ہی خاندان کے سات افراد کو قتل کر دیا گیا۔ کونسل مسلم لیگ کے رہنما جسٹس زیڈ ایچ لاری انتقال کر گئے۔

15 مارچ

صدر نے نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان کر دیا۔ میٹرک تک تعلیم مفت فراہم کی جائے گی۔ پرائیویٹ سکولوں کے اساتذہ کی تنخواہیں سرکاری اساتذہ کے برابر ہوں گی۔ پالیسی پر مرحلہ وار عملدرآمد کرایا جائے گا۔ گورنر پنجاب نے متروکہ اراضی پر بسنے والے کو مالکانہ حقوق دینے کا اعلان کیا۔

16 مارچ

صدر بھٹو نے ماسکو میں روسی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور برصغیر کی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا۔ کچی آبادیوں کے مکینوں کو بھی مالکانہ حقوق دینے کا اعلان کیا گیا۔

17 مارچ

روس برصغیر میں پائیدار امن کے لئے تعاون کرے۔ صدر بھٹو کی روسی رہنماؤں سے اپیل۔

سپریم کورٹ کو اسلام آباد میں منتقل کر دیا جائے گا۔ وزیر قانون، اخبارات کا ضابطہ اخلاق منظور کر لیا گیا۔

18 مارچ

صدر بھٹو کے روس کے دورے کے خاتمہ پر مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا

کہ روس اور پاکستان باہم تعلقات کو مضبوط بنائیں گے۔ پاکستان نے خطے میں امن کے لئے نمایاں کام کیا ہے۔ پنجاب میں 281 نان گزٹیڈ اور گزٹیڈ افسروں کو ریٹائر کر دیا گیا۔

19مارچ

صدر بھٹو نے لاہور میں کہا کہ بھارت سے شکست اور ذلت کی بنیاد پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہو گا۔ زندگی کا بیمہ کرنے والی 43 کمپنیوں کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا۔ لاہور اسٹیڈیم کا نام لیبیا کے سربراہ کرنل قذافی کے نام پر قذافی اسٹیڈیم رکھ دیا گیا۔

20مارچ

روس پاکستان سے خوشگوار تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے۔ روسی کیمونسٹ پارٹی کے سربراہ برزنیف کا بیان یا صوبہ سندھ سے کمشنر کا عہدہ ختم کر دیا گیا۔

21مارچ

بھارت کے مسلح سو فوجیوں نے سندھ سے پچاس پاکستانیوں کو اغوا کر لیا۔ گورنر پنجاب نے لاہور میں دو طالبات کے اغواء اور جلوس پر تشدد کے واقعات کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ کینیڈا پاکستان کو دو کروڑ ڈالر کی امداد دے گا۔ سابق مسٹر ایشیاء و مسٹر پاکستان پنجاب یونیورسٹی کے سپورٹس ڈائریکٹر اقبال بٹ انتقال کر گئے۔

22مارچ

خورشید حسن میر کو پیپلز پارٹی کا ڈپٹی جنرل سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔ نیپ کے رہنما مسٹر جسٹس عبدالحمید لاہور میں انتقال کر گئے۔ نصراللہ خٹک کو تیونس میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔

23مارچ

ملک بھر میں یوم پاکستان منایا گیا۔ صدر بھٹو نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک کی تعمیر نو کے لئے اتحاد کی ضرورت ہے۔

24مارچ

سرحد میں ارباب سکندر خان خلیل اور بلوچستان میں میر غوث بخش بزنجو کو نیپ سے گورنر مقرر کر دیا گیا۔ صدر نے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس طلب کرنے کا حکم دے دیا۔ روزنامہ مشرق کے سینئر سب ایڈیٹر اکرم رہبر دریائے سوات میں ڈوب کر جاں بحق ہو گئے۔

25مارچ

جنگی قیدی بنگلہ دیش کے حوالے کئے گئے تو خطرناک نتائج ہوں گے۔ صدر بھٹو کا اعلان۔ شیخ آفتاب احمد اے پی این ایس کے صدر منتخب ہو گئے۔ پاکستان میں ہوٹل انڈسٹری کو فروغ دینے کے لئے منصوبہ بندی کر لی گئی۔

26مارچ

صدر بھٹو نے انتباہ کیا کہ بنگلہ دیش کو جنگی قیدیوں پر مقدمات چلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ بھارت نے سیاسی وجوہ کی بنیاد پر پاکستان کے بیمار اور زخمی جنگی قیدیوں کی واپسی روک دی۔ عوامی صحت سکیم کا اعلان کر دیا گیا۔ سرکاری ڈاکٹروں کو پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت نہیں ہو گی۔ سکیم پر تین ارب 80 کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔

27مارچ

صدر بھٹو نے کہا کہ جنگی قیدیوں کی واپسی کے بغیر بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ صدر بھٹو نے چینی کی قلت پر قابو پانے کا حکم دے دیا۔ ریشم کے کیڑوں کی پرورش کا آرڈیننس جاری کر دیا گیا۔

28مارچ

پاکستان ایشیائی سلامتی کے لئے روسی منصوبہ قبول نہیں کرے گا۔ صدر بھٹو پاکستان ایک معاہدے کے تحت پولینڈ کو کوئلے کے بدلے کپڑا دے گا۔ چینی کی قلت دور کر کے بونس واؤچر پر درآمد کی اجازت دے دی گئی۔

29مارچ

دشمن کی ضبط شدہ املاک بیچنے کے لئے مارشل لاء کا ضابطہ جاری کر دیا گیا۔ نیپ نے پختونستان سٹنٹ سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔

30مارچ

بھارت سے غیر مشروط سفارتی تعلقات بحال نہیں کئے جائیں گے۔ صدر بھٹو۔ سرحد اور بلوچستان کے نئے گورنروں کا تقرر التواء کا شکار ہو گیا۔ معروف خوشنویس محمد صدیق الماس رقم انتقال کر گئے۔

31مارچ

صدر بھٹو نے کہا کہ زبان کی بنیاد پر تشدد اور لاقانونیت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ پنجابی، پٹھانوں، سندھیوں اور بلوچیوں کو بھائیوں کی طرح رہنا چاہئے۔ لاہور اور کراچی میں فلم سنسر بورڈ کی شاخیں قائم کر دیں گئیں۔ مسٹر افتخار کو سیکرٹری خارجہ بنا دیا گیا۔

اپریل 1972ء

یکم اپریل

حمود الرحمان کمیشن نے 199 افراد کے بیانات قلمبند کئے۔ عالمی بنک کی ٹیم نے پاکستان کی معیشت اور اس کی زر مبادلہ کی ضروریات کا سروے مکمل کر لیا۔ گورنر پنجاب نے کہا کہ ہر قیمت پر صوبے میں امن و امان بحال رکھا جائے گا۔ کونسل مسلم لیگ کی صدارت کے انتخاب کے لئے مجلس عاملہ کی ثالثی کمیٹی قائم کر دی گئی۔

2 اپریل

کراچی میں طالبات پر مجرمانہ حملے کرنے والوں کو سخت سزائیں دینے کا اعلان کیا گیا۔ آغا شاہی کو چین میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔ سردار شوکت حیات خان کونسل مسلم لیگ کے متفقہ صدر منتخب ہو گئے۔ کراچی اور نیویارک کے درمیان پی آئی اے کی مستقل پروازیں براستہ لندن شروع ہو گئیں۔

3 اپریل

صدر بھٹو نے کہا کہ سہ جماعتی معاہدے کے تحت جمعیت علمائے اسلام اور نیپ مارشل لاء کے حق میں ووٹ دینے کے پابند ہیں۔ پیپلز پارٹی کے اعلیٰ سطح کے اجلاس میں آئین کے مسودے کو آخری شکل دی گئی۔ کراچی میں غنڈہ گردہ اور بے حیائی کے مرتکب افراد کو مارشل لاء کے تحت سزائیں دی جائیں گی۔

4 اپریل

امریکہ نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ پی پی سہ فریقی معاہدہ پر عمل کرے گی۔ بھارت میں پاکستانی جنگی قیدیوں کو بھیجنے کے لئے مخصوص ایروگرام ملک بھر کے ڈاکخانوں میں فراہم کر دیئے گئے۔ سرکاری افسروں کی ریٹائرمنٹ کی عمر 57 سال اور سرکاری ملازمت میں توسیع کا فیصلہ کر دیا گیا۔ پروفیسر کلیم کو ڈائریکٹر تعلیم مقرر کر دیا گیا۔

5 اپریل

حکومت نے تاجروں کو پچاس ہزار ٹن چینی نقد و بونس پر در آمد کرنے کی اجازت دے دی۔ طلباء نے پٹارو کیڈٹ کالج پر قبضہ کر لیا۔ چودھویں قومی کھیلیں لاہور میں ختم ہو گئیں۔ لاہور میں حضرت داتا گنج بخش" کے عرس کی تقریبات ختم ہو گئیں۔

6 اپریل

بھارتی وزیر اعظم نے پاکستان کو پاک بھارت سربراہ کانفرنس کی تجویز پیش کر دی۔ مفتی محمود کو نیپ اور جمعیت علمائے اسلام نے سرحد اسمبلی کی پارلیمانی پارٹی کا قائد منتخب کر لیا گیا۔

7 اپریل

پاکستان نے اقوام متحدہ سے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ بھارت میں پاکستانی جنگی قیدیوں پر تشدد کیا جا رہا ہے۔ حمود الرحمان کمیشن نے سابق صدر یحییٰ خان کا بیان قلمبند کیا۔ صدر بھٹو نے آئینی امور پر صلاح و مشورہ کے لئے تمام پارلیمانی گروپوں کا اجلاس طلب کر لیا۔

8 اپریل

پی پی' جمعیت اور نیپ کے درمیان سہ فریقی سمجھوتہ ختم ہو گیا۔ سرحد میں پی پی اور مسلم لیگ کی مخلوط اسمبلی پارٹی قائم کر دی گئی۔ گورنر حیات محمد خان شیرپاؤ کو مخلوط پارٹی کا لیڈر چن لیا گیا۔ ترکی کے صدر نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ لاہور جنرل بس اسٹینڈ پر کارپوریشن کی 80 دکانوں پر قبضہ کر لیا گیا۔

9 اپریل

نیپ اور جمعیت علمائے اسلام نے پی پی کی چھ نکاتی تجاویز مسترد کر دیں۔ ہسپتالوں میں تپ دق کے مریضوں کے لئے بستروں کی تعداد بڑھا کر تین ہزار سے آٹھ ہزار کر دی گئیں۔

10 اپریل

بھارت سے 35 شدید زخمی اور بیمار پاکستانی وطن پہنچ گئے۔ راولپنڈی میں صدر بھٹو اور پارلیمانی گروپوں کے درمیان عبوری آئین کے بارے میں صلاح و مشورے کا پہلا دور مکمل ہو گیا۔ حکومت نے سہ جماعتی معاہدے سے متعلق خط و کتابت شائع کر دی۔ صدر بھٹو نے فیروز قیصر کو اقتصادی امور کے لئے اپنا مشیر مقرر کر لیا۔ لیاقت ملک مسٹر پنجاب چن لئے گئے۔

11 اپریل

آزاد کشمیر کے دیہاتی علاقوں پر بھارت کی گولہ باری۔ قومی اسمبلی کے اجلاس کی تیاریاں مکمل کر لیں گئیں۔ پیپلز پارٹی کے عبوری آئین میں صدارتی طرز حکومت قائم کرنے کی تجویز پیش کی گئی۔ کراچی میں ہاکس بے کے واقع کے مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔

12 اپریل

چار حکومت مخالف جماعتوں نے عبوری آئین کا مسودہ مسترد کر دیا۔ صدر بھٹو نے پولیس کے لئے اصلاحات کا اعلان کیا۔ حمود الرحمان کمیشن نے سابق صدر فیلڈ مارشل ایوب خان کا بیان قلمبند کیا۔ معروف شاعر دوست جالندھری لاہور میں انتقال کر گئے۔

13اپریل

یورینیم کی تلاش کے لئے ڈیرہ غازی خان میں کھدائی شروع ہو گئی۔ حکومت نے ستلج کاٹن ملز اوکاڑہ اور بنوں شوگر ملز کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ فیکٹری ملازمین کے بچوں کے لئے مفت تعلیم، پنشن اور انتظامیہ میں ورکروں کے حصہ کے بارے میں آرڈیننس جاری کر دیا گیا۔ مسلح افواج کے نان کمشنڈ عملے کی تنخواہوں میں اضافہ، طبی، تعلیمی اور رہائشی سہولتیں دینے کا اعلان۔

14اپریل

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے 21 اپریل کو مارشل لاء ختم کرنے کا اعلان کیا۔ اسلام آباد میں قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہو گیا۔ قومی اسمبلی نے صدر بھٹو پر اعتماد کی قرارداد اکثریت سے منظور کر لی۔ مسٹر بھٹو کو اکثریت سے اسمبلی کا صدر منتخب کر لیا گیا۔

15اپریل

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عبوری آئین کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ حکومت نے لانس نائیک محفوظ شہید کو نشان حیدر کا اعزاز دیا۔ پاکستان کے عبوری آئین میں سرکاری ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر 57 سال مقرر کر دی گئی۔

16اپریل

ولی خان اور مفتی محمود نے مرکز میں حکومت سے تعاون کی پیشکش کر دی۔ معروف مسلم لیگی رہنما سردار ظفر اللہ انتقال کر گئے۔ شریں قادر پر سمگلنگ کا الزام ثابت ہونے پر ایک لاکھ روپے اور قید کی سزا سنائی گئی۔

17اپریل

قومی اسمبلی نے عبوری آئین کی منظوری دے دی۔ قومی اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی ہو گیا۔ قومی اسمبلی نے مستقل آئین کی تیاری کے لئے پچیس ارکان کی کمیٹی قائم کر دی۔ ولی خان نے کہا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے ذمہ دار یحییٰ خان ہیں۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ کے ٹیکسٹ بورڈ کے رکن ڈاکٹر غلام حسین نقوی کو گولی مار دی گئی۔ راولپنڈی میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔ عبدالغفور کو لاؤس میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔

18اپریل

خان عبدالقیوم خان کو وزیر داخلہ مقرر کر دیا گیا۔ مارشل لاء کے تحت عدلیہ کے چوبیس افسروں کو ریٹائر کر دیا گیا۔ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس 2 مئی تک ملتوی ہو گئے۔ صدارتی کابینہ نے فیصلہ کیا کہ غیر ملکی ادویات کو ان کے تجارتی ناموں سے فروخت نہیں کیا جا سکے گا۔

19اپریل

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مسٹر بھٹو نے لائسنسوں کی منسوخی کا ضابطہ 1972ء جاری کر دیا۔ حکومت پنجاب نے نان گزٹیڈ افسروں کے رینٹ اور سواری الاؤنس میں اضافہ کر دیا۔

20اپریل

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے عبوری آئین پر دستخط کر دیئے۔ پاکستان سے مارشل لاء اٹھا لیا گیا جمہوریت بحال کر دی گئی۔ نائب صدر، چاروں صوبائی گورنروں اور مرکزی وزیروں، مشیروں نے صدر کو اپنے استعفیٰ پیش کر دیئے۔ پاک بھارت سربراہ کانفرنس 26 اپریل کو مری میں ہو گی۔

سپریم کورٹ نے جنرل یحییٰ خان کی حکومت کو غیر قانونی اور غیر آئینی قرار دے دیا۔ الطاف گوہر اور ملک غلام جیلانی رہا کر دیئے گئے۔ حمود الرحمان کمیشن نے صدر بھٹو کا بیان قلمبند کیا۔ ہاکس بے کراچی کے واقعات میں ملوث سات نوجوانوں کو دس دس سال قید کی سزا سنائی گئی۔

21اپریل

صدر بھٹو نے لاکھوں افراد کے تاریخی اجماع میں حلف وفاداری اٹھایا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ بھارت غیر مشروط طور پر پاکستانی جنگی قیدی رہا کرنے کو تیار ہے۔ صدر نے نشان پاکستان کا اعزاز قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جسٹس حمود الرحمان نے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

22اپریل

مصطفےٰ کھر نے گورنر پنجاب کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ صدر نے نیپ اور جمعیت علمائے اسلام کے نمائندوں سے مذاکرات شروع کر دیئے۔ مرکز میں دفاعی پیداوار اور خریداری کی نئی وزارت قائم کر دی گئی۔ مرکزی سیکریٹریٹ میں توسیع کے بعد وزارتوں کی تعداد اٹھارہ کر دی گئی۔ ڈاکٹر ایس

اے درانی کو امریکی خلائی ادارے میں اہم عہدہ دے دیا گیا۔

23 اپریل

پاکستان کے نائب صدر نور الامین نے حلف اٹھایا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ پاکستان مذاکرات سے قبل بھارت سے سفارتی تعلقات قائم کرنے پر تیار ہے۔ صدر نے زرعی اراضی کے یونٹ کی حد ملکیت پندرہ ہزار یونٹ سے کم کر کے بارہ ہزار یونٹ کر دی۔ دس صنعتوں کو بجلی کے استعمال کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔

24 اپریل

قائد اعظم کی جائیداد کی دیکھ بھال کے لئے ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا گیا۔ کراچی شپ یارڈ کے سربراہ ایڈمرل زاہد حسین کو ریٹائر کر دیا گیا۔ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور ججوں نے اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ آغا رضا وزارت خارجہ کے انسپکٹر جنرل مقرر کر دیئے گئے۔

25 اپریل

پاک بھارت مذاکرات میں حصہ لینے کے لئے سترہ ارکان پر مشتمل بھارتی وفد اسلام آباد پہنچ گیا۔ صدر بھٹو نے یوم مئی کے موقع پر عام تعطیل کا اعلان کر دیا۔ ممتاز محمد خان دولتانہ کو برطانیہ میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔

26 اپریل

پاک بھارت مذاکرات کا پہلا دور مکمل ہو گیا۔

27 اپریل

ملک بھر میں عید میلاد النبیؐ کا تہوار عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ عام تعطیل رہی۔

28 اپریل

پاک بھارت سربراہ کانفرنس کے ایجنڈے کی تیاری شروع ہو گئی۔ پنجاب یونیورسٹی میں فائرنگ سے ایک طالب علم برکات علی کے قتل کے بعد ہنگامے، یونیورسٹی بند کر دی گئی۔ گورنر پنجاب نے طالب علم کے قتل کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔

29 اپریل

ارباب سکندر خان کو سرحد، میر غوث بخش بزنجو کو بلوچستان اور میر رسول بخش تالپور کو سندھ کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ گورنر بلوچستان نے صوبے سے دفعہ 144 کے خاتمہ کا اعلان کیا۔ غلام مصطفےٰ جتوئی، عبدالقیوم خان اور جے اے رحیم نے مرکزی وزراء کے عہدوں کا حلف اٹھایا۔

30 اپریل

میر غوث بخش بزنجو اور میر رسول بخش تالپور نے گورنر کا حلف اٹھانے کے بعد نیپ کے عہدوں سے استعفیٰ دے دیا۔ آزاد کشمیر اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی جس میں کہا گیا کہ آزادانہ رائے شماری کے علاوہ مسئلہ کشمیر کا اور کوئی حل نہیں ہے۔ سید امتیاز حسین حنفی باضری کو بلوچستان نیپ اور مسٹر محمد افضل کو سرحد نیپ کا قائم مقام صدر بنا دیا گیا۔

مئی 1972ء

یکم مئی

ملک بھر میں یوم مئی جوش و خروش سے منایا گیا۔ ممتاز علی بھٹو نے سندھ، مفتی محمود نے سرحد اور عطاء اللہ مینگل نے بلوچستان کے وزراء اعلیٰ کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ پشاور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بشیر الدین احمد نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ صوبہ سرحد سے خدائی خدمتگار تحریک سے پابندی اٹھالی گئی۔

2 مئی

معراج خالد نے پنجاب کے وزیر اعلیٰ کا حلف اٹھایا۔ چاروں صوبائی اسمبلیوں نے سپیکروں کا انتخاب کیا۔ مسٹر محمد اسلم خٹک سرحد اور شیخ رفیق احمد پنجاب اسمبلی کے سپیکر منتخب ہوئے۔ سندھ بلوچستان ہائی کورٹ کے ججوں نے حلف اٹھایا۔ آئین پاکستان کے مطابق پبلک سروس کمیشن کا نام تبدیل کر کے فیڈرل سروس کمیشن رکھ دیا۔

3 مئی

نیپ اور صدر بھٹو کے درمیان سمجھوتہ طے پا گیا۔ بلوچستان کے گورنر نے نیپ کے ایک رہنما ملک عبدالصادق کانسی کے قاتلوں کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ عبداللہ شاہ کو سندھ اسمبلی کا ڈپٹی سپیکر منتخب کر لیا گیا۔ مزدوروں میں بے چینی سے متعلق بلوچستان اسمبلی میں پیش کی جانے والی قرارداد خلاف ضابطہ قرار دے دی گئی۔ صدر بھٹو نے قائد اعظم میموریل فنڈ کی از سر نو تشکیل کی۔

4 مئی

حیدر آباد میں بنک ملازمین نے ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ صدر یحییٰ خان نے جن تیرہ سو ملازمین کو برطرف کیا تھا ان کی درخواستوں پر نظر ثانی کا کام مکمل کر لیا گیا۔ عباس پٹیل اور محمد خان سومرو نے سندھ کے وزراء کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ ارباب سیف الرحمان بلامقابلہ سرحد اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر منتخب ہو گئے۔ صدر نے ریٹائرڈ جسٹس فیض اللہ کندی کو فیڈرل سروس کمیشن کا چیئرمین بنا دیا گیا۔

5 مئی

بھارت نے آزاد کشمیر کے علاقوں پر قبضہ کے لئے حملہ کر دیا۔ شمالی علاقوں، لیپا سیکٹر اور کشمیر سیکٹر میں متعدد جھڑپیں ہوئیں۔ کوٹری میں ہڑتالی مزدوروں پر پولیس نے تشدد کیا اور آنسو گیس پھینکی متعدد افراد زخمی ہوئے۔ میاں محمود علی قصوری، رانا محمد حنیف، شیخ محمد رشید اور راجہ تری دیو رائے نے مرکزی وزراء کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ صوبہ سندھ کے مزید چار وزراء سید قائم علی شاہ، میر اعجاز تالپور، در محمد اوستو اور جام صادق علی نے حلف اٹھایا۔ پاک فضائیہ کے سابق سربراہ ایئر مارشل نور خان پاکستان کی مشہور اشتہاری کمپنی ساسا ایڈورٹائزنگ لمیٹڈ کے چیئرمین بنا دیئے گئے۔

6 مئی

بلوچستان میں اردو کو سرکای زبان قرار دے دیا گیا۔ پاک فوج نے لیپا سیکٹر میں بھارتی فوج کا حملہ پسپا کر دیا۔ بھارت کے متعدد علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ صوبہ سندھ کے آخری دو وزراء عبدالوحید کٹپر اور عبدالستار گبول نے بھی اپنے عہدوں کا حلف اٹھا لیا۔ حوالدار محمد اقبال شہید کو تمغہ جرات کا اعزاز دیا گیا۔

7 مئی

پاکستان اب مکمل طور پر محفوظ ہے، صدر بھٹو۔۔ بلوچستان کے سابق گورنر غوث بخش رئیسانی کو مرکزی کابینہ میں شامل کر لیا گیا۔ پی پی، نیپ اور جمعیت علمائے اسلام کے درمیان دوسرے سمجھوتے کا متن شائع کر دیا گیا۔ پاکستان نے شمالی ویت نام کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پاکستان اور چین میں سرحدی تجارتی معاہدہ طے پا گیا۔

8 مئی

اردو کو عارضی طور پر بلوچستان کی سرکاری زبان بنایا گیا ہے، حکومت بلوچستان کا اعلان۔ معراج محمد خان اور اکبر خان وزیر مملکت بنا دیئے گئے۔ لاہور میں بھارتی گنگا کے اغواء کے مقدمہ کی سماعت شروع ہو گئی۔ بلوچستان کے وزراء اور ان کے محکموں کا اعلان کر دیا۔ صدر بھٹو نے ابو ظہبی کے سلطان النہیان کو نشان پاکستان کا اعزاز دیا۔

9 مئی

وزیر اعلیٰ سندھ نے کہا کہ حکومت سندھی کو سرکاری زبان قرار دینے کے لئے اسمبلی میں تحریک پیش کرے گی۔ افضل احسن رندھاوا کو ضمنی انتخاب لڑنے کے لئے ٹکٹ دے دیا گیا۔ یہ نشست پیپلز پارٹی کے امیدوار مختار رانا کو نااہل قرار دینے پر خالی ہوئی تھی۔ صوبہ سرحد کے چھ وزراء امیر زادہ خان، غلام فاروق خان، محمد افضل خان، سردار عنایت حسین گنڈا پور، مولانا عبدالباقی اور حق نواز نے حلف اٹھا لیا۔ صدر بھٹو اور شیخ نوید کے درمیان باہمی دلچسپی کے امور پر مذاکرات ہوئے۔ بھارت نے کشمیر میں پسپائی کا اعتراف کر لیا۔

10 مئی

حیدر آباد میں ہزاروں مزدوروں نے جلوس نکالا۔ کراچی میں رکشا اور ٹیکسی ڈرائیوروں نے ہڑتال کر دی۔ اورینٹل کالج کے سابق پرنسپل محمد باقر نیشنل عوامی پارٹی میں شامل ہو گئے۔ کشمیر میں بھارت کے حالیہ حملے میں بھارت کے دو سو فوجی ہلاک ہو گئے۔

11 مئی

کراچی میں رکشا اور ٹیکسی ڈرائیوروں کی ہڑتال ختم ہو گئی۔ شلوار قمیض کو بلوچستان کا سرکاری لباس قرار دے دیا گیا۔ پاکستانی روپے میں کمی کر دی گئی۔ ایک ڈالر گیارہ پاکستانی روپوں کے برابر ہو گا۔

12 مئی

روپے کی کمی سے گندم، چاول، چینی اور تیل کی قیمتوں میں اضافہ ہو گیا۔ پٹرولیم کی قیمتوں میں اضافہ کی نئی شرح کا اعلان کر دیا گیا۔ بھارتی وزیر اعظم نے صدر بھٹو کے نام خط لکھا۔

13 مئی

مرکزی وزراء کے محکموں کا اعلان کر دیا۔ صوبہ سرحد کے وزراء کے محکموں کا بھی اعلان کر دیا گیا۔ ایندھن، بجلی اور قدرتی وسائل کی نئی وزارت قائم کر دی گئی۔ صدر نے وادی لیپا میں شجاعت کا مظاہرہ کرنے پر چھ افسروں اور جوانوں کو تمغہ شجاعت دیئے۔ سرحدی گاندھی نے پاکستان آنے کا اعلان کر دیا۔

14 مئی

صدر بھٹو کو بھارتی وزیر اعظم کا خط مل گیا۔ حکومت پاکستان نے درآمدی پالیسی پر بھی نظر ثانی کا فیصلہ کیا۔ برآمدی اور درآمدی ڈیوٹی کی نئی شرحوں کا اعلان کر دیا۔ گوگی علاؤ دین' ایم یاسین کو شکست دے کر قومی سکوائش چیمپئن بن گئے۔

15 مئی

حکومت پاکستان نے مقامات مقدسہ کی زیارت پر عائد پابندیاں ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔

16 مئی

اقوام متحدہ نے اعلان کیا کہ بارہ مئی تک وادی لیپا میں فائرنگ جاری رہی۔ کراچی میں ویت نامیوں کی حمایت میں زبردست مظاہرے کئے۔ جسٹس فیض اللہ کندی نے فیڈرل سروس کمیشن کے چیئرمین کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

17 مئی

مرکزی حکومت نے فیصلہ کیا کہ جن سرکاری ملازمین کی عمر 58 برس ہو چکی ہے ان کو عبوری آئین کے نفاذ کی تاریخ سے ریٹائرڈ تصور کیا جائے۔ عبدالحمید جتوئی کو مجرموں کو پناہ دینے پر گرفتار کر لیا گیا۔

18 مئی

پاکستان میں متعین روسی سفیر نے اعلان کیا کہ پاکستان اور روس کے درمیان اب کوئی تنازعہ نہیں ہے۔ روس پاکستان کو ہر قسم کی امداد دینے کو تیار ہے۔ جنوبی کوریا نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔

19 مئی

لائلپور کے طلباء نے بھٹو پارک کا نام تبدیل کر کے مختار رانا کے نام سے منسوب کرتے ہوئے رانا پارک رکھ دیا۔ کوئٹہ میں دو سیاسی گروہوں میں تصادم کے دوران ایک شخص ہلاک ہو گیا۔

20 مئی

بنگلہ دیش اقوام متحدہ کی ترقی و تجارت کانفرنس کا رکن بن گیا۔ اصغر خان نے کہا کہ ملک میں جمہوریت کے نام پر آمریت مسلط ہے۔ حکومت پاکستان نے ذاتی استعمال کے لئے بھی گاڑیوں کی درآمد پر پابندی عائد کر دی۔ بین الاقوامی فنڈ پاکستان کو دس کروڑ اسی لاکھ ڈالر کی امداد دے گا۔

21 مئی

لائل پور میں ہنگامے کی تحقیقات کا حکم دے دیا گیا۔ خان عبدالولی خان حادثے میں بال بال بچ گئے۔ کراچی میں ویت نام کے حق میں مظاہرے پولیس کا مظاہرین پر لاٹھی چارج۔ صدر بھٹو نے کہا کہ پاک ایران دوستی لازوال ہے۔

22 مئی

ولی خان نے کہا کہ قیوم خان نے ان پر قاتلانہ حملہ کرایا تھا۔ لائلپور میں طلباء اور پولیس کے درمیان جھڑپیں اور لاٹھی چارج 600 طلباء کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔ 22 طلباء گرفتار کر لئے گئے۔ زرعی یونیورسٹی سمیت تمام کالجز بند کر دیئے گئے۔

23 مئی

صدر بھٹو نے اعلان کیا کہ پاکستان کی ہمدردیاں ویت نام کے ساتھ ہیں۔ دیر میں خان عبدالولی خان پر فائرنگ کے واقعہ کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ میر احمد نواز بگٹی نے بلوچستان کے وزیر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ گنگا اغواء کیس کے مقدمہ میں وعدہ معاف گواہ منحرف ہو گیا۔ جسٹس غلام صفدر پشاور ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔

مرکزی وزیر داخلہ نے کہا کہ وزارت داخلہ نے خان عبدالولی خان کو پہلے سے خبردار کر دیا تھا مگر وہ اس کے باوجود خان رجنڈال کو ساتھ لے کر دیر گئے۔

24 مئی

پیپلز پارٹی کے کارکنوں نے ڈرگ روڈ کالونی کراچی میں جمعیت علمائے اسلام کے رہنما شاہ فرید الحق پر حملہ کر دیا۔ ٹیکسلا میں بھاری مشینوں کے کارخانوں کے مزدوروں نے ہڑتال جاری رکھی۔ لائلپور میں گرفتار طلباء رہا کر دیئے گئے۔ پیپلز پارٹی نے نواب شاہ کی نشست کے لئے مراد علی شاہ کو ٹکٹ دے دیا۔

25 مئی

بلوچستان میں چاول کی نقل و حمل پر پابندی ختم کر دی گئی۔ لائلپور میں انتخابی سرگرمیاں عروج پر پہنچ گئیں۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ ملک معراج خالد نے اردو کو پنجاب کی سرکاری زبان قرار دے دیا۔ کراچی جیل میں ہنگامہ۔ قیدیوں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔

26 مئی

نیپ کے سربراہ عبدالولی خان نے کہا کہ میں مجیب الرحمان کی طرح احمق نہیں کہ الگ ہو جاؤں۔ پاکستان اور بھارت نے ایک دوسرے کے خلاف پراپیگنڈا بند کرنے کے سمجھوتے پر دستخط کر دیئے۔ پاک بھارت سربراہ کانفرنس 28 جون کو ہونا طے پائی۔

27 مئی

لائلپور میں دو گروہوں کے درمیان تصادم سے متعدد افراد زخمی ہو گئے۔ مرکزی کابینہ نے گلگت اور بلتستان میں فرنٹیر کرائمز ریگولیشنز ختم کرنے، نیول اکیڈیمی کراچی کو غیر ملکی کیڈٹس کو ڈگریاں دینے کا اختیار اور متحدہ عرب امارات سے ثقافتی سمجھوتے کی بات چیت کا فیصلہ کر لیا۔
آسٹریا میں پاکستان کے سفیر لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ حسن گل نے آسٹریا کے صدر کو اپنی تقرر کی اسناد پیش کیں۔

28 مئی

پختونوں کو پاکستان سے علیحدہ کرنے کی سازش کچل دی جائے گی۔ خان عبدالولی خان کا اعلان --- ایٹمی توانائی کے ریسرچ سکالر اور ممتاز دانشور ڈاکٹر عزیز الحق کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ قاتل لائلپور کا ایک معروف صنعتکار ہے جس نے قتل کے بعد فوراً خود کشی کر لی۔ ڈیوک اور ونڈسر کے انتقال پر پاکستان نے رنج و غم کا اظہار کیا۔

29 مئی

صدر بھٹو کویت پہنچ گئے۔ امیر کویت سے بات چیت کی، نور الامین قائم مقام صدر بن گئے۔ پی پی کے امیدوار مراد علی سندھ اسمبلی کے ضمنی انتخاب میں بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے۔ حکومت بلوچستان نے مجرموں کو سزائیں معاف کرنے کا اعلان کیا۔

30 مئی

صدر بھٹو کے دورہ کویت کے اختتام پر جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیہ میں کویت نے بھارت سے پاکستانی علاقے سے فوجوں کے انخلاء اور جنگی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ صدر بھٹو عراق پہنچ گئے۔ قصر بغداد میں عراق کے صدر نے صدر بھٹو کو عراق کا سب سے بڑا سول اعزاز دیا۔ عبدالحمید جتوئی کو رہائی کے بعد دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔

31 مئی

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے عراق اور لبنان کا دورہ مکمل کر لیا۔ راولپنڈی میں ائیر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان کے جلسے پر پی پی کے حامیوں نے پتھراؤ کر دیا۔ لائل پور سے افضل احسن رندھاوا قومی اسمبلی کے ضمنی انتخاب میں کامیاب ہو گئے۔

جون 1972ء

یکم جون

بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ فیلڈ مارشل ایوب خان کا بیان۔ صدر ایوب کے مشیر محمود علی بنگلہ دیش سے فرار ہو کر بیوی بچوں سمیت بنکاک کے راستے کراچی پہنچ گئے۔ تمام عرب ملکوں نے برصغیر میں قیام امن کے لئے موقف کی مکمل حمایت کا اعلان کر دیا۔

2 جون

سعودی عرب نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ قومی اسمبلی کے رکن احسن افضل کی کامیابی پر اہل لائل پور کو صدر بھٹو نے مبارکباد دی۔ عراق اور کویت نے پاک بھارت تنازعات کے تصفیہ کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ پنجاب کابینہ نے آئندہ سال کے ترقیاتی پروگرام کی منظوری دے دی۔

3 جون

صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کا بیج ایوب خان کا بویا ہوا تھا۔ بھارت سے سمجھوتے سے قبل ریفرنڈم کرایا جائے گا۔ حکومت پاکستان نے دس اور پانچ کے کرنسی نوٹ منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔ کرنسی نوٹ دس جون تک تبدیل کئے جا سکتے ہیں۔ ٹیلی گراف، ٹیلی فون اور کلریکل سٹاف نے اپنے مطالبات کے حق میں علامتی ہڑتال کی۔

4 جون

بنگلہ دیش کا پرچم یحییٰ خان کے بھائی کی نگرانی میں کراچی سے ڈھاکہ پہنچایا گیا تھا۔ تحریک استقلال کے جنرل سیکرٹری ملک غلام جیلانی کا انکشاف۔۔ صدر بھٹو اور شاہ فیصل کے درمیان مذاکرات کے بعد جاری ہونے والے مشترکہ اعلان میں کہا گیا کہ دونوں ممالک سرحدوں سے اپنی فوجیں ہٹالیں اور جنگی قیدی واپس کئے جائیں۔ سکھر سنٹرل جیل میں پولیس فائرنگ سے تیرہ قیدی ہلاک اور 35 زخمی ہو گئے۔

5 جون

صدر بھٹو کا نام انڈین کرکٹ کلب کے ارکان کی فہرست سے خارج کر

دیا گیا۔ سکھر جیل میں بلوے اور فائرنگ کے واقعہ کی تحقیقات کا حکم دے دیا گیا۔ آٹھ ریٹائرڈ سرکاری افسروں کے خلاف عائد مقدمات کی سماعت کے لئے ٹربیونل قائم کر دیا گیا۔

عوامی فلاح و بہبود کے کاموں میں وزراء کی رہنمائی کے لئے ارکان اسمبلی کی کمیٹیاں تشکیل دے دی گئیں۔

6جون

مولانا محمد اسماعیل ذبیح پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ ازمیر میں صدر بھٹو کی زیر صدارت پاکستانی سفیروں کی کانفرنس شروع ہو گئی۔ حیدر آباد سنٹرل جیل میں قیدیوں سے بھاری مقدار میں اسلحہ برآمد کر لیا گیا۔

7جون

کراچی میں مشتعل مزدوروں پر پولیس کی فائرنگ سے متعدد افراد ہلاک ہو گئے۔ ازمیر میں پاکستانی سفیروں کی کانفرنس میں مستقل لائحہ عمل پر غور کیا گیا۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے قرآن کی تفسیر تفہیم القرآن مکمل کر لی۔

8جون

کراچی میں حیدر آباد سے انڈس رینجرز کے دستے طلب کر لئے گئے۔ فائرنگ سے گیارہ مزدور ہلاک ہوئے شہر میں بے چینی پھیل گئی۔ جماعت اسلامی کے رکن اسمبلی ڈاکٹر نذیر احمد کو گولی مار دی گئی۔ چوہدری ارشاد احمد اور ملک حاکمین کو پنجاب کابینہ میں شامل کر لیا گیا۔ بنگلہ دیش سے پاکستانی کرنسی کی اندرون ملک سمگلنگ کی کوشش ناکام بنادی گئی۔

9جون

ڈاکٹر نذیر کے قتل پر ڈیرہ غازی خان میں ہڑتال رہی۔ مولانا طفیل محمد نے کہا کہ ڈاکٹر نذیر احمد کا قتل سازش کا نتیجہ ہے۔ گورنر پنجاب کھر نے کہا کہ ڈاکٹر نذیر کے قاتلوں کو سخت سزا دی جائے گی۔ صدر بھٹو نے شاہ ایران سے دو طرفہ دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا۔

10جون

صدر بھٹو نے کہا کہ ہڑتال اور ہنگامے دہلی مذاکرات کو ناکام بنانے کی سازش ہیں۔ بھارت روس سے فوجی معاہدہ ختم کر لے تو پاکستان بھی سیٹو اور سینٹو سے معاہدے ختم کر دے گا۔ ڈاکٹر نذیر احمد کے قتل کے شبہ میں فریدیہ چاندیہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ لاہور پنجاب یونیورسٹی میں دو گروہوں کے تصادم میں گیارہ افراد زخمی ہو گئے۔ یونیورسٹی کو بند کر دیا گیا۔

11جون

صادق کانسی کے چار قاتلوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ سفیروں کی کانفرنس میں شرپسندوں کی سرگرمیوں کو کچلنے کے لئے سخت اقدامات کا فیصلہ۔ جمعیت علمائے پاکستان کے رہنما صوفی محمد اکبر کو میانوالی میں قتل کر دیا گیا۔

12جون

لاہور میں ٹیلی کمیونی کیشن سٹاف نے چوبیس گھنٹے کی علامتی ہڑتال شروع کر دی۔ صدر بھٹو نے کہا کہ میری جدوجہد کا یہ مقصد نہیں کہ ملک میں فساد برپا رہے اور پاکستانی ہی پاکستانیوں کے خون میں ہاتھ رنگتے رہیں۔

13جون

محمود علی نے وزیر مملکت کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ پنجاب پراونشل پوسٹ آفس یونین نے مطالبات منوانے کے لئے ایک گھنٹے کی علامتی ہڑتال کا فیصلہ کیا۔ پشاور جیل میں قیدیوں اور جیل حکام میں تصادم۔ پولیس اور قیدیوں میں پتھراؤ۔ 60 قیدی زخمی ہو گئے۔

14جون

پنجاب کابینہ نے اردو کو صوبہ کی سرکاری زبان قرار دینے اور جہیز پر پابندی عائد کرنے کے مسودہ قانون کی منظوری دے دی۔ سرحد اسمبلی میں 89 لاکھ روپے کا فاضل بجٹ پیش کر دیا گیا۔ سرحد اسمبلی کے بجٹ اجلاس کا اپوزیشن نے واک آؤٹ کر دیا۔ بجٹ کا پشتو سے اردو ترجمہ کا انتظام نہ کرنے پر شدید احتجاج کیا گیا۔

15جون

صدر بھٹو نے کہا کہ پاکستان کسی صورت میں بھی بھارت کی قیادت قبول نہیں کرے گا۔ ڈاکٹر نذیر احمد کا قاتل شاہنواز گرفتار کر لیا گیا۔ سندھ کے وزیر محنت عبدالستار گبول نے لانڈھی کے صنعتی علاقے میں امن کے قیام کے لئے چار نکاتی فارمولا پیش کر دیا۔

16جون

سرکاری ملکیت میں لئے گئے صنعتی اداروں میں سنگین دھاندلیوں کے انکشافات ہوئے۔ وزیر مواصلات غلام مصطفیٰ جتوئی نے ریلوے کا فاضل بجٹ پیش کر دیا۔ آئندہ سال ریلوے کو پندرہ کروڑ روپے کی بچت ہو گی۔ مال کے کرایہ میں دس فیصد اور ائر کنڈیشنز اور فرسٹ کلاس نشستوں کے کرایوں میں 20 فیصد کا اضافہ کر دیا گیا۔

17جون

مرکزی وزیر خزانہ مبشر حسن نے آئندہ مالی سال کا بجٹ پیش کر دیا۔ پٹرول کی قیمت میں ایک روپیہ فی گیلن اضافہ' شراب پر درآمدی ڈیوٹی میں پچاس فیصد اضافہ' لاہور میں غیر سرکاری کالجوں کے اساتذہ نے گورنر ہاؤس اور صوبائی اسمبلی کے سامنے خاموش مظاہرہ کیا۔ راجن پور جیل میں قیدیوں اور پولیس تصادم میں چار قیدی ہلاک ہو گئے۔

18جون

صوبہ پنجاب کے پہلے عوامی بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ مسٹر کمال اظفر کو سندھ کابینہ میں شامل کر لیا گیا۔ ریٹائرڈ جنرل عمر کو جیل کی بجائے گھر میں نظر بند کر دیا گیا۔

19جون

صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش سے تعلقات کے بارے میں بھارت سے کوئی بات چیت نہیں کی جائے گی۔ پنجاب کے وزیر خزانہ حنیف رامے نے کہا کہ حکومت شراب پر پابندی لگانے پر غور کر رہی ہے۔ اداکار حبیب نے اداکارہ نغمہ سے شادی کر لی۔

20جون

پنجاب اسمبلی میں سخت بحث کے بعد پنجاب کا چھ کروڑ 93 لاکھ روپے کا ضمنی بجٹ منظور کر لیا گیا۔ صدر بھٹو نے سمگلنگ کا قلع قمع کرنے کے لئے گورنروں' بارڈر گارڈ اور مسلح افواج کے نمائندوں کی کانفرنس طلب کر لی۔

21جون

ولی خان نے کہا کہ سرحد میں بھی بنگلہ دیش جیسے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ شیخ عبداللہ نے کہا کہ بھارت سے مذاکرات میں کشمیری نمائندوں کو بھی شامل کیا جائے۔

22جون

بھارت نے تجویز پیش کی کہ کشمیر کو پچیس سال تک پاکستان اور بھارت کی تولیت میں رکھا جائے۔ مرکزی وزیر اور سرحد اسمبلی میں حزب اختلاف حیات خان شیرپاؤ نے کہا کہ ولی خان بندوق چلانے کی دھمکی دینے سے پہلے یہ سوچ لیا کریں کہ دوسرے بھی اسی صوبے سے تعلق رکھتے ہیں۔ معروف شاعر فیض احمد فیض ادیبوں کی کانفرنس میں شرکت کے لئے ماسکو چلے گئے۔

23جون

صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کے مسئلہ پر بیرونی دباؤ قبول نہیں کیا جائے گا۔ پاکستان اور چین کے درمیان مال کے بدلے مال کا سمجھوتہ طے پا گیا۔ قومی اسمبلی کے رکن سردار نواز سکھیرا کو گرفتار کر لیا گیا۔

24جون

رسوا کن سمجھوتے پر موت کو ترجیح دوں گا' صدر بھٹو۔ کراچی اور حیدر آباد میں ریلوے کارکنوں کی ہڑتال سے ریلوے کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ پاکستان کے مزید دو سو بیمار اور زخمی جنگی قیدی پاکستان پہنچ گئے۔ حکومت پاکستان نے معیاری فلمیں بنانے والوں کو صدارتی ایوارڈ دینے کا اعلان کیا۔

25جون

ٹیلی فون اور ٹیلیگراف ملازمین نے 24 گھنٹے کی علامتی ہڑتال ملتوی کر دی۔ طارق علی کو پاکستان میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ شملہ مذاکرات کی رپورٹ آخری فیصلہ کے لئے قومی اسمبلی میں پیش کر دی جائے گی۔

26جون

میو ہسپتال لاہور کے عملے نے رکن قومی اسمبلی کے رویہ کے خلاف ہڑتال کر دی۔ وزیر اعلیٰ سرحد نے کہا کہ حکومت سرحد جمہوری اقدار اور آزادی صحافت پر یقین رکھتی ہے۔ کوئٹہ میں قیامت خیز طوفان بادوباراں سے پچاس افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔ کئی عمارتوں کو نقصان پہنچا۔

27جون

صدر بھٹو نے شملہ جانے سے قبل ریڈیو پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اپنی سرحدوں میں کسی قسم کا ردوبدل قبول نہیں کرے گا۔ برصغیر میں پائیدار امن کے لئے فوجوں اور جنگی قیدیوں کی رہائی لازمی ہے۔ احمد رضا قصوری کے معافی مانگنے پر میو ہسپتال کے عملے نے ہڑتال ختم کر دی۔ کوئٹہ میں طوفان سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد 75 جب کہ زخمیوں کی تعداد چار سو سے زائد ہو گئی۔

28جون

شملہ میں پاک بھارت وزراء اعظم کے مذاکرات شروع ہو گئے۔

29جون

پاکستان نے کشمیر میں کنٹرول لائن کو مستقل سرحد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پاک بھارت سربراہ مذاکرات نازک مرحلے پر پہنچ گئے۔ سرحد نے زرعی ترقیاتی کارپوریشن کے قیام کا بل منظور کر لیا۔

جولائی 1972ء

یکم جولائی

شملہ میں مسٹر بھٹو اور اندرا گاندھی کے درمیان کئی امور پر اتفاق رائے ہو گیا۔ دونوں سربراہوں کی تیسری ملاقات ہوئی۔ جنگی قیدیوں کی واپسی کا مسئلہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے تک ملتوی کر دیا گیا۔ جناح ہسپتال کراچی کے عملے نے ہڑتال شروع کر دی۔ ملک کے معروف صحافی اشرف بھوپالی انتقال کر گئے۔

2 جولائی

پاکستان اور بھارت میں سمجھوتہ طے پا گیا۔ بھارتی فوجیں مقبوضہ علاقے خالی کر دیں گی۔ دونوں ممالک اپنے تنازعے طاقت کے استعمال کے بغیر حل کریں گے۔ بلوچستان میں تیل نکالنے کے لئے ایران نے تعاون کی پیشکش کر دی۔ غیر ملکی فرم نے سندھی ٹائپ رائٹر تیار کر لیا۔ یہ ٹائپ رائٹر عربی رسم الخط میں ہے۔

3 جولائی

دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کے لئے پنجاب اور سندھ میں معاہدہ طے پا گیا۔ صدر بھٹو نے شملہ معاہدہ کی توثیق کے لئے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا۔ شملہ معاہدہ کے تحت پاکستان بھارت 750 ہزار مربع میل جب کہ بھارت 5000 مربع میل علاقہ خالی کرے گا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ اسمبلی سے توثیق کے بعد ہی شملہ معاہدہ پر عملدر آمد ہو گا۔

4 جولائی

سندھی کو صوبہ کی سرکاری زبان بنانے کا اعلان کر دیا گیا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ شملہ معاہدہ امن انصاف اور اصولوں کی فتح ہے۔ جنگی قیدیوں کی واپسی کے لئے بھارت اور ڈھاکہ کی انتظامیہ سے بات چیت کی جائے گی۔ کراچی کے قریب امریکی مال بردار جہاز ڈوب گیا۔ عملے کے پانچ افراد ہلاک ہو گئے۔

5 جولائی

شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو پاکستانی جنگی قیدیوں پر ضرور مقدمہ چلے گا۔ سندھ اسمبلی کے اجلاس میں وزراء کی تنخواہوں کا بل تین منٹ میں منظور ہوا۔ اجلاس میں مزید دس بلوں کی منظوری دی گئی۔ چارٹرڈ اکاؤنٹنس کے طلباء کے لئے زرمبادلہ کی درخواستوں کے طریق کار کا اعلان کر دیا گیا۔

6 جولائی

صدر بھٹو نے بلوچستان سے سرداری نظام کے خاتمے کا حکم دے دیا۔ سندھی زبان کے بل کے خلاف سندھ میں ہڑتال کا اعلان کر دیا گیا۔

7 جولائی

حیدر آباد میں اردو کے حامی مظاہرین پر پولیس کا تشدد۔ سندھ اسمبلی میں سندھی زبان کا بل اکثریت سے منظور کر لیا گیا۔ اپوزیشن کا واک آؤٹ۔

8 جولائی

صدر بھٹو نے متنازعہ لسانی بل نظر ثانی کے لئے طلب کر لیا۔ کراچی میں سندھی زبان کے بل کے خلاف مظاہرے ہولناک صورت اختیار کر گئے۔ حالات پر قابو پانے کے لئے فوج طلب کر لی گئی۔ روزنامہ جنگ نے مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کے حالات زندگی شائع کئے۔

9 جولائی

کراچی اور حیدر آباد کے ہنگاموں میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 34 ہو گئی۔ لسانی بل کے خلاف کراچی کے چار علاقوں میں زبردست ہنگامے ہوئے۔ شاہ فرید الحق نے کہا کہ اردو کو پہلے صرف سندھ کی زبان بنائی جائے۔

10 جولائی

صدر بھٹو نے لسانی بل کے تنازعہ کو حل کرنے کے لئے چار رکنی کمیٹی تشکیل دے دی۔ کراچی شہر اور اس کے مضافات میں کرفیو لگا دیا گیا۔ اخبارات پر سنسر شپ عائد کر دیا گیا۔ وفاق انجمن صحافیان پاکستان کے سیکرٹری جنرل مسٹر منہاج برنا نے کہا کہ حکومت حقائق کو دبانے کی کوشش کر رہی ہے۔

11 جولائی

کراچی کے ڈرگ روڈ پر کرفیو کے دوران پولیس کی فائرنگ ٹھٹھہ میں دفعہ 144 لگا دی گئی۔ قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہو گیا۔ ارکان نے متنازعہ بل میں ترمیم کا مطالبہ کر دیا۔ بلوچستان کونسل مسلم لیگ کے صدر محمد انور کانسی نے جماعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ مسٹر خورشید حسن میر نے کہا کہ پاکستان وادی لیپا سے فوج نہیں ہٹائے گا۔

12 جولائی

سندھ کے مسئلہ پر بحث کی اجازت نہ ملنے پر اپوزیشن قومی اسمبلی کے اجلاس سے واک آؤٹ کر گئی۔ ملتان میں عام ہڑتال لوگوں نے جلوس نکالے۔ فلم سٹار شبنم اور ندیم کو گریجویٹ ایوارڈ دینے کا اعلان کیا گیا۔

13جولائی

کونسل برائے سیاحت قائم کر دی گئی۔ مسٹر حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ سندھ کا تنازعہ اب صرف لسانی مسئلہ نہیں رہا۔ ضلع ژوب میں ہندو باغ ریلوے اسٹیشن کا نام بدل کر مسلم باغ رکھ دیا گیا۔ شہر میں موجود ہندو باغ کا نام بھی مسلم باغ رکھ دیا گیا۔ مسلم لیگی رہنما مرزا اختر حسین انتقال کر گئے۔

14جولائی

قومی اسمبلی نے بھاری اکثریت سے شملہ معاہدے کی توثیق کر دی۔ پرانے اور نئے سندھیوں کے نمائندوں کے درمیان معاہدہ طے پا گیا۔ لاڑکانہ میں طلباء کے جلوس کے بعد چوبیس گھنٹے کے لئے کرفیو لگا دیا گیا۔ میونخ اولمپک میں حصہ لینے والی قومی ہاکی ٹیم کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا۔

15جولائی

صدر بھٹو نے کہا کہ صدارت چھوڑ سکتا ہوں غداری نہیں کر سکتا۔ متفقہ معاہدہ کی تفصیل کا اعلان کر دیا گیا۔ کوئٹہ اور بلوچستان میں یوم شہداء منایا گیا۔ مظاہرین نے شمالی کراچی میں ایک بس کو آگ لگا دی۔ فرانس نے ایک معاہدہ کے تحت دس ہزار ٹن گندم دینے کا اعلان کر دیا۔ روزنامہ مشرق کے مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر عنایت اللہ انتقال کر گئے۔

16جولائی

مرکزی حکومت نے روزنامہ سن کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا۔

17جولائی

مشرقی پاکستان کے محب وطن افراد کے تحفظ کے لئے راولپنڈی میں ایک سوسائٹی قائم کر دی گئی۔ سابق والیان ریاست سے اعزازی فوجی رینک واپس لے لئے گئے۔ اس حکم پر عملدرآمد 22 دسمبر 1971ء سے ہو گا۔ حکومت نے روزنامہ سن کی 17 دسمبر کی تمام کاپیاں اور اخبار کا پریس ضبط کرنے کا حکم دے دیا۔

18جولائی

جمعیت علمائے پاکستان کے رہنما مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ گرفتار افراد کو رہا کیا جائے۔ روزنامہ نوائے وقت اور امروز ملتان کو اظہار وجود کا نوٹس دے دیا گیا۔ ہاشم غلزئی کو بلوچستان کا رابطہ افسر قائم کر دیا گیا۔

19جولائی

کراچی میں کرفیو ختم کر دیا گیا۔ پاکستان کے مقبوضہ علاقوں کی واپسی کو روکنے کے لئے جن سنگھیوں نے راست اقدام کا اعلان کر دیا۔ تحریک استقلال کے سربراہ اصغر خان نے کہا کہ کراچی کی صورت حال کو دیکھ کر دکھ ہوا۔ آپ پاکستان کے معمار ہیں ہم کراچی کے لوگوں کے ساتھ ہیں۔

20جولائی

سن مطبوعات کی جانب سے اخبار کے ڈیکلریشن کی منسوخی کو ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ روزنامہ سن کے ڈیکلریشن کی بحالی کے لئے قائم کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ صدر بھٹو نے بلجیم کے قومی دن پر بلجیم کے بادشاہ کو مبارک باد کا پیغام دیا۔

21جولائی

حکومت سندھ نے لسانی آرڈیننس کا متن جاری کر دیا۔ کراچی کے جزیرہ شمس میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔ سندھ بلوچستان ہائیکورٹ نے اخبار سن کے ڈیکلریشن کی منسوخی کے خلاف دائر درخواست کو سماعت کے لئے منظور کر لیا۔

22جولائی

سرکاری افسروں کو عوام پر حکمرانی کی بجائے ان کی خدمت کرنی چاہئے۔ (صدر بھٹو)

لاہور کے جلسہ عام میں شملہ معاہدہ کو مسترد کر دیا گیا۔ اخبارات پر عائد سنسر شپ ختم کر دی گئی۔ روزنامہ جنگ نے آر سی ڈی کی سرگرمیوں کے بارے میں مضمون شائع کیا۔

23جولائی

صدر بھٹو نے کہا کراچی' حیدر آباد میں ہنگاموں کے باعث جن لوگوں نے اپنے گھروں کو چھوڑا تھا واپس آ جائیں۔ حیدر آباد' کراچی' لاڑکانہ' نواب شاہ اور دادو میں امدادی کمیٹیاں قائم کر دیں گئیں۔ روزنامہ جنگ نے صوبہ سرحد کی مختصر آئینی تاریخ پر اہم مضمون شائع کیا۔

24جولائی

پاکستان بھر میں صحافیوں کی ہڑتال کے باعث کوئی اخبار شائع نہیں ہوا۔

کراچی میں پھر ہنگامے شروع ہو گئے۔ متعدد افراد گرفتار کر لئے گئے۔

25 جولائی

کراچی میں ہنگاموں پر قابو پانے کے لئے کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ پی ایف یو جے کی اپیل پر ملک بھر کے صحافیوں نے ہڑتال کا فیصلہ کر لیا۔

26 جولائی

صدر بھٹو نے کہا کہ کراچی میں دوبارہ ہنگاموں سے مجھے افسوس ہوا۔ سرحد میں وزیروں کی سفارش پر اسلحہ کے لائسنس جاری کرنے کا اعلان کر دیا گیا۔ اسلام آباد میں سہ فریقی لیبر کانفرنس کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

27 جولائی

صدر بھٹو نے کہا کہ ہم قومی زبان کا احترام کرتے ہیں۔ اگر اردو کے مخالف ہوتے تو پاکستان کے لئے جدوجہد نہ کرتے۔ قومی اسمبلی کے سابق رکن غلام محمد خان مہرا اپنے قبیلے سمیت پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔

28 جولائی

پنجاب اسمبلی کے ارکان کو وی آئی پی قرار دے دیا گیا۔ مولانا احتشام الحق تھانوی نے کہا کہ سندھی وڈیروں کے علاوہ سندھی مسلمان فطرتاً "دین دار اور مہمان نواز ہیں۔

29 جولائی

صدر بھٹو نے کہا کہ سندھو دیش کی تحریک برداشت نہیں کی جائے گی۔ سندھ علیحدہ نہیں ہو گا۔ خواجہ قمرالدین سیالوی جمعیت علمائے اسلام کی صدارت سے علیحدہ ہو گئے۔ پیر علی محمد راشدی کا مرتب کیا مضمون سندھ کے بارے میں چند تجاویز روزنامہ جنگ میں شائع ہوا۔

30 جولائی

سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ پاکستان اور بھارت کی فوجوں کی واپسی 9 اگست سے شروع ہو جائے گی۔ جماعت اسلامی کے سیکرٹری جنرل نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ جماعت پر عائد الزامات کی عدالتی تحقیقات کرائی جائیں۔ جمعیت علمائے اسلام نے بابڑا فائرنگ کیس کی دوبارہ تحقیقات کے لئے سرحد حکومت سے مطالبہ کر دیا۔

31 جولائی

کوئٹہ میں ہڑتالی پولیس اور شہریوں میں تصادم۔ جی ایم سید نے کہا کہ لسانی بل سندھی عوام کے مفاد کے منافی ہے۔ سن کے دو سو کارکنوں کو برطرفی کے نوٹس جاری کر دیئے گئے۔

اگست 1972ء

یکم اگست

کوئٹہ میں پولیس کی ہڑتال ختم ہو گئی۔ وزیر اعلیٰ سرحد نے صوبے میں جوئے پر پابندی کا آرڈیننس جاری کر دیا۔ گورنر پنجاب مصطفےٰ کھر نے شورش کاشمیری کا چیلنج قبول کر لیا۔ کشمیری رہنما شیخ عبداللہ نے کہا کہ وادی کشمیر کی تقسیم قبول نہیں کی جائے گی۔ بھارتی ثقافتی طائفے کے دورہ پاکستان کی تردید کر دی گئی۔

2 اگست

حکومت نے جنگی خطرات کی بیمہ سکیم کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔ لاہور میں شورش کاشمیری کی تقریر کے موقع پر غنڈوں نے حملہ کر دیا۔ شورش کاشمیری کے گورنر کھر کے خلاف الزامات کی تحقیقات کے لئے ججوں کو نامزد کر دیا۔

3 اگست

پاکستان نے سرحدی علاقوں کے تبادلوں کی بھارتی تجویز مسترد کر دی۔ بھارتی فوج کشمیر میں جنگ بندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کئی علاقوں میں آگے بڑھ آئی۔
مرکزی کابینہ نے کتابوں کی اشاعت کے لئے بک فاؤنڈیشن کے قیام کی منظوری دے دی۔ پاکستان کی قومی ہاکی ٹیم نے راولپنڈی زون کو پانچ گول سے ہرا دیا۔

4 اگست

کراچی کے قریب بھارت کا جہاز ڈوب گیا۔ روزنامہ سن کے کارکنوں نے اپنے مطالبات کی حمایت میں بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل والڈ ہائیم نے اپیل کی کہ پاک بھارت جنگ کے دوران متاثر ہونے والوں کی امداد کی جائے۔ پاکستان کو آئندہ چھ ماہ میں ساڑھے سات کروڑ ڈالر فراہم کئے جائیں گے۔

5 اگست

مقبوضہ علاقوں سے فوجوں کی واپسی پر بات چیت کے لئے سات اگست کو دونوں ممالک کے فوجی کمانڈر ملاقات کریں گے۔ سرکاری ذرائع کا بھارتی

تجویز کے بارے میں انکشاف۔

مسٹر حامد محمود کو این پی ٹی کا چیئرمین بنا دیا گیا۔ داؤد کاٹن ملز کے مزدوروں اور انتظامیہ کے درمیان معاہدہ طے پا گیا۔

6 اگست

پشاور سے کراچی جانے والی تیزرو مسافر گاڑی لیاقت پور ریلوے اسٹیشن پر کھڑی مال گاڑی سے ٹکرا گئی۔ حادثے سے تیزرو کا انجن چار بوگیاں اور مال گاڑی کی چار بوگیاں مکمل تباہ ہو گئیں۔ حادثے میں 74 افراد ہلاک ہوئے۔ صدر کے مشیر برائے ثقافت فیض احمد فیض نے بلوچستان میں آثار قدیمہ کے پہلے عجائب گھر کا کوئٹہ میں افتتاح کیا۔

7 اگست

لیاقت پور ریلوے حادثہ کے سلسلے میں چیئرمین ریلوے بورڈ کا استعفیٰ صدر بھٹو نے منظور کر لیا۔ ملبہ سے مزید چار لاشیں برآمد ہوئیں۔ مولانا احتشام الحق تھانوی نے کہا کہ لیاقت پور کا ریلوے حادثہ مجرمانہ غفلت کا شرمناک شاہکار ہے۔

8 اگست

محمود الحق عثمانی، نواب مظفر اور عثمان کینیڈی کو گرفتار کر لیا گیا۔ بھارت حکومت نے دسمبر 1971ء میں پاک بھارت جنگ کے باعث بھارت میں پھنس جانے والے پاکستانی شہریوں کو وطن واپس جانے کی اجازت دینے کا فیصلہ کر لیا۔

زرعی اصلاحات کے مارشل لاء ضابطہ 115 میں ترمیم کے لئے گورنر پنجاب نے آرڈیننس جاری کر دیا۔ لیاقت پور ریلوے حادثے کی تحقیقات شروع کر دیں گئیں۔

9 اگست

جی ایم سید سمیت سندھ کے متعدد رہنما گرفتار کر لئے گئے۔ حیدر آباد میں ہڑتال رہی۔ میرپور خاص میں طلباء اور پولیس میں تصادم۔ سن اخبار کے ملازمین نے انتظامیہ کو دفتری کام کرنے سے روک دیا۔

10 اگست

بنگلہ دیش کے اقوام متحدہ میں داخلہ کے خلاف چین ویٹو کا حق استعمال کرے گا۔ صدر بھٹو کا اعلان۔ جموں و کشمیر میں کنٹرول کے یقین کے بارے میں سمجھوتہ طے پا گیا۔ ٹی اینڈ ٹی کے ملازمین نے ہڑتال کر دی۔ وزیر اعلیٰ سندھ نے ہفتہ شجرکاری کا افتتاح کیا۔

11 اگست

پاک بھارت کمانڈروں نے متاثرہ علاقوں میں کنٹرول لائن کا تعین کرنے کے لئے مذاکرات جاری رکھے۔ حکومت سندھ نے صوبہ کی 16 لاکھ ایکڑ اراضی ہاریوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

12 اگست

سندھ بلوچستان ہائیکورٹ نے سن اخبار کے مقدمہ پر فیصلہ محفوظ رکھا۔ اخبارات کو مزید دو صفحات شائع کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کے لئے صدارتی آرڈیننس جاری کر دیا گیا۔ وزیر اعلیٰ سرحد نے بابڑا فائرنگ کیس کی عدالتی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ پیپلزپارٹی کے ترجمان نے کہا کہ صدر بھٹو کو قومی اسمبلی میں پی پی کے پارلیمانی گروپ کے قائد تسلیم کر لیا گیا ہے۔

13 اگست

خیر بخش مری بلوچستان نیپ کے صدر منتخب ہو گئے۔ حکومت پاکستان نے روزنامہ سن سے پابندی اٹھالی۔ ٹیسٹ کرکٹر آفتاب گل نے ٹسٹ کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا۔

14 اگست

صدر بھٹو نے کہا کہ ہم پاکستان کو سوشلسٹ ملک بنائیں گے۔ ملک بھر میں یوم آزادی منایا گیا۔

15 اگست

قومی اسمبلی کے اجلاس میں چوہدری فضل الٰہی کو سپیکر اور حنیف خان کو ڈپٹی سپیکر منتخب کر لیا گیا۔ کمال اظفر کے سی اے کے صدر منتخب ہو گئے۔ قرضوں اور بیرونی امداد کے صدارتی مشیر ایم ایم احمد اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔

16 اگست

پاکستان کے قیام کی پچیسویں سالگرہ کے موقع پر پاکستان کمیونسٹ پارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ آئین کی معیاد میں 31 دسمبر تک توسیع کر دی گئی۔ کنٹرول لائن کے تعین کے لئے کشمیر کے متاثرہ علاقوں کو تین سیکٹروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ پاک فوج نے علاقے چھوڑنے سے قبل مورچے توڑنے شروع کر دیئے۔

17 اگست

گورنر پنجاب غلام مصطفےٰ کھر نے کہا کہ آغا شورش نے حکومت کو بدنام کرنے کے لئے میرے خلاف بے بنیاد الزام لگائے ہیں۔ میجر شیر علی خان کو قابل اعتراض تقریر کرنے پر گرفتار کرلیا گیا۔ محکمہ تار اور ٹیلی فون کے ہڑتالی ملازمین کو 24 گھنٹوں کے اندر اندر ڈیوٹی پر حاضر ہونے کا حکم دے دیا گیا۔

18 اگست

قادر آباد ٹیلی فون سٹاف کی ہڑتال ختم ہو گئی۔ تمام سٹاف ڈیوٹی پر حاضر ہو گیا۔ اخبار شہباز اور احسان کے بانی ملک نور الٰہی انتقال کر گئے۔ روزنامہ احسان برصغیر میں مسلمانوں کا پہلا ترجمان اخبار تھا۔ قائد اعظم نے اس اخبار کے ٹیلی پرنٹر کی تنصیب کا افتتاح کیا تھا۔

19 اگست

قومی اسمبلی نے فیصلہ کیا کہ والیان ریاست کے خلاف عام عدالتوں میں مقدمات چلائے جا سکیں گے۔ حکومت سندھ نے اعلان کیا کہ زرعی اصلاحات کے تحت صوبے میں بارہ لاکھ ایکڑ اراضی حاصل کی جا چکی ہے۔ مظفر گڑھ کے قریب ٹرک حادثے میں اوکاڑہ کے رہائشی خاندان کے چار افراد جاں بحق ہو گئے۔

20 اگست

سردار شوکت حیات کونسل مسلم لیگ کی صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ کونسل مسلم لیگ کی مرکزی کونسل نے شملہ معاہدہ کو نظریہ پاکستان کے منافی قرار دے دیا۔ صدر بھٹو سے مذاکرات میں صوبوں اور مرکز میں اتفاق رائے ہو گیا۔

21 اگست

پاکستان نے مطالبہ کیا کہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے بغیر بنگلہ دیش کو اقوام متحدہ کا رکن نہ بنایا جائے۔ پاک بھارت فوج کے سینئر کمانڈروں نے دونوں ممالک کے سیکٹر کمانڈروں کے کچھ فیصلوں کی توثیق کر دی۔

22 اگست

چین نے سلامتی کونسل کی رکنیت کے لئے روس کی قرارداد کو مسترد کر دیا۔ بنگلہ دیش کی رکنیت کے سوال پر سلامتی کونسل کے ارکان شدید اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔ گلگت، بلتستان سے جاگیرداری نظام ختم کر دیا گیا۔ پی آئی اے نے یکم نومبر سے بمبئی کے راستے جکارتہ کے لئے فضائی سروس شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔

23 اگست

مرکزی وزیر محنت نے مزدور قوانین میں ترمیم کا اعلان کیا۔ دس ملازم رکھنے والے اداروں پر بھی فیکٹری ایکٹ لاگو ہو گا۔ لیبر کورٹ انفرادی فیصلے سات دن کے اندر کرنے کی پابند ہو گی۔

25 اگست

شملہ معاہدے پر عملدر آمد کے لئے پاک بھارت بات چیت دہلی میں شروع ہو گئی۔ وزیر قانون نے آئین میں ترمیم کا بل واپس لے لیا۔ قومی اسمبلی میں پہلی رائے شماری میں سرکاری پارٹی 45 ووٹوں سے جیت گئی۔ چین نے بنگلہ دیش کی رکنیت کے بارے میں روس کی درخواست کو ویٹو کر دیا۔

26 اگست

بھارتی رویہ کے باعث دہلی مذاکرات تعطل کا شکار ہو گئے۔ شیخ مجیب الرحمان نے صدر بھٹو سے ٹیلی فون پر بات چیت کے دوران بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر اصرار کیا۔

27 اگست

بھارت نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کئے بغیر جنگی قیدیوں کی واپسی پر بات چیت نہیں ہو سکتی۔ میونخ میں اولمپک مقابلوں میں پاکستان نے فرانس کو پہلے میچ میں تین گول سے ہرا دیا۔ فرانس کی ٹیم کوئی گول نہ کر سکی۔

28 اگست

پاک بھارت مذاکرات نازک مرحلے میں داخل ہو گئے۔ جموں و کشمیر میں کنٹرول لائن کے تعین کے لئے مزید ہدایات جاری کر دی گئیں۔ چین کے نائب وزیر خارجہ نے کہا کہ چین بنگلہ دیش کے بارے میں صدر بھٹو کے موقف کی حمایت کرتا ہے۔ پاکستان اور چین کے درمیان ہاکی ٹیسٹ برابر رہا۔

29 اگست

صدر بھٹو نے کہا کہ چین کی دوستی پر تمام معاہدے منسوخ کئے جا سکتے ہیں۔ ہم ہر حال میں چین کا ساتھ دیں گے۔ پاکستان اور بھارت نے فیصلہ کیا کہ دونوں ممالک کی فوجیں 15 ستمبر تک مقبوضہ علاقے خالی کر دیں گی۔ پاکستان نے عالمی اولمپک میں یوگنڈا کو ایک کے مقابلے میں تین گول

گول سے ہرادیا۔

30اگست

پاکستان نے کہاکہ جنگی قیدیوں کی رہائی تک بنگلہ دیش کو اقوام متحدہ کا رکن نہیں بننے دیا جائے گا۔ بھارتی وزیر خارجہ سورن سنگھ نے کہاکہ بنگلہ دیش کو تسلیم کئے بغیر جنگی قیدی رہا نہیں کئے جائیں گے۔ پانچ سال کے بعد واہگہ سرحد کھول دی گئی۔

31اگست

صدر بھٹو نے کہاکہ شیخ مجیب الرحمان چھ نکات میں ترمیم کرلیں تو میں قومی اسمبلی میں اپوزیشن نشستوں پر بیٹھنے کو تیار ہوں۔ شیخ مجیب الرحمان سے ملاقات کے لئے بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت نے 176 پرائیویٹ کالجوں کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ چوہدری محمد حسین چٹھہ نے کونسل مسلم لیگ کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ پاکستان کی ہاکی ٹیم مغربی جرمنی سے دو کے مقابلے میں ایک گول سے ہار گئی۔

ستمبر1972ء

یکم ستمبر

راجہ تری دیو رائے نے کہاکہ حکومت اقلیتوں کے معاملات میں مداخلت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ کپڑے، شکر اور گھی کی صنعتوں کے لئے الگ الگ صنعتی بورڈ قائم کر دیئے گئے۔ پاکستان سے بھارتی شہریوں کی واپسی کے انتظامات کا اعلان کر دیا گیا۔ ہائیکورٹ نے مولانا مصاحب علی اور چار دوسرے نظربندوں کی درخواست ضمانت مسترد کر دی۔

2ستمبر

مولانا مفتی محمود نے اعلان کیاکہ ان کی جماعت سیاسی قوت کے ذریعے اسلامی انقلاب لانا چاہتی ہے۔ مولانا کوثر نیازی نے کہاکہ پریس ٹرسٹ قانونی طور پر توڑا نہیں جاسکتا۔

3ستمبر

پاک بھارت کمانڈروں نے کشمیر میں کنٹرول لائن کی تعیناتی کا فیصلہ کر لیا۔ ہفت روزہ چٹان کو اظہار وجوہ کا نوٹس جاری کر دیا گیا۔ صدر بھٹو نے اعلان کیاکہ کنٹرول لائن پر اقوام متحدہ کی تقرری کا فیصلہ سلامتی کونسل کرے گی۔

4ستمبر

حزب اختلاف نے ایک بیان میں کہاکہ عبوری آئین میں مجوزہ ترمیم عدلیہ پر عدم اعتماد کا اظہار ہے۔ پنجاب میں کھیلوں کی عوامی کونسل قائم کر دی گئی۔ پاکستان بلجیم کو ایک کے مقابلے میں تین گول سے ہرا کر عالمی اولمپک کے سیمی فائنل میں پہنچ گیا۔

5ستمبر

صدر بھٹو نے کہاکہ مجھے مسلح افواج پر مکمل اعتماد ہے۔ وزارت خارجہ کے سیکرٹری عزیز احمد نے فرانسیسی حکام سے مذاکرات کئے۔ نواب زادہ شیر علی خان کی درخواست ضمانت خصوصی عدالت نے مسترد کر دی۔ پاکستان اور مغربی جرمنی میں ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت مغربی جرمنی پاکستان کو پندرہ ہزار ٹن گندم فراہم کرے گا۔

6ستمبر

الیکشن کمیشن نے ضمنی انتخابات ملتوی کر دیئے۔ سابق صدر یحییٰ خان نے اپیل کی کہ اب عوامی جذبات ٹھنڈے پڑ چکے ہیں مجھے رہائی دی جائے۔ پاک بھارت کمانڈروں کی ملاقات میں کنٹرول لائن کے بارہ نقشے تیار کئے گئے۔ ملک بھر میں یوم دفاع منایا گیا۔

7ستمبر

یوم دفاع کی تعطیل کے باعث کوئی اخبار شائع نہ ہوا۔ یوم پاک فضائیہ منایا گیا۔

8ستمبر

مولانا مودودی نے صدر بھٹو سے ملاقات کے دوران سندھ اور سرحد کی صورتحال پر تشویش کا اظہار کیا۔ تحقیقاتی رپورٹ میں شورش کاشمیری کو قتل کرنے یا زہر دینے کے بارے میں کوئی ثبوت نہ مل سکے۔

اولمپک سیمی فائنل میں پاکستان نے بھارت کو صفر کے مقابلے میں دو گول سے ہرادیا۔

9ستمبر

پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان تجارت شروع ہو گئی۔ پاکستان پیپلزپارٹی کی پارلیمانی پارٹی میں غیر ملکی ادویات کی جنرک ناموں سے متعلق بل پر پھوٹ پڑ گئی۔

10ستمبر

صدر بھٹو نے کہاکہ آج قومی کفارہ کا دن منایا جائے۔ گلگت میں زلزلہ

سے 100 افراد ہلاک ایک ہزار مکان تباہ ہو گئے۔ اولمپک ہاکی کے فائنل میں ایمپائروں کی کھلم کھلا جانبداری نے پاکستان کو ہرادیا۔

11 ستمبر

ملک بھر میں بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح رحمتہ اللہ علیہ کا یوم وفات منایا گیا۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کئے۔

12 ستمبر

قومی اسمبلی کے رکن مولانا ظفر اللہ انصاری نے کہا کہ اگر بنگلہ دیش کو تسلیم کیا گیا تو میں مستعفی ہو جاؤں گا۔ گزٹیڈ ملازمین کی تنخواہ ساڑھے تین سو سے ساڑھے تین ہزار مقرر کرنے کی سفارش کی گئی۔ لندن پلان پر قومی اسمبلی میں ہنگامہ کے بعد اپوزیشن نے واک آؤٹ کر دیا۔

پاکستان کو چار سال اور قومی ہاکی ٹیم کے گیارہ کھلاڑیوں کو تاحیات انٹرنیشنل ہاکی سے نکال دیا گیا۔

13 ستمبر

چار کشمیری رہنماؤں نے متوازی مسلم کانفرنس قائم کرلی۔ لیبیا کے وزیر خارجہ کے سیکرٹری افتخار احمد نے کہا کہ لیبیا پاکستان کی ساتھ ہے۔

14 ستمبر

صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش سے تعلق رکھنا ہے تو اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ پاکستان اور بھارت ایک دوسرے کے زیر حراست شہریوں کے تبادلے پر رضا مند ہو گئے۔ بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے شیخ مجیب الرحمان کو یقین دلایا کہ پاکستانی جنگی قیدی رہا نہیں کئے جائیں گے۔

15 ستمبر

صدر بھٹو نے کہا کہ علیحدگی چاہنے والے عناصر صوبائی خود مختاری کی آڑ لے رہے ہیں۔ عوام پاکستان پر یقین رکھتے ہیں کوئی طاقت اسے ختم نہیں کر سکتی۔ عوامی نیشنل پارٹی ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہے۔

16 ستمبر

کسی صوبے کو دوسرے صوبے پر مسلط نہیں کیا جائے گا۔ صدر بھٹو پاکستان اور روس کے درمیان ایک سمجھوتے کے تحت 12 مئی 1971ء تک ہونے والے تمام سودوں اور لیٹر آف کریڈٹ کا حساب بے باق کر دیا جائے گا۔ کراچی پورٹ ٹرسٹ کے مزدوروں کی ہڑتال غیر قانونی قرار دے دی گئی۔

17 ستمبر

کراچی کے غیر سندھیوں نے اردو کونسل کے نام سے نئی سیاسی جماعت بنانے کا اعلان کر دیا۔

صدر بھٹو نے کہا کہ ایران' چین اور ترکی پاکستان کی دوستی سے عالمی امن مستحکم ہو گا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان فضائی سروس شروع کرنے کا امکان ختم ہو گیا۔ بھارت نے مطالبہ کیا کہ پرانی کنٹرول لائن کو ختم تصور کیا جائے اور عالمی مبصرین کو کنٹرول لائن سے ہٹایا جائے۔

18 ستمبر

فوجی کمانڈروں کی بات چیت کامیاب ہو گی۔ صدر بھٹو چترال میں پولیس اور خواتین مزارعوں پر ٹوٹ پڑے۔ انتخاب عالم کو پاکستان کرکٹ ٹیم کا کپتان مقرر کر دیا گیا۔ امان اللہ خان گورنر پنجاب کے پریس سیکرٹری مقرر کر دیئے گئے۔ ممتاز نقاد مختار صدیقی انتقال کر گئے۔

19 ستمبر

صدر بھٹو نے کہا کہ نئے انتخابات کا مطالبہ کر کے شکست خوردہ جماعتیں اور افراد جمہوری عمل میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

گلگت میں دوبارہ زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔ بسوں کے کرایوں میں ایک پیسہ فی میل کے حساب سے اضافہ کر دیا گیا۔ غلام مصطفےٰ کھر گورنر پنجاب نے کہا کہ مختار صدیقی کے انتقال سے ملک ایک عظیم ادیب سے محروم ہو گیا ہے۔

20 ستمبر

نجی غیر ملکی قرضوں پر انکم ٹیکس معاف کر دیا گیا۔ بھارتی وزیر اعظم نے کنٹرول لائن کے تصفیہ تک بھارتی فوجیں واپس بلانے سے انکار کر دیا۔ صدارتی کابینہ نے قطر میں سفارتخانہ کے قیام کی منظوری دے دی۔

21 ستمبر

الطاف گوہر نے کہا کہ میں چھ نکات کا مصنف نہیں ہوں اور نہ ہی اگر تلہ کیس میں مجیب الرحمان کی رہائی سے میرا کوئی تعلق ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کی صد سالہ تقریبات ولادت منانے کے لئے احمد ندیم قاسمی' پروفیسر فتح محمد ملک' پروفیسر قیوم نظر' پروفیسر محمد عثمان اور سید نذیر نیازی پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کر دی گئی۔

22 ستمبر

واپڈا ملازمین کی تنخواہوں میں نظر ثانی کے قواعد کا اعلان کر دیا گیا۔ قومی اسمبلی نے چار بل منظور کئے جن میں بینکنگ کمپنیز ترمیمی بل اور دواؤں کے جنرک ناموں سے فروخت کا بل' میڈیکل بلوں کی ادائیگی کا تنسیخی بل اور پاکستان مجاہد فورس کے بل شامل ہیں۔

23 ستمبر

شب برات کے سلسلے میں اخبارات کے دفاتر بند رہے۔

24 ستمبر

قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کے قائد سردار شوکت حیات کی جانب سے پیش کیا جانے والا آئین میں ترمیم کا بل اکثریت رائے سے مسترد کر دیا گیا۔

حکومت پنجاب نے پانچ فیصد ہاؤس ٹیکس کی رعایت ختم کر دی۔ گندم کی قیمت خرید 17 روپے من سے بڑھا کر 20 روپے من کر دی گئی۔

25 ستمبر

پروفیسر غلام مصطفیٰ سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر کر دیئے گئے۔

26 ستمبر

گورنروں کی کانفرنس میں سندھ کے پانی کی تقسیم پر تمام صوبوں کا اتفاق رائے ہو گیا۔

27 ستمبر

سرکاری اعلان میں کہا گیا کہ لیپا وادی بھارت کے حوالے کرنے اور بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا خفیہ معاہدہ نہیں کیا گیا۔ پاکستان کے حقوق اور مفادات کا بھرپور تحفظ کیا جائے گا۔ قومی تحویل میں لئے جانے والے پنجاب کے سکولوں کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا۔

حکومت پنجاب نے ساٹھ ہزار لوور ورک چارج اور عارضی ملازمین کو مستقل کرنے کا حکم دے دیا۔ حکومت نے اعلان کیا کہ امسال پچاس ہزار افراد حج کے لئے جا سکیں گے۔

28 ستمبر

سرکاری ترجمان نے بتایا کہ بھارت سے 124 زخمی اور بیمار قیدی اور شہری کل پاکستان پہنچیں گے۔ صدر بھٹو نے محمود علی قصوری کا استعفیٰ نامنظور کر دیا۔ عوامی صحت سکیم مکمل کر لی گئی۔ شیم پکچرز کے مالک چوہدری بشیر انتقال کر گئے۔

29 ستمبر

ممتاز بھٹو کے معافی مانگنے پر غلام مصطفیٰ جتوئی نے اپنا استعفیٰ واپس لے لیا۔ ٹریکٹروں کو سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا۔

30 ستمبر

دینیات کمیٹی نے اپنے اجلاس میں سکولوں کی سطح پر دینیات کے نصاب پر غور شروع کر دیا۔

اکتوبر 1972ء

یکم اکتوبر

بھارت شملہ معاہدہ توڑنا چاہتا تھا' سرکاری ترجمان۔ راولپنڈی اور تربیلا میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔ روزنامہ جنگ نے کرکٹر انتخاب عالم کے حالات زندگی شائع کئے۔ فلمی مصنف اور صحافی ریاض شاہد انتقال کر گئے۔

2 اکتوبر

صدر بھٹو نے کہا کہ سرحدوں پر نقل و حرکت سے ہمیں ہر حال میں چوکنا رہنا پڑے گا۔ اسلام آباد یونیورسٹی کے قیام کا آرڈیننس جاری کر دیا گیا۔ حکومت پنجاب نے سرگودھا کے ہفت روزہ اذان حق کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا۔ نصیر ترابی کو پاکستان سنٹر کراچی کا اسسٹنٹ ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا۔

3 اکتوبر

مرکزی حکومت نے ماچسوں کی درآمد پر پابندی لگا دی۔ بھارتی فوج کی فائرنگ سے چھ پاکستانی جنگی قیدی شہید اور 19 زخمی ہو گئے۔ کراچی میں کارخانوں کی تالہ بندی کے باعث صنعتی امن خطرے میں پڑ گیا۔

4 اکتوبر

مرکزی وزیر محمود علی قصوری نے دوبارہ استعفیٰ دے دیا۔ بھارتی وزیر خارجہ نے کہا کہ مکمل طور پر کنٹرول لائن کا تعین ہونے تک فوجیں نہیں ہٹائی جائیں گی۔ ریٹائرڈ میجر عمر کی معیاد نظر بندی میں اضافہ کر دیا گیا۔ پاک فضائیہ کا طیارہ گر کر تباہ ہو گیا۔

5 اکتوبر

کراچی کے ایٹمی بجلی گھر نے بجلی پیدا کرنی شروع کر دی۔ بھارت نے پاکستان کے گزرنے والے طیاروں کے لئے نئے راستے مقرر کر دیئے۔ بھارتی فوج کی فائرنگ سے 3 اکتوبر کو آٹھ پاکستانی فوجی شہید اور 20 قیدی زخمی ہوئے تھے۔ سرکاری اعلان۔

6 اکتوبر

صدر بھٹو نے کہا کہ ہم لنگڑا مرکز نہیں چاہتے۔ میاں محمود علی قصوری نے الزام لگایا کہ ان کے حامی ارکان اسمبلی کو ٹیلی فون پر دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔

7 اکتوبر

صدر بھٹو نے کہا کہ جنگ کے لئے بلا جھجک تیار رہنا چاہیے۔ بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے کہا کہ کنٹرول لائن مستقل سرحد بنے گی۔ وزیر اعلیٰ سندھ نے جنگلات کی نئی سکیم کا افتتاح کیا۔

8 اکتوبر

قومیتوں کی بات کرنے والے پاکستان کے دوست نہیں' خان قیوم خان۔۔ کنٹرول لائن کی نشان دہی کے لئے پاک بھارت کمانڈروں نے واہگہ بارڈر پر ملاقات کی۔ ظفر بلوچ اسلامی جمعیت طلباء پاکستان کے ناظم اعلیٰ منتخب ہو گئے۔

9 اکتوبر

عبدالحفیظ پیرزادہ کو متفقہ طور پر آئین کمیٹی کا چیئرمین نامزد کر دیا گیا۔ کنٹرول لائن کی نشاندہی کے سلسلے میں پاکستان اور بھارت میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ صدر بھٹو کی ہمشیرہ بیگم کرنل مصطفیٰ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ یوسف بچ کو صدر کا معاون اطلاعات مقرر کر دیا گیا۔

10 اکتوبر

پاکستان پر دباؤ ڈال کر بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرایا جا سکتا۔ اقوام متحدہ کو پاکستان کا انتباہ

روس میں پاکستان کے سفیر ایس کے دہلوی کو منگولیا میں پاکستانی سفیر مقرر کر دیا گیا۔

11 اکتوبر

پاکستان پوسٹل فیڈریشن نے ہڑتال کا نوٹس دے دیا۔ پاکستان اور سنگاپور کے درمیان فضائی سروس کی بات چیت مکمل ہو گئی۔ کوئٹہ سے سکھر جانے والی ایک بس گہرے کھڈ میں گر گئی آٹھ افراد ہلاک اور 35 زخمی ہو گئے۔

12 اکتوبر

صدر نے کارکنوں کے معاوضے کا ترمیمی آرڈیننس مجریہ 1972ء نافذ کر دیا جس کے تحت کلرکوں پر بھی مزدور قوانین کا اطلاق ہو گا۔ مسٹر جسٹس انوار الحق کو سپریم کورٹ کا جج اور مسٹر جسٹس سردار اقبال کو لاہور ہائی کورٹ کا چیف جسٹس مقرر کر دیا گیا۔ معروف شاعر شیخ محمد اسماعیل انتقال کر گئے۔

13 اکتوبر

پاکستانی جنگی قیدیوں کی بھارتی فائرنگ سے شہادت کے خلاف پاکستان نے بھارت سے شدید احتجاج کا اعلان کیا۔ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ عطاء اللہ مینگل نے کہا کہ انہوں نے اکبر بگٹی کو کوئی دھمکی نہیں دی۔

14 اکتوبر

پاک بھارت فوجی کمانڈروں کے درمیان سچیت گڑھ میں مذاکرات شروع ہو گئے۔ صدر بھٹو نے 17 اکتوبر کو آئین کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔ تمام پارلیمانی گروپوں کو دعوت نامے ارسال کر دیئے گئے۔ مسٹر کرار حسین کو بلوچستان یونیورسٹی کا وائس چانسلر اور مسٹر کے ٹی قدوائی کو ریلوے بورڈ کا چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔

15 اکتوبر

سوات میں ملیشیا نے طلباء پر گولی چلا دی۔ ایک طالب علم جاں بحق اور تیرہ زخمی ہو گئے۔ مزدوروں کے بیماری الاؤنس کی مدت بڑھا کر 121 دن کر دی گئی۔

16 اکتوبر

ملک بھر میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کی برسی منائی گئی۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کئے۔

17 اکتوبر

سیدو شریف [illegible] طلباء نے ڈپٹی کمشنر کو اغواء کر لیا۔ حکومت سرحد نے طلباء نمائندوں سے [illegible] چیت شروع کر دی۔ آئین کے بارے میں پارلیمانی گروپوں کی کانفرنس [illegible] دور مکمل ہو گیا۔

18 اکتوبر

سچیت گڑھ میں لیفٹیننٹ جنرل پی ایس بھگت اور لیفٹیننٹ جنرل عبدالحمید کے درمیان فیصلہ کن مذاکرات ہوئے۔ لانڈھی میں پولیس اور مزدوروں میں تصادم سے چار افراد ہلاک ہو گئے۔ برصغیر کے مشہور صحافی حسین ریاض کراچی میں انتقال کر گئے۔ نواب ظفر عثمان کینیڈی کو رہائی کے بعد دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔

19 اکتوبر

پشاور میں طلباء کے ہوٹلوں پر حملے طالب علموں اور مظاہرین پر پولیس کا زبردست لاٹھی چارج۔ حکومت پاکستان نے نئی حج پالیسی کا اعلان کر دیا۔ امسال 80 ہزار افراد کو بھیجنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ مسٹر طفیل علی عبدالرحمان سندھ بلوچستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مقرر کر دیئے گئے۔

20 اکتوبر

لانڈھی ہنگاموں میں مزدوروں کی ہلاکت پر مزدوروں نے تحقیقات کا مطالبہ کر دیا۔ صدر اور پارلیمانی لیڈروں نے آئینی سمجھوتے پر دستخط کر دیئے۔ سمجھوتے کے تحت چاروں صوبوں سے چودہ چودہ ارکان سینٹ لئے جائیں گے۔ صدر نے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعے چھوٹے کارخانوں پر بھی فیکٹری ایکٹ نافذ کر دیا۔

21 اکتوبر

پاک بھارت فوجوں کی واپسی 24 اکتوبر سے شروع ہو گی۔ سرکاری اعلان۔ صدارتی کابینہ نے تمباکو آرڈیننس میں ترمیم کی توثیق کر دی۔

22 اکتوبر

صدر بھٹو نے متفقہ آئینی سمجھوتے کا اعلان کر دیا۔ سچیت گڑھ میں پاک بھارت کمانڈروں کے درمیان بات چیت ناکام ہو گئی۔ بیرون ملک سفر پر جانے کے لئے این او سی کی پابندی ختم کر دی گئی۔

23 اکتوبر

صدر بھٹو نے وزیر مملکت برائے عوامی امور معراج محمد خان کا استعفیٰ منظور کر لیا۔ کراچی کے علاقے لانڈھی میں پولیس اور مزدوروں میں پھر تصادم کے دوران 2 افراد ہلاک اور پچاس زخمی ہو گئے۔ رفیق سلیمان اسلامی جمعیت طلباء کراچی کے ناظم منتخب ہو گئے۔

صدر بھٹو نے لاہور قذافی اسٹیڈیم میں پاکستان کرکٹ کنٹرول بورڈ کے نئے ہیڈ کوارٹر کا افتتاح کیا۔

24 اکتوبر

صوبہ سرحد میں اساتذہ نے ہڑتال ختم کر دی۔ صدر بھٹو نے کہا کہ ان کا بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی سے پیغامات کا تبادلہ شملہ معاہدے پر عملدرآمد کی ایک اور کوشش ہے۔

25 اکتوبر

بھارت برصغیر کو بیرونی مداخلت سے بچانے کے لئے چین سے تصفیہ کر لے۔ صدر بھٹو کو ایمسٹرڈیم کے صحافیوں کو انٹرویو۔ کراچی میں لانڈھی کے مزدوروں اور پولیس میں سمجھوتہ طے پا گیا۔ سکھر کو خوبصورت بنانے کے لئے 30 لاکھ روپے کی گرانٹ کی منظوری دے دی گئی۔

26 اکتوبر

صدر بھٹو نے کہا کہ عوام کی مرضی کے بغیر بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ سٹیل مل کارپوریشن میں ہڑتال ختم ہونے کے خلاف ہنگامہ پر قابو پا لیا گیا۔

27 اکتوبر

مزدوروں اور صنعت کاروں کے تعاون کے بغیر ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ صدر کا لائلپور میں خطاب۔ پاک بنگلہ دیش نمائندوں کے درمیان اقوام متحدہ کے دفتر میں انفرادی رابطہ قائم ہو گیا۔

28 اکتوبر

سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ کراچی میں صنعتی ہڑتال سے 60 لاکھ روپے یومیہ کا نقصان ہوا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ مشرقی پاکستان کے عوام علیحدگی چاہتے تھے اس لئے انہوں نے مسلح تحریک چلائی۔ پاکستانی عوام کو جلد یا بدیر بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

گورنروں کی کانفرنس میں سابق وزراء اور گورنروں کو مراعات دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

29 اکتوبر

مولانا مودودی نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے سے بھارت آزادی کا علمبردار اور پاکستان جارح قرار دیا جائے گا۔ میاں طفیل محمد جماعت اسلامی کے امیر منتخب ہو گئے۔

30 اکتوبر

مزدوروں نے جمعتہ الوداع کو یوم سیاہ منانے کا فیصلہ کر لیا۔ بھارتی محافظوں کی فائرنگ سے مزید چار پاکستانی جنگی قیدی شہید ہو گئے۔ حکومت سرحد نے پاراچنار کے طلباء کو رہا کر دیا۔

31 اکتوبر

پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما احمد رضا قصوری کو پارٹی کے مفادات کے خلاف کام کرنے پر پیپلز پارٹی سے نکال دیا گیا۔ صدر بھٹو کے جلد یا بدیر بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے بیان پر ملک بھر میں شدید رد عمل کا اظہار کیا گیا۔

نومبر 1992ء

یکم نومبر

ملک بھر میں جمعتہ الوداع کے سلسلے میں عام تعطیل رہی۔

2 نومبر

پاکستان نے جنرل مانک شاہ کی تجویز مسترد کر دی۔ لانڈھی کے کارخانوں میں پندرہ روز کی ہڑتال کے بعد کام شروع ہو گیا۔ مزدوروں نے اپنے مطالبات کے حق میں یوم سیاہ منانے کا اعلان کر دیا۔

3 نومبر

بھارت تاخوچک لئے بغیر پاکستانی علاقے خالی نہیں کرے گا۔ بھارتی چیف آف سٹاف کی فوجوں کی واپسی کے لئے نئی شرط۔

4 نومبر

کمپنیوں کے منافع میں کارکنوں کو 5 فیصد حصہ کے لئے آرڈیننس نافذ کر دیا۔ 50 ملازم رکھنے والے اداروں میں بھی منافع تقسیم ہو گا۔ لانڈھی کے صنعتی علاقوں میں جلوس نکالنے کی کوشش ناکام بنادی۔

5 نومبر

مولانا عبدالستار نیازی کو قابل اعتراض تقریر کرنے پر گرفتار کر لیا گیا۔ تاخوچک کنٹرول لائن پر مذاکرات کے لئے بھارتی کمانڈر نے جنرل ٹکا خان کی تجویز منظور کر لی۔

6 نومبر

صدر بھٹو نے صنعتی تعلقات کمیشن قائم کر دیا۔ پاکستان اور بنگلہ دیش میں رابطہ کے لئے اسلامی ممالک نے کوششیں شروع کر دیں۔ لیوشاؤ چی طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

7 نومبر

صدر بھٹو نے کہا کہ فوجی قیدیوں کی واپسی تک قوم عید کی خوشیاں نہیں منائے گی۔ فوجی قیدیوں کے نام پیغام میں صدر بھٹو نے کہا کہ خدا آپ کی حفاظت کرے اور آپ کو واپس لانے میں ہماری مدد فرمائے۔ پاکستان نے شمالی ویت نام کو تسلیم کر لیا۔ مغربی جرمنی نے پاکستان کی فوجی امداد بحال کر دی۔

8 نومبر

پورے ملک میں عید الفطر سادگی سے منائی گئی۔ ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔

9 نومبر

پاکستان نے سیٹو سے علیحدگی اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کنٹرول لائن کے تعین کے لئے پاک بھارت مذاکرات ناکام ہو گئے۔

10 نومبر

مزید 89 جنگی قیدی اور پاکستانی شہری پاکستان پہنچ گئے۔ صدر بھٹو نے ایشیائی ممالک کے سفیروں کی کانفرنس طلب کر لی۔ ہم کسی صورت میں بھی بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کریں گے' خان قیوم خان۔ تعلیمی اصلاحات کا پہلا مرحلہ مکمل ہو گیا۔

11 نومبر

مسز اندرا گاندھی نے کہا کہ اب برصغیر میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ پاکستان کے روپے میں تبدیلی آ چکی ہے۔ نوشاد علی۔ ظہیر عباس' سرفراز نواز' طلعت علی اور انتخاب عالم کو سال کا بہترین کھلاڑی قرار دے دیا گیا۔

12 نومبر

صدر بھٹو نے راولپنڈی میں ایشیائی سفیروں کی کانفرنس کا افتتاح کیا۔ وزیراعظم لنکا نے دورہ پاکستان کا اعلان کر دیا۔ روزنامہ جنگ نے تحریک پاکستان کے کارکن ریاض حسن کے حالات زندگی شائع کئے۔

13 نومبر

ڈیرہ غازی خان کی نشست سے غلام سلیمان تونسوی کو قومی اسمبلی کا رکن قرار دے دیا گیا۔ کراچی میں ایک ماہ کی ہڑتال کے بعد صنعتی امن قائم

ہو گیا۔

14 نومبر

بھارتی وزیر خارجہ نے پاکستان کو جنگ کی دھمکی دے دی۔ نائب صدر نور الامین نے پی ڈی پی کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ پنجاب میں اردو مشاورتی کمیٹی قائم کر دی گئی۔

15 نومبر

صدر بھٹو نے سفیروں کی کانفرنس کے اختتام پر کہا کہ مسلم بنگال کے بارے میں عوامی مرضی کے خلاف فیصلہ نہیں ہو گا۔ پاکستان نے مشرقی جرمنی کو دوبارہ تسلیم کر لیا۔ پاکستان سائنس اور ٹیکنالوجی فاؤنڈیشن قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ امریکہ ایک معاہدے کے تحت پاکستان کو ڈھائی ہزار ٹن گندم دے گا۔

16 نومبر

سندھ اسمبلی نے لسانی آرڈیننس پر بحث شروع کی۔ سلیمانکی اور کشمیر سیکٹر پر بھارت نے جنگ بندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بھاری توپوں سے گولہ باری کی۔ پاکستان نے سرحدی خلاف ورزیوں پر بھارت سے شدید احتجاج کیا۔ مالاکنڈ ڈویژن میں فرنٹیئرز کرائم ریگولیشنز منسوخ کر دیئے گئے۔

17 نومبر

سندھ اسمبلی میں لسانی بل منظور کر لیا گیا۔ نیپ کے صدر عبدالولی خان نے کہا کہ نیپ ملک میں جمہوریت کا تحفظ کرے گی۔ چین کی مدد سے پاکستان کے شمالی علاقاجات میں فولاد کے دو کارخانے قائم کئے جائیں گے۔ لاہور ہائی کورٹ نے احمد رضا قصوری اور ان کے ساتھیوں کی ضمانت قبل از گرفتاری منظور کر لی۔ پاکستان اور فلپائن کے درمیان ویزا ختم ہو گیا۔

18 نومبر

پاکستان اور بھارت جنگ بندی کی خلاف ورزیاں روکنے پر رضامند ہو گئے۔ صدر بھٹو نے کہا کہ پاکستان پرامن طریقہ سے تنازعات حل کرنے کی پالیسی کی حمایت کرتا ہے۔ کنٹرول لائن کا تعین شملہ معاہدے کے تحت کیا جائے گا۔

پاکستان نے مغربی آسٹریلیا کے خلاف کرکٹ ٹیسٹ میں سات وکٹوں پر 317 رنز بنا لئے۔ شہزادہ ہارون اور ان کے بھتیجے کار کے حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔

19 نومبر

صدر بھٹو نے کہا کہ بھارت شملہ معاہدہ سے منحرف ہو رہا ہے۔ پاکستان اور بھارت میں ایک دوسرے کے علاقوں پر مسافر طیاروں کی پروازوں پر اتفاق رائے ہو گیا۔ شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ اگر پاکستان اپنی غلطیوں کا اعتراف کر لے تو بنگلہ دیش اسے معاف کر سکتا ہے۔ صدر بھٹو نے پشاور کے اغواء شدہ جمیل کی رہائی کی فوری بازیابی کا حکم دے دیا۔

20 نومبر

صدر بھٹو نے کہا کہ مساوی بنیادوں پر سمجھوتے کے لئے ہمیں طاقت کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔ قومی وقار کے منافی امن قبول نہیں کیا جائے گا۔ ہندوستان ٹائمز نے خبر شائع کی کہ صدر بھٹو بھارت سے تعلقات بہتر کر رہے ہیں۔ بھارت چھ ہزار پاکستانی خواتین اور بچے واپس وطن بھیجنے پر رضامند ہو گیا۔ مشرقی پاکستان کے سابق گورنر ایم مالک کو ملک بدر کر دیا گیا۔ پاکستان نے بنگلہ دیش حکومت کی جانب سے ایم مالک کی ملک بدری کی کاروائی کو وحشیانہ اور افسوسناک قرار دیا۔

21 نومبر

صدر بھٹو نے کہا کہ محب وطن افراد پر مقدمات رکوانے کے لئے پاکستان میں موجود تین لاکھ بنگالیوں کو جیلوں میں ڈالا جا سکتا ہے۔ واپڈا نے سابق فوجیوں اور ورک چارج ملازمین کو خصوصی مالی امداد دینے کا فیصلہ کیا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ ایم مالک کو عمر قید کی سزا افسوسناک ہے۔

22 نومبر

صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیشی ہمارے بھائی ہیں ان کو دوسروں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ بنگلہ دیش کو تسلیم کر کے پاکستان جنوب مشرقی ایشیا کا طاقتور ملک بن جائے گا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے چونیاں ہسپتال کے نئے وارڈ کا افتتاح کیا۔ امیر یوسف علی خان نے واپڈا کے فنانس ممبر کا عہدہ سنبھال لیا۔

23 نومبر

صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش قواعد پورے کئے بغیر اقوام متحدہ کا رکن نہیں بن سکتا۔ حمود الرحمان کمیشن رپورٹ میں سابق صدر یحییٰ خان کو سقوط مشرقی پاکستان کا مجرم قرار دیا گیا ہے' صدر بھٹو کا انکشاف۔۔ پاکستان نے جنرل ٹکا خان اور جنرل مانک شاہ کی ملاقات کی تجویز پیش کر دی۔ کوریا کے لئے پاکستان اقوام متحدہ کے کمیشن سے علیحدہ ہو گیا۔

24 نومبر

پاکستان اور بھارت کے فوجی سربراہوں کے درمیان فوجی رابطہ ہو گیا۔
صدر بھٹو نے بنگلہ دیش سے متعلق اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں قرار داد پیش کرنے پر حکومت یوگوسلاویہ سے شدید احتجاج کیا۔ ٹیلی فون آپریٹروں کی ہڑتال کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔

25 نومبر

صدر بھٹو نے پنجاب اور سندھ میں 31 دسمبر سے زرعی اصلاحات پر عملدرآمد کا حکم دے دیا۔ ٹیلی فون آپریٹروں کی غیر معینہ مدت کے لئے ہڑتال۔۔ سرکاری ترجمان نے اعلان کیا کہ کنٹرول لائن کے تعین کے لئے پاک بھارت فوجی سربراہوں کی ملاقات 28 دسمبر کو لاہور میں ہو گی پاکستان بیس نقشوں کی بنیاد پر تصفیہ کے لئے تیار ہے۔

26 نومبر

صدر بھٹو نے پشاور میں کہا کہ بنگلہ دیش دنیا کے نقشہ سے مٹ نہیں سکتا۔ یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی۔ بنگلہ دیش کے اقوام متحدہ کے رکن بننے کے ساتھ ہی پاکستانی جنگی قیدی رہا نہ ہوئے تو برصغیر کا امن تباہ ہو جائے گا۔ ٹیلی فون آپریٹروں کی ہڑتال سے مواصلات کا نظام درہم برہم ہو گیا۔

27 نومبر

صدر بھٹو نے تمام بھارتی قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کرنے کا اعلان کر دیا۔ بھارتی حکومت کو صدر پاکستان نے فیصلہ سے آگاہ کر دیا گیا۔ کراچی میں ایٹمی بجلی گھر کے افتتاح کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے صدر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ بھارت پاکستان کو ہروقت جنگ کے لئے تیار پائے گا۔

28 نومبر

اقوام متحدہ میں بنگلہ دیش کی شمولیت اور پاکستان جنگی قیدیوں کی رہائی کے بارے میں سمجھوتہ ہو گیا تھا۔ عقاکوچک کے مسئلہ پر پاک بھارت فوجی سربراہی مذاکرات ناکام ہو گئے۔ حکومت نے اعلان کیا کہ ہفتہ اور اتوار کو مٹھائی کا ناغہ ہو گا۔

29 نومبر

بنگلہ دیش نے جنگی قیدیوں کی رہائی کی شرط منظور کر لی۔ یوگوسلاویہ اور ارجنٹائن کی قراردوں سے متعلق مصالحتی فارمولا تسلیم کر لیا گیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کو صدر بھٹو کے فیصلے سے آگاہ کر دیا گیا۔ مرکزی کابینہ نے قومی ترقیاتی مالیاتی کارپوریشن کے قیام کی منظوری دے دی۔

30 نومبر

گورنر سرحد کے مشیر ایس ایم ایوب اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔

دسمبر 1972ء

یکم دسمبر

صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کے بارے میں فیصلہ قومی مفادات کے مطابق ہو گا۔ قومی وقار کو آنچ نہیں آنے دی جائے گی۔ پاکستان نے بھارت کے 616 جنگی قیدی واہگہ سرحد پر بھارت کے حوالے کر دیئے۔ پاکستان کے 540 جنگی قیدی بھارتے سے پاکستان پہنچ گئے۔ بلوچستان میں تمام تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے۔ پنجابی شاعر استاد دامن کی عبوری ضمانت کی توثیق کر دی گئی۔

2 دسمبر

بلوچستان میں مری اور بگتی قبیلوں کی باغیانہ سرگرمیوں پر قابو پانے کے لئے فوج بھیج دی گئی۔
صوبائی' لسانی' مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصب پھیلانے والوں کو سزا دینے کے لئے آرڈیننس نافذ کر دیا گیا۔ نوابزادہ شیر علی خان رہا کر دیئے گئے۔ قومی اسمبلی کی آئین کمیٹی کے اجلاس میں پاکستان کے مستقل دستور کا مسودہ پیش کر دیا گیا۔

3 دسمبر

بلوچستان میں مری قبائل کو 4 دسمبر دن گیارہ بجے تک ہتھیار ڈالنے کا الٹی میٹم دے دیا گیا۔ کوئٹہ میں 102 مسلح بگتی گرفتار کر لئے گئے۔ میاں محمود علی قصوری نے وہم کی بنیاد پر ضمانت قبل از گرفتاری منظور کروا لی تھی۔ نارووال سے پیپلز پارٹی کے امیدوار عبدالواحد کو کامیاب قرار دے دیا گیا۔

4 دسمبر

غوث بخش بزنجو نے قومی اسمبلی کی آئین کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ صدر بھٹو نے ایک آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت غیر ملکی کتابیں پاکستان میں چھپ سکیں گی۔ صدر نے کراچی کی مختلف بستیوں کا دورہ کیا۔ حملہ آور قبائل نے الٹی میٹم کی شرط پوری کرتے ہوئے بلوچستان میں پنجابی آباد کاروں کے تین دیہات خالی کر دیئے۔

5 دسمبر

قومی اسمبلی کے رکن اور مسلم لیگی رہنما چوہدری ظہور الٰہی نے مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری ملک قاسم کی تحفظ امن عامہ کے قانون کے تحت گرفتاری کی شدید مذمت کی۔

وزیر اعلیٰ سرحد مفتی محمود نے کہا کہ ان کی جماعت آئینی سمجھوتے پر عملدرآمد کرے گی مگر آئین میں بعض ترمیم اور تجاویز پیش کرے گی۔ مرکزی حکومت نے بلوچستان کو امداد فراہم کر دی۔ صدر نے اس بات کی ہدایت جاری کیں تھیں۔

6 دسمبر

مری قبائل ہتھیار ڈالنے پر رضامند ہو گئے۔ ملک بھر میں چینی کی راشن بندی کر دی گئی۔ چینی کی قلت دور کرنے کے لئے بیرون ممالک سے درآمد کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ تاریخ کبوہاں شائع ہو گئی۔ نیشنل فارمولری میں شامل ادویات کی فہرست شائع کر دی گئی۔

7 دسمبر

قومی اسمبلی کے رکن احمد رضا قصوری کو گرفتار کر لیا گیا۔ سندھ بلوچستان ہائی کورٹ نے الطاف گوہر کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ پنجابی آباد کاروں نے ملیشیا کے تحفظ کے بغیر بلوچستان کے دیہات میں آباد ہونے سے انکار کر دیا۔ لاہور میں ٹرانسپورٹ ورکروں نے ہڑتال کر دی۔

8 دسمبر

صوبہ پنجاب میں ٹرانسپورٹ ورکروں نے ہڑتال غیر مشروط طور پر ختم کر دی۔ بھارت ٹھاکوچک کے بدلے کنٹرول لائن میں ردوبدل پر راضی ہو گیا۔ بھارتی وزیر خارجہ سورن سنگھ کا بیان۔

سکردو سے راولپنڈی جانے والا پی آئی اے کا طیارہ لاپتہ ہو گیا۔ طیارے میں 33 مسافر سوار تھے۔ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے طیارے کی تلاش میں ناکامی۔

9 دسمبر

صدر بھٹو نے پاک فضائیہ کے افسروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاک فضائیہ کی جنگی قوت اور مہارت بے مثال ہے۔ سکردو سے راولپنڈی آتے ہوئے لاپتہ ہونے والے پی آئی اے کے فوکر طیارے کا ڈھانچہ گلگت کے قریب مل گیا۔ طیارے میں سوار تمام مسافر جاں بحق ہو گئے۔

10 دسمبر

لاہور میں طالب علموں کی گرفتاریاں جاوید ہاشمی' پرویز الطاف اور احمد بلال کو گرفتار کر لیا گیا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ ہم بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے پابند نہیں۔ روزنامہ جنگ نے جناح پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سنٹر کے حالات شائع کئے۔ سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر غلام مصطفےٰ نے جامشورو میں سندھیالوجی انسٹیٹیوٹ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔

11 دسمبر

پاکستان اور بھارت کے درمیان فوجوں کی واپسی کا سمجھوتہ طے پا گیا تھا۔ کوچک کے بدلے پاکستان کو مظفر آباد۔ سری نگر روڈ پر دو اہم چوکیاں مل گئیں۔ چھمب میں پچاس ہزار مربع میل علاقہ بھی پاکستان کے قبضہ میں رہے گا۔ لیپا میں ایک بھارتی چوکی پر پاکستان کا قبضہ بھی برقرار رہے گا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے سے قبل بیرونی قرضوں' اثاثوں اور واجبات کا مسئلہ طے کرنا پڑے گا۔

پاکستان اور بھارت کی فوجیں 21 دسمبر تک ایک دوسرے کے مقبوضہ علاقے خالی کر دیں گیں۔

12 دسمبر

مرکزی سیکرٹری اطلاعات نسیم احمد نے کہا کہ جنگی قیدی رہا نہ ہوئے تو شملہ معاہدہ کی اہمیت ختم ہو جائے گی۔ وزیر اعلیٰ سندھ ممتاز علی بھٹو نے کہا کہ صوبے میں بدامنی کی کوشش برداشت نہیں کی جائے گی۔ روزنامہ جنگ نے کنٹرول لائن کا نقشہ شائع کر دیا۔

13 دسمبر

حکومت پاکستان نے 20 دسمبر کو ایک روپے کا نیا کرنسی نوٹ جاری کرنے کا اعلان کر دیا۔ لاہور میں وکلاء کے جلوس پر حملہ۔ ملک قاسم سمیت سات وکلاء زخمی ہو گئے۔ مقبوضہ علاقوں سے بھارتی فوجوں کی واپسی شروع ہو گئی۔ (آل انڈیا ریڈیو)

14 دسمبر

بنگلہ دیش تسلیم کرنے اور طلبہ پر تشدد کے خلاف کراچی میں مظاہرے۔ صدر بھٹو نے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا۔ لاہور میں وکلاء کے جلوس پر فائرنگ کے واقعہ کے خلاف وکلاء نے عدالتوں کا بائیکاٹ کیا۔ صدر بھٹو نے حکومت کے ساتھ رہنما اصول متعین کر دیئے۔

15 دسمبر

قطر اور پاکستان نے سفارتی تعلقات کے قیام کا فیصلہ کر لیا۔ ملک بھر کے متعدد شہروں میں وکلاء طلباء اور حزب اختلاف کے حکومت کے خلاف

مظاہرے۔

16دسمبر

شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ ہم سندھ' پنجاب' سرحد اور بلوچستان کو آزاد مملکتیں تسلیم کرنے پر غور کریں گے۔ جنگی قیدیوں پر مقدمہ ضرور چلایا جائے گا۔ مسٹر ممتاز اے علوی نے سیکرٹری وزارت خارجہ کا عہدہ سنبھال لیا۔

17دسمبر

جموں سیکٹر سے بھارتی فوجوں کی واپسی شروع ہو گئی۔ صدر بھٹو نے کہا کہ غیر جمہوری طریقے اختیار کرنے سے ملک کو شدید نقصان پہنچے گا۔

18دسمبر

پنجاب اسمبلی کے آزاد رکن راجہ محمد افضل تحریک استقلال میں شامل ہو گئے۔ پاکستانی بحریہ میں فضائی شعبہ قائم کر دیا گیا۔ بھارتی فوجوں نے شکرگڑھ کے 120 دیہات پاکستان کے حوالے کر دیئے۔

19دسمبر

صدر بھٹو نے کہا کہ اپوزیشن نے اپنی شکست کو صحیح جمہوری جذبے سے قبول نہیں کیا۔ جلوسوں سے حکومت کا تختہ نہیں الٹا جا سکتا۔ سنٹرل بورڈ آف ریونیو نے بناسپتی گھی تیار کرنے والوں کو ٹین کے ڈبوں اور درآمد شدہ ٹین کی چادروں پر عائد سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔

20دسمبر

پاک بھارت فوجیں اپنی بین الاقوامی سرحدوں پر واپس آ گئیں۔ پاکستان اتحاد پارٹی کے صدر خواجہ محمد رفیق کو جلوس کے خاتمہ پر گھر واپس جاتے ہوئے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ روزنامہ جنگ نے حضرت عبدالقادر بے دل کے حالات شائع کئے۔

21دسمبر

آئین کمیٹی نے مستقل دستور کو آخری شکل دے دی۔ خواجہ محمد رفیق کے قتل کے الزام میں تیرہ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ خواجہ رفیق کے قاتل سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔ خواجہ محمد رفیق کو میانی صاحب قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ لاہور کے چیئرنگ کراس چوک کا نام متعدد سیاسی رہنماؤں نے خواجہ محمد رفیق چوک رکھ دیا۔ صدر بھٹو نے پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن لاہور کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔ لاہور ہائی کورٹ نے مجیب الرحمان شامی اور اعجاز حسین قریشی کو توہین عدالت پر قید اور جرمانے کی سزا کا حکم سنایا۔

22دسمبر

بھارتی فوج شکرگڑھ کے علاقے سے آٹھ میل لمبی ریلوے لائن اکھاڑ کر لے گئی۔ صدر بھٹو نے کہا کہ سیاستدانوں کو تشدد اور ہنگامہ آرائی کی بجائے جمہوری راستے اختیار کرنا چاہئے۔ مولانا مودودی نے شورش کاشمیری کی رہائی کا مطالبہ کر دیا۔

23دسمبر

پاکستان کے جنگی متاثرین کو بارودی سرنگوں کے ذریعے اڑانے کی بھارتی کوشش ناکام بنا دی گئی۔ ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ دہلی کے لال قلعہ میں پاکستانی جنگی افسروں کی ذہنی تطہیر کے لئے اذیتیں دی جا رہی ہیں۔

24دسمبر

پاکستان اور سعودی عرب میں فضائی معاہدہ ہو گیا۔ طورخم کے قریب نیپ کے کارکنوں کی بس کھڈ میں گرنے سے چھ افراد ہلاک پچاس زخمی ہو گئے۔

25دسمبر

ملک بھر میں قائداعظم کا یوم پیدائش منایا گیا۔ عام تعطیل رہی۔ صدر بھٹو نے اس موقع پر اپنے پیغام میں کہا کہ عوام کو مل کر نظریہ پاکستان اور پاکستان کے دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

26دسمبر

وزارت دفاع نے نیشنل گارڈ سکیم کا اعلان کر دیا۔ خواتین کے لئے ویمن گارڈ کے قیام کا فیصلہ۔ جانباز فورس' مجاہد فورس اور نیشنل کیڈٹ کور کو نئے سرے سے منظم کیا جائے گا۔ قومی دفاع کو موثر بنانے کے لئے اٹھارہ سے پچاس سال تک کی عمر کے افراد فوج میں بھرتی کئے جائیں گے۔

27دسمبر

صدر بھٹو نے کہا کہ آئین کی خلاف ورزی کی گئی تو حکومت ہر قیمت پر آئین کا تحفظ کرے گی۔ حکومت پنجاب نے سرکاری ملازمین کو رہائش کی سہولتیں فراہم کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ آسٹریلیا نے پاکستان کو ایڈلڈ ٹیسٹ میچ میں ایک اننگز اور 114 رنز سے ہرا دیا۔

28دسمبر

ملتان کے قریب ظریف شہید ریلوے اسٹیشن پر کراچی ایکسپریس کے انجن کے بریک فیل ہو گئے۔ حادثے میں نو افراد ہلاک 28 زخمی ہو گئے۔

29 دسمبر

صدر پاکستان نے براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے قیام کا آرڈیننس جاری کر دیا۔ آرڈیننس 20 دسمبر کے نافذ العمل ہو گا۔ صدر بھٹو نے سرکاری حج وفد کا اعلان کیا۔ پنجاب میں سیاہ دانش قائم کر دی گئی۔

30 دسمبر

مسلم لیگ نے سردار شوکت حیات کو آئین پر دستخط نہ کرنے کی ہدایت جاری کر دی۔ آئین کمیٹی کے ارکان نے دستور کے مسودے پر دستخط کیے۔ صدر بھٹو نے کہا کہ وطن کے دفاع کے لئے فوج کی تمام ضروریات پوری کی جائیں گی۔

31 دسمبر

آئین کا مسودہ قومی اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ مسلم لیگی رہنماؤں نے آئین کے مسودے کو ناقابل قبول قرار دے دیا۔ نیشنل عوامی پارٹی کے صدر مسٹر محمد افضل اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔

جنوری 1973ء

یکم جنوری

میاں محمود علی قصوری نے کہا کہ آئین کے مسودے میں وزیر اعظم کو آمر بنا دیا گیا ہے۔ لاہور میں نئی سیاسی جماعت پاکستان نیشنل پارٹی قائم کر دی گئی۔ مسٹر منظور الحق قریشی اس کے کنوینر مقرر کر دیئے گئے۔ سید عبداللہ شاہ سندھ کے نئے وزیر اعلیٰ نامزد کر دیئے گئے۔ قائم علی شاہ، میر اعجاز تالپور اور عبدالوحید کٹپر کے عہدوں میں تبدیلی۔

ٹراسٹر پر ایکسائز ڈیوٹی نافذ کر دی گئی۔ مزار قائد پر احترام کے طور پر فوج کے یونٹ کا پہرہ لگا دیا گیا۔ بہاؤ الدین میں البرق پاکستان مزدور کسان تحریک قائم ہوئی۔

2 جنوری

قومی اسمبلی میں ہنگامہ۔ ولی خان اور حفیظ پیرزادہ میں ہاتھی پائی تک نوبت پہنچ گئی۔ حکومت پاکستان نے پاسپورٹ فیس دوگنا کر دی۔ گندھارا انڈسٹری نے عوامی کار تیار کر لی۔ حکومت نے نسیم احمد سیکرٹری اطلاعات کو پاکستان براڈ کاسٹنگ کا پہلا چیئرمین اور خواجہ شاہد حسین کو پہلا ڈائریکٹر جنرل مقرر کر دیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے سترہ شعبوں کے سربراہ تبدیل کر دیئے گئے۔

3 جنوری

پاکستان نے میونخ اولمپک کے واقع پر معافی مانگ لی۔ پاکستان آسٹریلیا سے ٹیسٹ سیریز ہار گیا۔ آخری میچ میں پاکستان کو 92 رنز سے شکست ہوئی۔

4 جنوری

خاندانی منصوبہ بندی کا محکمہ ختم کرنے کی قرارداد قومی اسمبلی میں اکثریت سے مسترد کر دی گئی۔ امریکہ میں پی آئی اے کے بوئنگ طیارے کا ایک بازو ٹوٹ گیا۔ شیعہ عالم دین مولانا آغا حسین شاہ آف بھکر انتقال کر گئے۔ شیعہ علماء نے ان کی وفات کو عظیم سانحہ قرار دے دیا۔ حزب اختلاف نے قومی اسمبلی کے اجلاس کا بائیکاٹ کر دیا۔

5 جنوری

حزب اختلاف نے قومی اسمبلی کے اجلاس کا بائیکاٹ ختم کرنے کے لئے پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ کے خاتمے اور مستقل آئین کے نفاذ کے فوراً بعد انتخابات کا مطالبہ کر دیا۔ سابقہ گورنر مغربی پاکستان یوسف ہارون پان ایئر لائنز کے نائب صدر بن گئے۔

6 جنوری

صدر بھٹو نے اندرا گاندھی کے نام خط میں کہا کہ پاکستانی جنگی قیدیوں کا مسئلہ فوری حل کیا جا سکے۔ ملک قادر بخش سابق وزیر خوراک پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔

7 جنوری

اقوام متحدہ نے موہنجوداڑو کو سیم اور تھور سے بچانے کی مہم شروع کر دی۔ کینیا میں پاکستان کے سفارتی افسر حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔

8 جنوری

سپریم کورٹ نے مزدور رہنما مختار رانا کی پانچ سال قید کی سزا بحال رکھی۔ رومانیہ کے صدر چاؤ شسکو پاکستان کے پانچ روزہ دورے پر اسلام آباد پہنچے۔ صدر بھٹو نے انہیں نشان پاکستان پیش کیا۔

9 جنوری

بھارت کے جنگی کیمپ میں ایک اور پاکستانی کو شہید کر دیا گیا۔ پاکستان

اور رومانیہ کے درمیان باہمی تعلقات کی بنیاد پر تین سمجھوتے ہوئے۔ روزنامہ مشرق کے دفتر پر پختون زلمے کے کارکنوں کا حملہ۔ اخبار کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر مسعود انور شفقی کو زدوکوب کیا گیا۔ پنجاب یونیورسٹی اسٹوڈنٹ یونین کے صدر جاوید ہاشمی کو عدالت عالیہ کی رہائی کے حکم کے باوجود حکومت نے دوبارہ گرفتار کر لیا۔ وزارت مالیات کے محقق مسٹر اظہر الرحمان انتقال کر گئے۔

10جنوری

رومانیہ کے صدر اور بیگم ایلیانے تربیلا ڈیم پراجیکٹ کا معائنہ کیا۔ معروف شاعر حفیظ ہوشیارپوری انتقال کر گئے۔

11جنوری

بلوچستان اسمبلی نے شراب پر پابندی کے بارے میں قرارداد منظور کر لی۔ افغانستان نے بنگلہ کو تسلیم کر لیا۔ اسلام آباد میں آر سی ڈی کونسل کا اجلاس شروع ہو گیا۔ جنرل ٹکا خان کی قیادت میں پاکستانی فوجی وفد چین روانہ ہو گیا۔

12جنوری

پاکستان اور رومانیہ کے درمیان مشترکہ کمیشن کے قیام کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔ بھارت میں مزید چار پاکستانی جنگی قیدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ جنرل ٹکا خان نے پیکنگ میں چینی فوج کے ڈپٹی چیف آف جنرل سٹاف سے ملاقات کی۔ وزارت مذہبی امور نے اعلان کیا کہ امسال 69 ہزار آٹھ سو 66 پاکستانی فریضہ حج ادا کریں گے۔

13جنوری

آغا شورش کاشمیری نے جیل میں بھوک ہڑتال ختم کر دی۔

14جنوری

روس کے ماہی گیر جہازوں نے پاکستانی حدود کی خلاف ورزی کی۔ گورنر پنجاب نے ملتان یونیورسٹی کے قیام کی منظوری دے دی۔ آغا شورش کاشمیری کو رہا کر دیا گیا۔

15جنوری

صدر بھٹو نے کہا کہ عیدالاضحیٰ المناک حالات کے بعد اسلام کے لئے عظیم قربانی کا پیغام ہے۔

16جنوری

پاکستان بھر میں عیدالاضحیٰ منائی گئی۔ ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔

17جنوری

مستقل آئین کے نفاذ تک ہنگامی حالت ختم نہیں کی جا سکتی۔ (وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن)

کوہاٹ کے قریب جپسم کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے۔ شہنشاہ ایران نے لاڑکانہ سے چودہ میل دور مرغابی کا شکار کیا۔

18جنوری

بلوچستان کے ضلع چاغی میں شدید برفباری گیارہ افراد ہلاک ہو گئے۔ پی سی بی نے سعید احمد کو تاحیات فسٹ کلاس کرکٹ سے نکال دیا۔

19جنوری

بھارت میں قید پاکستانی جنگی قیدیوں کے عزیزوں نے سینکڑوں کی تعداد میں قومی اسمبلی کے باہر بھوک ہڑتال کا فیصلہ کر لیا۔ بھارتی جماعت سوتنترا پارٹی کے رہنما پیلو مودی نے کہا کہ بھارت پاکستانی جنگی قیدیوں کو یکطرفہ طور پر رہا کر دے گا۔ کراچی شپ یارڈ کی ملازمت کو لازمی سروس قرار دے دیا گیا۔ علامہ رحمت اللہ راشدی نے پنجاب اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حکومت جانبداری برت رہی ہے۔

20جنوری

جی ایم سید کی نقل و حرکت پر پابندی لگا دی گئی۔ نیپ کے سربراہ عبدالولی خان نے کہا کہ قوم کی خاطر ہم آئین کے بارے میں اپنے موقف میں تبدیلی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آئین کے مسئلہ کو جماعتی سیاست سے بالاتر رکھا جائے۔ پی آئی اے نے اسلام آباد کے راستے بیجنگ کے لئے اپنی سروس شروع کر دی۔

21جنوری

لبنانی وزیر خارجہ نے لاہور میں کہا کہ لبنان پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے گا۔ تحریک استقلال کے سربراہ اصغر خان نے کہا کہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے بغیر بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کو پاکستان نہ آنے دیا جائے۔

22جنوری

قومی اسمبلی میں آئین پر مفاہمت کے لئے حزب اختلاف نے چھ نکاتی

فارمولا پیش کر دیا۔ صدر بھٹو نے حیدر آباد کے طلباء کو ہر قسم کی تعلیمی سہولتیں دینے کا اعلان کر دیا۔

23 جنوری

قومی اسمبلی نے ہر مزدور کے بچے کو میٹرک تک مفت تعلیم دینے کے قانون کو منظور کر لیا۔

24 جنوری

حکومت پاکستان نے اعلان کیا کہ مزدور اصلاحات سے ساڑھے تین لاکھ مزدوروں کو فائدہ ہو گا۔ حکومت پاکستان نے 1971ء دسمبر سے جنوری 1973ء تک 39 کروڑ روپے جنگی بے گھروں اور متاثرین کی امداد پر خرچ کئے۔

25 جنوری

حزب اختلاف نے پانچویں روز بھی قومی اسمبلی اجلاس کا بائیکاٹ کیا۔ پی پی کی سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر مرزا طاہر احمد خان کو کوئٹہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ پاکستان نے کمبوڈیا کی جلا وطن حکومت کو تسلیم کر لیا۔ مشہور پنجابی شاعر منظور جھلا انتقال کر گئے۔

26 جنوری

صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے لئے قومی اسمبلی کی بجائے عوام کو ترجیح دی جائے گی۔ بلوچستان میں صوبائی حکومت کے خلاف بغاوت شروع ہو گئی۔ خان قیوم نے کہا کہ مسلح افواج بغاوت پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہے۔

27 جنوری

صدر بھٹو کی یقین دہانی پر کراچی شپ یارڈ کے کارکنوں نے ہڑتال ختم کر دی۔ قومی اسمبلی نے بار کونسل کا بل منظور کر لیا۔

28 جنوری

پاکستان کیمونسٹ پارٹی کے صدر سی آر اسلم نے کہا کہ مستقل آئین میں بنیادی انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کی ضمانت ہونی چاہئے۔ حنیف رامے نے کہا کہ پنجاب کی معیشت کو مضبوط بنانے کے لئے فولاد کا کارخانہ لگایا جائے گا۔ صدر بھٹو نے کہا آئندہ ماہ گورنروں' وزیروں اور مشیروں کو پارٹی کے عہدوں سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔

29 جنوری

پاکستان کے ذمہ سوا اکتالیس ارب روپے غیر ملکی قرضہ ہے۔ جس پر ساڑھے پانچ کروڑ کے حساب سے سالانہ سود دیا جا رہا ہے۔ وزیر خزانہ کا انکشاف۔ صدر بھٹو نے شکر گڑھ میں جنگی بے گھروں سے خطاب کیا۔

30 جنوری

بلوچستان میں امن کے لئے بزنجو' نکا خان اور خان قیوم خان کے درمیان اعلیٰ سطحی کانفرنس ہوئی۔ بلوچستان کے سیاسی رہنما اکبر بگٹی نے صوبہ میں امن کے لئے مرکزی حکومت کو مداخلت کرنے کا مطالبہ کر دیا۔

31 جنوری

مفتی محمود احمد کے طیارے کو آگ لگ گئی۔ پنجاب اسمبلی میں یعقوب مان اور حفیظ کاردار میں جھگڑا ہو گیا۔ گورنر پنجاب غلام مصطفےٰ کھر کی شادی ڈاکٹر محبوب الحق کی صاحبزادی سے طے پائی۔

فروری 1973ء

یکم فروری

حزب اختلاف اور آزاد ارکان نے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کا اعلان کر دیا۔ حکومت سندھ نے چار سو تعلیمی ادارے سرکاری تحویل میں لے لئے۔ گورنر پنجاب نے پانچ فروری سے شروع ہونے والی ریلوے کارکنوں کی ہڑتال غیر قانونی قرار دے دی۔ حکومت نے ایک سرکاری رپورٹ میں بتایا کہ 1971ء کی جنگ میں دو سو دیہات صفحہ ہستی سے مٹ گئے جب کہ شہری املاک کو سوا دو ارب روپے کا نقصان ہوا۔

2 فروری

قومی اسمبلی میں آئین کا بل پیش کر دیا گیا۔ بل پر 17 فروری کو بحث ہو گی۔ پاکستان اور پولینڈ کے درمیان سائنسی اور ثقافتی تعاون کا معاہدہ ہو گیا۔ اسلام آباد میں معاہدے پر دستخط ہوئے۔

3 فروری

وزیر قانون حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ اپوزیشن کی کسی تجویز پر اسمبلی سے باہر غور نہیں کیا جائے گا۔ ہڑتال کے باعث کوئٹہ میں کوئی اخبار شائع نہ ہو سکا۔

4 فروری

ریلوے کے ملازمین نے پانچ فروری سے ہونے والی ہڑتال ملتوی کر

دی۔ کیمپ جیل لاہور میں فائرنگ دو افراد ہلاک اور تیس سے زائد زخمی ہو گئے۔ گورنر پنجاب مصطفیٰ کھر نے کوٹ لکھپت جیل میں ریڈیو ٹرانسسٹر اسمبل کرنے کی فیکٹری کا افتتاح کیا۔

5 فروری

کینیڈا نے پاکستان کے جنگی بے گھروں کی امداد کے لئے سوا لاکھ ڈالر کی امداد کا اعلان کیا۔ بلوچستان کے سابق گورنر لیفٹیننٹ جنرل ریاض حسین لاہور میں انتقال کر گئے۔ پاکستان اور نیوزی لینڈ کے درمیان پہلا ٹیسٹ میچ برابر رہا۔

6 فروری

خان غفار خان نے کہا کہ میں پاکستان کا نہیں پاکستان بنانے والوں کا دشمن ہوں۔ فوج نے بلوچستان میں امن بحال کر دیا۔ پاکستان اور روس کے درمیان سائنسی وفود کے تبادلے کے سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔

7 فروری

اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری والڈ ہائیم پاکستان کے دورے پر اسلام آباد پہنچے۔ انہیں پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی کے بارے میں یادداشت پیش کی گئی۔

8 فروری

77 کواپریٹو بنکوں کے نئے ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیئے گئے۔ گلگت و بلتستان کے شمالی اضلاع سے بھی فرنٹیئر کرائمز ریگولیشنز کا خاتمہ کر دیا گیا۔

9 فروری

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل والڈ ہائیم نے کہا کہ برصغیر کے حالات کو معمول پر لانے کے لئے میرے پاس موثر تجاویز موجود ہیں۔ پنجاب اسمبلی نے مغربی پاکستان موٹر وہیکلز ترمیمی بل منظور کر لیا۔

10 فروری

لسبیلا میں فوج نے صورتحال پر قابو پا لیا۔ اسلام آباد میں عراقی سفارتخانے سے بڑی مقدار میں روسی اسلحہ کا بڑا ذخیرہ برآمد ہوا۔ پاکستان نے عراقی سفیر کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے دیا۔

11 فروری

عراقی سفارت خانے میں اسلحہ سکینڈل کا مرکزی کردار ناصر السودی فرار ہو گیا۔ لاہور کے کالجوں اور یونیورسٹی کے طلبہ نے عبد الوحید کا سوگ منایا۔

12 فروری

حکومت پنجاب نے نیپ پنجاب کے رہنماؤں کو گھروں میں نظربند کرنے کا حکم دے دیا۔ صدر بھٹو نے اعلان کیا کہ عراقی سفارتخانے سے روسی اسلحہ پکڑنے والوں کو انعامات دیئے جائیں گے۔

13 فروری

ڈالر کی قیمت میں دس فیصد کمی۔ پاکستان کے تمام بنک تین دن کے لئے بند کر دیئے گئے۔ بیگم رعنا لیاقت علی خان کو سندھ کے گورنر میر رسول بخش تالپور کے مستعفی ہونے پر سندھ کی نئی گورنر نامزد کر دیا گیا۔

14 فروری

پاکستان کی تاریخ میں گورنر مقرر ہونے والی پہلی خاتون گورنر سندھ بیگم رعنا لیاقت علی خان نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔

15 فروری

بلوچستان میں صدر راج نافذ کر دیا گیا۔ محمد اکبر بگٹی نے گورنر بلوچستان اور اسلم خٹک نے گورنر سرحد کے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ ملک بھر میں یوم عاشورہ نہایت عقیدت و احترام سے منایا گیا۔

16 فروری

پاکستان اور آسٹریلیا کی ہاکی ٹیموں کے درمیان راولپنڈی میں پہلا ہاکی ٹیسٹ میچ برابر رہا۔

17 فروری

پارلیمینٹ کے مشترکہ اجلاس میں آئین کے بل پر بحث شروع ہو گئی۔ پشاور سے پچاس لاکھ روپے مالیت کا اسلحہ پکڑا گیا۔ بیجنگ کے لئے پی آئی اے کی پروازیں شروع ہو گئیں۔ بیگم نصرت بھٹو کی قیادت میں چھیاسٹھ مسافروں کا پہلا وفد چین پہنچا۔

18 فروری

پاکستانی باشندوں نے بھارتی سفارتخانے کے سامنے جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے مظاہرہ کیا۔

19 فروری

بیمار اور زخمی جنگی قیدی واہگہ کے راستہ پاکستان پہنچ گئے۔ واہگہ سرحد پر ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

20 فروری

جماعت اسلامی کے امیر طفیل محمد کو ڈیفنس آف پاکستان کے قانون کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ آزاد کشمیر پر بھارتی فوج کا حملہ۔ جوابی کاروائی پر پانچ بھارتی فوجی ہلاک ہو گئے۔ پاکستان نے نیوزی لینڈ سے ٹیسٹ سریز جیت لی۔

20 فروری

جماعت اسلامی کے رہنما سید اسعد گیلانی کو گرفتار کر لیا گیا۔ لندن میں بھارتی ہائی کمیشن پر نقاب پوش افراد کا حملہ۔ پولیس اور نقاب پوشوں میں فائرنگ سے دو نقاب پوش ہلاک اور دو گرفتار کر لئے گئے۔ نقاب پوشوں نے ہمارے قیدی رہا کرو کے نعرے لگائے۔ کوئٹہ میں اسلحہ کے سمگلروں کا گروہ پکڑا گیا۔

21 فروری

صوبہ سرحد کی کابینہ مستعفی ہو گئی۔ صدر نے ایک آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت لائسنس کے بغیر اسلحہ رکھنے والے کو سات سال قید کی سزا دی جاسکے گی۔

22 فروری

مولانا مودودی نے کہا کہ میاں محمد طفیل کے ساتھ جیل میں بدسلوکی کی جارہی ہے۔

23 فروری

مولانا مفتی محمود نے کہا کہ سرحد اسمبلی توڑنے' صدر راج نافذ کرنے یا اقلیتی حکومت بنانے کے خلاف سخت مزاحمت کی جائے گی۔ چوہدری ظہور الٰہی کو رہا کر دیا گیا۔

24 فروری

حیات محمد خان شیرپاؤ کو سرحد کابینہ بنانے کی دعوت دے دی گئی۔ حکومت نے دوا فرشوں کی ہڑتال پر پابندی لگا دی۔ لیبیا کے صدر کرنل قذافی کا پیغام خصوصی ایلچی نے صدر بھٹو کو پہنچایا۔ سونے کا بھاؤ ساڑھے چار سو روپے فی تولہ ہو گیا۔

25 فروری

نیپ اور جماعت اسلامی کے گٹھ جوڑ کا مقصد پاکستان کو ختم کرنا ہے۔ خان قیوم کا بیان۔ پاکستان نے سری لنکا کو 20 ٹن چاول فراہم کرنے کا فیصلہ کیا۔

26 فروری

صدر بھٹو نے پھر کہا کہ جنگی قیدیوں کی رہائی تک بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ لاہور ہائیکورٹ نے میاں طفیل محمد کی رہائی کی درخواست مسترد کر دی۔

27 فروری

صدر بھٹو نے کہا کہ اسلحہ کے سمگلروں سے چھان بین کے بعد عوامی خواہش کے مطابق انہیں سزا دی جائے گی۔

28 فروری

سکھر' لاڑکانہ' خیرپور' جیکب آباد اور نواب شاہ کو صنعتی شہر بنایا جائے گا۔ وزیر اعلیٰ سندھ ممتاز علی بھٹو کا اعلان۔

مارچ 1973ء

یکم مارچ

لندن میں بھارتی سفارتخانے پر حملہ کرنے والے نوجوانوں بشارت اور حنیف کی میتیں پاکستان پہنچ گئیں۔ راولپنڈی میں برطانیہ اور بھارت کے خلاف مظاہرہ۔ آزاد کشمیر میں شہداء کو 21 توپوں کی سلامی دی گئی۔ وزیر داخلہ خان قیوم خان نے کہا کہ سرحد میں روسی اسلحے کی سمگلنگ کے ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ صدر بھٹو بلوچستان کا دورہ مکمل کرنے کے بعد کراچی پہنچ گئے۔ واپڈا کے سابق چیئرمین غلام فاروق خان نے کہا کہ آئین میں کئے گئے معاشی وعدے ملکی وسائل سے پورے نہیں کئے جاسکتے۔

2 مارچ

قومی اسمبلی میں لندن میں برطانوی پولیس کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے دو نوجوانوں بشارت اور حنیف کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی۔ پنجاب یونیورسٹی کے طالب علم رہنما جاوید ہاشمی کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ بلوچستان کے چھاپہ ماروں کے کمانڈر شیر محمد مری عرف جنرل شیروف کو باغیانہ سرگرمیوں کے باعث گرفتار کر لیا گیا۔

ایم سی سی اور پاکستان کے درمیان لاہور میں پہلا ٹیسٹ میچ شروع ہوا۔

3مارچ

صدر بھٹو نے کہا کہ پیپلزپارٹی انتخاب سے خوفزدہ نہیں۔ اپوزیشن سے ہروقت بات چیت کے لئے تیار ہیں۔ ملک میں مزید اصلاحات کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستان پیپلزپارٹی کی صوبائی کیٹیاں توڑنے کا اعلان' نیپ کے رہنماولی خان نے کہا کہ حکومت بات چیت سے قبل حزب اختلاف کے خلاف پراپیگنڈا بند کرے۔

4مارچ

بلوچستان میں مری اور جھالاوروں کے قریب قبائلی لشکر جمع ہونے شروع ہو گئے۔ مسلم بنگال اور پاکستان کے درمیان تعلق ختم نہیں ہو سکتے' صدر بھٹو۔

5مارچ

صدر بھٹو نے کشمیر' جموں میں کشمیروں کو حق خود ارادیت دلانے کا بھر پور عزم کیا۔ خواجہ رفیق کے قتل کی عدالتی تحقیقات شروع ہو گئیں۔ ولی خان نے کہا کہ سینٹ کو بااختیار ادارہ بنانا چاہیے۔ صدر بھٹو نے جنگی جرائم کی تحقیقات کے لئے غیر جانبدار ٹربیونل بنانے پر رضامندی ظاہر کر دی۔

6مارچ

کونسل مسلم لیگ نے حزب اختلاف کے متحدہ محاذ سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ مسٹر غلام مصطفےٰ کھر صدر کے خصوصی ایلچی کی حیثیت سے واشنگٹن روانہ ہو گئے۔ گورنروں کی کانفرنس شروع ہو گئی۔

7مارچ

ملکی صورتحال پر غور کے بعد گورنروں کی دو روزہ کانفرنس ختم ہو گئی۔ جنرل ٹکا خان سعودی عرب اور اردن کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ پاکستان اور انگلستان کے درمیان لاہور میں پہلا ٹیسٹ میچ ہار جیت کے فیصلے کے بغیر ختم ہو گیا۔

8مارچ

جماعت اسلامی کے رہنما پروفیسر غفور نے کہا کہ آئین کی اسلامی دفعات سے مطمئن ہوں۔ غلام مصطفےٰ کھر نے امریکی صدر نکسن کو صدر بھٹو کا پیغام پہنچایا۔ صدر بھٹو نے اسمبلی کی رکنیت نہ رکھنے والے وزراء کو 14 اگست سے برطرف کرنے کا حکم دے دیا۔ سندھ کے بارہ ہزار اساتذہ نے غیر معینہ مدت کے لئے ہڑتال کر دی۔ اردن نے بھارت سے فوری طور پر پاکستانی جنگی قیدی رہا کرنے کا مطالبہ کر دیا۔

9مارچ

شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ پاکستان جنگی قیدیوں پر ہر قیمت پر مقدمات چلائے جائیں گے۔ مستقل آئین کے تحت اسلام کو ملک کا سرکاری مذہب قرار دے دیا گیا۔ امریکہ نے پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی کے بارے میں پاکستان کو ہر ممکن یقین دلایا۔ کراچی میں آٹھ کروڑ روپے کی سمگل شدہ چینی پکڑی گئی۔

10مارچ

پاکستانی تجارتی بیڑے سے تعلق رکھنے والے 253 جنگی قیدی جن میں 99 ملاح شامل تھے واہگہ کے راستے پاکستان پہنچے۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ جمعیت علمائے اسلام اب بھی صوبہ سرحد میں مضبوط ہے۔ نیپ کے صدر خان عبدالولی خان نے کہا کہ اکثریت کے بل بوتے پر پیپلزپارٹی کو حکومت بنانے کا حق ہے مگر آئین بنانے کا حق حاصل نہیں۔

11مارچ

روزنامہ جسارت کراچی پر پابندی عائد کر دی گئی۔ کونسل مسلم لیگ دو حصوں میں بٹ گئی۔ زاہد سرفراز نے اپنا علیحدہ گروپ بنا لیا۔ پشاور میں تین لاکھ روپے کی مالیت کا برطانوی اور روسی اسلحہ پکڑا گیا۔ ممتاز ناول نگار خاتون شریں انتقال کر گئیں۔ راولپنڈی میں صدر الیون اور ایم سی سی میں تین روزہ ٹیسٹ میچ شروع ہو گیا۔

12مارچ

صدارتی کابینہ نے پرائمری سکولوں کے طلباء کے لئے یونیفارم لازمی قرار دے دیا۔ صدر بھٹو نے اورینٹل کالج کے صد سالہ جشن کے موقع پر کہا کہ تعلیم اور ثقافت کے فروغ کے لئے پہلے سے زیادہ محنت کی ضرورت ہے۔ قومی اسمبلی نے آئین کے مسودہ میں تین نئی دفعات شامل کرنے کی منظوری دے دی۔

13مارچ

حکومت مخالف جماعتوں نے متحدہ جمہوری محاذ بنا لیا۔ ایم سی سی نے اپنے دورہ کا پہلا چار روزہ میچ جیت لیا۔ آئین کی تنسیخ یا آئین کے خلاف سازش کو غداری قرار دے دیا گیا۔

14مارچ

سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ ڈپٹی کمشنر 24 گھنٹے میں اراضی سرکاری تحویل میں لے سکیں گے۔ بھارت نے کہا کہ اگر پاکستان کو امریکی ہتھیار دینے کا سلسلہ بند نہ کیا گیا تو شملہ معاہدہ منسوخ کر دیا جائے گا۔

15 مارچ

صدر بھٹو نے سہالہ میں چار روزہ پولیس کانفرنس کا افتتاح کیا۔

16 مارچ

بلوچستان میں گورنر راج میں ایک ماہ کی توسیع کر دی گئی۔ کراچی کسٹم حکام نے ایک کروڑ روپے مالیت کی چرس سمگل کرنے کی کوشش ناکام بنا دی۔

17 مارچ

عالمی ہاکی فیڈریشن نے پاکستان ہاکی ٹیم سے پابندی اٹھالی۔ مصر نے بھارت سے پاکستانی جنگی قیدیوں کو فوری طور پر رہا کرنے کا مطالبہ کر دیا۔

18 مارچ

بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ بہاریوں کو واپس نہ لے کر پاکستان نئی مشکلات مول لے گا۔

19 مارچ

عوامی لیگ نے امریکہ سے مطالبہ کیا کہ پاکستان کو ہتھیار نہ فراہم کئے جائیں۔ موجود قومی اسمبلی کی مدت کی معیاد 14 اگست 1977ء کو ختم ہو گی' سرکاری اعلان۔

20 مارچ

صدر بھٹو نے کراچی شپ یارڈ کے تیار کردہ جہاز لالہ زار کا افتتاح کیا۔ جہاز تیار کرنے والے عملے کے لئے تیرہ لاکھ ترسیٹھ ہزار روپے کے انعام کا اعلان کیا گیا۔ جھمب پر پاکستان اور آزاد کشمیر کے پرچم لہرا دیئے گئے۔ نام تبدیل کر کے افتخار آباد رکھ دیا گیا۔

21 مارچ

بلوچستان میں شتک کے نظام کے خاتمہ کا اعلان پاکستان نے بنگلہ دیش کے اس ٹربیونل کو ماننے سے انکار کر دیا جو جنگی قیدیوں پر مقدمات چلانے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ جنرل ریٹائرڈ جیلانی کی نظر بندی کی معیاد میں تین ماہ کی توسیع کر دی گئی۔ پاکستان نے ماہی گیری کے فروغ کے لئے اپنی سمندری حدود بارہ میل سے بڑھا کر پچاس میل کر دی۔ پاکستان اور انگلینڈ کی ٹیموں کے درمیان حیدر آباد ٹیسٹ میچ ہار جیت کے فیصلے کے بغیر ختم ہو گیا۔

22 مارچ

بھارت پاکستان سے تعلقات بہتر بنانے میں پہل کرے گا' بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ کا اعلان۔

نشان پراجیکٹ آٹو موبائل انڈسٹری راولپنڈی میں نشان جیپوں کی پہلی کھیپ تیار ہونے پر صدر بھٹو نے کہا کہ یہ پاکستان کی خود کفالت کی جانب پہلا قدم ہے۔

23 مارچ

وزیر اعظم بھٹو نے نشان جیپ میں سیر کی۔ پاکستان بھر میں یوم استقلال منایا گیا۔ لیاقت باغ راولپنڈی میں حزب اختلاف کا جلسہ انتشار کا شکار ہو گیا۔ مشتعل ہجوم نے 14 بسوں' فرنیچر اور پنڈال کے شامیانوں کو آگ لگا دی۔ نو افراد ہلاک 75 زخمی ہو گئے۔

24 مارچ

مسٹر غلام مصطفےٰ نے کہا کہ میرے اصرار کے باوجود حزب اختلاف راولپنڈی میں جلسہ کرنے پر مصر ہے۔ مسلم لیگی رہنما پیر پگاڑا نے لیاقت باغ میں ہنگامے کی ذمہ داری حکومت پر ڈال دی۔

25 مارچ

ملائشیا کے وزیر اعظم نے کہا کہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے اسلامی ممالک کو پاکستان کی مدد کرنی چاہئے۔

26 مارچ

صدر بھٹو نے کہا کہ ہم مذاکرات کے لئے تیار ہیں۔ اپوزیشن قومی اسمبلی کا بائیکاٹ ختم کر دے۔ لیبیا کے شہر بن غازی میں اسلامی ممالک کی کانفرنس میں پاکستانی جنگی قیدیوں کے مسئلہ پر غور کیا گیا۔ روزنامہ جسارت پر پابندی کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔

27 مارچ

حکومت سندھ نے روزنامہ جسارت پر دوبارہ پابندی عائد کر دی۔ اسلامی کانفرنس نے بھارت سے جنگی قیدیوں کی واپسی کا مطالبہ کر دیا۔ پنجابی زبان کی ضخیم ترین کتاب "لعلاں دی پنڈ" شائع ہو گئی۔ یہ کتاب اقبال احمد

نے لکھی ہے۔ اردو ٹائپ رائٹر کا معیاری تختہ کلید تیار کر لیا گیا۔

28 مارچ

لبنان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیا۔ فوجی سربراہوں کے تقرر کا اختیار وزیر اعظم کی بجائے صدر کو دے دیا گیا۔ کراچی میں پاکستان اور انگلینڈ کے درمیان ٹیسٹ میچ ہار جیت کے فیصلہ کے بغیر ختم ہو گیا۔

29 مارچ

صدر بھٹو نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا مستقل آئین چودہ اگست کو نافذ کر دیا جائے گا۔ روس پاکستان کو اسلحہ نہیں دے گا' روس کی بھارت کو یقین دہانی۔

30 مارچ

صدر بھٹو نے لیاقت باغ سانحہ کے گرفتار شدگان کی رہائی کا حکم دے دیا۔ باغیانہ سرگرمیوں پر چند فوجی افسر گرفتار کر لئے گئے۔ آئینی امور پر مذاکرات کے لئے حزب اختلاف کے چھ رہنماؤں کو دعوت نامے جاری کر دیئے گئے۔

بھارتی وزیر اعظم نے کہا کہ متنازعہ امور طے پانے کے ساتھ ہی سیاسی جنگی قیدی رہا کر دیئے جائیں گے۔

31 مارچ

صدر بھٹو نے کہا کہ پنجاب کا میلہ محنت کشوں کی تخلیقی صلاحیتوں کا مظہر ہے۔ موٹے چاول اور سوتی دھاگے پر برآمدی ڈیوٹی بڑھا دی گئی۔

اپریل 1973ء

یکم اپریل

صدر بھٹو کی دعوت پر حزب اختلاف نے آئین سازی کے معاملات میں شرکت کا اعلان کر دیا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ 21 اپریل تک مستقل آئین مرتب کر لیا جائے گا۔ خان قیوم نے کہا کہ متحدہ جمہوری اتحاد کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے اور نہ ہی اسے عوام کی تائید حاصل ہے۔ بھارت کے جنگی کیمپوں میں ایک اور پاکستانی شہید کر دیا گیا۔ پاکستان نے واقع کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کر دیا۔ پریذیڈنسی کی تعمیر کا ایک تہائی کام مکمل ہو گیا۔

2 اپریل

حکومت نے ملک کے بڑے شہروں میں سستے کپڑے کی سات سو دکانیں کھولنے کا اعلان کر دیا۔ حزب اختلاف کے رہنماؤں نے کہا کہ عوام کو آزادی اجتماع کا حق نہ دیا گیا تو عوام کے جذبات دوسرا رخ اختیار کر لیں گے۔ پاکستان نے مزید 34 ادویات کو جنرک ناموں سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔

3 اپریل

انڈونیشیا کے وزیر خارجہ آدم ملک نے کہا کہ بھارت جنیوا کے معاہدہ کی کھلی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ پاکستان بنگلہ دیش کی حقیقت کو تسلیم کر لے۔ روس نے پاکستانی بحری سرحد سے مچھلیاں پکڑنے والے ٹرالر ہٹا لئے۔ مزدور رہنما بشیر احمد مختار نے حزب اختلاف سے اپیل کی کہ وہ آئین سازی میں حکومت سے تعاون کرے۔

4 اپریل

صدر بھٹو نے مزید آئینی مراعات کا اعلان کر دیا۔ تحریک عدم اعتماد کے دوران وزیر اعظم کو اسمبلی توڑنے کا اختیار نہیں ہو گا۔ حزب اختلاف کے ساتھ آئینی مذاکرات ختم ہو گئے۔ مسٹر جسٹس سجاد احمد جان نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔

5 اپریل

قومی اسمبلی کے 95 ارکان نے صدر بھٹو کے آئینی فارمولے کی حمایت کر دی۔ حکومت پاکستان نے کہا کہ جنیوا کنونشن کے رکن ممالک پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے کوششیں کریں۔

6 اپریل

گورنر بلوچستان اکبر بگٹی نے کہا کہ اگر حزب اختلاف نے بائیکاٹ جاری رکھا تو ریفرنڈم کرایا جائے گا۔ پندرہ ہزار بنگالیوں کو واپس بنگلہ دیش جانے کی اجازت دے دی گئی۔

6 اپریل

ولی خان نے کہا کہ نیپ کے رہنما اجمل خٹک 23 مارچ 1973ء سے لاپتہ ہیں۔ صدر نے سرحد اور بلوچستان کے ذمہ مرکزی حکومت کے تمام قرضے معاف کر دیئے۔ برطانوی ایوان زیریں کے ساٹھ ارکان نے پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی کے بارے میں قرارداد پیش کی۔

7 اپریل

سرکاری ترجمان نے کہا کہ اجمل خٹک ملک سے غیر قانونی طور پر

پاسپورٹ ہونے کے باوجود فرار ہوئے ہیں۔ پنجاب اسمبلی کی نشستیں دو سو سے بڑھاکر دو سو چالیس کر دی گئیں۔ آئین سے اسلامی سوشلزم کی اصطلاح کو خارج کر دیا گیا۔

8اپریل

صدر بھٹو نے کہاکہ اگر بھارت جنگی قیدی رہا کرنے کا اعلان کر دے تو ہم بنگلہ دیش کو تسلیم کرلیں گے۔ قومی اسمبلی نے آئین کی تمام دفعات منظور کرلیں۔ بلوچستان میں دیہی ترقیاتی پروگرام شروع ہو گیا۔ علامہ رحمت اللہ راشدی قائد حزب اختلاف پنجاب اسمبلی نے کہاکہ آئین بنیادی ضرورت ہے اس کی تشکیل کے لئے حزب اختلاف کو تعاون کرنا چاہیئے۔

9اپریل

شیخ مجیب الرحمان نے صدر بھٹو سے ملاقات کے لئے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی شرط واپس لے لی۔ آئینی مسائل پر پروفیسر غفور احمد کی وزیر قانون حفیظ پیرزادہ سے بات چیت شروع ہو گئی۔ صدر بھٹو نے کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی بھلائی کے لئے آرڈیننس جاری کر دیا۔ مسٹر سیف الرحمان کیانی کو سعودی عرب میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔

10اپریل

پاکستان کا پہلا مستقل آئین منظور کرلیا گیا۔ ایوان کے 125 ارکان نے آئین کے حق میں ووٹ دیئے۔ حزب اختلاف نے آئین کی تیاری کے اجلاس کے آخری روز اجلاس کا بائیکاٹ ختم کر کے کاروائی میں شرکت کی۔ آئین میں حزب اختلاف کی آٹھ ترامیم بھی شامل کر دیں گئیں۔ پاکستان کے نئے آئین میں بنگلہ دیش کو پاکستان کا حصہ قرار دے دیا گیا۔ نائب صدر نور الامین نے کہاکہ نئے آئین کے باعث پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچ گیا۔

11اپریل

مستقل آئین کی تیاری سے قائد اعظم کا مشن مکمل ہو گیا۔ (صدر بھٹو) بنگلہ دیش نے پاکستان کے جنگی قیدیوں کو رہا کرنے پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ حکومت پنجاب نے لائلپور میں میڈیکل کالج قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔ روزنامہ جسارت کے ایڈیٹر صلاح الدین رہا کر دیئے گئے۔

12اپریل

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے آئین کی توثیق کر دی۔ ارکان اسمبلی نے پروقار تقریب میں آئین پر دستخط کئے۔ پاکستان نے امدادی ممالک پر واضح کر دیاکہ پاکستان، مشرقی پاکستان پر اداشدہ قرضے واپس نہیں کرے گا۔ امیر جماعت اسلامی مولانا عبدالعزیز طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ ایران کے وزیر اعظم غلام عباس ہویدا نے کہاکہ مضبوط پاک ایران تعلقات دونوں ممالک کی سلامتی کے لئے ناگزیر ہیں۔

13اپریل

پاکستان میں جشن دستور منایا گیا۔ ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔ اخبارات کے دفاتر بھی بند رہے۔

14اپریل

پولینڈ نے پاکستان کو مشرقی پاکستان کے لئے دیئے گئے قرضے معاف کر دیئے۔ مولانا ظفر اللہ انصاری کو متحدہ جمہوری محاذ سے نکال دیا گیا۔ پاکستان اور البانیہ کے درمیان دو طرفہ تعلقات کے فروغ کے لئے معاہدہ ہوا۔ ملک بھر میں کوئی اخبار شائع نہیں ہوا۔

15اپریل

صدر بھٹو نے پاک بھارت تنازعات کے تصفیہ کے لئے وزیر اعظم بھارت اندرا گاندھی کو پاکستان آنے کی دعوت دے دی۔ سرحد میں اسلم خٹک کو مخلوط پارلیمانی پارٹی کا متفقہ لیڈر چن لیا گیا۔ چین نے لاڑکانہ میں چینی کے کارخانے کے قیام کے لئے امداد فراہم کرنے کا اعلان کر دیا۔ صدر بھٹو نے کہاکہ عید میلاد النبیؐ تجدید عہد کا دن ہے۔

16اپریل

ملک بھر میں عید میلا النبیؐ کا تہوار منایا گیا۔ ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔

17اپریل

روزنامہ ڈان کے ایڈیٹر الطاف گوہر کو رہا کر دیا گیا۔ بھارت نے جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے نیا فارمولا پیش کر دیا۔ صدر بھٹو نے البانیہ کے دورے کی دعوت قبول کر لی۔ حکومت پاکستان کے گیارہ ہزار بنگالیوں کو بنگلہ دیش جانے کے اجازت نامے جاری کر دیئے۔ واپڈا ہاؤس چیف انجینئر تھرمل پاور کے دفتر میں آگ لگ گئی اہم ریکارڈ جل گیا۔

18اپریل

پاکستان نے دفاعی قوانین میں ترمیم کر دی۔ سمگلروں کو بلا وارنٹ گرفتار کیا جا سکے گا۔ مصالحتی بورڈ نے بنکوں کے تنازعہ کا فیصلہ کر دیا۔

19اپریل

بھارتی جنگی کیمپوں میں علاج کی مناسب سہولتیں نہ ملنے پر 47 جنگی قیدی جاں بحق ہو گئے۔ صدر بھٹو نے جنگی قیدیوں کی رہائی کے بارے میں بھارت کے نئے منصوبے کے سلسلے میں فوجی حکام سے صلاح و مشورے شروع کر دیئے۔ عراق کے وزیر تعلیم پاکستان کے دورے پر اسلام آباد پہنچے۔

20اپریل

امریکہ پاکستان کو تین سو بکتربند گاڑیاں اور ہتھیاروں کے فاضل پرزے فراہم کرے گا' امریکی نائب وزیر خارجہ کا اعلان۔ پاکستان نے بھارتی حکام کو جنگی قیدیوں کی رہائی کے بارے میں بات چیت کے لئے پاکستان آنے کی دعوت دے دی۔ راولپنڈی میں گورنروں کی کانفرنس میں چاروں صوبوں میں غذائی صورت حال پر غور کیا گیا۔ قرآن مجید کو غلطیوں سے پاک کرنے کے لئے بھی کئی اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

21اپریل

صدر بھٹو نے کہا کہ ملک کی یکجہتی اور آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے تمام اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ امریکی نائب وزیر خارجہ نے دہلی میں کہا کہ امریکہ پاکستان کو اسلحے کی سپلائی بند نہیں کرے گا۔ سرکاری ترجمان نے بتایا کہ بھارت کے فوجی کیمپوں میں مرنے والے پاکستانیوں کی تعداد 165 ہو گئی ہے۔ بیرون ملک جائیداد رکھنے والے پاکستانیوں کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا۔

پیر علی محمد راشدی سیکرٹری اطلاعات مقرر کر دیئے گئے۔

22اپریل

حکومت نے ملک کے مختلف حصوں میں مزدوروں کی بستیاں تعمیر کرنے کے لئے چار کروڑ روپے مختص کر دیئے۔ بنگلہ دیش نے نور الامین' راجہ تری دیو رائے اور محمود علی کی شہریت منسوخ کر دی۔ مرزا ابوالحسن اصفہانی کو افغانستان میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔

23اپریل

لاہور ہائیکورٹ نے جنرل جیلانی کی درخواست ضمانت منظور کر لی۔ پنجاب میں سرکاری اراضی کی نیلامی روک دی گئی۔ گورنر پنجاب نے سیاسی رہنماؤں کے خلاف مقدمات واپس لینے کا اعلان کر دیا۔ میاں طفیل محمد' چوہدری ظہور الٰہی' نوابزدہ نصر اللہ اور خواجہ صفدر کے خلاف مزید کاروائی روک دی گئی۔

عراق نے پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے حمایت کا اعلان کر دیا۔

24اپریل

بھارت نے پاکستانی جنگی قیدیوں پر مقدمات چلانے کے اپنے موقف کو تبدیل کرنے سے انکار کر دیا۔ زرعی یونیورسٹی بل کی بارہ دفعات پنجاب اسمبلی نے منظور کر لیں۔ افغانستان کے دو جنگی طیارے پاکستان میں گر کر تباہ ہو گئے ایک پائلٹ ہلاک ہو گیا۔ جنرل جیلانی کی ضمانت کے فیصلہ پر عملدر آمد روک لیا گیا۔

25اپریل

ریٹائرڈ ایڈمرل یو اے سعید کے خلاف تمام مقدمات واپس لے لئے گئے۔ بھارت نے جنگی قیدیوں کے بارے میں مذاکرات کی پاکستانی تجویز مسترد کر دی۔ پاک عراق سفارتی تعلقات جلد بحال ہو جائیں گے' مشترکہ اعلامیہ میں اعلان۔ روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ کے آٹھ ہزار نان گزیٹڈ افسران کو قومی سکیل دے دیا گیا۔

جامعہ احمدیہ ربوہ کے پرنسپل سید میر داؤد احمد انتقال کر گئے۔

26اپریل

حکومت پاکستان نے اقلیتوں کی عبادت گاہوں کی مرمت کے لئے چار لاکھ روپے دینے کا اعلان کیا۔ صدر بھٹو نے راولپنڈی میں اقلیتی فرقوں کی کانفرنس کا افتتاح کیا۔ جمعیت علمائے اسلام کے رکن مولوی یعقوب کا انتخاب کالعدم قرار دیا گیا۔

27اپریل

بلوچستان میں نمائندہ حکومت قائم ہو گئی۔ جام غلام قادر نے وزیر اعلیٰ کے عہدے کا حلف اٹھایا گورنر بگٹی نے کابینہ کے دو وزراء سے بھی حلف لیا۔ ملک بھر میں منشیات پر قابو پانے کے لئے اعلیٰ سطحی پروگرام تیار کر لیا گیا۔ سوات کے قریب مسافر بس گہرے کھڈ میں جا گری۔ متعدد افراد ہلاک و زخمی ہوئے۔

28اپریل

گورنر سرحد اسلم خٹک نے مسٹر عنایت اللہ گنڈا پور کو حکومت بنانے کی دعوت دے دی۔ وزیر قانون حفیظ پیرزادہ پر سندھ یونیورسٹی میں جئے سندھ کے طلباء نے حملہ کر دیا۔ حکومت پنجاب نے میو ہسپتال میں ایئرکنڈیشنر نصب کرنے کی منظوری دے دی۔ حکم قریشی لاہور ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہو گئے۔ پاکستان کسٹمز نے 23 ویں قومی ہاکی چیمپئن شپ لاہور سے جیت لی۔

29 اپریل

صوبہ سرحد کی تیرہ رکنی کابینہ نے وزیر اعلیٰ عنایت اللہ گنڈا پور کی قیادت میں حلف اٹھایا۔ حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ آئین کے نافذ ہوتے ہی ملک سے ہنگامی حالت ختم کر دی جائے گی۔ صدر بھٹو پر رقیق حملے کرنے پر لاہور میں مظاہرین نے تحریک استقلال کے سربراہ اصغر خان کے خلاف جلوس نکالے۔ آزاد کشمیر میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔

30 اپریل

صدر بھٹو نے اسلام آباد میں سائنس دانوں، ماہرین، انجینئروں اور فن تعمیر کے ماہرین کی سالانہ کانفرنس سے خطاب کیا۔ پاکستان ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر عبدالسلام نے بھی کانفرنس سے خطاب کیا۔

مئی 1973ء

یکم مئی

ملک بھر میں یوم مئی کا تہوار منایا گیا۔ ملک بھر کے سرکاری دفاتر میں عام تعطیل رہی۔

2 مئی

آزاد کشمیر کے صدر عبدالقیوم خان نے کہا کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرارداد ایک سفارش کی حیثیت رکھتی ہے۔ پاک فضائیہ اور پاک فوج کے بارہ افسروں کو غداری کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ قلندر بخش سومرو کی گرفتاری کو سندھ بلوچستان ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ گورنر پنجاب نے ایس ایم اقبال کو اجرتی بورڈ کی رکنیت سے علیحدہ کر دیا۔

3 مئی

امریکی صدر نکسن نے کہا کہ امریکہ پاکستان کو مضبوط دیکھنا چاہتا ہے۔ لاہور میں سیاسی کارکن جاوید نذیر کے قتل کی شدید مذمت کی گئی۔ بھارت اور امریکہ کے تعلقات کو معمول پر لانے کے لئے پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

4 مئی

لاہور میں اصغر خان کی کار پر پیپلز پارٹی کے کارکنوں نے فائرنگ کر دی۔ بنگلہ دیش کے وزیر اعظم شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ بالآخر پاکستان کو غیر بنگالی واپس لینے پڑیں گے۔ اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے سابق گورنر ایس یو درانی کے خلاف دائر تمام مقدمات واپس لے لئے گئے۔ سرکاری طور پر تھرپارکر میں خوراک کی شدید قلت کی تردید کر دی گئی۔

5 مئی

آل پاکستان میمن جماعت کے صدر ابراہیم قاسم قتل کر دیئے گئے۔ مرکزی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے کہا کہ قیمتیں بڑھانے والوں کے خلاف سخت کاروائی کی جائے گی۔

6 مئی

جی ایم سید کو ڈی پی آر کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ چوہدری ظہور الٰہی کے خلاف پشاور میں مقدمہ درج کر لیا گیا۔ متحدہ جمہوری محاذ نے شہنشاہ ایران کے بیان پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیا۔

7 مئی

بلوچستان کے گورنر محمد اکبر خان بگٹی نے بلوچستان میں گوشت کا ناغہ ختم کرنے کا حکم دے دیا۔ میاں بشیر احمد سابق انسپکٹر جنرل پولیس کا اعزاز بحال کر دیا گیا۔ میجر جنرل فیض مقیم نے سانحہ مشرقی پاکستان کے سلسلہ میں جو کتاب تحریر کی ہے اس میں انہوں نے یحییٰ خان اور جنرل نیازی کو ذمہ دار ٹھہرایا۔ ملکہ بلستانی کو ینگ رائٹرز گلڈ سے نکال دیا گیا۔

8 مئی

متحدہ جمہوری محاذ کے رہنما پیر پگاڑا نے آئین کے فوری نفاذ، ہنگامی حالت کے خاتمے اور بنیادی حقوق کی بحالی کا مطالبہ کر دیا۔ حکومت پاکستان نے شمالی علاقہ جات اور آزاد کشمیر کو سیاحوں کے لئے کھول دیا۔ حکومت پاکستان نے اعلان کیا کہ پاکستان کی فوجی حکمت عملی کے لئے ایران ناگزیر ہے۔

9 مئی

متحدہ جمہوری محاذ کے رہنماؤں نے حیدر آباد میں جلسہ عام سے کہا کہ آمریت کا قلعہ مسمار ہونے والا ہے۔ ہم کشتیاں جلا کر میدان میں آئے ہیں۔ لاہور میں چار دن کے اندر گوشت کی قیمتوں میں کمی کا حکم۔

10 مئی

متحدہ جمہوری محاذ کے نو رہنماؤں چوہدری ظہور الٰہی، ذوالفقار علی جاموٹ، خلیفہ ہاشم فقیر، پیر محمد وسان اور غوث علی شاہ کو گرفتار کر لیا گیا۔

صدر بھٹو ایران کے دورے پر تہران پہنچے۔ شہنشاہ ایران نے صدر بھٹو ایران کا سب سے بڑا اعزاز نشان پہلوی عطا کیا۔ شیخ ریاض الخطیب پاکستان میں سعودی عرب کے سفیر مقرر کر دیئے گئے۔

11 مئی

حزب اختلاف کے پانچ رہنماؤں چوہدری ظہور الٰہی' ذوالفقار علی جاموٹ' پیر محمد وسان' خلیفہ امین اور خلیفہ عاقل کی نظر بندی کو ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ بین الاقوامی عدالت انصاف میں پاکستانی جنگی قیدیوں کی رہائی کی درخواست پیش کر دی گئی۔

12 مئی

شہنشاہ ایران نے کہا کہ ایران پاکستان کو ختم کرنے کی کوششیں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔

13 مئی

حکومت مسقط نے 167 پاکستانی باشندوں کو ملک سے نکال دیا۔ ایران اور پاکستان میں اقتصادی اور سیاسی شعبوں میں تعاون کرنے پر اتفاق ہو گیا۔

14 مئی

ایران اور پاکستان اپنی علاقائی سالمیت کا مشترکہ دفاع کریں گے۔ صدر پاکستان کے دورہ ایران کے خاتمہ پر مشترکہ اعلامیہ اورنگ زیب خان' پختون زلمے اور نیشنل عوامی پارٹی سے علیحدہ ہو گئے۔ چوہدری ظہور الٰہی ضمانت پر رہا کر دیئے گئے۔

16 مئی

متحدہ جمہوری محاذ ملک کی صورتحال پر خاموش تماشائی نہیں بنے گا۔ محاذ کے رہنماؤں کا بیان۔ بنگلہ دیش نے ایسے تمام افراد کو مشروط طور پر معاف کرنے کا اعلان کر دیا جنہوں پر پاکستان سے ساز باز کرنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ پاک بحریہ کا جہاز ذوالفقار کینیا کا دورہ مکمل کر کے واپس پہنچ گیا۔ جیکب آباد میں آتش زدگی سے تیس دوکانیں جل گئیں۔

17 مئی

نیپ نے 26 مئی کو مہنگائی کے خلاف یوم احتجاج منانے کا اعلان کر دیا۔ بھارتی طیارے گنگا کے اغواء کے ملزمان کو 19 سال قید سخت کی سزا سنائی گئی۔ عوامی جمہوریہ چین اور کوریا کا طائفہ اپنا دورہ مکمل کر کے واپس وطن روانہ ہو گیا۔

18 مئی

عبدالولی خان سرحد اسمبلی کی رکنیت سے مستعفیٰ ہو گئے۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ سرحد حکومت سے علیحدگی کے بعد نیپ کی تخریبی سرگرمیوں میں تیزی آ گئی ہے۔ مری چھاپہ ماروں نے اچانک حملہ کر کے دیر اسکاؤٹس کے آٹھ جوان ہلاک کر دیئے۔ کوئٹہ میں اصغر خان پر گولی چلا دی گئی۔ چوہدری خلیق الزمان انتقال کر گئے۔

19 مئی

گورنر بلوچستان کے خصوصی معاون برائے پریس نے کہا کہ دیر اسکاؤٹس کے قتل میں ملوث مری چھاپہ ماروں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔ میرپور خاص میں بس اور کار میں خوفناک تصادم سے چھ افراد جاں بحق ہو گئے۔

20 مئی

متحدہ جمہوری محاذ کے نائب صدر مولانا مفتی محمود نے کہا کہ محاذ رضاکار کور قائم کرے گا۔ مرکزی وزیر تعلیم حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ قومیتوں کا نعرہ لگانے والوں کے خلاف جلد سخت کاروائی کی جائے گی۔ پاکستانی کھلاڑی قمر الزمان نے آسٹریلیا کا ایمچیور ٹائٹل جیت لیا۔

21 مئی

عبدالولی خان نے سرحد اسمبلی کی رکنیت سے اپنا استعفیٰ واپس لے لیا۔ مسلم عقائد کے منافی مواد چھاپنے پر طلباء کا برطانوی لائبریری پر مظاہرہ۔ بنگلہ دیش ریڈیو سے پاکستان کے متعلق گیت نشر کئے گئے۔ روزنامہ ڈان کے ایڈیٹر انچیف گوہر ایوب نے صحت جرم سے انکار کر دیا۔ پشاور میں طوفانی بارش سے 25 سے زائد افراد ہلاک ہو گئے۔ لاڑکانہ میں جپسم کے ذخائر دریافت ہوئے۔

22 مئی

بلوچستان حکومت نے صوبے میں امن و امان کے لئے تمام ضروری اقدامات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بلوچستان کے سماجی رہنما انور درانی تحریک استقلال میں شامل ہو گئے۔ صدر نے صوبائی بار کونسلوں کے انتخابات کے لئے ترمیمی آرڈیننس جاری کر دیا۔ افغان صدر ظاہر شاہ نے کہا کہ برصغیر میں امن کے لئے پاکستانی جنگی قیدیوں کی واپسی ضروری ہے۔

23 مئی

مرکزی حکومت نے ان خبروں کی تردید کی کہ بلوچستان میں جنگی طیاروں

سے فائرنگ کی گئی ہے۔ اصغر خان نے کراچی میں کہا کہ بلوچستان کے مسئلہ کا سیاسی حل ضروری ہے پاکستان اور سنگاپور کے درمیان فضائی معاہدے پر دستخط ہوئے۔ پاکستان نے امریکہ سے 25 ہزار ٹن سویابین خریدنے کا اعلان کیا۔

24 مئی

صدر بھٹو نے کہا کہ بلوچستان میں نیپ کی اکثریت ہے۔ ولی خان نے کہا کہ بلوچستان کی آگ سے ملکی سلامتی خطرے میں پڑھ سکتی ہے۔ متحدہ جمہوری محاذ کے صدر پیر پگاڑا نے کہا کہ محاذ بلوچستان کے مسئلہ پر خاموش نہیں رہے گا۔

25 مئی

قومی اسمبلی میں بلوچستان کی صورتحال پر بحث کرتے ہوئے حزب اختلاف اور پیپلزپارٹی کے باغی ارکان نے کہا کہ بلوچستان کے مسئلے کے سیاسی حل کی بحالی فوجی کاروائی سے حل کرنے کی کوشش کی تو مشرقی پاکستان جیسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

آزاد کشمیر کی قانون ساز اسمبلی کے گیارہ ممبران نے کہا کہ انہوں نے صدر عبدالقیوم خان کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کی ہے۔ چین کے ساتھ فوجی معاہدہ کیا جائے' ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان کا حکومت سے مطالبہ۔

26 مئی

سردار عبدالقیوم خان کو مسلم کانفرنس کے دوسرے رہنماؤں سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ نیپ کے سربراہ عبدالولی خان نے کہا کہ اگر ہم علیحدگی چاہتے تو 25 برس کا عرصہ کافی تھا۔ بھارت کی سرحدی فوج اور رینجرز میں جھڑپیں شروع ہو گئیں۔

27 مئی

پیپلزپارٹی کے غنڈوں نے تحریک استقلال کے سربراہ اصغر خان پر اس وقت ملتان میں حملہ کیا جب وہ رات کو مقامی رہنما کے گھر پریس کانفرنس کر رہے تھے۔ سوات نمبر1 سے رکن قومی اسمبلی رحیم خان کی نشست بحال کر دی گئی۔

28 مئی

صدر بھٹو نے آزاد کشمیر کے بحران کے حل کے لئے سردار ابراہیم کو طلب کر لیا۔ لاہور میں ائیر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان کے گھر پر فائرنگ۔ لائلپور میں پی آئی اے کے فوکر طیارے کو ایئرپورٹ پر اترنے سے قبل آگ لگ گئی مسافر اور عملے کے ارکان حادثہ میں بال بال بچ گئے طیارہ تباہ ہو گیا طیارہ کراچی سے لاہور جارہا تھا۔

رستم زمان بھولو اور ان کے بھائیوں نے کویت میں ہونے والے کشتی کے مقابلے جیت لئے۔

29 مئی

ولی خان نے کہا کہ ہمیں گولی کا جواب گولی سے دینے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ قومی اسمبلی نے سابق صدر یحیٰی خان پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ لائلپور میں فوکر طیارے کی تباہی کی تحقیقات شروع کر دی گئیں۔

30 مئی

صدر بھٹو اور سردار قیوم کے درمیان مفاہمت ہو گئی۔ آزاد کشمیر سے متعلق تحریک التواء مسترد کئے جانے پر حزب اختلاف قومی اسمبلی کے اجلاس سے واک آؤٹ کر گئی۔ سپرہائی وے پر ٹرک ڈرائیوروں پر پولیس کا لاٹھی چارج۔

31 مئی

حکومت پاکستان نے کہا کہ آزاد کشمیر کی کسی ایسی حکومت کا تحفظ نہیں کیا جا سکتا جسے منتخب نمائندے ہٹانا چاہتے ہوں۔ پیر پگاڑا نے کہا کہ حکومت انہیں اور ان کے خاندان کو قتل کرنے کی سازش کر رہی ہے۔

جون 1973ء

یکم جون

حکومت بلوچستان عوام کو علیحدگی کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ (ولی خان)۔ مسٹر حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ پاکستان بنگلہ دیش سے زبردستی نکالے جانے والے بہاریوں کو قبول نہیں کرے گا۔ نچلے درجے کے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور پنشن میں اضافہ کر دیا گیا۔

2 جون

سندھ کے وزیر بلدیات جام صادق نے کہا کہ پیر پگاڑا کو ہم نے نہیں بلکہ پیر پگاڑا نے مجھے قتل کرانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ مگر ہم سیاسی سطح پر ان کا مقابلہ کریں گے۔ مری قبائل کے سرداروں' خیر بخش مری اور ان کے بھائیوں نے خود کو گورنر بلوچستان محمد اکبر بگٹی کے حوالے کر دیا۔

3 جون

میاں زاہد سرفراز کو تحفظ امن عامہ کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ متحدہ جمہوری محاذ نے الزام لگایا کہ حکومت ناصر باغ میں انہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ مسلم لیگ کے رہنما نے کہا کہ ہم جمہوریت کی بحالی کے لئے میدان میں اترے ہیں۔

4جون

بھارت نے جنگی قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں عالمی عدالت کا بائیکاٹ کر دیا۔ حکومت نے بلوچستان میں عام معافی کا اعلان کر دیا۔ ہائی کورٹ نے بلوچ رہنما شیروف کو ضمانت پر رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ ولی خان نے حکومت کے مذاکرات کے لئے شرائط پیش کر دیں۔ عزیز احمد نے کہا کہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے بعد ہی شملہ معاہدہ کی دوسری دفعات پر عملدر آمد ہو گا۔

5جون

مسلم لیگ رہنما ملک قاسم نے کہا کہ سرکاری ملازمین کو سیاست سے بالاتر رہنا چاہئے۔ پاکستان نے عالمی عدالت سے درخواست کی بھارت سے جنگی جرائم میں ملوث 195 افراد کے نام طلب کرے۔ پاکستان اور روس کے درمیان فنی اور اقتصادی تعاون کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔

6جون

متحدہ جمہوری محاذ کے صدر پیر پگاڑا نے کہا کہ وزیر آباد کے قریب ان کے ڈبے پر دو دستی بم پھینکے گئے۔ جس سے چوہدری ظہور الٰہی اور ان کے ساتھی زخمی ہوئے۔ مسٹر عزیز احمد نے کہا کہ پاکستان آرڈیننس فیکٹریز میں فوجی طیارے اور ٹینک بھی بنائے جائیں گے۔ فیکٹری کا تیار کردہ اسلحہ بین الاقوامی معیار پر پورا اترتا ہے۔

7جون

میاں محمود علی قصوری تحریک استقلال میں شامل ہو گئے۔ مشینری پرزوں کی سرگرمیوں پر پابندی لگانے سے متعلق قرارداد پر وزیر داخلہ کے اس جواب پر کہ فری میسن اور اس سے متعلقہ تنظیموں پر دسمبر سے ہی پابندی لگ چکی ہے۔ قرارداد واپس لے لی گئی۔

8جون

مسلم لیگی رہنما زاہد سرفراز کو رہا کر دیا گیا۔ مرکزی وزیر مواصلات غلام مصطفیٰ جتوئی نے ریلوے کا بجٹ پیش کیا۔ سات لاکھ روپے بچت ظاہر کی گئی۔ بیگم نصرت بھٹو نے خیرپور سٹیڈیم کا سنگ بنیاد رکھا۔

9جون

نئے قومی بجٹ کا اعلان کر دیا گیا۔ نو ہزار روپے سالانہ آمدنی والے کو ٹیکس معاف کر دیا گیا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ پاکستان بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے پر غور نہیں کر رہا۔ حکومت پاکستان نے مشرقی پاکستان میں استعمال کئے گئے قرضوں کی واپسی بند کر دی۔ غیر ملکی امداد پر کم سے کم انحصار کا فیصلہ کیا۔

10جون

بلوچستان کے سابق وزیر تعلیم گل نصیر خان رشوت کے الزام میں گرفتار کر لئے گئے۔ قلات میں پولیس چوکی پر مینگل قبائل کا حملہ ناکام بنا دیا گیا۔

11جون

صدر بھٹو نے کہا کہ سنگین بحران ختم ہو چکا ہے۔ بنگلہ دیش کے رہنما مولانا بھاشانی نے پاکستان کے دورہ کی دعوت مسترد کر دی۔ سیٹو کی وزارتی کونسل نے اعلان کیا کہ روس، ترکی اور بلوچستان میں تخریبی کارروائیوں کے لئے اسلحہ تقسیم کر رہا ہے۔ پاک بھارت تنازعات کے حل سے ہی پائیدار امن قائم ہو سکتا ہے۔ بھارتی وزیر دفاع نے کہا کہ پاکستانی سرحدیں ہمارے لئے کھلی ہیں ہم جہاں چاہیں کارروائی کر سکتے ہیں۔

12جون

عالمی بنک نے پاکستان کو صنعتی ترقی کے لئے ساڑھے چار کروڑ ڈالر دینے کی منظوری دی۔ سندھ کا ڈھائی کروڑ روپے خسارے کا بجٹ سندھ اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ مرکزی وزیر حفیظ پیرزادہ نے قومی اسمبلی میں بتایا کہ جنگی قیدیوں کے بیوی بچوں کا ایک قافلہ جلد پاکستان پہنچے گا۔

13جون

صدر بھٹو نے کہا کہ حزب اختلاف جنگی قیدیوں کی رہائی میں رکاوٹیں ڈال رہی ہیں۔ چین، روس اور امریکہ کے ساتھ ہمارے تعلقات خوشگوار رہیں گے۔ روس ماضی کی طرح پاکستان کے دشمنوں کی مدد نہیں کرے گا۔ سرحد حکومت نے نیپ کو متنبہ کیا کہ وہ اپنی تخریبی سرگرمیاں بند کر دے ورنہ نیپ پر پابندی لگا دی جائے گی۔

14جون

پنجاب میں عام جلسوں کی اجازت دے دی گئی۔ البتہ ہتھیار لے کر چلنے پر مسلسل پابندی رہے گی۔ صدر بھٹو بلوچستان کے دورے پر کوئٹہ پہنچے۔ گورنر بلوچستان کے خصوصی نائب صوبیدار معیوی نے کہا کہ نیپ کی سول

نافرمانی کی تحریک بیرونی طاقتوں کے اشارے پر چلائی گئی ہے۔

15 جون

صدر بھٹو نے کہا کہ علیحدگی پسندوں کی مدد کے لئے کوئی لشکر باہر سے ملک میں داخل نہیں ہو سکتا۔ حکومت نے سیلاب کی روک تھام کے لئے اقدامات کا حکم دے دیا۔ انجمن قومی اساتذہ نے سرکاری تحویل میں لئے گئے تعلیمی اداروں کو جائیداد اور سامان سے محروم کرنے کے سلسلے میں تحقیقات کا مطالبہ کر دیا۔

16 جون

لاہور میں آڈٹ اور اکاؤنٹس کے ملازمین نے ہنگامی الاؤنس میں اضافہ اور رہائشی کالونی کی تعمیر کے مطالبات منظور کروانے کے لئے ہڑتال شروع کر دی۔

17 جون

ولی خان نے کہا کہ بلوچستان میں جمعیت اور نیپ کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ دہشت پسندوں نے جھالاواں میں مزید پانچ اسکاؤٹس کو قتل کر دیا۔ آڈٹ اور اکاؤنٹس ملازمین نے مطالبات کی منظوری کے لئے صدر اور وزیر خزانہ سے مداخلت کی اپیل کر دی۔ کراچی میں چین اور پاکستان وزراء خارجہ کے درمیان دو طرفہ دلچسپی کے امور پر بات چیت ہوئی۔

18 جون

ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان نے کہا کہ حکومت بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کرے۔ بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے کہا کہ شیخ مجیب پاکستان کے 195 جنگی قیدیوں پر مقدمہ چلانے میں حق بجانب ہیں۔ جنگی قیدیوں کا مسئلہ حل کئے بغیر برصغیر کے حالات معمول پر نہیں آ سکتے۔

19 جون

فرقہ وارانہ منافرت کے الزام میں نیپ اور مزدور کسان پارٹی کے پانچ رہنما گرفتار کر لئے گئے۔ حکومت پنجاب نے زرعی ٹیکس عائد کر دیا۔ دو سو روپے مالیہ دینے والے ٹیکس سے مستثنیٰ ہوں گے آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس ملازمین کی ہڑتال چوتھے دن بھی جاری رہی۔

20 جون

بلوچستان کے علاقے جھالاواں میں دہشت پسندوں کی کارروائیاں روکنے کے لئے فوج بھیج دی گئی۔ چناب اور جہلم میں طغیانی کے باعث 156 دیہات متاثر ہوئے۔ مرکزی وزیر خزانہ مبشر حسن نے کہا کہ پاکستان سیاسی شرائط پر قرضے قبول نہیں کرے گا۔

21 جون

بھارت پاکستان سے تنازعات کے تصفیہ کے لئے بات چیت پر آمادہ ہو گیا۔ پاکستان کے آڈیٹر جنرل نے آڈٹ اور اکاؤنٹس سٹاف کو متنبہ کیا کہ وہ اپنی ڈیوٹیوں پر حاضر ہو جائیں بصورت دیگر انہیں برخاست کر دیا جائے گا۔

22 جون

عبدالولی خان نے اجمل خٹک کی سرگرمیوں سے لاتعلقی ظاہر کر دی۔ انہوں نے کہا کہ اجمل خٹک اگر ملک سے باہر گئے تو وہ نیپ کے جنرل سیکرٹری نہیں رہ سکتے۔ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سٹاف کے ہڑتالی ملازمین کی گرفتاریاں شروع۔ ہڑتالی ملازمین نے مطالبات کی منظوری تک کام پر واپس آنے سے انکار کر دیا۔

23 جون

پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف کے لئے ڈپٹی لیڈر امان اللہ --- پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ صدر بھٹو نے کہا کہ پاکستان اصولوں کی بنیاد پر بھارت سے متنازعہ معاملات پر تصفیہ چاہتا ہے۔ بلوچستان اسمبلی کے سپیکر محمد خان بازوئی نے کہا کہ اجمل خٹک کی سرگرمیوں کا نیپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نیپ پاکستان کی سالمیت اور یکجہتی کی حامی ہے۔ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس کے ملازمین کی ہڑتال جاری رہی۔

24 جون

دریائے سندھ میں طغیانی سے سینکڑوں مربع میل علاقہ زیر آب آ گیا۔ کھڑی فصلیں تباہ ہو گئیں۔ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سٹاف نے ہڑتال ختم کرنے کے لئے شرائط پیش کر دیں۔

25 جون

سندھ میں گوریلوں کا داخلہ روکنے کے لئے سندھ کانسٹیبلری متعین کر دی گئی۔ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس ملازمین کی ہڑتال آٹھویں روز میں داخل ہو گی۔ دو ہڑتالی رہنما گرفتار کر لئے گئے۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ پیپلز پارٹی کو اکثریت کی بنیاد پر تشہیر کا حق حاصل ہے۔ روزنامہ جنگ میں آزاد کشمیر جغرافیائی، تاریخی، معاشی اور تعلیمی پہلو پر وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر شائع کی گئی۔

26 جون

صدر بھٹو نے تنخواہوں میں اضافے کے لئے کمیشن مقرر کر دیا۔ بعض سرکاری محکموں نے آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس ملازمین کی حمایت میں ہڑتال کی دھمکی دے دی۔ بھارتی وزیراعظم نے کہاکہ بھارت بنگلہ دیش کی مرضی کے بغیر جنگی قیدی رہا نہیں کرے گا۔

27جون

گورنر پنجاب نے بنک ملازمین کو ایک ماہ کا بونس دینے کا اعلان کر دیا۔ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس ملازمین کی ہڑتال جاری رہی۔ صدر بھٹو نے پارلیمانی لیڈروں کی کانفرنس طلب کرلی۔ حکومت نے درآمدی پالیسی کا اعلان کر دیا۔ پالیسی کے تحت 137 اشیاء درآمد کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ گیارہ سو پولیس ملازمین نے اپنی برطرفی کو ہائیکوٹ میں چیلنج کردیا۔

28جون

حکومت نے آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس سٹاف کے تمام جائز مطالبات تسلیم کر لئے۔ پاکستان نے مزید ساڑھے چار سو بنگالیوں کو بنگلہ دیش جانے کی اجازت دے دی۔ صدر بھٹو اور نیپ کے سربراہ ولی خان کے درمیان مذاکرات شروع ہو گئے۔ جمعیت علماء اسلام کی تنظیم نو کے سلسلے میں کونشن طلب کر لیا گیا۔

29جون

عالمی ادارہ محنت کی کانفرنس میں پاک بنگلہ دیش مندوبین میں جھڑپ۔ کانفرنس کے صدر نے بنگلہ دیش کے مندوب کو تقریر کرنے سے روک دیا۔ شاہ ایران نے اعلان کیاکہ بھارت نے اب پاکستان پر حملہ کیا تو ایرانی اسلحہ بھارت کے خلاف استعمال ہو گا۔ ایران برصغیر میں امن کا خواہاں ہے۔

30جون

بلوچستان میں دہشت پسندوں نے سرگرمیاں تیز کر دیں۔

جولائی1973ء

یکم جولائی

بلوچستان میں دہشت پسندوں نے بس لوٹ لی۔ اسلامی جمعیت طلباء اور خاکسار تحریک نے دھمکی دی کہ اگر حکومت نے بنگلہ دیش کو تسلیم کیا تو ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ پاکستان میں شناختی کارڈ سکیم کا اجراء ہوا۔ چیئرمین رسول بخش تالپور نے مطالبہ کیاکہ جے اے رحیم کو باغیانہ سرگرمیوں کے پیش نظر سیکرٹری جنرل کے عہدے سے ہٹایا جائے۔

2جولائی

تحریک استقلال کے سربراہ اصغر خان نے کہاکہ ہم برسراقتدار آئے تو گورنمنٹ ہاؤس کی دیواریں گرا دیں گے۔ اسلام آباد میں قومی اسمبلی کے سامنے جنگی قیدیوں کی بیویوں اور بچوں کا مظاہرہ۔ بلوچستان میں دہشت پسندوں نے قلات کی ایک چوکی پر حملہ کر دیا سکاؤٹس سے نصف گھنٹہ تک فائرنگ کا تبادلہ کے بعد دہشت پسند فرار ہو گئے۔ بس لوٹنے والے دہشت پسندوں کے چار ساتھیوں کو گرفتار کرلیا گیا۔

3جولائی

غلام مصطفےٰ جتوئی نے کہاکہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے بغیر بنگلہ دیش تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ تحریک استقلال کے رہنماؤں نے کہاکہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا آئین کے منافی ہے۔ ملک کے وسیع تر مفاد کی خاطر بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا جائے۔

4جولائی

صدر بھٹو نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے قانونی پہلوؤں کے بارے میں سپریم کورٹ

کی تمام نشستیں جیت لیں۔ حزب اختلاف کے واحد امیدوار فضل الٰہی پراچہ بھی پی پی پی میں شامل ہو گئے۔ بھارت نے تجویز پیش کی کہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے لئے مذاکرات 16جولائی کو دہلی میں ہوں گے۔

5جولائی

صدر بھٹو نے کہاکہ برصغیر میں پائیدار امن کے لئے پاکستان کو امریکی اسلحے کی فراہمی رکھنی چاہئے۔ اسلحے کی فراہمی بند ہونے کی صورت میں علاقے میں جنگ چھڑ سکتی ہے۔ مرکزی وزیر قانون نے کہاکہ قومی اسمبلی سپریم کورٹ کی بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے بارے میں رائے کی پابند نہیں ہے۔ دریائے سندھ میں طغیانی سے سینکڑوں دیہات زیر آب آ گئے۔ کئی مقامات پر ریلوے لائن پانی میں ڈوب گئی۔

6جولائی

پاکستان نے جنگی قیدیوں کی واپسی کے لئے 28 جولائی کی تاریخ تجویز کی۔ بلوچستان میں مسلح قبیلے کے دہشت پسندوں کی فائرنگ سے سات افراد ہلاک آٹھ زخمی ہو گئے۔ چوہدری ظہور الٰہی نے کہاکہ ان کو قتل کرنے کے لئے

سعید پگانوالہ کی سزائے موت معاف کر دی گئی ہے۔ پنجاب میں زبردست بارشیں 13 افراد ہلاک سینکڑوں مکانات متاثر ہوئے۔

7جولائی

صدر بھٹو کے ریفرنس پر سپریم کورٹ نے کہا کہ قومی اسمبلی بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی قرارداد منظور کر سکتی ہے۔ بنگلہ دیش کے وزیر خارجہ ڈاکٹر کمال حسین نے کہا کہ بنگلہ دیش 195 جنگی قیدیوں پر ضرور مقدمہ چلائے گا۔ نیپال میں رکے ہوئے پاکستانی کراچی پہنچ گئے۔ حیدر آباد، کراچی اور سندھ کے دوسرے حصوں میں شدید بارشوں کے باعث مواصلات کا نظام تباہ ہو گیا۔ بغاوت کی سازش کرنے والے ریٹائرڈ بریگیڈیئر ایف بی علیم اور کرنل علیم آفریدی سمیت تمام ملزموں کے خلاف تفتیش مکمل ہو گئی۔

8جولائی

جماعت اسلامی کے امیر طفیل محمد نے کہا کہ صدر بھٹو اگر چاہیں تو خود بنگلہ دیش کو تسلیم کر سکتے ہیں اس کے لئے قومی اسمبلی سے قرارداد منظور کرانے کی کیا ضرورت ہے۔ کراچی میں شدید بارش سے 35 افراد جاں بحق ہو گئے۔

9جولائی

حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کرنے والے فوجی افسروں کے خلاف مقدمہ کی سماعت شروع ہو گئی۔ صدر بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش سے تنازعات کے باعزت تصفیہ کے بغیر اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مینگل قبیلے کے 26 ارکان نے حکومت سے وفاداری کا اعلان کر دیا۔

10جولائی

قومی اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی جس میں صدر کو اختیار دیا گیا وہ ملکی مفاد میں جب چاہیں بنگلہ دیش کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان نے طاہرہ مسعود کے خاوند، اخبارات اور خبر رساں ایجنسی پر دس لاکھ روپے کے ہرجانے کا دعویٰ کر دیا۔

11جولائی

بھارت میں محبوس قیدیوں نے پاکستان پر زور دیا کہ ان کی رہائی کی خاطر ملکی وقار کو داؤ پر نہ لگایا جائے۔ وزیر داخلہ قیوم خان نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی قرارداد کے خلاف ہر تحریک کو سختی سے کچل دیا جائے گا۔ 438 زخمی اور بیمار جنگی قیدی پاکستان پہنچ گئے۔

12جولائی

صدر بھٹو یورپی ممالک کے دورے پر روانہ ہوئے۔ جماعت اسلامی کے امیر میاں طفیل محمد نے کہا کہ بھٹو آئینی طور پر بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے مجاز نہیں۔ دفعہ 144 کی خلاف ورزی پر تحریک استقلال کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔

13جولائی

مسلم لیگی رہنما زاہد سرفراز نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرانے کے لئے بین الاقوامی دباؤ شدید ہے۔ بنگلہ دیش کی پارلیمنٹ نے 195 جنگی قیدیوں پر مقدمات چلانے کی منظوری دے دی۔ شیخوپورہ سے 19 میل کی دوری پر بس کو حادثہ 6 مسافر جاں بحق متعدد زخمی ہو گئے۔

14جولائی

مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے میں دیر کی گئی تو اس پر ہندوؤں کا تسلط قائم ہو جائے گا۔ سردار شوکت حیات نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کر لینا پاکستان کے وسیع تر مفاد میں ہے۔ شدید بارشوں کے سبب سندھ میں پانچ سو دیہات زیر آب آ گئے۔

15جولائی

صدر بھٹو 11 ستمبر سے امریکہ کا دورہ کریں گے۔ پاکستان کی درخواست پر عالمی عدالت نے جنگی قیدیوں کی رہائی کی درخواست پر غور ترک کر دیا۔ گورنر بلوچستان محمد اکبر بگٹی نے کہا کہ قانون شکنی کرنے والوں سے کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔

17جولائی

صدر بھٹو نے گورنر پنجاب غلام مصطفےٰ کھر کو لندن طلب کر لیا۔ افغانستان کے صدر سردار داؤد نے اپنی پہلی نشری تقریر میں کہا کہ پاکستان کے علاوہ ہمارا کسی ملک سے تنازعہ نہیں۔ ممتاز عالم دین آغائے مہدی پویا کراچی میں انتقال کر گئے۔

18جولائی

غلام مصطفےٰ کھر نے کہا کہ حزب اختلاف ملک میں انتشار پھیلانے سے گریز کرے۔ غیر معیاری ادویات تیار کرنے والی دو فرموں کے لائسنس منسوخ کر دیئے گئے۔

19جولائی

پاکستان کی پارلیمنٹ کے سابق سپیکر فضل قادر چوہدری ڈھاکہ میں

انتقال کر گئے۔ عالمی ہاکی ٹورنامنٹ کے لئے پاکستان کی قومی ہاکی ٹیم کا اعلان کر دیا گیا۔ خالد محمود ٹیم کے کپتان ہوں گے۔ ایرانی اخبار کیہان انٹرنیشنل نے اپنے تبصرے میں لکھا کہ افغانستان نے پختونستان کا ڈرامہ روس کے اشارے پر شروع کیا ہے۔

20جولائی

سردار عطا اللہ مینگل نے اعلان بغاوت کرتے ہوئے کہا کہ آج سے پورا بلوچستان باغی ہے۔ پاکستان میں افغانستان کے سفیر نے کہا کہ پاکستان افغانستان کی نئی حکومت کو تسلیم کرے۔

21جولائی

شدید بارشوں کے سبب تحصیل وزیر آباد اور سیالکوٹ کے متعدد دیہات زیر آب آ گئے۔ سیلاب کا پانی وزیر آباد شہر میں داخل ہو گیا۔ ملتان کے قریب دو بسوں کے تصادم میں 20 افراد ہلاک اور 50 زخمی ہوئے۔

22جولائی

پاکستان نے افغانستان کے سردار داؤد کی حکومت کو تسلیم کرنے اور برادرانہ تعلقات کو مستحکم کرنے کا اعلان کیا۔ دریائے سندھ میں طغیانی' دریائے سندھ نے اپنی گذر گاہ تبدیل کر لی۔ متعدد دیہات زیر آب آ گئے۔

23جولائی

پاک بھارت مذاکرات کے لئے 24 رکنی بھارتی وفد اسلام آباد پہنچا۔ دولت کی مساوی تقسیم کے لئے اسلامی سوشلزم کا نفاذ ضرور ہے۔ (حنیف رامے)

24جولائی

صدر بھٹو نے برطانوی وزیر اعظم سے ملاقات کی اور برصغیر کی صورت حال کے بارے میں انہیں آگاہ کیا۔ اسلام آباد میں پاک بھارت مذاکرات میں بھارت بنگلہ دیش مشترکہ اعلامیہ پر غور ہوا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ افغانستان کے ساتھ پاکستان کے عوام دوستی کے روزوان رشتے میں منسلک ہیں۔

25جولائی

سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ فرانس کے صدر سے صدر بھٹو کے مذاکرات نتیجہ خیز ثابت ہوئے ہیں۔ فرانس پاکستان کو میراج طیاروں کے علاوہ تین آبدوزیں بھی دے گا۔ لندن میں صدر بھٹو اور شاہ ایران میں مصالحتی فارمولے پر بات چیت میں اس بات پر زور دیا گیا کہ بھٹو مجیب ملاقات تک قیدیوں پر مقدمے نہ چلائے جائیں۔

26جولائی

پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے لئے چند شرائط پیش کر دیں۔ نیپ کے سابق جنرل سیکرٹری محمود الحق عثمانی اپنے ساتھیوں سمیت تحریک استقلال میں شامل ہو گئے۔ دریائے ستلج میں کشتی الٹنے سے 21 مسافر جاں بحق ہو گئے۔

27جولائی

مولانا مفتی محمود نے حمود الرحمان کمیشن رپورٹ شائع کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ جماعت اسلامی کے امیر میاں طفیل محمد نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے سے پاکستان کا کشمیر کے بارے میں موقف کمزور پڑ جائے گا۔ دریائے سندھ میں طغیانی سے ڈیرہ غازی خاں کے کئی دیہات زیر آب آ گئے۔ 25 افراد ہلاک ہو گئے۔

28جولائی

اسلام آباد میں پاک بھارت مذاکرات اہم مرحلہ میں داخل ہو گئے۔ بلوچستان اور سرحد نے واپڈا کو تقسیم کرنے کا منصوبہ مسترد کر دیا۔ زرعی اصلاحات کے تحت 25 ہزار ایکڑ اراضی بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کی گئی۔

29جولائی

مری کے علاقے میں دہشت پسندوں کی فائرنگ سے آٹھ فوجی ہلاک ہو گئے۔ شہنشاہ ایران نے کہا کہ پاکستان میں علیحدگی کی تحریک کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ پاک بھارت مذاکرات جاری رہے۔

30جولائی

مجلس احرار اسلام نے متحدہ جمہوری محاذ سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ ملک قاسم نے پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ مسلم لیگ کی ہائی کمان نے سردار شوکت حیات اور ممتاز دولتانہ کو پانچ سال کے لئے مسلم لیگ سے نکال دیا۔ بھارتی وفد کے سربراہ پی این ہسکر نے صدر بھٹو سے پاک بھارت تنازعات پر بات چیت کی۔

31جولائی

پاک بھارت مذاکرات اسلام آباد میں ختم ہو گئے۔ بھارتی وفد کے سربراہ پی این ہسکر نے کہا کہ بنیادی مسائل حل کئے بغیر وزیر اعظم

بھارت کا دورہ پاکستان بے سود ہو گا۔ سردار عطاء اللہ مینگل کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا۔

اگست 1973ء

یکم اگست

سردار عطاء اللہ مینگل نے کہا کہ بلوچستان کی عوام پاکستان کے لئے اپنا خون تک بہا دیں گے۔ وفاقی حکومت نے اعلان کیا کہ بارش اور سیلاب سے متاثرین کے لئے بھرپور امداد کا انتظام کیا جائے۔ چھانگا مانگا کو نیشنل پارک قرار دے دیا گیا۔ کراچی میں سو سالہ عمارت گرنے سے پانچ افراد جاں بحق ہو گئے۔

2 اگست

صدر بھٹو نے کہا کہ اگر پاکستانی قیدیوں پر مقدمے چلائے گئے تو پاکستان بھی بنگالیوں پر مقدمات چلائے گا۔ جنرل کورٹ مارشل کے سامنے فضائیہ کے چودہ افسروں نے جرم صحت سے انکار کر دیا۔ نائب صدر نور الامین نے نئے مستقل آئین کے تحت قومی اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

4 اگست

چین نے کہا کہ جب تک پاکستانی جنگی قیدی رہا نہیں کئے جاتے۔ بنگلہ دیش کو اقوام متحدہ کا رکن نہ بنایا جائے۔ بیلا کے قریب مینگل قبائل اور فوج میں تصادم سے ایک فوجی ہلاک ہو گیا۔ دریائے راوی میں جسٹر کے مقام پر درمیانے درجے کا سیلاب رہا۔

5 اگست

نیپ کے رہنما اجمل خٹک نے بیرون ملک مقیم نیپ کے تمام رہنماؤں کا کنونشن طلب کر لیا۔ حکومت پاکستان نے 203 بنگالی افسروں پر مقدمات چلانے کے لئے عالمی ٹربیونل کے قیام کا مطالبہ کر دیا۔

6 اگست

حبیب اللہ خان سینٹ کے چیئرمین اور مرزا محمد طاہر خان ڈپٹی چیئرمین منتخب ہو گئے۔ صدر بھٹو نے کہا کہ اگر اپوزیشن نے تشدد کا راستہ اختیار کیا تو حکومت کے پاس مزاحمت کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا۔ الہ آباد کے جنگی کیمپ میں بھارتی فائرنگ سے دو پاکستانی جنگی قیدی ہلاک ہو گئے۔

7 اگست

چوہدری فضل الٰہی نے قومی اسمبلی کے سپیکر کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ قلات کے قریب مسلح جھڑپ میں ایک فوجی اور ایک قبائلی ہلاک ہوئے۔ دریائے راوی اور چناب میں سیلاب کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

8 اگست

صاحبزادہ فاروق علی خان کو بلامقابلہ قومی اسمبلی کا سپیکر منتخب کر لیا گیا۔ بلوچستان میں شرپسندوں کی فائرنگ سے دو سکاؤٹ جاں بحق ہو گئے۔ لاہور میں کارپوریشن کی ہڑتال کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔

9 اگست

حکومت نے اعلان کیا کہ نیپال میں رکے ہوئے چھ ہزار پاکستانیوں کی واپسی کے انتظام کئے جا رہے ہیں۔ حکومت پاکستان نے گوشت سبزیوں اور مرغیوں کی درآمد پر پابندی لگا دی۔ سیالکوٹ میں سیلاب کے متاثرین کی امداد کے لئے فوج طلب کر لی گئی۔

10 اگست

چوہدری فضل الٰہی بھاری اکثریت سے پاکستان کے صدر منتخب ہو گئے۔ سرکاری ملازمین اور صنعتی کارکنوں کی تنخواہوں میں 35 روپے کا اضافہ کر دیا گیا۔

11 اگست

مسز اشرف عباسی قومی اسمبلی کی ڈپٹی سپیکر منتخب ہو گئیں۔ گزیٹڈ افسروں کی تنخواہوں میں اضافہ کا اعلان کر دیا گیا۔ امدادی پارٹیوں نے سیلاب زدہ علاقوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو نکالنا شروع کر دیا۔

12 اگست

ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کے وزیراعظم منتخب ہو گئے۔ وفاقی حکومت نے 148 جبری ریٹائرڈ ملازمین کو بحال کرنے اعلان کیا۔ سیلاب سے سیالکوٹ شہر کو خطرہ لاحق ہو گیا۔

13 اگست

صدر فضل الٰہی نے کہا کہ میں عہد کرتا ہوں کہ آئین کی حفاظت کروں گا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کے مسئلہ پر جوش کی بجائے ہوش سے کام لینا پڑے گا۔ عوام میری آخری ڈھال ہے۔ مغربی جرمنی سے درآمد کی گئی ادویات کے استعمال سے گنگا رام ہسپتال لاہور کے دو مریض ہلاک ہو

گئے۔ سیلاب کے باعث جشن آئین کی تمام تقریبات منسوخ کر دیں گئیں۔

14 اگست

ملک بھر میں یوم آزادی منایا گیا۔ پاکستان میں مستقل آئین نافذ کر دیا گیا۔ چوہدری فضل الٰہی اور ذوالفقار علی بھٹو نے صدر اور وزیر اعظم کے عہدوں کا حلف اٹھایا۔

16 اگست

صوبہ سندھ بھی سیلاب کی زد میں آ گیا۔ چاروں صوبائی گورنروں اور وزراء اعلیٰ نے اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ بزنجو' مینگل اور خیر بخش مری کو گرفتار کر لیا گیا۔

17 اگست

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ فی الحال ہنگامی حالت ختم نہیں کی جائے گی۔ وزیر اعظم بھٹو نے چین اور بھارت کے درمیان مصالحت کرانے کی پیش کش کر دی۔ تریمو ہیڈ ورکس پر کشتی الٹنے سے اٹھارہ افراد ہلاک ہو گئے۔

18 اگست

وزیر اعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کی جانے والی رقم اب سیلاب زدہ علاقوں میں خرچ کی جائے گی۔ دہلی میں انسانی بنیادوں پر مسائل کے حل کے لئے پاک بھارت مذاکرات شروع ہو گئے۔ سبی کے قریب اسکاؤٹس اور دہشت پسندوں میں فائرنگ سے چھ شرپسند اور ایک جونیئر آفیسر ہلاک ہو گیا۔ برطانوی حکومت نے پاکستان کے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے 40 لاکھ ڈالر کی امداد کا اعلان کر دیا۔

19 اگست

مرکزی حکومت نے سولہ ایڈیشنل سیکرٹری ریٹائر کر دیئے۔ دریائے سندھ میں سیلاب سے گدو ہیڈ ورکس کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا۔ حکومت نے حزب اختلاف سے مطالبہ کیا کہ حکومت کو سیلاب زدہ لوگوں کی امداد کا موقع دے۔

20 اگست

حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ حکومت اپوزیشن کی دھمکیوں کا منہ توڑ جواب دے گی۔ وفاقی حکومت نے سی ایس پی کلاس ختم کرنے کا حکم دے دیا۔ سرکاری ملازمتوں کے تمام کیڈر مدغم کر دیئے گئے۔ پاک بھارت مذاکرات فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو گئے۔ سکھر لاڑکانہ بند میں شگاف پڑنے سے وسیع علاقہ زیر آب آ گیا۔

21 اگست

گورنر پنجاب نے کہا کہ صوبے میں انتشار پھیلانے کی ہر کوشش کو سختی سے کچل دیا جائے گا۔ دریائے سندھ کا پانی لاڑکانہ میں داخل ہو گیا۔ مرالہ ہیڈ ورکس کے قریب کشتی الٹنے سے چار افراد ہلاک ہو گئے۔

22 اگست

پاک بھارت مذاکرات تعطل کا شکار ہو گئے۔ دادو کے قریب کنیال ----- نہر ٹوٹنے سے شہر بری طرح متاثر ہوا۔ لاہور اور لائل پور کے درمیان ریلوے سروس بحال کر دی گئی۔ 48 بنگالی خاندان واپس بنگلہ دیش بھیج دیئے گئے۔

23 اگست

پاک بھارت مذاکرات آخری مرحلہ میں داخل ہو گئے۔ پاکستان نے بھارت کی نئی تجاویز کا جواب دے دیا۔ وزیر داخلہ قیوم خان نے کہا کہ بلوچستان کو صورت حال پر حکومت کا مکمل کنٹرول ہے۔ خان پور شہر پانی میں ڈوب گیا۔

24 اگست

مولانا مفتی محمود نے سرحد میں سول نافرمانی شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔ آغا شاہی پاک بھارت مذاکرات میں صلاح و مشورہ کے لئے اچانک دہلی پہنچ گئے۔ رحیم یار خان کو سیلاب سے بچانے کے لئے کوششیں شروع کر دیں گئیں۔ عالمی ہاکی کپ شروع ہو گیا۔

25 اگست

تحریک استقلال نے اعلان کیا کہ حکومت کے خلاف چلائی جانے والی ہر تحریک میں تعاون کیا جائے گا۔ سیلابی پانی احمد پور شرقیہ میں داخل ہو گیا۔ پاکستان نے عالمی ہاکی کپ کے میچ میں ہالینڈ کو ہرا دیا۔

26 اگست

پاک بھارت مذاکرات نازک مرحلہ میں داخل ہو گئے۔ لاہور میں یو ڈی ایف کی تحریک کے دوسرے دن مزید سات افراد گرفتار کر لئے گئے۔ بلوچستان میں فوج سے جھڑپ میں سے دو قبائلی ہلاک اور چار گرفتار کر لئے گئے۔

27 اگست

چین کے وزیراعظم چواِئین لائی نے کہا کہ پاک چین تعلقات مزید مضبوط ہوں گے۔ یو ڈی ایف کے چوہدری محمد حسین سمیت چار افراد گرفتار کر لئے گئے۔

28 اگست

پاکستان اور بھارت کے درمیان معاہدہ دہلی پر دستخط ہوئے۔ پنجاب میں سیلاب سے ایک ارب 28 لاکھ روپے کی فصلیں تباہ اور دس ٹن گندم ضائع ہوئی۔ 17 ہزار مویشی ہلاک اور دس لاکھ سے زائد مکانات متاثر ہوئے۔

29 اگست

نوابزادہ نصراللہ خان کو رہا کر دیا گیا۔ ائیر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان نے کہا کہ ہم موجودہ حکومت کو تسلیم نہیں کرتے خود کو گرفتاری کے لئے پیش نہیں کریں گے۔ سیلاب کا پانی بھلوال میں داخل ہو گیا۔ پاکستان عالمی ہاکی کپ کے میچ میں ارجنٹائن کو ہرا کر سیمی فائنل میں پہنچ گیا۔

30 اگست

پاکستان نے اعلان دہلی کی تمام شرائط کو قبول کر لیا ہے۔ حکومت پرامن تحریک کو سول نافرمانی قرار دے کر ملک میں خون خرابہ کرنا چاہتی ہے۔ حزب اختلاف کے حکومت پر الزامات۔ خواجہ صفدر اور یاسین وٹو کو گرفتار کر لیا گیا۔ مسٹر عزیز احمد چینی رہنماؤں سے مذاکرات کے لئے پیکنگ روانہ ہو گئے۔

31 اگست

صوبہ سندھ میں سیلاب کی صورت حال خراب ہو گئی۔ ٹھٹھہ کے بند میں دو سو فٹ گہرا شگاف پڑ گیا۔ عالمی ہاکی کپ میں پاکستان سیمی فائنل میں بھارت کو ہرا کر فائنل میں پہنچ گیا۔

ستمبر 1973ء

یکم ستمبر

مرکزی حکومت نے اعلان کیا کہ بلوچستان میں ایرانی فوجوں اور ٹینکوں کی اطلاعات بے بنیاد ہیں۔ حزب اختلاف کے مزید پانچ رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ دریائے چناب میں شدید سیلاب کا خطرہ۔ امریکہ نے سیلاب کی تباہ کاریوں کا جائزہ لینے کے لئے پاکستان کو بڑے ہیلی کاپٹر فراہم کرنے کا اعلان کر دیا۔ دریائے سندھ کے حفاظتی بند میں ایک اور شگاف پڑ گیا۔

2 ستمبر

سازشی تنظیم نے پیدل فوج کی دو کمپنیوں کو بذریعہ طیارہ لاہور سے راولپنڈی پہنچانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ جنرل کورٹ مارشل کے روبرو بیان۔۔ صدر نے گورنروں کی کانفرنس میں سیلاب کی صورت حال کا جائزہ لیا۔ حزب اختلاف کے رہنماؤں نے دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لاہور میں گرفتاریاں پیش کیں۔

3 ستمبر

وفاقی حکومت نے پنجاب اور سندھ کے تمام قرضے معاف کر دیئے۔ آبیانے اور مالیہ بھی معاف۔ گورنروں کی کانفرنس میں اہم فیصلے۔۔ امریکہ نے حکومت پاکستان کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے نمٹنے کے لئے بھرپور امداد دینے کا اعلان کر دیا۔ روزنامہ جسارت کے ایڈیٹر صلاح الدین کو گرفتار کر لیا گیا۔

4 ستمبر

سیاسی مذاکرات اور نظربندوں کی رہائی کا انحصار حزب اختلاف پر ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستانی فوجوں کے بارے میں مظالم کی کہانیاں دشمنوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔ مسلم بنگال اور پاکستان کو ماضی کی غلطیاں بھلا کر خوشگوار تعلقات قائم کرنے چاہئیں۔ علیحدگی پسند کسی خوش فہمی میں نہ رہیں۔ انہیں کوئی طاقت امداد نہیں دے گی۔

5 ستمبر

ملک کی ہنگامی حالت میں مزید چھ ماہ کی توسیع کر دی گئی۔ سبی کے قریب شرپسندوں کی فائرنگ سے مال گاڑی کا ڈرائیور اور چارج مین زخمی ہو گئے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ مسلم افواج جارحیت کے خلاف مضبوط حصار ثابت ہوں گی۔ حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ جنگ کے اثرات ختم کئے بغیر ہنگامی حالت ختم کرنا مناسب نہیں۔

6 ستمبر

ملک بھر میں یوم دفاع منایا گیا۔

7 ستمبر

پاک بھارت معاہدہ وزیراعظم بھٹو کی فراست کا ثبوت ہے' آغا شاہی کا بیان۔ نوابزادہ نصراللہ خان' خواجہ محمد صفدر اور انور بھنڈر کو ڈیفنس آف پاکستان کے قانون کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔

8 ستمبر

حکومت نے جمعیت علمائے اسلام اور نیپ کے دور میں ہونے والی بے ضابطگیوں کے بارے میں وائٹ پیپر شائع کر دیا۔ اقوام متحدہ نے پاکستان کے جنگی قیدیوں کی واپسی کے لئے طیارے فراہم کرنے کا اعلان کر دیا۔ سرکاری ترجمان نے کہا کہ پاکستان بنگلہ دیش کو 195 جنگی قیدیوں پر مقدمات نہیں چلانے دے گا۔

9 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ گھی کی صنعت کو مجبوراً قومی تحویل میں لیا گیا ہے۔ اگر صنعت کار تعاون کریں تو آئندہ کوئی صنعت قومی تحویل میں نہیں لی جائے گی۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ مغربی پاکستان کے تمام ملازمین کو پاکستان آنے کا موقع دیا جائے گا۔ افغانستان نے غیر جانبداری ممالک کی کانفرنس میں پختونستان کا مسئلہ اٹھایا۔

10 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بین الاقوامی سازشوں کو ناکام کرنے کے لئے پاکستان بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ پاکستان میں دوسرے بنگلہ دیش کا خواب دیکھنے والے ملک کے اندر بنگلہ دیش بنا دیا جائے گا۔ لاہور میں سول نافرمانی کی تحریک میں حزب اختلاف کے 19 رہنما گرفتار کر لئے گئے۔

11 ستمبر

ملک بھر میں قائداعظم کا یوم وفات منایا گیا۔ صدر نے کہا کہ ملک میں مستقل آئین کا نفاذ قائداعظم محمد علی جناح کے اصولوں کی فتح ہے۔

12 ستمبر

قومی اسمبلی میں ایک بل پیش کیا گیا جس کے تحت آئین کو منسوخ کرنے والے کو عمر قید کی سزا دی جا سکے گی۔ وزارت داخلہ نے تمام پولیس افسران اور ارکان کے اعزازات منسوخ کر دیئے۔ آئندہ کوئی افسر قائداعظم میڈل اور ارکان پولیس صدر پاکستان میڈل استعمال نہیں کر سکے گا۔

13 ستمبر

فرانس کے صدر نے کہا کہ فرانس اور پاکستان کے تعلقات مزید مضبوط ہوں گے۔

14 ستمبر

قومی اسمبلی نے آئین کو منسوخ کرنے والوں کو سزائیں دینے کا بل منظور کر لیا۔ قانون کا اطلاق 23 مارچ 1953ء سے ہو گا۔ قومی اسمبلی نے ترمیم منظور کر لی۔

15 ستمبر

پاکستان کے مزید 153 جنگی قیدی وطن واپس پہنچ گئے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ سیلاب کے نقصانات کو پورا کرنے کے لئے مزید ٹیکس لگائے گئے ہیں۔ وزیراعظم بھٹو امریکہ کے دورے پر روانہ ہو گئے۔

16 ستمبر

متحدہ جمہوری محاذ نے حکومت کے خلاف تحریک ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وزیراعظم بھٹو امریکی صدر نکسن سے امداد کے لئے بات چیت کریں گے' سرکاری اعلان۔۔ شوکت صدیقی کے ناول خدا کی بستی کا جاپانی زبان میں ترجمہ شائع ہو گیا۔ ترجمہ پروفیسر تاکیشی سوزوکی نے کیا ہے۔

17 ستمبر

حکومت نے مرکزی محکموں کو اخراجات میں کمی کرنے کی ہدایت جاری کر دی۔ وزیراعظم بھٹو نے عالمی بنک کے نائب صدر سے ملاقات کی۔ بلوچ رجمنٹ نے مینگل قبیلے کی پناہ گاہ پر قبضہ کر لیا۔ اس پناہ گاہ کو فوج کے خلاف دہشت پسند کارروائیوں کے لئے ہیڈ کوارٹر کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ تنخواہ میں 35 روپے کے اضافے کا آرڈیننس جاری کر دیا گیا۔

18 ستمبر

صدر نکسن نے کہا کہ پاکستان کی آزادی اور سالمیت ہماری خارجہ پالیسی کے اہم ستون ہیں۔ بنگالیوں اور پاکستانیوں کی واپسی شروع ہو گئی۔

19 ستمبر

صدر بھٹو نے امریکی صدر نکسن کو پاکستان کی دفاعی ضرورتوں سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کو فاضل پرزے نہیں جدید ہتھیار چاہئیں۔ بنگلہ دیش سے تین سو سے زائد پاکستانی لاہور پہنچے۔

20 ستمبر

صدر نے بے گھر افراد کے معاوضے اور بحالی کے ایکٹ میں ترمیم کر دی۔ امریکی صدر نکسن نے کہا کہ امریکہ بیرونی جارحیت کی صورت مین پاکستان کا دفاع کرے گا۔

21 ستمبر

روزنامہ حریت کی اشاعت پر عائد پابندی ختم کردی گئی۔ بنگلہ دیش سے مزید 131 پاکستانی باشندے واپس وطن پہنچے۔ پاکستان کی حمایت کرنے پر کابل میں متعدد فوجی اور سیاسی شخصیات کو گرفتار کر لیا گیا۔ بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے کہا کہ وزیراعظم بھٹو شملہ اور دہلی معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

22 ستمبر

پاکستان نے افغانستان کے بے بنیاد الزامات مسترد کر دیئے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بنگلہ دیش کو 195 پاکستانی جنگی قیدیوں پر مقدمات چلانے کا کوئی حق نہیں۔ واپڈا کے شعبہ بجلی کے مزدوروں نے ہڑتال کر دی۔ نیپ کے حکومت سے مذاکرات کرنے والی کمیٹی کے رکن فضل غنی نے بنیادی رکنیت سے استعفی دے دیا۔

23 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بھارت کے رویہ پر کڑی نظر رکھی جائے گی اور امن کی کوشش جاری رکھیں گے۔ واپڈا کے مزدوروں نے اوزار چھوڑ ہڑتال جاری رکھی۔ نیپ لائل پور کے رہنما خوشی محمد افضل مستعفی ہو گئے۔ پاراچنار میں بوسٹر اسٹیشن کے قیام کا اعلان۔

24 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ آزادی کے تحفظ کے لئے اپنی قوت بازو پر بھروسہ رکھا جائے گا۔ کولمبیا یونیورسٹی نے وزیراعظم بھٹو کو اعزازی ڈگری دی۔ بلوچستان اسمبلی کے رکن شیر علی خان کی رکنیت بحال کر دی گئی۔

25 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ امریکہ اور پاکستان کے درمیان سیاسی غلط فہمیاں دور ہو گئیں ہیں۔ پاکستان نے افغانستان کے اس الزام کی تردید کی کہ پاکستان افغانستان کی حکومت کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث ہے۔

26 ستمبر

جماعت اسلامی نے یو ڈی ایف کی تحریک سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔ اقوام متحدہ نے خاص طیارے کے ذریعے 789 پاکستانی کراچی پہنچائے۔ جیلانی چاند پوری تحریک استقلال سے مستعفی ہو گئے۔ متعدد ممالک نے پاکستان اور بنگلہ دیش کے شہریوں کے لئے تبادلے کے لئے ٹرانسپورٹ کی سہولت فراہم کرنے کی پیش کش کی۔

27 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کی سالمیت کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دی جائے گی۔ پی آئی اے کو اس سال ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے کا منافع ہوا۔ جنگی قیدیوں کی بہبودی کمیٹی کے چیئرمین میجر جنرل قمر علی مرزا نے بتایا کہ چھ ہزار پاکستانی فوجی لاپتہ ہیں جب کہ 75 ڈھاکہ کی جیل میں قید ہیں۔

28 ستمبر

معاہدہ دہلی کے تحت پاکستانی جنگی قیدیوں کی باقاعدہ واپسی شروع ہو گئی۔ 842 قیدیوں کی پہلی جماعت واہگہ سرحد پر پہنچی۔ ان میں چار فوجی ان کے اہل خانہ اور دیگر عام شہری شامل ہیں۔ واہگہ پر قیدیوں کا والہانہ استقبال۔ صدر نکسن نے اعلان کیا کہ امریکہ پاکستان کی ہر ممکن امداد کے لئے تیار ہے۔ نیپ کے سربراہ ولی خان پر نامعلوم افراد کا حملہ ایک ملازم ہلاک دوسرا زخمی ہو گیا۔

29 ستمبر

بلوچستان اسمبلی نے شک کی تنسیخ سمیت تین بلوں کی منظوری دی۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ سیلاب سے ہونے والے نقصان کی تلافی ایک سال میں کر دی جائے گی۔ بھارت سے 847 جنگی قیدیوں کا دوسرا قافلہ پاکستان پہنچا۔

30 ستمبر

البانیہ کے وزیر خارجہ نے کہا روس نے پاکستان کے خلاف جارحانہ منصوبوں کو کامیاب بنانے کے لئے بھارت کو مدد دی۔ وزیراعظم بھٹو نے لاہور میں اعلیٰ سطحی کانفرنس میں پیداوار بڑھانے کے اقدامات کا جائزہ لیا۔

اکتوبر 1973ء

یکم اکتوبر

واہ آرڈیننس فیکٹری میں دھماکہ دس افراد ہلاک اور بارہ زخمی ہو گئے۔ معراج خالد نے کہا کہ یو ڈی ایف کی سول نافرمانی کی تحریک کا مقصد حکومت کا تختہ الٹنا تھا۔ تمام پاکستانی جماعتوں کو پاکستان کی سالمیت کے تحفظ کے لئے کام کرنا چاہئے۔ ممتاز کاہلوں نے کہا کہ حکومت کے خلاف پراپیگنڈا کرنے والے سرمایہ داروں کے ایجنٹ ہیں۔

2 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کسی کے دباؤ کے تحت بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرے گا۔ حزب اختلاف کے رہنماؤں نے مطالبہ کیا کہ اثاثوں کی جانچ پڑتال کے لئے کمیشن قائم کیا جائے۔ بھارت پاکستان کے ساتھ محاذ آرائی کی پالیسی ختم کرنا چاہتا ہے' بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ کا بیان۔

3 اکتوبر

چین نے کہا کہ جب تک بنگلہ دیش اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل نہیں کرتا اسے اقوام متحدہ کا رکن نہ بنایا جائے۔ پشاور کے قریب بھاری تعداد میں ناجائز اسلحہ پکڑا گیا۔ بھارت سے مزید 841 جنگی قیدی پاکستان پہنچ گئے۔

4 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ زرعی اصلاحات کی خلاف ورزی کرنے والے زمینداروں کی زمینیں ضبط کر لیں جائیں گی۔ وزیر خزانہ مبشر حسن نے کہا کہ حکومت بنکوں کے لاکروں اور اکاؤنٹس کو منجمد کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ بھارت سے 441 فوجیوں اور 399 شہریوں کا ایک اور قافلہ واہگہ پہنچا۔

5 اکتوبر

عالمی لیبر کانفرنس کے مشترکہ اعلامیہ میں پاکستان کی سفارشات کو بھی شامل کر لیا گیا۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ ولی خان اپنے مقصد میں ناکامی کے بعد عوام کو ایک دوسرے کے خلاف اکسا رہے ہیں۔ عوام نے سول نافرمانی کی تحریک کو ناکام بنا دیا ہے۔

6 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ مہنگائی میں اضافہ سماج دشمن عناصر کی کارستانی ہے۔ عوام کے مفاد سے غداری برداشت نہیں کی جائے گی۔ سندھ یونیورسٹی میں فائرنگ سے دو طلباء ہلاک ہو گئے۔ حکومت پاکستان نے کہا کہ بھارت نے پاکستان کو 195 جنگی قیدیوں کی فہرست پیش نہیں کی۔ بنگلہ دیش تمام قیدیوں کی رہائی کے بغیر اقوام متحدہ کا رکن نہیں بن سکتا۔

7 اکتوبر

202 بنگالیوں کو ڈھاکہ بھیج دیا گیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اسرائیل سے تمام مقبوضہ علاقے خالی کرانے چاہئیں۔ پاکستان عربوں کے ساتھ ہے۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ پاکستان عربوں کی ہر ممکن مدد کرنے کو تیار ہے۔

8 اکتوبر

مولانا مودودی نے کہا دنیا بھر کے مسلمانوں کی ہمدردیاں مصر اور شام کے ساتھ ہیں۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ غلطیوں سے مبرا قرآن مجید کی طباعت کے سلسلے میں قانون تیار کر لیا گیا ہے۔ قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو جرمانہ کی سزا دی جاسکے گی۔

9 اکتوبر

سرکاری ترجمان نے کہا مہنگائی الاؤنس ادا نہ کرنے والے صنعتی اور تجارتی اداروں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ الاؤنس کی ادائیگی میں تاخیری حربے برداشت نہیں کئے جائیں گے۔ شام کے سفیر نے وزیر اعظم بھٹو کی حمایت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ آگرہ کیمپ سے پاکستان پہنچنے والے جنگی قیدیوں کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا۔

10 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ سلامتی کونسل نے اگر تاخیر سے کام لیا تو دنیا بھر کا امن خطرے میں پڑ جائے گا۔ مسٹر عزیز احمد نے کہا کہ عربوں کو اپنے علاقے آزاد کرنے کے لئے ہر قسم کے اقدامات کرنے کا حق حاصل ہے۔ پاکستان کے 840 فوجی جوان اور افسر پاکستان پہنچ گئے۔

11 اکتوبر

حکومت پاکستان نے زخمیوں کے علاج کے لئے قاہرہ اور دمشق میں طبی جماعتیں بھیجنے کا اعلان کر دیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ کسی کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر پاکستان عربوں کی ہر ممکن امداد کرے گا۔

12 اکتوبر

اقلیتی وزیر راجہ تریو رائے نے کہا کہ پاکستان کی اقلیتوں کی جانب سے

عربوں کی مکمل حمایت عربوں سے پاکستانیوں کی ہمدردی کا بین ثبوت ہے۔

13 اکتوبر

حکومت نے عوام اور مخیر حضرات سے اپیل کی کہ وہ بنگلہ دیش سے آنے والے ہنر مند اور تعلیم یافتہ افراد کی مدد کریں۔ مہنگائی کے خلاف مظاہروں میں پانچ افراد گرفتار کر لئے گئے۔ افریشیائی استحکام کے لئے پاکستان کمیٹی نے شام اور مصر پر اسرائیلی حملے کی مذمت کی۔

14 اکتوبر

پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن نے مصر اور شام میں طبی جماعتیں بھیجنے کا اعلان کر دیا۔ 840 پاکستانی فوجی اور جوان بھارت سے واپس وطن پہنچے۔ تحریک پاکستان کے رہنما راجہ آف محمود آباد انتقال کر گئے۔

15 اکتوبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ راجہ آف محمود آباد کی قومی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ایئر مارشل اصغر خان نے کہا کہ پاکستان کو حملے کی صورت میں امریکہ سے امداد کی توقع نہیں رکھنی چاہئے۔

16 اکتوبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا عرب اپنے مقبوضہ علاقے خالی کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ وزیراعظم بھٹو اور شہنشاہ ایران کے درمیان مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر مذاکرات کا پہلا دور مکمل ہو گیا۔ حکومت پنجاب نے صوبہ میں بجلی کی تقسیم کا کام سرکاری تحویل میں لینے کا فیصلہ کر لیا۔

17 اکتوبر

وزیراعظم بھٹو اور شہنشاہ ایران کی ملاقات کے مشترکہ اعلامیہ میں دونوں سربراہوں نے کہا عرب علاقوں سے اسرائیل کا انخلاء ناگزیر ہے۔ بھارت سے 105 فوجی جوانوں اور 775 شہریوں کا قافلہ پاکستان پہنچا۔ حکومت پنجاب کے وزیراعلیٰ نے کہا کہ وطن واپس آنے والے شہریوں کی آبادکاری کا جامع منصوبہ تیار کر لیا گیا ہے۔ پاکستانی ڈاکٹر شام اور مصر روانہ ہو گئے۔

18 اکتوبر

حکومت پاکستان نے مطالبہ کیا کہ عربوں کے علاقوں سے اسرائیل کا قبضہ ختم کرنے کے لئے سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل کیا جائے۔ 840 جنگی قیدیوں کی جماعت بھارت سے پاکستان پہنچ گئی۔

19 اکتوبر

مسٹر خورشید حسن میر نے کہا کہ حکومت حزب اختلاف سے مذاکرات کے لئے تیار ہے۔ بھارت کے میرٹھ کیمپ سے 838 جنگی قیدیوں کی ایک جماعت پاکستان پہنچی۔ وزیراعظم بھٹو ایران، ترکی اور سعودی عرب کے دورے کے بعد پاکستان واپس پہنچ گئے۔

20 اکتوبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان اسرائیل کے خلاف جہاد میں عربوں کی موثر امداد کر رہا ہے۔ صوبہ سرحد میں تشدد اور لوٹ مار کرنے والے افراد کے محاسبہ کی مہم شروع ہو گئی۔ 254 نظربند فوجی اور 644 شہری بھارت سے پاکستان پہنچے۔

21 اکتوبر

میرٹھ سے 840 جنگی قیدی پاکستان پہنچے۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ ملک میں سیلاب کی تباہ کاریوں کے پیش نظر عیدالفطر سادگی سے منائی جائے۔ رکن صوبائی اسمبلی شیخ محمد صفدر انتقال کر گئے۔

22 اکتوبر

مرکزی حکومت نے غلطیوں سے پاک قرآن مجید کی طباعت کے قانون کا اعلان کر دیا۔ حنیف رامے نے کہا کہ موثر جنگ بندی کے لئے عربوں کو ان کے حقوق ملنے چاہئیں۔ عربوں کی بھرپور حمایت پر مصر کے صدر انور سادات نے وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کا شکریہ ادا کیا۔

23 اکتوبر

بنگلہ دیشی وزیراعظم شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ وہ وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو سے ملاقات کریں گے۔ صدر پاکستان چوہدری فضل الٰہی نے اقوام متحدہ سے کہا کہ مشرق وسطیٰ میں امن قائم کر کے اپنا وقار بحال کرے۔ حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ نیپ کے خلاف مناسب وقت پر کارروائی کی جائے گی۔ 840 نظربند فوجی اور شہری پاکستان پہنچ گئے۔

24 اکتوبر

یوم اقوام متحدہ پر گورنر پنجاب غلام مصطفیٰ کھر نے کہا کہ مشرق وسطیٰ میں چوتھی جنگ سے اقوام متحدہ کی نااہلی ثابت ہوتی ہے۔ مرکزی وزیر راجہ تریدیو رائے نے کہا کہ اقوام متحدہ کے منشور پر عمل نہ کیا گیا تو اس ادارے کا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا۔

25 اکتوبر

حکومت کی نئی حج پالیسی کے پیش نظر امسال 56 ہزار افراد میں سے 40 ہزار حج پر جا سکیں گے۔ وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا کوثر نیازی کا اعلان۔ صوبائی حکومت نے نمک کا کاروبار کرنے والوں کے پرمٹ منسوخ کر دیئے۔

26 اکتوبر

کلام پاک کا متفقہ ترجمہ کرنے کے لئے علماء کا بورڈ قائم کر دیا گیا۔

27 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اسرائیل کے خلاف جہاد کرنے والے عرب مجاہدوں کو سلام کرتے ہیں۔ چوہدری فضل الٰہی نے کہا کہ ہمیں سادگی، ضبط نفس اور ایثار سے کام لینا چاہئے۔ عید الفطر پر صدر اور وزیر اعظم کے قوم کے نام پیغامات۔

28 اکتوبر

ملک میں عید الفطر کا تہوار منایا گیا۔ عید کی نماز کے اجتماعات میں عربوں کی فتح کے لئے خصوصی دعائیں مانگیں گئیں۔

29 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو کی ہدایت پر حکومت نے آئندہ سال سے غیر سرکاری اور صنعتی اداروں کے کارکنوں کو پنشن کی سہولت فراہم کرنے کا اعلان کر دیا۔ گورنر پنجاب اور صوبائی کابینہ کے ارکان نے واہگہ بارڈر پر جنگی قیدیوں کے ساتھ نماز ادا کی۔

30 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اگر واپڈا کی کارکردگی بہتر نہ کی گئی تو اسے توڑ دیا جائے گا۔

31 اکتوبر

امریکی وزیر خارجہ وزیر اعظم بھٹو سے مشرق وسطیٰ کے مسئلہ پر مذاکرات کے لئے 9 نومبر کو پاکستان آئیں گے۔

نومبر 1973ء

یکم نومبر

مسٹر خورشید حسن میر نے کہا کہ نئے انتخابات آئین کے مطابق کرائے جائیں گے۔

2 نومبر

دوہری رکنیت رکھنے والے ارکان کو کسی ایک رکنیت سے دس نومبر تک مستعفی ہونا پڑے گا' سرکاری اعلان۔ 911 جنگی قیدی پاکستان پہنچے۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان برصغیر میں امن کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھے گا۔ سیرالیون کے صدر پاکستان کے چار روزہ دورے پر اسلام آباد پہنچے۔

3 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے ملٹری انجینئرنگ کالج کے کانوکیشن میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے اعلیٰ فنی مہارت کی ضرورت ہے۔ بھارتی جنگی کیمپ پر فائرنگ ایک پاکستانی ہلاک۔ سینٹ کے ڈپٹی چیئرمین نے کہا کہ سرداری نظام کے خاتمے میں نیپ مخالفت کر رہی ہے۔

4 نومبر

صدر فضل الٰہی نے کہا کہ پائیدار امن کے لئے دنیا سے بھوک اور افلاس کا خاتمہ ضروری ہے۔ گورنر پنجاب نے دودھ، مکھن اور گوشت کی فراہمی کے بورڈ کے قیام کے لئے آرڈیننس جاری کر دیا۔ بلوچستان میں اعلیٰ تانبے کے ذخائر دریافت ہوئے۔

5 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے آزاد کشمیر کو چودہ کروڑ کے قرضے معاف کر دیئے۔ بھارت سے جنگی قیدیوں کی رہائی اور سرحدی تنازعات کے حل کے بعد مسئلہ کشمیر پر بات چیت کی جائے گی۔ حکومت پاکستان نے جنگی قیدیوں کی شہادت پر بھارت سے رپورٹ طلب کر لی۔

6 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ بھارت نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو چوتھی جنگ شروع ہو گی' وادی نیلم میں خطاب۔ 897 جنگی فوجی قیدی پاکستان پہنچ گئے۔ ترکی کے رہنما عصمت انونو نے کہا کہ پاکستانی عظیم قوم ہیں انہوں نے ہمیشہ اپنی سابقہ روایات کو زندہ رکھا ہے۔

7 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ سابق صدر ایوب خان نے معاہدہ تاشقند میں حق خودارادیت پر سودے بازی کر لی تھی۔ دفتر خارجہ نے کہا کہ بھارت تاخیری حربے کے طور پر جنگی قیدیوں کی واپسی کی رفتار میں کمی کر رہا ہے۔

ریٹائرڈ ایئر مارشل نور خان کو پی آئی اے کا سربراہ اور ایئر لائنز بورڈ کا چیئرمین بنادیا گیا۔

8نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ کشمیری عوام حق خود ارادیت کی حمایت میں ایک روزہ مکمل ہڑتال کریں۔ کشمیر کے عوام کو کنٹرول لائن کے ذریعے تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان نے باقاعدہ سینٹو سے علیحدگی اختیار کرلی۔ حکومت پنجاب نے لاہور میں غریب عوام کے لئے تین جگہ مکانات کی تعمیر کے منصوبے کی منظوری دی۔

9نومبر

وزیراعظم بھٹو نے تنازعہ کشمیر کے حل کے لئے کشمیری رہنماؤں سے تجاویز طلب کرلیں۔ وزیراعظم بھٹو نے امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنگر سے ملاقات کی اور انہیں مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر پاکستانی موقف سے آگاہ کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے جھمب میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ بلوچستان اور سرحد کی علیحدگی کے خواب دیکھنے والے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔

10نومبر

شیخ عبداللہ نے کہا کہ بھٹو کے بیانات سے کشمیر کی صورت حال تبدیل نہیں ہوگی۔ ہم نے سوچ سمجھ کر بھارت سے الحاق کیا ہے۔ غلام مصطفےٰ کھر وزیراعلیٰ پنجاب منتخب ہوگئے۔ 840 جنگی قیدیوں کی جماعت پاکستان پہنچی۔

11نومبر

وزیراعظم بھٹو نے گورنر بلوچستان محمد اکبر بگٹی کا استعفیٰ منظور کرلیا۔ پنجاب کی کابینہ مستعفی ہوگئی۔ امیر جماعت اسلامی پنجاب سید اسد گیلانی اور جنرل سیکرٹری میر محمد اشرف کو پانچ سال تک جماعت کے عہدوں کے لئے نا اہل قرار دے دیا گیا۔

12نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ افغانستان کو پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ چیئرمین سینٹ میاں حبیب اللہ نے کہا کہ افغانستان پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا بند کردے۔ روزنامہ مشرق لاہور کے دفتر کو بم دھماکے سے اڑانے کی کوشش ناکام دھماکے سے دفتر کی دیوار پھٹ گئی۔

13نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کے خلاف طاقت کا استعمال افغانستان کے لئے تباہ کن ہوگا۔ افغانستان کے سابق صدر ظاہر شاہ کو پاکستان میں قیام کی دعوت دے دی۔ فلمی صنعت کے مسائل کا جائزہ لینے کے لئے چھ رکنی کمیٹی تشکیل دے دی گئی۔

14نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان ناقابل تسخیر قلعہ ہے۔ آئی جی پنجاب نے کہا کہ بم دھماکے سیاسی دہشت گردی قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ جہلم میں اڈے پر بس کو آگ لگنے سے 11 افراد جل کر ہلاک ہوگئے۔

15نومبر

روسی بحری جہاز چاٹگام بندرگاہ سے 915 پاکستانیوں کو لے کر کراچی پہنچا۔ بھارتی وزیر خارجہ نے کہا کہ پاکستان نے 1971ء کی جنگ میں ہونے والا نقصان پورا کرلیا ہے۔ حال ہی میں ایران سے امریکی اسلحہ پاکستان پہنچا ہے۔

16نومبر

وزیراعظم بھٹو نے پھر کہا کہ جب تک جنگی قیدی واپس پاکستان نہیں آتے بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ مسلم سربراہ کانفرنس میں شرکت کرنے والے ممالک میں پاکستان کے ایلچی بھیج دیئے گئے۔ گوجر خان کے نزدیک بس کے حادثے میں پندرہ افراد ہلاک ہوگئے۔

17نومبر

ملک کی کشتی ساحل مراد تک پہنچ چکی ہے' وزیراعظم بھٹو۔۔ صدر پاکستان نے کہا کہ قبائلیوں کی آزادی سلب نہیں کی جائے گی۔ لاہور میں مختلف مقامات پر ہونے والے دھماکوں کی تحقیقات شروع ہوگئیں۔ ملک کے ستر کالجوں میں مرحلہ وار فوجی تربیت شروع کردی گئی۔

18نومبر

شریف الدین پیرزادہ نے کہا کہ شملہ معاہدہ میں کشمیر پر کوئی سودے بازی نہیں کی گئی۔ پاکستان کے 775 فوجی افسر اور جوان واہگہ سرحد پر پہنچے۔ خواجہ صفدر نے کہا کہ ملکی سالمیت کے لئے جمہوریت کا فروغ ضروری ہے۔

19نومبر

25 ہزار مزدور فیڈریشنوں نے سہ فریقی لیبر کانفرنس کا بائیکاٹ کردیا۔

ائیر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان نے کہا کہ حزب اختلاف کی حکمت عملی صحیح نہیں۔ سری نگر میں فسادات کے بعد مشتعل ہجوم نے جہلم کے پل کو آگ لگا دی۔

20نومبر

پنجاب کابینہ کے دس وزراء نے اپنے عہدوں کا حلف لیا۔ پٹرول' ڈیزل اور مٹی کے تیل کی قیمتوں میں اضافہ۔۔ مزید 890 جنگی قیدی پاکستان پہنچ گئے۔

21نومبر

شام اور لبنان کے سربراہوں کو وزیراعظم بھٹو کے اہم پیغامات پہنچا دیئے گئے۔ ڈھاکہ سے 64 پاکستانی کراچی پہنچے۔ پاکستان کا اعلیٰ سطحی وفد تیل کی ضروریات کا جائزہ لینے کی غرض سے تہران روانہ ہوا۔

22نومبر

وزیراعظم نے آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت ملک کی سالمیت کے منافی سرگرمیاں رکھنے والی تنظیموں کو وطن دشمن قرار دیا جائے گا۔ نسلی اور لسانی تعصب پھیلانے والوں کو سات سال قید کی سزا سنائی جائے گی۔ 873 فوجی اور شہری قیدی پاکستان پہنچے۔ 421 بنگلہ دیشی ڈھاکہ روانہ ہوئے۔

23نومبر

سندھ اسمبلی میں منشیات کی روک تھام کا بل منظور کیا۔ وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر نے کہا کہ پٹرول کے ڈیلروں کو اقتصادی زندگی درہم برہم کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ لاہور میں ٹیکسی ڈرائیوروں کی ہڑتال' کراچی میں پانچ کروڑ روپے مالیت کی چرس پکڑی گئی۔

24نومبر

غیر الاٹ شدہ متروکہ آراضی کو نیلام کرنے کے احکامات جاری کر دیئے گئے۔ 833 فوجی اور سات شہری بھارت سے پاکستان پہنچے۔ وزیراعظم بھٹو کی صدارت میں پی آئی اے کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے اجلاس منعقد ہوا۔

25نومبر

وزیراعظم بھٹو نے وزیراعلیٰ اور گورنر بلوچستان کو کراچی طلب کر لیا۔ وفاقی حکومت نے سرکاری کارکن کی بچت اور کارگزاری کا جائزہ لینے کے لئے کمیٹی بنا دی۔ کراچی میں 35 کروڑ روپے مالیت کی درآمد شدہ چرس پکڑی گئی۔ مسٹر خورشید حسن میر نے کہا کہ یحییٰ خان کی سب سے بڑی غلطی روس سے تعلقات کو بگاڑنا تھی۔

26نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ روس اور پاکستان کے مضبوط تعلقات سے عالمی امن کو تقویت ملے گی۔ اسٹیٹ بنک آف پاکستان نے کہا کہ بیرون ممالک جانے والے کے لئے شناختی کارڈ دکھانا لازمی ہو گا۔ اس کے بغیر زرمبادلہ نہیں دیا جائے گا۔ حکومت نے عام استعمال کے کپڑے کی قیمتوں میں اضافے پر پابندی عائد کر دی۔

27نومبر

حکومت غریب عوام کے لئے سستے مکان فراہم کرنے کی سکیم پر غور کر رہی ہے' وزیراعظم بھٹو۔ گروپ کیپٹن سجاد حیدر کو سازش کیس سے بری کر دیا گیا۔ کویت نے پاکستان کے لئے پٹرول اور تیل کی قیمتوں میں کمی نہ کرنے کا اعلان کیا۔

28نومبر

بسوں کے کرایوں میں اضافے کے خلاف ملک بھر میں مظاہرے ایک طالب علم افتخار حسین بخاری موت کا شکار ہو گیا۔ 889 جنگی قیدیوں کا ایک اور قافلہ واہگہ کے راستے وطن پہنچا۔

29نومبر

ملتان میں طالب علم کی ہلاکت کے واقع کے خلاف لاہور' لائلپور' گوجرانوالہ' ملتان سمیت پنجاب بھر میں طلباء کے مظاہرے حکومت پنجاب نے طالب علم کی ہلاکت کے واقعہ کی تحقیقات کے لئے ہائی کورٹ کے ایک جج کو مقرر کر دیا۔ طالب علم افتخار حسین کے لواحقین کو دس ہزار روپے معاوضہ دیا گیا۔ مشہور شاعر شرقی بن شائق انتقال کر گئے۔

30نومبر

پنجاب بھر میں طلباء کے مظاہرے جاری رہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے طالب علم رہنما جاوید ہاشمی گرفتار کر لئے گئے۔ حکومت نے 20 اگست سے قبل قائم ہونے والی تنظیموں کو کالعدم قرار دے دیا۔ مزید نو سو جنگی قیدی پاکستان پہنچے۔

دسمبر 1973ء

یکم دسمبر

کراچی میں مشتعل مظاہرین نے دو بنکوں کو آگ لگا دی۔ حکومت سندھ نے بسوں کے کرایوں میں کمی کا اعلان کر دیا۔ بنگلہ دیش حکومت نے عبدالصبور خان' ڈاکٹر اے ایم مالک سمیت پاکستان کی حمایت کرنے والے 40 ہزار افراد کو رہا کر دیا۔

2دسمبر

گورنر پنجاب نے ہنگاموں کے دوران گرفتار کئے گئے طلباء کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ نیپ کے رہنما خان عبدالصمد اچکزئی کو ان کے گھر پر دستی بم مار کر قتل کر دیا گیا۔ گورنر بلوچستان محمد اکبر بگٹی نے تحقیقات کا حکم دے دیا۔

3دسمبر

کراچی میں ہنگامے پیپلزپارٹی کا دفتر جلا دیا گیا۔ شمالی کوریا کا تعلیمی ماہرین کا وفد پاکستان پہنچا۔ عبدالصمد خان اچکزئی کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

4دسمبر

لاہور میں ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ کانفرنس کے انعقاد کی تاریخ کا حتمی اعلان باقی ہے' سرکاری اعلان۔ بلوچ لیڈر عبدالصمد خان کے قتل کی تحقیقات کے لئے ہائی کورٹ کے جسٹس علیم کو مقرر کر دیا گیا۔

5دسمبر

وزیراعظم بھٹو اور مولانا مفتی محمود کے درمیان اہم مذاکرات ہوئے۔ بحری جہاز کے عرشہ پر نشستوں میں کمی کے باعث دس ہزار افراد کو حج کی ادائیگی کے لئے جانے سے روک دیا گیا۔ سردار امین کھوسو انتقال کر گئے۔

6دسمبر

قومی اسمبلی نے ثقافتی سرگرمیوں پر پابندی لگانے کی قرارداد مسترد کر دی۔ صدر فضل الٰہی نے کراچی میں سلور جوبلی میڈیکل کانفرنس کا افتتاح کیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب قومی اسمبلی کی نشست سے مستعفی ہو گئے۔

7دسمبر

بلوچستان میں مری قبیلے کی سرگرمیاں کم ہو گئیں۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ مصنوعی قلت اور مہنگائی پیدا کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔ ملتان اور وہاڑی سے خالی ہونے والی قومی اسمبلی کی نشستوں کے لئے 19 امیدواروں نے کاغذات نامزدگی جمع کرا دیئے۔

8دسمبر

بلوچستان میں فوج سے تصادم میں تیرہ قبائلی اور دو فوجی ہلاک ہوئے۔ چار افراد زخمی ہوئے۔ بلوچ رہنما عبدالصمد اچکزئی کے قتل کے الزام میں کوئٹہ کے ایک طالب علم کو گرفتار کر لیا گیا۔ 904 جنگی قیدیوں کا ایک اور قافلہ پاکستان پہنچا۔

9دسمبر

انسانی حقوق کے منشور پر عمل انسان پر فرض ہے' وزیراعظم بھٹو۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے متوازی جمعیت علمائے اسلام قائم کر لی۔ انہوں نے کہا کہ مفتی محمود علیحدگی پسندوں کی حمایت کر رہے ہیں۔ آزاد کشمیر حکومت نے نظریہ پاکستان کے خلاف سرگرمیوں کو خلاف قانون قرار دے دیا۔

10دسمبر

ایران نے کہا کہ پاکستان کے تسلیم کرنے سے پہلے ایران بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرے گا۔ وزیراعظم بھٹو بحرین کے دارالحکومت منامہ گئے وہ اسی روز قطر پہنچے اور امیر قطر سے باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا۔ گورنر پنجاب نے لاہور میں قومی کھیلوں کا افتتاح کیا۔

11دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے ابوظہبی میں کہا کہ مراکش سے انڈونیشیا تک مسلمان متحد ہو جائیں۔ تمام اسلامی ممالک کے سربراہ لاہور میں ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت پر آمادہ ہو گئے۔ بنوں میں صوبہ سرحد کے وزیر آبپاشی ہمایوں سیف اللہ کے گھر پر بم سے حملہ' ذکاء الدین' اسد ملک' شہباز' رشید تبسم اور محمد اسلم کو انٹرنیشنل ہاکی کھیلنے کی دوبارہ اجازت مل گئی۔

12دسمبر

ملک میں پہلی بار مولانا شبیر عثمانی کی برسی سرکاری طور پر منائی گئی۔ سرحد کے رہنما حیات محمد خان شیرپاؤ نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ بم دھماکے کس جماعت نے کرائے ہیں۔ پاکستان اور خلیج فارس کی ریاستوں نے ہر شعبے میں تعاون کا اعلان کر دیا۔ روسی جہاز برنک چٹاگانگ سے 998 جنگی قیدی لے کر پاکستان پہنچا۔

13دسمبر

وزیر خزانہ مبشر حسن نے کہا کہ آئندہ سال غیر ہنر مند افراد کو قومی ترقیاتی رضاکار پروگرام کے تحت روزگار فراہم کیا جائے گا۔ مولانا عبدالستار نیازی نے کہا کہ یو ڈی ایف ملک میں خالص اسلامی دستور نافذ کرے گا۔

14 دسمبر

وزیر داخلہ نے کہا کہ تشدد سے حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ پیپلز پارٹی کے رہنماؤں نے اپنی مقبولیت ثابت کرنے کے لئے لاہور میں جلوس نکالا۔ بنگلہ دیش سے چار پروازوں کے ذریعے 541 پاکستانی باشندے ملک واپس پہنچے۔

15 دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے ہوا باز گریجویٹس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت قومی معاملات کو سب معاملات پر فوقیت دے رہی ہے۔ جدہ میں اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے غلام اسحاق خان نے کہا کہ دولت مند مسلم ممالک کا سرمایہ اسلام کے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ عربوں اور پاکستان کی ذہنی صلاحیتوں سے عالم اسلام کو ناقابل تسخیر بنایا جا سکتا ہے۔ کوئٹہ میں سات دن کے اندر تین سو افغانی باشندے گرفتار کر لئے گئے۔

16 دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاک بھارت تعلقات باعزت طریقے سے معمول پر آ جائیں گے۔ لاہور کے ضمنی انتخاب میں ایس ایم مسعود نے نشست جیت لی۔ 932 جنگی قیدی بھارت سے جبکہ 469 پاکستانی بنگلہ دیش سے وطن واپس پہنچے۔

17 دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بلوچستان کے مسئلہ پر اطمینان بخش حل جلد نکالا جائے گا۔ عام بغاوت کی اطلاعات پراپیگنڈا ہیں۔ پنجاب حکومت نے وفاقی حکومت سے کہا کہ تعلیمی اداروں کو سرکاری تحویل میں لینے کا دوسرا مرحلہ شروع کیا جائے۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ وزیراعظم کے سیلاب فنڈ میں سترہ کروڑ چودہ لاکھ روپے جمع ہو چکے ہیں۔ دریاؤں کی ریت سے سونا نکالنے کا کام شروع کر دیا گیا۔

18 دسمبر

ممتاز علی بھٹو وزیراعلیٰ سندھ کے عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔ غلام مصطفیٰ جتوئی کو وزیراعلیٰ سندھ بنا دیا گیا۔ ہندوستان سے مزید 923 قیدی پاکستان پہنچے۔ شیخوپورہ کے رکن قومی اسمبلی محمد اقبال ٹریفک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ معروف شیعہ رہنما رشید ترابی انتقال کر گئے۔

19 دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے حکومت کی دوسری سالگرہ کے موقع پر کہا کہ عوام کو دیہات میں مکان بنانے کے لئے مفت زمین دی جائے گی۔

20 دسمبر

بھارت میں ریلوے ملازمین کی ہڑتال سے جنگی قیدیوں کی واپسی معطل ہو گئی۔ اسلامی سربراہی کانفرنس کے لئے اسلامی کانفرنس سیکرٹریٹ کا عملہ لاہور پہنچ گیا۔ سردار داؤد صدر افغانستان نے پاکستان کے دورے کی دعوت قبول کر لی۔ وفاقی حکومت نے کہا کہ سیم و تھور کے خاتمے کے لئے پانچ ارب روپے خرچ کئے جائیں گے۔

22 دسمبر

وفاقی حکومت نے بلوچستان کی اقتصادی ترقی کے لئے امداد جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ مرکزی کابینہ نے دس اور پانچ پیسے کے لئے سکوں کی منظوری دی۔ قومی اسمبلی میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے قیام کے بل پر بحث ہوئی۔

23 دسمبر

گورنر بلوچستان نے کہا کہ گوادر اور مکران میں جدید بندرگاہوں کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر محمد اجمل کو وزارت تعلیم کا سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔

24 دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ لاہور کی اسلامی سربراہی کانفرنس نشاۃ ثانیہ کا مظہر ہو گی۔ غلام مصطفیٰ جتوئی بلامقابلہ وزیراعلیٰ سندھ منتخب ہو گئے۔ وزیراعلیٰ کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

25 دسمبر

پورے ملک میں قائداعظم کا یوم ولادت منایا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ قائداعظم کو عالم اسلام کا اتحاد دل سے عزیز تھا۔

26 دسمبر

پاکستان اور چین نے شہری ہوابازی میں تعاون کا اعلان کیا۔ ریڈیو، ٹیلی

ریڈیو پاکستان کی معروف گلوکارہ زاہدہ سلطانہ کو گولی مار دی گئی۔

27دسمبر

عالمی بنک نے پاکستان کو صنعتی منصوبوں کے لئے ڈھائی کروڑ ڈالر کا قرضہ دینے کا اعلان کیا۔ قومی اقتصادی کونسل نے 38 منصوبوں کی منظوری دی۔ مولانا کوثر نیازی نے سعودی عرب میں شاہ فیصل سے ملاقات کی۔ کراچی میں سو کلوواٹ کا ٹرانسمیٹر لگایا جائے گا۔

28دسمبر

پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائنز جنوری سے الجزائر کے لئے پروازیں شروع کرے گی۔ پنجاب کے وزیراعلیٰ مصطفیٰ کھر اور جمعیت علمائے اسلام مفتی محمود گروپ کے ملک احمد حسن نے کوٹ ادو سے صوبائی اسمبلی کی نشست پی۔ ڈبلیو 48 سے کاغذات نامزدگی جمع کرائے۔

29دسمبر

پاکستان کے دو علماء مولانا زہیر القاسمی اور علامہ نصیر اجتہادی پر مشتمل وفد روس روانہ ہو گیا۔ نواب شاہ میں گجراوہ کے مقام پر شگاف پڑنے سے کئی دیہات زیر آب آ گئے۔

30دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کراچی میں پاکستان کی پہلی سٹیل مل کا سنگ بنیاد رکھا۔ رومانیہ اور پاکستان کے درمیان کورنگی ریفائنری کی توسیع کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔

31دسمبر

حکومت پاکستان نے تمام بنکوں کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ تمام حصص وفاقی حکومت کو منتقل۔ حصہ داروں کو معاوضہ دینے کا اعلان کر دیا گیا۔ پٹرولیم کی کمپنیاں بھی قومیائی گئیں۔ بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی نے دورہ پاکستان کی دعوت مسترد کر دی۔

جنوری 1974ء

یکم جنوری

ممتاز شیعہ عالم دین پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر مظہر علی انتقال کر گئے۔

2جنوری

چودہ روز کے تعطل کے بعد جنگی قیدیوں کی واپسی دوبارہ شروع ہو گئی۔
حکومت سندھ نے روزنامہ سٹار کراچی پر دو ماہ کے لئے پابندی عائد کر دی۔
وزیراعظم بھٹو نے عباسی شہید ہسپتال کراچی کا افتتاح کیا۔

3جنوری

پاکستان میں آئندہ چند برسوں میں تین ایٹمی توانائی کے مراکز قائم کیے جائیں گے، ریڈیو پاکستان کا نشری اعلان۔ وزیراعلیٰ پنجاب کوٹ ادو کی نشست سے بلامقابلہ صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔ خان آف قلات میر احمد یار خان نے گورنر بلوچستان کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔

4جنوری

حکومت سندھ نے روزنامہ سٹار کراچی پر عائد پابندی ختم کر دی۔

5جنوری

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ سندھ اور بلوچستان میں بیرونی مداخلت ہو رہی ہے۔ چین کا فوجی وفد پاکستان پہنچا۔ دونوں ممالک کے درمیان دفاعی امور پر بات چیت ہوئی۔

6جنوری

لائل پور (فیصل آباد) کے معروف صحافی اور شاعر خلیق قریشی انتقال کر گئے۔ مرحوم نے تحریک پاکستان کے دوران صحافتی محاذ پر گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

7جنوری

وزیراعظم بھٹو نے لاڑکانہ میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عوام کے حقوق اور مفادات کا مکمل تحفظ کیا جائے گا۔ پاکستان اور چین کے درمیان راولپنڈی میں دفاعی مذاکرات شروع ہوئے۔ چینی وفد کے ارکان نے وزیر خارجہ عزیز احمد اور جنرل ٹکا خان سے ملاقات کی۔

8جنوری

صوبہ سرحد اور سندھ میں نئے کارخانے لگانے کے لئے منصوبہ بندی کر لی گئی ہے، حکومت پاکستان کا اعلان۔
وزیراعلیٰ سندھ غلام مصطفیٰ جتوئی بلامقابلہ سندھ اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔ پاکستان کی معروف گلوکارہ اور نالیلیٰ بنگلہ دیش چلی گئیں۔

9جنوری

پاکستان کے پہلے وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان کے بھائی نوابزادہ صدیق علی خان کراچی میں انتقال کر گئے۔

10جنوری

حکومت نے واپڈا کو علاقائی بورڈ قائم کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ وفاقی وزیر قدرتی وسائل حیات محمد خان شیرپاؤ نے ڈھلیاں میں مائع گیس کو سلنڈروں میں بھرنے کے کارخانے کا افتتاح کیا۔

11جنوری

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاک چین تعلقات میں رخنہ ڈالنے کی ہر کوشش کو ناکام بنادیں گے۔ سندھ کی پانچ رکنی صوبائی کابینہ نے حلف اٹھایا۔

12جنوری

وزیراعظم بھٹو نے شسک کی وصولی کے بارے میں بلوچستان سے موصول ہونے والی شکایات کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ حیات محمد شیرپاؤ وفاقی وزیر قدرتی وسائل نے سرائے سدھو کے مقام پر تیل کے کنوئیں کی کھدائی کے کام کا افتتاح کیا۔

13جنوری

ملیر کے کسانوں کو اراضی کے مالکانہ حقوق دینے کا اعلان کر دیا گیا۔ نمبرمارکیٹ کراچی میں آتشزدگی سے تین دکانیں تباہ ہو گئیں۔ اٹھائیس لاکھ روپے مالیت کی لکڑی جل گئی۔ حفیظ حبیب اللہ کو ملائشیا میں پاکستان کا سفیر مقرر کردیا گیا۔ تحریک آزادی کے رہنماڈاکٹراقبال احمد شیدائی انتقال کر گئے۔

14جنوری

پاکستان پیپلزپارٹی میں تطہیر کی مہم شروع کر دی گئی۔ نیپ نے قومی اسمبلی کے ضمنی انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔

15جنوری

ثقافت اور کھیلوں کی کونسل نے 1974ء کو "سال اقبال" قرار دے دیا۔ گورنر پنجاب صادق حسین قریشی نے جناح پیپلز سٹیڈیم سیالکوٹ کا سنگ بنیاد رکھا۔

16جنوری

مسٹر اسلم خٹک کو برازیل میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کراچی میں سپورٹس کمپلیکس کا افتتاح کیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب غلام مصطفیٰ کھر نے ساہیوال میں اوور ہیڈ برج کا افتتاح کیا۔

17جنوری

بھارت میں قید 826 پاکستانی جنگی قیدی پاکستان پہنچے۔ نیپ نے سرحد کے قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں ایک قومی اور ایک صوبائی اسمبلی کی نشست جیت لی۔ نیپ کے امیدوار عمرا خان صوابی سے قومی اسمبلی اور شیردل خان صوبائی اسمبلی کی نشست پر کامیاب قرار دیئے گئے۔

18جنوری

بھارت کے الہ آباد کیمپ سے مزید 843 جنگی قیدی پاکستان پہنچ گئے۔ وفاقی وزیر برائے دفاع و خارجہ امور عزیز احمد نے بتایا کہ بھارت نے پاکستان کی سرحد پر امریکی راڈار سسٹم نصب کیا ہے۔ بیگم نصرت بھٹو نے زین العابدین ہسپتال کراچی کا سنگ بنیاد رکھا۔

19جنوری

گوالیار کیمپ سے 856 جنگی قیدی پاکستان پہنچ گئے۔ وحید کٹپر کو سندھ اسمبلی کا بلامقابلہ رکن منتخب کر لیا گیا۔ افضل وٹو بہاولنگر سے بلامقابلہ رکن پنجاب اسمبلی منتخب ہو گئے۔

20جنوری

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اگر جنگ ہوئی تو بھارت بھی تباہ ہو جائے گا۔ مولانا عبیداللہ انور اور مظہرعلی خان امن کونسل کے صدر اور جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ کراچی میں آر۔ سی۔ ڈی فٹ بال ٹورنامنٹ ختم ہو گیا۔

21جنوری

رام گڑھ سے 911 پاکستانی جنگی قیدی واپس وطن پہنچ گئے۔ پنجاب اسمبلی کے اجلاس میں صوبائی پبلک سروسز کمیشن کی تشکیل سے متعلق مسودہ قانون کی منظوری دے دی گئی۔

22جنوری

بھارت میں قید 800 فوجی اور 14 ملازمین گوالیار سے پاکستان پہنچ گئے۔ پنجابی کے مشہور شاعر علامہ یعقوب انور لاج انتقال کر گئے۔

23جنوری

قومی اسمبلی نے ریڈ کراس کا نام ہلال احمر رکھنے کی منظوری دے دی۔

شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال کے یوم پیدائش کے سلسلے میں قائم وفاقی حکومت کی قائم کردہ کمیٹی نے تحقیقات مکمل کر لیں۔ علامہ اقبال 9 نومبر 1977ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ 841 جنگی قیدیوں کی ایک اور جماعت پاکستان پہنچی۔ غلام مجتبیٰ جتوئی نوابشاہ سے قومی اسمبلی کے بلامقابلہ رکن منتخب ہو گئے۔ طلباء کے لئے شہری دفاع کی تربیت کو لازمی قرار دے دیا گیا۔

24جنوری

وزیر اعلیٰ پنجاب نے بجلی کی قلت کے باعث صوبے بھر میں چراغاں کرنے پر پابندی عائد کر دی۔ رویت ہلال کمیٹی قائم کرنے کی قرارداد کی قومی اسمبلی نے منظوری دے دی۔ بھارت سے مزید 827 جنگی قیدی واپس وطن پہنچے۔ وفاقی وزیر قدرتی وسائل حیات محمد شیرپاؤ نے بتایا کہ دریائے سندھ' چترال' ہنزہ اور کلکل کی ریت میں سونا ملا ہے۔

25جنوری

پاکستان اور آسٹریلیا کے درمیان کراچی میں پہلا ہاکی ٹیسٹ میچ ہار جیت کے فیصلے کے بغیر ختم ہو گیا۔ روزنامہ امروز نے ٹیکسٹائل پر خصوصی سپلیمنٹ شائع کیا۔

26جنوری

گورنر سندھ نے ظفر اعوان کی کتاب "آزاد کشمیر کا بحران" کو ضبط کرنے کا حکم دیا۔ یہ کتاب راولپنڈی سے شائع ہوئی تھی۔

27جنوری

مسلم لیگ کے سردار شوکت حیات اور زاہد سرفراز گروپوں میں اتحاد ہو گیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے سیون شریف کے ترقیاتی مرکز کا سنگ بنیاد رکھا۔ دھانا ساگر کے جنگی کیمپ سے 831 پاکستانی جنگی قیدی وطن واپس پہنچے۔ 25 ہزار دفتری اصلاحات کا مستند ترجمہ مکمل کر لیا گیا۔ کراچی میں دوسرے ہاکی ٹیسٹ میں پاکستان نے آسٹریلیا کو ایک گول سے شکست دے دی۔ آسٹریلیا نے پاکستان کو دو ٹرانسمیٹر دینے کا اعلان کیا۔

28جنوری

پنجاب کی وزارتی کونسل نے دیہی علاقوں میں بے گھر اور غریب مزارعوں اور دستکاروں کو رہائشی مکانات تعمیر کرنے کے لئے پانچ پانچ مرلے اراضی مفت فراہم کرنے کی سکیم کو آخری شکل دے دی۔ پاکستان کونسل آف سائنٹیفک انڈسٹریل ریسرچ نے پریشر سٹور تیار کر لیا۔

29جنوری

پنجاب ایمپلائز ایسوسی ایشن سیکورٹی سکیم کے تحت لاہور' ملتان اور گوجرانوالہ میں تین مکمل ہسپتال قائم کرنے کا اعلان کیا گیا۔

30جنوری

بلوچستان اسمبلی کے ضمنی انتخابات میں پختون خوا نیپ کے امیدوار محمود خان اچکزئی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گئے۔ تربیلا ڈیم پراجیکٹ کی سروس کو لازمی قرار دے دیا گیا۔ افغانستان نے اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کا اعلان کر دیا۔ نوڈیرو میں وزیر اعظم بھٹو نے شوگر مل کا افتتاح کیا۔ پاکستان نے ٹیسٹ ہاکی میچوں کے سلسلے میں تیسرے ٹیسٹ میچ میں آسٹریلیا کو ہرا کر سیریز جیت لی۔

31جنوری

بلوچستان اسمبلی کے گل نصیر خان کی رکنیت منسوخ کر دی گئی۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اسلامی سربراہی کانفرنس کا مقصد مسلمانوں سے ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرنا ہے۔ کوئٹہ میں پیپلز پارٹی کے دو کارکنوں کے گھروں پر دستی بموں سے حملے کیے گئے۔

فروری 1974ء

یکم فروری

مستونگ ٹیلیفون ایکسچینج میں فائرنگ کے مقدمہ میں بلوچستان کے سابق وزیر عبدالرحمان اور سینیٹر کرد کو پانچ سال قید بامشقت کی سزا۔ فضائیہ کے چودہ افسروں کو بغاوت کی سازش کے الزام میں سزا سنا دی گئی۔ ونگ کمانڈر ہاشمی کو دس سال جبکہ سکواڈرن لیڈر غوث کو چودہ سال قید۔ پرویز اقبال کو پانچ سال اور گروپ کیپٹن سکندر کو سات سال بامشقت کی سزا سنائی گئی۔

2فروری

حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان کے ناموں کا اعلان کر دیا۔ کراچی کی بندرگاہ پر یونان کی تنظیم فدائین کے کارکنوں نے یونانی جہاز پر قبضہ کر لیا۔ فدائین کے دو کارکنوں کو 24 گھنٹوں میں رہا کرنے کا مطالبہ اور جہاز کو تباہ کرنے کی دھمکی دے دی۔ حکومت نے 29 فرموں۔ کی امپورٹ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ منسوخ کر دیئے۔

3فروری

ملک بھر میں یوم عاشورہ عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ ملک بھر میں عام تعطیل کا اعلان۔

4 فروری

حکومت پاکستان کی ثالثی کے باعث فدائین نے یونانی جہاز پر قبضہ ختم کر دیا۔ فدائین کو قاہرہ پہنچادیا گیا۔

5 فروری

قومی اسمبلی نے پٹرولیم کی مصنوعات پر کنٹرول اور وراثت کے ترمیمی بل منظور کر لئے۔ سینٹ کے اجلاس میں بیرونی ماہرین پر انحصار کم کرنے کے لئے بل پیش کر دیا گیا۔ حکومت پاکستان نے دس فروری سے پارسل اور مال گاڑیوں سے مال برداری کے کرایوں میں تیس فیصد اضافہ کر دیا۔

6 فروری

کراچی میں دو مقامات پر آتشزدگی سے لاکھوں روپے مالیت کا سامان جل گیا۔ قومی اسمبلی نے جہازراں کمپنیوں پر کنٹرول کا بل منظور کر لیا۔

7 فروری

871 پاکستانی جنگی قیدی بھارت سے واہگہ کے راستے پاکستان پہنچے۔ فرانس میں متعین پاکستانی سفیر ایم۔ ایس شفقت کو اقوام متحدہ کے تعلیمی و ثقافتی ادارے یونیسکو میں پاکستان کا مستقل مندوب مقرر کر دیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر جیکب آباد عنایت اللہ قریشی کو صوبہ سندھ میں ڈپٹی سیکرٹری خوراک مقرر کر دیا گیا۔

8 فروری

پنجاب اسمبلی نے تیندو کے پتوں کو سرحدی علاقے میں استعمال کرنے اور تحویل میں رکھنے پر پابندی عائد کرنے کا بل منظور کر لیا۔ پاکستان اور روس کے درمیان سائنسی اور فنی تعاون کا سمجھوتہ طے پا گیا۔

9 فروری

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ حکومت نے ججوں کی تنخواہوں میں اضافہ کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ بات انہوں نے کراچی میں جیورسٹ کانفرنس کے افتتاح کے موقع پر بتائی۔ وفاقی وزیر مذہبی امور مولانا کوثر نیازی نے اعلان کیا کہ امسال 60 ہزار چھ سو اٹھاسی پاکستانی فریضہ حج ادا کریں گے۔ پاکستان نے کرائسٹ چرچ میں کینیڈا کو گیارہ گول سے ہرادیا۔

10 فروری

یاسر عرفات نے اسلامی سربراہی کانفرنس میں
پاکستان رائٹرز گلڈ نے 1973ء کے مختلف ادبی انعامات کا اعلان کر دیا۔

11 فروری

قومی اسمبلی نے بنکوں کو قومی تحویل میں لینے کا بل منظور کر لیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کراچی میں دو روزہ یوتھ فیسٹیول کا افتتاح کیا۔ حکومت پاکستان نے نو رکنی قومی فنانس کمیشن قائم کر دیا۔

12 فروری

وفاقی وزیر بجلی و پانی حیات محمد شیرپاؤ، وزیر زراعت سردار غوث بخش رئیسانی اور وزیر مملکت برائے جیل خانہ جات مسٹر محمود علی کو سبکدوش کر دیا گیا۔ پاکستان اور روس کے درمیان تجارتی سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر رویت ہلال کمیٹی کی منظوری دے دی۔

13 فروری

وزیراعظم بھٹو نے سردار غوث بخش رئیسانی، حیات محمد شیرپاؤ اور محمود علی کے استعفے منظور کر لئے۔ 935 جنگی قیدی پاکستان پہنچے۔

14 فروری

اسلامی سربراہی کانفرنس کا زمردی نشان تیار کر لیا گیا۔ اس کی تیاری میں بیس دن لگے۔ نشان کا قطر 9 انچ ہے۔

15 فروری

سردار غوث بخش رئیسانی اور سیف اللہ پراچہ نے بلوچستان اسمبلی کے وزراء کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ بھارت سے 847 جنگی قیدی پاکستان پہنچے۔

16 فروری

پنجاب اسمبلی کے رکن مرزا طاہر بیگ رکنیت سے مستعفی ہو گئے۔ پختون زلمے اور بلوچ ورنا پر پابندی عائد کر دی گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اگر بنگلہ دیش 195 پاکستانی قیدیوں کی رہائی کی ضمانت دے تو اسے تسلیم کر لیں گے۔ پاکستان نے کرائسٹ چرچ میں ہالینڈ کو دو گول سے شکست دے کر انٹرنیشنل ہاکی میچ میں طلائی تمغہ جیت لیا۔

18 فروری

پی آئی اے کی ایئر ہوسٹسوں کے لئے یونیفارم لازمی قرار دے دیا گیا۔ لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں تیس ممالک کے اعلیٰ افسروں کا اجلاس شروع ہو گیا۔

19 فروری

لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے وزراء خارجہ کا اجلاس ہوا۔ گنی بساؤ، جمہوریہ جنوبی یمن، گیبون، کیمرون، یوگنڈا، گیمبیا اور اپر وولٹا کو اسلامی سربراہی کانفرنس کا رکن بنالیا گیا۔ سربراہی کانفرنس کا ایجنڈا تیار کر لیا گیا۔

20 فروری

اسلامی سربراہی کانفرنس کی قراردادیں اور مشترکہ اعلامیہ کی تیاری کے لئے سترہ ملکوں کی مسودہ کمیٹی بنا دی گئی۔ میر تاج محمد خان جمالی، سلیم اکبر بگٹی کے مقابلے میں ضمنی انتخابات میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔

21 فروری

اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لئے 25 ممالک کے سربراہ پاکستان پہنچ گئے۔

22 فروری

اسلامی سربراہی کانفرنس کے شروع ہونے سے چند منٹ قبل وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ شیخ مجیب الرحمان کو اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لئے لانے کے لئے خصوصی انتظامات کیے گئے۔ ترکی اور ایران نے بھی بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا۔ اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں شروع ہو گئی۔ بھارتی وزیر اعظم نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے پاکستانی فیصلے کو اطمینان بخش قرار دیا۔

23 فروری

شیخ مجیب الرحمان اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لئے بارہ رکنی وفد سمیت لاہور پہنچے۔ تنظیم آزادی فلسطین کو واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا گیا۔ اسلامی سربراہی کانفرنس میں مشرق وسطیٰ بیت المقدس کے مسئلہ، فلسطین کے لوگوں کے حقوق اور مسلم ممالک میں اتحاد کو مضبوط بنانے کے لئے فیصلے کیے گئے۔

24 فروری

وزیر اعظم بھٹو نے اسلامی سربراہی کانفرنس کی اختتامی تقریر میں کہا کہ اسلام کے لئے ہم خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے۔ لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس ختم ہو گئی۔ کانفرنس کا مشترکہ اعلامیہ "اعلان لاہور" جاری کر دیا گیا۔

25 فروری

لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی نے لاہور کے قذافی سٹیڈیم میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ بلوچستان حکومت نے قلات کو دو اضلاع خضدار اور قلات میں تقسیم کر دیا۔ معروف صحافی مسٹر اسماعیل منشی انتقال کر گئے۔

26 فروری

صدر پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے لئے آئین میں ترمیم کے لئے قومی اسمبلی اور سینٹ کا اجلاس طلب کر لیا۔

27 فروری

کرنل قذافی نے کراچی پہنچنے پر کہا کہ کفر و اسلام کی جنگ میں فتح اسلام کی ہو گی۔

28 فروری

پاکستان اور لیبیا میں تمام شعبوں میں دس سال تک معاونت و مفاہمت کے سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ شیخ مجیب الرحمان نے پاکستان اور بھارت کے درمیان مفاہمت کرانے کی پیشکش کر دی۔

مارچ 1974ء

یکم مارچ

کوئٹہ کے قریب ریلوے پل کو اڑانے کی کوشش ناکام بنا دی گئی۔ غیر ملکی سفیروں اور صحافیوں کو پاکستان کے پہاڑی مقامات کی سیر کرائی گئی۔ گیمبیا کے صدر کینتھ کوانڈا کے پیکنگ سے پاکستان کے سرکاری دورے پر پہنچنے کا اعلان کیا گیا۔ ریڈیو اور ٹرانسسٹر کی درآمد پر کسٹم ڈیوٹی عائد کر دی گئی۔

2مارچ

ریٹائرڈ بریگیڈیئر ایف بی علی اور کرنل عبدالعلیم آفریدی کو عمر قید و برطرفی کی سزا سنائی گئی۔ گیمبیا کے صدر پاکستان کے سرکاری دورے پر اسلام آباد پہنچے۔ انہوں نے وزیراعظم بھٹو سے بات چیت کی۔

3مارچ

گیمبیا کے صدر نے بیت المقدس سمیت تمام عرب علاقے خالی کرنے اور فلسطینیوں کے حقوق بحال کرنے کا مطالبہ کیا۔ زمبیا کے صدر اپنا سرکاری دورہ پاکستان ختم کر کے وطن واپس روانہ ہو گئے۔ مسلم لیگ سرفراز گروپ نے سردار شوکت حیات کا استعفیٰ قبول کر لیا۔ میاں زاہد سرفراز نئے صدر بنے۔

4مارچ

پارلیمنٹ نے مزید چھ ماہ تک ملک میں ہنگامی حالت برقرار رکھنے کی منظوری دے دی۔ پاکستان کے سونے اور زرمبادلہ کے ذخائر میں چار سو فیصد اضافہ ہوا۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ 195 جنگی قیدیوں کا مسئلہ طے کرنے کے لئے سہ فریقی کانفرنس اپریل میں ہو گی۔

5مارچ

اسلامی سربراہی کانفرنس میں خدمات سرانجام دینے کے سلسلے میں حکومت پاکستان نے ریڈیو پاکستان کے ملازمین کو ایک ماہ کی زائد تنخواہ دینے کا اعلان کیا۔ سندھ اسمبلی نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے حق میں قرارداد منظور کی۔ خواجہ رفیق کے قتل کی تفتیش از سرنو کرنے کے احکامات جاری کر دیئے گئے۔

6مارچ

شیخ مجیب الرحمان نے اعلان کیا کہ پاکستان اور بنگلہ دیش میں سفارتی تعلقات جلد قائم ہوں گے۔ 788 جنگی قیدی اور بارہ شہری بھارت سے واپس پاکستان پہنچے۔

7مارچ

حکومت پاکستان نے ایک روپے مالیت کے نئے کرنسی نوٹ جاری کر دیئے۔ طالب علموں کو قرضہ دینے کی سکیم کی شرائط کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ قرضہ دس سال میں واجب الادا ہو گا۔ وفاقی ملازمتوں میں سندھ کے لئے 19 فی صد کوٹہ مختص کر دیا گیا۔

8مارچ

کارکنوں کے مکانات کی تعمیر کے سلسلے میں صدر پاکستان نے بہبودی فنڈ کی منظوری دے دی۔ سندھ اسمبلی میں ہنگامہ کے بعد اپوزیشن واک آؤٹ کر گئی۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ سندھ میں گوشت کا تین روز ناغہ کیا جائے گا۔

9مارچ

سری لنکا اور پاکستان کے درمیان کراچی میں تجارتی سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ سندھ، بلوچستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس طفیل علی عبدالرحمان نے قائم مقام گورنر کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ متحدہ امارات کے سربراہ شیخ زید بن النہیان پاکستان پہنچے۔ وزیراعظم بھٹو نے ان کا استقبال کیا۔ دونوں رہنماؤں میں باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت ہوئی۔

10مارچ

پنجاب کے وزیراعلیٰ غلام مصطفیٰ مستعفی ہو گئے۔ حکومت نے بیرون ملک پاکستانیوں کو روزگار کی فراہمی کے منصوبے کی منظوری دے دی۔ شیخ زید بن سلطان النہیان نے وزیراعظم بھٹو کے ہمراہ لاہور میلہ دیکھا۔ وزیراعظم بھٹو نے انہیں مینار پاکستان کا ماڈل پیش کیا۔

11مارچ

متحدہ امارات اور پاکستان کے درمیان ثقافتی سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ محمد حنیف رامے کو وزیراعلیٰ پنجاب مقرر کیا گیا۔

12مارچ

شیخ زید بن سلطان نے لاہور میں کہا کہ پاکستان کی قوت عالم اسلام کی

قوت ہے۔ سرہائی وے پر گاڑیاں کھڑی کرنے اور بسوں پر اوور لوڈنگ کی ممانعت کر دی گئی۔

13مارچ

پاکستان اور متحدہ امارات کے وزارتی کمیشن کی تشکیل کا اعلان کیا گیا۔ بلوچستان اسمبلی کے سپیکر مولوی شمس الدین کو پراسرار طور پر قتل کر دیا گیا۔ وہ قلعہ سیف اللہ سے فورٹ سنڈیمن جاتے ہوئے کار میں مردہ پائے گئے۔ 800 جنگی قیدی بھارتی کیمپوں سے رہا ہو کر پاکستان پہنچے۔

14مارچ

پاکستان اور لیبیا کے درمیان پی آئی اے کی سروس شروع کرنے کا اعلان ہوا۔ صدر فضل الٰہی نے کہا کہ مولوی شمس الدین کا قتل بزدلانہ جرم ہے۔ پشاور یونیورسٹی میں ہنگامہ وائس چانسلر ڈاکٹر عبدالعلی زخمی ہو گئے۔ اسلامی سربراہی کانفرنس میں خدمات کے صلے میں محکمہ اطلاعات کے ملازمین کو ایک ماہ کی زائد تنخواہ دینے کا اعلان۔

15مارچ

صوبہ سرحد اسمبلی میں امتناع شراب کی غیر سرکاری قرارداد منظور کر لی گئی۔ اردو، پنجابی شاعروں اور ادیبوں کی پنجابی غزلوں کا دیوان چھپ گیا۔ یہ دوسرا قاعدہ دیوان ہے۔ عبدالوحید کٹپر سندھ کے سینئر وزیر مقرر کر دیئے گئے۔ تہران یونیورسٹی نے پیر حسام الدین راشدی کو ڈاکٹریٹ آف لٹریچر اور ہومیز کی اعزازی ڈگری دی۔ گوشت فروشوں نے غیر مشروط طور پر سندھ میں ہڑتال ختم کر دی۔

16مارچ

پنجاب کی نئی حکومت پیپلزپارٹی کے منشور پر عمل کرے گی۔ وزیر اعظم بھٹو بلوچستان میں مولوی شمس الدین کے قتل کے سلسلے میں عام تعطیل کی گئی۔ تحریک استقلال کے سربراہ اصغر خان لندن روانہ ہوئے۔ کراچی کے 53 کالجوں میں طلباء یونینز کے انتخابات ہوئے۔

17مارچ

پنجاب میں کسی قسم کی گڑبڑ برداشت نہیں کی جائے گی، وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے کا اعلان۔ دادو میں بسوں کی ہڑتال ختم ہو گئی۔ ایران کی قومی ہاکی ٹیم کو کسٹم کمبائنڈ الیون نے پانچ گول سے ہرا دیا۔

18مارچ

حکومت نے تمام سرکاری اور قومی تحویل میں لئے گئے سکولوں میں پہلی جماعت کے طلباء کو درسی کتابیں مفت مہیا کرنے کا اعلان کیا۔ وزیر سندھ نے ممتاز مصور انور مقصود کی تصویری نمائش کا افتتاح کیا۔

19مارچ

شہنشاہ ایران نے کہا کہ ایران پاکستان کے خلاف جارحیت برداشت نہیں کرے گا۔ میڈیکل کالجوں میں داخلے کے لئے گورنروں کا کوٹہ ختم کر دیا گیا۔ سندھ اسمبلی نے مفید جانوروں کی ذبیحہ کی روک تھام کا بل منظور کر لیا۔ تھانہ بولاخان کے قریب پاک فضائیہ کے جیٹ طیارے کے حادثہ میں ایک فوجی اور تین بچے زخمی ہو گئے۔ پائلٹ بحفاظت اتر گیا۔

20مارچ

800 جنگی قیدی بھارت سے پاکستان پہنچے۔ وزیر داخلہ خان قیوم خان نے کہا کہ پاکستان کی سرحدیں محفوظ ہیں۔ پاکستان اور روس کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کے تحت روس پاکستان کو کراچی کے فولاد کے کارخانے کے لئے دو ارب تیس کروڑ روپے کی مشینری فراہم کرے گا۔ پاکستان آرڈیننس فیکٹریز بورڈ کے چیئرمین قمر علی مرزا نے کہا کہ پاکستان میں جدید ٹینک شکن ہتھیار اور بھاری توپوں کے گولے تیار کیے جائیں گے۔

21مارچ

وزیر اعظم بھٹو نے حسن ابدال میں کاٹن ملز کا سنگ بنیاد رکھا۔ حکومت نے اعلان کیا کہ تمام عارضی آبادیوں کو جلد قانونی حقوق دے دیئے جائیں گے۔

22مارچ

وفاقی حکومت نے بنکوں کے امور کی دیکھ بھال کے لئے چھ رکنی پاکستان بینکنگ کونسل قائم کر دی۔ سندھ کے وزیر جام صادق نے کہا کہ حکومت کراچی میں 75 ہزار مکانات اور 50 ہزار فلیٹ تعمیر کرے گی۔ پنجاب یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خان انتقال کر گئے۔ سرائے سدھو میں ایک کنوئیں سے قدرتی گیس کے ذخائر دریافت ہوئے۔

23مارچ

پاکستان بھر میں یوم استقلال منایا گیا۔ صدر فضل الٰہی نے مسلح افواج کی پریڈ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ افواج پاکستان آئین کی تابع اور اس کی محافظ و علمبردار ہیں۔ وزیر اعظم بھٹو نے گارڈن پارٹی کا اہتمام کیا۔

24 مارچ

پاکستان سے بنگلہ دیشیوں کی منتقلی کا کام مکمل ہو گیا' سرکاری اعلان۔۔۔ مالاکنڈ میں بس ڈیڑھ' ہزار فٹ گہرے کھڈ میں گر گئی۔ حادثے میں 35 افراد جاں بحق ہو گئے۔

25 مارچ

قومی اسمبلی میں اوپن یونیورسٹی کے قیام کا بل پیش کر دیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے دیہہ منداد کے مقام پر پاکستان کے پہلے ارضی مواصلاتی اسٹیشن کا افتتاح کیا۔ صوبہ پنجاب کی کابینہ کے پانچ وزراء' ڈاکٹر عبدالخالق' میاں محمد افضل وٹو' حفیظ کاردار' سردار صغیر احمد اور نصراللہ دریشک نے حلف اٹھایا۔

26 مارچ

حکومت نے قیمتوں میں استحکام کے لئے کمیٹی قائم کر دی۔ کوریا کے نائب صدر کانگ ریانگ نے وزیراعظم بھٹو سے کراچی میں ملاقات کی۔ اسلام آباد میں پاک بحریہ کے ہیڈ کوارٹر کا افتتاح ہوا۔ حامد علی کو اے پی این ایس کا صدر منتخب کر لیا گیا۔

27 مارچ

قومی اسمبلی نے انتخابی فہرستوں کی تجدید اور تیاری کا بل منظور کر لیا۔ قدرتی وسائل کی ترقیاتی کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ انتخابات مقررہ وقت پر ہوں گے۔ صوبہ سندھ کے گزیٹڈ افسروں کے گریڈوں کا اعلان کر دیا گیا۔ بھارت سے آٹھ سو مزید جنگی قیدی پاکستان پہنچے۔ لیڈی نصرت ہارون کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

28 مارچ

بنگلہ دیش کو 195 قیدیوں کی رہائی کی یقین دہانی پر تسلیم کیا گیا تھا' وزیراعظم بھٹو۔ سرحد اسمبلی نے پشاور یونیورسٹی کا بل منظور کر لیا۔ کراچی یونیورسٹی نے اسلامی تاریخ میں اول آنے والے طالب علم نواب صدیق علی خان کو تمغہ دینے کا اعلان کیا۔

29 مارچ

ڈاکٹر ڈبلیو ایم ذکی کو پیپلز اوپن یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کر دیا گیا۔ شہنشاہ ایران اور وزیراعظم بھٹو کے درمیان جزیرہ کش میں بات چیت ہوئی۔ سوات میں زمینداروں نے کسانوں کے گھروں کو آگ لگا دی۔ حکومت نے قرآن کے ناشرین کو ہدایت کی کہ وہ محکمہ اوقاف میں اپنا اندراج کروائیں۔ شیخوپورہ کے قریب حادثہ میں پندرہ افراد جاں بحق ہو گئے۔

30 مارچ

پاکستان اور ایران کے درمیان اقتصادی تعاون بڑھانے کا اعلان کیا گیا۔ کراچی کی گودی میں مزدوروں کے دو گروپوں میں فائرنگ سے پچاس افراد زخمی ہو گئے۔ پاکستانی قومی ہاکی ٹیم کینیا پہنچی۔

31 مارچ

وزیراعظم بھٹو کے دورہ ایران کے خاتمے پر مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا۔ پاکستان اور ایران ایک دوسرے کی سالمیت کے لئے تعاون کریں گے۔ 735 جنگی قیدی پاکستان پہنچے۔ کراچی گودی پر دوبارہ کام شروع ہو گیا۔

اپریل 1974ء

یکم اپریل

جماعت اسلامی نے عام انتخابات کا مطالبہ کر دیا۔ وفاقی وزیر امور خارجہ عزیز احمد نے کہا کہ پاکستان مناسب وقت پر مسئلہ کشمیر اٹھائے گا۔ اندراگاندھی نے کہا کہ کنٹرول لائن کو مستقل سرحد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پاکستان ٹائمز کے آئی ایچ راشد پی یو جے کے صدر منتخب ہو گئے۔

2 اپریل

عوام ملک کو تباہی سے بچانے کے لئے تعصبات سے بالاتر رہیں' وزیراعظم بھٹو کی عوام سے اپیل۔ حکومت نے سبزیوں اور پھولوں کی پیداوار بڑھانے اور درآمد میں فروغ کے لئے سبزیوں اور پھلوں کا بورڈ قائم کر دیا۔

3 اپریل

وزیراعظم بھٹو نے فرانس کے صدر کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا۔ وزیر خارجہ عزیز احمد نے کہا کہ پاکستان کی یہ کوشش ہے کہ 195 قیدیوں پر مقدمہ نہ چلایا جائے۔

4 اپریل

حکومت نے اعلان کیا کہ قومیائے گئے اداروں کی پیداوار میں اٹھارہ فی صد اضافہ ہوا ہے۔ حکومت پنجاب نے اعلان کیا کہ تمام ورک چارج ملازمین کو مستقل کر دیا جائے گا۔ پاکستان بنکنگ کونسل کے چیئرمین نے بتایا کہ لاہور کمرشل' پاک سرحد اور آسٹریلیشیا بنکوں کو ملا کر الائیڈ بنک بنایا جائے گا۔ وزیر مملکت برائے خارجہ امور عزیز احمد نے نئی دہلی میں سردار سورن

سنگھ سے ملاقات کی۔

5اپریل

عید میلادالنبیؐ کے موقع پر وزیراعظم بھٹو نے اپنے پیغام میں کہا کہ رسولؐ اللہ کی پیروی کا تقاضہ ہے کہ ہم نسلی اور علاقائی تعصبات کا خاتمہ کریں۔ نئی دہلی میں پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش کی 195 جنگی قیدیوں کے مسئلہ پر سہ فریقی بات چیت شروع ہوئی۔

6اپریل

ملک بھر میں جشن عید میلادالنبیؐ منایا گیا۔ ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے۔

7اپریل

فرانس کے قائمقام صدر الین پولر نے وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ بنگلہ دیش میں جماعت اسلامی' جمہوری پارٹی اور نظام اسلام کی ضبط شدہ املاک نیلام کر دی گئیں۔ نئی دہلی میں پاک بنگلہ دیش بھارت سہ فریقی مذاکرات جاری رہے۔ نیروبی میں کینیا اور پاکستان کے درمیان دوسرا ہاکی میچ برابر رہا۔

8اپریل

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اگر 195 قیدیوں کا مسئلہ حل نہ ہوا تو برصغیر کے حالات معمول پر نہیں آ سکیں گے۔ ساہیوال کا بجلی گھر جل گیا۔ سہ فریقی مذاکرات کے نتیجہ میں 195 جنگی قیدیوں کی واپسی کی راہ ہموار ہو گئی۔

9اپریل

قومی اسمبلی نے انتخابی حلقہ بندیوں کا بل منظور کر لیا۔ پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش کے درمیان معاہدہ طے پایا جس کے تحت بنگلہ دیش غیر مشروط طور پر 195 پاکستانی جنگی قیدی رہا کر دے گا اور پاکستان اور بھارت میں نظربند شہریوں کی واپسی 14 اگست سے شروع ہو گی۔ مسٹر دستگیر بٹ نے نیشنل چیس چیمپئن شپ جیت لی۔

10اپریل

سہ فریقی معاہدے سے پاکستان کو فائدہ ہوا ہے' بی بی سی۔ ماہنامہ پنج دریا کے مدیر چوہدری محمد افضل خان انتقال کر گئے۔

11اپریل

کراچی سے دوبئی جانے والی لانچ سمندر میں ڈوب گئی۔ 48 پاکستانی جاں بحق ہو گئے۔ پاکستان اور بھارت تخفیف اسلحہ کے لئے مذاکرات پر رضامند ہو گئے۔ ممتاز ڈرامہ آرٹسٹ رفیع الدین پیرزادہ انتقال کر گئے۔

12اپریل

پاکستان میں کلمہ طیبہ والی ماچسوں کی درآمد پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ممتاز مسلم لیگی رہنما غلام محمد خان لونڈخور انتقال کر گئے۔ کراچی میں پاکستان اور سری لنکا کے درمیان دوسرا غیر سرکاری ٹیسٹ میچ شروع ہو گیا۔

13اپریل

وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے کہا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے لئے آئین میں ترمیم کی جائے گی۔

14اپریل

جمہوری پارٹی کراچی پیپلزپارٹی میں ضم ہو گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ پندرہ مئی سے سول انتظامیہ کی مدد کے لئے تمام فوجی کارروائیاں ختم کر دی جائیں گی۔

15اپریل

قومی اسمبلی میں دستور سے مشرقی پاکستان کے الفاظ خارج کرنے سے متعلق بل پیش کر دیا گیا۔ پاک فضائیہ کے سربراہ ایئر مارشل ظفر چوہدری ریٹائر ہو گئے۔ ایئر وائس مارشل ذوالفقار علی کو نیا سربراہ بنا دیا گیا۔ پنجاب میں پرائیویٹ ٹرانسپورٹ کے ڈرائیوروں نے ہڑتال کر دی۔ حادثوں کی صورت میں سنگین سزا نہ دینے کا مطالبہ۔

16اپریل

سینٹ نے جائیداد کی منتقلی کا آرڈیننس منسوخ کرنے کا بل منظور کر لیا۔ قومی اسمبلی کے سابق رکن چوہدری انور عزیز پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔ وزیراعظم نے صوبائی حکومتوں کو ہدایات دیں کہ وہ سیلاب سے بچاؤ کے لئے بروقت اقدامات کریں۔

17اپریل

وزیراعظم بھٹو کی صدارت میں اعلیٰ سطحی کانفرنس میں خوراک کی صورت حال پر غور کیا گیا۔ حکومت پاکستان نے 30 جون سے محکمہ بحالیات ختم کرنے کا اعلان کیا۔ ادارہ تعلیم و تحقیق میں پروفیسر عثمان کو ڈائریکٹر مقرر کر

دیا گیا۔ مسٹر اے کے بروہی' چوہدری انور بھنڈر اور عزیز اللہ شیخ پاکستان بار کونسل کے رکن منتخب ہو گئے۔

18 اپریل

وزیر اعظم بھٹو نے لاہور میں خشک بندرگاہ کا افتتاح کیا۔ سردار محمد داؤد خان نے کہا کہ بلوچستان کا مسئلہ حل کیے بغیر افغانستان کے پاکستان سے تعلقات بہتر نہیں ہو سکتے۔ لاہور کی خشک بندرگاہ کو کسٹم پورٹ قرار دے دیا گیا۔

19 اپریل

وزیر اعظم بھٹو نے غلام مصطفیٰ کھر اور حنیف رامے کے درمیان مصالحت کرا دی۔ حمود الرحمان کمیشن رپورٹ مکمل ہونے پر شائع کی جائے گی' وزیر اعظم بھٹو کا اعلان۔ بہاولپور کے نزدیک ٹرین کے حادثے میں ایک مسافر ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔

20 اپریل

سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان اسلام آباد میں انتقال کر گئے۔ وزیر اعظم اور صدر نے ان کی وفات پر اظہار تعزیت کیا۔ برما کے صدر نی ون پاکستان کے سرکاری دورے پر اسلام آباد پہنچے۔ مری کی صوبائی اسمبلی کی نشست سے پی پی کے بابو حنیفؒ ضمنی انتخاب جیت گئے۔ وفاقی حکومت نے پندرہ اراکین پر مشتمل زیارت کمیٹی تشکیل دے دی۔

21 اپریل

وزیر اعظم بھٹو نے علامہ اقبال کا جشن صد سالہ منانے کے لئے خصوصی کمیٹی قائم کر دی۔ سابق صدر ایوب خان کو ان کے آبائی گاؤں ریحانہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ میجر جنرل راؤ فرمان علی خان سمیت 37 اعلیٰ فوجی افسر پاکستان پہنچے۔

22 اپریل

سیاسی جماعتوں پر پابندی کے بارے میں آئین کی ترمیم کے لئے قومی اسمبلی میں غور شروع ہو گیا۔ ہائی کورٹ نے سابق وزیر افتخار تاری کی ضمانت قبل از گرفتاری منظور کر لی۔ برما کے صدر نی ون دو روزہ دورے پر لاہور پہنچے۔

23 اپریل

پاکستان کے مزید 831 جنگی قیدی واپس وطن پہنچ گئے۔ پنجاب میں گندم کی نقل و حمل پر پابندی عائد کر دی گئی۔ قومی اسمبلی نے آئین میں مشرقی پاکستان کے الفاظ ختم کرنے کی ترمیم کی منظوری دے دی۔ قومی اسمبلی نے اوپن یونیورسٹی بل مجریہ 1974ء منظور کر لیا۔ پسرور' کوٹ ادو' پتوکی اور کمالیہ میں شوگر ملیں لگانے کے منصوبے پر کام شروع ہو گیا۔

24 اپریل

امریکہ نے پاکستان کے سیلاب زدگان کے لئے پانچ کروڑ ڈالر کی امداد دینے کا اعلان کر دیا۔ پاکستان کے 779 جنگی قیدی وطن واپس پہنچ گئے۔ الیکشن کمیشن نے حکومت کو اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ سید ظاہر علی رضوی ادارہ تحفظ حقوق شیعہ کے نائب صدر کے عہدے اور بنیادی رکنیت سے مستعفی ہو گئے۔

25 اپریل

سینٹ نے آئین میں پہلی ترمیم کے بل کی منظوری دے دی۔ حکومت نے بنگلہ دیش سے واپس آنے والوں کے لئے آٹھ ہزار مکانات تعمیر کرنے کا اعلان کیا۔ بہاولپور کے قریب بس الٹنے سے چار طالب علم جاں بحق ہو گئے۔

26 اپریل

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ بیرونی جارحیت کی صورت میں پاکستان ایران کا ساتھ دے گا۔ وزیر اعظم بھٹو نے کوئٹہ میں 150 کلوواٹ میڈیم ویو ٹرانسمیٹر کا افتتاح کیا۔ پاکستان اور لیبیا کے درمیان فنی اور اقتصادی شعبوں میں تعاون کے سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔

27 اپریل

اقوام متحدہ نے پاکستان کو ترقی کی امداد کے پروگرام طے کرنے والی کمیٹی کا چیئرمین منتخب کر لیا۔ 788 جنگی قیدی اور شہری وطن واپس پہنچ گئے۔ حکومت پاکستان نے قیدیوں کی واپسی کی خوشی میں جمعہ 3 مئی کو یوم تشکر منانے کا اعلان کیا۔ اس دن ملک بھر میں عام تعطیل ہو گی۔

28 اپریل

وزیر اعظم بھٹو نے پیشکش کی کہ پاکستان بنگلہ دیش کو چاول اور ضروری سامان فراہم کرنے کو تیار ہے۔ پنجاب کے وزیر صنعت عبدالحفیظ کاردار انتقال کر گئے۔ فتح خان بندیال کو پنجاب کا چیف سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ سردار شوکت حیات کے بھائی سردار عزت حیات تحریک استقلال میں شامل ہو گئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ روس' بھارت' افغانستان اور عراق کو اسلحہ فراہم کر رہا ہے۔

29اپریل

لینڈ کمیشن نے بزنجو' خیر بخش مری اور میربلوچ خان کے خلاف زرعی اصلاحات کے تحت کارروائی کرنے کا حکم دے دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے بلوچستان کی ترقیاتی اسکیمیں جلد مکمل کرنے کا حکم دیا۔ حکومت سندھ نے سرحدی علاقوں میں اناج کی سمگلنگ روکنے کے لئے ہنگامی اقدامات کا حکم دے دیا۔

30اپریل

مشرقی پاکستان کی کمان کے کمانڈر جنرل عبدالحمید نیازی سمیت تین میجر جنرلوں کی واپسی کے ساتھ ہی جنگی قیدیوں کی پاکستان واپسی کا کام مکمل ہو گیا۔ تین مئی کو یوم تشکر منایا جائے گا۔

مئی 1974ء

یکم مئی

ملک بھر میں یوم مئی کا تہوار منایا گیا۔ مزدوروں نے جلسوں کا اہتمام کیا۔ مزدور رہنما عبدالرحمان کی میت کو لاہور سے گجرات پہنچادیا گیا۔

2مئی

وزیراعظم بھٹو نے ڈیرہ اسماعیل خان میں یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھا۔ مزدور رہنما عبدالرحمان کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ عبدالرحمان کو کس نے قتل کرایا۔ پنجاب کے سابق وزیراعلیٰ غلام مصطفیٰ کھر نے کہا کہ پولیس نے مجھے گرفتار کرکے 20 گھنٹے بعد رہا کیا۔ صوبائی وزیر محنت عبداللہ بلوچ کی مداخلت پر محکمہ ڈاک کے ملازمین نے ہڑتال ختم کرنے کا اعلان کردیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے مزدور رہنما عبدالرحمان کے پسماندگان کے دس ہزار اور وزیراعظم کی جانب سے 20 ہزار روپے کی امداد کا اعلان کیا۔

3مئی

صدر فضل الٰہی نے کہا کہ جنگی قیدیوں کی واپسی موجودہ حکومت کا اہم کارنامہ ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ کشمیر کے سوال پر سودے بازی نہیں کی جائے گی۔ ملک بھر میں یوم تشکر منایا گیا۔ سرکاری اور غیر سرکاری ادارے بند رہے۔

4مئی

بھارت کی نظریں اب کشمیر پر ہیں' سردار عبدالقیوم صدر آزاد کشمیر کا بیان۔ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی کے طلباء نے نوبسیں اغواء کر لیں۔ اساتذہ کے لئے تنخواہوں کے قومی سکیل کا اعلان کردیا گیا۔

5مئی

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ ہم بھارت سے برابری کی بنیاد پر تعلقات چاہتے ہیں۔ پنجاب کابینہ کے مزید چار وزراء نے حلف اٹھایا ان میں ملک حاکمین' بریگیڈیئر ریٹائرڈ صاحب داد' رانا اقبال احمد اور مسٹر صادق شامل ہیں۔ گلگت کے شمال میں برفانی تودہ گرنے سے قدرتی طور پر ایک بڑا بند اور چار سو میل لمبی جھیل بن گئی۔

6مئی

حکومت بلوچستان نے قلات' مکران اور خضدار اضلاع کی تحصیلوں اور سب تحصیلوں اور سب ڈویژنوں کی حدود کا اعلان کر دیا۔ کوئٹہ میں سائنس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے گورنر بلوچستان میر احمد یار خان نے کہا کہ بلوچستان کے 25 ہزار مربع میل کے علاقے میں تیل کے ذخائر موجود ہیں۔

7مئی

وزیراعظم بھٹو سابق صدر ایوب خان مرحوم کے گھر گئے اور ان کی اہلیہ سے مرحوم کی وفات پر اظہار تعزیت کیا۔ وفاقی وزیر داخلہ قیوم خان نے کہا کہ ڈیورنڈ لائن پر حفاظتی چوکیاں قائم کردی گئی ہیں۔

8مئی

پنجاب کے کالجوں میں ہڑتال کے باعث تعلیمی ادارے بند رہے۔ پاکستان اور متحدہ امارات کے وزارتی کمیشن نے دونوں ممالک کے درمیان اشتراک و تعاون کے فروغ کے لئے مزید اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا۔ مظفر آباد کے قریب ایک حادثے میں گیارہ افراد ہلاک اور اکتالیس زخمی ہو گئے۔

9مئی

پنجاب کے اساتذہ نے مطالبات کی منظوری کے بعد ہڑتال ختم کر دی۔ نیپ کے ارکان اسمبلی نے کہا کہ ہم بلوچستان کے مسئلہ کے باعزت حل کی تلاش میں ہیں۔ آزاد کشمیر کے صدر نے ٹرک حادثے کی تحقیقات کا حکم دیا۔

10مئی

عام معافی کے اعلان کے بعد بلوچستان میں متعدد باغیوں نے ہتھیار ڈال

دیئے۔ افغان صدر داؤد نے کہا کہ افغانستان پاکستان سے مذاکرات کے لئے تیار ہے۔ حکومت نے پیاز کے نرخوں میں اضافے کے پیش نظر پیاز برآمد کرنے کا فیصلہ واپس لے لیا۔

11 مئی

وزیر اعظم بھٹو چین کے سرکاری دورے پر پیکنگ پہنچے۔ وزیر اعظم بھٹو نے چیئرمین ماؤزے تنگ سے 90 منٹ طویل بات چیت کی۔ پاکستان اور سعودی عرب وزارتی کمیشن کی تشکیل پر رضامند ہو گئے۔

12 مئی

دورہ چین کے دوران پاکستانی وزیر اعظم مسٹر بھٹو کے اعزاز میں دی گئی دعوت سے بھارتی سفیر واک آؤٹ کر گئے۔ چین نے پاکستان کی آزادی اور کشمیر کی تحریک خودارادیت کی حمایت کر دی۔ پاکستان اور الجزائر نے فضائی سروس بحال کرنے کے معاہدے پر دستخط کیے۔

13 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے پیکنگ کے گریٹ پیپلز ہال میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ برصغیر میں پائیدار امن کے لئے کشمیر کے تصفیہ کا حل ناگزیر ہے۔ پنجاب یونیورسٹی اور انجینئرنگ یونیورسٹی کے عملے نے ہڑتال کر دی۔

14 مئی

پاک چین مذاکرات میں پاکستان کی دفاعی ضروریات کا جائزہ لیا گیا۔ وزیر اعظم چین نے اسلامی سربراہی کانفرنس کے نتائج کا خیر مقدم کیا۔ پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ غلام مصطفیٰ کھر نے تالپور برادران سے طویل مذاکرات کیے۔

15 مئی

پاکستان اور مشرقی جرمنی کے درمیان پہلا تجارتی معاہدہ طے پایا۔ وزیر اعظم بھٹو کی صدارت میں راولپنڈی میں اعلیٰ سطحی اجلاس ہوا جس میں اخباری کاغذ کی قیمت 4100 روپے من مقرر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ وزیر اعلیٰ سندھ نے چوہتر جمالی کی یونین کونسلوں کو ٹاؤن کمیٹیوں میں بدل دیا۔

16 مئی

کنسورشیم نے پاکستان کے لئے 50 کروڑ ڈالر کی امداد کا وعدہ کیا۔ حکومت سندھ نے بدعنوان افسروں کی فہرست جاری کر دی۔ 65 افسر ریٹائر اور 225 معطل کر دیئے گئے۔ وفاقی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے واہ میں شورے کے تیزاب کے کارخانے کا افتتاح کیا۔ لالہ موسیٰ اور گجرات کے درمیان سرکاری اور پرائیویٹ بسوں میں تصادم کے نتیجہ میں پانچ افراد جاں بحق ہو گئے۔

17 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے ہدایت کی کہ پاکستان میں نیوز پرنٹ کی صنعت قائم کرنے کے قابل عمل ہونے کی رپورٹ تیار کی جائے۔ پیپلز سٹیل ملز کراچی میں فولاد کی تیاری کا کام شروع ہو گیا۔

18 مئی

پاکستانی سرحد کے قریب راجستھان میں بھارت کا دس سے پندرہ کلوٹن طاقت کا ایٹمی دھماکہ۔ حیدر آباد تھرمل پاور سٹیشن میں آتشزدگی سے لاکھوں روپے کی مشینری تباہ ہو گئی۔ صوبہ سندھ کے سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ کے لئے قومی پے سکیل کا اعلان کر دیا گیا۔

19 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان بھارت کے ایٹمی دھماکے کے بعد بھی اپنی خارجہ پالیسی نہیں بدلے گا۔ ایٹمی پروگرام پر عملدرآمد تیز کیا جا رہا ہے۔ خان عبدالغفار خان کی نقل و حرکت پر مزید دو ماہ کے لئے پابندی عائد کر دی گئی۔ سردار شوکت حیات کو پانچ سال کے لئے مسلم لیگ سے نکال دیا گیا۔

20 مئی

سوات میں زمینداروں اور کسانوں میں تصادم سے دو افراد ہلاک ہو گئے۔ آزاد کشمیر کا تین رکنی وفد پیکنگ روانہ ہو گیا۔ حکومت نے تعلیمی شعبہ میں ایک خصوصی شعبہ قائم کرنے کی منظوری دی جو طلباء کی بنیادی ذہانت کا پتہ چلانے کے لئے سائنسی طریقہ آزمائش مرتب کرے گا۔

21 مئی

پاکستان بھر کی یونیورسٹی اساتذہ کی ہڑتال آٹھویں دن میں داخل ہو گئی۔ پاکستانی وزیر خارجہ عزیز احمد نے واشنگٹن میں کہا کہ پاکستان بھارتی حملہ کے خلاف اقوام متحدہ اور امریکہ سے ضمانت طلب کرے گا۔ پاکستان ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین منیر احمد نے کہا کہ ہمیں زندہ رہنے کے لئے ایٹمی توانائی درکار ہے۔

22 مئی

بلوچستان کے اساتذہ نے ہڑتال ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے پنجاب اسمبلی میں صحافیوں کی گرفتاری سے متعلق تحریک التواء کی مخالفت کرتے ہوئے تمام گرفتار صحافیوں کی غیر مشروط رہائی کا اعلان کیا۔

23 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے بھارتی ایٹمی دھماکہ پر پاکستانی موقف کی وضاحت کے لئے عالمی رہنماؤں کو خطوط ارسال کیے۔ صوبہ سرحد کے گورنر اسلم خٹک مستعفی ہو گئے۔ ریٹائرڈ میجر جنرل غوث کو نیا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ اخبارات کی قیمت 25 مئی سے پینتالیس پیسے کرنے کا فیصلہ۔

24 مئی

صحافیوں کی ہڑتال کے باعث ملک بھر میں کوئی اخبار شائع نہ ہوا۔ وزیر اعلیٰ سندھ غلام مصطفیٰ جتوئی نے نواب شاہ میں لڑکیوں کے میڈیکل کالج کا افتتاح کیا۔

25 مئی

ملک بھر میں صحافیوں کی ہڑتال جاری ہے کوئی اخبار شائع نہ ہوا۔

26 مئی

صحافیوں کی ہڑتال تیسرے روز جاری رہی۔ اخبارات تیسرے دن بھی شائع نہ ہوئے۔

27 مئی

سرکاری تحویل میں لئے گئے تعلیمی اداروں کے اساتذہ کے بیشتر مطالبات منظور کر لئے گئے۔ حیدر آباد میں تیز طوفان بادوباراں سے متعدد افراد ہلاک ہو گئے۔ وزیر اعلیٰ سندھ نے سرکنڈ کاٹن ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے لئے تین سو ایکڑ زمین کی فراہمی کا اعلان کیا۔

28 مئی

صدر مملکت نے خطرناک سامان کا ترمیمی آرڈیننس نافذ کر دیا۔ پنجاب اسمبلی میں ملک غلام مصطفیٰ کھر کی قیادت میں قائم ہونے والا گروپ ختم ہو گیا۔ صوبہ سندھ میں گندم کی سمگلنگ کی روک تھام کا کام فوج کے حوالے کر دیا گیا۔

29 مئی

وزیر اعظم بھٹو کی ہدایت پر سمگلنگ کے خاتمے کے وسیع پیمانے پر اقدامات کر لئے گئے۔ کراچی میں بلیک آؤٹ کی مشق کی گئی۔ پاکستان اور برطانیہ میں فضائی سروس میں تعاون کے سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ کراچی میں ہڑتالی اساتذہ پر پولیس کا لاٹھی چارج متعدد اساتذہ زخمی ہوئے۔ پاکستان اور روس کے درمیان فلموں کے تبادلے کا سمجھوتہ ہوا۔

30 مئی

وزیر اعلیٰ سندھ نے اساتذہ پر لاٹھی چارج کے واقعہ کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ 250 ہزار پاکستانیوں کو بنگلہ دیش سے واپس پاکستان آنے کی اجازت دے دی گئی۔ صوبائی وزیر تعلیم سندھ نے حکومت اور ہڑتالی اساتذہ کے درمیان طے پانے والے سمجھوتے کی تفصیلات کا اعلان کیا۔ ڈائریکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن نے آبکاری پولیس کے سکواڈ کو ختم کرنے کا اعلان کیا۔

31 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کے امن کو تباہ کرنے کی سازش ناکام بنا دی جائے گی۔ قومی اسمبلی میں اشیاء کی درآمدی قیمتوں کو مساوی کرنے کے بل کی منظوری دی۔ وزیر اعلیٰ سندھ نے 77 کروڑ 52 لاکھ روپے کا ضمنی بجٹ پیش کیا۔

جون 1974ء

یکم جون

سندھ اور کراچی یونیورسٹیوں کی ملازمتوں کو لازمی سروس قرار دے دیا گیا۔ جنگی تحقیقاتی کمیشن نے بھارت سے آنے والے جنگی قیدیوں کے بیانات طلب کر لئے۔ بھارتی ایٹمی دھماکہ کے پیش نظر پاکستان نے پاک بھارت مذاکرات ملتوی کرنے کی تجویز پیش کر دی۔ قومی اسمبلی کے رکن ڈاکٹر نذر احمد کے قتل کے بارے میں تحریک استحقاق خلاف ضابطہ قرار دے دی گئی۔

2 جون

حیدر آباد کے ضمنی انتخاب میں پی پی کے امیدوار بدیع الحسن زیدی کامیاب ہوئے۔ جھٹ پٹ میں ریزرو پولیس پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ متعدد پولیس والے زخمی ہوئے۔ روزنامہ جنگ نے نواب آف بہاولپور صادق محمد خان عباسی کے حالات زندگی شائع کئے۔

3 جون

برصغیر کے بابائے نشریات لائل فیلڈن انتقال کر گئے۔ وزیر اعظم بھٹو

نے کہا کہ ربوہ کے واقعہ سے پیدا ہونے والی صورتحال کے بارے میں ذمہ دارانہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ عوامی ایکسپریس کے سمہ سٹہ اور بہاولپور کے درمیان حادثے کا شکار ہونے کے نتیجہ میں چار افراد ہلاک اور پچاس سے زائد زخمی ہو گئے۔ مبلغ اسلام مولانا فضل الرحمان انصاری کراچی میں انتقال کر گئے۔ بیگم نصرت بھٹو کو ہلال احمر کا چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔

4جون

حیات محمد خان شیرپاؤ نے سرحد کے سینئر وزیر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

5جون

ربوہ کے واقعہ کی تحقیقات کے لئے خصوصی ٹربیونل کا قیام۔ ٹربیونل نے تحقیقات شروع کر دیں۔ حکومت پاکستان نے ایک رپورٹ میں اعلان کیا کہ سالانہ قومی پیداوار میں 8فی صد جبکہ زرعی پیداوار میں 5فی صد اضافہ ہوا ہے۔ کینیڈا نے پاکستان کو توانائی کے لئے یورینیم پلانٹ لگانے کے لئے حکومت پاکستان کو 17لاکھ ڈالر کے قرضے کی پیشکش کر دی۔

6جون

ریل کے کرایوں میں بیس فی صد اضافہ کر دیا گیا۔ ربوہ کے واقعہ کی تحقیقات کے ٹربیونل نے پہلے گواہ کا بیان مکمل کر لیا۔ سندھ اسمبلی نے ضمنی بجٹ کی منظوری دے دی۔ دیر کے درہ کردکی پہاڑی کی ملکیت کے تنازعہ پر دو گروہوں میں تصادم کے نتیجہ میں بارہ افراد ہلاک ہو گئے۔

7جون

کراچی میں ہڑتال مشتعل ہجوم نے پانچ گاڑیاں جلا دیں لاہور ہائی کورٹ نے مرزا ناصر احمد کی ضمانت قبل ازگرفتاری کی درخواست منظور کر لی۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ ملک کی سلامتی کے لئے اتحاد کی ضرورت ہے۔ پنجاب اسمبلی میں ایک ارب 22 کروڑ روپے کا ضمنی بجٹ پیش کر دیا گیا۔

8جون

وفاقی وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے قومی اسمبلی میں نئے مالی سال کا بجٹ پیش کر دیا۔ سرکاری ملازمین کے مہنگائی الاؤنس اور پنشن میں بھی اضافہ کا اعلان۔ بناسپتی گھی کی نئی قیمتیں مقرر کر دی گئیں۔ سرحد اور بلوچستان کے بجٹ کا خسارہ پورا کرنے کے لئے وفاقی حکومت نے امداد دینے کا اعلان کیا۔ پنجاب میں اخبارات پر سنسر اور مساجد میں ڈی پی آر کی پابندیاں اٹھالی گئیں۔

9جون

وزیر داخلہ قیوم خان نے کہا کہ حزب اختلاف ربوہ کے واقعہ کی آڑ میں حکومت کو ہٹانا چاہتی ہے۔ وفاقی وزیر خزانہ نے دکانوں کو سرکاری ملکیت میں لینے کی خبروں کی تردید کر دی۔ روزنامہ جنگ نے سندھ ترقی کی راہ پر عنوان سے ضمیمہ شائع کیا۔

10جون

آزاد کشمیر میں پارلیمانی نظام رائج کرنے کا اعلان ہوا۔ بنگلہ دیش اقوام متحدہ کا رکن بن گیا۔ بلوچستان اسمبلی میں ہنگامہ۔ مہمانوں کی گیلریوں سے ایجنڈے کا مسودہ پھاڑ کر پھینکا گیا۔ بھارتی ایٹمی دھماکہ پر پاکستانی وزیر خارجہ عزیز احمد اور برطانوی وزیراعظم مسٹر ولسن کے درمیان مذاکرات ہوئے۔

11جون

حکومت نے کوئٹہ کے قریب ایران کے تعاون سے سیمنٹ کا کارخانہ تعمیر کرنے کا اعلان کیا۔ بھارتی ایٹمی دھماکے پر پاکستان نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں تشویش کا اظہار کیا۔

12جون

پی ایف یو جے کے منہاج برنا اور دوسرے صحافی رہا کر دیئے گئے۔ بلوچستان اسمبلی میں دو کروڑ تیرہ لاکھ کا ضمنی بجٹ پیش کیا گیا۔ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس ملازمین نے ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ صوبہ سندھ کے 39 شاعر اور ادیب گلڈ سے مستعفی ہو گئے۔

13جون

قومی اسمبلی نے ریلوے بجٹ منظور کر لیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا جو ختم نبوت کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں۔ اگر عوام چاہے تو یہ مسئلہ اسلامی مشاورتی کونسل کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان اور بھارت نے سرحدی نشانات کی دیکھ بھال کرنے کا فیصلہ کیا۔

14جون

مسٹر بدیع الحسن کو حیدر آباد کے حلقہ نمبر4 سے منتخب رکن قرار دے دیا گیا۔ وزیراعلیٰ سندھ نے اسمبلی میں دو کروڑ 86 لاکھ روپے خسارے کا بجٹ پیش کیا۔

15جون

قومی اسمبلی نے ایٹم بم بنانے کا مطالبہ کر دیا۔ تحفظ عامہ کے تحت راولپنڈی میں بارہ علماء اور سات طالب علموں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بلوچستان سے نکالے گئے سرکاری افسران واپس بلا لئے گئے۔

16جون

آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس کے ساٹھ ہزار ملازمین نے ملک گیر ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ آکاؤنٹنٹ جنرل آف پاکستان نے ہڑتال کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ پاکستانی سائنس دانوں نے بھارت کے ایٹمی دھماکے کے تابکاری کے اثرات کا پتہ چلا لیا۔

17جون

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ بھارت نے ایٹمی دھماکہ کر کے تعلقات بہتر بنانے کی دو سالہ کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس کے ملازمین نے غیر معینہ مدت کے لئے ہڑتال کر دی۔ لاہور میں آتش بازی کے ذخیرے میں دھماکے سے 4 افراد ہلاک ہو گئے۔ بیگم قدرت اللہ شہاب انتقال کر گئیں۔

18جون

بلوچستان کے وزیر خزانہ نے صوبہ کا بجٹ اسمبلی میں پیش کیا۔ عالمی تحقیقاتی ادارے نے اعلان کیا کہ بھارت نے ایٹمی دھماکہ فوجی مقاصد کے لئے کیا تھا۔ پاکستانی وزیر خارجہ نے کہا کہ بھارتی ایٹمی دھماکے کے پیش نظر پاکستان کو اپنا دفاع مضبوط کرنا پڑے گا۔

19جون

سرحد اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ وزیر اعظم بھٹو کو قتل کرنے کی سازش کا انکشاف ہوا۔

20جون

پاکستان نے اسلحہ برآمد کرنے کی صلاحیت حاصل کر لی۔ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس ملازمین نے گرفتاریاں پیش کرنے کا اعلان کر دیا۔ سندھ اسمبلی میں ہنگامہ اپوزیشن نے بدیع الحسن کو تقریر کرنے کی اجازت نہ دی۔ خان عبدالغفار خان کی نقل و حرکت پر پابندی کی مدت میں اضافہ کر دیا گیا۔

21جون

ربوہ اسٹیشن پر طلباء کو چن چن کر مارا گیا۔ حملہ آوروں نے کہا کہ توبہ کر لو اور غلام احمد کو نبی مان لو' عینی گواہ کا بیان۔ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس محکمہ کے ڈیڑھ سو ملازم برطرف کر دیئے گئے۔ ڈیرہ غازی خان میں بسوں میں تصادم کے نتیجہ میں آٹھ افراد جاں بحق ہو گئے۔

22جون

قادیانیوں نے اپنا صدر دفتر ربوہ سے بیرون ملک منتقل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حیات محمد ٹمن کو وزیر اعظم کا خصوصی معاون مقرر کر دیا گیا۔ حضرت خواجہ سید محی الدین گولڑوی انتقال کر گئے۔

23جون

آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس کے ہڑتالی ملازمین مصالحتی بات چیت پر آمادہ ہو گئے۔ ممتاز دینی پیشوا پیر آف گولڑہ شریف کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

24جون

مسٹر عزیز احمد نے کہا کہ پاکستان کے پاس اسرائیل بھارت گٹھ جوڑ کے ثبوت موجود ہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے نے کہا کہ رسول اللہ کو آخری نبی نہ ماننے والا مسلمان نہیں۔ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس کے مزید دس ہڑتالی ملازمین کو گرفتار کر لیا گیا۔

25جون

اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کے اجلاس میں بھارت کے ایٹمی دھماکہ کے خلاف پاکستانی قرارداد منظور کر لی گئی۔ بنگلہ دیش نے اچانک پاکستان کے خلاف زہریلا پراپیگنڈا شروع کر دیا۔ وزیر اعظم بنگلہ دیش کا دورہ پاکستان التواء کا شکار ہونے کے امکانات پیدا ہو گئے۔

26جون

چین نے ایٹمی حملے اور بیرونی جارحیت کی صورت میں پاکستان کی بھرپور امداد کا اعلان کر دیا۔

27جون

وزیر اعظم بھٹو بنگلہ دیش کے سہ روزہ دورے پر ڈھاکہ پہنچے۔ وزیر اعظم بھٹو اور شیخ مجیب الرحمان کے درمیان دو گھنٹے طویل بات چیت ہوئی۔

28جون

وزیر اعظم بھٹو اور شیخ مجیب الرحمان کے درمیان مذاکرات کا دوسرا دور ختم ہو گیا۔ پاکستان دو طرفہ تعاون کی بنیاد پر بنگلہ دیش سے تمام شعبوں میں تعاون کے لئے تیار ہے' وزیر اعظم بھٹو۔ مولانا کوثر نیازی نے ٹیلی ویژن

کارپوریشن کے ملازمین کی ہڑتال ختم کرادی۔

29جون

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اگر بھارت مزید ایٹمی دھماکہ نہ کرے تو پاکستان مذاکرات کے لئے تیار ہے۔

ستمبر1974ء

یکم ستمبر

مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ قادیانیوں کی جان و مال کے تحفظ کے لئے انہیں اقلیت قرار دینا ضروری ہے۔ کاشتکاروں کی مشکلات دور کرنے کے لئے حکومت نے منصوبہ تیار کر لیا۔ تنزانیہ نے پاکستان سے ٹیکنیکل ماہرین بھیجنے کے لئے درخواست کی۔ تہران میں ساتویں ایشیائی کھیلیں شروع ہو گئیں۔

2 ستمبر

واپڈا ہاؤس میں بم کے خوفناک دھماکے میں دو افراد ہلاک ہو گئے۔ دھماکے سے عمارت کے بعض حصے مکمل تباہ ہو گئے۔ تحقیقات کے اعلیٰ پولیس اور فوجی افسروں کی کمیٹی بنادی گئی۔

3 ستمبر

ملک بھر میں شب برات کا تہوار منایا گیا۔ اخبارات کے دفاتر بند رہنے کے باعث کوئی اخبار شائع نہ ہوا۔

4 ستمبر

لاہور میں سخت حفاظتی اقدامات کئی مقامات پر مسلح دستے تعینات کر دیئے گئے۔ سری لنکا کی وزیراعظم مسز بندرانائیکا پاکستان کے دورے پر اسلام آباد پہنچیں۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ سری لنکا اور پاکستان تاریخی اور ثقافتی رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں۔

5 ستمبر

سری لنکا کی وزیراعظم مسز بندرانائیکا نے کہا کہ پاکستان اور سری لنکا کے مقاصد مشترک ہیں۔ وزیراعظم بھٹو اور مسز بندرانائیکا کے درمیان عالمی امور پر بات چیت ہوئی۔ یوم دفاع کے موقع پر وزیراعظم بھٹو نے اپنے پیغام میں کہا کہ آج مسلح افواج اتنی مستعد ہیں کہ پہلے کبھی نہ تھیں۔

6 ستمبر

ملک بھر میں یوم دفاع منایا گیا۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کئے۔ ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔

7 ستمبر

قومی اسمبلی اور سینٹ نے آئین کے دوسرے ترمیمی بل کی منظوری دی۔ جس کے تحت رسول اللہ کو آخری نبی نہ ماننے والے شخص کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ یہ بل وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کیا۔ وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے کہا کہ اصل تربیلا ڈیم محفوظ ہے دوسرا نقصان بہت زیادہ ہوا ہے۔

8 ستمبر

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے کا ملک بھر میں خیر مقدم کیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے تعلیمی اداروں میں زائد فیسوں کی وصولی کے واقعات کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ سری لنکا اور پاکستان نے مشترکہ مفاد کی بنیاد پر باہمی تعلقات کا دائرہ وسیع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ پاکستان نے ایشیائی کھیلوں میں ہاکی میچ میں ملائشیاء کو چار گول سے ہرادیا۔

9 ستمبر

برطانوی اخبارات نے اقلیتوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے کو سراہتے ہوئے تبصرہ کیا کہ وزیراعظم بھٹو نے پاکستان کو خانہ جنگی سے بچالیا۔ پولینڈ کے وزیر خارجہ پاکستان کے سرکاری دورے پر اسلام آباد پہنچے۔ آغا شاہی نے ان کا استقبال کیا۔

10 ستمبر

پنجاب اسمبلی کے دس ارکان پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔ میرپور کے قریب بس 600 فٹ کھڈ میں جاگری۔ حادثے میں 18 مسافر ہلاک، پچاس زخمی ہوئے۔ پاکستانی ہاکی ٹیم نے ایشیائی کھیلوں میں سری لنکا کو چودہ گول سے ہرادیا۔

11 ستمبر

بانی پاکستان کا یوم وفات عقیدت و احترام سے منایا گیا ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔

12 ستمبر

پاکستان اور بھارت کے درمیان سفر، ڈاک اور ٹیلیفون و تار کی سہولتوں

کی بحالی کے لئے دونوں ممالک کے وفود کے درمیان بات چیت کا دوسرا دور مکمل ہو گیا۔

13 ستمبر

مواصلات اور سفر کی سہولتوں کی بحالی کے لئے پاک بھارت مذاکرات آخری مرحلے میں داخل ہو گئے۔ پنجاب حکومت نے نااہل اور بدعنوان افسروں کی چھان پھٹک کے لئے کمیٹیاں بنا دیں۔ پنجابی کے مشہور شاعر، نقاد اور محقق ڈاکٹر فقیر احمد فقیر گوجرانوالہ میں انتقال کر گئے۔

14 ستمبر

بلوچستان کے ایک ہزار باغیوں نے سرداروں سمیت ہتھیار ڈال دیئے۔ مجلس ختم نبوت توڑ دی گئی۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان سفر اور مواصلات کی سہولتیں بحال کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ تہران میں ایشیائی کھیلوں میں پاکستان اور بھارت میں ہاکی میچ برابر رہا۔

15 ستمبر

رکشا اور ٹیکسی ڈرائیوروں کی ہڑتال غیر قانونی قرار دے دی گئی۔ ہاکی کے ایشیائی مقابلوں میں پاکستان نے بھارت کو صفر کے مقابلے میں دو گول سے ہرا دیا۔

16 ستمبر

گندم کی سرکاری قیمت خرید 37 روپے فی من مقرر کر دی گئی۔ حکومت نے گندم کی خریداری بند کر دی۔ گنے کی قیمت میں بھی ایک روپے فی من اضافہ کر دیا گیا۔

17 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے تحریک ختم نبوت کے دوران گرفتار تمام افراد کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ ابو ظہبی کے لئے تیار کیا جانے والا جہاز سمندر میں اتار دیا گیا۔

18 ستمبر

پنجاب کے پانچ میڈیکل کالجوں میں 120 نشستوں کا اضافہ کر دیا گیا۔ ریلوے و مواصلات کے نگران وفاقی وزیر خورشید حسن میر نے کہا کہ کراچی پورٹ ٹرسٹ کی ہڑتال کا مقصد ملکی معیشت کو کمزور بنانا ہے۔ بیگم حنیف رامے ادارہ بہبود اطفال کی بلامقابلہ صدر منتخب ہو گئیں۔

19 ستمبر

جاپان نے جنوبی ایشیاء کے علاقے کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک خطہ بنانے کی پاکستانی تجویز کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

20 ستمبر

جنوبی ایشیاء کو غیر ایٹمی علاقہ قرار دینے کی پاکستانی تجویز اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ایجنڈے میں شامل کر لی گئی۔ پیپلزپارٹی میں تطہیر۔ انتخابات اور تنظیم نو کی سفارشات تیار کر لی گئیں۔ امریکی نائب وزیر دفاع نے کہا کہ بھارت کے ایٹمی دھماکہ سے جنوبی ایشیاء میں طاقت کا توازن بگڑ گیا ہے۔

21 ستمبر

حکومت پاکستان نے عوام کو سستی روٹی فراہم کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ بیگم نصرت بھٹو کو پیپلزپارٹی شعبہ خواتین کا سربراہ مقرر کر دیا گیا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان ریلوے سروس بحال کرنے پر بات چیت شروع ہو گئی۔ امریکہ نے بھارت کو ایٹمی ایندھن کی فراہمی جاری رکھنے کا اعلان کیا۔

22 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بلوچستان کے مسئلہ پر تصفیہ کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ امریکہ پاکستان کو اسلحہ کی رسد روک کر پاکستان سے امتیازی سلوک کر رہا ہے۔ پاکستان کو ہتھیاروں کی فراہمی سے برصغیر میں امن ہو گا اور امریکہ کو فائدہ پہنچے گا۔

23 ستمبر

حکومت پاکستان نے دفاعی کاموں کی تکمیل کے لئے کئی کمیٹیاں تشکیل دے دیں۔ وزیراعظم بھٹو نے اعلان کیا کہ بھارت اور افغانستان مفاہمانہ رویہ اختیار کریں تو ان سے بھی دوستی ہو سکتی ہے۔ پنجاب میں نویں اور دسویں جماعت کے طلباء و طالبات کی فیس معاف کر دی گئیں۔

24 ستمبر

ریاست ہنزہ کا نظم و نسق حکومت پاکستان نے سنبھال لیا آزاد حیثیت ختم ہو گئی۔ وفاقی حکومت نے گلگت اور بلتستان میں تعلیم عام کرنے کے لئے چار کالج قائم کرنے کا اعلان کیا۔ یوگنڈا کے صدر عیدی امین نے ایک پاکستانی کو یوگنڈا ہائی کورٹ کا جج مقرر کر دیا۔

25 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ کشمیر میں جنگ بندی لائن عارضی ہے۔ چین

نے جنوبی ایشیاء کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقہ بنانے کی تجویز کی حمایت کا اعلان کر دیا۔

26 ستمبر

بنگلہ دیش کے وزیراعظم شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ پاکستان اپنے اڑھائی لاکھ بہاری واپس لے اور اثاثوں کی تقسیم میں ہمارے مطالبے تسلیم کرلے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ کشمیر پاکستان میں شامل ہو کر رہے گا۔

27 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ جمہوریت مضبوط پاکستان کی ضمانت ہے۔ تربیلا بند کی مرمت کے لئے منصوبہ بندی کے لئے خصوصی کمیٹی نے غور شروع کر دیا۔ بلتستان میں دو نئے اضلاع شامل کر دیئے گئے۔

28 ستمبر

بلوچستان میں مزید 45 قبائلیوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ امور خارجہ کے وزیر مملکت عزیز احمد نے کہا کہ جنوبی ایشیاء کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک کرنے کے لئے معاہدہ کیا جائے۔

29 ستمبر

تربیلا بند کی سرنگ نمبر3 اور نمبر4 کی مرمت کا کام شروع ہو گیا۔ قاری احمد میاں تھانوی کو عالمی مقابلہ حسن قرات میں پاکستان کی نمائندگی کے لئے منتخب کیا گیا۔

30 ستمبر

پاکستان نے جراثیم' زہریلی گیس والے ہتھیاروں کی تیاری' ذخیرہ کرنے یا انہیں پاس رکھنے کے معاہدے کی توثیق کر دی۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاک چین گہرے تعلقات پاکستانی عوام کے لئے طمانیت کا باعث ہیں۔ جونیئر ڈاکٹروں کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا گیا۔

اکتوبر 1974ء

یکم اکتوبر

پاکستان اور بھارت کے درمیان ڈاک کی ترسیل کے انتظامات مکمل ہو گئے۔ وزیراعظم بھٹو 24 اکتوبر سے روس کا دورہ کریں گے۔ ملک بھر میں جونیئر ڈاکٹروں کی ہڑتال کے باعث مریضوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

2 اکتوبر

وزیراعظم بھٹو نے جونیئر ڈاکٹروں کو گریڈ اٹھارہ دینے کا حکم دے دیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے بتایا کہ تربیلا جھیل بند ہونے سے زرعی شعبے کو چھ ارب کا نقصان ہوا۔ لاہور کے قریب چناب ٹیکسٹائل ملز میں آتشزدگی سے تیس لاکھ روپے کی مشینری جل گئی۔ تحریک پاکستان کے رہنما نور الامین انتقال کر گئے۔

3 اکتوبر

مقبوضہ کشمیر میں دریائے چناب پر بھارت کی جانب سے بجلی گھر کے ڈیزائن پر پاکستان نے بھارت سے شدید احتجاج کیا۔ تحریک پاکستان کے رہنما نور الامین کو مزار قائد کے احاطہ میں دفن کر دیا گیا۔

4 اکتوبر

پاکستان کے معاملات میں افغانستان کی مداخلت برداشت نہیں کی جائے گی' وزیراعظم بھٹو۔ وزیراعظم نے تربیلا بند کے ماہرین کو بند کی مرمت جلد کرنے کی ہدایت کی۔ علی اعجاز نے پاکستان آرٹس کونسل کے چیئرمین کا عہدہ سنبھالا۔ استاد امانت علی خان کے لواحقین کو ریڈیو پاکستان نے دس ہزار روپے کا عطیہ دیا۔

5 اکتوبر

آزاد کشمیر مسلم کانفرنس نے صدارتی انتخاب کے لئے سردار عبدالقیوم خان کو اپنا امیدوار نامزد کر دیا۔ کوئٹہ میں زلزلہ کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔ حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ مخالف جماعتوں کی سرگرمیاں آئین کے منافی ہیں۔ ملک غلام جیلانی کو تحریک استقلال سے نکال دیا گیا۔

6 اکتوبر

بلوچستان میں بموں کے دھماکے کرنے والے افراد گرفتار کر لئے گئے۔ حکومت نے ڈاکٹروں کی ہڑتال کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ سرگودھا کے ڈی آئی جی اور ڈپٹی کمشنر کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا گیا۔ محکمہ مال کے ریکارڈ کی تیاری کا کام کمپیوٹر کے ذریعے شروع کر دیا گیا۔

7 اکتوبر

قادیانیوں کے بارے میں قومی اسمبلی کے فیصلے کے بعد وزیراعظم کے سائنسی مشیر ڈاکٹر عبدالسلام اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ ہڑتالی ڈاکٹروں کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے گئے۔ سرکاری اعلان میں بتایا کہ اڑھائی ہزار مری قبائلی پہاڑوں سے اتر آئے ہیں۔

8اکتوبر

امن عامہ کے تحت اسلحہ کے لائسنس پر پابندی عائد کر دی گئی۔ وزیر اعظم بھٹو نے ڈاکٹروں سے اپیل کی کہ وہ ہڑتال ختم کر دیں۔ وفاقی وزیر صحت نے کہا کہ ڈاکٹروں کو مزید سہولتیں نہیں دی جاسکتیں۔

9اکتوبر

مرکز میں مسز نرگس نسیم' ریٹائرڈ کرنل حبیب اللہ' مسٹر نذیر سلطان' جعفر علی شاہ' شہزادہ سعید الرشید عباسی' مخدوم محمد امین' عنایت الرحمان عباسی اور ملک سکندر کو پارلیمانی سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔

10اکتوبر

وزیر اعظم کی اپیل پر جونیئر ڈاکٹروں نے ہڑتال ختم کر دی۔ معروف شاعر شہزاد لکھنوی انتقال کر گئے۔

11اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ ڈاکٹروں کی شرائط ملازمت بہتر بنا دی جائیں گی۔ مردان کے بنک میں بم دھماکے سے دو طالب علم جاں بحق اور انیس افراد زخمی ہو گئے۔ بھارت کے لئے ٹیلیفون اور تار کی نئی شرح کا اعلان کیا گیا۔

12اکتوبر

کسی صنعت یا تجارتی ادارے کو بند کرنے کے لئے لیبر کورٹ کی اجازت کو لازمی قرار دے دیا گیا۔ شیخ مجیب الرحمان نے کہا کہ تین لاکھ بہاریوں کو پاکستان جانا ہو گا۔ ممتاز قانون دان منظور قادر انتقال کر گئے۔

13اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو کی صدارت میں کوئٹہ میں اعلیٰ سطحی اجلاس میں بلوچستان کی صورتحال پر غور کیا جائے گا۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ڈاک کی ترسیل سترہ اکتوبر سے شروع ہو جائے گی۔

14اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ بیرونی مداخلت برداشت نہیں کی جائے گی۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پر خوفناک بم دھماکہ چار افراد زخمی ہو گئے ملزم گرفتار کر لیا گیا۔

15اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ بلوچستان سے منظم بغاوت ختم کی جا چکی ہے۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان ڈاک اور تار کی ترسیل شروع ہو گئی۔ خشکی کے راستے ترسیل سترہ اکتوبر سے شروع ہو گی۔

16اکتوبر

آزاد کشمیر میں عام انتخابات ملتوی کر دیئے گئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ روس سے بھارت کے ایٹمی دھماکے پر بھی بات چیت کی جائے گی۔ رویت ہلال کمیٹی نے اعلان کیا کہ ملک بھر میں کہیں چاند نظر نہیں آیا۔ عید جمعہ 18 اکتوبر کو ہو گی۔

17اکتوبر

وزیر داخلہ قیوم خان نے کہا کہ حکومت بم دھماکے کرنے والوں کی پشت پناہی کرنے والوں سے واقف ہے۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اعلان اکتوبر کے بعد بلوچستان کے بارے میں اندیشے ختم ہو جانے چاہئیں۔ پاکستان بھارت کے درمیان ڈاک سروس بحال ہو گئی۔

18اکتوبر

ملک بھر میں عید الفطر کا تہوار منایا گیا۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کئے۔ عام تعطیل رہی۔

19اکتوبر

حکومت پاکستان نے بلوچستان کے بارے میں وائٹ پیپر شائع کر دیا۔ جس میں کہا گیا کہ بلوچستان میں فضائی طاقت کو استعمال نہیں کیا گیا۔ روزنامہ جنگ نے حکومتی وائٹ پیپر کے اقتباسات شائع کئے۔

20اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے پیپلز سٹیڈیم میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ملک دشمن طاقتوں کا ہر محاذ پر مقابلہ کیا جائے گا۔ انہوں نے لاڑکانہ سنٹر کا افتتاح کیا۔ بیگم نصرت بھٹو کی قیادت میں ہلال احمر کا وفد جنیوا روانہ ہوا۔ روزنامہ جنگ نے سپر ہائی وے اور دنیا کے تیز ترین شخص انیتار تاپول کے حالات شائع کئے۔

21اکتوبر

نیپ اور جماعت اسلامی پر ضرورت پڑنے پر پابندی بھی لگائی جاسکتی ہے' وزیر داخلہ قیوم خان کا اعلان۔ بزنجو' مری' مینگل اور سلطان محمد کو مختلف جیلوں میں منتقل کر دیا گیا۔ پنجاب اسمبلی میں پارلیمانی سیکرٹریوں کے

تقرر پر تحریک مسترد کر دی گئی۔ وزیراعلیٰ سندھ نے ایس پی کے بیٹے کے خلاف تحقیقات کا حکم دے دیا۔

22اکتوبر

سائنس اور ٹیکنالوجی کی مکمل وزارت قائم کر دی گئی۔ ترک فضائیہ کے سربراہ جنرل امین الپکایا نے کہا کہ قبرص کے مسئلہ پر پاکستانی حکومت اور عوام کی حمایت سے دونوں ممالک میں دوستی مزید گہری ہوئی ہے۔ روزنامہ جنگ نے استاد قمر جلالوی کے حالات شائع کئے۔

23اکتوبر

وزیراعظم کے دورہ روس کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ وزارت اطلاعات کی مرکزیت ختم کر دی گئیں۔ وزیراعظم بھٹو نے صنعت کاروں اور سرمایہ کاروں سے کہا کہ وہ بلاخوف و خطر سرمایہ کاری کریں۔ عنایت اللہ گنڈاپور پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔

24اکتوبر

وزیراعظم بھٹو دورہ روس پر ماسکو پہنچے۔ روسی اور پاکستانی رہنماؤں کے درمیان مذاکرات شروع ہو گئے۔ درمحمد اوستو اور بدیع الحسن زیدی نے سندھ اسمبلی کی رکنیت کا حلف اٹھایا۔ روزنامہ جنگ نے سندھ اسمبلی کی تفصیل شائع کی۔

25اکتوبر

پشاور' لاہور اور پشاور' کراچی کے درمیان ڈائریکٹ ڈائلنگ شروع کر دی گئی۔ روسی کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ برزنیف نے کہا کہ روس جنوبی ایشیاء کا گہوارہ بنانے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ پاکستان اور روس کے درمیان اقتصادی تعاون کے لئے اہم فیصلے کئے گئے۔

26اکتوبر

سیاسی پارٹیوں کے قانون میں ترمیم کر دی گئی جس کے تحت پارٹی بدلنے سے متعلق شق حذف کر دی گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے تہران میں شہنشاہ ایران سے مذاکرات کئے۔ روس نے پاکستان کو سٹیل ملز کے لئے مزید 22 کروڑ 80 لاکھ روبل کی امداد دینے کا اعلان کیا۔

27اکتوبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی۔ پاکستان اور بھارت میں ویزہ کے معاہدہ پر دستخط ہو گئے۔ سوات میں تین مقامات پر بموں کے دھماکے ہوئے۔ پسرور میں چینی کے کارخانے کے قیام کا اعلان۔

28اکتوبر

امریکہ برصغیر کے معاملات میں مداخلت کرے گا' امریکی وزیرخارجہ ہنری کسنجر کا بیان۔

29اکتوبر

روس نے جنوبی ایشیاء کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک قرار دینے کی پاکستانی تجویز کی حمایت کر دی۔ آزاد کشمیر کے انتخابات اگلے سال اپریل میں ہوں گے' سردار قیوم خان کا اعلان۔ جامعہ کراچی کے معاملات کی تحقیقات کے لئے آٹھ رکنی کمیٹی بنا دی گئی۔

30اکتوبر

ذوالفقار علی بھٹو نے پیپلزپارٹی پنجاب کی تنظیم نو کا اعلان کیا۔ صنعت اور پیداوار کے وزیر مسٹر رفیع رضا نے کہا کہ کپاس کی تمام موجودہ فصل حکومت خرید لے گی۔

31اکتوبر

امریکی وزیر خارجہ کسنجر اور وزیراعظم بھٹو میں دو گھنٹے طویل مذاکرات ہوئے۔ امریکہ کی جانب سے پاکستان کی خود مختاری اور سالمیت کی حمایت کا اعلان کر دیا گیا۔

نومبر1974ء

یکم نومبر

وزیراعظم بھٹو کو بکتربند دستے کے کمانڈر انچیف کا اعزاز دیا گیا۔ سندھ اسمبلی میں وزراء اور پارلیمانی سیکرٹریوں کو بدعنوان کہنے پر زبردست ہنگامہ ہوا۔ امریکی وزیرخارجہ نے اپنے دورہ پاکستان کو کامیاب کہا۔

2نومبر

افراط زر پر قابو پانے کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں' صدر فضل الٰہی۔ وزیراعظم بھٹو نے بکتربند کور کو دو لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔

3نومبر

پاکستان اپنے داخلی معاملات میں مداخلت برداشت نہیں کرے گا۔

کراچی میں دیسی شراب پینے سے 25 افراد ہلاک ہو گئے۔ پاکستان کے مشہور سائنس دان ڈاکٹر اقبال احمد کو امریکی نیشنل سائنس فاؤنڈیشن نے کامیاب ریسرچ پر ساٹھ ہزار ڈالر کا انعام دیا۔

4نومبر

وزیراعظم بھٹو نے بہاولپور میں کہا کہ اب پاکستان کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کراچی میں زہریلی شراب پینے والے مزید 11 افراد ہلاک ہو گئے ہلاک ہونے والوں کی تعداد 36 ہو گئی۔ جامعہ کراچی کے لئے بسوں کے فلیٹ کا افتتاح ہوا۔

5نومبر

حکومت سندھ نے زہریلی شراب استعمال کرنے کے حالیہ واقعہ کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ زہریلی شراب سے مرنے والوں کی تعداد 43 ہو گئی۔ چشتیاں میں کپڑے کے کارخانے کے قیام کی منظوری دے دی گئی۔

6نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بھارت ہمیں ایٹمی دھماکے سے مرغوب نہیں کر سکتا۔ لاہور کے بیرسٹر خواجہ عبدالرحیم انتقال کر گئے۔

7نومبر

عبدالحفیظ پیرزادہ نے کہا کہ 1978ء کی ایشیائی کھیلیں پاکستان میں ہوں گی۔ حکومت پاکستان نے عرب سٹوڈنٹس یونین کا شائع کردہ ایک نقشہ ضبط کر لیا۔

8نومبر

وزیراعظم نے کہا کہ بہاولپور یا کراچی کو صوبہ بنانے کا مطالبہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ وزیراعظم نے بہاولپور میں کپڑے کے کارخانے کے قیام کی منظوری دی۔

9نومبر

وزیراعظم بھٹو نے صادق آباد میں کہا کہ سندھو دیش، پختونستان کی تحریکوں اور بلوچستان میں بغاوت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

10نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ نیپ ملک کے مختلف حصوں میں بموں کے دھماکے کرا رہی ہے۔ پیپلزپارٹی سے بدعنوان عناصر کو باہر نکال دیا ہے۔

11نومبر

لاہور میں احمد رضا قصوری کی کار پر فائرنگ سے ان کے والد ایم اے خان ہلاک ہو گئے۔ وزارت سائنس میں الیکٹرونک ڈویژن کا قیام عمل میں آیا۔ احمد رضا قصوری کے والد کے قتل کی تحقیقات کے لئے لاہور ہائی کورٹ کے جج مقرر کر دیا گیا۔

12نومبر

سمگلنگ کی روک تھام کے لئے سرحدیں بند کر دی ہیں' وزیرداخلہ قیوم خان کا اعلان۔ نواب محمد احمد خان کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر نے نماز جنازہ پڑھائی۔

13نومبر

تحریک استقلال نے نواب محمد احمد خان کے قتل کی شدید مذمت کی۔

14نومبر

پاکستان فلسطینیوں کی حمایت جاری رکھے گا' وزیراعظم بھٹو۔ جنرل ٹکا خان نے شاہراہ قراقرم کے حصے کا افتتاح کیا۔ جرمنی پاکستان کو دو کروڑ 50 لاکھ مارک کا قرضہ دے گا۔ معاہدہ طے پا گیا۔

15نومبر

پاکستان نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں جنوبی ایشیاء کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقہ قرار دینے کی قرار داد پیش کی۔ وزیراعظم بھٹو نے سعودی وزیر خارجہ کی وفات پر اظہار تعزیت کیا۔

16نومبر

الیکشن کمیشن نے قومی اور صوبائی اسمبلی کی حلقہ وار نشستوں کا اعلان کر دیا۔ وفاقی وزیر مواصلات ممتاز علی بھٹو نے کہا کہ عوام کے ذمہ محکمہ ٹیلیفون کے چھ کروڑ روپے واجب الادا ہیں۔

17نومبر

صوبائی رابطہ کانفرنس میں آزاد کشمیر کو شرکت کی دعوت دے دی گئی۔ وزیراعلیٰ سندھ نے کہا کہ طلباء کے معافی مانگنے کے باعث سندھ یونیورسٹی اور اسلامیہ یونیورسٹی کے امتحانات معمول کے مطابق ہوں گے۔

18نومبر

پاکستان پر حملہ ہوا تو حملہ آور کو ذلت آمیز شکست ہوگی' وزیراعظم بھٹو کا اعلان۔ سندھ اسمبلی نے قائد ایوان اور قائد حزب اختلاف کی تنخواہوں کا بل منظور کر لیا۔ پاک اور بھارت کے حکام کے درمیان فضائی رابطے کی بحالی کے لئے مذاکرات راولپنڈی میں شروع ہو گئے۔

19نومبر

پاک بھارت مذاکرات میں فضائی سروس کی بحالی پر اتفاق رائے ہو گیا۔ حکومت نے اعلان کیا کہ شمالی علاقہ جات کے لئے ہیلی کاپٹر سروس دوبارہ شروع کر دی جائے گی۔ حکومت بلوچستان نے صوبہ بھر کی ٹاؤن کمیٹیوں' یونین کونسل اور ضلعی کونسل کے ملازمین کے لئے گروپ انشورنس رائج کرنے کا فیصلہ کیا۔

20نومبر

وزیراعلیٰ سندھ کی قیادت میں منشیات کی روک تھام کی جائزہ کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ عظیم تر کراچی واٹر سپلائی سکیم پر عملدر آمد شروع ہو گیا۔ اقوام متحدہ کی پہلی کمیٹی نے جنوبی ایشیاء کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقہ قرار دینے کی پاکستانی قرارداد اکثریت سے منظور کر لی۔

21نومبر

براہ راست ڈائلنگ سسٹم اختیاری بنا دیا گیا۔ حکومت نے ریڈیو پاکستان کے ملازمین کی تنخواہوں میں 35 سے 45 فیصد اضافے کا اعلان کیا۔ خام اون کی در آمد پر کسٹم ڈیوٹی کم کر دی گئی۔ سینٹ میں جے۔ اے رحیم کی تحریک استحقاق پر بحث وزیر داخلہ کی دورہ چین سے واپسی تک موخر کر دی گئی۔

22نومبر

چارسدہ مین چوک میں شیرپاؤ کے جلسہ میں تین دھماکوں سے 35 افراد ہلاک ہو گئے۔ فضائی رابطہ کی بحالی کے لئے مذاکرات کا اگلا دور نئی دہلی میں ہو گا۔ سرحد اسمبلی نے گومل یونیورسٹی کا بل منظور کر لیا۔

23نومبر

پاکستان نے شہری ہوابازی کے بارے میں شکایت واپس لینے کا مطالبہ مسترد کرتے ہوئے کہا کہ گنگا طیارے کو بھارتی ایجنٹوں نے اغواء کیا تھا اور انہوں نے ہی طیارے کو آگ لگائی تھی۔ غیر ایٹمی ممالک کو سلامتی کونسل کی ضمانت دینے کی پاکستانی قرار داد منظور کر لی گئی۔ کینیڈا نے پاکستان کو 50 لاکھ ڈالر کے قرضہ کی فراہمی کے معاہدہ پر دستخط کئے۔

24نومبر

عدلیہ کو حکومت کا مکمل تعاون حاصل رہے گا' وزیراعظم بھٹو۔ شیرپاؤ نے کہا کہ اجمل خٹک کی نیپ سے خفیہ خط و خطابت کو عدالت میں لایا جائے گا۔ روزنامہ امروز نے پاکستان ٹی وی کے دس سال پر ضمیمہ شائع کیا۔

25نومبر

سقوط ڈھاکہ کے متعلق جنگی کمیشن نے رپورٹ وزیراعظم کو پیش کر دی۔ صدر فضل الٰہی نے راولپنڈی میں سپریم کورٹ کی عمارت کا افتتاح کیا۔ حکومت نے ربوہ میں چار ہزار چھ سو کنال اراضی اپنی ملکیت میں لے لی۔ بموں کے دھماکوں میں ملوث سولہ ملزموں کے خلاف خصوصی ٹریبونل نے تحقیقات شروع کر دیں۔

26نومبر

پاک بھارت تجارتی سرگرمیوں کی بحالی کے لئے دونوں ممالک کے حکام کے درمیان نئی دہلی میں مذاکرات شروع ہو گئے۔ وزیراعظم بھٹو نے کوئٹہ میں ٹی وی اسٹیشن کا افتتاح کیا۔ سرحد اور بلوچستان کے قبائلی علاقوں سے جاگیرداری نظام ختم کر دیا گیا۔

27نومبر

وفاقی وزیر مواصلات ممتاز بھٹو نے کہا کہ ملک میں موبائل ٹیلی فون ایکسچینج در آمد کئے جائیں گے۔

28نومبر

وفاقی پارلیمانی سیکرٹریوں کے عہدوں کا اعلان کر دیا گیا۔ پاکستان پر امریکی اسلحہ کی فراہمی پر عائد پابندی ختم ہو جائے گی' وفاقی وزیر مملکت برائے خارجہ امور عزیز احمد کا بیان۔

29نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پورے ملک کو غنڈوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ پیپلزپارٹی کی رکنیت کے لئے شرائط کا اعلان کر دیا گیا۔ سیاحت اور اقلیتی امور کے وزیر ملک محمد جعفر نے کہا کہ جلد ہی گورو مکھی کی کلاسیں شروع کر دی جائیں گی۔ لاہور کے مزدور رہنما عبدالرحمان کے قتل کی تحقیقات کے سلسلے میں سی آئی کے انسپکٹر کا بیان قلمبند کیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری او تھانٹ کی وفات پر اظہار تعزیت کیا۔

30نومبر

ہندوستان اور افغانستان سے دوستی کے لئے قومی مفادات کو قربان نہیں کیا جائے گا۔ افغانستان میں ریڈیو پاکستان کی نشریات سننے پر پابندی لگا دی گئی۔ نئی دہلی میں پاک بھارت تجارتی سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔

دسمبر1974ء

یکم دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ امریکہ سے اسلحہ نہ ملنے کی صورت میں پاکستان ایٹمی دھماکہ کرے گا۔ پاکستانی نوجوان نے بمبئی سے آنے والے سوئز طیارے کو اغواء کر لیا۔

2دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ انتخابات مقررہ وقت پر ہوں گے۔ سوئز طیارہ اغواء کرنے کی کوشش کرنے والے نوجوان کا چودہ دسمبر تک ریمانڈ لے لیا گیا۔ علی پور اور مظفر آباد کے درمیان ریلوے لائن بچھانے کی ہدایت جاری کر دی گئیں۔

3دسمبر

قومی اسمبلی نے پیپلز فنانس کارپوریشن کا ترمیمی بل منظور کر لیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ شملہ معاہدہ میں کشمیر پر کوئی سودے بازی نہیں کی گئی۔ طیارہ اغواء کرنے والے نوجوان کا کسی تنظیم یا گوریلا گروپ سے تعلق نہیں۔

4دسمبر

ملک خدا بخش بچہ نے کہا کہ فروری میں پاکستان میں دو کروڑ پانچ لاکھ ٹن گندم پاکستان پہنچ جائے گی۔ لاہور ہائی کورٹ میں وکلاء کو اردو زبان میں بحث کی اجازت دے دی گئی۔ مصطفےٰ کھر نے وزیراعظم کے اعزاز میں ظہرانہ دیا۔ ظہرانے میں حنیف رامے پر کڑی نکتہ چینی کی گئی۔

5دسمبر

وفاقی وزیرداخلہ قیوم خان نے پشاور ٹی وی اسٹیشن کا افتتاح کیا۔ روزنامہ جنگ نے ملتان سپلیمنٹ شائع کیا۔ پاکستان اقوام متحدہ کی سماجی کونسل کا رکن منتخب ہو گیا۔ پاکستان ایئر فورس کا تربیتی طیارہ پشاور کے قریب گر کر تباہ ہو گیا۔ فلائنگ آفیسر شفقت علی شاہ حادثہ میں ہلاک ہو گئے۔

6دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ متحدہ محاذ میں پاکستان کے دشمن شامل ہیں۔ سندھ اسمبلی میں انسداد جرائم کے بل پر عام بحث شروع ہو گی۔ سعید احمد صدیقی کراچی کے قائم مقام کمشنر منتخب ہو گئے۔

7دسمبر

پاکستان اور بھارت کے درمیان تجارتی پابندیاں ختم کر دی گئیں۔ وفاقی حکومت نے تعلیمی کونسل کے قیام کا اعلان کر دیا۔ پاکستان میں بلدیاتی اداروں کا ڈھانچہ تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

8دسمبر

فوج نے مری علاقہ میں سہراب ندی پر بند مکمل کر لیا۔ ممتاز عالم دین مولانا ظفر عثمانی انتقال کر گئے۔ روزنامہ کراچی نے علامہ رشید ترابی کے حالات شائع کئے۔

9دسمبر

قومی اسمبلی نے انکم ٹیکس کا ترمیمی بل منظور کر لیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ ملائشیاء کے حکمران اعلیٰ کا دورہ پاکستان ہمارے لئے ایک اعزاز ہے۔

10دسمبر

قومی اسمبلی نے سکہ بنانے کے قانون اور پاکستان انکوائری ایکٹ کے ترمیمی بل کی منظوری دے دی۔

11دسمبر

قومی اسمبلی نے ایف آئی اے کا بل منظور کر لیا۔ ملائشیا کے حکمران اپنی اہلیہ سمیت پاکستان پہنچے۔

12دسمبر

حکومت پاکستان نے نظریہ پاکستان کے منافی مواد نصابی کتب سے حذف کرنے کا حکم دے دیا۔ قائداعظم کی توہین کرنے والے افراد کو سخت سزا دی جائے گی۔

13دسمبر

روسی ماہر تعلیم بابا جان غفوروف نے راولپنڈی میں وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی دونوں رہنماؤں نے باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا۔ روزنامہ جنگ نے سید افضال حسین اور نسیم امروہوی کے حالات زندگی

شائع کئے۔

14دسمبر

سینٹ میں دہشت گردی کی سرگرمیوں پر بحث جاری رہی۔ پاکستان اور روس کے درمیان ٹیلیکس سروس کے انتظامات مکمل کر لئے گئے۔

15دسمبر

نوابشاہ کالج پر طلباء نے قبضہ کر لیا۔ وزیرداخلہ قیوم خان نے بتایا کہ ملک بھر کے ایک لاکھ اسی ہزار طلباء کو فوجی ٹریننگ دی جا رہی ہے۔

16دسمبر

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ حکومت حالات سازگار ہونے پر اپوزیشن سے مذاکرات کے لئے تیار ہے۔ بلوچستان کے مسئلہ کے تصفیہ کے لئے دروازے بند نہیں کئے۔ رکن پنجاب اسمبلی مسٹر محمد خان خاکوانی نے صوبائی وزیر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

17دسمبر

قومی اسمبلی نے پاکستان میں تیس ہزار افغان باشندوں کی آمد پر تحریک استحقاق بحث کے لئے منظور کر لی۔ وفاقی وزیر صحت' محنت و سماجی بہبود خورشید حسن میر اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔

18دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے خورشید حسن میر کا استعفیٰ منظور کرتے ہوئے ان کے خلاف تحقیقات کرانے کا فیصلہ کیا۔ کھاد کی قیمتوں میں ساڑھے بارہ فی صد کمی کر دی گئی۔ مسلم لیگی رہنما شیخ مسعود صادق انتقال کر گئے۔

19دسمبر

عوامی حکومت نے تین سالوں میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں' وزیراعظم بھٹو۔ وفاقی وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ نے اسلام آباد میں ملک کی پہلی نیشنل آرٹ گیلری کا افتتاح کیا۔ مسلم لیگی رہنما مسعود صادق کو لاہور میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ روزنامہ جنگ کراچی نے پاکستان سائنس فاؤنڈیشن کے بارے میں تفصیلی مضمون شائع کیا۔

20دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ سوشلزم کے لئے راہ ہموار کرنا آسان کام نہ تھا۔ قومی اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی ہو گیا۔ صوبہ سرحد اسمبلی کے وزیراطلاعات سید مزمل علی شاہ نے پشاور پریس کلب کا افتتاح کیا۔

21دسمبر

امریکہ نے پاکستان کو اسلحہ نہ دیا تو دوسرے ممالک سے فوجی امداد حاصل کی جائے گی' وزیراعظم بھٹو کا اعلان۔ فرانس نے پاکستان کو بارہ کروڑ فرانک کا قرضہ دیا۔ روزنامہ مشرق نے پولینڈ کے علاقائی حالات پر مقالہ لکھا۔ روزنامہ مشرق لاہور نے پیپلزپارٹی کے تین سالہ دور کے اہم واقعات کا جائزہ پیش کیا۔

22دسمبر

پاکستان اور بھارت کے درمیان تجارتی بحالی کے لئے ہونے والے مذاکرات کراچی میں ختم ہو گئے۔ بجلی و پانی کے وفاقی وزیر مسٹر یوسف خٹک نے کہا کہ پنجاب اور سرحد میں بجلی کے بحران سے جنگی بنیادوں پر نمٹا جائے گا۔ پیپلزپارٹی نوشہرہ کے صدر کے مکان میں بم کے دھماکے سے تین کمرے تباہ ہو گئے۔

23دسمبر

سردار ذوالفقار کھوسہ کو ڈیرہ غازی خان سے پنجاب اسمبلی کا بلامقابلہ منتخب رکن قرار دے دیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے جسٹس محمود الرحمان کمیشن کی رپورٹ کے جائزہ کے لئے کابینہ کی دو سب کمیٹیاں تشکیل دے دیں۔ احمد رضا قصوری کے والد کے قتل کی تحقیقات کے دوران جسٹس ہائی کورٹ شفیع الرحمان نے مزید تین گواہوں کے بیانات قلمبند کئے۔ مولانا شبیر احمد پسروری انتقال کر گئے۔ دینی رہنماؤں نے ان کی وفات پر افسوس کا اظہار کیا۔

24دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے حضرت داتا گنج بخش کے طلائی دروازے کا افتتاح کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے قائداعظم کے یوم پیدائش پر اپنے پیغام میں کہا کہ ہم نے آئین کے نفاذ سے جمہوری اور ترقی پسند معاشرے کی بنیاد رکھ دی ہے۔ عوام کو علاقائی اور ذاتی تعصبات ختم کر کے متحد ہو جانا چاہیے۔

25دسمبر

ملک بھر میں یوم پیدائش قائداعظم جوش و خروش سے منایا گیا۔ عام تعطیل رہی اور اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کئے۔

26دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان جموں و کشمیر کی تقسیم کی کوئی تجویز قبول نہیں کرے گا۔ کوئٹہ کے قریب ریلوے لائن پر بم دھماکے سے مال گاڑی کا انجن اور تین بوگیاں پٹڑی سے اتر گئیں۔

27دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے افغان صدر سردار داؤد کو دورہ پاکستان کی دعوت دی۔ چین کے پاکستان میں متعین سفیر نے کہا کہ چین پاکستان کو ہر قسم کی امداد دینے کے لئے تیار ہے۔ ملتان میں ٹیلی ویژن اسٹیشن کے قیام کے لئے سروے شروع کر دیا گیا۔

28دسمبر

نیشنل پریس کمیشن نے کام شروع کر دیا۔ راولپنڈی، پشاور سمیت ملک کے مختلف حصوں میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔ ہاکی کے ہونہار نوجوان کھلاڑی عابد لطیف میر کو لاہور میں قتل کر دیا گیا۔

29دسمبر

ضلع سوات میں قیامت خیز زلزلے سے دو گاؤں تباہ ہو گئے۔ وزیراعظم نے زلزلے سے متاثرین کے لئے دس لاکھ کی امداد کا اعلان کیا۔ آل پاکستان پیپلز ریلوے یونین کو آل پاکستان ریلوے یونین میں ضم کر دیا گیا۔

30دسمبر

سوات میں زلزلے سے ہلاک شدگان کی تعداد پانچ ہزار ہو گئی۔ شاہراہ قراقرم بند کر دی گئی۔ اقوام متحدہ نے زلزلے کے متاثرین کے لئے امداد کا اعلان کیا۔

31دسمبر

زلزلہ سے ہزارہ کے متعدد دیہات میں تباہی، وزیراعظم بھٹو نے متاثرین کی امداد کے لئے بین الاقوامی امدادی اداروں سے امداد کی اپیل کی۔ پنجاب حکومت نے زلزلے کے متاثرین کے لئے پانچ لاکھ جبکہ وزیراعظم نے بیس لاکھ روپے دیئے۔

جنوری 1975ء

یکم جنوری

پٹن کے زلزلہ سے متاثرین کے لئے سعودی عرب نے دس کروڑ روپے کی امداد کا اعلان کیا۔

2جنوری

وزیراعظم بھٹو نے ایک بیان میں کہا کہ اگر بنگلہ دیش نے ناجائز مطالبات واپس نہ لئے تو پاک بنگلہ دیش تعلقات متاثر ہو سکتے ہیں۔

3جنوری

نیپال کے وزیراعظم مسٹر نگندر پرشاد رجا نے پاکستان کے دورے پر پہنچے۔ وزیراعظم بھٹو نے نیپال کے دورے کی دعوت قبول کر لی۔

4جنوری

خوراک کے عالمی پروگرام کے تحت زلزلہ کی امداد کے لئے پونے چھ لاکھ ڈالر کی امداد کا اعلان کیا گیا۔

5جنوری

بیشام میں دوبارہ زلزلے کے شدید جھٹکے محسوس کیے گئے۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق سوات میں پانچ ہزار افراد کی ہلاکت کی رپورٹ جاری ہوئی۔

6جنوری

سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے قومی پالیسی کی تشکیل کے سلسلے میں رہبر کمیٹی قائم کی گئی۔ پاکستان اور ابو ظہبی کے درمیان تیل کا سمجھوتہ طے پایا جس کے تحت ابو ظہبی نے پاکستان کو دس لاکھ ٹن تیل دینے کا اعلان کیا۔ پاک لیبیا مشترکہ وزارتی کمیشن کے اجلاس میں شرکت کے لئے لیبیا کا وفد اسلام آباد پہنچا۔ وفد کے سربراہ وزیر محنت مسٹر عبدالعلی العبیدی ہیں۔

7جنوری

صوبہ سندھ کے سابق وزیراعلیٰ بندے علی تالپور انتقال کر گئے۔ لیبیا کے صدر معمر قذافی نے زلزلہ زدگان کے لئے سولہ کروڑ کی امداد کا اعلان کیا۔

8جنوری

بلوچستان میں تیل کی تلاش کے منصوبے پر کام شروع ہوا۔

9جنوری

پاکستان اور لیبیا کے درمیان تجارتی معاہدہ طے پا گیا۔ سندھ سپیشل ٹربیونل نے سابق مرکزی وزیر معراج محمد خان کو ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت چار سال قید کا حکم سنایا۔

10جنوری

حفیظ اللہ چیمہ کو وزارت محنت اور شہزاد سعید الرشید عباسی کو وزیر مملکت کا قلمدان سونپ دیا گیا۔ آزاد کشمیر حکومت نے سرکاری دفاتر میں باجماعت نماز کی ادائیگی لازم قرار دے دی اور نماز ادا نہ کرنے والے ملازم کو ڈیٹی سے غیر حاضر تصور کرنے کا اعلان کیا۔ لیبیا اور پاکستان مشترکہ اسلامی مرکز، اشاعتی ادارے بینکنگ کارپوریشن اور جہازرانی کی کمپنی کے قیام پر متفق ہو گئے۔

11جنوری

پاکستان اور بھارت کے مابین فضائی اور بحری جہاز سروسیں بحال کرنے کے سلسلے میں مذاکرات کا آغاز ہوا۔

12جنوری

حکومت کویت نے پاکستان کے زلزلہ سے متاثرین کو پانچ کروڑ کی امداد فراہم کرنے کا اعلان کیا۔

13جنوری

وزیراعظم بھٹو نے شکار پور کو ضلع بنانے کا اعلان کیا۔ مالٹا کے وزیراعظم ڈوم منتوف نے اسلام آباد میں وزیر مملکت برائے امور خارجہ مسٹر عزیز احمد سے ملاقات کی۔ پاک پتن کا نام پاک پتن شریف رکھا گیا۔ بیشام اور پتن میں پھر زلزلہ آیا۔

14جنوری

پاک بھارت جہازرانی معاہدے کو حتمی شکل دی گئی۔ معروف صحافی روزنامہ روشنی کے مالک جی اے چوہدری انتقال کر گئے۔

15جنوری

پاکستان اور بھارت کے درمیان تجارتی جہازوں کی آمدورفت کا سمجھوتہ طے پایا۔ حکومت پنجاب نے بھکر، خوشاب اور وہاڑی کی تحصیلوں کو ضلع بنانے کی تجویز کا اعلان کیا۔

16جنوری

عوامی نیشنل پارٹی کے سابق جنرل سیکرٹری اجمل خٹک کو پشاور کی ایک خصوصی عدالت نے مفرور قرار دے دیا۔ حراست کے دوران تشدد سے ان کی بینائی شدید متاثر ہوئی۔ انہیں اساتذہ کی احتجاجی تحریک کے دوران گرفتار کیا گیا تھا۔ سندھ، بلوچستان ہائی کورٹ کے ربراہ مسٹر جسٹس طفیل عبدالرحمان وفات پا گئے۔

17جنوری

ڈاکٹر مبشر حسن کو پاکستان پیپلزپارٹی کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ نامور مصور عبدالرحمان چغتائی وفات پا گئے۔

18جنوری

ختم نبوت کے خلاف عقیدے کی تبلیغ کرنے کو جرم قرار دینے کے لئے قومی اسمبلی میں بل پیش کیا گیا۔ عبدالرحمان چغتائی کی یاد میں ہر سال مصور ایوارڈ دینے کا اعلان کیا گیا۔

19جنوری

آسٹریلیا کے وزیراعظم مسٹر گف وٹلم اسلام آباد پہنچے۔ وزیراعظم بھٹو سے سوا گھنٹے باہمی امور پر تبادلہ خیال کیا۔ شہنشاہ ایران کی ہمشیرا اشرف پہلوی پاکستان کے دورے پر اسلام آباد آئیں۔ آسٹریلیا نے پاکستان میں زلزلہ کے متاثرین کو سولہ لاکھ روپے کی امداد اور پاکستان کو تین لاکھ ٹن گندم فراہم کرنے کا اعلان کیا۔

20جنوری

بیشام میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کیے گئے۔ وزیراعظم بھٹو نے چو این لائی کو چین کو دوبارہ وزیراعظم مقرر ہونے پر مبارکباد دی۔

21جنوری

پاک بھارت تجارتی وفود کے مذاکرات آخری راؤنڈ میں داخل ہو گئے۔ لبنان نے زلزلہ سے متاثرین کے لئے 90 ہزار پونڈ کی امداد دینے کا اعلان کیا۔

22جنوری

حکومت پاکستان نے نیپال میں رکے ہوئے پاکستانیوں کے لئے دو لاکھ روپے کی امداد کا اعلان کیا۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو آکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹر آف سول لاز کی اعزازی ڈگر دینے کا اعلان کیا گیا۔ جسٹس عبدالقادر شیخ سندھ بلوچستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس مقرر ہوئے۔

23جنوری

پاک بھارت تجارتی معاہدہ طے پا گیا۔ چین کا تجارتی وفد وزیر تجارت لی

چیانگ کی سربراہی میں اسلام آباد پہنچا۔

24جنوری

وزیراعظم بھٹو نے ایک خط کے ذریعے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل والڈ ہائیم کو آگاہ کیا کہ افغانستان پاکستان میں دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث ہے۔ مسٹر جسٹس عبدالقادر شیخ نے سندھ بلوچستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

25جنوری

پیرلشادی اور بدین کے درمیان 35 کروڑ روپے کی لاگت سے کاغذ کا کارخانہ لگانے کا اعلان کیا گیا۔

26جنوری

وزیراعظم بھٹو نے بھارت کی طرف سے حملے کے امکان کا اظہار کیا۔ انڈس ہائی وے پر بسوں کی ہڑتال رہی۔

27جنوری

جنرل ریٹائرڈ جیلانی کو لاہور شہر کی حدود میں پابند رکھنے کا حکم کالعدم قرار دیا گیا۔ پاکستان کے معروف مصور شاکر علی لاہور میں انتقال کر گئے۔

28جنوری

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے عوامی رابطہ کے سلسلے میں جہلم کا دورہ کیا۔

29جنوری

وزیراعظم بھٹو نے پاکستان اور کشمیر میں عام ہڑتال کرانے کے اعلان کیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے شلوار کرتہ کو قومی لباس قرار دینے کی سفارش کی۔

30جنوری

وزیراعظم بھٹو نے بھارت کی جانب سے فوجی دھمکیوں کے بارے میں آگاہ کیا۔ ملک کے پندرہ ذہین طلباء کو نشان حیدر وظائف دیئے گئے۔

31جنوری

روزنامہ اعلان کراچی کا ڈیکلریشن بحال کر دیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے زلزلہ زدگان کو امداد کی صحیح فراہمی کے لئے ارکان قومی و صوبائی اسمبلی پر مشتمل کمیٹی قائم کی۔

فروری1975ء

یکم فروری

پٹرول اور مٹی کے تیل کی قیمتوں میں ایک روپیہ فی گیلن اضافہ کر دیا گیا۔

2 فروری

روس کا پانچ رکنی تجارتی وفد اسلام آباد پہنچا۔ ڈپٹی لیڈر وی پی سی نین وفد کی قیادت کر رہے تھے۔

3 فروری

وزیراعظم بھٹو امریکہ کے تین روزہ دورے کے سلسلے کے پہلے مرحلے میں اسلام آباد سے روم پہنچے۔ سندھ کے وزیراعلیٰ غلام مصطفیٰ جتوئی نے سندھ ہاؤس کا سنگ بنیاد رکھا۔

4 فروری

وزیراعظم بھٹو امریکہ کے سرکاری دورے پر امریکہ کے شہر واشنگٹن پہنچے۔ اعلیٰ امریکی حکام نے ان کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔ امریکہ نے پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی پر پابندیاں نرم کرنے کے فیصلہ کا اعلان کیا۔ کراچی میں نوے سال پرانی ٹرام سروس بند کرنے کا اعلان ہوا۔

5 فروری

اسلام آباد میں اوقاف کانفرنس منعقد ہوئی۔

6 فروری

وزیراعظم بھٹو نے وائٹ ہاؤس میں امریکی صدر کے عشائیے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کو میزائلوں اور ٹینک شکن ہتھیاروں کی اشد ضرورت ہے۔ امریکی صدر فورڈ نے کہا کہ ہم امریکہ کے سچے دوست کو فخر سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ وزیراعظم بھٹو نے مشکل حالات میں اقتدار سنبھال کر آہنی عزم سے قوم و ملک کی رہنمائی کی ہے۔ حکومت اور حزب اختلاف کے مابین سمجھوتہ طے پا گیا۔

7 فروری

وزیراعظم بھٹو نے امریکہ کا دورہ مکمل کر لیا۔ مشترکہ اعلامیہ میں

پاکستان سلامتی اور آزادی کے تحفظ کی حمایت کی گئی۔

8 فروری

صوبہ سرحد کے سینئر وزیر اور پاکستان پیپلزپارٹی سرحد کے صدر حیات محمد خان شیرپاؤ پشاور یونیورسٹی میں منعقدہ ایک تقریب میں بم دھماکہ کے نتیجے میں جاں بحق ہو گئے۔ پاکستانی تجارتی وفد جکارتہ پہنچ گیا۔

9 فروری

ولی خان سمیت نیپ کے تمام سرکردہ رہنماؤں کو حیات محمد خان شیرپاؤ کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ مسٹر حیات محمد خان شیرپاؤ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ ایٹمی توانائی کمیشن پاکستان کے چیئرمین منیر احمد خان نے اعلان کیا کہ پاکستان ہر دو سال بعد ایک ایٹمی بجلی گھر قائم کرے گا۔

10 فروری

ولی خان اور نیپ کے 59 رہنماؤں سمیت 300 کارکن گرفتار کر لئے گئے۔ نیپ کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا اور اس کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ پولیس نے ملک بھر میں نیپ کے دفاتر سیل کر دیئے پارٹی کے املاک اور فنڈ سرکاری تحویل میں لے لئے گئے۔ پارٹی سرگرمیوں کو ملکی سالمیت کے منافی قرار دے دیا گیا۔ سپریم کورٹ سے رجوع کرنے کا اعلان کیا گیا۔ ایران کے دارالحکومت تہران میں پاک ایران کمیشن کا اجلاس شروع ہوا۔ سیاسی جماعتوں کے قانون کی جماعت کو کالعدم قرار دینے سے متعلقہ لاز میں تبدیلی کی گئی۔

11 فروری

مولانا مفتی محمود قائد حزب اختلاف چن لئے گئے۔ قومی اسمبلی میں آئین میں تیسری ترمیم کا بل پیش کیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ ہنگامی حالت ختم کرنے کا اختیار پارلیمنٹ کو حاصل ہو گا اور یہ کہ ہنگامی حالت میں چھ ماہ کی مدت سے زیادہ کا اضافہ نہیں کیا جا سکے جس کی منظوری پارلیمنٹ دے گی۔ صوبہ سرحد وزارتی کونسل نے حیات محمد خان شیرپاؤ کا مقبرہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ فیڈرل انوسٹی گیشن ایجنسی کے قیام کا اعلان ہوا۔

12 فروری

قومی اسمبلی نے آئین میں تیسری ترمیم کا بل منظور کر لیا۔ حزب اختلاف کی جماعت نے بل کی مخالفت میں بائیکاٹ کیا۔ سرحد میں نیپ کے خلاف مظاہرے ہوئے ولی خان کا پتلا جلایا گیا۔

13 فروری

ایران اور پاکستان میں صنعت، زراعت، مواصلات اور تجارت کے شعبوں میں مشترکہ تعاون کے منصوبے شروع کرنے کا سمجھوتہ طے پا گیا۔ اقتصادی امور کے سیکرٹری آفتاب احمد خان کی قیادت میں پاکستانی وفد لنکا پہنچا۔

14 فروری

وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ نے کہا کہ نیشنل عوامی پارٹی کی ملک دشمن سرگرمیوں کے بارے میں ٹھوس ثبوت حکومت کے پاس موجود ہیں۔ کراچی کے مختلف کالجوں میں پوسٹ گریجویٹ کلاسوں کا اجراء کیا گیا۔

15 فروری

پاکستان اور روس کے درمیان اشیاء کے تبادلے کا سمجھوتہ طے پایا۔ اسلام آباد میں طلبہ نے افغان سفارت خانے کے سامنے مظاہرہ کیا اور سردار داؤد کا پتلا جلایا۔

17 فروری

صوبہ سرحد میں صوبائی کابینہ توڑ دی گئی صوبے میں گورنر راج نافذ کر دیا گیا۔ پاکستان اور سری لنکا مشترکہ صنعتی منصوبے شروع کرنے پر رضامند ہو گئے۔

18 فروری

گورنر سرحد نے صوبے کے انتظامی معاملات کے لئے تین مشیر مقرر کیے۔ وزیر داخلہ نے اعلان کیا کہ ملک دشمن عناصر کے خلاف کارروائی کے لئے آئین میں ترمیم کی گئی ہے۔ سابق ٹیسٹ کرکٹر اور پاکستان کرکٹ کنٹرول بورڈ کی سلیکشن کمیٹی کے سابق چیئرمین نذیر علی انتقال کر گئے۔

19 فروری

پاکستان اور متحدہ عرب امارات کے درمیان مشترکہ نئے منصوبے ایک زرعی اور مویشی فارم کے قیام کا سمجھوتہ ہوا منصوبے پر دو کروڑ ڈالر لاگت آئے گی۔

20 فروری

مرکزی مجلس احرار کے صدر مولانا عبیداللہ احرار لائلپور (فیصل آباد) میں انتقال کر گئے۔ کراچی گودی میں آتشزدگی کے نتیجہ میں ایک کروڑ مالیت کی روئی جل گئی۔

21 فروری

پشاور، راولپنڈی اور ملک کے دیگر بڑے شہروں کے تعلیمی اداروں کے ہاسٹلوں سے غیر ملکی اسلحہ برآمد ہوا۔

22 فروری

صدر چوہدری فضل الٰہی شاہ نیپال کی تاجپوشی کی تقریب میں شرکت کے لئے اسلام آباد سے کھٹمنڈو پہنچے۔ وزیراعظم بھٹو نے دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کی یادگار کے سنگ بنیاد کی تختی کی نقاب کشائی کی۔

23 فروری

امریکہ نے پاکستان کو ہتھیاروں کی فراہمی پر عائد پابندی اٹھانے کا اعلان کر دیا۔ اقوام متحدہ نے کراچی کو دنیا کا 17 واں بڑا شہر قرار دے دیا۔ نصراللہ خٹک کو پیپلزپارٹی سرحد کا صدر نامزد کر دیا گیا۔

24 فروری

وفاقی حکومت نے نیپ کے خلاف سپریم کورٹ میں ریفرنس دائر کر دیا۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اندلہ عبداللہ گٹھ جوڑ کے خلاف 28 فروری کو ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ سویڈن اور پاکستان کے مابین ٹیکسٹائل ملز کا سمجھوتہ طے پایا۔

25 فروری

ایران کے شہنشاہ اور وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان لاڑکانہ میں مذاکرات ہوئے۔ مزار قائد کے قریب آتشزدگی سے پچاس جھونپڑیاں جل گئیں۔

26 فروری

امریکہ نے پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی کے بارے میں بھارت کا احتجاج مسترد کر دیا۔

27 فروری

پاک افغان مصالحت کے لئے شاہ ایران نے پیشکش کی۔

28 فروری

وزیراعظم بھٹو کی اپیل پر اندرا عبداللہ گٹھ جوڑ کے خلاف پاکستان، آزاد کشمیر اور دنیا بھر کے کشمیریوں نے ہڑتال کی۔

مارچ 1975ء

یکم مارچ

ترکی نے مسئلہ کشمیر پر پاکستان کے موقف کی حمایت کا اعلان کیا۔ عزیز احمد کی قیادت میں پاکستانی وفد تیل پیدا کرنے والے ممالک کی کانفرنس میں شرکت کے لئے الجزائر روانہ ہوا۔ اہل تشیع مسلک کے رہنما عالم دین اور ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری مولانا طالب حسین لاہور میں رحلت فرما گئے۔

2 مارچ

آسٹریلیا کے گورنر جنرل سرجان کر پاکستان کے چار روزہ دورے پر اسلام آباد پہنچے۔ بہاولپور کے صادق گڑھ محل کو حکومت پنجاب نے تحفظ نوادرات کے قانون کے تحت یادگار قرار دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کی جامع تاریخ مرتب کی جائے، کراچی میں سیمینار سے خطاب۔

3 مارچ

چین نے مقبوضہ کشمیر کو بھارت میں ضم کرنے کی زبردست مذمت کی۔ بیگم نصرت بھٹو نے لاہور میں سرکاری سطح پر ویمن انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح کیا۔ آزاد کشمیر ہائیکورٹ نے تین رٹ درخواستوں پر فیصلہ میں وزیر خزانہ اور تین مشیروں کا تقرر خلاف آئین قرار دے دیا۔

4 مارچ

عالمی بینک اور بین الاقوامی مالیاتی ادارے نے بنگلہ دیش کے قرضوں سے پاکستان کو بری الذمہ قرار دے دیا۔ آزاد کشمیر اسمبلی کے رکن چوہدری نیاز کو اغواء کر لیا گیا۔ کوئٹہ اور دوسرے شہروں سے بھارت کا تیار کردہ خطرناک اسلحہ پکڑا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان زرعی شعبہ میں آسٹریلیا کے تجربات سے مستفید ہوگا۔

5 مارچ

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بھارت نے اگر پرامن کوششوں کو نقصان پہنچایا تو دوبارہ جنگ ہو سکتی ہے۔ آسٹریلیا کے گورنر جنرل پاکستان کا چار روزہ دورہ مکمل کر کے افغانستان روانہ ہو گئے۔ بیگم اختر سلیمان کا مہاجرین کی آباد کاری کے لئے کیبنٹ ڈویژن کی مشیر کی حیثیت سے تقرر ہوا۔

6 مارچ

وزیراعظم بھٹو نے سکوائش کے عالمی چیمپئن قمرالزمان اور برطانوی چیمپئن محب اللہ خان پاکستانی کھلاڑیوں کو دس دس ہزار روپے نقد انعام دیا۔ آزاد کشمیر اسمبلی کا اجلاس غیرمعینہ مدت کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ ڈائریکٹر ارضی طبیعیات نے اعلان کیا کہ تربیلا بند زلزلے کے خطرے سے محفوظ ہے۔

7مارچ

قومی اسمبلی اور سینٹ سے حزب اختلاف کا بائیکاٹ ختم کرانے کے لئے حکومت اور حزب اختلاف کے درمیان مذاکرات کا دوسرا دور ہوا۔ چیف جسٹس عبدالقادر نے قائم مقام گورنر سندھ کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ بھارت نے پاکستانی روئی کی دو لاکھ گانٹھیں خریدنے کی پیشکش کی۔

8مارچ

آئینی بحران کے حل کے لئے حکومت اور حزب اختلاف میں مفاہمت ہو گی قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا گیا۔ آزاد کشمیر میں پیپلز پارٹی اور آزاد جموں و کشمیر مسلم کانفرنس میں انتخابی اتحاد ہو گیا۔ سندھ میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کی نشستوں کی از سرنو تقسیم کا اعلان کیا گیا۔

9مارچ

پاکستانی بحریہ کے سربراہ حسن حفیظ احمد انتقال کر گئے۔ فیکٹریوں میں قومی پرچم کو سلامی دینے کے بعد کام شروع کرنے کے فیصلے کا اعلان ہوا۔ وزیراعظم زیڈ اے بھٹو نے ایران عراق کے مابین معاہدوں پر دونوں ممالک کے سربراہوں کو مبارکباد دی۔

10مارچ

پاکستان میں کسی ملک کا فوجی اڈہ نہیں بننے دیا جائے گا۔ وزیراعظم بھٹو کی پریس کانفرنس۔ سیکرٹری خارجہ آغا شاہی کے دورہ حصر کے اختتام پر مشترکہ اعلامیہ میں پاکستان نے عربوں کی حمایت کا اعادہ کیا۔ افغان صدر داؤد نے پاکستان کو امریکی اسلحہ کی فراہمی کو افغانستان اور بھارت کے لئے خطرہ قرار دیا۔

11مارچ

افغانستان نے پاکستان سے بات چیت کی تجویز مسترد کر دی۔ تعلقات کی بحالی کو عوامی نیشنل پارٹی پر عائد پابندی کے خاتمے سے مشروط کر دیا۔ سرکاری تحویل میں لی گئی صنعتوں کی پیداوار میں 31 فی صد اضافہ ہوا' وزیر پیداوار رفیع رضا کا اعلان۔

12مارچ

پاکستان نے افغانستان کی نیپ سے پابندی اٹھانے کی شرط مسترد کر دی۔ سیمنٹ کی قیمتوں میں چالیس فی صد اضافے کا اعلان۔ کویت نے پاکستان کی اقتصادی ترقی کے لئے تعاون کا اعلان کیا۔ سردار ابراہیم نے آزاد کشمیر کے صدارتی انتخاب میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔

13مارچ

بھارتی وزیراعظم نے پاکستان کو جنگ کی دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ افغانستان اور پاکستان کی جنگ میں بھارت خاموش نہیں رہے گا۔ صادق حسین قریشی نے گورنر پنجاب کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ مسٹر غلام مصطفیٰ کھر کو پنجاب کا نیا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ حیات محمد خان شیرپاؤ کے مبینہ قاتل کے ساتھی حسن آغا کو کوئٹہ سے گرفتار کر لیا گیا۔

14مارچ

پنجاب کے گورنر مسٹر غلام مصطفیٰ کھر نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ وزیراعظم بھٹو نے لاڑکانہ میں شوگر مل کا افتتاح کرتے ہوئے اعلان کیا کہ آئندہ پانچ سالوں میں پنجاب اور سندھ میں چھ چھ اور سرحد میں تین شوگر ملیں لگائی جائیں گی۔ حیات محمد خان شیرپاؤ کے مقبرے کے ڈیزائن کی منظوری دی گئی۔

15مارچ

ولی خان' اجمل خٹک سمیت نیپ کے 43 افراد کے خلاف افغانستان سے اسلحہ سمگل کرنے کے الزام میں مقدمہ کی سماعت شروع ہو گئی۔ روس نے پاک افغان جنگ کی صورت میں افغانستان کی مدد سے انکار کر دیا۔ تیسرے عالمی ہاکی کپ کے فائنل میں بھارت نے پاکستان کو ہرا کر تیسرا عالمی کپ جیت لیا۔

16مارچ

بنگلہ دیش میں پاکستان سے متعلقہ تمام تاریخی کتابوں اور لٹریچر کو غیرقانونی قرار دے دیا۔ لاہور اور استنبول کو جڑواں شہر قرار دے دیا گیا۔ بلوچستان کے شہر بیلا میں زلزلہ سے بیسیوں افراد بے گھر ہو گئے۔ روس میں متعین پاکستانی سفیر ایس کے دہلوی کو مغربی جرمنی میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا۔

17مارچ

ڈیورنڈ لائن میں تبدیلی ناقابل برداشت ہے افغانستان پاکستان کے خلاف جارحیت کی تو ایران، ترکی اور دوسرے اسلامی ممالک پاکستان کی حمایت کریں گے۔ وزیراعظم بھٹو کا میانوالی میں اعلان۔ پاکستان اور اٹلی کے درمیان ثقافتی معاہدہ ہوا۔

18مارچ

پاکستان کی دفاعی تیاریاں مکمل ہیں افغانستان کو ہمارے خلاف سازشوں کے سنگین نتائج بھگتنا پڑیں گے، سرگودھا میں وزیراعظم بھٹو کا اعلان۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پیپلزپارٹی اسلام کے خلاف ہوتی تو احمدیوں کو اقلیت قرار نہ دیتی، سرگودھا میں خطاب۔ طارق سعید کو پاک چیکوسلواکیہ اور پاک سویڈن ٹریڈ کمیٹیوں کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔

19مارچ

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے میڈیکل کالجوں میں داخلہ کے لئے گورنروں کے کوٹہ کی منسوخی کا اعلان کیا۔ راولپنڈی میں پاک فضائیہ کا تربیتی طیارہ سیٹلائٹ ٹاؤن میں واقع سروے آف پاکستان کی عمارت پر جا گرا حادثے میں چار افراد زخمی ہوئے۔

20مارچ

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ ملک دشمنوں کے مذموم عزائم خاک میں ملا دیئے جائیں گے صوبوں کو ایک دوسرے کے استحصال کی اجازت نہیں دیں گے، جھنگ میں جلسہ عام سے خطاب۔ حکومت نے تحریک ختم نبوت کے تمام گرفتار شدگان کو رہا کر دیا۔

21مارچ

قومی اسمبلی میں اقلیتوں کے لئے چھ نشستیں مخصوص کرنے کا فیصلہ ہوا۔ وزیراعظم بھٹو نے لائلپور (فیصل آباد) میں دو ہزار بستروں کا ہسپتال بنانے کا اعلان کیا۔ ریاض پراچہ کو نیوزی لینڈ میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔

22مارچ

وزیراعظم بھٹو اور کمبوڈیا کے وزیرخارجہ سرونن چک کے درمیان اسلام آباد میں ملاقات ہوئی ملاقات میں باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ سردار ابراہیم کو چار سیاسی جماعتوں سے آزاد کشمیر کے صدارتی انتخاب میں امیدوار مقرر کیا۔ وائس ایڈمرل محمد شریف نے بحریہ کے چیف آف سٹاف کا عہدہ سنبھالا۔

23مارچ

ملک بھر میں یوم استقبال قومی و ملی جذبے سے منایا گیا۔ آزاد کشمیر سمیت ملک بھر کی مساجد میں ملک کی سالمیت، ترقی اور استحکام کی دعائیں کی گئیں۔ شجاع آباد میں ٹیلی ویژن بوسٹر کا افتتاح ہوا۔

24مارچ

یوگنڈا میں احمدی فرقہ پر پابندی عائد کر دی گئی۔ کراچی سے ڈیڑھ میل دور بحیرہ عرب میں دوبئی کا ایک جہاز ڈوب گیا۔ بہاولپور میں دس کلوواٹ کے ریڈیو سٹیشن سے نشریات شروع ہوئیں۔ مسٹر سجاد حیدر کو روس میں پاکستان ا سفیر مقرر کر دیا گیا۔ مرکزی سنسر بورڈ کے چیئرمین ایم ایم پیرزادہ لیاقت پور میں ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔

25مارچ

سعودی عرب کے شاہ فیصل قاتلانہ حملے میں شہید ہو گئے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ شاہ فیصل شہید کی زندگی ایک مجاہد کی تھی انہوں نے ایک شہید کی طرح جان دی۔ شاہ فیصل کی وفات کی خبر پر قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔

26مارچ

عید میلادالنبیؐ پورے مذہبی احترام سے منایا گیا ملک بھر میں عام تعطیل تھی۔

27مارچ

قومی اسمبلی نے شاہ فیصل کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ وزیراعظم بھٹو شاہ فیصل کے جنازے میں شرکت کے لئے ریاض پہنچے۔ سعودی عرب کے شاہ فیصل کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ سعودی عرب کے نئے سربراہ شاہ خالد نے وزیراعظم بھٹو کو یقین دلایا کہ پاک سعودی عرب دوستی قائم رہے گی۔

28مارچ

وزیراعظم بھٹو کی زیر سربراہی بین الصوبائی کانفرنس راولپنڈی میں منعقد ہوئی۔ قومی اسمبلی نے صوبہ سرحد میں سنگین جرائم کی روک تھام کے لئے بل کی منظوری دی۔ مری بگٹی میں زلزلہ سے چھ افراد ہلاک ہو گئے جبکہ کئی عمارتیں زمین بوس ہو گئیں۔

29مارچ

جاپان نے مشرقی پاکستان میں خرچ کیا گیا آٹھ کروڑ ڈالر کا قرضہ پاکستان کو معاف کر دیا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان پاکستانی روئی بھارتی بندرگاہوں پر پہنچانے کے لئے کرائے کی شرح طے پا گئی۔ ملک کو خوراک میں خود کفیل بنانے کے لئے حکومت پاکستان نے کمیٹی قائم کر دی۔

30مارچ

مولانا مفتی محمود نے حزب اختلاف کی جانب سے اسمبلیوں کے بائیکاٹ کو قومی مفاد کی ضرورت قرار دیا۔ افریشیائی عوام کی جدوجہد آزادی میں پاکستان کے کردار پر کمبوڈیا کی حکومت نے تشکر کا اظہار کیا۔ پاکستان آرمی نے قومی ایتھلیٹک چیمپئن شپ جیت لی۔

31مارچ

پاکستان اور بھارت کے درمیان جہازوں کی آمدورفت کی بحالی کا سمجھوتہ ہو گیا۔ سٹ نے سعودی عرب کے شاہ فیصل کے قتل پر غم و غصہ کا اظہار کیا۔ ہارون ہاؤس کراچی میں پلاسٹک بم کے دھماکے میں تین افراد ہلاک ہو گئے۔

اپریل 1975ء

یکم اپریل

قومی اسمبلی نے صوبہ سرحد میں ٹاؤن پلاننگ کو بہتر بنانے اور پبلک سروس کمیشن میں ترمیم کے دو بلوں کی منظوری دی۔ حیات محمد خان شیرپاؤ قتل کیس کی تفتیش مکمل ہو گئی۔ بم دھماکے کرنے کے الزام میں پانچ افراد گرفتار کر لئے گئے۔ حکومت پاکستان نے قالین بانی کی صنعت کی ترقی کے لئے منصوبہ تیار کر لیا۔ پنجاب کابینہ نے صوبے میں ٹریفک کے نظام کی بہتری کے لئے کمیٹی تشکیل دے دی۔ وفاقی حکومت کی جاب سے پنجاب کو ایک لاکھ ٹن گندم مزید فراہم کرنے کا اعلان کیا۔

2اپریل

حیات محمد شیرپاؤ کے قتل کے تین ملزموں نے اقبال جرم کر لیا قتل میں پی پی پی کا ایک سابق رہنما نثار محمد بھی شامل ہے۔ قتل سیاسی اختلاف کی بناء پر کیا گیا۔ پاکستان میں ہر سال 80 کروڑ روپے کی چائے پی جاتی ہے' وفاقی وزیر خزانہ کا انکشاف۔

3اپریل

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ پختونستان کا مطالبہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا چاروں صوبے متحد رہیں گے۔ پاکستان کی سالمیت کا ہر قیمت پر تحفظ کیا جائے گا۔ اپوزیشن کو اسمبلیوں کا بائیکاٹ ختم کرنا چاہیے' سیالکوٹ میں خطاب۔ نواب صادق حسین قریشی پنجاب اسمبلی کے ضمنی انتخاب میں بلامقابلہ جیت گئے۔

4اپریل

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ افغانستان اور بھارت پاکستان پر حملہ کر کے نقصان اٹھائیں گے' گوجرانوالہ میں خطاب۔ وزیراعظم بھٹو نے گوجرانوالہ کو ڈائریکٹ ڈائلنگ نظام سے منسلک کرنے کا حکم دیا۔ آدم جی خاندان کے سربراہ ذکریا آدم جی کو سپردخاک کر دیا گیا ان کا لندن میں انتقال ہوا تھا۔ وزیراعظم بھٹو نے گوجرانوالہ میں سو بستروں پر مشتمل فیصل شہید ہسپتال کا افتتاح کیا۔

5اپریل

حکومت پاکستان نے مزارعے کو زمین سے بے دخل کرنے پر سات سال قید کی سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے شیخوپورہ میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان مقبوضہ کشمیر پر بھارت کی حاکمیت تسلیم نہیں کرتا۔ آزاد کشمیر کے صدارتی اور قانون ساز اسمبلی کے انتخابات 8 مئی کو کرانے کا اعلان۔ وزیراعظم بھٹو نے صوفی شاعر وارث شاہ کے مزار کی تعمیر کے لئے پچاس ہزار روپے دینے کا اعلان کیا۔

6اپریل

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے لاہور میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے خلاف ہر سازش کو ناکام بنا دیا جائے گا۔ پی ڈی پی کے سالانہ کونشن میں نوابزادہ نصراللہ خان کو پھر مرکزی صدر چن لیا گیا۔ نصراللہ خٹک سرحد اسمبلی کے ضمنی انتخابات میں کامیاب ہو گئے۔ فیصل آباد (لائلپور) میں لائلپور کاٹن ملز پر مزدوروں نے قبضہ کر لیا۔ قصور کی سنٹرل فلور ملز میں آتشزدگی سے 800 بوری گندم جل گئی۔ کراچی میں کاربن بلیک کے پلانٹ کے لئے ٹیسٹ پٹرولیم ریفائننگ کارپوریشن اور فرانسی کمپنی میں معاہدہ۔

7اپریل

وفاقی حکومت نے گندم' چینی اور بناسپتی گھی کی قیمتوں کا اضافہ کا اعلان کر دیا۔ چینی 4 روپے سیر اور گھی کی قیمت 9 روپے سیر مقرر کر دی گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ حکومت سرکاری ملازمین کی تنخواہوں پر نظرثانی کے لئے تیار ہے۔ شیخ زید بن سلطان نے رسول اکرم ؐ کا نامہ مبارک حاصل کرنے کے لئے تین کروڑ ہدیہ دینے کا اعلان کیا۔

8اپریل

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ چینی، گندم اور گھی کی قیمتوں میں اضافہ ناگزیر تھا۔ لائلپور کاٹن ملز کے تنازعہ کی تحقیقات کا حکم دے دیا گیا۔ لاہور ترقیاتی ادارہ کے قیام کا قانون نفاذ ہو گیا۔

9اپریل

شناختی کارڈ کے اجراء کے لئے نئے طریق کار کا اعلان اٹھارہ برس سے کم عمر افراد کے لئے فارم (ب) کی دو درخواستیں پیش کرنا لازم قرار دے دیا گیا۔ حکومت پنجاب نے تاجروں کو 7 اپریل کی اشیاء صرف کی قیمتیں برقرار رکھنے کا حکم دے دیا۔ مسٹر جی گھر اس اٹلی میں پاکستان کے سفیر مقرر کر دیئے گئے۔ ڈاکٹر جی ایم خٹک نے وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی کے عہدے پر کام شروع کر دیا۔ ابو ظہبی کا اقتصادی ترقیاتی فنڈ کا وفد کراچی پہنچا۔

10اپریل

سینٹ میں بلوچستان کانسٹیبلری کا بل منظور کر لیا گیا۔ شکار گاہوں کی ڈیڑھ لاکھ اراضی سرکاری تحویل میں لے لی گئی۔ حکومت پنجاب نے 55 اشیاء صرف کی کنٹرول قیمتوں کا اعلان کر دیا۔ کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر محمود حسین انتقال کر گئے ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی نئے وائس چانسلر مقرر کیے گئے۔ تھائی لینڈ کے جہاز نے پاکستانی کمپی کا لوہا بنکاک میں فروخت کر دیا۔

11اپریل

وزیراعظم زیڈ اے بھٹو نے انتظامی اخراجات میں کمی کے لئے کمیٹی قائم کر دی۔ نیپ کے رہنما عبدالولی خان پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ملک بھر میں ٹرینوں کی آمدورفت بحال ہو گئی۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان نے ایک روپیہ کے نئے نوٹ کا اجراء کیا۔ پاکستان اور روس کے درمیان ٹیلی ویژن پروگراموں کے تبادلہ کا معاہدہ ہو گیا۔ خواجہ پیر غلام محمد نیرپال انتقال کر گئے۔

12اپریل

بلوچستان کی صورتحال کی تحقیقات کے لئے اقوام متحدہ کا مشن بھیجنے کے لئے افغانستان کی تجویز پاکستان نے مسترد کر دی۔ پاکستان نے آل انڈیا ریڈیو کے منفی پراپیگنڈا پر زبردست احتجاج کیا۔

13اپریل

رومانیہ کے صدر چاؤ شسکو پاکستان کے سرکاری دورے پر کراچی پہنچے اور وزیراعظم بھٹو سے باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا۔ ممتاز مسلم لیگی رہنما خواجہ خیرالدین نے کراچی پہنچنے پر اعلان کیا کہ اب وہ مستقل پاکستان میں رہیں گے۔

14اپریل

رومانیہ کے صدر چاؤ شسکو نے پاکستان کا دورہ مکمل کر لیا رومانیہ اور پاکستان نے مطالبہ کیا کہ ایٹمی اسلحہ کی تیاری فورا" بند کی جائے۔ پاکستان مسلم لیگ کے عہدیداروں کا اعلان، یوسف خٹک نائب صدر اور غلام یزدانی جنرل سیکرٹری منتخب ہو گئے۔

15اپریل

خان عبدالولی خان کو تاحکم ثانی نظربند کر دیا گیا۔ آزاد کشمیر اسمبلی نے سردار عبدالقیوم خان کے آزاد کشمیر اسمبلی کے انتخابات نہ لڑنے کی قرارداد منظور کی۔

16اپریل

سینٹ نے ضابطہ فوجداری بل کی منظوری دے دی۔ مسٹر منظر مسعود نے آزاد کشمیر کے قائمقام صدر کا عہدہ سنبھال لیا۔ کراچی کے اردو کالج کو وفاقی حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا۔

17اپریل

بھارت کے صدر رادھا کرشن چل بسے، وزیراعظم بھٹو نے ان کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ وزیراعلیٰ سندھ غلام مصطفیٰ جتوئی نے شب اونرز کالج کے واقعہ کی تحقیقات کا حکم دے دیا، تمام گرفتار طلباء رہا کر دیئے گئے۔

18اپریل

قائداعظم کی ہمشیرہ محترمہ شیریں جناح نے قائداعظم فاؤنڈیشن کے لئے اپنی جائیداد کا ایک چوتھائی حصہ دینے کا اعلان کیا۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ اسلامی کانفرنس منزل نہیں نشان ہے۔ صدر المشائخ مولانا فضل عثمان فاروقی مجددی البرٹ وکٹر ہسپتال لاہور میں رحلت فرما گئے انہیں کابل میں سپرد خاک کیا گیا۔

19اپریل

افغانستان نے اشتعال انگیز نشریات بند کرنے کی پاکستانی تجویز مسترد کر دی۔ حکومت پاکستان نے عریاں فلمی اشتہارات، پوسٹر اور مواد شائع کرنے

والوں کے خلاف فوری کارروائی کا حکم دیا۔

20اپریل

چین کے نائب صدر پاکستان پہنچے۔ کوہاٹ میں ودجگہ اور ڈیرہ غازی خان میں زندہ پیر کے مقام پر تیل کی فرم چٹانوں کی دریافت ہوئی ایک ٹن چٹان سے 20 گیلن تیل نکالا گیا۔ این سی اے نے مختلف شعبوں کے فنکاروں کو قومی ایوارڈ دینے کا فیصلہ کیا ان ایوارڈوں کو عبدالرحمان چغتائی اور مرزا شاکر علی سے منسوب کیا جائے گا ان کی مالیت 20 ہزار ہوگی۔ کراچی یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر اے بی حلیم 78 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

21اپریل

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان اور چین کے درمیان گہری دوستی اور اتحاد ہو گیا ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے چین کے نائب وزیراعظم سی سین نین سے تین گھنٹے کی طویل ملاقات میں ملکی' بین الاقوامی اور علاقائی صورتحال پر تبادلہ خیال کیا۔ سندھ کے پرائمری سکولوں کے چالیس ہزار اساتذہ نے ہڑتال ختم کر دی۔ مالدیپ کے قونصل خانہ کے قیام پر رضامندی ظاہر کر دی۔ مسٹر نور الیس پٹال کو پاکستان میں مالدیپ کا اعزازی قونصل مقرر کر دیا گیا۔

22اپریل

صدر پاکستان فضل الٰہی چوہدری نے کہا کہ چین نے منصفانہ جدوجہد میں ہمیشہ پاکستان کی حمایت کی ہے۔ بھارت اور پاکستان کے درمیان تجارت کے لئے دہلی میں دونوں ممالک کے درمیان بات چیت شروع ہوئی۔ مغربی جرمنی کے ماہرین نے سونمیانی بندرگاہ کی تعمیر کے بارے میں حکومت پاکستان کو رپورٹ پیش کر دی۔

23اپریل

حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ چودہ ماہ میں پاکستان میں 293 دھماکے ہوئے جن کے نتیجہ میں 22 افراد ہلاک اور کئی زخمی ہوئے۔ تربیلا بند کی سرنگ میں تین کوپانی کے تیز بہاؤ سے نقصان پہنچا۔

24اپریل

وزیراعظم زیڈ اے بھٹو کی زیر صدارت پشاور میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں انہیں حیات محمد خان شیرپاؤ قتل کیس کی تفصیلات سے آگاہ کیا گیا۔ چین کے نائب وزیراعظم نے کراچی میں ایٹمی بجلی گھر کا معائنہ کیا۔ آزاد کشمیر کے قائمقام صدر منظر مسعود نے کہا کہ آزاد کشمیر میں مکمل امن و امان ہے اس لئے ایف ایس ایف کو واپس بھجوا دیا گیا ہے۔ مسٹر اکرم ذکی کو گھانا میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔ تربیلا بند کی مرمت کا کام مکمل ہو گیا۔

25اپریل

وزیراعظم بھٹو کے اعزازی ڈاکٹروں کا اعلان کیا گیا۔ صوبہ سرحد اسمبلی میں نصراللہ خٹک کو پی پی مسلم لیگ مخلوط گروپ کا لیڈر چن لیا گیا۔ علامہ تحصیل ترابی کو صدر نے اسلامک ریسرچ بورڈ کا رکن مقرر کر دیا۔ میر قدرت اللہ شہاب کو نو تشکیل شدہ ثقافتی امور ڈویژن کا سربراہ مقرر کر دیا گیا۔ میران شاہ میں خودساختہ برنہ پیر مبارک شاہ کو گولی مار دی گئی۔

26اپریل

قومی اقتصادی کونسل نے سیم و تھور پر قابو پانے' تعلیمی سہولتوں میں اضافے اور مواصلات کے نظام میں توسیع کے منصوبوں کی منظوری دی۔ کوٹری میں پچاس میگاواٹ کے بجلی گھر کے قیام کا اعلان۔ پاکستان کے بین الاقوامی شہرت کے حامل سنٹر فارورڈ میجر عبدالشکور 58 برس کی عمر میں کراچی میں انتقال کر گئے۔ 1968ء کے اولمپک میں شرکت کرنے والی پاکستانی ٹیم کے کوچ تھے۔

27اپریل

بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے کہا کہ امریکی ہتھیاروں کی فراہمی کے بعد پاکستان کا رویہ دھمکی آمیز ہو گیا ہے بھارت عنقریب مزید ایٹمی دھماکے کرے گا۔ واپڈا کے سابق چیئرمین شاہنواز کو وزارت مواصلات کا سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔ مسٹر پنجاب نعیم سرور مسٹر پاکستان منتخب ہو گئے۔

28اپریل

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ مسئلہ کشمیر شملہ معاہدہ کی روشنی میں حل ہونا چاہیے۔ کراچی میں ٹیکسی ڈرائیور کے قتل کے خلاف ٹرانسپورٹ کی ہڑتال رہی۔

29اپریل

بلوچستان اسمبلی کے رکن کالعدم نیپ کے نوابزادہ شیر علی خان پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔ ٹھٹھہ اور بدین کے آبادکاروں کے قرضوں پر واجب الاداسود کی معافی کا اعلان۔

30اپریل

نصراللہ خان خٹک سرحد اسمبلی کے بلامقابلہ قائد ایوان منتخب ہو گئے۔ 90 سالہ قدیم محمد علی ٹراموے کمپنی نے کراچی میں اپنا کاروبار بند کرنے کا

اعلان کیا۔

مئی 1975ء

یکم مئی

ملک بھر میں یوم مئی کی تقریبات منعقد ہوئیں عام تعطیل رہی مزدوروں کی تنظیموں نے شکاگو کے شہیدوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جلوس نکالے۔ اخبارات کے دفاتر بند رہے۔

2 مئی

پاکستان نے جنوبی ویت نام کی انقلابی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے بگٹی میں فوجی جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بلوچستان پاکستان کا جزولا ینفک ہے کوئی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ نصراللہ خٹک کو وزیر اعلیٰ سرحد منتخب کر لیا گیا۔ جاپان نے پاکستان کو ایک کروڑ اسٹرالنگ پاؤنڈ قرضہ دینے کا اعلان کر دیا۔ مولانا اسماعیل ذبیح راولپنڈی میں رحلت فرما گئے۔

3 مئی

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے "مری بگٹی" میں فوجیوں سے اپنے خطاب میں بلوچستان کو پاکستان کا جزولا ینفک قرار دیا۔ صوبہ سرحد میں گورنر راج ختم کر دیا گیا۔ نصراللہ خٹک نے وزیر اعلیٰ سرحد کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ اسلام آباد (پاکستان) میں دنیا کی سب سے بڑی مسجد (فیصل مسجد) کی تعمیر کے لئے سعودی حکومت نے ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر کی رقم پاکستان کو دے دی۔ پاکستان میں الجزائر کے تعاون سے پن بجلی گھر کے دو منصوبوں پر عملدر آمد کے لئے الجزائر اور پاکستان کے درمیان ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔

4 مئی

حکومت پاکستان کا زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ کا اعلان۔ کوئٹہ کے قریب کوئلہ کی کان میں دھماکہ سے متعدد افراد ہلاک اور بے شمار زخمی ہو گئے۔ اسسٹنٹ سیکرٹری زراعت چوہدری غلام احمد خان کراچی میں رحلت فرما گئے۔

5 مئی

حکومت بلوچستان نے بلوچستان میں نظربند تمام طلباء کو رہا کر دیا۔ آزادی کشمیر کے عبوری صدر نے ایک آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت مخصوص عہدیداروں پر آزاد کشمیر کے آئندہ انتخابات میں حصہ لینے کی پابندی ختم کر دی گئی۔ کراچی کے جناح ہسپتال میں ایک شخص کے کولہے کو تبدیل کیا گیا پاکستان میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا آپریشن تھا۔

6 مئی

آزاد کشمیر کی چار سیاسی جماعتوں کے سربراہوں' سردار ابراہیم' مسٹر کے ایچ خورشید' چوہدری نور حسین اور خان عبدالحمید کا مشترکہ اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ حکومت سندھ نے کراچی کے تمام فرسٹ ڈویژن میڈیکل طلباء کو داخلے دینے کا اعلان کر دیا۔ میاں محمد اسلم حیات وٹو کو چودھری فضل حق کی جگہ آئی جی سندھ پولیس مقرر کر دیا گیا۔

7 مئی

صدر مملکت نے آرڈیننس نافذ کیا جس کے ذریعے پچیس روپے ماہانہ مصارف زندگی کے الاؤنس کو قانونی حیثیت دے دی گئی۔ صوبہ سرحد کی چھ رکنی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ عنایت اللہ گنڈاپور سینئر وزیر جبکہ راجہ سکندر زمان' عبدالرزاق خان' ہمایوں سیف اللہ' عبدالباقی اور اقبال خان جدون وزراء مقرر ہوئے۔ وزیر اعظم زیڈ اے بھٹو نے زرعی اصلاحات کے تحت بلوچستان کے پٹ فیڈر کے علاقہ میں حاصل شدہ پانچ لاکھ ایکڑ اراضی فوری طور پر تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان جام غلام قادر کا بیان۔

8 مئی

پاکستان تسلط' استحصال اور جارحیت کے خلاف جدوجہد جاری رکھے گا دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کی 30 ویں سالگرہ کے موقع پر حکومت پاکستان کا بیان۔ حکومت پاکستان حضورؐ کی زندگی پر فلم بندی روکنے کے لئے اقدامات کرے گی' وزارت مذہبی امور کا اعلان۔ سعودی عرب نے پاکستان کی صنعتی ترقی کے لئے دس کروڑ ڈالر بلاسود قرضے کی منظوری دے دی۔ کراچی میں پاک لیبیا مشترکہ ایوان صنعت و تجارت کا قیام عمل میں آیا۔ پاکستان میں اوسط عمر کی حد 49.4 سال ہے' حکومت پاکستان کا اعلان۔

9 مئی

پاکستان اور ایران کے درمیان طویل مدت کے تجارتی سمجھوتے پر اسلام آباد میں دستخط ہوئے۔ حکومت نے پاکستان میں گاڑیوں اور گھریلو ایندھن میں رقیق گیس کے تجربات کو کامیاب قرار دے دیا۔ انجینئرنگ انسٹی ٹیوٹ لاہور کے سائنسدانوں نے مواصلات کے لئے شہاب ثاقب کو استعمال کرنے کی نئی ترکیب دریافت کر لی۔ حب ڈیم سپل وے کی تعمیر کا ٹھیکہ دے دیا گیا۔ کنٹونمنٹ بورڈوں کے علاقوں سے پراپرٹی ٹیکس کی وصولی کے لئے صوبائی حکومتوں کو اختیارات دے دیئے گئے۔

10 مئی

پاکستان کسی دوسرے ملک کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتا حکومت پاکستان ہر قسم کا چیلنج قبول کرنے کو تیار ہے' وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان۔ پاکستان ریلوے کی مشاورتی کمیٹی نے کراچی کے پشاور کے درمیان دوسری ریل پٹری بچھانے کے بارے میں تجاویز کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

11 مئی

تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک نے پاکستان کی زیادہ سے زیادہ امداد کا اعلان کر دیا۔ کنٹرول لائن کو مستقل سرحد ہرگز تسلیم نہیں کیا جائے گا' راولپنڈی میں آل پاکستان جموں و کشمیر مسلم کانفرنس (قیوم گروپ) کے زیر اہتمام ایک روزہ آل پارٹیز کانفرنس کے سرکاء کا مشترکہ اعلان۔ کانفرنس کی صدارت سردار عبدالقیوم خان نے کی۔ حکومت سندھ نے پریس آرڈیننس کے تحت سندھ کے چھتیس کتب و رسائل پر پابندی عائد کر دی۔ منہاج برنا دوبارہ پی ایف یو جے کے صدر منتخب ہو گئے۔

12 مئی

حکومت سندھ سوشل سکیورٹی کے ڈاکٹروں کی ہڑتال کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ سندھ بلوچستان الیکشن ٹریبونل نے مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کو محمود اعظم فاروقی کی جگہ کامیاب قرار دے دیا۔ وزیر اعلیٰ سندھ غلام مصطفیٰ جتوئی نے ولیکا جامشورو 132 کلوواٹ لائن کا افتتاح کیا۔ لائلپور (فیصل آباد) کے قریب بس اور ٹرک کے تصادم میں نو افراد ہلاک اور بانوے زخمی ہوئے۔ پاکستان اور ایران نے پانچ سالہ تجارتی سمجھوتے پر دستخط کر دیئے۔

13 مئی

سندھ کے سوشل سکیورٹی ڈاکٹروں نے ہڑتال ختم کر دی۔ عالمی بنک نے پاکستان کے لئے تین کروڑ ڈالر کے قرضہ کی منظوری دے دی۔ تیل اور گیس کی ترقیاتی کارپوریشن نے کوٹھار میں گیس کا تیسرا میدان دریافت کر لیا۔ پیر پگاڑا کی پاکستان جمہوری محاذ سے علیحدگی۔ پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں لوہے کے ذخائر کی دریافت ہوئی۔

14 مئی

آزاد کشمیر کی چار سیاسی پارٹیوں کے متحدہ محاذ نے سابق صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان کے دور حکومت کے بارے میں وائٹ پیپر شائع کیا جس میں سردار قیوم پر اقرباء نوازی اور قومی دولت کی لوٹ مار کے الزامات لگائے گئے۔ کراچی کی بندرگاہ کے قریب ایک لبنانی باربردار بحری جہاز ریت میں دھنس گیا عملہ کے ارکان کو بچا لیا گیا۔

15 مئی

سپریم کورٹ نے حکومت کو ہدایت کی کہ نیپ کا تمام ریکارڈ پارٹی کے سیکرٹری جنرل قسور گردیزی کے حوالے کیا جائے۔ نئی دہلی میں پاکستان اور بھارت کے درمیان فضائی سروس کی بحالی کے لئے بات چیت شروع ہو گئی۔ لاہور میوزیم میں جدوجہد آزادی گیلری کا قیام ہوا۔

16 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اپوزیشن نے غیر معینہ بائیکاٹ کی نئی مثال قائم کی ہے۔ صدر پاکستان نے پیکنگ کمپنیز آرڈر مجریہ 1962ء اور انشورنس ایکٹ مجریہ 1938ء میں دو ترمیمی آرڈیننس جاری کیے۔

17 مئی

پاک بھارت مذاکرات میں نئی دہلی میں شہری ہوابازی کا فارمولا طے ہو گیا۔ پاکستان نے جنوبی ایشیاء کو ایٹمی اسلحہ سے پاک رکھنے کے لئے نئی تجویز پیش کی۔ کالعدم نیپ کے رہنما سپریم کورٹ کی ہدایت پر دوبارہ سہالہ منتقل کر دیئے گئے۔ سردار عبدالقیوم خان کی پارٹی کے امیدواروں نے انتخابات کے بائیکاٹ کا فیصلہ مسترد کر دیا۔

18 مئی

سردار ابراہیم آزاد کشمیر کے صدر منتخب ہو گئے۔ اشیائے صرف کے کمیشن حکومت کو رپورٹ پیش کر دی۔ آزاد کشمیر کے سابق صدر اور آزاد جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے صدر سردار عبدالقیوم نے کہا کہ کشمیر کے بارے میں پالیسی کی تیاری کے لئے حزب اختلاف قومی کنونشن منعقد کرے گی۔

19 مئی

آزاد کشمیر کے انتخابات میں پی پی نے 40 میں سے 22 نشستیں حاصل کر لیں - انتخابات میں باقی جماعتوں میں لبریشن لیگ 5 مسلم کانفرنس (ابراہیم گروپ 4' مسلم کانفرنس (قیوم گروپ) 3' آزاد مسلم کانفرنس 13' جبکہ تین آزاد امیدواروں نے نشستیں حاصل کیں - نئی دہلی میں پاک بھارت فضائی مواصلات کی بحالی کے مذاکرات تعطل کا شکار ہو گئے۔ مسٹر رفیع الدین کو اقوام متحدہ کا اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔ ان کی عمر 43 سال تھی۔ شیرپاؤ قتل کیس کی خصوصی عدالت میں سماعت شروع ہو گئی۔

20 مئی

بھارت نے ایٹمی ہتھیار نہ بنانے کی پاکستانی تجویز مسترد کردی۔ حکومت مزدوروں کو پنشن دینے کی سکیم رائج کرے گی' سہ فریقی لیبر کانفرنس کی افتتاحی تقریب سے وزیر محنت حفیظ اللہ چیمہ کا خطاب۔ وزیر اعلیٰ سندھ غلام مصطفیٰ جتوئی نے نواب شاہ میں پاکستان نیشنل سنٹر کا افتتاح کیا۔

21 مئی

پاک فوج نے بلوچستان میں بھاری تعداد اسلحہ اور بارود پکڑ لیا۔ پاکستان اور ترکی نے مسئل کشمیر کو اقوام متحدہ کی قرار دادو کے مطابق حل کرنے کا مطالبہ کیا۔ تحریک استقلال کے سربراہ ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان نے مشیر پیش امام کو تحریک کا نائب صدر مقرر کر دیا۔ زرعی کالج ٹنڈو جام اور انجینئرنگ کالج جامشورو کو آئندہ تعلیمی سال سے یونیورسٹیوں کا درجہ دے دیا جائے گا' حکومت پاکستان کا اعلان۔

22 مئی

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے صوبائی سطح پر سہ فریقی لیبر کانفرنسوں کے انعقاد کی منظوری دے دی۔ امریکہ پاکستان کی سالمیت میں گہری دلچسپی رکھتا ہے' امریکی وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کسنجر۔ پاک فوج نے بلوچستان میں مزید اسلحہ پکڑا۔ ولی خان اور دوسرے 70 افراد کے خلاف سازش مقدمہ کی سماعت ملتوی کر دی گئی۔ ماہر اقتصادیات اور زرعی ماہر ڈاکٹر عزیز احمد کراچی میں انتقال کر گئے۔

23 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے چاروں صوبوں کے مزدور رہنماؤں سے دو روزہ مذاکرات مکمل کر لئے۔ حکومت پاکستان نے شمالی علاقہ جات میں ماہ ستمبر میں انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔ کالعدم نیپ نے حکومت کی طرف سے پارٹی پر عائد پابندی کے بارے میں سپریم کورٹ میں دائر ریفرنسوں کے دفاع کا فیصلہ کر لیا۔ مولانا مودودی کی کتاب تفہیم القرآن کی تعارفی تقریب لاہور میں منعقد ہوئی۔ پاکستان اور موریطانیہ کے مابین وفود کے تبادلوں کا سمجھوتہ طے پا گیا۔ پاکستان نے ویت نام اور کمبوڈیا کے بے گھر افراد کے لئے ایک لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔

24 مئی

حکومت پاکستان نے اعلان کیا کہ پیغمبر اسلام کی حیات طیبہ پر فلم بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ پاکستان اکیڈمی آف سائنسز اور قومی کونسل نے شمسی توانائی کے قیام کی سفارش کی۔ سندھ بلوچستان ہائی کورٹ نے الیکشن ٹریبونل کے فیصلے کے خلاف جماعت اسلامی کے محمود اعظم فاروقی کی حکم امتناعی کی درخواست مسترد کر دی۔

25 مئی

سلال بند کے مسئلہ پر مذاکرات کے لئے انڈس کمشنر سید حبیب الرحمان کی قیادت میں حکومتی وفد دہلی بھارت روانہ ہوا۔ مسٹر سجاد حیدر کو مرکزی سنسر بورڈ کا چیئرمین بنا دیا گیا۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن چین کے سربراہ تنگ لی نے کہا کہ پاکستان اور چین کے درمیان غیر متزلزل دوستی قائم ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ اور گہری ہو جائے گی۔

26 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اگر اپوزیشن قومی اسمبلی میں نہیں آنا چاہتی تو مستعفی ہو جائے چھ فروری کا سمجھوتہ غیر موثر ہو گیا ہے۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی قومی اسمبلی کی رکنیت کا حلف اٹھانے کے بعد اجلاس کا واک آؤٹ کر گئے۔ کراچی کے قریب پاکستان کے پہلے نیشنل پارک میں ٹورسٹ کمپلیکس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

27 مئی

اپوزیشن قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے بعد دوبارہ واک آؤٹ کر گئی۔ امریکہ نے پاکستان 65 ہزار ٹن گندم فراہم کرنے کا اعلان کر دیا۔ لاہور کے ایک کالج کی طالبہ غزالہ لطیف کے قتل اور دوسری ست طالبات کو زخمی کرنے والے ملزم نثار گل کو اقدام خودکشی کے جرم میں ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔

28 مئی

مولانا مفتی محمود نے کہا کہ قومی اسمبلی سے اپوزیشن کے بائیکاٹ کو عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ قومی اسمبلی میں گورنر پنجاب غلام مصطفیٰ کھر اور حنیف رامے کے اختلافات کے بارے میں تحریک التواء خلاف ضابطہ قرار دے کر مسترد کر دی گئی۔ تحریک التواء سردار شوکت حیات نے پیش کی تھی۔ کراچی کے ساحل پر سچے موتی دریافت ہوئے۔

29 مئی

وفاقی وزیر ایندھن و بجلی مسٹر یوسف خٹک نے تربیلا لائلپور پانچ سو کلو واٹ ٹرانسمشن لائن کا افتتاح کیا اس منصوبہ پر ایک ارب اسی کروڑ روپے لاگت آئے گی اور منصوبہ دو سال میں مکمل ہو گا۔

30 مئی

چترال میں زلزلہ آیا۔ اسلم حیات نے آئی جی سندھ کا عہدہ سنبھال لیا۔ وفاقی جمہوریہ جرمنی نے آئندہ مالی سال کے لئے پاکستان کو نو کروڑ چالیس لاکھ امریکی ڈالر کی امداد کا اعلان کیا۔

31 مئی

اسمبلیوں کا بائیکاٹ کرنے والے ارکان اسمبلی خود بخود رکنیت سے محروم ہو جائیں گے۔ وفاقی وزیر تعلیم و قانون عبدالحفیظ پیرزادہ۔ قومی اسمبلی میں اقلیتی نشستوں کی تعداد بڑھا کر پانچ کر دی گئی۔ حیدر آباد میں طلباء کے ہنگامے بیں اغواء کر لی گئیں آٹھ بسیں تباہ۔ چارسدہ پیپر ملز میں آتشزدگی سے دو کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔ پاکستان نے 1978ء کے ایشیائی کھیل اسلام آباد میں منعقد کرانے سے معذوری کا اظہار کر دیا۔

جون 1975ء

یکم جون

حکومت نے ملک بھر میں کنٹونمنٹ بورڈ کے زیرانتظام چلنے والے تعلیمی ادارے سرکاری تحویل میں لے لئے حکومت ان پر تین کروڑ سالانہ خرچ کرے گی' حکومت کا اعلان۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان بند بحری جہاز رانی سروس بحال' بھارتی جہاز ایم وی لوک سیوک کراچی کی بندرگاہ پر پہنچا۔ سردار عبدالقیوم خان نے آزاد کشمیر سے دفعہ 144 ختم کرنا کا مطالبہ کر دیا۔

2 جون

وزیراعلیٰ سندھ غلام مصطفیٰ جتوئی نے 42 کروڑ 13 لاکھ روپے کا ضمنی بجٹ پیش کیا۔ قومی اسمبلی میں ریلوے بجٹ پیش کر دیا گیا۔ ریلوے کے ذریعے بک کرائے جانے والے مال کے کرایوں میں 15 فی صد اضافہ۔

3 جون

آزاد کشمیر کے الیکشن کمشنر نے سردار ابراہیم کو آزاد کشمیر کا منتخب صدر قرار دے دیا۔ قومی اسمبلی نے لیگل پریکٹیشنرز ایکٹ اور نیشنل رجسٹریشن ایکٹ میں ترامیم کی منظوری دے دی۔ دریائے سندھ میں شدید طغیانی کے باعث تونسہ کے قریب گندم کی فصل تباہ ہو گئی۔

4 جون

اکبر بگٹی کو ڈیرہ بگٹی میں نظربند کر دیا گیا۔ ہائی کورٹ نے بلوچ رہنما شیروف کو ضمانت پر رہا کرنے کا حکم دیا۔ عریانی اور غیراخلاقی سرگرمیوں کے خلاف ملک گیر مہم شروع کر دی گئی۔ 35 لاکھ روپے کی لاگت سے لاڑکانہ میں اسٹینڈ کی تعمیر مکمل ہو گئی۔

5 جون

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ کشمیری اور پاکستانی عوام کی منزل ایک ہی ہے۔ آزاد کشمیر کے صدر سردار ابراہیم نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ نواب اکبر بگٹی کی نظربندی کی تردید کر دی گئی۔ روس پاکستان کو کراچی سٹیل مل کے لئے مزید قرضہ دینے پر رضامند ہو گیا۔ گدو تھرمل بجلی گھر کے تیسرے جنریٹر کے لئے روسی مشینری پاکستان پہنچنا شروع ہو گئی۔

6 جون

بھارت کی جانب سے پاکستان کو ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی لگانے کے معاہدے کی پیشکش۔ قومی اسمبلی نے ریلوے بجٹ کی منظوری دے دی۔ سردار عبدالقیوم خان نے شیخ عبداللہ کو خط لکھنے کے الزام کی تردید کر دی۔ مولانا کوثر نیازی نے اسلام آباد میں دو لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر کی جانے والی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

7 جون

وفاقی وزیرخزانہ نے نئے مالی سال کا بجٹ پیش کیا۔ ٹیلیفون' ڈاک' تار اور بجلی کی شرح اور ریڈیو' ٹی وی لائسنسوں کی فیس میں اضافہ کا اعلان' ٹیکسوں میں ردوبدل سے حکومت کو 65 کروڑ روپے کی آمدن ہو گی۔ لیڈز میں ہونے والے عالمی کرکٹ کپ میں آسٹریلیا نے پاکستان کو 73 رنز سے شکست دے دی۔

8 جون

ملکی معیشت کی بہتری کے لئے وزیرخزانہ کا پانچ نکاتی پروگرام کا اعلان۔ حکومت نے ٹیکسوں کی چوری روکنے کے اقدامات کا فیصلہ کر لیا۔ پشاور کے قریب ساڑھے سات لاکھ روپے کا سمگل شدہ کپڑا پکڑا گیا۔ چار گاڑیاں قبضے میں لے لی گئیں۔

9 جون

پنجاب کا ایک ارب 43 کروڑ روپے کے ضمنی بجٹ کا اعلان۔ بنکوں اور مالیاتی اداروں کے ملازمین کو یکساں سکیل دینے کا فیصلہ۔ پنجاب اسمبلی میں قائداعظم کی نئی تصویر لگا دی گئی۔

10 جون

وزیر اعلیٰ پنجاب نے صوبے کی تاریخ کا سب سے بڑا ترقیاتی بجٹ پیش کیا۔ ریلوے مزدوروں نے 25 جون سے ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ کراچی میں مشتعل ہجوم پر پولیس کا لاٹھی چارج اور آنسو گیس کی **شیلنگ**۔ معروف فوٹو گرافر ایم بھٹی فرائض کی انجام دہی کے دوران انتقال کر گئے۔ شہری جائیداد ٹیکس کنٹونمنٹ بورڈوں کی حد میں نافذ کر دیا گیا۔

11جون

حکومت نے پاکستان بھر میں ٹیکس نادہندگان کے خلاف بھرپور مہم چلانے کا حکم دے دیا۔ کوئٹہ کے قریب ایک غار سے پانچ ہزار ڈائنامیٹ اور تین ہزار الیکٹرک ڈیٹونیٹر برآمد ہوئے۔ عالمی کرکٹ ٹورنامنٹ میں ویسٹ انڈیز نے پاکستان کو ایک وکٹ اور ایک رن سے شکست دی۔

12جون

مونٹریال ہاکی ٹورنامنٹ میں حصہ لینے والی قومی ہاکی ٹیم کا اعلان کر دیا گیا۔ رشید جونیئر کو کپتان اور صلاح الدین کو نائب کپتان بنایا گیا۔ ریس کلب لاہور میں گھوڑوں کی دوڑ کے دوران ہنگامہ' مشتعل افراد نے کلب میں توڑ پھوڑ کی۔

13جون

مسٹر صادق حسین قریشی نے صوبائی اسمبلی کی رکنیت کا حلف اٹھایا۔ پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائنز اور سپین ایئر لائنز کے درمیان ہوائی سمجھوتے پر دستخط ہوئے دونوں ممالک ایک دوسرے کو بہتر فضائی سہولتیں دیں گے۔

14جون

وزیر خزانہ مسٹر محمد حنیف نے گریڈ سترہ میں کام کرنے والے ایم ایس سی سرکاری ملازمین کو پانچ پیشگی ترقیاں دینے کا اعلان کیا۔ عالمی کرکٹ کپ ٹورنامنٹ میں پاکستان نے سری لنکا کو تیسرے میچ میں 192 رنز سے ہرا دیا۔ روزنامہ مساوات لاہور کے چیف آرٹ ایڈیٹر مسٹر عزیز اختر انتقال کر گئے۔

15جون

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ پاکستان کو بھارت کی جارحیت کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ پاکستان اور ڈنمارک نے ویزہ پر دوبارہ پابندی عائد کر دی۔ چارسدہ میں دریائے خیالی میں کشتی الٹنے سے سترہ افراد ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔

16جون

سپریم کورٹ نے نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی کے بارے میں سماعت شروع کر دی۔ ولی خان نے اپنے تحریری بیان میں پاکستان کو اسلامی اسرائیل قرار دے دیا۔ آزاد کشمیر کے سابق صدر شیخ منظر مسعود نے کہا کہ سردار عبدالقیوم نے جمہوریت کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔

17جون

اقوام متحدہ میں سلامتی کونسل میں پاکستان کی نشست کے لئے عرب ممالک نے بھارت کے مقابلہ میں پاکستان کی حمایت کر دی۔ نئی آزاد کشمیر اسمبلی کے 138 منتخب ارکان نے حلف اٹھالیا۔ سرحد اسمبلی نے ڈپٹی سپیکر ارباب سیف الرحمان کے خلاف بھاری اکثریت سے عدم اعتماد کی قرار داد منظور کر لی۔

18جون

لاہور ہائی کورٹ نے فری مین نامی تنظیم پر پابندی کے نوٹیفکیشن کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ منگورا میں زمین کے تنازعہ پر دو گروہوں میں تصادم کے نتیجہ میں چھ افراد ہلاک ہو گئے روزنامہ مشرق نے شیخ خورشید احمد مرحوم کے حالات زندگی پر مضامین شائع کئے۔

19جون

کالعدم نیپ کے صدر ولی خان سپریم کورٹ سے واک آؤٹ کر گئے۔ محمد نواز خان سرحد اسمبلی کے بلامقابلہ ڈپٹی سپیکر منتخب ہو گئے۔

20جون

سرکاری تحویل میں لی جانے والی صنعتوں کی پیداوار میں بیس فیصد اضافہ ہوا' حکومت کا اعلان۔ روزنامہ مشرق لاہور نے ہاکی کے نامور کھلاڑی غلام رسول چودھری کے حالات زندگی شائع کئے۔

21جون

سینٹ کے مسلمان ارکان پر عقیدہ ختم نبوت کے ایمان کو لازمی قرار دے دیا۔ پاکستان نے کپڑے کی صنعت میں توسیع کرنے کی غرض سے چین سے چار ٹیکسٹائل پلانٹ خریدنے کا فیصلہ کر لیا۔ صوبہ سرحد میں بناسپتی گھی پر کنٹرول ختم کر دیا گیا۔ گوجرانوالہ کے مشہور پہلوان رحیم بخش 70 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔

22جون

پنجاب کے وزیر اعلیٰ محمد حنیف رامے نے گوجرانوالہ میں اوور ہیڈ پل کا

افتتاح کیا۔ چیکوسلواکیہ میں شائع ہونے والی متنازعہ کتاب ضبط کر لی گئی۔ برصغیر کے ممتاز شاعر اور نقاد 86 برس کی عمر میں انتقال کر گئے وہ 1893ء میں بھارتی ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے تھے۔

24 جون

پاکستان نے موزمبیق کو تسلیم کر لیا موزمبیق کو 70 سال بعد آج ہی پرتگال سے آزادی ملی۔ پاکستان میں تخریب کاری کی غرض سے مغربی جرمنی سے لایا جانے والا خطرناک اسلحہ پکڑا گیا۔ پنجاب میں سیاہ خدمت کو ختم کر دیا گیا۔ آبیانہ اور رجسٹریشن فیس میں کمی کر دی گئی۔

25 جون

سرکاری اداروں کے ملازمین کی تعلیمی اسناد کی جانچ پڑتال کا حکم دے دیا گیا۔ پنجاب اسمبلی نے آئندہ مالی سال کا بجٹ منظور کر لیا۔ عطا محمد خان مری پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔ پنجاب اسمبلی نے آئندہ مالی سال کا بجٹ منظور کر لیا۔ قومی اسمبلی نے سولہ ارب بتالیس کروڑ کے تیرہ مطالبات زر منظور کر لئے۔

26 جون

قومی اسمبلی نے آئندہ مالی سال کے بجٹ کی منظوری دے دی۔ سابق صوبائی وزیر چودھری انور سماں کو عدالت سے باہر گرفتار کر لیا گیا۔ روزنامہ مشرق نے برمنگھم کی عظیم الشان مسجد کے بارے میں مضمون شائع کیا۔

27 جون

سلال بند پر پاک بھارت مذاکرات اگلے ہفتے شروع ہوں گے۔ راولپنڈی میں نئے ہوٹل کشمیر ولا ٹورسٹ ان کا افتتاح ہوا۔ روزنامہ مشرق نے فضل محمود کرکٹر کے حالات زندگی پر مضمون شائع کئے۔

28 جون

حکومت نے بنک ملازموں کی ہڑتال غیر قانونی قرار دے دی۔ دفتروں میں حاضری کی ہدایت۔ صنعتی پیداوار میں اضافہ کے لئے مشینری کی درآمد کے لئے مراعات کا اعلان۔ عبدالحمید خان آزاد کشمیر کے وزیراعظم اور منشاء خان سپیکر منتخب ہو گئے۔ روزنامہ مشرق لاہور نے گول یونیورسٹی کے بارے میں معلوماتی مضمون شائع کیا۔

29 جون

حکومت نے محکمہ بحالیات ختم کر دیا۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ بھارت اگر مزید ایٹمی دھماکہ نہ کرے تو مذاکرات کے لئے تیار ہیں۔ روزنامہ امروز نے ہنزا اور بلتستان کے بارے میں معلوماتی مضامین شائع کئے۔

جولائی 1975ء

یکم جولائی

آزاد کشمیر کی چار رکنی کابینہ نے حلف اٹھالیا۔ پاکستان ریلوے نے لاہور اور کراچی کے درمیان بیٹری سسٹم رائج کر دیا اس سے حادثات میں کمی ہو جائے گی، ترجمان ریلوے۔

2 جولائی

پاکستان سری لنکا کو پانی کے وسائل کو ترقی دینے کے منصوبوں میں تعاون کرے گا، قومی اسمبلی میں وفاقی وزیر ایندھن کا بیان۔ اٹلی نے پاکستان کو قرضوں کی ادائیگی میں مراعات دینے پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ آزاد کشمیر کے وزراء میں محکموں کی تقسیم کا اعلان کر دیا گیا۔

3 جولائی

پاکستانی بنکوں کے ملازمین نے غیر مشروط طور پر ہڑتال ختم کر دی۔ سلال بند کے مسئلہ پر پاک بھارت مذاکرات بے نتیجہ ختم ہو گئے۔

4 جولائی

ملتان کے قریب پاکستان میں تیل صاف کرنے کے چوتھے کارخانے کے قیام کے لئے متحدہ عرب امارات کی جانب سے سرمایہ کاری کے لئے تفصیلات طے کر لی گئیں۔ حکومت پاکستان نے سوڈان میں پاکستانی سفیر ایس ایچ احسانی کو گھانا میں سفیر مقرر کر دیا۔

5 جولائی

پاکستان نے شمالی ویت نام کی غذائی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے چاول کا تحفہ دیا۔ شمالی ویت نام کی حکومت نے پاکستان کے اس خیرسگالی جذبے کی تعریف کی۔

6 جولائی

مری کے نزدیک بس کے حادثے میں 52 افراد ہلاک ہو گئے۔ ہلاک ہونے والوں میں حیدرآباد سے تعلق رکھنے والے 44 طالب علم بھی شامل تھے جو سیر و تفریح کی غرض سے یہاں آئے تھے حکومت پنجاب نے حادثے کی

تحقیقات کا حکم دے دیا۔

7جولائی

حکومت پنجاب نے مری میں ہونے والے حادثے کے سبب پہاڑی علاقوں میں بڑی بسیں چلانے پر پابندی لگا دی۔ مری کے حادثے میں ہلاک ہونے والے 44 طلباء کو حیدر آباد میں سپرد خاک کر دیا گیا پورے شہر میں کہرام مچا رہا۔

8جولائی

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ بھارت مسئلہ کشمیر کے حل کے بغیر آر سی ڈی میں شامل نہیں ہو سکتا۔ پاکستان کے تجارتی وفد نے پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان تجارت کے فروغ کے لئے ڈھاکہ میں مذاکرات کا آغاز کر دیا۔ پنجاب میں امداد باہمی کی 23 انجمنیں توڑ دی گئیں۔ قومی اسمبلی کا اجلاس شپنگ کارپوریشن کے بل کی منظوری کے بعد ختم ہو گیا۔ حکومت پنجاب نے اوچ شریف کو سب تحصیل کا درجہ دینے کا اعلان کر دیا۔ مصری جہاز خشکی پر اتر گیا پاک بحریہ نے ہنگامی طور پر کارروائی کر کے 25 افراد کی جانیں بچالیں۔

9جولائی

نیشنل گارڈز کی تربیت حاصل کرنے والے طلباء کو 20 فی صد زائد دینے کا بل منظور کر لیا گیا۔

11جولائی

پنجاب کے وزیر اعلیٰ محمد حنیف رامے مستعفی ہو گئے۔ قومی اسمبلی نے سابقہ حکومت کے دو سو بیس قوانین جاری رکھنے کی منظوری دے دی۔ پاکستان نے سارتوئے اور پرنسپے کو تسلیم کر لیا۔ سینٹ نے ملازمین کو پچیس روپے مہنگائی الاؤنس دینے کی منظوری دے دی۔ گوجرانوالہ کے معروف عالم دین مولانا ابو احمد محمد عبداللہ انتقال کر گئے۔

12جولائی

وفاقی حکومت نے عقیدہ کی وضاحت کے لئے سرکاری ملازمین سے حلف نامے پر کرانے شروع کر دیئے۔ جدہ میں پاکستان نے مسلم وزراء خارجہ کے چھٹے اجلاس میں شرکت کی۔ وزیر مملکت برائے خارجہ امور مسٹر عزیز احمد کو کانفرنس کا سیکرٹری منتخب کر لیا گیا۔ ملک کے معروف شاعر، ادیب اور اڈ؛ مسٹر زیڈ اے بخاری کراچی میں انتقال کر گئے۔

13جولائی

صادق حسین قریشی کو پی پی نے پنجاب اسمبلی میں قائد ایوان منتخب کر لیا۔ پاکستان نے مسلم وزرائے خارجہ کی چھٹی کانفرنس میں غیر ایٹمی ملکوں کو تحفظ کی قرارداد پیش کر دی۔

14جولائی

صدر کی تنخواہ 65 ہزار روپے سالانہ اور وزیر اعظم کی تنخواہ 60 ہزار روپے سالانہ کرنے کا اعلان کر دیا گیا اس سے قبل وزیر اعظم کی تنخواہ 92 ہزار روپے سالانہ تھی۔ قومی اسمبلی نے انسداد ملیریا بورڈ توڑنے کی منظوری دے دی۔ مسلم وزراء خارجہ کانفرنس میں مسلم وزراء خارجہ کے رکن ممالک کو ترقیاتی منصوبوں کے لئے پانچ کروڑ ڈالر کی امداد دینے کا اعلان۔

15جولائی

نواب صادق حسین قریشی نے وزیر اعلیٰ پنجاب کے عہدے کا حلف اٹھا لیا۔ وزیر مملکت برائے خارجہ امور مسٹر عزیز احمد سینٹ کے رکن منتخب ہو گئے۔

16جولائی

اسلامی ممالک نے اسرائیل کو اقوام متحدہ سے نکالنے کا مطالبہ کر دیا۔ جدہ میں مسلم وزراء خارجہ کانفرنس ختم ہو گئی پاکستان نے کانفرنس میں اہم کردار ادا کیا۔ پاکستان نے رومانیہ کے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے پانچ سو ٹن چاول بھیجنے کا اعلان کیا۔

17جولائی

حکومت پاکستان نے نئی حج پالیسی کا اعلان کر دیا۔ پاکستان کو اسلامی نشریاتی تنظیم کے بورڈ کا رکن چن لیا گیا۔

18جولائی

کراچی میں عالمی ریاضی کانفرنس ختم ہو گئی۔ سندھ میں سیم و تھور کے خاتمے کے لئے جامع منصوبہ تیار کر لیا گیا۔ ممتاز فلمی ہدایت کار اکبر عباس انتقال کر گئے۔

19جولائی

سلال بند کے مسئلے پر مذاکرات کے لئے پاکستانی وفد نئی دہلی پہنچا اور وفد نے سید حبیب الرحمان کی قیادت میں مذاکرات شروع کر دیئے۔ پنجاب کے چھ اضلاع میں سیلاب سے سینکڑوں دیہات زیر آب آ گئے سب سے زیادہ

نقصان ضلع شیخوپورہ میں ہوا جہاں چار سو دیہات کی ایک لاکھ ایکڑ زرعی اراضی زیر آب آگئی۔

20جولائی

پنجاب میں سیلاب سے اٹھارہ سو دیہات متاثر ہوئے۔ وفاقی حکومت کے ثقافتی ڈویژن کے سیکرٹری قدرت اللہ شہاب نے روزنامہ امروز کے سب ایڈیٹر اے آر خالد کو عنایت اللہ گولڈ میڈل دیا۔ پری اولمپک ہاکی ٹورنامنٹ میں پاکستان نے پہلے میچ میں کینیڈا کو ایک کے مقابلے میں چھ گول سے ہرا دیا۔

21جولائی

پاکستان اور جنوبی ویت نے سفارتی تعلقات کے قیام کا فیصلہ کرلیا۔

22جولائی

پاکستان معاشی ترقی کے لئے جرمنی کی ایٹمی تکنیک سے فائدہ اٹھائے گا' جرمن میں پاکستان کے سفیر ایس کے دہلوی کا بیان۔ انڈونیشیاء نے پاکستان کے سیلاب زدگان کے لئے ادویات اور خشک دودھ دینے کا اعلان کیا۔

23جولائی

مانٹریال میں مغربی جرمنی نے پاکستان کو دو کے مقابلے میں تین گول سے ہرادیا۔

24جولائی

پاکستان نے اسلامی بنک کے قیام کے سلسلے میں 50 لاکھ دینار ادا کر دیئے۔ پنجاب میں پی پی کے امیدور محمد حنیف رامے آصفہ فاروقی' فاروق لغاری' محمد اسلم اور مسعود احمد سینٹ کے رکن منتخب ہو گئے۔ سلال ڈیم پر مذاکرات کے لئے بھارت جانے والا وفد واپس آگیا۔ مزید مذاکرات 17 تا 24 اگست کو ہوں گے۔ پاکستان نے انڈونیشیا کو مواصلات' زراعت اور آبپاشی میں تعاون کی پیشکش کردی۔

25جولائی

پاکستان اور ملائشیاء کے مابین ریلوے مواصلات میں تعاون کے بارے میں اتفاق رائے ہوگیا۔ پنجاب میں سے 5 لاکھ 70 ہزار ایکڑ زیر کاشت رقبہ سیلاب کی لپیٹ میں آگیا۔

26جولائی

اسلامی نظریاتی کونسل نے ربوہ کے خاتمہ اور زکوٰۃ کے نظام کے نفاذ کی سفارش کردی۔ پاکستان اور روس کے مابین کراچی سٹیل ملز کے لئے پانچ ارب تئیس کروڑ روپے کی مشینری اور دوسرا سامان فراہم کرنے کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔ پاکستان نے پری اولمپک ٹورنامنٹ کے میچ میں ہالینڈ کو ہرادیا۔

27جولائی

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے سیلاب زدگان کے لئے ستر لاکھ روپے کی عبوری امداد کا اعلان کیا۔ انڈونیشیا نے پاکستان کو تیل کے کنوؤں کی کھدائی کی تربیتی سہولتوں کی پیشکش کردی۔

28جولائی

بلوچستان سے سینٹ کے چار امیدوار منتخب ہو گئے۔ سعودی عرب اور پاکستان کے مشترکہ بنک الجزیرہ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے اجلاس میں مسٹر جمیل نشتر کو نائب صدر منتخب کرلیا گیا۔ پری اولمپک ہاکی ٹورنامنٹ کے میچ میں مغربی جرمنی نے پاکستان کو ہرادیا۔

29جولائی

پاکستان کو اسلامی بنک کا ڈائریکٹر منتخب کرلیا گیا۔

30جولائی

صوبہ سندھ کے سینٹ کے پانچوں کامیاب امیدواروں کا اعلان کر دیا گیا۔ صوبہ سرحد کے کامیاب سینٹروں میں سے دو کا تعلق حزب اختلاف اور باقی کا پیپلزپارٹی سے ہے۔ چترال کے قریب سونے اور سرمے کے وسیع ذخائر دریافت ہوئے۔

31جولائی

محمد عباس عباسی نے پنجاب کے نئے گورنر کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

اگست 1975ء

یکم اگست

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اعلان کیا کہ آئندہ انتخابات ڈیڑھ سال بعد ہوں گے۔ افغانستان ڈیورنڈ لائن کو تسلیم کرلے تو تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں۔ وزیراعظم بھٹو نے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے 50 لاکھ کی منظوری

دے دی۔ عالمی بنک نے تربیلا بند کی مرمت کے لئے اسی لاکھ ڈالر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ روزنامہ امروز نے پنجاب کے نئے گورنر محمد عباس عباسی کے حالات زندگی شائع کئے۔

2اگست

لاہور اور اس کے نواح میں بجلی کے استعمال پر پابندی اٹھالی گئی۔ منگلا جھیل میں باراتیوں سے بھری کشتی الٹنے سے 50 افراد ہلاک ہو گئے وزیراعظم آزاد کشمیر نے حادثے کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ پی آئی اے کو ایک سال میں اڑھائی کروڑ روپے کا منافع ہوا' ریٹائرڈ ایئر مارشل نور خان کا اعلان۔

3اگست

گدو تھرمل بجلی گھر کے دو ٹربائن جلنے سے بجلی کی فراہمی میں تعطل پیدا ہو گیا۔ منگلا جھیل میں ڈوبنے والی کشتی میں سوار 33 افراد کو سپرد خاک کر دیا گیا میرپور میں سوگ اور مکمل ہڑتال رہی۔ جسڑ کے مقام پر دریائے راوی میں پانی کی سطح بلند ہو گئی۔ سردار آصف حیات خان کو پاکستان ہاکی فیڈریشن کا اعزازی سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ ممتاز کیمرہ مین اور ہدایت کار ایم فاضل انتقال کر گئے۔

4اگست

پنجاب کے وزیراعلیٰ مسٹر صادق حسین قریشی نے کہا کہ عوام کی جان و مال کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔ ملتان کے بجلی گھر کا ایک ٹربائن چالو کر دیا گیا۔ لاہور بورڈ نے انٹر کے نتائج کا اعلان کر دیا کامیاب امیدواروں کا تناسب 29 فی صد رہا۔ صدر یحییٰ خان نے خبردار کیا کہ مشرقی پاکستان پر حملے سے بھرپور جنگ چھڑ جائے گی۔ پاکستان نے سرحدوں پر مبصر تعینات کرنے کی منظوری دے دی۔ بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ نے کہا کہ حکومت پاکستانی طیاروں پر بھارتی پابندی کے سلسلے میں مزید کوئی کارروائی نہیں کرے گی۔

5اگست

فلڈ کمیشن نے سیلاب سے بچاؤ کے لئے پختہ بند تعمیر کرنے کی تجویز پیش کر دی منظوری کے بعد عملدر آمد ہو گا۔ پاکستان ہلال احمر سوسائٹی نے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے پانچ لاکھ روپے کی منظوری دی۔ حکومت پنجاب نے استاد امانت علی خان کے بچوں کو 25 ایکڑ اراضی دینے کا اعلان کیا۔ سوئزرلینڈ کی چالیس رکنی ٹیم نے کوہ ہندوکش کی 22401 فٹ بلند چوٹی سر کر لی۔ حکومت پاکستان نے مشرقی پاکستان کی صورت حال کے بارے میں وائٹ پیپر شائع کیا جس میں بتایا گیا کہ مشرقی پاکستان میں شرپسندوں کے ہاتھوں ایک لاکھ افراد مارے جا چکے ہیں۔ امریکہ نے پاکستان کے لئے مزید 20 لاکھ ڈالر کی امداد منظور کر لی۔ چین نے چٹاگانگ اور کراچی میں اپنے بنک کی شاخیں حکومت پاکستان کے حوالے کر دیں۔

6اگست

بھارت کی بالادستی قبول نہیں کی جائے گی۔ مسئلہ کشمیر کے حل کے بغیر برصغیر میں امن کا قیام ممکن نہیں' وزیراعظم ذوالفقار بھٹو۔ حبیب اللہ خان سینٹ کے چیئرمین اور طاہر محمود خان ڈپٹی چیئرمین منتخب ہو گئے۔ پنجاب کابینہ کے تین ارکان عبدالخالق نے وزارت خزانہ' صاحب داد خان وزارت مواصلات اور ایس ایم مسعود نے وزارت قانون کے عہدوں کے حلف اٹھا لئے۔ اسلام آباد میں روسی نائب وزیر خارجہ اور آغا شاہی کے مابین طویل مذاکرات ہوئے۔ مولانا مودودی نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مشرقی پاکستان کے حالات کے بارے میں شائع کئے جانے والے وائٹ پیپر کا عالمی زبانوں میں ترجمہ کر کے مشتہر کیا جائے۔ پاکستان نے سرحدوں پر اقوام متحدہ کے مبصر تعینات کرنے کی او تھانٹ تجویز منظور کر لی۔

7اگست

امریکہ اور پاکستان نے ایک معاہدہ پر دستخط کئے جس کے تحت امریکہ پاکستان کو تین لاکھ ٹن گندم فراہم کرے گا۔ مسجد ابراہیمی کو یہودیوں کے حوالے کرنے کی ناپاک سازش کے خلاف پاکستان میں شدید رد عمل ظاہر ہوا۔ تربیلا بند نے باقاعدہ کام شروع کر دیا۔ گلگت اور شمالی علاقہ جات کے درمیان ٹیلیفون نظام مربوط کرنے کے منصوبے کو مکمل کر لیا گیا۔

8اگست

آزاد کشمیر اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا گیا۔ سرگودھا میں آپریٹروں نے دو گھنٹے ہڑتال کی۔ کوٹ لکھپت جیل میں ٹیلی ویژن کا کارخانہ اکتوبر میں کام شروع کر دے گا۔

9اگست

پاکستان مسجد ابراہیم کی حرمت کے تحفظ کے لئے مسلمان ممالک کے ہر اقدام کی حمایت کرے گا' سرکاری ترجمان۔ صدر پاکستان نے گورنروں کی پنشنوں میں اضافہ کر دیا اب گورنروں کو بارہ سو روپے کی بجائے پندرہ سو ماہوار پنشن ملے گی۔ روہڑی میں آئل ایکسپریس پر بم پھینکنے کے واقعہ کی تحقیقات شروع ہو گئیں۔ مشترکہ مفادات کی کونسل نے زرعی تحقیقاتی کمیٹی کی سفارشات کی منظوری دے دی۔ پورے ملک میں ہفتہ شجرکاری شروع ہو گیا۔

10اگست

وزیراعظم آزاد کشمیر کے دو مشیروں نے حلف اٹھایا۔ قائم مقام صدر خان حبیب اللہ خان نے اعلان کیا کہ سیلاب زدگان کو بلاسود تقاوی قرضے دیئے جائیں گے۔ مزارعوں کی بیدخلی کے مقدمات کی سماعت خصوصی عدالتیں کریں گی۔

11اگست

بلوچستان کے سردار فقیر محمد بزنجو اپنے قبیلے سمیت پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔ کوئٹہ میں مقدمہ بغاوت کی سماعت شروع ہو گئی بار کونسل کی میعاد میں ایک سال کی توسیع کے لئے سینٹ میں بل پیش کر دیا گیا۔ روزنامہ امروز نے ابو الحسنات احمد کے حالات زندگی شائع کئے۔

12اگست

مسٹر جسٹس مشتاق حسین لاہور ہائی کورٹ کے قائم مقام چیف جسٹس مقرر ہوئے ہیں۔ پنجاب میں سیلاب سے 20 لاکھ ایکڑ رقبہ اور سترہ لاکھ سے زائد افراد متاثر ہوئے حکومت نے سیلاب سے ہونے والے نقصان کے تازہ اعداد و شمار جاری کر دیئے۔ راولپنڈی کے قریب بس الٹنے سے پانچ افراد ہلاک ہوئے۔

13اگست

پاکستان پڑوسی ممالک سے دوستی چاہتا ہے مگر ہم ملکی سالمیت اور خود مختاری پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ قانون کی بالادستی اور جمہوری روایات کو برقرار رکھا جائے گا' یوم آزادی کے موقع پر وزیراعظم بھٹو کا قوم کے نام پیغام۔ باڑہ میں گھی کا کارخانہ لگانے کا اعلان۔

14اگست

ملک بھر میں یوم آزادی تزک و احتشام سے منایا گیا۔ اخبارات نے اس موقع کے حوالے سے خصوصی ایڈیشن شائع کئے۔ ریڈیو ٹیلی ویژن نے پاکستان اور نظریہ پاکستان کے حوالے سے خصوصی پروگرام پیش کئے۔

15اگست

بنگلہ دیش میں شیخ مجیب الرحمان قتل کر دیئے گئے۔ بنگلہ دیش میں انقلاب۔ اسلامی جمہوریہ بنگلہ دیش کو حکومت پاکستان نے خیرسگالی کے طور پر پچاس ہزار ٹن چاول اور ڈیڑھ کروڑ گز کپڑا بطور عطیہ دیا۔

16اگست

پاکستان نے بنگلہ دیش میں نئی حکومت کو تسلیم کرانے کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔ غیر ممالک میں موجود سفارت کاروں کو خصوصی ہدایات جاری کر دی گئیں۔ پنجاب میں دو نئے وزیر ملک غلام نبی (تعلیم) اور رانا شوکت محمود (مال) کو بھی کابینہ میں شامل کر دیا گیا۔

17اگست

بھارت کے معمر سیاستدان مرار جی ڈیسائی نے کہا کہ بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی پاکستانی وزیراعظم بھٹو کے مقابلے میں ذہنی طور پر کمتر ہے۔ وزیراعلیٰ سندھ کی ہدایات پر دادو میں بدعنوانی کے خاتمے کے لئے ہمہ گیر مہم شروع کر دی گئی۔ لائل پور کی زرعی یونیورسٹی میں نیا کورس بی ایس سی آنرز شروع کر دیا گیا۔

18اگست

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان تنازعہ کشمیر کے حوالے سے منصفانہ تصفیہ سے دستبردار نہیں ہو گا۔ اسلام آباد میں پاکستان اور بھارت کے درمیان سلال ڈیم کے بارے میں رسمی بات چیت شروع ہو گئی۔

19اگست

ملیر ندی کراچی میں طغیانی سے دس ہزار خاندان بے گھر ہو گئے۔ بلوچستان کے پانچ اضلاع میں شدید بارشوں اور سیلاب سے آٹھ افراد ہلاک ہو گئے۔ لاڑکانہ کے تحقیقی مرکز میں چاول کی دو نئی قسمیں تیار کر لی گئیں۔ جنرل اے کے نیازی کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ ای سی این ای سی نے ترقیاتی منصوبے کی منظوری دے دی۔

20اگست

بالائی سندھ میں سیلاب سے سینکڑوں افراد بے گھر ہو گئے ہزاروں ایکڑ اراضی زیر آب آ گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے سندھ میں سیلاب کے متاثرین کے لئے 25 لاکھ روپے کی امداد کی منظوری دے دی۔ پاکستان اور اٹلی کے درمیان سائنس اور فنی تعاون کے سمجھوتوں پر اسلام آباد میں دستخط ہوئے۔ مرکزی حکومت نے زرعی تحقیق کمیٹی کی رپورٹ کی منظوری دے دی۔

21اگست

صدر پاکستان نے جمہوریت' سوشلزم اور نیشنلزم کو حکومتی پالیسی کے بنیادی نکات قرار دیا۔ ضلع دادو اور بالائی سندھ کے سیلاب زدہ علاقوں کو آفت زدہ قرار دے دیا گیا۔ پاکستان سمیت 25 اسلامی ممالک نے اسلامی

کانفرنس کو اقوام متحدہ میں نمائندگی دینے کی درخواست کی۔ ملک میں زرعی ترقی کے لئے تحقیقی کمیٹی کی سفارشات کا اعلان کر دیا گیا۔ پاکستان میں داخل ہونے والے افغان تخریب کاروں کو دیر کی بہادر عوام نے مار بھگایا۔

22 اگست

سلال ڈیم کے مسئلہ پر پاک بھارت مذاکرات اسلام آباد میں ختم ہو گئے۔ کیرتھر میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے قومی پارک تعمیر کرنے کا اعلان۔ وفاقی حکومت نے نمک کی تلاش کے سلسلے میں معدنی کارپوریشن کے ایک منصوبے کی منظوری دے دی۔

24 اگست

پاکستان کا مستقل آئین تاریخی دستاویز کی حیثیت سے عجائب گھر میں رکھ دیا گیا۔ قومی فٹ بال چیمپئن شپ میں پی آئی اے نے پنجاب گرینز کو گیارہ گولوں سے ہرا دیا۔

25 اگست

پاکستان میں منشیات کی روک تھام کا قومی منصوبہ شروع ہو گیا۔ جامشورو انجینئرنگ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دینے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ شیعہ عالم دین سید انیس الحسنین امروہوی کراچی میں انتقال کر گئے۔

26 اگست

قائداعظم کے سو سالہ یوم ولادت کے سلسلے میں قومی کمیٹی کا اجلاس کراچی میں ہوا۔ بیگم نصرت بھٹو روس کے دس روزہ خیرسگالی کے دورہ پر ماسکو پہنچیں۔

27 اگست

لبرل ترقی پسند طلباء محاذ نے کراچی یونیورسٹی کے انتخابات جیت لئے۔ ان کا مقابلہ اسلامی جمعیت طلباء سے تھا۔ چودھری ظہور الٰہی کی ضمانت قبل از گرفتاری منظور کر لی گئی۔ راولپنڈی میں منشیات کی روک تھام کے لئے پہلی قومی مجلس مذاکرہ ہوئی۔ پاکستان ٹیلی ویژن نے جشن تمثیل کے ایوارڈز کا اعلان کر دیا۔ "پاگل" کو بہترین ڈرامہ اور حسینہ معین کو بہترین سکرپٹ رائٹر کا ایوارڈ دیا گیا۔

28 اگست

دریائے سندھ میں شدید سیلاب' کچے کے علاقوں کو خالی کرنے کی ہدایت کر دی گئی۔ سندھ کی حکومت نے بدعنوانیوں کے خاتمے کے لئے اینٹی کرپشن کونسل قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔

29 اگست

سندھ کے سیلاب زدہ علاقوں میں کام نمٹانے کے لئے فوج طلب کر لی گئی۔ صوبہ سندھ میں انتظامی اخراجات کم کرنے کے لئے چھ محکموں میں نئی بھرتی پر پابندی عائد کر دی گئی۔ کراچی سے 22 میل دور ملیرندی کے طاس سے سندھ کی قدیم ثقافت کے آثار برآمد کر لئے گئے۔

30 اگست

بنگلہ دیش کی طرف سے سیلاب زدگان کی مدد کے لئے طبی جماعت بھیجنے کی پیشکش کی گئی۔ سندھ کے سیلاب زدہ علاقوں میں امدادی کاموں کے لئے بحریہ کے نوجوانوں کو طلب کر لیا گیا۔ روزنامہ مشرق نے مولانا احسن مارہروی کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون شائع کر دیا۔

31 اگست

وزیراعظم بھٹو نے سیلاب زدگان کے لئے ہر ممکن امداد دینے کا اعلان کیا۔ روزنامہ مشرق نے کراچی کے معروف فٹ بالر کھلاڑی عقیل احمد کے حالات زندگی شائع کئے۔

ستمبر1975ء

یکم ستمبر

وزیراعظم بھٹو سعودی عرب روانہ ہو گئے۔ پیپلزپارٹی نے لائلپور کا ضمنی انتخاب جیت لیا۔

2 ستمبر

سعودی عرب نے پاکستان کے مختلف منصوبوں کے لئے امداد دینے کا اعلان کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے شہزادہ فہد سے باہمی دلچسپی کے امور پر مذاکرات کئے۔ سعودی حکومت نے ختم نبوت کے عقیدہ پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے حج کی ادائیگی پر پابندی عائد کر دی۔ نیشنل عوامی پارٹی کو توڑنے سے متعلق سپریم کورٹ میں حکومت کے ریفرنس میں سرکاری گواہوں کے بیانات مکمل ہو گئے۔ وفاقی حکومت نے فشریز بورڈ کے قیام کی منظوری دے دی۔ اسٹیٹ لائف انشورنس کے تینوں بیمہ یونٹوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

3 ستمبر

وزیراعظم بھٹو کا دورہ سعودی عرب کے اختتام پر مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ سعودی عرب پاکستان کی علاقائی سالمیت اور آزادی کے تحفظ میں بھرپور تعاون کرے گا اعلامیہ میں مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی اپیل کی گئی۔ سکھر بیراج میں پانی کی سطح کم ہو گئی سیلاب زدہ علاقوں میں وبائی امراض کی روک تھام کے لئے مہم شروع کر دی گئی۔

4 ستمبر

ماسکو میں پاکستان کی خاتون اول مسز نصرت بھٹو نے کہا کہ پاکستان روسی حکومت اور عوام کے ساتھ انتہائی دوستانہ تعلقات کو فروغ دینے کا خواہشمند ہے۔ حیدر آباد اور ٹھٹھہ میں بندوں کی نگرانی سخت کر دی گئی۔

5 ستمبر

یوم دفاع کے سلسلہ میں صدر فضل الٰہی نے کہا کہ ہماری آزادی بری' بحری اور فضائی فوج کے افسروں اور جوانوں کے خون پسینہ کی مرہون منت ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کی مسلح افواج اندرونی تخریب کاری اور بیرونی جارحیت سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیار رہیں۔ وفاقی جمہوریہ جرمنی نے تربیلا ڈیم کی مرمت کے لئے امداد دینے کا اعلان کر دیا۔ سندھ میں سیلابی تباہیاں جاری رہیں۔ پنجاب میں مزید بارشیں ہوئیں۔

6 ستمبر

پاکستان بھر میں یوم دفاع منایا گیا' عام تعطیل رہی۔

7 ستمبر

پاک فضائیہ نے یوم فضائیہ منایا۔ منچھر جھیل میں پانی کا دباؤ بڑھنے سے دو میل لمبے حفاظتی بند کا آدھا حصہ پانی میں بہہ گیا۔ وزیر خوراک و زراعت شیخ محمد رشید نے کہا کہ وزیراعظم بھٹو کی ہدایت پر متروکہ اراضی پر تعمیر شدہ کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دے دیئے جائیں گے۔ نیپال میں رکے ہوئے 900 پاکستانیوں کی وطن واپسی شروع ہو گئی 80 افراد کا پہلا دستہ وطن واپس پہنچ گیا۔

8 ستمبر

دادو اور لاڑکانہ میں سیلاب سے مزید علاقے زیر آب آ گئے۔ بلوچستان سے پانی کا ایک بڑا ریلا سندھ میں داخل ہو گیا۔ چترال کو ملک کے باقی حصوں سے ملانے کے لئے لواری سرنگ کے منصوبے پر کام شروع ہو گیا۔

9 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کسی پیشگی شرط کے بغیر بھارت سے مذاکرات نہیں کرے گا۔ وزیراعظم بھٹو نے بنگلہ دیش کی نئی حکومت کو مذاکرات کی دعوت دے دی۔ بلوچستان سے سیلاب کا دوسرا ریلا سندھ میں داخل ہو گیا۔ "گدو تھرمل بجلی گھر کو گیس سپلائی کرنے والی پائپ لائنیں سیلاب کے پانی سے ٹوٹ گئیں۔

11 ستمبر

قائداعظم محمد علی جناح کے یوم وفات کے موقع پر ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ جمہوریت کے تحفظ کے لئے نظم و ضبط کی ضرورت ہے۔

12 ستمبر

وزیراعلیٰ پنجاب صادق حسین قریشی نے کہا کہ صوبے میں ہر قیمت پر امن و امان قائم کیا جائے گا۔ پنجاب کابینہ میں توسیع مزید تین وزراء نے حلف اٹھایا۔ نئے وزراء میں نصراللہ دریشک' خالد ملک اور ملک عبدالقیوم شامل ہیں۔

13 ستمبر

بنگلہ دیش کے وزیرخارجہ ابو سعید چوہدری نے کہا کہ بنگلہ دیش پاکستان

کے ساتھ دوستانہ اور خوشگوار تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے۔ انٹرپارلیمنٹری کانفرنس نے ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی کی پاکستانی قرار داد منظور کرلی۔ ترکی کے زلزلہ سے متاثرین کے لئے امدادی سامان کی پہلی کھیپ روانہ کردی گئی۔ سرحد سے تعلق رکھنے والے نیپ کے ایک رکن صوبائی اسمبلی ولی محمد خان پی پی میں شامل ہو گئے۔

14 ستمبر

پاکستان پیپلزپارٹی کے چیئرمین مسٹر بھٹو نے لاہور کی صوبائی اسمبلی کی نشست لاہور چھ کے ضمنی انتخاب کے لئے پارٹی ٹکٹ کے امیدواروں سے درخواستیں طلب کرلیں۔ سویڈن کا دس رکنی پارلیمانی وفد حکومت پاکستان کی دعوت پر پانچ روزہ سرکاری دورے پر کراچی پہنچا۔ شام کے وزیر اطلاعات احمد سکندر احمد نے پاکستان اور شام کے درمیان شعبہ اطلاعات میں زیادہ سے زیادہ تعاون پر زور دیا۔

15 ستمبر

نئے انتخابی قوانین شائع کر دیئے گئے۔ وزیراعظم بھٹو سیلاب زدہ علاقوں کے دورے کے لئے لاڑکانہ پہنچ گئے۔ پاکستان سے بھارت کو کپاس کی فراہمی مکمل ہو گئی۔

16 ستمبر

سالانہ ترقیاتی منصوبے کا اعلان کر دیا گیا۔ مفتی محمود نے جے یو پی کو یو ڈی ایف سے نکالنے کا اعلان کر دیا۔ جے یو پی کے ترجمان نے اس فیصلہ پر تنقید کی۔ سرحد سے تعلق رکھنے والے نیپ کے ایک اور رکن اسمبلی پی پی میں شامل ہو گئے۔ وزیراعظم بھٹو نے پنجاب کے سیلاب زدہ علاقوں میں مالیہ اور آبیانہ معاف کرنے کا اعلان کیا۔ حکومت آزاد کشمیر نے اخراجات میں کمی کے لئے 157 ملازمین کو ریٹائر کردیا۔

17 ستمبر

نیپ کو کالعدم قرار دینے سے متعلق ریفرنس کی سماعت سپریم کورٹ میں مکمل ہو گئی' فیصلہ محفوظ رکھا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ صوبائی تعصب پھیلانے والے ملک دشمن ہیں۔

18 ستمبر

صدر فضل الٰہی چوہدری نے پی آئی اے ایکٹ میں ترمیم کر دی۔ وزیراعظم بھٹو نے سیلاب زدہ علاقوں کی امداد کی بحالی کے لئے ہنگامی اجلاس طلب کر لیا۔ کینیڈا نے پاکستان کے لئے ساڑھے تین کروڑ ڈالر قرضے کی منظوری دے دی۔ حکومت پنجاب نے ہفت روزہ اداکار پر ایک سال کی پابندی عائد کردی۔

19 ستمبر

جسٹس یعقوب علی خان کو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس مقرر کردیا گیا۔ قومی اور صوبائی اسمبلی کے ضمنی انتخابات کے لئے 19 اکتوبر کی تاریخ مقرر کر دی گئی۔ تربیلا جھیل میں کشتی الٹنے سے چھ افراد جاں بحق ہو گئے۔ ایئرپورٹ' جہازوں اور سول ایوی ایشن کی تنصیبات کی حفاظت کے لئے خصوصی سکیورٹی فورس تشکیل دے دی گئی۔

20 ستمبر

پنجاب کے وزیراعلیٰ صادق حسین قریشی نے صوبائی عصبیت پر شدید تنقید کی اور کہا کہ کسی ایک صوبے کی بات کرنے والے عوام کے دوست نہیں ہوتے۔ کراچی کے نزدیک سمندر سے بھارتی لانچ پکڑی گئی۔

21 ستمبر

وزیرخوراک نے کہا کہ مزارعین کی بے دخلیوں کے مقدمات کی سرسری سماعت کے لئے مسودہ قانون تیار کرلیا گیا ہے۔ آرمی ایکٹ میں ترمیم کا آرڈیننس نافذ کردیا گیا۔ کراچی شپ یارڈ کے ملازمین کو بونس دینے کا اعلان کردیا گیا۔ معراج خالد نے پی پی کی تنظیم نو کرنے کا اعلان کیا۔ سٹڈی گروپس کو اہمیت دی جائے گی۔ پنجاب کے وزیر قانون نے انصاف کے عمل کو تیز تر کرنے کے لئے حکومتی پلان کا اعلان کردیا۔ وکلاء کے ٹربیونل ابتدائی سطح پر سول مقدمات کی سماعت کریں گے۔

22 ستمبر

شیخ رشید نے اعلان کیا کہ پاکستان 1977ء تک خوراک میں خود کفیل ہو جائے گا۔ اسلام آباد میں صوبوں کی مشترکہ کانفرنس میں نئی قومی تعلیمی پالیسی پر غور شروع ہو گیا۔ امریکہ نے پاکستان کی جانب سے اسلحہ کی خریداری کے لئے فراہم کی گئی لسٹ پر غور شروع کر دیا۔ حکومت پنجاب نے لاہور میں ڈیڑھ کروڑ روپے کی لاگت سے سپورٹس کمپلیکس کی تعمیر کی منظوری دے دی۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد اور ریڈیو پاکستان نے مشترکہ طور پر نشریات کے ذریعے تعلیم کا آغاز کردیا۔

23 ستمبر

رانا اقبال احمد نے پنجاب کے نویں وزیر کے طور پر حلف اٹھایا۔ پیرس کے قریب پی آئی اے کا طیارہ پرندوں کے غول سے ٹکرا گیا مگر پائلٹ کی

بھارت سے حادثے سے بال بال بچ گیا۔ قائداعظم کی پیکارڈ کار 1938ء ماڈل پوری مرمت کے بعد ان کی رہائش گاہ میں قائم عجائب گھر میں ان کے کمرے میں پہنچادی گئی۔ کار کی مرمت نیشنل موٹرز نے کی ہے اس کا نمبر 1327 ہے۔

24 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان تیسری دنیا میں پھوٹ ڈالنے کی کسی سازش میں شریک نہیں ہو گا۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کے وزراء خارجہ کے درمیان نیویارک میں اہم مذاکرات ہوئے۔ غلام مصطفیٰ کھر نے پی پی سے علیحدگی اختیار کرلی ان کے ساتھ دس ارکان صوبائی اسمبلی اور دو رکن قومی اسمبلی بھی مستعفی ہو گئے۔ نورالعارفین کو سندھ سے قومی اسمبلی کے ضمنی انتخابات میں پی پی کا امیدوار نامزد کردیا گیا۔

25 ستمبر

پیرزادہ نے قومی تعلیمی پالیسی پر عملدرآمد کرنے کے لئے نئے طریقہ کار کا اعلان کیا۔ بھارتی وزیراعظم اندراگاندھی نے الزام لگایا کہ پاکستان شملہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ تربیلا بند کی مرمت کے لئے برطانوی حکومت نے امداد کا اعلان کردیا۔ دو برطانوی کوہ پیماؤں نے ماؤنٹ ایورسٹ کو جنوبی راستے کے ذریعے سر کرلیا۔

26 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے بحیرہ ہند کے علاقے کو پرامن بنانے کے اقدام کی حمایت کردی۔ لاہور چھ کے ضمنی انتخابات کے لئے مصطفیٰ کھر، شیر محمد بھٹی، مولوی احمد علی اور بارہ دیگر افراد نے کاغذات نامزدگی جمع کرا دیئے۔ جسٹس سردار محمد اقبال امریکہ روانہ ہو گئے ان کی جگہ جسٹس مشتاق حسین لاہور ہائی کورٹ کے قائم مقام چیف جسٹس ہوں گے۔

27 ستمبر

لاہور میں جعلی ڈگریاں جاری کرنے والے خود ساختہ یونیورسٹی کا انکشاف آٹھ ملزم گرفتار کر لئے گئے۔ صوبہ پنجاب کے وزیر صحت ملک عبدالقیوم کو محنت کا محکمہ بھی تفویض کردیا گیا۔ قومی اسمبلی کے رکن ڈاکٹر غلام حسین اور کرکٹر میاں ایم سعید کی درخواست برائے امتناع حبس بے جا کی سماعت ہائی کورٹ نے منظور کرلی۔

28 ستمبر

بلوچستان میں لوہے اور تانبے کے ذخائر دریافت ہوئے۔ وفاقی وزیر خوراک نے اعلان کیا کہ زرعی زمین کی اصلاحات کے تحت 27,28,513 ایکڑ اراضی بڑے زمینداروں سے لے کر بے زمین کسانوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ کراچی کے قریب کسٹمز کے عملہ نے سخت مقابلہ کے بعد سمگلنگ سے بھرے ٹرک پر قبضہ کرلیا۔

29 ستمبر

وزیرداخلہ نے کہا کہ سمگلنگ کی روک تھام کے اقدامات سے مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں اضافہ تیل کی سالانہ امپورٹ کا بل 350 ملین ڈالر تک جا پہنچا۔ کوئٹہ میں کان کے حادثے میں آٹھ افراد جاں بحق ہو گئے۔ گھر میں نظربند مختار رانا کو رہا کردیا گیا۔ محکمہ ریلوے نے ریلوے اسٹیشن رسال والا کا نام تبدیل کر کے دارالاحسان رکھ دیا۔

30 ستمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان چین کی دوستی کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ وزیراعظم بھٹو شہنشاہ ایران کی دعوت پر ایران روانہ ہو گئے۔ چاول اور کپڑوں کا تحفہ لے کر پہلا جہاز کراچی سے بنگلہ دیش روانہ ہو گیا۔ محمد حنیف رامے نے کہا کہ ان کا غلام مصطفےٰ کھر سے اتحاد نہیں ہے مگروہ مرکز کی پنجاب میں بے جا مداخلت کے مخالف ہیں۔ وہ ضمنی انتخابات میں پی پی کے امیدوار کی حمایت نہیں کریں گے کیونکہ پارٹی کی پالیسی کی وضاحت نہیں کی گئی۔

اکتوبر 1975ء

یکم اکتوبر

سینٹر خواجہ صفدر نے یو ڈی ایف سے اپیل کی کہ وہ قانون سازی کا بائیکاٹ ختم کردیں۔ اسٹیٹ بنک نے اپنے ڈیپوزٹ پر سود کی شرح میں اضافہ کردیا۔ شہنشاہ ایران اور وزیراعظم بھٹو کے درمیان تیل کے بحران اور علاقائی سالمیت کے مسئلوں پر بات چیت ہوئی مذاکرات میں کوئی معاون شریک نہ تھا۔ واپڈا کے ملازمین کو سرکاری ملازم قرار دے دیا گیا۔ خصوصی عدالتوں کو ہائی کورٹ کے اختیارات دے دیئے گئے۔ امریکی اسلحہ کی فراہمی پر عزیز احمد نے ڈاکٹر ہنری کسنجر سے ملاقات کی۔ کراچی سٹیل ملز کے بڑے پلانٹ کی تعمیر شروع ہو گئی۔

2 اکتوبر

وزیراعظم بھٹو نے دورہ ایران سے واپسی پر شاہ ایران سے ہونے والی بات چیت پر اطمینان کا اظہار کیا۔ وزیر خزانہ نے اعلان کیا کہ ملک بھر میں نئے یوٹیلیٹی سٹورز کھولے جائیں گے۔ پاکستان اور بنگلہ دیش سفارتی

تعلقات کے قیام پر رضامند ہو گئے۔ بنگلہ دیش نے جنوبی ایشیاء کو غیر ایٹمی علاقہ قرار دینے کی پاکستانی تجویز کی حمایت کر دی۔

3 اکتوبر

لاہور میں حلقہ چھ کے ضمنی انتخابات کی انتخابی مہم شروع ہو گئی۔ صادق حسین قریشی نے کہا کہ پنجاب کی تقسیم کا کوئی منصوبہ زیر غور نہیں۔ ملک بھر میں جمعتہ الوداع مذہبی جوش و جذبے سے منایا گیا۔ وزیر خزانہ نے پرائس کمیٹی کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ حکومت اشیاء ضروریہ کی قیمتوں پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

4 اکتوبر

پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ بنگلہ دیش نے تجارت' جہاز رانی اور مواصلاتی معاہدوں کی تجویز بھی پیش کر دی۔ یونیسکو کانفرنس میں پاکستان کے احتجاج پر تقسیم کیا گیا پختونستان کا نقشہ واپس لے لیا گیا۔ ملک بھر میں کھاد کے کارخانوں کو کھاد کی فروخت کی عام اجازت دے دی گئی۔ وفاقی حکومت نے آئندہ ربیع میں گندم کی پیداوار بڑھا کر 8.4 ملین ٹن کرنے کے لئے منصوبہ کا اعلان کر دیا۔ کوئٹہ میں زلزلہ سے کسی قسم کا نقصان نہ ہوا۔ امیر جماعت اسلامی طفیل محمد نے لاہور کے ضمنی انتخابات میں غیر جانبدار رہنے کا اعلان کیا۔ کھر نے مولانا مودودی سے ملاقات کی۔

5 اکتوبر

حکومت نے بنک ملازمین کے لئے مزید سہولتوں کا اعلان کیا۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان سفیروں کا تبادلہ پندرہ دنوں میں مکمل ہو جائے گا۔ چارسدہ کے ایک ڈاکٹر کو کوہاٹ کے قبائلیوں نے اغواء کر لیا' ایک لاکھ روپے تاوان کا مطالبہ۔

6 اکتوبر

وزیراعظم بھٹو نے عید کے پیغام میں کہا کہ پاکستان کو طاقتور اور خوشحال بنانے کے لئے طویل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ صوبائی تعصب پھیلانے والوں سے ہوشیار رہا جائے۔ غلام مصطفیٰ کھر نے کہا کہ ان پر پارٹی سے غداری کا الزام محض اس لئے لگایا گیا ہے کہ وہ حلقہ 6 لاہور سے پی پی کے امیدوار کے مقابلے میں الیکشن لڑ رہے ہیں۔ بیگم کھر کی انتخابی مہم چلانے کے لئے لاہور پہنچ گئے۔

7 اکتوبر

ملک بھر میں عید کا تہوار مذہبی جوش و خروش اور تزک و احتشام سے منایا گیا۔

8 اکتوبر

صدر پاکستان نے ایک آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت حکومت کی اجازت کے بغیر ملک میں کوئی غیر ملکی ثقافتی انجمن قائم نہیں کی جا سکے گی۔ سابق وزیر اعلیٰ سندھ پیر الٰہی بخش انتقال کر گئے۔ سردار قیوم خان کو گھر میں نظر بند کر دیا گیا' آزاد کشمیر حکومت نے الزامات بتانے سے انکار کر دیا۔

9 اکتوبر

کراچی اور پشاور کے درمیان نئی شاہراہ کی تعمیر پر تین ارب روپے خرچ آئیں گے۔

10 اکتوبر

امریکی صدر بیڈفورڈ نے یقین دلایا کہ امریکہ پاکستان کی امداد جاری رکھے گا اور اس کی سالمیت کے تحفظ کے لئے پاکستان کی حمایت کرتا رہے گا۔ چیف الیکشن کمشنر نے لاہور کے ضمنی انتخاب کے امیدواروں سے ملاقات کی اور انتخاب کے انتظامات اور پرامن انتخابات کی یقین دہانی کرائی۔ ہائی کورٹ نے مختار رانا کی نظربندی ختم کرنے کا حکم دیا۔

11 اکتوبر

نامور شاعر ن۔م راشد لندن میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔

12 اکتوبر

گورنر پنجاب نے کہا کہ پنجاب کی سالمیت کے خلاف کسی قسم کی سازش کامیاب نہیں ہونے دی جائے گی۔ وفاقی وزیر تعلیم حفیظ پیرزادہ نے تعلیم بالغاں کے لئے ٹی وی پر تحریک شروع کر دی۔ پاکستان میں چار کروڑ بالغ ان پڑھ افراد کو تعلیم دی جائے گی۔ لاہور میں یوم سفید چھڑی منایا گیا عوام سے نابینا افراد کی مدد کرنے کی اپیل۔

13 اکتوبر

صدر مملکت نے لاہور میں سیم و تھور کے خاتمہ کے سلسلے میں کانفرنس کا افتتاح کیا۔ چودہ ملین ایکڑ اراضی کی بحالی کے لئے 535 کروڑ روپے کے منصوبے کا اعلان کیا۔ وفاقی وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ نے کہا کہ صوبائی خود مختاری کے نعرہ سے عوام کا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ دفتر خارجہ نے رکن قومی اسمبلی سلیمان ملک کے اس بیان کو شرانگیز قرار دیا کہ بلوچستان کا علاقہ ایران کے حوالے کرنے کی کوئی سازش کی گئی ہے۔

14اکتوبر

وزیراعلیٰ پنجاب نے مزدوروں کے خلاف تمام مقدمات واپس لینے کا اعلان کر دیا۔ وفاقی وزیرخزانہ نے نئے معاشی آرڈر کو کامیاب بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے آبیانہ کے نئے نرخوں کی منسوخی کا اعلان کیا۔

15اکتوبر

محمد حنیف رامے بھی پی پی سے علیحدہ ہو گئے ان کے ساتھ ان کے چار حامی ارکان صوبائی اسمبلی بھی پی پی کی رکنیت سے مستعفی ہو گئے۔ اجمل خٹک اور افغانستان نواز ٹولے نے کھر کی واضح حمایت شروع کر دی۔ مختار رانا نے لاہور کے انتخاب کو جاگیرداروں کا جھگڑا قرار دے دیا۔ غلام مصطفیٰ کھر کا انتخابی جلسہ ہنگامہ کا شکار ہو گیا تین افراد جاں بحق ہو گئے۔ لاہور میں پچاس کلو واٹ کے میڈیم ریڈیو ٹرانسمیٹر نے کام شروع کر دیا۔ پاکستان اور رومانیہ کے درمیان اقتصادی اور سائنسی سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔

16اکتوبر

سندھ کے سابق گورنر میر رسول بخش تالپور پی پی کی رکنیت سے مستعفی ہو گئے۔ وزیراعلیٰ سید غلام مصطفیٰ جتوئی نے کہا کہ پی پی ملک میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ کرے گی۔ ملک بھر میں پاکستان کے پہلے وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان کی برسی منائی گئی۔ یو ڈی ایف نے اپنے لاہور کے اجلاس میں ضمنی انتخابات کے بائیکاٹ کے فیصلے کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

17اکتوبر

چیف الیکشن کمشنر نے لاہور کے حلقہ چھ میں ضمنی انتخابات ملتوی کرنے کے سلسلے میں دی گئی غلام مصطفیٰ کھر کی درخواست مسترد کر دی۔

18اکتوبر

اقوام متحدہ میں پاکستان کے نمائندے نے کہا کہ پاکستان جنوبی ایشیاء میں امن قائم کرنے کے لئے اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق ہر ممکن کوششیں کر رہا ہے۔ ضمنی انتخابات میں نورالعارفین اور شیر محمد بھٹی جیت گئے۔ وزیراعظم بھٹو فرانس اور رومانیہ کے دورہ پر روانہ ہو گئے۔

19اکتوبر

پاکستان کو سلامتی کونسل کی نشست کے لئے بھارت پر برتری رہی۔ وزیراعظم بھٹو اور فرانس کے صدر کے درمیان اہم مذاکرات ہوئے۔

20اکتوبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ فرانس ترقی پذیر ممالک کے معاملے میں دیگر یورپی ممالک سے زیادہ مخلص ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے ایٹمی ہتھیاروں' قرضوں اور اسلحہ کے بارے میں فرانسیسی رہنماؤں سے مذاکرات کئے۔ کھر نے لاہور کے ضمنی انتخاب میں حکومت پر دھاندلی کا الزام عائد کیا اور لاہور سے ایک اور ضمنی انتخاب میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔

21اکتوبر

وزیراعظم بھٹو نے فرانس کے دورے کے اختتام پر مشترکہ اعلامیہ میں کہا کہ فرانس پاکستان کی ترقیاتی ضروریات کے منصوبوں کی امداد جاری رکھے گا۔ وزیراعظم بھٹو بجارسٹ پہنچ گئے۔ حکومت نرم حج پالیسی برقرار رکھے گی 30 ہزار عازمین حج ادا کر سکیں گے۔ متحدہ دینی محاذ نے سینٹ اور قومی اسمبلی کا بائیکاٹ ختم کر دیا۔ روس کے سفیر نے پاکستان کو تیل کی تلاش میں امداد فراہم کرنے کی پیشکش کر دی۔ محمد حنیف رامے اور غلام مصطفیٰ کھر نے مشترکہ پریس کانفرنس میں اپنے چار نکاتی پروگرام کا اعلان کیا اور سوشلزم کو خطرناک قرار دیا۔

22اکتوبر

حکومت سندھ نے 20 اگست سے 15 اکتوبر تک شائع ہونے والے رسالے اداکار لاہور کے شمارے ضبط کر لئے۔ ایشیائی ترقیاتی بنک نے پورٹ قاسم کی تعمیر کی ابتدائی امداد کے طور پر 5 کروڑ ڈالر دینے کا اعلان کیا۔

23اکتوبر

پاکستان سلامتی کونسل کا رکن منتخب ہو گیا۔ پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر نوابزادہ نصراللہ خان متحدہ دینی محاذ کے نائب صدر کے عہدہ سے مستعفی ہو گئے۔ وزیراعظم بھٹو اور رومانیہ کے صدر کے درمیان اہم مذاکرات ہوئے۔

24اکتوبر

آغا شورش کاشمیری اور پنجابی نقاد اور شاعر زمرد ملک لاہور میں انتقال کر گئے۔ حضرت امیر خسرو کی سات سویں برسی کے موقع پر محکمہ ڈاک نے ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

25اکتوبر

صدر فضل الٰہی نے امیر خسرو کی سات سویں برسی کی تقریبات کا افتتاح

کیا۔ پاکستان اور رومانیہ کے درمیان تین معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ پاکستان اور چین کے درمیان تجارتی سمجھوتہ طے پا گیا۔

26اکتوبر

پاکستان نے تیل کی تلاش کے سلسلہ میں روسی پیشکش قبول کر لی۔ الیکشن کمیشن نے نورالعارفین کو کامیاب قرار دے دیا۔ پاکستان اور رومانیہ نے عالمی سطح پر تعاون کرنے کا اعلان کیا۔ کراچی میں رکشا اور ٹیکسی ڈرائیوروں نے ہڑتال کر دی۔ اعظم طبیہ کالج کے بانی حکیم عبدالحق قرشی انتقال کر گئے۔

27اکتوبر

آغا شورش کاشمیری کے سوگ میں اخبارات کے دفاتر بند رہے۔ قومی اسمبلی کے امیدوار مسٹر حنیف طیب نے سندھ بلوچستان ہائی کورٹ میں انتخابی نتائج کو چیلنج کر دیا۔

28اکتوبر

لاہور ہائی کورٹ نے "لیل و نہار" پر پابندی کے حکم کو معطل کر دیا۔ پشاور کی خصوصی عدالت نے ارباب سکندر خان کو ضمانت پر رہا کر دیا۔

29اکتوبر

قومی اسمبلی کا سردیوں کا سیشن شروع ہو گیا۔ حزب اختلاف کی جماعتوں نے بائیکاٹ ختم کر دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے دو طرفہ مذاکرات کی تجویز پیش کر دی۔ وزیراعظم بھٹو اور مولانا مودودی کے درمیان اہم مذاکرات ہوئے۔ پاکستان چھوٹے اسلحے کے معاملہ میں خود کفیل ہو گیا بھاری اسلحے کے سلسلے میں خود کفالت حاصل کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے' سرکاری ترجمان۔

30اکتوبر

سپریم کورٹ آف پاکستان نے نیپ پر پابندی کو جائز قرار دے دیا۔ روسی سفیر نے کہا کہ روس پاکستان میں ٹریکٹر سازی کا کارخانہ قائم کرے گا۔ کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن نے کپاس کے نرخ متعین کر دیئے۔ اٹارنی جنرل سپریم کورٹ نے کہا کہ نیپ کا عہدیدار پانچ سال تک کسی قانون ساز ادارے کا رکن نہیں بن سکتا۔

31اکتوبر

وزیراعظم بھٹو نے ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے نیپ پر پابندی کے ریفرنس پر روشنی ڈالی اور کہا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد آئندہ اقدام قوم طے کرے گی۔ انہوں نے صوبائیت کے ٹولے کو پاکستان کی سالمیت کے لئے خطرہ قرار دیا۔ وزیراعظم نے سردار داؤد سے مذاکرات کے لئے کابل جانے کی پیشکش کر دی۔ واپڈا میں تطہیر کا عمل شروع کر دیا گیا۔ ننکانہ صاحب کے قریب قدرتی گیس کے ذخائر دریافت ہوئے۔ وفاقی وزیر برائے قدرتی وسائل نے کہا کہ تمام معدنی کانوں کو سرکاری تحویل میں لے لیا جائے گا۔

نومبر1975ء

یکم نومبر

اردن کا شہزادہ حسن بن طلال پاکستان کے دورہ پر اسلام آباد پہنچا۔ وزیراعظم بھٹو کے ساتھ اقتصادی امور پر اہم مذاکرات کئے۔ جسٹس یعقوب علی خان نے سپریم کورٹ کے نئے چیف جسٹس کے عہدہ کا حلف اٹھایا۔ غلام مصطفٰے کھر اور محمد حنیف رامے کنونشن مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ سید امجد علی کو اقوام متحدہ کی عطیات کمیٹی کا دوبارہ صدر منتخب کر لیا گیا۔

2نومبر

رسول بخش تالپور نے سندھ میں نئی پارٹی کے قیام کے لئے سیاسی کارکنوں کا کنونشن حیدر آباد میں منعقد کیا۔ وفاقی حکومت نے جنگلات کے پنجسالہ منصوبے کی منظوری دے دی۔ پاکستان اور اردن نے زیادہ سے زیادہ باہمی تعاون کے فروغ کی ضرورت پر زور دیا۔

3نومبر

ایران اور پاکستان کے درمیان اقتصادی اور ثقافتی تعاون کے ٹھوس اقدامات پر اتفاق رائے ہو گیا۔ میر رسول بخش تالپور نے قومی جمہوری تحریک کے نام سے نئی سیاسی پارٹی کے قیام کا اعلان کر دیا۔ پاکستان جنیوا میں عالمی ریڈ کراس کی مجلس عاملہ کا رکن منتخب ہو گیا۔

4نومبر

پاکستان اور الجزائر کے درمیان تجارتی معاہدہ طے پایا جس کے تحت پاکستان الجزائر کو چھ ہزار ٹن چاول فراہم کرے گا۔

5نومبر

پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس نے پریس کی آزادی کے لئے پانچ مطالبات پیش کئے اور ان مطالبات کو دسمبر تک منظور کرنے کا مطالبہ کیا جبکہ

سی پی این ای نے بھی ان مطالبات کی حمایت کی۔ پاکستان اور اردن مشترکہ فنی و تجارتی تعاون پر رضامند ہو گئے۔ معاہدوں پر دستخط کئے گئے۔

6نومبر

شیرباز مزاری نے نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے قیام کا اعلان کر دیا۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کی تاریخ پیدائش 9 نومبر قرار دے دی گئی۔ روزنامہ حریت نے معروف شاعر اقبال حسین شوق کے حالات شائع کئے۔

7نومبر

وزیراعظم بھٹو اور صدر فضل الٰہی نے روس کے انقلاب کے 58 ویں جشن کے موقع پر اپنے پیغام میں روس کی عوام کو مبارکباد دی اور پاکستان اور روس کے درمیان بہتر تعلقات قائم رکھنے کا اظہار کیا۔ ایران نے پاکستانی نرسوں کو تربیت دینے کی پیشکش کر دی۔ سعودی عرب کے وفد کے سربراہ شیخ عبدالعزیز العبداللہ نے پشاور میں مسجد کی تعمیر کے لئے 30 لاکھ روپے کا نقد عطیہ دیا۔

8نومبر

حکومت پاکستان نے شاعر مشرق علامہ اقبال کے یوم پیدائش 9 نومبر کو سرکاری تعطیل قرار دے دیا۔ قومی و صوبائی اسمبلیوں کی ابتدائی حلقہ بندیوں کا اعلان کر دیا گیا۔ وزیر مواصلات نے مکران کے ساحل تک نیشنل شپنگ کارپوریشن کی نئی ساحلی سروس کے سلسلہ میں زیارت جہاز کا افتتاح کیا۔

9نومبر

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے یوم پیدائش پر ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔ یوم ولادت شاعر مشرق تزک و احتشام سے منایا گیا۔

10نومبر

وزیراعظم بھٹو نے چھوٹے زمینداروں کا مالیہ اور دیگر محصولات مکمل معاف کر دیئے۔ وزیراعظم بھٹو نے انگولا کی آزادی پر انگولا کے رہنماؤں کو مبارکباد دی۔

11نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بھارت بنگلہ دیش کے معاملات میں مداخلت نہ کرے۔ وزیراعظم بھٹو صحافتی تنظیموں کے مسائل سننے کے لئے ان سے ملاقات کے لئے رضامند ہو گئے۔

12نومبر

قومی اسمبلی میں آئین میں ترمیم کا چوتھا بل پیش کر دیا گیا۔ ملک بھر میں رکشاؤں، ٹیکسیوں اور بسوں کے کرایوں میں اضافہ کر دیا گیا۔ کینیڈا اور پاکستان کے درمیان ایک کروڑ ڈالر قرضہ کی فراہمی کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔ حکومت بنگلہ دیش نے ظہیرالدین احمد کو پاکستان میں اپنا سفیر مقرر کر دیا۔

13نومبر

قومی اسمبلی میں آئین میں ترمیم کے چوتھے بل پر عام بحث شروع ہو گئی۔ ہاناپور میں پولیس اور محنت کشوں کے درمیان تصادم میں تین مزدور ہلاک ہو گئے۔ تحقیقات کا حکم دے دیا گیا۔ لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر شوکت علی ایڈووکیٹ کو توہین عدالت پر دو سال کے لئے معطل کر دیا گیا۔

14نومبر

آئین میں ترمیم کا چوتھا بل ضابطہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے منظور کر لیا گیا۔ حزب اختلاف نے حکومت کی جلد بازی پر احتجاج کیا۔ سارجنٹ ایٹ آرمز نے اپوزیشن کے تین ارکان اسمبلی کو ہاؤس سے باہر نکال دیا۔

15نومبر

متحدہ دینی محاذ نے حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کمبوڈیا کے عوام کی حمایت جاری رکھے گا۔ بیگم نصرت بھٹو نے خواتین کے تربیتی مرکز کے منصوبے کا اعلان کیا۔

16نومبر

پاکستان اور سوئزرلینڈ کے درمیان ارضی سرکٹ کے ذریعے مواصلاتی رابطہ قائم ہو گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے جاپانی اخبار سے ایک انٹرویو میں کہا کہ پاکستان علاقائی امن کے استحکام کے لئے کام کرتا رہے گا اور سپرپاور بننے کے چکر میں نہیں پڑے گا۔ راولپنڈی کے قریب بس اور ریل گاڑی کے تصادم میں گیارہ افراد جاں بحق ہو گئے۔ چوہدری طالب حسین کو پنجاب اسمبلی کا نیا قائد حزب اختلاف منتخب کر لیا گیا۔

17نومبر

ترکی کے صدر پاکستان کے خیرسگالی کے دورہ پر اسلام آباد پہنچے۔ حزب اختلاف نے قومی اسمبلی کا بائیکاٹ جاری رکھا۔ قومی اسمبلی کو بتایا گیا کہ پوٹھوہار کے تیل کے کنوئیں سے دو ہزار بیرل روزانہ تیل پیدا کیا جا رہا ہے۔

پنجاب اسمبلی کا سیشن شروع ہو گیا۔ قائد حزب اختلاف چوہدری طالب حسین نے الزام لگایا کہ ہاؤس کے باہر ایف ایس ایف کے ارکان موجود ہیں۔

18 نومبر

ترکیہ کے صدر نے مسئلہ کشمیر کے فوری حل پر زور دیا۔ متحدہ دینی محاذ نے قومی اسمبلی میں پچھلے ہفتہ کے واقعہ پر شدید تنقید کی اور پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے بائیکاٹ کی کال دے دی۔

19 نومبر

پاکستان اور ترکی مشترکہ وزارتی کمیشن کے قیام پر رضامند ہو گئے۔ کراچی میں پانچ منزلہ عمارت گرنے سے پانچ مزدور عمارت تلے دب کر جاں بحق ہو گئے۔ پاکستان ریلوے کے چیئرمین نے کہا کہ ریلوے میں بیٹری سسٹم رائج کیا گیا ہے جس سے حادثات میں کمی ہو گی۔

20 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے آر سی ڈی ممالک کے درمیان زیادہ سے زیادہ تعاون بڑھانے کی تجویز دے دی۔ پاکستان اور ترکی کے درمیان فنی اور اقتصادی تعاون کے ایک درجن سے زائد سمجھوتوں پر دستخط ہوئے۔ وزیر اعلیٰ سرحد نے سینئر وزیر عنایت اللہ گنڈاپور کو برطرف کر دیا۔ ارکان قومی اسمبلی علی بخش تالپور اور عبدالخالق خان مزاری نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی میں شامل ہو گئے۔ کراچی میں عمارت گرنے کے حادثے کے شکار چار مزید افراد ہلاک ہو گئے۔

21 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے بہاولپور کے دورے کے دوران کہا کہ بہاولپور کو علیحدہ صوبہ بنانے کی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے۔

22 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پی پی کے جماعتی انتخابات عام انتخابات کے بعد ہوں گے۔ غلام مصطفیٰ کھر نے کہا کہ مسلم لیگ جلد عوام رابطہ مہم شروع کرے گی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے ہفت روزہ اداکار کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا۔

23 نومبر

حکومت نے ریونیو کی چوری کو روکنے کے لئے ویجیلنس ونگ قائم کر دیا۔ معروف فلمی اداکار ایم اسماعیل لاہور میں انتقال کر گئے۔

24 نومبر

ترکی صدر کے پاکستان کے دورہ کے اختتام پر جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ کشمیر کے مسئلہ کو اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطابق حل کیا جائے۔ مسٹر غلام اسحاق خان کو سیکرٹری جنرل دفاع مقرر کر دیا گیا جبکہ مسٹر ایس عثمان علی کو اسٹیٹ بنک کا گورنر مقرر کیا گیا۔ قومی اسمبلی نے ہوائی اڈوں کی سیکورٹی کا بل منظور کر لیا۔

25 نومبر

پاکستان عالمی ادارہ خوراک کا رکن بن گیا۔ صوبہ سرحد میں کالعدم نیپ کے چھ ارکان نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی میں شامل ہو گئے۔

26 نومبر

قومی اسمبلی میں جہیز کا بل پیش کر دیا گیا۔ پانچ ہزار سے زائد مالیت کا جہیز ضبط کر لیا جائے گا۔ ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرضے کی حد ساٹھ ہزار روپے مقرر کر دی گئی۔ گریجویٹ فلم ایوارڈ کا اعلان کر دیا گیا۔ اداکار محمد علی اور زیبا کو 1974ء کا بہترین اداکار اور اداکارہ قرار دے دیا گیا۔

27 نومبر

پاکستان کو پیرس کانفرنس کے لئے ایشیائی ممالک کا نمائندہ منتخب کر لیا گیا۔ اپوزیشن جماعتوں کے اسلام آباد اجلاس میں حکومتی پارٹی سے مذاکرات کے امکانات مسترد کر دیئے گئے۔

28 نومبر

ترکیہ اور پاکستان اسلحہ سازی کے مشترکہ کارخانوں کے قیام پر رضامند ہو گئے۔ اٹک میں طیارہ سازی اور ہیلی کاپٹر بنانے کے دو کارخانے لگائے جائیں گے۔ (خبر) وزیر مواصلات نے کہا کہ نیشنل شپنگ کارپوریشن کے پہلے پانچ سالہ منصوبے کے پہلے سال کے دوران 2 کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر خرچ کئے جائیں گے۔

29 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے ملتان میں کہا کہ ملک کا موجودہ سیاسی بحران مذاکرات کے ذریعے حل ہو سکتا ہے۔ حکومت ہر قسم کی احتجاجی تحریک کو کچل دے گی۔ ملک میں صحافتی آزادی کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔ متحدہ دینی محاذ کے جنرل سیکرٹری پروفیسر غفور نے فوری عام انتخاب کے انعقاد کا مطالبہ کر دیا۔

دسمبر1975ء

یکم دسمبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ طلباء کو تشدد پر اکسانے والوں کے عزائم خاک میں ملا دیں گے۔ کراچی ایئرپورٹ پر بم دھماکہ کرنے والوں کا سراغ لگا لیا گیا۔ ملزم مسقط ایئرپورٹ پر ٹائم بم سے دھماکہ کرنا چاہتے تھے۔ سینٹ نے ہوائی اڈوں کی سیکورٹی کا بل منظور کر لیا بنکوں کا ترمیمی بل بھی منظور کر لیا گیا۔ وزیر اعلیٰ سندھ غلام مصطفےٰ جتوئی نے لبنہ آئی ہسپتال کے لئے دس لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔ سندھ اسمبلی نے اعشاریہ ناپ تول کا بل منظور کر لیا۔

2دسمبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ حزب اختلاف غیر جمہوری ہتھکنڈوں کے ذریعے حکومت بدلنا چاہتی ہے اور سرمایہ دار اور مراعات یافتہ طبقہ کے ذمہ جو قومی سرمایہ ہے واجب الادا ہے اسے بچانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اپوزیشن رہنماؤں کا قانون سازوں کے کنونشن کے سلسلے میں لاہور میں اجلاس منعقد ہوا۔ جہیز پر پابندی کا بل سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ نواب شاہ کے قریب بس حادثہ میں نو افراد ہلاک ہو گئے۔

3دسمبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پی پی کے کارکن عوام کے مسائل کے حل کے لئے ان کی مدد کریں۔ بھارت نے جنوبی ایشیاء کے علاقے کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقہ میں شامل کرنے سے انکار کر دیا۔ قومی اسمبلی نے کمپنیوں کے لئے قانونی مشیروں کا تقرر لازمی قرار دے دیا۔

4دسمبر

لاہور اپوزیشن کنونشن میں بھٹو حکومت سے فوری مستعفی ہونے کا مطالبہ کر دیا گیا۔ قومی اسمبلی میں توہین عدالت کے بل میں ترمیم پر بحث ہوئی۔ سینٹ نے بھی کمپنیوں کا ترمیمی بل منظور کر لیا۔

5دسمبر

وزیر اعظم بھٹو نے سرگودھا میں کارکنوں پر زور دیا کہ وہ خود تنقیدی کے ذریعہ اپنی اصلاح کریں اور عوام کو سیاسی شعور دیں۔ اپوزیشن کے ترجمان نے اس بات کی تردید کی کہ اپوزیشن غیر ممالک کے سفارت خانوں کے سامنے مظاہرے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ پاکستان مسلم لیگ کے سربراہ پیر پگاڑا نے غلام مصطفےٰ کھر کو پاکستان مسلم لیگ کا نائب صدر مقرر کر دیا۔ قومی اسمبلی نے واپڈا کے ترمیمی بل سمیت دو بلوں کی منظوری دے دی۔

6دسمبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اپوزیشن سے مذاکرات کے لئے دروازے کھلے ہیں۔ متحدہ دینی محاذ نے 19 دسمبر کو یوم سیاہ منانے کا فیصلہ کیا۔

7دسمبر

رومانیہ کے قدیم ثقافتی مرکز ریاسی اور ملتان کو جڑواں شہر قرار دے دیا گیا۔ مری بگتی علاقے کو پینے کا پانی فراہم کر دیا گیا۔ سیکرٹری خارجہ آغا شاہی عراق کے چار روزہ دورے پر روانہ ہو گئے۔ نیشنل بنک نے قومی کرکٹ چیمپئن شپ جیت لی۔

8دسمبر

قومی اسمبلی نے خواتین کی بہبود کے کمیشن بنانے کی منظوری دی۔ وزیر مملکت مسٹر عزیز احمد نے کہا کہ بھارتی طیارہ اجیت پاکستانی میراج سے بہتر نہیں ہے۔ پاکستان بھارت سے بہتر تعلقات کا خواہشمند ہے۔ معراج خالد نے کہا کہ آئین میں چوتھی ترمیم عوام کے مفاد میں ہے۔

9دسمبر

بلوچستان اور ملک کے دوسرے حصوں میں دھماکے کرنے والوں کا سراغ لگا لیا گیا۔ واپڈا میں بدعنوانیوں کے خاتمے کے لئے سینٹ میں ترمیمی بل منظور کر لیا گیا۔ حکومت کو خصوصی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کا اختیار مل گیا۔

10دسمبر

سینٹ نے خصوصی عدالتوں کا ترمیمی بل منظور کر لیا۔ جہیز پر پابندی کے بارے میں رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے سوالنامہ جاری کر دیا گیا۔ پارلیمنٹ نے طلاق کے بارے میں ترمیمی بل کو اتفاق رائے سے منظور کر لیا۔ پاکستان کے اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے کہا کہ پاکستان میں صرف نو سیاسی قیدی نظر بند ہیں۔

11دسمبر

جھنگ میں ضمنی انتخاب کے نامزد پی پی کے امیدوار بلامقابلہ منتخب ہو گئے۔ آزاد کشمیر کے صدر نے کہا کہ بھارت کو کشمیر کے سلسلے میں کئے گئے وعدوں کو پورا کرنے پر مجبور کیا جائے۔

12دسمبر

قومی اسمبلی میں براڈکاسٹنگ کارپوریشن کی سالانہ رپورٹ پیش کر دی گئی۔ حکومت سندھ نے مضافاتی علاقوں اور غریب بستیوں کو جائیداد ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔ جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ہم صرف نظام مصطفیٰ چاہتے ہیں۔

13دسمبر

آغا شاہی نے عراق کے دورہ سے واپسی پر کہا کہ ان کے دورے سے پاک عراق تعلقات میں مضبوطی پیدا ہو گی۔ پاکستان میں بہاولپور کے قریب محکمہ آثار قدیمہ نے چار ہزار قبل مسیح کے آثار دریافت کر لئے۔ صدر فضل الٰہی نے کہا کہ عوام پاکستان کی سالمیت کے تحفظ اور اس کی خوشحالی کے لئے کام کریں۔

14دسمبر

ملک بھر میں عیدالضحیٰ منائی گئی۔

15دسمبر

ڈوڈک میں تیل کے کنوئیں کی کھدائی کے دوران آتشزدگی، تیل کا وسیع ذخیرہ نکلنے کا امکان۔ پاکستان سری لنکا کو تجارتی خریداری کے لئے قرضہ دے گا۔

16دسمبر

وزیراعظم بھٹو سری لنکا کے دورے پر کولمبو پہنچے۔ وزیراعظم بھٹو نے سری لنکا کی قومی اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اور سری لنکا کے تعلقات ہر آزمائش پر پورے اترے ہیں۔ مشہور قوال کلن خان انتقال کر گئے۔

17دسمبر

اردو ڈائجسٹ پر پابندی لگا دی گئی اور مدیروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ پاکستان نے امریکہ سے پاکستانی سفارتی مشن پر اقوام متحدہ میں حملہ کے واقعہ پر احتجاج کیا۔ سری لنکا مسلم ایسوسی ایشن نے وزیراعظم بھٹو کو ہاتھی کا تحفہ پیش کیا۔ جامع مسجد اسلام آباد کا نام شاہ فیصل مسجد رکھ دیا گیا۔

18دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان اور سری لنکا کے باہمی تعلقات تعاون کی روشن مثال ہیں۔

19دسمبر

اپوزیشن جماعتوں نے یوم سیاہ منایا۔ آئین میں چوتھی ترمیم کی واپسی اور فوری عام انتخاب قومی حکومت کی نگرانی میں کرانے کا مطالبہ کیا۔ ڈوڈک میں تیل کی موجودگی کی تصدیق کر دی گئی۔ وزیراعظم سری لنکا کے دورے کے بعد واپس وطن پہنچ گئے۔

20دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے نشری خطاب میں اعلان کیا کہ ہر مزدور کو 75 روپے ماہوار بڑھاپے کی پنشن ملا کرے گی۔ نئی سکیم کا اطلاق 55 سال کے مردوں اور پچاس سال کی عورتوں پر پندرہ سال کی ملازمت پوری کرنے کے بعد ہو گا۔ وزیراعظم بھٹو نے انکشاف کیا کہ پاکستان میں ہر سال 80 کروڑ روپے کی چائے پی جاتی ہے جو دنیا میں ایک ریکارڈ ہے۔

21دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ حزب اختلاف غیرجمہوری ہتھکنڈوں سے موجودہ حکومت کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ ہفت روز زندگی کے ڈیکلریشن کی بحالی کا حکم معطل کر دیا گیا۔ صدر پاکستان نے اصلاحات کو قانونی شکل دینے کے لئے آرڈیننس نافذ کر دیا۔

22دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے لاہور میں کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں پارلیمانی جمہوریت ٹھوس بنیادوں پر قائم کی جائے گی۔ وزیراعلیٰ سندھ نے انجینئرنگ کالج نواب شاہ کے 31 طلباء کو رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ کمبوڈیا کے صدر پرنس سہانوک پاکستان کے چار روزہ دورے پر اسلام آباد پہنچے۔

23دسمبر

وزیراعظم بھٹو اور پرنس سہانوک کے درمیان دونوں ممالک کے باہمی تعلقات کے بارے میں مذاکرات ہوئے۔ صدر نے بڑھاپے کی مراعات اور مزدور قوانین میں ترمیم کے لئے دو آرڈیننس جاری کر دیئے۔ روزنامہ جنگ میں ہفتہ سیاحت سندھ کے بارے میں ایک مضمون میں انکشاف کیا گیا کہ ٹھٹھہ مکلی میں دنیا کا سب سے بڑا قبرستان موجود ہے۔

24دسمبر

صدر فضل الٰہی نے کہا کہ ہماری آزادی بابائے قوم کے دوررس تدبر کا

نتیجہ ہے۔ جسٹس محمد اکرم اور جسٹس دراب پٹیل سپریم کورٹ آف پاکستان کے جج بنا دیئے گئے۔

25دسمبر

پاکستان بھر میں قائداعظم محمد علی جناح کا یوم پیدائش نہایت عقیدت سے منایا گیا۔ ملک بھر میں عام تعطیل رہی۔

26دسمبر

وفاقی وزیر ریلوے میاں عطاء اللہ نے بتایا کہ کراچی سے لائلپور تک یکم جنوری 1976ء سے سپر ایکسپریس چلنا شروع ہو جائے گی۔ کالعدم نیپ کے عہدیداروں کو قومی اسمبلی' سینٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی رکنیت سے نااہل قرار دے دیا گیا۔ 1976ء کو قائداعظم کی صد سالہ تقریبات کا سال قرار دے دیا گیا۔ وفاقی وزیر تعلیم نے اسلام آباد یونیورسٹی کا نام تبدیل کر کے قائداعظم یونیورسٹی کرنے کا اعلان کیا۔

27دسمبر

کالعدم نیپ کے عہدیداروں کے نام طلب کر لئے گئے۔ پاکستان اور عمان نے مشترکہ سرمایہ کاری سے کراچی میں پہلا بنک قائم کیا۔ سندھ بلوچستان ہائی کورٹ نے فلیگ سٹاف ہاؤس کراچی کی فروخت کی اجازت دے دی۔ مری بگٹی کے علاقہ میں بس چلا دی گئی۔

28دسمبر

پیپلزپارٹی کے امیدوار پیار علی الانہ سندھ اسمبلی کے ضمنی انتخاب میں اکیس ہزار ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے۔ ویت نام سے پاکستانی باشندوں کا پہلا قافلہ کراچی پہنچا۔

29دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے خدشہ ظاہر کیا کہ بھارت کی طرف سے حملے اور مداخلت کا شدید خطرہ ہے۔ غداری کے مقدمات کی سماعت کے لئے خصوصی عدالت کا قیام عمل میں آیا۔ تین جج اس عدالت کے رکن ہوں گے۔ جمعیت علمائے اسلام ہزاروی گروپ کے رہنما مولانا محمد ایوب کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

31دسمبر

بلوچستان میں صدر راج نافذ کر دیا گیا۔ پاکستان اور مصر کے درمیان تجارتی معاہدہ طے پا گیا۔ سابق صدر فیلڈ مارشل ایوب خان کے بھائی سردار بہادر خان انتقال کر گئے۔ پاکستان نے مغربی جرمنی کو تین کے مقابلے میں چار گول سے شکست دی۔

جنوری1976ء

یکم جنوری

ملک بھر میں قائداعظم محمد علی جناح کی پیدائش کی صد سالہ تقریبات شروع ہو گئیں۔ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے مزار قائد پر ان تقریبات کا افتتاح کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بلوچستان میں صدر راج کا نفاذ ناگزیر ہو گیا تھا۔ پیار علی الانہ نے سندھ کے صوبائی وزیر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ سردار بہادر علی 67 سال کی عمر میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ وزیراعظم بھٹو نے مرحوم کے بیٹے سے تعزیت کی۔ پاکستان نے راولپنڈی میں جرمنی کو تین کے مقابلے میں چار گول سے شکست دی۔

2جنوری

وزیراعظم کے مشیر برائے اقتصادی امور نے پبلک سیکٹر میں تین ملین کی انوسٹمنٹ کے منصوبے کا اعلان کیا۔ بنگلہ دیش کے سفیر نے صدر پاکستان کو اپنی تقرری کی اسناد پیش کیں۔

3جنوری

ملک بھر میں عشرہ محرم کا آغاز ہو گیا۔ ملک بھر کے ہسپتالوں کے چھوٹے عملے نے ہڑتال کر دی۔ مس سروش سلطان اسسٹنٹ کمشنر فیصل آباد کو سیکرٹری پنجاب ٹیکسٹ بورڈ لاہور مقرر کر دیا گیا۔

4جنوری

بلوچستان کے گورنر نے کہا کہ قبائلی قوانین کی بجائے بلوچستان میں اسلامی سوشلزم پر مبنی نظام قائم کیا جائے گا۔ شیخ رشید نے کہا کہ کوآپریٹو فارمنگ سکیم کو حتمی شکل دے دی گئی ہے۔ پاکستان نے جرمنی کو تین کے مقابلے میں چھ گول سے ہرا کر لاہور میں ہونے والا دوسرا ہاکی ٹیسٹ میچ جیت لیا۔

5جنوری

امریکہ نے پاکستان کے موزوں دفاع کی ضرورت کو تسلیم کر لیا۔ سٹینو ٹائپسٹوں کو اردو ٹائپ اور مختصر نویسی سیکھنے کی ہدایت کر دی گئی۔ گاکچھ کو شمالی علاقوں کا نیا صدر مقام قرار دے دیا گیا۔ مسلم لیگی کونسلروں کے لاہور کے اجلاس میں ایم پی اے ارشد اور تاری کو رہا نہ کرنے کی صورت میں

ڈائریکٹ ایکشن کی دھمکی دے دی۔ پی پی کے سیکرٹری جنرل نے کہا کہ پی پی پی کے نئے منشور سے ہر قسم کے استحصال کا خاتمہ اور طبقاتی تقسیم سے پاک معاشرہ کا قیام ہو گا۔ امریکی سینیٹر میک گورن نے لاڑکانہ میں وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی۔

6جنوری

شیخ ایاز کو سندھ یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کر دیا گیا۔ پاکستان نے تیسرا ہاکی ٹیسٹ میچ بھی جیت لیا۔

7جنوری

ممتاز شاعر سید محمد جعفری کراچی میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے انہیں کراچی میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔

8جنوری

چین کے وزیراعظم چو این لائی کی وفات پر پورے پاکستان میں سوگ منایا گیا۔ سعودی عرب میں پاکستانی سفارت خانے کے رابطہ آفیسر مولانا محی الدین سلفی انتقال کر گئے۔

9جنوری

چین کے وزیراعظم چو این لائی کی وفات پر اظہار تعزیت کے پیغام میں وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ ایشیاء کی شمع بجھ گئی۔

10جنوری

پاکستان میں وزن کا میٹرک سسٹم یکم جولائی سے نافذ ہو گا۔ پنجاب حکومت نے ایک بیان میں کہا کہ زرعی زمین کی اصلاحات کے نتیجہ میں دس ہزار نو سو بے زمین کسانوں کو زمینیں دی گئیں۔

11جنوری

پاک بھارت تجارت میں وسعت کے لئے بھارت کے تجارتی وفد نے مذاکرات شروع کر دیئے۔ چلغازی کے فولاد کے کارخانے کی تعمیر کے لئے چین نے پاکستان کو امداد فراہم کرنے کے لئے رضامندی ظاہر کر دی اس کارخانے پر 28 کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ پاکستان میں بنگلہ دیش کے سفیر ظہیر الدین نے کہا کہ وہ پاکستان اور بنگلہ دیش کو ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

12جنوری

بنگلہ دیش میں نامزد پاکستان کے سفیر نے اعلان کیا کہ وہ اہم مشن پر بنگلہ دیش جا رہے ہیں۔ جنوبی کوریا نے پاکستان کو اپنا تجارتی وفد جنوبی کوریا بھیجنے کی دعوت دے دی۔

13جنوری

ملک بھر میں یوم عاشورہ عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ بنگلہ دیش کے لئے نامزد پاکستانی سفیر ایم خورشید ڈھاکہ پہنچ گئے۔

14جنوری

طریقہ تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے سکولوں کی سطح پر نئے نصاب کو فوری طور پر رائج کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ حکومت آزاد کشمیر نے تین نئے مشیروں منظر مسعود، نور حسین اور علی جان شاہ کے تقرر کا اعلان کیا۔

15جنوری

آزاد جموں و کشمیر کونسل کا اجلاس وزیراعظم آزاد کشمیر کی صدارت میں ہوا نئے تقرر پانے والے مشیروں نے اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ پنجاب نے لائسنس جاری کرنے سے پہلے ڈرائیوروں کے دوبارہ ٹیسٹ لینے کا منصوبہ بنا لیا۔

16جنوری

سرکاری ملازمین اور آرمڈ سروسز فورس کے لئے سکیلوں پر نظرثانی کے لئے پے کمیشن قائم کر دیا گیا۔ پاکستانی سفیر نے بنگلہ دیش کے صدر کو اپنے تقرر نامے کی اسناد پیش کیں اس موقع پر بنگلہ دیشی صدر نے کہا کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان تعلقات میں تیزی سے اضافہ ہو گا۔

17جنوری

مظفر گڑھ سے تعلق رکھنے والے دو ارکان صوبائی اسمبلی پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ لاہور کے رضا کاظم ایڈووکیٹ کو گرفتار کر لیا گیا۔ مرکب دواؤں کے جزک نام رکھنے کی سکیم ختم کر دی گئی۔

18جنوری

رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر غلام حسین حکومتی پارٹی میں واپس آ گئے انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ وہ غلام مصطفےٰ کھر کے بہکاوے میں آ گئے تھے۔ ملک میں کاروں کی درآمد بند کر دی گئی۔ آئندہ صرف بسیں منگوائی جائیں گی، حکومت کا فیصلہ۔ سری لنکا نے پاکستان کو پہلے غیر سرکاری میچ میں چار وکٹوں

سے شکست دے دی۔

19جنوری

ایم اے او کالج لاہور کے باہر پولیس اور طلباء میں تصادم ایک بس نذر آتش کر دی گئی۔ حکومت سرحد نے لیکچروں کو پانچ ترقیاں دینے کا اعلان کر دیا۔ آزاد کشمیر کونسل کے ممبران کی تنخواہوں کا بل پاس ہو گیا۔

20جنوری

الیکشن کمیشن نے نیپ کے ارکان پارلیمنٹ کو طلب کر لیا۔ سوات کی کانوں سے دس کروڑ کی مالیت کے زمرد چوری ہونے کا انکشاف۔ لائسنس کے بغیر ادویات تیار کرنے والے کو دس سال قید کی سزا ہو گی۔

21جنوری

پاکستان نے لبنان کی خانہ جنگی سے متاثر فلسطینیوں کی امداد کا کام شروع کر دیا۔ ابو ظہبی کے سلطان شیخ زید بن سلطان النہیان لاہور پہنچ گئے۔

22جنوری

دریائے سندھ کے پانی کے مسئلہ پر پاک بھارت مذاکرات اسلام آباد میں ہوئے دونوں ممالک متعلقہ ڈیٹا فراہم کرنے پر رضامند ہو گئے۔ بجلی کی تقسیم کے لئے چھ بورڈ تشکیل دے دیئے گئے۔

23جنوری

پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان ڈاک' تار اور ٹیلیفون کے رابطہ کی بحالی کا سمجھوتہ طے پا گیا۔ گجرات کے رکن صوبائی اسمبلی محمد انور سمہ کو قتل کر دیا گیا۔ برازیل نے پاکستان کے فولاد کے کارخانے کے لئے خام لوہا فراہم کرنے کا اعلان کر دیا۔ گورنر بلوچستان نے جام غلام قادر خان' غوث بخش رئیسانی' سیف اللہ پراچہ' محمد خان باروزئی اور تیمور شاہ کو مشیر مقرر کیا۔

24جنوری

وزیراعظم بھٹو نے حیدر آباد کے کنونشن کے اختتام پر کہا کہ حزب اختلاف کی جانب سے کیا جانے والا پراپیگنڈہ کہ آئین میں تبدیلی کے ذریعے انتخابات کو ملتوی کیا جا رہا ہے جھوٹ پر مبنی ہے۔ پنجاب میں وہاڑی اور قصور کو الگ اضلاع بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ حکومت پاکستان نے شہروں اور قصبوں کے غیر ملکی نام تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پاکستان میں آبادی کی شرح 3.6 فی صد سالانہ ہے' حکومت کا اعلان۔

25جنوری

[illegible]ٹی لندن نے 1975ء کے پہلے تمغے کے لئے مسٹر زیڈ اے سلہری کا نام تجویز کیا۔ یہ تمغہ ہر سال ایک پاکستانی صحافی کو دیا جائے گا۔ بنگلہ دیش میں پاکستانی املاک کے معاوضہ کی ادائیگی کا فارمولا تیار کر لیا گیا۔

26جنوری

وزیراعظم بھٹو کی زیر صدارت سکھر میں پیپلز پارٹی کا کنونشن شروع ہوا۔ پاکستان اور ملائیشیا کے بنک نے کوالالمپور میں کام شروع کر دیا۔ آر سی ڈی کی علاقائی پلاننگ کونسل کا اجلاس لاہور میں شروع ہو گیا۔

27جنوری

ملک سے باہر جانے والے ہنرمند افراد کو آمدنی کا 20 فی صد حکومت کو ادا کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ میر عبداللہ خان روکڑی پی پی میں شامل ہو گئے۔ مولانا کوثر نیازی نے اسلامی تحقیق کے ادارے میں قائم کردہ دارالنوادرات کا افتتاح کیا۔

28جنوری

قائداعظم اکیڈمی کو خودمختار ادارہ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ حکومت آزاد کشمیر نے پرائیویٹ جنگلات کا انتظام سنبھال لیا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان ریل گاڑی چلانے کے لئے اقدامات شروع کر دیئے گئے۔ لاہور میں پاکستان' ایران اور ترکی کے وزراء خارجہ کی کانفرنس شروع ہو گئی۔

29جنوری

ڈاکٹر مبشر حسن نے کہا کہ پیپلزپارٹی عوام دشمن عناصر کو قبول نہیں کرے گی۔ رومانیہ اور پاکستان کے درمیان تجارتی سمجھوتہ پر کراچی میں دستخط ہوئے۔ لاہور میں آر سی ڈی کی وزارتی کونسل کا اجلاس شروع ہو گیا۔

30جنوری

عطاء اللہ مینگل اور گوریلا کمانڈر نے بلوچستان میں ہتھیار ڈال دیئے۔ حکومت پاکستانی نے مسلح افواج میں لازمی سروس کا ترمیمی آرڈیننس جاری کر دیا۔ آر سی ڈی کی وزارتی کونسل نے مختلف شعبوں میں تعاون کی ضرورت پر زور دیا۔ تجارت کے وزراء نے کانفرنس سے قبل ایک اجلاس میں مختلف تجارتی منصوبوں پر غور کیا۔

فروری 1976ء

یکم فروری

پنجاب اسمبلی کے تین اور وزراء شبیر احمد خان' محمد یار خان لاشاری اور اکبر منہاس نے حلف اٹھایا۔ پنجاب کابینہ کے ارکان کی تعداد تیرہ ہو گئی۔ لاہور میں وکلاء کنونشن میں عوامی آزادی' پریس کی آزادی اور عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے کے مطالبات کئے گئے۔ خواتین اور اقلیتوں کی نشستوں کے ان ڈائریکٹ انتخاب کے لئے آرڈیننس جاری کر دیا گیا۔ بلوچ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے صدر سلیم کرد کو غوث بخش رئیسانی کے قتل کے شبہ میں کوئٹہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ شیخ زید بن النہیان نے لاڑکانہ میں زنانہ ہسپتال کا افتتاح کیا۔ یہ ہسپتال عرب امارات کی امداد سے تعمیر کیا گیا تھا۔

2 فروری

پاکستان نے ایران کو پاکستان کے راستے بھارت سامان در آمد کرنے کی اجازت دے دی۔ کالعدم نیپ کے بارہ ارکان پارلیمنٹ کے خلاف دائر ریفرنس واپس لے لئے گئے۔ پاکستان ٹیلی ویژن اور تحریک آزادی فلسطین کے درمیان فلسطین کی جدوجہد آزادی کے سلسلہ میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے۔

3 فروری

فلموں کی سنسر شپ کے لئے نیا ضابطہ اخلاق تیار کر لیا گیا۔ پاکستان اور ہنگری کے درمیان سائنس اور ثقافت کے شعبوں میں تعاون کے معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ عام حالات میں علاج کے لئے باہر جانے والوں کو این او سی حاصل کرنا پڑے گا' حکومت پاکستان کا اعلان۔

4 فروری

وزیر مملکت برائے خارجہ امور مسٹر عزیز احمد لیبیا اور پاکستان کے مشترکہ وزارتی کمیشن کے اجلاس میں شرکت کے لئے لیبیا روانہ ہو گئے۔ اسلام آباد اور خلیج فارس کے درمیان پی آئی اے کی پروازیں منسوخ کر دی گئیں۔

5 فروری

لیفٹیننٹ جنرل محمد ضیاء الحق بری افواج کے نئے آرمی چیف مقرر کئے گئے۔ لیفٹیننٹ جنرل محمد شریف کو جنرل کے عہدے پر ترقی دے کر جائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی کا چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔ محمد حنیف خان' ناصر علی رضوی' قائم علی شاہ' اختر ملک اور تاج محمد جمالی نے نئے وفاقی وزراء کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ دلاور خان آف جونا گڑھ سندھ کے اور میجر جنرل ریٹائرڈ نصیر اللہ خان بابر کو سرحد کا گورنر مقرر کیا گیا۔ امریکہ اور پاکستان کے درمیان تجارتی سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔

6 فروری

چوہدری ظہور الٰہی کو گجرات کے قتل ہونے والے رکن صوبائی اسمبلی انور سماں کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ سعودی عرب نے پاکستان میں میرپور ماتھیلو میں کیمیاوی کھاد کی فیکٹری لگانے کے لئے انیس کروڑ روپے کا قرضہ دینے کا اعلان کر دیا۔ مسٹر فیروز قیصر کو بورڈ آف انڈسٹریل مینجمنٹ اور سٹیٹ پٹرولیم بورڈ کا چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔

7 فروری

پے کمیشن کا پہلا اجلاس راولپنڈی میں شروع ہوا۔ وزیراعظم بھٹو نے پیپلز پارٹی کی تنظیم نو کے سلسلہ میں سرحد کا دورہ شروع کر دیا۔ اپریل تک تنظیم نو مکمل کر لی جائے گی' بھٹو۔ کونسل لیگ پگاڑا نے لاہور کے اجلاس میں حکومت کے خلاف احتجاجی مہم شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔ فیڈرل انوسٹی گیشن ایجنسی نے ولی خان' اجمل خٹک' بزنجو اور ان کے حامیوں کے خلاف سنگین الزامات کی تفتیش مکمل کر لی۔

8 فروری

حیات محمد خان شیرپاؤ کی پہلی برسی منائی گئی۔ گلبرگ لاہور میں تعمیر ہونے والے اوور ہیڈ برج کو شیرپاؤ سے منسوب کر دیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو شیرپاؤ مرحوم کے آبائی گاؤں گئے۔ جرمن ناشر نے وزیراعظم بھٹو کو "پاکستان" نامی کتاب پیش کی۔

9 فروری

پرائمری تعلیم کو ترجیحی بنیادوں پر پھیلانے کے لئے 1975-80ء کے منصوبہ کے لئے چھ کروڑ روپے مختص کر دیئے گئے۔ دس کروڑ ڈالر کے سرمایہ سے پاک لیبیا کمپنی کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ جلو اسٹیشن سے بھارتی سرحد تک ریلوے لائن بچھانے کا کام مکمل کر لیا گیا۔ وفاقی حکومت نے نیوی کے قوانین مجریہ 1961ء میں ترمیم کر دی اس کے تحت کمیشنڈ افسروں سے وائس ایڈمرل تک کے عہدوں کی مدت ملازمت کا تعین کر دیا گیا۔ حمید حبیب نے ایکسپورٹ پروموشن بیورو کے چیئرمین کی حیثیت سے عہدہ سنبھال لیا۔

10 فروری

راولپنڈی میں ممتاز سرجن ڈاکٹر متین صدیقی آپریشن کے دوران خطرناک وائرس کے حملے سے انتقال کر گئے۔ کوئٹہ ریلوے اسٹیشن پر بولان میل کی ایک بوگی میں بم دھماکہ سے چار افراد ہلاک ہو گئے۔

11 فروری

عالمی بنک نے پاکستان کی امداد کے لئے پانچ کروڑ ڈالر کی منظوری دے دی۔ پاکستان اور سری لنکا کے درمیان ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔ مظفر علی قزلباش کو فرانس میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔ راجہ صاحب آف محمود آباد کو ایران میں حضرت امام رضا کے مزار کے احاطہ میں دفن کر دیا گیا۔

12 فروری

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ عام انتخابات آزادانہ ہوں گے اور پی پی کی فتح یقینی ہے۔ مسجد نبوی کے خطیب اور مدینہ کے چیف جسٹس شیخ عبدالعزیز بن صالح پاکستان پہنچے۔ سو کی طرف سے شیخوپورہ میں ایک لاکھ لیٹر دودھ کا پلانٹ لگانے کے لئے 20 لاکھ ڈالر کی منظوری دے دی گئی۔

13 فروری

فیض احمد فیض کی 65 ویں سالگرہ منائی گئی۔ راولپنڈی میں دو لاکھ افراد نے مسجد نبوی کے خطیب شیخ عبدالعزیز بن صالح کی اقتدا میں نماز جمع ادا کی۔ روس کے مشہور شاعر جابر نوروس نے فیض کے کلام کا روسی زبان میں ترجمہ کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے گوئٹے مالا کے زلزلہ زدگان کے لئے کمبل ادویات اور خیمے بھیجنے کی ہدایت کی۔

14 فروری

پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان ٹیلی مواصلات کا رابطہ بحال ہو گیا۔ سری لنکا نے پاکستان کو ایک سو گائے کا تحفہ دیا۔

15 فروری

مسٹر بھٹو نے خطیب مسجد نبوی سے ملاقات میں کہا کہ ملک کی تعمیر نو میں اسلام کے بنیادی اصولوں کو مد نظر رکھا جا رہا ہے۔ پاکستانی سائنس دانوں نے کینسر کے علاج کے لئے موثر دوا تیار کر لی۔ بولان میل بم دھماکہ میں ہلاک شدگان کے لئے معاوضہ کا اعلان کر دیا گیا۔

16 فروری

وزیراعظم پاکستان نے افغانستان کو مذاکرات کی پیشکش کرتے ہوئے کہا کہ بات چیت کے علاوہ مسائل کے حل کا کوئی بہتر طریقہ نہیں۔ محسن علی خان کو سرحد کابینہ کے ساتویں رکن کی حیثیت سے شامل کر لیا گیا۔ عراق میں نہروں کی کھدائی کے لئے پاکستانی فرم کو چار کروڑ عراقی دینار کا ٹینڈر مل گیا۔

17 فروری

چین کے آرمی وفد نے لاہور میں وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ آزاد کشمیر کے آئندہ پانچسالہ منصوبہ کا اعلان کر دیا گیا۔ منصوبے پر ایک ارب پچاس کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔

18 فروری

وزیراعظم بھٹو نے ایک عرب ایڈیٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے عرب ممالک پر آزاد فلسطین کے مقصد کے لئے اتحاد پر زور دیا۔ وزیراعظم بھٹو جرمنی کے تین روزہ دورہ پر بون پہنچے۔ انہوں نے چانسلر شمٹ سے بات چیت کا پہلا دور مکمل کر لیا۔ تین ارکان پر مشتمل جاپانی تجارتی وفد نے وزیراعلی پنجاب صادق حسین قریشی سے ملاقات کی۔

19 فروری

وزیراعظم بھٹو اور مغربی جرمنی کے صدر کے درمیان باہمی دلچسپی کے امور پر مذاکرات ہوئے۔ مغربی پاکستان کے سابق وزیر مال غلام سرور خان پشاور میں انتقال کر گئے۔ تہران کے ثقافتی ورثہ میں پاکستانی فلم "ہمارا ثقافتی ورثہ" کو تعریفی سند دی گئی۔ وفاقی وزیر اطلاعات نے حکومت اور صحافیوں میں تعاون کی فضا پیدا کرنے کی اپیل کی۔

20 فروری

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ فرانس سے ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ حاصل کرنے کے لئے سمجھوتہ کیا گیا ہے۔ وزیراعظم بھٹو سویڈن کے دارالحکومت سٹاک ہوم پہنچ گئے۔ صدر نے غیر ملکی سرمایہ کی ترویج اور تحفظ کا آرڈیننس جاری کر دیا۔

21 فروری

پاکستان اور سویڈن کے وزراء اعظم کے درمیان مذاکرات ہوئے۔ پانامہ کا بحری جہاز کراچی سے پچاس میل دور بحیرہ عرب میں ڈوب گیا۔ جہاز کے عملہ کو پاکستانی جہاز الحسن نے بچا لیا۔ قومی اسمبلی کی اقلیتی نشستوں کا انتخاب اسمبلی کے آئندہ سیشن میں کیا جائے گا۔

22 فروری

وزیراعظم بھٹو نے سٹاک ہوم میں کہا کہ تیسری دنیا کے اقتصادی مسائل کے حل کے لئے اجتماعی سمجھوتہ ضروری ہے۔ خواجہ خیردین نے کہا کہ وہ مشرقی پاکستان مسلم لیگ اور قائداعظم کے ایجنٹ ہیں۔ پاکستان میں اسلامی سربراہی کانفرنس کا دوسرا یوم تاسیس منایا گیا۔

23 فروری

پاکستان نے انگولا کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ وزیر اعظم بھٹو کینیڈا کے تین روزہ دورہ پر اٹاوہ پہنچے۔ صوبائی وزیر مواصلات بریگیڈیئر ریٹائرڈ صاحب داد خان کو 1975ء کا نیشنل گولڈ میڈل دیا گیا۔

24 فروری

وزیر اعظم بھٹو اور کینیڈا کے وزیر اعظم ایلیٹ ٹروڈو کے درمیان عالمی صورت حال اور باہمی دلچسپی کے امور پر مذاکرات ہوئے دونوں ممالک کے درمیان تین سمجھوتوں پر دستخط ہوئے۔ ملک بھر میں اساتذہ کی ہڑتال ختم ہو گئی۔ چیف جسٹس پنجاب نے آزاد عدلیہ اور باہمت بار کی ضرورت پر زور دیا۔

25 فروری

پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس نے بلوچستان میں گورنر راج میں دو ماہ مزید اضافہ کی منظوری دے دی۔ حزب اختلاف نے بائیکاٹ ختم کر دیا لیکن اجلاس سے واک آؤٹ کر گئے۔ بین الاقوامی ایٹمی کمیشن نے پاکستان کو فرانس سے ایٹمی پلانٹ لینے کی منظوری دے دی۔ زمبیا اور پاکستان کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے جس کے تحت پاکستان اور زمبیا کے شہری ویزا کے بغیر تین ماہ کے لئے ان ممالک میں رہ سکیں گے۔ پاکستان اور کینیڈا کے درمیان لاکھڑا کے مقام سے کوئلے کے ذخائر سے 25 کروڑ ٹن کوئلہ نکالنے کے منصوبہ پر تعاون کے بارے میں اصولی سمجھوتہ طے پا گیا۔

26 فروری

وزیر اعظم بھٹو نے اٹاوہ میں مسجد کی تعمیر کے لئے ایک لاکھ ڈالر کا عطیہ دیا۔ مریدکے کے قریب بس اور ٹرک میں تصادم کے نتیجہ میں سولہ مسافر جاں بحق ہو گئے۔

27 فروری

وزیر اعظم بھٹو نے امریکی وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کیسنگر اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل والڈ ہائیم سے اہم مذاکرات کیے۔ امریکی اخبارات نے فرانس اور پاکستان کے درمیان ایٹمی معاہدے کی مخالفت شروع کر دی۔ ربوہ میں مسلمانوں کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد جانشین امیر شریعت سید عطاء المنعم نے رکھا۔

28 فروری

وزیر اعظم بھٹو وینس پہنچ گئے۔ مسجد نبوی کے امام پاکستان کا دورہ ختم کر کے جدہ روانہ ہو گئے۔ پنجاب میں ایم اے تھرڈ ڈویژن لیکچراروں کو گریڈ 17 دے دیا گیا۔ ایس ایم ظفر ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہو گئے۔ شاہ فیصل مسجد کا ٹھیکہ ایک پاکستانی فرم کو دے دیا گیا۔

29 فروری

جنرل ٹکا خان ریٹائر ہو گئے انہوں نے 43 سال سرکاری ملازمت کی۔ بین الاقوامی سیرت کانفرنس میں شرکت کے لئے امام خانہ کعبہ شیخ محمد عبداللہ اسبیل کراچی پہنچے۔ اسمعیلی فرقہ کے پرنس کریم آغا خان نے اسلامی فن تعمیر کے بہترین نمونہ پر بین الاقوامی انعام جاری کرنے کا اعلان کیا۔ سندھ کے آغا ہدایت اللہ پٹھان کل پاکستان مقابلہ تن سازی میں مسٹر پاکستان قرار پائے۔

مارچ 1976ء

یکم مارچ

امام خانہ کعبہ نے کہا کہ سیرت کانگریس کا انعقاد دنیائے اسلام کا ایک اہم واقعہ ہے۔ وزیراعظم بھٹو بیرونی ممالک کے دوروں کے بعد واپس وطن پہنچے۔ واپسی پر بھٹو نے کہا کہ ہم ایٹمی توانائی حاصل کرنا چاہتے ہیں بم نہیں۔ سرحد اور سندھ کے نئے گورنروں نے اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ جنرل ضیاء الحق نے بری فوج کے چیف آف سٹاف' جنرل محمد شریف نے جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کے چیئرمین اور ریٹائرڈ جنرل ٹکا خان نے وزیراعظم کے خصوصی معاون برائے قومی سلامتی کے عہدوں کا حلف اٹھایا۔

2 مارچ

اردن کے سینٹ کے چیئرمین مسٹر بہجت طلہونی نے اسلام آباد میں وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ اقبال احمد جدون کو سرحد اسمبلی میں سینئر وزیر مقرر کر دیا گیا۔ جاپان نے نیشنل بنک آف پاکستان کو ٹوکیو میں شاخ کھولنے کی اجازت دے دی۔ سینٹ نے ایک بل کی منظوری دی جس کے تحت ٹورسٹ گائیڈ بننے کے لئے لائسنس کا حصول لازم قرار دے دیا گیا۔ پہلی سیرت کانگریس میں شرکت کے لئے دنیا بھر سے اٹھاسی ممتاز علماء اور دانشور کراچی پہنچ گئے۔

3 مارچ

وزیراعظم بھٹو نے بین الاقوامی سیرت کانگریس کا افتتاح کیا۔ سوات میں زمینداروں کی اراضی چالیس ہزار کاشت کار کنبوں میں تقسیم کر دی گئی۔ پاکستان اور لیبیا نے ایک سمجھوتے کے تحت پانچ کروڑ روپے کی لاگت سے ایک اشاعتی ادارے کے قیام کا اعلان کیا۔ ایتھوپیا میں پاکستان کے سفیر کمال الدین احمد' ادیس ابابا میں انتقال کر گئے۔ پاکستان کے نامور پہلوان محمد اسلم عرف اچھا گوجرانوالہ میں رحلت فرما گئے۔

4 مارچ

وزیراعظم بھٹو نے مورو کے صدر کے خصوصی ایلچی سے ملاقات کی۔ پاکستان اور کویت کے درمیان ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے جس کے تحت کویت پاکستان کو ہر سال آٹھ لاکھ بیرل تیل فراہم کرے گا۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان ڈاک کا رابطہ بحال ہو گیا۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے 14 میل دور رحمان ڈھیری کے مقام پر برصغیر پاک و ہند کا قدیم ترین شہر دریافت ہوا ہے جو ہڑپہ اور موہنجودوڑ سے بھی 600 سال پرانا ہے۔

5 مارچ

وزیراعظم بھٹو نے پرنس کریم آغا خان کے ساتھ شمالی علاقہ جات کے دورے کے دوران علاقے میں ترقی کے لئے خصوصی توجہ کی یقین دہانی کرائی۔ عراقی وزیر خارجہ ڈاکٹر معدون حمادی پاکستان کے ایک روزہ دورے پر کراچی پہنچ گئے۔ انہوں نے دفاع اور امور خارجہ کے وفاقی وزیر مملکت عزیز احمد سے ڈیڑھ گھنٹہ مذاکرات کیے۔ سری لنکا اور پاکستان میں سیاحت کو فروغ دینے کا معاہدہ طے پا گیا۔

6 مارچ

روس کے نائب وزیر خارجہ نے وزیراعظم بھٹو اور وزیر مملکت امور خارجہ عزیز احمد سے ملاقات کی۔ بین الاقوامی سیرت کانگریس کا سیشن لاہور میں منعقد ہوا۔ وزیراعظم بھٹو نے راولپنڈی میں کہا کہ پاکستان مصیبت کی ہر گھڑی میں بنگلہ دیش کا ساتھ دے گا۔ ظہیرالدین بنگلہ دیش کے سفیر نہیں ہمارے بھائی ہیں۔ سکولوں کے اساتذہ کو بھی پیشگی پانچ ترقیاں دینے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ مختار رانا کو قابل اعتراض تقریر کرنے پر گرفتار کر لیا گیا۔

7 مارچ

اقلیتوں کی نشستوں کے لئے انتخابی پروگرام کا اعلان کر دیا گیا۔ شہنشاہ ایران نے پاکستان پہنچنے پر کہا کہ پاکستان اور ایران نہ صرف اچھے دوست ہیں بلکہ بین الاقوامی معاملات میں یکساں سوچ رکھتے ہیں۔ ملتان میں ایک ہی کنبے کے گیارہ افراد کو قتل کر دیا گیا۔

8 مارچ

بین الاقوامی سیرت کانگرس کے مندوبین نے متفقہ طور پر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے کر فیصلہ کیا کہ پوری دنیا کو اس کی تائید کرنی چاہیے۔ مولانا مودودی کو کانگرس کا بین الاقوامی مندوب قرار دے دیا گیا۔ پاکستان اور بلغاریہ کے درمیان 80 لاکھ ڈالر کی تجارت کا سمجھوتہ ہوا۔ شہنشاہ ایران نے تربیلا بند کا معائنہ کیا۔ قومی اسمبلی میں یونیورسٹیوں میں پاکستان سٹڈی سینٹر کے قیام کے بارے میں بل پر غور شروع کر دیا۔

9 مارچ

شہنشاہ ایران لاہور پہنچے۔ ملتان سے تعلق رکھنے والے تحریک استقلال کے رہنما بابو فیروز دوسرے مقامی رہنماؤں سمیت پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ امریکہ اور پاکستان کے درمیان اسلام آباد میں ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے جس کے تحت امریکہ پاکستان کو بیج' کھاد فراہم کرے گا اور زرعی شعبہ کے لئے چار کروڑ ڈالر کا قرضہ دے گا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان شملہ معاہدہ کے تحت بھارت کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کا خواہشمند ہے۔

10مارچ

شاہ ایران نے موہنجوداڑو کا دورہ کیا اور لاڑکانہ پہنچ گئے۔ شاہ ایران اور وزیراعظم بھٹو کے درمیان بات چیت مکمل ہو گئی۔ پوٹھوہار کے علاقے سے کھدائی کے دوران ایک کروڑ سال پرانا انسانی جبڑا برآمد ہوا۔ صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ نصراللہ خٹک نے بین الاقوامی سیرت کانگریس کے تیسرے دور کے اجلاس کا افتتاح کیا۔

11مارچ

شہنشاہ ایران پاکستان کا دورہ مکمل کر کے واپس ایران روانہ ہو گئے۔ جاپان اور پاکستان کے درمیان ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے جس کے تحت جاپان پاکستان کو قرضے کی واپسی میں مہلت دے گا۔ امریکہ نے ایک سمجھوتے کے تحت پاکستان کو بیس کروڑ ڈالر قرضے کی واپسی کے لئے 30 سال کی مہلت دے دی۔ این اے جعفری کو قومی بیمہ کارپوریشن کا چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔ تحریک خلافت کے رہنما مولانا اشرف علی فلاحی انتقال کر گئے۔

12مارچ

شہنشاہ ایران کے دورہ پاکستان کے خاتمہ پر مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ ایران اور پاکستان آزادی اور سالمیت کے تحفظ کے لئے ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ وزیراعظم بھٹو نے افغانستان سے غیر مشروط مذاکرات کی پیشکش کا اعادہ کیا۔

13مارچ

وزیراعظم بھٹو نے اپنے پیغام میں کہا کہ رسول اللہ کے افکار کو اپنی زندگیوں پر نافذ کریں اور معاشرے میں انصاف اور انسانیت کو فروغ دیں۔ روس کے پارلیمنٹرین وفد اسلام آباد پہنچا۔ سینٹ نے چیئرمین حبیب اللہ خان نے وفد کا استقبال کیا۔ وفاقی وزیر اطلاعات حنیف خان نے کہا کہ حکومت علاقائی زبانوں' ثقافت اور اردو زبان کو قومی زبان کی حیثیت سے فروغ دے رہی ہے تاکہ قومی سالمیت کا تحفظ ممکن ہو سکے۔

14مارچ

ملک بھر میں عید میلاد النبیؐ مذہبی عقیدت و احترام سے منایا گیا۔

15مارچ

پاکستان اور ایران کے درمیان نئی ریلوے لائن بچھانے کا جامع منصوبہ تیار کر لیا گیا۔ منصوبہ دس سال میں مکمل ہو گا۔ صدر فضل الٰہی نے نیشنل کالج کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر کالج میں نئے بلاک کی تعمیر کے لئے پانچ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔ ممتاز مسلم لیگی رہنما خواجہ خیرالدین کو ملک بدر کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ روسی ارکان پارلیمنٹ کے وفد نے صدر فضل الٰہی اور وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی۔

16مارچ

سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں ایک اور پانچ کا تناسب مقرر کیا جائے اعلیٰ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کی سفارش کی گئی۔ مسٹر اعتزاز احسن نے پنجاب کے وزیر کی حیثیت سے عہدے کا حلف اٹھایا۔ روسی ارکان پارلیمنٹ کا وفد لاہور پہنچ گیا۔ وفد کے سربراہ مسٹر روبین نے کہا کہ روس اور پاکستان کے درمیان خوشگوار تعلقات ہیں اور ان میں مزید بہتری ہو رہی ہے۔ مسلم لیگی رہنما خواجہ خیرالدین کو لندن بھیج دیا گیا۔

17مارچ

اسلام آباد میں پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن کے عجائب گھر کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ پاکستان کے سکوائش کے کھلاڑی قمرالزمان کو سال رواں کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا انہیں 20 ہزار روپے انعام دیا گیا۔

18مارچ

فیصل آباد (لائل پور) میں تقریر کرتے ہوئے خانہ کعبہ کے امام نے کہا کہ دنیا بھر کے مسلمان متحد ہو جائیں۔ وزیراعلیٰ سندھ نے کہا کہ خواجہ خیرالدین پاکستان میں غیر ملکی ایجنٹ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ پنجاب کے تمام ہسپتالوں میں سپیشلسٹ ڈاکٹر کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا۔ پنجاب میں شوگر ملوں کی تعداد 25 ہو گئی۔

19مارچ

پاکستان اور فرانس کے درمیان ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کی فروخت کا سمجھوتہ ہوا۔

20مارچ

قومی توانائی کونسل نے میانوالی میں نیوکلیئر پاور پلانٹ کی تنصیب کی منظوری دے دی۔ حکومت پاکستان نے موزمبیق کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ نیپ کے صدر خان عبدالولی خان' مفرور جنرل سیکرٹری اجمل خٹک کالعدم پختون زلمے اور پختون سٹوڈنٹس کے ساٹھ سے زائد رہنماؤں کے خلاف مجرمانہ سازش اور حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کے مقدمات درج کر لئے گئے۔ ہیلی کالج آف کامرس کے پرنسپل محمد مرتضیٰ خان انتقال کر گئے۔

21مارچ

پاکستان میں نسلی امتیاز کے خلاف بین الاقوامی دن منایا گیا۔ روس کا پارلیمانی وفد آٹھ روزہ خیر سگالی کا دورہ مکمل کرنے کے بعد واپس وطن روانہ ہو گیا۔

22مارچ

صدر مملکت نے مسلح افواج کے 33 افسروں اور دوسرے عہدیداروں کو اعزازات دیئے۔ جاپان کے وفد کے سربراہ مسٹر امازاتو نے کہا کہ پاکستان اور جاپان میں سہ فریقی بنیاد پر تعاون ہو سکتا ہے۔ ایٹمی توانائی کمیشن کے چیئرمین نے کہا کہ چوبیس سالوں میں نئے 24 ایٹمی پاور اسٹیشن قائم کئے جائیں گے۔

23مارچ

ملک بھر میں یوم پاکستان قومی جذبے سے منایا گیا۔ مسلح افواج کی پریڈ سے خطاب کرتے ہوئے صدر فضل الٰہی نے کہا کہ پاکستان کو دفاعی ضروریات میں خود کفیل بنایا جائے گا۔ وزیراعظم بھٹو نے اسلام آباد میں پارلیمنٹ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔

24مارچ

بری فوج کے پانچ میجر جنرلوں کو لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے کہا کہ لاہور میں ہاکی سٹیڈیم کی تعمیر جلد شروع کر دی جائے گی۔ سیمنٹ، گیس اور فرنس آئل کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا۔

25مارچ

ریلوے کے کرایوں میں 15 فی صد اضافہ کر دیا گیا۔ 30 جون 1975ء تک پاکستان کے ذمے پانچ ارب تیس کروڑ ڈالر غیر ملکی قرضہ تھا۔ پنجاب اسمبلی میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں مرکزی حکومت پر زور دیا گیا کہ ملک میں اسلامی معیشت کا نظام نافذ کیا جائے اور زکواۃ کا قانون لاگو کیا جائے۔

26مارچ

واپڈا نے بجلی کے نرخوں میں 20 فیصد جبکہ پی آئی اے نے اندرون ملک فضائی کرایوں میں 25 فی صد اضافہ کر دیا۔ صدر فضل الٰہی نے ہاکی کلب کراچی میں سولہویں قومی کھیلوں کا افتتاح کیا۔

27مارچ

بلدیاتی اداروں میں عوامی نمائندگی کے ڈھانچے کا اعلان کیا گیا۔ قومی اسمبلی میں اقلیتوں کی نشستوں کے انتخاب کے لئے چھ امیدوار مسٹر آرام اینڈریوز، ڈائلٹر ڈین، مسٹر بشیر مسیح، ایم ایچ بیدی، بی کے شاہانی اور بشیر طاہر شامل ہیں۔ شجاع آباد کے قریب دریائے چناب میں کشتی الٹنے سے پانچ عورتیں ڈوب گئیں کشتی میں 26 افراد سوار تھے۔

28مارچ

وزیراعظم بھٹو نے سبی میں کہا کہ بلوچستان میں سیاسی نہیں معاشی بحران ہے۔ کراچی میں طلباء پولیس تصادم کے دوران 78 طلباء گرفتار کر لئے گئے۔ ایٹمی توانائی کمیشن نے اعلان کیا کہ کراچی اور بلوچستان میں ایٹمی بجلی گھر تعمیر کئے جائیں گے۔

29مارچ

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بلوچستان سے جاگیرداری نظام ختم کر دیا گیا ہے مری اور بگٹی قبیلوں سے میری کوئی دشمنی نہیں۔ چھ اقلیتی اراکین اسمبلی نے اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ سینیٹر محمد حنیف رامے کو قابل اعتراض تقریر کرنے پر ڈی پی آر کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ سولہویں قومی کھیلوں میں قائداعظم ٹرافی آرمی نے جیت لی۔

30مارچ

قومی اور پنجاب اسمبلیوں نے عربوں کی حمایت میں جمعہ کو یوم احتجاج منانے کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی۔ مانسہرہ، گلگت روڈ پر مٹی کا تودہ گرنے سے 30 افراد جاں بحق ہو گئے۔

31مارچ

اینٹوں کا استعمال زیادہ کرنے کے لئے کوئلہ کی قیمت کم کر دی گئی۔ پاکستان نے سمندری اور بری علاقوں سے تیل کی تلاش کے لئے کینیڈا کے ساتھ ایک سمجھوتہ پر دستخط کیے۔

اپریل 1976ء

یکم اپریل

وزیراعظم بھٹو کے تمام سرداری ٹیکس او تقاوی قرضے معاف کر دیئے۔ قومی اسمبلی میں جماعت احمدیہ کے بارے میں التواء کی تحریک خلاف ضابطہ قرار دے دی گئی۔ گوجرانوالہ کے قریب حادثہ میں سات افراد جاں بحق

گئے۔ پاکستان نے تیل کی تلاش کے لئے کینیڈا کی فرم سے ایک اور سمجھوتے پر دستخط کر دیئے۔

2 اپریل

فلسطین کی حمایت میں ملک بھر میں یوم احتجاج منایا گیا۔ متحدہ دینی محاذ نے مشترکہ منشور کی تیاری کے لئے کمیٹی قائم کر دی۔ انتخابات میں مشترکہ امیدوار لانے کے لئے غور شروع کر دیا۔ وفاقی وزیر خزانہ نے کہا کہ گندم اور دوسری اشیاء ضروریہ کی قیمتیں کم کی گئی ہیں۔ ترکی کے ارکان پارلیمنٹ کے وفد نے کوئٹہ میں وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ بلوچستان کے ممتاز سیاستدانوں نے پی پی پی میں شمولیت اختیار کر لی۔ کراچی میں پارکنگ فیس کی وصولیابی کے خلاف ہڑتال رہی۔

3 اپریل

وزیراعظم بھٹو نے افغانستان کے ساتھ مذاکرات کے لئے رضامندی کا ایک بار پھر اعادہ کیا۔ حفیظ پیرزادہ نے لاہور میں شاکر آرٹ میوزیم کا افتتاح کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کوئٹہ میں اعلان کیا کہ پاکستان ایٹم بم نہیں بنائے گا۔ افغان حکمرانوں کا غیر معقول رویہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے ٹریکٹروں اور بلڈوزروں کے کرائے کم کرنے کا حکم دے دیا۔

4 اپریل

وزیراعظم بھٹو نے کوئٹہ میں مصری اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان بھارت کے ساتھ تعاون کا خواہاں ہے مگر اصولوں پر سودے بازی نہیں ہو گی۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے کہا کہ تربیلا کے پانی سے چولستان کے صحرا میں ترقی ہو گی۔ وفاقی وزیر تعلیم نے کہا کہ قیمتوں میں اضافہ ناگزیر تھا۔ گورنر سندھ نواب دلاور خانجی نے ضلع جیکب آباد کو سوئی گیس کی فراہمی کا اعلان کیا۔ پاکستان نے ارجنٹائن کی نئی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ شیخوپورہ کے قریب ایک بس کے حادثہ میں پانچ افراد جاں بحق ہو گئے۔

5 اپریل

صوبائی حکومتوں کو خصوصی ٹربیونلز قائم کرنے کا اختیار دے دیا گیا۔ قومی اسمبلی کو بتایا گیا کہ فیملی پلاننگ سے آبادی میں کمی ہوئی ہے۔ لاہور روٹری کلب نے انٹی سموکنگ مہم چلانے کا اعلان کر دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کوئٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے قیام کی منظوری دے دی۔ سینٹ نے کارکنوں کے بڑھاپے اور معذوری کے الاؤنس کے بل کی منظوری دے دی۔ پنجاب میں تربیلا کے فاضل پانی کو استعمال میں لانے کے لئے پلان تیار کر لیا گیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب مسٹر صادق حسین قریشی نے میاں چنوں ٹیکسٹائل ملز کا سنگ بنیاد رکھا۔

6 اپریل

وزیراعظم بھٹو کی زیر صدارت کوئٹہ میں اعلیٰ سطح کے اجلاس میں ملک میں ترقی کی رفتار کو تیز تر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ احمد رضا قصوری دوبارہ پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔ سینٹ نے ضابطہ فوجداری کا بل منظور کر لیا۔ کراچی میں پارکنگ فیس کی وصولیابی فوری طور پر روک دی گئی۔ عدالت کے حکم پر لاہور کے ایک ایس ایچ او نے اپنے اور اپنے آٹھ اہلکاروں کے خلاف مقدمہ درج کیا۔ قومی اسمبلی نے اولڈ ایج پنشنر کے قانون کی منظوری دے دی۔

7 اپریل

وزیراعظم بھٹو نے کوئٹہ میں کہا کہ پاکستان کی پالیسی کی بنیاد امن ہے جنگ نہیں۔ وزیراعظم بھٹو کی ہدایت پر پشاور ریڈیو سے گوجری زبان میں نشریات شروع کرنے کا اعلان کیا گیا۔ بلوچستان اسمبلی کے سردار ڈومکی پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔

8 اپریل

صدر پاکستان نے ملک میں سرداری نظام کے خاتمہ کا آرڈیننس جاری کر دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے بلوچستان کے ترقیاتی کاموں کے لئے دو کروڑ روپے کی منظوری دے دی۔ چشمہ بیراج کے قریب پاکستان کے دوسرے ایٹمی بجلی گھر کے منصوبے پر ابتدائی کام شروع ہو گیا۔

9 اپریل

حکومت نے بلوچستان کے تمام سرداروں کو حکم دیا کہ وہ نجی جیل خانے ختم کر دیں اور تمام قیدیوں کو رہا کر دیں ورنہ فوج جیل خانوں کو مسمار کر دے گی۔ سیف اللہ بہاولپور پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔ سرداری نظام کے خاتمہ کی خوشی میں ملک بھر میں سرکاری دفاتر بند رہے۔

10 اپریل

وزیراعظم بھٹو نے امید کا اظہار کیا کہ سرداری نظام کے خاتمے سے سیاسی استحکام میں مدد ملے گی۔ وزیراعظم بھٹو نے لاہور میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بھارت کی وزیراعظم نے میرے خط کا کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ اس خط میں پاکستان کی شہری ہوابازی کی تنظیم بھارت کے خلاف شکایت واپس لینے کے لئے تیار ہیں۔

11 اپریل

سرکش قبائلی سردار عبدالکریم نے ہتھیار ڈال دیئے۔ وہاڑی کو نئے مالی سال سے ضلع کا درجہ دینے کا اعلان کر دیا گیا۔ پی آئی اے یونین کا ریفرنڈم ملتوی کر دیا گیا۔ کویت نے پاکستان کو تیرہ لاکھ دینار کا قرضہ فراہم کرنے کا اعلان کیا۔ ایشیائی ویٹ لفٹنگ کے مقابلوں میں پاکستانی ویٹ لفٹر ارشد ملک نے سونے کا تمغہ جیت لیا۔

12اپریل

قومی اسمبلی نے خصوصی عدالتوں کا بل منظور کر لیا۔ پاکستان اور بھارت نے 1971ء میں گرفتار شدہ دونوں ممالک کے شہریوں کا تبادلہ کیا۔ بلوچستان کے سابق گورنر اکبر بگٹی کی ایک لاکھ ایکڑ زرعی زمین حکومت نے سرکاری تحویل میں لے لی۔

13اپریل

ایران کے وزیراعظم نے کہا کہ پاکستان میں سرداری نظام کا خاتمہ تعمیر و ترقی کی خواہاں قوتوں کی عظیم کامیابی ہے۔ ناروے کے وزیر خاجہ پاکستان کے پانچ روزہ دورے پر اسلام آباد پہنچے۔ وزیراعظم بھٹو نے پنجاب رجمنٹ کے دو سو سالہ جشن کے سلسلہ میں منعقدہ کھیلوں کے مقابلوں کے آخری دن انعامات تقسیم کیے۔ بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کو کار ساتھ لانے کا اجازت نامہ منسوخ کر دیا۔ مری قبیلہ کے سرکش لیڈر کریمو تنگیانی نے ہتھیار ڈال دیئے۔

14اپریل

وزیراعظم بھٹو نے کیہان کے ایڈیٹر کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی ایٹمی پاور کے استعمال کی پالیسی پرامن مقاصد کے لئے ہے۔ سابق صدر یحیٰی خان کی نظر بندی کی مدت میں دو ماہ کی توسیع کر دی گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کا تحفظ عرب ممالک کی سلامتی کے لئے ناگزیر ہے اگر پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو سپین تک کوئی مسلمان ملک نہیں بچے گا۔

15اپریل

حیدر آباد میں کالعدم نیپ کے ولی خان اور دوسرے 43 ملزمان کے خلاف تین رکنی خصوصی ٹربیونل نے سماعت شروع کر دی۔ وفاقی حکومت نے مکئی' آلو اور پیاز کی کم سے کم قیمتیں مقرر کر دیں۔ روزنامہ جنگ نے ملکہ ترنم نور جہاں کے حالات زندگی شائع کیے۔ حکومت نے کھاد کی قیمتوں میں کمی کر دی کپاس کی قیمت میں اضافہ کر دیا گیا۔ شیخوپورہ کی صوبائی اسمبلی کے لئے ضمنی انتخاب پر پی پی کا امیدوار بلامقابلہ منتخب ہو گیا۔ 83 پاکستانیوں کو فرانس میں وزٹ ویزا سے زیادہ دیر رکنے پر نکال دیا گیا جبکہ مسقط سے بھی ایسے ہی پاکستانیوں کا ایک گروپ کراچی پہنچا۔

16اپریل

وزیراعلیٰ پنجاب نے لاہور میں پہلے روٹی گھر کا افتتاح کیا۔ وفاقی وزیر خزانہ نے کہا کہ افراط زر پر قابو پانے کے لئے مناسب اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ بریگیڈیئر داؤد خان شمالی علاقہ جات میں ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔

17اپریل

صدر فضل الٰہی نے کاکول اکیڈمی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر پاکستان پر جنگ مسلط کی گئی تو دشمن کا منہ توڑ جواب دیا جائے گا۔ پنجاب کے لئے تربیلا بند سے پانی کی فراہمی شروع ہو گئی۔ قومی اسمبلی کے رکن اور کالعدم نیپ کے رہنما مسٹر غلام فاروق پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔ قومی یادگاروں میں داخلے کی فیسوں میں اضافہ کا اعلان۔ ناروے کے وزیر خارجہ نے ایٹمی پھیلاؤ کو روکنے کی پالیسی پر پاکستان کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ بزنس ریکارڈر کراچی کے ایڈیٹر الحاج محمد حسین زبیری انتقال کر گئے۔

18اپریل

وزیراعظم بھٹو نے یوگوسلاویہ کے دورے کی دعوت قبول کر لی۔ پاکستان اور یوگوسلاویہ نے مشترکہ اقتصادی کمیشن کے قیام کا اعلان کیا۔ بناسپتی گھی سے سستا خوردنی تیل مصفی تیل تیار کر لیا گیا۔ معروف ادیب اور شاعر محمود اکبر آبادی انتقال کر گئے۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے بہاولپور میں سرکاری شعبہ میں قائم ہونے والی ٹیکسٹائل مل کا افتتاح کیا۔

19اپریل

طیاروں کی پرواز' ریل اور سڑک کے ذریعہ آمدورفت کے لئے بھارت نے مذاکرات کی پیشکش کر دی۔ پاکستان اور مالٹا مشترکہ اقتصادی تعاون کے لئے کمیشن قائم کرنے پر رضامند ہو گئے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ عرب متحد نہ ہوا تو تیسری دنیا کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔

20اپریل

وزیراعظم بھٹو نے اقبال ڈے کے موقع پر اپنے بیان میں کہا کہ اقبال نے مسلمانوں میں نشاۃ ثانیہ اور جدوجہد آزادی کا ولولہ دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے ازمیر میں کہا کہ سربراہی کانفرنس کے نتائج عوامی توقعات کے مطابق ہوں گے۔

21اپریل

ملک بھر میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کی برسی منائی گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ آر سی ڈی ممالک تجارتی رکاوٹیں دور کریں۔

22 اپریل

بلوچستان کے سابق گورنر اکبر بگٹی کے بیٹے جمیل بگٹی کو رہا کر دیا گیا۔ پاکستان' ایران اور ترکی کے درمیان آزاد تجارتی علاقہ کے قیام کا فیصلہ کر لیا گیا۔ گوگی علاؤالدین نے پی آئی اے چیمپئن شپ جیت لی۔

23 اپریل

امریکہ پاکستان کو دس کروڑ ڈالر کا اسلحہ دینے پر رضامند ہو گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے شہنشاہ ایران کے ہمراہ ترک فضائیہ اور تجربہ کا مظاہرہ دیکھا۔ چوہدری ظہور الٰہی کا چار مئی تک جسمانی ریمانڈ دے دیا گیا فرد جرم پڑھ کر سنائی گئی۔ وفاقی وزیر زراعت نے بتایا کہ ایک لاکھ ہاریوں میں دس لاکھ ایکڑ زمین تقسیم کی جا چکی ہے۔

24 اپریل

وزیراعظم ازمیر سے وطن واپس پہنچ گئے انہوں نے سربراہی کانفرنس کے نتائج پر اطمینان کا اظہار کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے اس خبر کی تردید کی کہ مصری طیاروں کے لئے چینی پرزے پاکستان فراہم کر رہا ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اگر بھارت اور بنگلہ دیش کے تعلقات خراب ہوئے تو پاک بھارت تعلقات کو بہتر بنانے کی بات چیت میں نیا عنصر شامل ہو گا۔ طالب علم رہنما اور روزنامہ جنگ کے کارکن نیک محمد خٹک انتقال کر گئے۔

25 اپریل

وفاقی حکومت نے جعلی ادویات تیار کرنے والے اور بیچنے والوں کو دس سال قید اور ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا دینے کا اعلان کر دیا۔ مفتی محمود نے کہا کہ اگر عام انتخابات ایک دن میں ہوئے تو اپوزیشن انتخابات میں حصہ لے گی۔ ایشیائی ترقیاتی بنک نے پاکستان کو چودہ کروڑ ڈالر کا قرضہ دینے کا اعلان کر دیا۔ وزیراعظم نے افغانستان کے زلزلہ اور سیلاب سے متاثرین کے لئے فوری امداد کا حکم دے دیا۔ صدر داؤد کو ہمدردی کا پیغام بھی بھیجا۔

26 اپریل

پارلیمنٹ نے بلوچستان میں صدر راج کی مدت میں مزید دو ماہ کا اضافہ کی منظوری دے دی۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ بلوچستان میں اب صورتحال قابل اطمینان ہے۔ پی آئی اے نے دو جمبو جیٹ حاصل کر لیے۔ وفاقی وزیر خزانہ نے کہا کہ غیر قانونی تارکین وطن کو ملک میں داخلے کی اجازت نہ دی جائے۔ اسلامی ترقیاتی بنک کے صدر نے امید کا اظہار کیا کہ بنک ترقی میں معاون ثابت ہو گا۔

27 اپریل

بنگلہ دیش کا تجارتی وفد مذاکرات کے لئے پاکستان پہنچا۔ پولیس نے تحریک استقلال کے رہنما گوہر ایوب کا 9 مئی تک ریمانڈ لے لیا۔ سلال بند کے بارے میں نئی دہلی میں پاک بھارت بات چیت جاری رہی۔ قومی اسمبلی نے قرآن پاک کی اشاعت میں غلطیوں کو دور کرنے کا ترمیمی بل اور نیشنل گارڈز کا ترمیمی بل منظور کر لیا۔ روزنامہ جنگ نے پلاننگ 747 کے بارے میں تفصیلات شائع کیں۔

28 اپریل

وزیراعظم بھٹو آزاد کشمیر کے دورے پر مظفر آباد پہنچے۔ آزاد کشمیر کے وزیر تعلیم خان بہادر خان اور قومی اسمبلی کے رکن مولانا عبدالحکیم نے پیپلز پارٹی میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ اکبر بگٹی اور خیر بخش مری کی 90 ہزار ایکڑ اراضی سرکاری تحویل میں لے لی گئی۔

29 اپریل

وزیراعظم بھٹو نے آزاد کشمیر پیپلز پارٹی کے کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر کا مسئلہ جلد حل کر لیا جائے گا۔ پانی کا تیز بہاؤ تربیلا بند کی سرنگ نمبر 3 اور چار کے فرش کو بہا کر لے گیا۔ معروف مزاحیہ اداکار منور ظریف عارضہ قلب میں کئی ماہ مبتلا رہنے کے بعد انتقال کر گئے۔

30 اپریل

صدر اور وزیراعظم نے یوم مئی کے موقع پر اپنے پیغامات میں مزدوروں پر زور دیا کہ وہ ملکی پیداوار میں اضافہ کے لئے محنت کریں۔

مئی 1976ء

یکم مئی

ملک بھر میں مزدوروں کا دن یوم مئی منایا گیا۔ مزدور تنظیموں نے بڑے چھوٹے شہروں میں جلسے اور جلوس منعقد کیے۔

2 مئی

پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان بحری جہاز رانی اور بینکنگ کے

شعبوں میں معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ پنجاب کے وزیر تعلیم نے کہا کہ صوبے میں تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پرائیویٹ سکول کھولنے کی اجازت دی جائے گی۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کشمیریوں کے حق خود ارادیت کے بغیر تحریک آزادی مکمل نہیں ہو گی۔ مظفر آباد کو ملک کے دوسرے حصوں سے ملانے کے لئے مائیکروویوسسٹم کی تیاری شروع ہو گئی۔ تربیلا بند کی سرنگ نمبر 5 محفوظ ہے سرکاری اعلان۔

3 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے تربیلا بند کا دورہ کیا۔ تربیلا میں اسٹلنگ بیسن کی مرمت کے منصوبے کی منظوری دے دی گئی۔ حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ ارکان قومی اسمبلی خود تربیلا بند کا معائنہ کریں۔ بنگلہ دیشی وفد کے سربراہ مطیع الرحمان نے کہا کہ پاکستانی تاجر بنگلہ دیش میں اپنے دفاتر قائم کریں تاکہ دونوں ملکوں کے درمیان تجارت میں آسانیاں پیدا ہوں۔

4 مئی

صدر فضل الٰہی نے سوشل ویلفیئر ورکشاپ کا افتتاح کیا۔ پاکستان پیپلزپارٹی کے سابق مرکزی جنرل سیکرٹری جے اے رحیم کو گرفتار کر لیا گیا۔ بنگلہ دیش کے تجارتی وفد نے کہا کہ وہ کراچی میں چائے نیلام کرنے پر تیار ہیں۔ قومی اسمبلی میں جہیز کے بل پر عام بحث شروع ہو گئی۔ صدر، وزیر اعظم، وزراء، سپیکر، چیئرمین سینٹ، پارلیمانی سیکرٹری اپنی یا اپنے بچوں کی شادی پر صرف خاندان والوں سے تحفے لے سکیں گے۔ خلاف ورزی پر چھ ماہ قید اور دس ہزار روپے جرمانہ ہو گا۔ سینٹ نے دواؤں کی تیاری اور فروخت کا بل منظور کر لیا۔ روزنامہ جنگ کراچی نے قاضی عبدالخالق خلیق مورائی کے حالات زندگی شائع کیے۔

5 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے اقوام متحدہ کی تجارت و ترقی کی کانفرنس پر زور دیا کہ موجودہ غیر منصفانہ اقتصادی نظام ختم کر کے تیسری دنیا کی معاشی اور سماجی ترقی کو ممکن بنایا جائے۔ اے جے رحیم کو تخریبی سرگرمیوں کی بناء پر نظر بند کر دیا گیا۔ جماعت اسلامی کے رہنما پروفیسر عبدالغفور نے کہا کہ جہیز پر پابندی کا بل سماجی برائیوں کے خاتمے کے خلاف ایک اہم قدم ہے۔ حکومت پاکستان نے پاکستان سپورٹس بورڈ کی تشکیل نو شروع کر دی۔ پی آئی اے نے اندرون ملک سروسز میں اضافہ کر دیا۔

6 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے دورہ افغانستان کا اعلان کر دیا۔ ڈی پی آر کے تحت مقدمات کے خصوصی ٹریبونلز میں سماعت کا بل قومی اسمبلی نے منظور کر لیا۔ حنیف رامے کے خلاف خصوصی ٹریبونل کے سامنے چارج شیٹ پیش کر دی گئی۔ پی آئی اے کے ملازمین کو لازمی سروسز کا حصہ بنا دیا گیا۔

7 مئی

وزیر اعظم بھٹو کی ہدایت پر آزاد کشمیر میں زمین پر مالیہ ختم کر دیا گیا۔ قومی اسمبلی نے کراچی سرکلر کی نئی کراچی تک توسیع کی قرارداد منظور کر لی۔ پاک بھارت مذاکرات 12 مئی اسلام آباد میں ہوں گے۔ لیفٹیننٹ جنرل محمد اکبر خان کو میکسیکو میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔ پنجاب اسمبلی کے اراکین نے تربیلا بند کے متاثرہ حصے کا معائنہ کیا۔ لاہور کے ایک محلہ سے چالیس کروڑ روپے مالیت کی چرس برآمد کر لی گئی۔

8 مئی

پشتو کے شاعر غنی خان (ولی خان کے چھوٹے بھائی) نے وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی اور ولی خان کی سیاسی پالیسیوں پر تنقید کی۔ وزیر اعظم بھٹو نے اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے یوم تاسیس کے موقع پر ایک پیغام میں کہا کہ اسلام انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے موثر نظام پیش کرتا ہے۔ ایبٹ آباد کے قریب بس تین سو فٹ گہرے کھڈ میں جا گری بس میں سوار ایک سو چھتیس مسافر جاں بحق ہو گئے حادثے کی عدالتی تحقیقات کا حکم دے دیا گیا۔ روزنامہ جنگ نے ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے بارے میں ضمیمہ شائع کیا۔

9 مئی

صدر فضل الٰہی نے ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے یوم تاسیس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ دنیائے اسلام کو صحیح اسلامی طریقہ سے آگاہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ وفاقی حکومت نے بلوچستان کے علاقے چھالاواں کو کاشت کے قابل بنانے کا منصوبہ تیار کر لیا۔ متحدہ دینی محاذ نے مشترکہ پارلیمانی بورڈ بنا لیا۔ پگاڑو صدر اور پروفیسر غفور کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا۔ سندھ آبزرور کے ایڈیٹر حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔

10 مئی

قومی اسمبلی میں جہیز بل کی پہلی خواندگی مکمل ہو گئی۔ وزیر اعظم بھٹو شمالی علاقوں کے دورے پر گلگت پہنچ گئے۔ ولی خان اور ان کے ساتھیوں کے خلاف مقدمہ کی سماعت حیدر آباد جیل میں شروع ہو گئی۔ رفیع رضا نے کہا کہ کسی بھی قومیائی گئی صنعت کو ڈی نیشنلائز نہیں کیا جائے گا۔ کراچی میں کوسٹل گارڈز نے تین لانچوں پر چھاپہ مار کر دس لاکھ روپے مالیت کا سمگل شدہ سامان برآمد کر لیا۔

11 مئی

قومی اسمبلی نے جہیز اور شادی کے تحائف کا بل منظور کر لیا جہیز کی حد پانچ ہزار رکھی گئی ہے۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی انتخابات میں حزب اختلاف کو عبرت ناک شکست دے گی۔ شمالی علاقہ جات میں پی ڈبلیو ڈی کو توڑ دیا گیا۔ کرپشن کے الزامات۔ پاک بھارت مذاکرات کے لئے بھارتی وفد اسلام آباد پہنچا۔

12 مئی

اخبارات اور جرائد میں غلط قرآنی آیات کی طباعت کو جرم قرار دے دیا گیا۔ قومی اسمبلی نے سرداری نظام کے خاتمے کا بل منظور کر لیا۔ وزارت دفاع نے ایک وائٹ پیپر میں کہا کہ پاکستان اپنے دفاع کے لئے درپیش خطرات کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ عالمی ماہرین نے تربیلا بند کی سرنگ نمبر 3 کا معائنہ کیا۔ اسلام آباد میں پاک بھارت مذاکرات شروع ہو گئے۔

13 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے شمالی علاقہ جات میں فوج سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان بھارت سے دوستی چاہتا ہے لیکن کشمیر پر سودے بازی نہیں ہو گی۔ غلام یزدانی ملک پی پی میں شامل ہو گئے۔ مورو میں چھوٹا ہوائی اڈہ تعمیر کرنے کی منظوری دے دی گئی۔ سابق مرکزی وزیر خزانہ محمد شعیب واشنگٹن میں انتقال کر گئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے رانی آف ہنزہ سے ان کے شوہر کے انتقال پر اظہار تعزیت کیا۔ پنجاب نے زراعت اور دیہی ترقی پر 27.28 روپے خرچ کیے۔ پنجاب یونیورسٹی کے بی اے بی ایس سی کے امتحانات امتحانی سنٹروں میں بدعنوانیوں کے باعث ملتوی کر دیئے گئے۔

14 مئی

پاکستان اور بھارت کے درمیان سفارتی تعلقات کی بحالی پر سمجھوتہ طے پا گیا۔ کشمیر کے علاوہ تمام امور طے پا گئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے سکردو کالج کی ناقص تعمیر کے ذمہ دار ٹھیکیدار کو برطرف کر دیا۔ لاہور میں بیگم نصرت بھٹو نے دھنک ایوارڈ تقسیم کیے۔ ندیم اور شبنم کو بہترین اداکار اور اداکارہ قرار دیا گیا۔

15 مئی

پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے ورلڈ بنک کے نائب صدر نے کہا کہ تربیلا بند کو معمولی نقصان پہنچا ہے۔

16 مئی

ملک بھر میں ہفتہ بچت کا آغاز ہو گیا۔ حکومت پاکستان نے قطر میں سلیم الزمان کو سفیر مقرر کر دیا۔ ملتان میں ڈیڑھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آندھی چلنے سے سات افراد جاں بحق اور متعدد زخمی ہو گئے۔

17 مئی

صدر مملکت نے سیاسی جماعتوں کا نیا آرڈیننس جاری کر دیا۔ ملائشیا کے وزیر اعظم وانتوک حسین عون نے کہا کہ پاک بھارت معاہدہ جنوبی ایشیا میں امن کی بحالی پر اچھا اثر پڑے گا۔ تربیلا لائل پور ٹرانسمشن کا دوسرا مرحلہ شروع کر دیا گیا۔

18 مئی

پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات 24 جولائی کو بحال ہو جائیں گے، دفتر خارجہ۔ پاکستان نے امریکہ سے 2 کروڑ 80 لاکھ ڈالر کی مالیت کے ٹینک شکن میزائل خریدنے کا سمجھوتہ کر لیا۔ قومی اقتصادی کونسل نے متعدد منصوبوں کی منظوری دے دی۔ روزنامہ جنگ کراچی نے پاک چین اور پاک کوریا تعلقات کے حوالے سے جامع مضامین شائع کیے۔ نوائے وقت کو حنیف رامے کا بیان حلفی شائع کرنے پر شوز کاز نوٹس جاری کر دیا گیا۔

19 مئی

وزیر اعظم بھٹو چین اور کوریا کے دورے کے لئے ہانگ کانگ پہنچ گئے۔ پاکستان کو ایٹمی پلانٹ کی فراہمی پر فرانس نے امریکی دباؤ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پی آئی اے اور صومالیہ ایئر لائنز کے درمیان دونوں ممالک کے درمیان فضائی سروس کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔ مولانا کوثر نیازی نے سیرت کمیٹی کے پہلے اجلاس کا افتتاح کیا۔ اولڈ ایج بینیفٹ سکیم کو جولائی سے شروع کیا جائے گا۔ غلام مصطفیٰ جتوئی نے کہا کہ آئندہ چھ سال تک کسی ٹیکسٹائل انڈسٹری کو نیشنلائز نہیں کیا جائے گا۔ ملک جعفر نے تجویز دی کہ برطانوی تاریخ سے تحقیق کے ذریعے صحیح قومی ہیروز سامنے لائے جائیں۔

20 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے ہانگ کانگ میں کہا کہ پاکستان کسی بھی ملک کی بالا دستی قبول نہیں کرے گا۔ سندھ بلوچستان ہائی کورٹ نے چوہدری ظہور الٰہی کے مقدمہ کی سماعت یکم جون تک ملتوی کر دی۔ ضلع بنوں میں آسمانی بجلی گرنے سے سات افراد ہلاک ہو گئے۔ آئل اینڈ گیس ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ نے کام شروع کر دیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے بی اے، بی ایس سی کے امتحان وقفہ کے بعد شروع ہو گئے۔

21 مئی

وزیراعظم بھٹو کوریا پہنچ گئے۔ کوریا کے صدر سے بات چیت کی۔ سینٹ کا اجلاس ملتوی کردیا گیا۔ ریلوے سیکورٹی فورس کے قیام کا فیصلہ۔

22 مئی

وزیراعظم بھٹو نے کوریا کے صدر کم ال سنگ سے مذاکرات کے دوران بڑی طاقتوں اور دیگر ممالک کے تعلقات کے بارے میں جائزہ لیا۔ وفاقی وزیر مسٹر یوسف خٹک نے کہا کہ امسال سیالکوٹ، اٹک، چنیوٹ، بہاولپور اور صادق آباد کو سوئی گیس فراہم کردی جائے گی۔

23 مئی

وزیراعظم بھٹو اور کوریا کے صدر کم ال سنگ کے درمیان اہم امور پر اتفاق رائے ہو گیا۔ آزاد کشمیر کے صدر سردار ابراہیم نے مسئلہ کشمیر پر متفقہ لائحہ عمل کی تیاری کے لئے آل پارٹیز کانفرنس کی دعوت دے دی۔ مغربی جرمنی کے بنک نے پاکستان کے صنعتی منصوبوں میں 63 لاکھ جرمن مارک کا قرضہ دینے کا اعلان کردیا۔

24 مئی

وزیراعظم بھٹو کا کوریا کے سب سے بڑے شہر پیم لنگ پہنچنے پر زبردست استقبال کیا گیا۔ فرانس نے پاکستان کو ایٹمی پلانٹ کی فراہمی پر امریکی اعتراض مسترد کر دیا۔ فرانس کے صدر نے کہا کہ ہم نے پاکستان سے تمام ضمانتیں حاصل کرلی ہیں۔ روزنامہ باگ حرم کے ایڈیٹر ماسٹر گل خان انتقال کر گئے وہ مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن، ڈپٹی وہپ اور عوامی لیگ کے نائب صدر بھی رہے۔

25 مئی

وزیراعظم بھٹو نے کوریا کو امداد دینے کی پیشکش کردی۔ ڈاکٹر مبشر حسن نے صادقین کے خلاف بے بنیاد پراپیگنڈے کی مذمت کی۔ حکومت نے اجتماعی کھیتی باڑی کی سکیم ملک بھر میں نافذ کردی۔

26 مئی

وزیراعظم بھٹو چین کے دورے پر پیکنگ پہنچ گئے۔ چین کے وزیراعظم مسٹر ہوا کو فنگ نے کہا کہ کوئی طاقت پاک چین دوستی کو ختم نہیں کر سکتی۔ بنگلہ دیش کا وفد عظیم الدین کی قیادت میں کراچی پہنچا۔

27 مئی

مسٹر بھٹو نے کہا کہ چین کی طاقت پاکستان کے استحکام کے لئے باعث تقویت ہے۔ وزیراعظم بھٹو اور چینی وزیراعظم کے درمیان مذاکرات کا دوسرا دور مکمل ہو گیا۔ کوریا اور پاکستان نے اقتصادی اور فنی تعاون کے معاہدوں پر دستخط کیے۔ وفاقی وزیر صنعت مسٹر قائم علی شاہ نے خیرپور کے ایک سو کلوواٹ طاقت کے ریڈیو اسٹیشن کا سنگ بنیاد رکھا۔

28 مئی

وزیراعظم بھٹو اور چینی وزیراعظم کے درمیان مسئلہ کشمیر پر مذاکرات ہوئے۔ صدر فضل الٰہی نے لاہور میں انجینئروں کے سالانہ کنونشن کا افتتاح کیا۔ میر علی بخش تالپور کی نظربندی کو سندھ بلوچستان ہائی کورٹ میں چیلنج کر دیا گیا۔ وزارت خارجہ کے ڈائریکٹر مسٹر عارف رضا انتقال کر گئے۔ کسٹم حکام نے ایک ہفتہ میں 288 سمگل شدہ کاریں برآمد کرلیں۔

29 مئی

وزیراعظم بھٹو سے مذاکرات کے چوتھے دور میں چینی وزیراعظم نے پاکستان کی مسلح افواج کی ضروریات پوری کرنے کا وعدہ کیا۔ گھی سے صنعت کی تجدید اور توسیع کے لئے وفاقی انتظامی بورڈ تشکیل دے دیا گیا۔ تربیلا کی سرنگ نمبر 4 آزمائشی طور پر کھول دی گئی۔

30 مئی

وزیراعظم بھٹو کے دورہ چین کے خاتمہ پر مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ چین پاکستان کی قومی آزادی اور خود مختاری کے لئے حمایت جاری رکھے گا اور کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی حمایت کرتا رہے گا۔ حکومت پاکستان نے مسٹر منصور احمد کو تھائی لینڈ میں پاکستانی سفیر مقرر کر دیا۔ ایک ہزار سکھ یاتری جور میلہ میں شرکت کے لئے لاہور پہنچ گئے۔ قومی دیہی ترقیاتی کونسل قائم کر دی گئی وزیراعظم کونسل کے چیئرمین ہوں گے۔ وزیراعظم بھٹو چین اور کوریا کے دورے کے بعد واپس وطن پہنچ گئے۔

31 مئی

قومی اسمبلی کا بجٹ اجلاس شروع ہو گیا۔ افغانستان میں اجمل خٹک اور دوسرے باغی لیڈروں کو نظربند کر دیا گیا۔ قومی اسمبلی نے قائداعظم کی حدود متعین کرنے کا بل منظور کر لیا۔ بین الاقوامی فلمی میلہ میں صبیحہ کو بہترین اداکارہ کا ایوارڈ مل گیا۔ قومی اسمبلی کے رکن آر ایم اینڈریوز انتقال کر گئے۔ روزنامہ جنگ نے اقلیتوں کے بارے میں ضمیمہ چھاپا۔ ملک بھر میں اقلیتوں کا دن منایا گیا۔

جولائی 1976ء

یکم جولائی

وزیراعظم بھٹو نے سال 77-1976ء کو سماجی بہبود اور دیہی ترقی کا سال قرار دے دیا۔ اس موقع پر اپنے پیغام میں وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ دیہی ترقی کے ذریعے خوراک میں خود کفالت حاصل کی جائے گی۔ میجر جنرل فضل رازق نے چیئرمین واپڈا کا چارج سنبھال لیا۔

2جولائی

پاکستان افریقی عوام کی بہادرانہ جدوجہد کی حمایت کرتا ہے۔ تیرھویں افریقی سربراہی کانفرنس کے موقع پر وزیراعظم بھٹو کا کانفرنس کے نئے منتخب ہونے والے صدر کے نام مبارکباد کا پیغام۔ پاکستان اور تنزانیہ کے درمیان ویزا ختم ہو گیا۔ بزرگ صحافی نصراللہ خان عزیز انتقال کر گئے۔

3جولائی

امریکہ کی دو سو سالہ یوم آزادی کے موقع پر امریکی صدر کے نام اپنے پیغام میں صدر پاکستان فضل الٰہی نے کہا کہ آئندہ سالوں میں امریکہ اور پاکستان کے درمیان دوستی اور تعاون کے گہرے تعلقات میں مزید اضافہ ہو گا۔

4جولائی

حکومت نے مصنوعی دھاگہ پر ایکسائز ڈیوٹی کم کر دی۔ گورنر سرحد نصیر اللہ بابر کی والدہ انتقال کر گئیں۔ وفاقی وزیر امور کشمیر سید قائم علی شاہ نے کہا کہ وزیراعظم بھٹو نے کشمیر کے مسئلہ میں نئی روح پھونک دی ہے۔

5جولائی

پاکستان کا پہلا سرکاری وفد بنگلہ دیش روانہ ہوا۔ وزیراعظم بھٹو نے سکوائش کے کھلاڑی قمرالزمان کو 1975ء کے بہترین کھلاڑی کا وزیراعظم ایوارڈ دیا۔ وفاقی حکومت نے بولان میڈیکل کالج کا انتظام سنبھال لیا۔ وفاقی حکومت نے بلوچستان کے لئے ایک انجینئرنگ کالج اور ایک کیڈٹ کالج کے قیام کی منظوری دی۔

6جولائی

قومی اسمبلی نے پی آئی اے میں ٹریڈ یونین سرگرمیوں پر پابندی کا بل منظور کر لیا۔ سینٹ میں اوقاف کے بل کی پہلی خواندگی مکمل کر لی گئی۔ وزیراعظم بھٹو ایران کے سرکاری دورے پر تہران پہنچے۔ وزیراعظم بھٹو اور شہنشاہ ایران کے درمیان باہمی دلچسپی کے اہم امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ بلدیہ کراچی کو میٹروپولیٹن کارپوریشن بنانے کا بل پیش کر دیا گیا۔ سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس بچل کی وفات پر سندھ ہائی کورٹ کا فل ریفرنس ہوا۔

7جولائی

پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان ویزا جاری کرنے کا سمجھوتہ طے پایا۔ وزیر تعلیم حفیظ پیرزادہ نے لاہور میں پاکستان کے پہلے سائنسی عجائب گھر کا افتتاح کیا۔ کراچی اسٹیل ملز کمپلیکس کا نام ذوالفقار آباد رکھ دیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے چین کی قومی عوامی کانگریس کی اسٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین مارشل چوتہہ کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ لاہور ہائی کورٹ نے بلوچستان کے رہنما عطاء اللہ مینگل کے بیٹے اسد اللہ مینگل کے مبینہ اغوا کے بارے میں رٹ درخواست کی سماعت ملتوی کر دی۔

9جولائی

صدر پاکستان نے ایک آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت خصوصی ٹریبونلز میں سزا کے خلاف ہائی کورٹوں میں اپیل کا حق حاصل ہو گیا۔ وزیراعظم بھٹو کی صدارت میں پیپلزپارٹی کی ازسرنو تنظیم نو کے لئے اعلیٰ سطحی اجلاس شروع ہو گیا۔ ملک بھر میں محترمہ فاطمہ جناح کا یوم وفات منایا گیا۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے۔ حکومت پاکستان کے محکمہ سیاحت نے فوکس ان پاکستان کی اشاعت دوبارہ شروع کر دی۔ سرگودھا کے بس کے دو حادثوں میں 33 افراد جاں بحق ہو گئے۔

10جولائی

انڈین اور پاکستان ایئرلائنز کے حکام کے درمیان فضائی سروس شروع کرنے کے لئے کراچی میں مذاکرات شروع ہوئے۔ پاکستان اور جکارتہ کے درمیان شہری پرواز کے معاہدے پر جکارتہ میں دستخط ہوئے۔ جرمنی کے چھ کوہ پیماؤں نے قراقرم کی 7785 میٹر بلند چوٹی "بطور" سر کر لی۔

11جولائی

مورو ٹی وی بوسٹر کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان ریلوے کی آمدورفت کے انتظامات مکمل کر لئے گئے۔

12جولائی

حکومت پاکستان نے پانچ دس اور سو روپے کے نئے کرنسی نوٹ جاری کر دیئے۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ امرتسر اور لاہور کے درمیان بائیس جولائی سے ریلوے سروس شروع ہو جائے گی۔ وزیراعظم نے سرگودھا کے قریب بس اور ایکسپریس ٹرین میں تصادم سے بھاری جانی نقصان پر گہرے رنج

آ کا اظہار کیا۔

13جولائی

انڈین اور پاکستانی ایئر لائنز کے درمیان دونوں ممالک میں فضائی سروس کی بحالی کے سمجھوتے پر دستخط ہو گئے۔ آر سی ڈی ممالک کے درمیان سائنسی اور ایٹمی تحقیقات کے تعاون کے بارے میں دو روزہ اجلاس ترکیہ کے شہر انقرہ میں شروع ہو گیا راولپنڈی کے قریب بس کے حادثہ میں بیس افراد ہلاک ہو گئے۔ جاپانی پہلوان انوکی نے پاکستانی پہلوانوں بھولو برادران کا چیلنج قبول کر لیا۔

14جولائی

وفاقی کابینہ نے حج پالیسی کی منظوری دے دی۔ حکومت پاکستان نے بری فوج کے میجر جنرل قمر علی مرزا کو پندرہ مارچ 1976ء سے ریٹائر کرنے کا اعلان کیا۔ روزنامہ خادم وطن حیدر آباد کے نیوز ایڈیٹر عبدالمجید مغل انتقال کر گئے۔ کراچی میں پانی کی بڑی پائپ لائن پھٹ گئی۔

15جولائی

کراچی میں پانی کی پائپ لائن پھٹنے سے عوام کا مشکلات کا سامنا۔ پانی کا ٹینکر 100 روپے سے 900 روپے تک فروخت ہوا۔ ممتاز کھلاڑی رشید نسیم انتقال کر گئے۔

16جولائی

پاکستان اور بھارت کے درمیان راولپنڈی میں فضائی سروس کی بحالی کے سمجھوتے پر دستخط ہوئے اس کے تحت 20 جولائی سے دونوں ممالک کے طیارے ایک دوسرے کے علاقوں پر پرواز کر سکیں گے۔ ملک بھر میں انتخابی فہرستوں کی تیاری کا کام شروع ہو گیا۔ تربیلا سپل وے کی چٹان ٹوٹنے سے دو کاریگر بہہ گئے۔

17جولائی

ملک بھر میں کاٹن جننگ فیکٹریوں، چاول اور آٹا کی ملوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا۔ سندھ میں 159 کاٹن جننگ ملیں، 35 فلور ملوں اور 675 رائس ملوں کو قومی تحویل میں لیا گیا۔ پنجاب میں 58 فلور ملیں قومی تحویل میں لی گئیں۔ زرعی انتظام کے لئے نئی وزارت کا فوری مقام سید قائم علی شاہ کو وزیر اور ممتاز احمد کو وزیر مملکت بنا دیا گیا۔ میاں عطاء اللہ نے وزیر صنعت کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

18جولائی

خواتین کی حقوق کمیٹی نے اپنی رپورٹ تیار کر لی۔ رپورٹ کا پہلا حصہ وزیراعظم کو پیش کر دیا گیا۔ کراچی میں موسلادھار بارش سے چھ افراد جاں بحق ہو گئے۔ نئی حج پالیسی کے تحت امسال 34 ہزار عازمین حج فریضہ حج ادا کر سکیں گے۔

19جولائی

قومی تحویل میں لئے گئے اداروں کو معاوضہ کی ادائیگی کے لئے آرڈیننس جاری کر دیا گیا۔ کراچی میں طوفانی بارش اور آندھی کے باعث سپرہائی وے اور قومی شاہراہ بہہ گئیں متعدد افراد ہلاک ہوئے۔ اولمپک میں پاکستان اور سپین کی ہاکی ٹیموں میں میچ برابر رہا۔

20جولائی

پاکستان اور نائجیریا کے درمیان اقتصادی تعاون کے لئے بات چیت شروع ہو گئی۔ بھارت پر سے پرواز کر کے پی آئی اے کا پہلا طیارہ ٹوکیو پہنچا۔ پنجاب اور سندھ میں بارشوں کے باعث دریائے سندھ کی سطح بلند ہو گئی۔ روزنامہ جنگ نے آر سی ڈی ڈاک ٹکٹوں کی نمائش کے سلسلے میں ضمیمہ شائع کیا۔

21جولائی

پاکستان اور بھارت کے سفیر اپنے عہدے سنبھالنے کے لئے دہلی اور اسلام آباد روانہ ہو گئے۔ گیارہ سال بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان کمرشل پروازوں کا آغاز ہوا۔ سندھ اسمبلی میں حیدر آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے قیام کا بل منظور کر لیا گیا۔ پاکستان نے اولمپک چیمپئن شپ میں جرمنی کو چار کے مقابلے میں دو گول سے ہرا دیا۔

22جولائی

پاکستان اور بھارت کے درمیان ریلوے کا رابطہ بحال ہو گیا۔ پاکستان کے آثار قدیمہ کے مشیر سر ویلر انتقال کر گئے۔ لس بیلا میں سرکاری اراضی کے مزارعین کو مالکانہ حقوق دے دیئے گئے۔

23جولائی

سازش کیس کی سماعت کرنے والے خصوصی ٹریبونل نے عبدالولی خان اور مسٹر اے ایس فیصل کو ان کے خلاف عائد فرد جرم پڑھ کر سنائی۔ سیلاب کے باعث حیدر آباد کے سینکڑوں دیہات زیر آب آ گئے۔ ٹیلیفون انڈسٹریز آف پاکستان کے تمام ملازمین کی تنخواہوں میں دس فیصد اضافہ کا اعلان ہوا۔

حکومت پاکستان نے سماجی بہبود کے پیشہ ور کارکنوں کی کل پاکستان کونسل قائم کرنے کا اعلان کیا۔

24جولائی

وزیراعظم بھٹو نے تیل کی تلاش کرنے کی کوشش تیز کرنے کی ہدایت کی۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان مذاکرات مکمل ہو گئے۔ تعلیمی و ثانوی بورڈ لاہور نے انٹرمیڈیٹ کے نتائج کا اعلان کر دیا۔ ممتاز اداکار سنتوش کمار پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔ پاکستان نے نیوزی لینڈ کو ہاکی میچ میں دو کے مقابلے میں تین گول سے ہرا دیا۔

25جولائی

بھارتی ہوائی کمپنی کی پہلی باقاعدہ پرواز بمبئی سے کراچی پہنچی۔ حکومت نے پٹ فیڈر کے علاقے میں کسانوں کو پانچ لاکھ ایکڑ اراضی مفت فراہم کرنے کا اعلان کر دیا۔

26جولائی

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ عوام کو روٹی' کپڑا' مکان کی بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کے ٹھوس اقدامات کئے جا رہے ہیں - وہاڑی اور قصور کے اضلاع میں قومی اسمبلی کی نشستیں مختص کر دی گئیں - قومی اقتصادی کونسل نے ایک ارب بیس کروڑ کے ترقیاتی منصوبوں کی منظوری دے دی۔ زرعی یونیورسٹی لائل پور (فیصل آباد) میں سمسٹر سسٹم رائج کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ پاکستان کی فٹ بال ٹیم نے جشن کابل میں افغانستان کی ٹیم کو ہرا دیا۔

27جولائی

وزیراعظم بھٹو کوئٹہ سے زیارت پہنچے۔ راولپنڈی میں بس نالے میں گرنے سے گیارہ افراد ہلاک ہو گئے۔ روزنامہ امروز لاہور نے ریڈیو آرٹسٹ یاسمین طاہر کے حالات زندگی شائع کیے۔ پاک فوج کی جماعت نے میجر منظور حسین کی قیادت میں 21 ہزار 665 فٹ بلند چوٹی سر کر لی۔

28جولائی

پنجاب اسمبلی نے چولستان کی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کا بل منظور کر لیا۔ پاکستانی ڈاکٹروں اور نرسوں کی ایک جماعت بیروت روانہ ہو گئی۔ راوی' سندھ' چناب کے سیلابی پانی کا ریلا پنجاب سے گزر گیا۔

29جولائی

وزیراعظم بھٹو نے ژوب میں کہا کہ رجعت پسندوں کو ایک ٹھوکر سے ختم کر دیا جائے گا۔ وزیراعظم نے مری بگتی علاقوں میں آٹھ لاکھ کے تقاوی قرضے معاف کر دیئے۔ سیالکوٹ' ڈسکہ' کیمبل پور کو سوئی گیس کی فراہمی شروع کر دی گئی۔ پاکستان نے اولمپک میں ہاکی کے مقابلوں میں ہالینڈ کو ہرا کر کانسی کا تمغہ جیت لیا۔

30جولائی

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کی سالمیت کو اب کوئی خطرہ درپیش نہیں - پنجاب میں دریاؤں کی صورتحال بہتر ہو گئی۔

31جولائی

لاہور میں شدید بارش' نشیبی علاقے زیر آب آ گئے۔ پی آئی اے کی لندن پرواز کے دوران چار لاکھ کے کرنسی نوٹ پراسرار طور پر غائب ہو گئے۔

اگست 1976ء

یکم اگست

پاکستان اور امریکہ کے درمیان عارضی مواصلاتی رابطہ قائم ہو گیا۔ چناب اور راوی میں زبردست سیلاب کی وجہ سے سینکڑوں دیہات زیر آب آ گئے۔ سیلاب سے متاثرین کی امداد کے لیے فوج طلب کر لی گئی۔ مولوی صالح محمد پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔

2اگست

وزیراعظم بھٹو نے ملک بھر میں پیپلزپارٹی کی رکنیت سازی کی مہم شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔ سیلاب سے راولپنڈی' پشاور اور لاہور کے درمیان ریل اور سڑک کا رابطہ منقطع ہو گیا۔ پنجاب اور سرحد میں شدید بارشوں اور مٹی کے تودے گرنے سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک سو ہو گئی۔

3اگست

حکومت پاکستان نے یہود نواز تنظیم چلڈرن آف گاڈ کے کارکنوں کو ملک چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ عراقی حکومت پاکستانی زائرین کو سہولتیں دینے پر رضامند ہو گئی۔ دریائے جہلم کا پانی جہلم شہر میں داخل ہو گیا۔ دریائے چناب میں سیلاب سے چنیوٹ شہر کو خطرہ لاحق ہو گیا۔

4اگست

پیپلزپارٹی کی رکنیت کے نئے طریق کار کا اعلان کر دیا گیا۔ سینٹ نے اوقاف کابل منظور کر لیا۔ خواجہ صفدر کو سینٹ میں حزب اختلاف کا قائد

تسلیم کر لیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے پاکستان میرین اکیڈمی کے مستقل کیمپس کا سنگ بنیاد رکھا اس کیمپس کی تعمیر تین مرحلوں میں ہو گی اور اس منصوبے پر آٹھ کروڑ ساٹھ لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔

5اگست

وزیراعظم بھٹو نے کراچی سے 36 میل دور محمد بن قاسم بندرگاہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ پاکستان کی دوسری بڑی بندرگاہ ہو گی اور اس کی تعمیر پر دو ارب ارسٹھ کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔ چترال کی تمام چراگاہوں' سیرگاہوں اور جنگلات کو سرکاری املاک قرار دے دیا گیا۔ شدید بارشوں سے دریائے راوی' چناب اور جہلم میں دوبارہ سیلاب آگیا۔

6اگست

صدر پاکستان چوہدری فضل الٰہی نے کہا کہ موریطانیہ اور پاکستان میں دوستی کے رشتے مضبوط ہوں گے۔ وزیراعظم بھٹو نے موریطانیہ کے صدر کا اسلام آباد پہنچنے پر استقبال کیا۔ پنجاب کے دس اضلاع میں 2668 دیہات زیر آب آ گئے۔ مکانات گرنے سے سینکڑوں افراد جاں بحق ہو گئے۔ خصوصی ٹریبونل نے چوہدری ظہور الٰہی کو چار سال قید کی سزا سنائی۔

7اگست

وزیراعظم بھٹو اور موریطانیہ نے صدر مختاالادا کے درمیان تین گھنٹے طویل بات چیت ہوئی۔ ملتان کے قریب شیر شاہ اور دیول بند ٹوٹنے سے وسیع علاقہ زیر آب آگیا۔

8اگست

امریکی وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کسنجر پاکستان کے دورے پر لاہور پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اور امریکہ کے تعلقات انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ دریائے چناب کا پانی چنیوٹ شہر میں داخل ہو گیا۔ سیلاب سے پنجند ہیڈ ورکس کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا۔

9اگست

اسلام آباد میں امریکہ اور پاکستان کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے جس کے تحت امریکہ پاکستان کو خوردنی تیل فراہم کرے گا۔ سیلاب کے باعث ملک کی اہم اکیاون شاہراہوں کو بند کر دیا گیا۔

11اگست

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ فرانس سے ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کا سمجھوتہ ختم نہیں کیا جا سکتا۔ پنجند میں شدید سیلاب سے ملکی والا' رنگپور کینال اور چناب بند ٹوٹ گئے۔

12اگست

فرانسیسی وزیراعظم نے کہا کہ امریکہ کو پاک فرانس معاہدے پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

13اگست

وزیراعظم بھٹو نے یوم آزادی کے موقع پر پیغام میں کہا کہ قومی سیاسی زندگی میں جمہوری اداروں کو مضبوط بنایا جائے۔ صوبہ سندھ کا ملک کے باقی حصوں سے رابطہ کٹ گیا سدھنائی ہیڈورکس کا بند توڑ دیا گیا۔ پچاس دیہات زیر آب آ گئے۔

14اگست

ملک بھر میں 29 واں یوم آزادی منایا گیا۔ عام تعطیل رہی۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے۔

15اگست

وزیراعظم بھٹو نے کراچی میں الجزائر کے صدر بومدین سے مشرق وسطیٰ کی صورتحال پر بات چیت کی۔ وفاقی حکومت نے سیلاب سے متاثرین کی امداد کے لیے چھ کروڑ 25 لاکھ کی امداد دینے کا اعلان کیا۔ روہڑی شہر میں سیلاب کا پانی داخل ہو گیا۔

16اگست

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ ملک میں سیاسی سرگرمیوں پر کوئی پابندی نہیں۔ اوقاف کا بل قومی اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ صادق آباد' خانپور' روہڑی سیکشن پر ریل گاڑیوں کی آمدورفت معطل ہو گئی۔

17اگست

کشمیر کا تنازعہ صرف حق خود ارادیت سے طے ہو سکتا ہے۔ (عزیز احمد) وزیراعظم کی ہدایت پر سیلاب کمیٹی قائم کر دی گئی۔ امیر محمد خان ہوتی پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔

18اگست

قومی اسمبلی نے محکمہ اوقاف کو وفاقی حکومت کی تحویل میں لینے کا بل منظور کر لیا۔ افغانستان کے صدر داؤد کے دورہ پاکستان کی تیاریاں شروع کر

دی گئیں۔ دریائے سندھ میں سیلاب سے سون شریف کے قریب پل ٹوٹ گیا۔ ملتان' راولپنڈی کے درمیان تیزگام منسوخ کر دی گئی۔

19 اگست

لیبیا کے صدر کرنل قذافی اچانک پاکستان پہنچ گئے۔ وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ متحدہ عرب امارات نے پاکستان کو سیلاب زدگان کے لیے دس لاکھ 27 ہزار ڈالر کی امداد دینے کا اعلان کر دیا۔

20 اگست

افغانستان کے صدر داؤد سرکاری دورے پر پاکستان پہنچے۔ الیکشن کمیشن نے پنجاب کے چھ اضلاع کی نئی حلقہ بندیوں کا اعلان کر دیا۔ دریائے سندھ سے روہڑی شہر کو خطرہ لاحق ہو گیا۔

21 اگست

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ افغانستان پاکستان کے درمیان کبھی دشمنی نہیں ہو سکتی۔ وزیراعظم بھٹو اور صدر داؤد کے درمیان مذاکرات کا پہلا دور مکمل ہو گیا۔ سرحد اسمبلی میں اقلیتوں کے نمائندے مسٹر بی اے ملک انتقال کر گئے۔

22 اگست

افغان صدر داؤد نے کہا کہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان دوستانہ تعلقات کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ افغانستان کے صدر لاہور پہنچے۔

23 اگست

سینٹ نے متفقہ طور پر اسلام آباد یونیورسٹی کا نام قائداعظم یونیورسٹی رکھنے کا بل منظور کر لیا۔ قومی اسمبلی میں سیلاب کے اعداد و شمار کے بارے میں بتایا گیا کہ سیلاب سے تیرہ ہزار دیہات متاثر ہوئے۔ پانچ لاکھ مکانات منہدم ہوئے اور بائیس لاکھ ایکڑ پر کھڑی فصلیں تباہ ہوئیں۔

24 اگست

افغان صدر داؤد پاکستان کا سرکاری دورہ ختم کر کے واپس وطن روانہ ہو گئے۔

25 اگست

پنجاب یونیورسٹی کے نام سے جعلی ڈگریاں جاری کرنے والی یونیورسٹی پکڑی گئی۔ پریس کمیشن نے اخبارات سے متعلق ضابطہ اخلاق کو آخری شکل دے دی۔ فرانس نے پاکستان کو ایٹمی پروسیسنگ پلانٹ دینے کا فیصلہ واپس نہ لینے کا اعلان کیا۔

26 اگست

سیلاب سے ٹھٹھہ کو خطرہ لاحق ہو گیا چار سو دیہات زیر آب آ گئے۔ موزمبیق میں مقیم پاکستانیوں نے حکومت موزمبیق کو سولہ ہزار چھ سو ڈالر کا عطیہ دیا۔

27 اگست

وفاقی حکومت نے جہاز رانی کا چالیس فی صد کام ملکی جہاز راں کمپنیوں کو دینے کا اعلان کیا۔ قومی اسمبلی میں کاٹن جننگ بل منظور کر لیا گیا۔ کراچی کا ایٹمی بجلی گھر بند کرنے کی کوئی دھمکی نہیں دی گئی۔ وزیر امور خارجہ عزیز احمد کا بیان۔

28 اگست

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کے عام لوگوں کا مفاد مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ چین اور پاکستان رکا ہوا سامان بنگلہ دیش بھیجنے پر رضامند ہو گئے۔ سیلاب کا ریلا ٹھٹھہ سے گزر گیا۔ صنعتی ترقیاتی بنک نے آٹھ منصوبوں کے لیے تین کروڑ سولہ لاکھ روپے کی منظوری دے دی۔

29 اگست

لاہور میں پولیس نے ایک مکان پر چھاپہ مار کر ایک کروڑ روپیہ' آٹھ ہزار تولے سونا اور بھاری تعداد میں گھڑیاں برآمد کر لیں۔ قومی اسمبلی کے رکن ذوالفقار باجوہ کو گوجرانوالہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ بنگلہ دیش کے معروف شاعر نذرالسلام انتقال کر گئے۔

30 اگست

سمگلر رات ... بجے تک اپنا کالا دھن ظاہر کر دیں ورنہ ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی' حکومت کا سمگلروں کو انتباہ۔ قومی اسمبلی کے رکن ذوالفقار باجوہ مرحوم کو قومی اسمبلی اور سینٹ کے اجلاسوں میں خراج تحسین پیش کیا گیا۔

31 اگست

عوامی حکومت اسلام کی تبلیغ پر 38 لاکھ 65 ہزار روپے خرچ کر چکی ہے۔ سیلاب پر قابو پانے کے لیے چار ارب روپے کا جامع منصوبہ تیار کر لیا گیا۔ خفیہ دولت ظاہر کرنے کی رعایت کے تحت آٹھ کروڑ روپے کے

گوشوارے جمع کرائے گئے۔

ستمبر1976ء

یکم ستمبر

پاکستان اور بھارت میں ہوائی ڈاک کے انتظامات مکمل کر لیے گئے۔ قومی اسمبلی میں آئین میں ترمیم کا پانچواں بل پیش کر دیا گیا۔ وفاقی حکومت نے ہر سال جنوری کے پہلے ہفتے میں مسلح افواج کا ہفتہ منانے کا فیصلہ کیا۔

2 ستمبر

وفاقی حکومت نے اعلان کیا کہ ایک ارب چھیالیس کروڑ روپے کی خفیہ رقم ظاہر کی گئی جس پر ستائیس کروڑ روپے ٹیکس وصول کیا گیا۔

3 ستمبر

وفاقی وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ نے کہا کہ آئین میں پانچویں ترمیم کا مقصد ملکی سالمیت کو مستحکم کرنا ہے۔ پیپلزپارٹی کے منشور گروپ کو توڑ دیا گیا۔ نئی چاول پالیسی کا اعلان کر دیا گیا لاہور اور پشاور کینٹ کے درمیان خیبر میل ریل چلنا شروع ہو گئی۔

4 ستمبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پارلیمانی نظام میں پارلیمنٹ کو ہمیشہ بالادستی حاصل رہتی ہے۔ بلوچستان میں شدید سیلاب سے بولان بند کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ کوئٹہ اور راولپنڈی کے درمیان تمام ٹرینوں کی آمدورفت روک دی گئی۔ فوج طلب کر لی گئی۔

5 ستمبر

قومی اسمبلی نے آئین میں پانچویں ترمیم کا مسودہ بغیر کسی مخالفت کے منظور کر لیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ تیسری دنیا کو استحصال سے نجات دلانے کے لیے نیا عالمی اقتصادی نظام ضروری ہو گیا ہے۔ صدر فضل الٰہی نے کہا کہ ہماری آزادی بری، بحری اور فضائیہ افواج کی مرہون منت ہے۔

6 ستمبر

پاکستان بھر میں یوم دفاع منایا گیا۔ عام تعطیل رہی۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے۔

7 ستمبر

وزیر اعظم بھٹو نے برطانیہ سے کوہ نور ہیرا واپس کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ بولان بند ٹوٹنے سے لاڑکانہ اور شکارپور کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا۔ کوہ نور ہیرے کے بارے میں روزنامہ مشرق نے مضمون شائع کیا۔

8 ستمبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کرنے کا کام مقررہ مدت سے پہلے مکمل کر لیا جائے گا۔ حکومت کو ایک مشین والے چاول صاف کرنے کے کارخانے مالکان کو واپس دینے کا حکم دے دیا۔

9 ستمبر

پاکستان نے چین کے رہنما ماوزے تنگ کا سوگ ایک ہفتہ منانے کا اعلان کیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے بنگلہ دیش کی نئی حکومت کو مذاکرات کی دعوت دے دی۔ وزیر اعظم بھٹو نے ماوزے تنگ کے انتقال پر اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ ماوزے تنگ کے انتقال سے دنیا بھر کے مظلوم عوام کی جدوجہد کو سخت دھچکا لگا ہے۔

10 ستمبر

پاکستان میں ماوزے تنگ کا سوگ شروع ہو گیا۔ مسلح نوجوانوں نے بھارتی طیارہ اغواء کر کے رات ایک بجے لاہور ایئرپورٹ پر اتار لیا۔

11 ستمبر

قائداعظم کا یوم وفات عقیدت و احترام سے منایا گیا۔

12 ستمبر

بھارتی طیارہ اغوا کرنے والے چھ افراد کو اغواء کر لیا گیا۔ پانی کا ریلا ضلع دادو میں داخل ہو گیا۔ ممتاز صحافی بشیر صحرائی انتقال کر گئے۔

13 ستمبر

کراچی میں عمارت گرنے کے حادثہ میں 80 افراد ہلاک اور 150 افراد کی نعشیں ملبہ میں دب گئیں۔ معروف پنجابی شاعر عبدالمجید بھٹی انتقال کر گئے۔ چیئرمین ماؤزے تنگ کی میت پر پاکستان کی جانب سے پھولوں کی چادر چڑھائی گئی۔

14 ستمبر

وزیر اعظم بھٹو نے کراچی میں عمارت کے گرنے کے حادثے پر غم کا

اظہار کیا۔ حادثہ میں مرنے والوں کی تعداد 130 ہو گئی۔

15 ستمبر

حکومت پاکستان نے تیسری دنیا کے ممالک کی سربراہی کانفرنس کو ناگزیر قرار دیا۔ کراچی میں عمارت گرنے میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 139 ہو گئی۔ سندھی صحافی اور ادیب مولانا غلام محمد گرامی انتقال کر گئے۔

16 ستمبر

حکومت بھارت سے چھوٹے مسائل پر تصفیہ کر کے کشمیر پر بات کرے گی' وزیر اعظم بھٹو

17 ستمبر

مسئلہ کشمیر بھی جلد حل ہو گا' وزیر اعظم بھٹو۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان پی آئی اے اور انڈین ریفائنری کا سمجھوتہ طے پا گیا۔ پنجاب کے سابق گورنر سر فرانسس مودی انتقال کر گئے۔ سلطان احمد کو پریس کمیشن کا چیئرمین بنا دیا گیا۔ چین کے کوہ پیماؤں نے ترچ میر کی چوٹی سر کرلی۔

18 ستمبر

مزار قائد کی تعمیر کے لیے 35 ایکڑ اراضی کے تصرف کے لیے کمیٹی بنا دی گئی۔ پیر علی جان شاہ کو پیپلز پارٹی آزاد کشمیر کا صدر نامزد کر دیا گیا۔ عائشہ بلڈنگ کراچی کو خطرناک قرار دے دیا گیا۔

19 ستمبر

وزیر اعظم بھٹو کی ہدایت پر پنجاب کے سیلاب سے متاثرہ آٹھ اضلاع کو آفت زدہ قرار دے دیا گیا۔ روزنامہ امروز لاہور نے بیت المقدس کے بارے میں مضامین شائع کیے۔

20 ستمبر

بار کونسلوں کی میعاد بڑھا کر چار سال کر دی گئی۔ غیر قانونی طور پر ابو ظہبی جانے والے گیارہ پاکستانی سمندر میں ڈوب گئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے صدر سادات کو مصر کا دوبارہ صدر منتخب ہونے پر مبارکباد دی۔

21 ستمبر

مولانا نصیر اجتہادی پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ حنیف رامے کو ساڑھے چار سال قید اور پچاس ہزار روپے جرمانے کی سزا دی گئی۔ حکومت پاکستان نے گیارہ غیر قانونی طور پر ابو ظہبی جانے والے پاکستانیوں کی تفصیلات طلب کر لیں۔

22 ستمبر

تیسری دنیا کے ممالک کی سربراہی کانفرنس بلانے کی پاکستانی تجویز عملاً قبول کر لی گئی۔ سید محی الدین قادری نے وزیر اعظم بھٹو کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ کیمبل پور کے نئے کنوئیں سے تیل نکل آیا۔

23 ستمبر

پاکستان مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے لیے طویل مدت تک انتظار نہیں کر سکتا' وزیر اعظم بھٹو۔ اردو ٹائپ اور شارٹ ہینڈ سیکھنے والوں کو تین سو روپے ماہانہ اعزازی تنخواہ ملے گی۔

24 ستمبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کشمیریوں کے حق خود ارادیت سے دستبردار نہیں ہو گا۔

25 ستمبر

گھمرٹ کے قریب بس اور ویگن کا حادثہ' اٹھارہ افراد ہلاک ہو گئے۔

26 ستمبر

عید الفطر کا تہوار مذہبی جوش و جذبے سے منایا گیا۔ عام تعطیل رہی۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے۔

27 ستمبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ تیسری دنیا کے ممالک میں نئے اقتصادی نظام کے قیام کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ مغربی جرمنی کا اقتصادی وفد پاکستان پہنچا۔

28 ستمبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان میں کسی طبقے کو دوسرے طبقے کے استحصال کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ مغربی جرمنی پاکستان کو 23 کروڑ مارک کی امداد دے گا۔

29 ستمبر

روزنامہ امروز نے پاور اسٹیشن لائل پور کے بارے میں ضمیمہ شائع کیا۔

30 ستمبر

واجد علی شاہ کے پوتے عباس مرزا انتقال کر گئے۔

اکتوبر 1976ء

یکم اکتوبر

پاکستان کو ترقی پذیر ممالک کے گروپ 77 کا چیئرمین منتخب کر لیا گیا۔ وزیر اعظم بھٹو کی ہدایت پر سندھ کے بائیس لیبر لیڈر رہا کر دیئے۔ حکومت نے بر آمدات کی سرمایہ کاری کے لیے قرضہ کی شرائط کو نرم کر دیا۔ کرنسی نوٹوں کے بارے میں سٹیٹ بنک آف پاکستان کی وضاحت شائع کر دی گئی۔

2 اکتوبر

پاکستان میں ایٹمی ری پراسیسنگ پلانٹ کی تنصیب کا کام شروع ہو گیا۔ کراچی کی عزیز بلڈنگ کو گرانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

3 اکتوبر

وفاقی حکومت نے جہیز و تحائف پر پابندیوں کے بارے میں ضابطوں کا اعلان کر دیا۔ خلاف ورزی کرنے والے کو چھ ماہ قید یا دس ہزار جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی۔ امریکہ میں صدارت کے امیدوار مسٹر جمی کارٹر نے کہا کہ اگر وہ صدر بن گئے تو پاکستان کو ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کی فروخت بند کر دیں گے۔

4 اکتوبر

نئی دہلی میں پاکستان اور بھارت کے درمیان سلال بند پر مذاکرات شروع ہوئے۔ ولی خان اور دوسرے 5 افراد پر سازش کیس کی سماعت دوبارہ شروع ہو گئی۔ پاکستان کو نیمبیا کمیشن کا رکن منتخب کر لیا گیا۔ بھارت نے کشمیر پر اقوام متحدہ کی قرار دادیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ فیڈرل سکیورٹی فورس کے بارے میں روزنامہ جنگ نے ضمیمہ شائع کیا۔

5 اکتوبر

پاکستان نے مسئلہ کشمیر پر بھارت کے موقف کو مسترد کر دیا۔ وفاقی وزیر محنت میر تاج محمد جمالی نے راولپنڈی میں سہ فریقی لیبر کانفرنس کا افتتاح کیا۔ ممتاز عالم دین مولانا شفیع محمد انتقال کر گئے۔

6 اکتوبر

صدر نے جسٹس محمد حلیم کو سپریم کورٹ کا جج مقرر کیا۔ وزیر اعظم اور صدر نے مولانا شفیع محمد کی وفات پر غم کا اظہار کیا۔

7 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ کوئی طاقت حکومت اور محنت کشوں کے درمیان خلیج حائل نہیں کر سکتی۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ سعودی عرب کے شاہ خالد 10 اکتوبر کو پاکستان آئیں گے اور اسلام آباد میں فیصل مسجد کا سنگ بنیاد رکھیں گے۔ سلال بند پر پاک بھارت مذاکرات ختم ہو گئے۔

8 اکتوبر

حکومت سندھ نے سرخ پرچم نامی رسالے کے ماہ اپریل اور مئی کے پرچے ضبط کر لیے۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان ٹیلی مواصلاتی رابطہ مضبوط کرنے کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔

9 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ سعودی عرب اور پاکستان میں فوجی تعاون خارج از امکان نہیں۔

10 اکتوبر

سعودی عرب کے شاہ خالد پاکستان پہنچے۔ پاک سعودی مشترکہ بنک نے کام شروع کر دیا۔ پاکستان نے لاہور میں کرکٹ ٹیسٹ میچ میں فالو آن پر مجبور کر دیا۔

11 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو اور سعودی عرب کے شاہ خالد کے درمیان مذاکرات ہوئے۔ سعودی عرب اور پاکستان کے مشترکہ وزارتی کمیشن کا اجلاس شروع ہوا۔ شاہراہ قراقرم پر پہاڑی تودہ گرنے سے 20 افراد ہلاک ہو گئے۔

12 اکتوبر

شاہ خالد نے اسلام آباد میں شاہ فیصل مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ شاہ خالد لاہور پہنچ گئے۔ انہوں نے واہ آرڈیننس فیکٹری کا معائنہ بھی کیا۔ شاہ خالد کو شاہ فیصل مسجد کا نقرئی ماڈل پیش کیا گیا۔

13 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے لاہور کے قلعہ میں شاہ خالد کو ضیافت دی۔ سعودی شاہ خالد کراچی پہنچ گئے۔ بیگم سروری عرفان اللہ اور نوابزادہ مشرف علی پی پی پی میں شامل ہو گئے۔ روزنامہ جنگ کراچی نے فیصل مسجد کے بارے میں

تفصیلی مضمون شائع کیا۔

14 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ سعودی عرب اور پاکستان لازوال رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں۔

15 اکتوبر

شاہ خالد نے کہا کہ کشمیر کا تنازعہ اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطابق حل کیا جائے۔ کراچی میں ہزاروں افراد نے شاہ خالد کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی۔ شاہ خالد نے پاکستان کے لیے 30 کروڑ روپے کے عطیہ کا اعلان کیا۔

16 اکتوبر

ملک بھر میں نوابزادہ لیاقت علی خان کی برسی منائی گئی۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے۔

17 اکتوبر

وزارت خارجہ نے اعلان کیا کہ سعودی شاہ خالد کے دورے سے شاندار کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ پانچ سو اعلیٰ افسران و ملازمین سبکدوش کر دیئے گئے۔ تفہیم القرآن کا گجراتی میں ترجمہ کر دیا گیا۔

18 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے شاہ خالد سے تحفہ میں ملنے والی کار کو سرکاری تحویل میں دے دیا۔ ملک بھر میں خواتین کا ہفتہ شروع ہو گیا۔ اسکریننگ کی زد میں آنے والے سرکاری ملازمین کو نوٹس جاری کر دیئے گئے۔

19 اکتوبر

پاکستان اور بھارت کے نمائندوں کے درمیان سلال بند پر مذاکرات شروع ہوئے۔ پی آئی اے کے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا جائے گا' ایئر مارشل نور خان۔ پاکستان اور انگولا کے درمیان سفارتی قیام کا فیصلہ کر لیا گیا۔

20 اکتوبر

وزیر تعلیم حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ پرائمری تعلیم عام کرنے کے لیے ایک کمیشن قائم کیا جائے گا۔ حکومت نے مشروط قرضوں کے تحت کسٹم ڈیوٹی کی رعایتیں واپس لے لیں۔ بڑے شہروں کے لیے ٹرانسپورٹ کارپوریشن قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

21 اکتوبر

انسانوں کی سمگلنگ کرنے والوں کے خلاف ڈی پی آر کے تحت سزائیں دینے کا اعلان کر دیا گیا۔ سرکاری اعلان میں کہا گیا کہ سلال بند پر مذاکرات میں پاکستان کے مفادات کو نقصان نہیں پہنچنے دیا جائے گا۔ مسٹر غلام علی میمن کو سندھ کا ایڈووکیٹ جنرل مقرر کر دیا گیا۔

22 اکتوبر

جام صادق علی مستعفی ہو گئے۔ ولی خان کے خلاف سازش مقدمہ کی سماعت آٹھ نومبر تک ملتوی کر دی گئی۔ ہفتہ بیداری خواتین پر روزنامہ جنگ کراچی نے ضمیمہ شائع کیا۔

23 اکتوبر

بیگم نصرت بھٹو نے خواتین کے حقوق کا 19 نکاتی منشور جاری کر دیا۔ کراچی کے پروفیسر انعام الرحمان نے صحافت میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی۔

24 اکتوبر

پاکستان اور رومانیہ کے درمیان صنعتی تعاون کا سمجھوتہ طے پا گیا۔ بیگم بھٹو نے حیدر آباد میں ویمن گارڈ کی سلامی لی۔

25 اکتوبر

حکومت نے پاکستان میں سائنس اور ٹیکنالوجی کے مراکز قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جام صادق نے استعفیٰ کی تردید کر دی۔ روزنامہ جنگ لندن سے شائع ہونا شروع ہو گیا۔

26 اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ انتخابات کے انتظامات مکمل کر لیے گئے ہیں۔ انتخابات مقررہ وقت پر ہوں گے۔ پانچویں ترمیم کے بارے میں وکلاء غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

27 اکتوبر

امریکہ پاکستان کے آبپاشی کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے 75 لاکھ ڈالر فراہم کرے گا۔ وفاقی وزیر خزانہ نے کہا کہ صنعتی سرمایہ کاری کے شعبے میں 33 فی صد اضافہ ہوا ہے۔ روزنامہ جنگ نے عرس لواری شریف کے بارے میں ضمیمہ شائع کیا۔

28اکتوبر

مولانا بھاشانی سیاست سے ریٹائر ہو گئے۔ اٹارنی جنرل پاکستان یحییٰ بختیار نے کہا کہ آئین میں پانچویں ترمیم سے عدالتوں کے اختیار کم نہیں ہوں گے۔ ممتاز صحافی کرنل مجید ملک انتقال کر گئے۔

29اکتوبر

وزیر اعلیٰ سندھ مصطفےٰ جتوئی نے کہا کہ بلدیاتی ادارے عوام کو سہولتیں فراہم کریں گے۔ گورنر سندھ کو چیف اسکاؤٹ کا اعزاز دیا گیا۔ وفاقی وزیر صحت نے حیدر آباد میں پہلے خاندانی منصوبہ بندی قومی انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح کیا۔

30اکتوبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان نے دو طرفہ پالیسی اپنا کر مشکلات پر قابو پا لیا ہے۔ بنگلہ دیش اور پاکستان کے درمیان مواصلاتی سیارے کے ذریعے رابطہ قائم ہو گیا۔

31اکتوبر

وزیر اعلیٰ پنجاب نے کہا کہ آئندہ انتخابات میں عوام کی خدمت کرنے والوں کو ہی ٹکٹ ملے گا۔ جسٹس صلاح الدین سپریم کورٹ کے قائم مقام چیف جسٹس مقرر ہوئے۔

نومبر1976ء

یکم نومبر

تحریک استقلال اور جمعیت علمائے اسلام کا اتحاد ختم ہو گیا۔ وزیر اعظم بھٹو قبائلی علاقوں کے دورے پر پشاور پہنچے۔

2نومبر

بنگلہ دیش کو پاکستان کی جانب سے بوئنگ طیارے کا تحفہ دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے مہمند ایجنسی میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عوام کی خاطر جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔

3نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ انقلابی اصلاحات ناکام بنانے کی کوشش کچل دی جائے گی۔ وزیر اعظم نے جمی کارٹر کو امریکہ کا صدر منتخب ہونے پر مبارکباد دی۔ یتیم خانوں کا نام بدل کر دارالاطفال رکھ دیا گیا۔

4نومبر

قبائلی علاقوں کی ترقی کے لیے تیرہ کروڑ روپے فراہم کر دیئے گئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ امریکہ اور پاکستان کی دوستی لازوال ہے۔ قدرتی وسائل کے وزیر یوسف خٹک نے چین کے مالی تعاون سے بچھائی جانے والی برہان ٹرانسمشن لائن کا افتتاح کیا۔

5نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ پاکستان کے دفاع کو ناقابل تسخیر بنا دیا جائے گا۔ وزیر اعظم نے رزمک میں کیڈٹ کالج کی تعمیر کی منظوری دے دی۔

6نومبر

پاکستان سے تحفے میں دیا جانے والا بوئنگ طیارہ بنگلہ دیش کے حوالے کر دیا گیا۔ وزیر اعظم بھٹو کی صدارت میں سرحد کابینہ کا اجلاس ہوا۔ ظہیر بابر انجمن مدیران جرائد کے صدر منتخب ہو گئے۔

7نومبر

حکومت نے یوم پیدائش علامہ اقبال 9 نومبر کو عام تعطیل قرار دے دیا۔ وفاقی حکومت نے انکم ٹیکس چوروں کے خلاف ملک گیر مہم چلانے کا فیصلہ کر لیا۔

8نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ علامہ اقبال نے عوام میں آزادی سے رہنے کا عزم پیدا کیا۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان ایک معاہدے پر دستخط ہوئے جس کے تحت پاکستان بنگلہ دیش کو 28 ریل کے ڈبے دے گا۔ واپڈا کے شعبہ بجلی لائن سٹاف کی تنخواہوں میں اضافہ کر دیا گیا۔

9نومبر

ملک بھر میں علامہ اقبال کا یوم پیدائش جوش و جذبے سے منایا گیا۔ عام تعطیل رہی۔ اخبارات نے خصوصی نمبر شائع کیے۔

10نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے صوبوں میں پانی کی منصفانہ تقسیم کے لیے عدالتی کمیشن قائم کر دیا۔ کینیڈا نے ایٹمی ری ایکٹر کی فراہمی کے لیے پاکستان پر شرائط عائد کر دیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر صادق حسین قریشی نے وزیر آباد

میں نئے پل کا افتتاح کیا۔

11 نومبر

دیر' سوات' چترال کے لیے عبوری قانونی اقدامات کا اعلان کر دیا گیا۔ جاپانی پہلوان انوکی اور بھولو برادرز کے درمیان کشتی کے مقابلوں کا اعلان کر دیا گیا۔ مقابلہ 12 دسمبر کو کراچی میں ہو گا۔

12 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ ایٹمی ری ایکٹر کے حصول کے لیے پاکستان امریکی دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لائے گا۔ بنوں میں لڑکیوں کے کالج کے قیام کی منظوری دے دی گئی۔ روزنامہ امروز نے قائداعظم انٹرنیشنل ہاکی ٹورنامنٹ کے سلسلے میں پاکستانی کھلاڑیوں کا تعارف شائع کیا۔

13 نومبر

لائل پور (فیصل آباد) میں نئے ٹیلی فون ایکس چینج نے کام شروع کر دیا۔ قومی تنخواہ کمیشن کی سفارشات وزیر اعظم کو پیش کر دی گئیں۔ پرویز مسعود کو روم میں پاکستانی سفارتخانے میں قونصلر مقرر کیا گیا۔

14 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ کشمیر کا کسی ملک سے کنفیڈریشن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی حکومت کشمیر کی موجودہ صورتحال قبول نہیں کر سکتی۔ صوبائی وزیر مواصلات صاحب داد نے دینہ میں اودر ہیڈ برج کا افتتاح کیا۔

15 نومبر

سردار شوکت حیات خان پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے واہ میں کہا کہ اپوزیشن نے تشدد کی سیاست کا راستہ اختیار کیا تو اسے اس کے نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ ایئر مارشل نور خان کو ریاٹا کی نامزدگی کمیٹی کا رکن منتخب کر لیا گیا۔

16 نومبر

سینٹ نے ضابطہ فوجداری کے ترمیمی بل کی منظوری دے دی۔ قومی اسمبلی نے اپنے نشان کی منظوری دے دی۔ یہ نشان دائرے کی شکل میں ہے جس پر قرآنی آیات وامرھم شوری بینھم اور اردو انگریزی میں قومی اسمبلی پاکستان لکھا ہے۔ نشان کے وسط میں قومی اسمبلی کی موجودہ عمارت اور ہلال و ستارہ بنا ہوا ہے۔

مولانا عبدالحمید خان بھاشانی انتقال کر گئے۔ راولپنڈی' پشاور اور سرگودھا میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کیے گئے۔ قومی اسمبلی نے امداد باہمی کے وفاقی بنک کی منظوری دے دی۔ اردو کے ممتاز نقاد وقار عظیم انتقال کر گئے۔

18 نومبر

امریکی صدر جمی کارٹر نے کہا کہ پاک امریکہ تعلقات کو مستحکم بنانے کی جدوجہد جاری رکھوں گا۔ مولانا بھاشانی کو سرکاری اعزاز کے ساتھ ان کے آبائی گاؤں سنتوش میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

19 نومبر

قومی اسمبلی میں ریلوے پولیس فورس کی تشکیل کا بل پیش کیا گیا۔ یہ اقدام مسافروں کو تحفظ کی سہولت فراہم کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ سندھی زبان کے موجودہ رسم الخط کے بارے میں روزنامہ جنگ میں مظہر یوسف کا مقالہ شائع ہوا۔

20 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ انتخابات کے موقع پر ہر جماعت کو تقریر کی آزادی حاصل ہو گی۔ حیدر آباد کے وکلاء نے آئین کی پانچویں ترمیم کی حمایت کر دی۔ پاکستان اور ہالینڈ قائداعظم انٹرنیشنل ہاکی ٹورنامنٹ کے فائنل میں پہنچ گئے۔

21 نومبر

ڈھاکہ اور کراچی کے درمیان سات دسمبر سے ہوائی سروس شروع کرنے کا اعلان ہوا۔ پاکستان نے قائداعظم ہاکی انٹرنیشنل ٹورنامنٹ میں ہالینڈ کو ہرا کر فائنل جیت لیا۔ روزنامہ جنگ نے ہفتہ ملازمین کے سلسلے میں ضمیمہ شائع کیا۔

22 نومبر

وزیر اعظم بھٹو نے سرکاری ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر ساٹھ سال مقرر کر دی۔ ریٹائرمنٹ کی عمر بڑھانے کا بل قومی اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ ایم دی مچھیاں کو سمندر میں اتار دیا گیا۔

23 نومبر

ڈاکٹر مبشر حسن نے کہا کہ حکومت قومیانے کی پالیسی ترک نہیں کرے

گی اور تشدد کی اجازت نہیں دے گی۔ سعودی عرب نے پاکستان میں کھاد کے کارخانے لگانے کے لیے آسان شرائط پر قرضہ دینے کا اعلان کیا۔

24 نومبر

قومی اسمبلی نے توہین عدالت اور سرکاری ملازمین کے قانون میں ترمیم کے بلوں کی منظوری دی۔ تنخواہ کمیشن پر غور کے لیے کابینہ کی کمیٹی بنا دی گئی۔ کوئٹہ میں کوئلہ کی کان میں دھماکے سے دو کان کن جاں بحق ہو گئے۔

25 نومبر

وزیراعظم بھٹو نے لاڑکانہ میں کہا کہ میں پوری زندگی عوام کے لیے وقف کر دی ہے۔ وزیراعظم نے پولیس اصلاحات کا اعلان کیا۔ قومی اسمبلی نے جھنگ سے رکن اسمبلی مولانا محمد ذاکر کی وفات پر افسوس کا اظہار کیا۔

26 نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ حکومت عام انتخابات کی تیاریاں کر رہی ہے۔ ملک میں قانون شکنی کو کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جائے گا۔ قومی اسمبلی نے تین بلوں کی منظوری دی۔ قومی اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی ہو گیا۔ جیوٹ ملز کراچی میں آتشزدگی۔

27 نومبر

بے انصافیوں اور استحصال کا خاتمہ کر کے دم لیں گے' وزیراعظم بھٹو۔ روزنامہ جنگ مولانا بھاشانی کے بارے میں تفصیلی مقالہ شائع کیا۔ شاہ خالد نے تین سو پاکستانیوں کو فریضہ حج کے لیے خصوصی اجازت دی۔

28 نومبر

وفاقی وزیر قانون ملک محمد اختر نے کہا کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات اکٹھے ہوں گے' بے نظیر بھٹو آکسفورڈ یونین کی صدر منتخب ہو گئیں۔ وہ برصغیر کا یہ اعزاز حاصل کرنے والی پہلی خاتون ہیں۔ رئیس امروہوی اور جمیل الدین عالی پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ راولپنڈی' پشاور' اسلام آباد' ڈیرہ اسماعیل خان میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کیے گئے۔ کراچی سے دو سو میل دور دو کروڑ روپے مالیت کا سمگل شدہ سونا اور دوسرا سامان پکڑا گیا۔

29 نومبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ سیلاب کی روک تھام کے لیے کمیشن قائم کیا جائے گا۔ صدر پاکستان نے یکم دسمبر سے بلوچستان اور سندھ کی علیحدہ ہائی کورٹوں کی تشکیل کا حکم نامہ جاری کر دیا۔ توہین عدالت کے بل پر پاکستان بار کونسل نے عدم اطمینان کا اظہار کر دیا۔

30 نومبر

وزیراعظم بھٹو کے حکم پر آٹے کا کوٹہ دوگنا کر دیا گیا۔ آبادی اور منصوبہ بندی کے شعبہ کو وفاقی حکومت کے سپرد کر دیا گیا۔ قومی تنخواہ کمیشن کی سفارشات پر غور کے لیے دو کمیٹیاں قائم کر دی گئیں۔ وزیراعظم نے ویسٹ انڈیز اور آسٹریلیا کا دورہ کرنے والی پاکستانی کرکٹ ٹیم کے لیے مراعات کا اعلان کیا۔

دسمبر 1976ء

یکم دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ منصفانہ معاشرے کے قیام کے لیے جدوجہد جاری رکھی جائے گی۔ بلوچستان ہائی کورٹ کے نئے چیف جسٹس' جسٹس خدا بخش مری نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان نظربندوں کا تبادلہ ہوا۔ صدر فضل الٰہی نے عیدالضحیٰ کے پیغام میں کہا کہ سنت ابراہیمی پر عمل سے قربانی کا جذبہ پیدا کریں۔

2 دسمبر

ملک بھر میں عیدالضحیٰ کا تہوار منایا گیا۔ عام تعطیل رہی۔

3 دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے زمینوں کی جعلی الاٹمنٹیں منسوخ کرنے کا اعلان کیا۔ سرحد کے وزیر اعلیٰ کے مشیر برائے امور طلبہ مسٹر پرویز رشید مستعفی ہو گئے۔ پاکستان کرکٹ کنٹرول بورڈ کی سلیکشن کمیٹی توڑ دی گئی۔

4 دسمبر

وزیراعلیٰ سندھ مصطفےٰ جتوئی نے کہا کہ حکومت عوام کے بنیادی مسائل حل کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے مسٹر سائرس وانس کو امریکہ کا وزیر خارجہ مقرر کیے جانے پر مبارکباد دی۔ روزنامہ جنگ نے متحدہ امارات کے بارے میں تفصیلی مضمون شائع کیا۔

5 دسمبر

قانون شریعت کا اطلاق بلوچستان کے سارے قبائلی علاقے پر ہو گا۔ وزیراعظم کی ہدایت پر صوبائی حکومت نے دو ضابطے جاری کر دیئے۔

وزیراعظم بھٹو کوئٹہ پہنچے۔

6دسمبر

بلوچستان میں سول حکومت بحال ہو گئی۔ مسٹر محمد بارزئی خان کی قیادت میں پانچ رکنی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ جام میر غلام قادر بلوچستان اسمبلی کے سپیکر اور قادر بخش بلوچ ڈپٹی سپیکر منتخب ہوئے۔

7دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کراچی میں سپر مارکیٹ کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ حکومت خیبر سے کراچی تک عوام کی خدمت کرتی رہے گی۔ ملک بھر میں پیپلزپارٹی کی تنظیم نو کر دی گئی۔ وزیراعلیٰ سندھ نے زمینوں کی بوگس الاٹمنٹوں کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔

8دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے جیورسٹ کانفرنس کراچی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ غریبوں کے مفادات پر سودے بازی نہیں ہو گی۔ آسٹریلیا اور ویسٹ انڈیز کے دورے کے لیے پاکستانی ٹیم کا اعلان کر دیا گیا۔

9دسمبر

پاکستانی ٹیلی ویژن نے عنقریب آزمائشی رنگین نشریات شروع کرنے کا اعلان کیا۔ کراچی ایئر پورٹ پر آتشزدگی سے انٹرنیشنل لاؤنج کو شدید نقصان پہنچا۔

10دسمبر

ملکی سالمیت اور جمہوریت کا تحفظ کیا جائے گا' وزیراعظم بھٹو۔ حکومت پاکستان نے اقلیتی فرقوں کے ادیبوں اور آرٹسٹوں کے لیے ادب' رقص' ڈرامہ' فنون لطیفہ میں تین ایوارڈ دینے کا اعلان کیا۔ یہ قائد عوام ایوارڈ کہلائیں گے۔ روزنامہ جنگ نے فن پہلوانی پر ضمیمہ شائع کیا۔

11دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ مقررہ وقت پر انتخابات کرانے کا مطالبہ ضرور پورا کیا جائے گا۔ پیپلزپارٹی سندھ کے عہدیداروں اور اراکین کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا۔ ممتاز صحافی اور روزنامہ مشرق لاہور کے مدیر مسکین احسن کلیم انتقال کر گئے۔

12دسمبر

انتخابات آزادانہ اور منصفانہ ہوں گے' وزیراعظم بھٹو۔ وزیراعظم نے منڈی بہاؤالدین میں کسانوں کی تاریخی ریلی سے خطاب کیا۔

13دسمبر

ریلوے انتظامیہ نے اعلان کیا کہ گیارہ کروڑ روپے کی لاگت سے کراچی میں جدید طرز کا ریلوے اسٹیشن قائم کیا جائے گا۔ تیسری جیورسٹ کانفرنس کے سلسلے میں قائداعظم ایوارڈ دیا گیا۔ روزنامہ جنگ نے ہفتہ کاشتکاراں کے سلسلے میں ضمیمہ شائع کیا۔

14دسمبر

حکومت مزید اصلاحات نافذ کرے گی' وزیراعظم بھٹو۔ ملیر میں 33 انچ قطر کی پائپ لائن پھٹ گئی۔ بھولو پہلوان نے انوکی پہلوان کو گوگا پہلوان سے لڑنے کا چیلنج کر دیا۔

15دسمبر

وزیر تعلیم حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ قومی اسمبلی ٹوٹنے سے اکیاون روز بعد انتخابات ہو جائیں گے۔ وزیراعلیٰ سندھ جتوئی نے شکارپور ٹی وی بوسٹر کا افتتاح کیا۔ یونان کے وزیراعظم کاسٹنٹائن کرا منلس پاکستان کے دورے پر اسلام آباد پہنچے۔

16دسمبر

امداد باہمی کا وفاقی بنک قائم کر دیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے یونان کے وزیراعظم سے ملاقات میں کہا کہ ہم ایشیاء اور یورپ کے درمیان مفاہمت کا سنہری پل تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ سکھر میں نئی لیبر کورٹ نے کام شروع کر دیا۔

17دسمبر

پاکستان اور یونان کے وزراء اعظم کے درمیان مذاکرات مکمل ہو گئے۔ یونان اور پاکستان میں اقتصادی و ثقافتی تعاون کے سمجھوتوں پر دستخط ہوئے۔ قومی اسمبلی میں سمندری حدود کا بل پیش کیا گیا۔

18دسمبر

کراچی میں قائداعظم کانفرنس کے انعقاد کو آخری شکل دے دی گئی۔ وزیراعلیٰ سندھ نے ٹھٹھہ کے قریب شوگر مل کا افتتاح کیا۔

19دسمبر

وزیراعظم بھٹو نے اسلام آباد میں قائداعظم انٹرنیشنل کانگریس کا افتتاح

کیا اور شجاع آباد میں ٹی وی بوسٹر کا افتتاح کیا۔ شاہجہانی مسجد ٹھٹھہ کے ترقیاتی منصوبے پر عملدر آمد شروع ہوگیا۔

20 دسمبر

وزیر اعظم بھٹو نے اسلام آباد میں سپورٹس کمپلیکس کا سنگ بنیاد رکھا۔ انوکی پہلوان نے بھولو اور ناصر بھولو کو دورہ جاپان کی دعوت دے دی۔

21 دسمبر

حکومت پاکستان سونے اور چاندی کے سکے جاری کرنے کا اعلان کیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں کہا کہ قائد اعظم خود اعتمادی کا مجسمہ تھے۔ بین الاقوامی قائد اعظم کانگریس کے دو سو مندوبین کو نقرئی تمغے دیئے گئے۔

22 دسمبر

پاکستان میں دریافت ہونے والے تیل کی آمدنی کا ایک ایک پیسہ ملکی معیشت کی ترقی پر خرچ ہو گا۔ قومی اسمبلی نے آئین میں چھٹی ترمیم کا بل منظور کرلیا۔ اس کے تحت سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور ہائی کورٹوں کے چیف جسٹس اپنی ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی مدت ملازمت پوری کر سکیں گے۔ کراچی اور حیدر آباد کی متعدد کچی بستیاں باقاعدہ قرار دے دی گئیں۔

23 دسمبر

انتخابات ملتوی نہیں ہوں گے' وزیر اعظم بھٹو کا اعلان۔ خصوصی عدالت نے ہاشم غلزئی اور حسین شاہ کی ضمانت منظور کرلی۔ روزنامہ جنگ نے مولانا عبدالباری ندوی کے حالات شائع کیے۔

24 دسمبر

صدر پاکستان نے تینوں مسلح افواج سے تعلق رکھنے والے پندرہ افسروں اور 21 دیگر ملازموں کو قائد اعظم صد سالہ ایوارڈ دیئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے گوجرانوالہ میں کہا کہ انتخابی مہم جلد شروع کردی جائے گی۔

25 دسمبر

ملک بھر میں قائد اعظم کا صد سالہ یوم پیدائش منایا گیا۔ اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے۔ وزیر اعظم بھٹو نے قائد اعظم یونیورسٹی کے احاطے میں قائد اعظم میوزیم کا سنگ بنیاد رکھا۔

26 دسمبر

بلوچستان میں کسانوں کو تین لاکھ ایکڑ اراضی فراہم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ متحدہ جمہوری محاذ نے انتخابات میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔ میٹھادر کراچی میں عمارت گرنے سے سات افراد ہلاک ہوگئے۔

27 دسمبر

احمد دادا کراچی سٹاک ایکس چینج کے صدر مقرر کر دیئے گئے۔ معروف گلوکارہ ارونا لیلیٰ کی بہن اور محمد امین فہیم کی اہلیہ رینا لیلیٰ انتقال کر گئیں۔

28 دسمبر

صوبہ سرحد کے وزیر تعلیم سکندر زمان اور رکن اسمبلی عبدالرؤف مسلم لیگ سے مستعفی ہو گئے۔ وزیر اعلیٰ سرحد نصراللہ خٹک نے دریائے کابل پر نوشہرہ پل کا سنگ بنیاد رکھا۔ وزیر اطلاعات سندھ نے کہا کہ کراچی کی بقیہ بستیوں کو بھی باقاعدہ کر دیا جائے گا۔

29 دسمبر

سینٹ نے ملک میں عام انتخابات کے لیے عوامی نمائندگی کے بل کی منظوری دے دی۔ پاکستان اور آسٹریلیا کے درمیان پہلا کرکٹ ٹیسٹ برابر رہا۔

30 دسمبر

راشن ڈپوؤں پر آٹے کا کوٹہ دوگنا کر دیا گیا۔

31 دسمبر

سینٹ نے بدعنوان ارکان اسمبلی کی رکنیت منسوخ کرنے کا بل منظور کر لیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ مناسب وقت پر عام انتخابات کا اعلان کر دیا جائے گا۔ دریائے سندھ کے پانی کی منصفانہ تقسیم کے لیے کمیشن قائم کر دیا گیا۔

جنوری 1977ء

یکم جنوری

ملک بھر میں یوم عاشور عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ عام تعطیل رہی۔

2 جنوری

الیکشن کمیشن آف پاکستان نے قومی و صوبائی اسمبلیوں کی نئی حلقہ بندیوں کا اعلان کر دیا۔ اعلان کے مطابق پنجاب میں قومی اسمبلی کی 115 صوبائی اسمبلی کی 257 صوبہ سرحد میں قومی اسمبلی کی 26 صوبائی اسمبلی کی 85 صوبہ بلوچستان میں قومی اسمبلی کی 7 صوبائی اسمبلی کی 43 صوبہ سندھ میں قومی اسمبلی کی 43 صوبائی اسمبلی کی 107 جبکہ قومی اسمبلی میں قبائلی علاقوں کے لئے 8 اقلیتوں کے لئے 6 وفاقی دارالحکومت کے لئے ایک اور خواتین کے لئے دس نشستیں مخصوص کی گئی ہیں۔ وزیراعظم بھٹو نے "ہم وطن" میگزین کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ پاکستان میں آئین کی بالادستی' مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق حکومت کی ترجیحات ہیں۔

3 جنوری

وزیر مملکت برائے دفاع و خارجہ امور عزیز احمد نے کینیڈا کی حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ کینیڈا نے ایٹمی تعاون کے سلسلے میں یکطرفہ فیصلہ کر کے پاکستان کے ساتھ کیے گئے تین معاہدوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے پریس پر زور دیا کہ وہ عوام کے مسائل کو بھرپور طریقے سے سامنے لائیں۔

4 جنوری

وفاقی حکومت نے مزدوروں کے لئے نئی اصلاحات کا اعلان کر دیا۔ معذوری کی صورت میں پنشن میں 75 فی صد اضافہ۔ دیگر مراعات میں اضافہ کر دیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے لعل شہباز قلندر کے مزار کے طلائی دروازے کا افتتاح کیا۔ یہ دروازہ بارہ فٹ لمبا اور نو فٹ چوڑا ہے۔ ایران پاکستان کی تیسری دنیا کے ممالک کی سمٹ کی تجویز میں تعاون پر رضامند ہو گیا۔

5 جنوری

وزیراعظم بھٹو نے زرعی اصلاحات کے دوسرے مرحلے کا اعلان کر دیا۔ مالیہ ختم کر کے 25 ایکڑ سے زائد زرعی اراضی پر انکم ٹیکس لگا دیا گیا۔ ستمبر 1976ء میں ایرانی ایئر لائنز کا طیارہ ہائی جیک کر کے لاہور لانے والے چھ ہائی جیکروں کو موثر شہادتیں نہ ہونے کے باعث رہا کر دیا گیا۔

6 جنوری

سول اور فوجی ملازمین کی پنشنوں میں اضافہ کر دیا گیا۔ مسلح افواج کے سپاہی کو 105 روپے کی بجائے 158 روپے اور لیفٹیننٹ جنرل کو 1675 روپے کی بجائے 2240 روپے پنشن ملے گی۔

7 جنوری

وزیراعظم بھٹو نے عام انتخابات کا اعلان کر دیا۔ قومی اسمبلی کے انتخاب 7 مارچ جبکہ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات 10 مارچ کو منعقد ہوں گے۔ موجودہ اسمبلیوں کی میعاد دس جنوری اور تیرہ جنوری کو ختم ہو جائے گی۔ قومی اسمبلی نے اراضی اصلاحات کے بل کی منظوری دے دی۔ سینٹ نے زیارت پریذیڈنسی کا نام تبدیل کر کے قائداعظم ہاؤس رکھنے کی قرارداد منظور کر لی۔ ملک بھر میں یکم جولائی سے جمعہ کو ہفتہ وار تعطیل قرار دے دیا گیا۔ وزیراعظم بھٹو نے علامہ اقبال کے صد سالہ یوم ولادت کی تقریبات کا افتتاح کیا۔ چیف الیکشن کمشنر کی مدت ملازمت میں تین سال کا اضافہ کر دیا گیا۔

8 جنوری

وزیراعظم بھٹو نے صدر کو قومی اسمبلی کو دو دن میں توڑنے کی تجویز دے دی۔ مفتی محمود نے کراچی جیل میں عبدالولی خان سے ملاقات کی۔ آزاد کشمیر میں کوآپریٹو بنکوں کی جداگانہ حیثیت ختم کر دی گئی۔

9 جنوری

صدر فضل الٰہی نے قومی اسمبلی توڑنے کا اعلان کر دیا۔ پیپلزپارٹی نے امیدواروں سے ٹکٹ کے لئے درخواستیں طلب کر لیں۔

10 جنوری

الیکشن کمیشن نے آئندہ عام انتخابات کے لئے سیاسی جماعتوں کو 52 انتخابی نشان الاٹ کر دیئے۔ طالب علم رہنما جاوید ہاشمی' شیخ رشید احمد اور احسان باری تحریک استقلال میں شامل ہو گئے۔ الیکشن کمیشن نے انتخابی قوانین' انتخابات میں شرکت کے لئے امیدواروں کے کاغذات نامزدگی جمع کرانے کی تاریخ کا اعلان کر دیا۔

11 جنوری

صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئیں۔ وفاقی پارلیمانی سیکرٹری سبکدوش کر دیئے گئے۔ نو سیاسی جماعتوں نے پاکستان قومی اتحاد کے قیام کا اعلان کر دیا ایک ہی پرچم اور نشان پر انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ۔ مصور فلم ایوارڈز کا اعلان کر دیا گیا۔ "ان داتا" کو بہترین فلم اور نذر شباب کو بہترین ڈائریکٹر قرار دیا گیا۔

12جنوری

سرحد کے سابق وزیر تعلیم راجہ سکندر زماں اور سابق رکن اسمبلی عبدالرؤف خان پی پی میں شامل ہو گئے۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب دریائے سندھ میں بس گرنے سے 120 افراد جاں بحق اور متعدد زخمی ہو گئے۔

13جنوری

صدر پاکستان نے سینٹ کو برخاست کر دیا۔ تیسری دنیا کے ممالک کی تعلیمی کانفرنس ملتوی کر دی گئی۔ الیکشن کمشنر نے کہا کہ انتخابات کے پرامن انعقاد کے لئے تمام انتظامات کیے گئے ہیں۔

14جنوری

پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے دو وزیر بریگیڈیئر صاحبداد خان اور اکبر منہاس برطرف کر دیئے۔ سندھ کے وزیر اعلیٰ جتوئی نے اپوزیشن لیڈروں کو یقین دلایا کہ انتخابات آزادانہ ہوں گے انہوں نے انتخابات کے پرامن انعقاد کے لئے اپوزیشن سے تعاون کی اپیل کی۔

15جنوری

حکومت پاکستان نے کشمیر کے مسئلہ پر وائٹ پیپر شائع کیا۔ پاکستان قومی اتحاد نے سندھ کے لئے اپنے امیدوار نامزد کر دیئے۔

16جنوری

مولانا مفتی محمود کو پاکستان قومی اتحاد کا صدر' نوابزادہ نصراللہ خان کو نائب صدر' مسٹر رفیق احمد باجوہ کو جنرل سیکرٹری جبکہ ابو سعید انور کو سیکرٹری اطلاعات و پراپیگنڈہ منتخب کر لیا گیا۔ پیر پگاڑا کو قومی اتحاد کی مرکزی پارلیمانی پارٹی کا چیئرمین منتخب کیا گیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے عوامی اجتماعات اور لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر عائد پابندی ختم کرنے کا اعلان کیا۔ کنفیڈریشن آف نیوز پیپرز ورکرز نے ویج بورڈ ایوارڈ کے عملی نفاذ کا مطالبہ کر دیا' مسٹر منہاج برنا کو آل پاکستان نیوز پیپرز ایمپلائز کنفیڈریشن کا دوبارہ صدر منتخب کر لیا گیا۔

17جنوری

الیکشن کمیشن نے 13 سیاسی جماعتوں کو انتخابی نشان الاٹ کر دیئے۔ حفیظ پیرزادہ نے ہل کے نشان کو چیلنج کر دیا۔ پیپلزپارٹی کو تلوار کا نشان الاٹ کر دیا گیا۔ پیپلزپارٹی نے قومی اسمبلی کے انتخابات کے لئے اپنے امیدواروں کا اعلان کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے مارشل لاء دور کے مجرموں کے لئے خصوصی بورڈ کے قیام کا اعلان کیا۔ پیپلزپارٹی کے سابق رکن قومی اسمبلی مسٹر عبدالحمید جتوئی نے سیاست سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا۔ اقلیتوں کے لئے قائد عوام ایوارڈ کا اعلان کیا گیا۔ عراق کے نائب صدر پاکستان کے دو روزہ دورے پر اسلام آباد پہنچے۔

18جنوری

پاکستان قومی اتحاد نے اپنے امیدواروں کا اعلان کر دیا۔ وزیراعظم بھٹو اور عراقی نائب صدر کے درمیان دو طرفہ باہمی اور علاقائی مسائل پر تبادلہ خیال ہوا۔ پاکستان اور عراق کے درمیان راولپنڈی میں تجارتی' اقتصادی اور فنی تعاون کے معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ امریکہ نے پاکستان کو زرعی قرضے خریدنے کے لئے مزید اڑھائی کروڑ ڈالر کا قرضہ دینے کا اعلان کیا۔ پاکستان نے سڈنی میں آسٹریلیا کو تیسرے ٹیسٹ میچ میں آٹھ وکٹوں سے شکست دی۔

19جنوری

وزیراعظم بھٹو سمیت پی پی پی کے نو امیدوار بلامقابلہ قومی اسمبلی کا انتخاب جیت گئے۔ قومی اسمبلی کی دو سو نشستوں کے لئے 1199 امیدواروں نے کاغذات نامزدگی جمع کرائے۔ عراقی نائب صدر کے دورہ پاکستان کے اختتام پر مشترکہ اعلامیہ میں پاکستان عراق وزارتی کمیشن کے قیام پر رضامندی کا اظہار کیا گیا۔

20جنوری

وزیراعظم بھٹو نے امریکی صدر جمی کارٹر کو صدر کا عہدہ سنبھالنے پر مبارکباد کے پیغام میں اس بات کا اظہار کیا کہ ان کے دور میں پاک امریکہ تعلقات میں مزید بہتری ہو گی۔ وزیر اعلیٰ سندھ غلام مصطفےٰ جتوئی نے اپوزیشن کے ان الزامات کی تردید کی کہ کسی امیدوار کو کاغذات نامزدگی جمع کرانے سے روکا گیا ہے۔

21جنوری

پاکستان پیپلزپارٹی نے دعویٰ کیا کہ قومی اسمبلی کی سترہ نشستوں پر ان کے امیدوار بلامقابلہ منتخب ہو گئے ہیں۔ الیکشن کمیشن نے وزیراعظم بھٹو کے بلامقابلہ رکن قومی اسمبلی منتخب ہونے کا اعلان کر دیا۔

22جنوری

صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لئے کاغذات نامزدگی داخل کرانے کا کام مکمل ہو گیا۔ پی پی پی نے سندھ اور پنجاب کے وزراء اعلیٰ سمیت 37 امیدواروں کے بلامقابلہ منتخب ہونے کا دعویٰ کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے مزار

قائد کی آرائش کے لئے ایرانی ماہرین کا ڈیزائن منظور کر لیا۔

23جنوری

وفاقی حکومت نے اعلان کیا کہ اسلام آباد میں جرمنی کے تعاون سے کنڈوم بنانے کا پہلا کارخانہ تعمیر ہو گا۔ عام انتخابات کے لئے انتخابی مہم شروع ہو گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے راولپنڈی میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عوام پی پی کو اس کے سابقہ ریکارڈ کو دیکھ کر کامیاب کرائیں۔ عوام کو سہولتوں کی فراہمی کے لئے مزید اصلاحات اور ملکی تعمیر کو جاری رکھنے کا وعدہ کیا۔

24جنوری

پاکستان پیپلزپارٹی نے اپنے نئے انتخابی منشور کا اعلان کر دیا۔ پی این اے کے جنرل سیکرٹری نے وعدہ کیا کہ آئندہ چند دن میں انتخابی منشور جاری کر دیا جائے گا۔ صوبائی اسمبلیوں کے لئے امیدواروں کے کاغذات نامزدگی کی جانچ پڑتال مکمل 179 امیدواروں کے کاغذات نامزدگی مسترد کر دیئے گئے۔

25جنوری

چیف الیکشن کمشنر نے وعدہ کیا کہ انتخابات کو آزادانہ بنانے کے لئے تمام اقدام اٹھائے جائیں گے اور امیدواروں کی شکایات کی تحقیقات کی جائیں گی۔ پیپلزپارٹی نے سندھ سے 34 امیدواروں کی بلامقابلہ کامیابی کا دعویٰ کیا۔ پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے رومانیہ کے وزیر خارجہ نے تیسری دنیا کی سمٹ اور نئے اقتصادی آرڈر کی تجاویز کی حمایت کا اعلان کیا۔ ٹیلی ویژن کی ممتاز اداکارہ غزالہ رفیق کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

26جنوری

قومی اقتصادی کونسل نے ہیوی الیکٹرونکس کمپلکس ٹیکسلا اور دوسرے منصوبوں کی منظوری دے دی۔ پنجاب میں کاغذات نامزدگی کے مسترد کیے جانے کے خلاف 76 عذر داریاں داخل کر دی گئیں۔ ہل کے نشان کے خلاف دائر عذرداری پر الیکشن کمیشن نے اپنا فیصلہ محفوظ رکھا۔ پاکستان مسلم لیگ قیوم گروپ نے اپنے انتخابی منشور کا اعلان کر دیا۔

27جنوری

الیکشن کمیشن کی منظور کی گئی تجاویز پر وزیراعظم نے صدر کو عوامی نمائندگی کے ایکٹ میں ترمیم کر کے کئی پارٹیوں کے اتحاد کو ایک انتخابی نشان الاٹ کرنے کی ترمیم کی تجویز دے دی۔ صدر نے آئین میں ترمیم کر دی۔ پاکستان قومی اتحاد کو مشترکہ انتخابی نشان الاٹ کر دیا گیا۔ میر عبداللہ خان روکڑی پی پی میں شامل ہو گئے۔ مولانا کوثر نیازی نے اسلامی تحقیقات کے ادارے میں قائم کردہ دارالنوادرات کا افتتاح کیا۔ پاکستان نے سری لنکا کے خلاف دوسرا غیر سرکاری ٹیسٹ میچ چار وکٹوں سے جیت لیا۔ قیوم خان نے پارٹی کے نائب صدر شوکت علی کی جانب سے جاری کردہ منشور کو ماننے سے انکار کر دیا۔

28جنوری

الیکشن کمیشن کی توہین کے سلسلے میں سزا کا حکم سنایا گیا۔ اسلامی کمیشن نے کراچی کے اجلاس میں پاکستان کی تیسری دنیا کی سمٹ کی تجویز پر ممبر ممالک نے گہرائی سے غور کرنے کا فیصلہ کیا۔

29جنوری

پاکستان پیپلزپارٹی نے 1970ء کے انتخابی منشور پر عملدرآمد کی رپورٹ شائع کر دی۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا 90 فی صد وعدوں کو ممکن بنایا گیا ہے۔ مفتی محمود نے کہا کہ پی این اے کا صوبہ سرحد میں وزیراعلیٰ کے مقابلہ پر امیدوار انتخاب لڑے گا۔ انتخاب سے دستبرداری کا خط جعلی ہے۔ حکومت پاکستان نے 22 فروری کو اسلامی کانفرنس مینار کی افتتاحی تقریب کے موقع پر ایک روپے کا نیا سکہ جاری کرنے کا اعلان کیا۔

30جنوری

کراچی میں تقریر کرتے ہوئے وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ سونا اور مکانات قومی تحویل میں نہیں لئے جائیں گے۔ پی این اے کے رہنماؤں نے پشاور میں جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے ملک میں سول اور پریس کی آزادیوں سے محروم رکھنے پر حکومت پر تنقید کی۔ وزیراعظم بھٹو نے مسلح افواج کے ہفتہ کا افتتاح کیا۔

31جنوری

صدر فضل الٰہی نے مسلح افواج کے ہفتہ سے سلسلہ میں 153 فوجیوں کو شجاعت اور جانبازی کے تمغے دیئے۔ میجر اکرم اور راشد منہاس کی والدہ اور لانس نائیک محفوظ شہید کے والد کو نشان حیدر دیئے گئے۔ ہلال جرات کے چھ ستارہ جرات کے 99 اور ستارہ بصالت کے 31 تمغے دیئے گئے۔ چیف الیکشن کمشنر نے اعلان کیا کہ بلامقابلہ منتخب ہونے والے امیدواروں کے خلاف ثبوت اور شہادتوں کے ساتھ اپیلیں پانچ فروری تک داخل کرائی جا سکتی ہیں۔

فروری 1977ء

یکم فروری

قومی اسمبلی کے امیدواروں کو انتخابی نشان الاٹ کر دیئے گئے۔ جمعیت علماء پاکستان کے رہنما عثمان کینڈی پیپلزپارٹی میں شامل ہو گئے۔ پیپلزپارٹی سے صوبائی اسمبلی کے 69 امیدوار بلامقابلہ کامیاب ہو گئے۔ پنجاب میں 4 سندھ میں 44 بلوچستان 20 جبکہ سرحد میں 1 امیدوار کامیاب ہوا۔ مسلم لیگ (قیوم) کے نائب صدر شوکت علی نے علیحدہ نئی مسلم لیگ بنانے کا اعلان کر دیا۔

2 فروری

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اگر حزب اختلاف برسراقتدار آئی تو گرانی بڑھے گی۔ بلوچستان میں بغاوت کے خاتمے کا اعلان بھی کیا۔ پاکستان میں افراط زر کی شرح چھ فی صد ہے 75-1974ء میں افراط زر کی شرح 26 فی صد تھی' وزیر خزانہ۔ مزدور قوانین میں ترمیم کر دی گئی۔ نئی ترمیم کے تحت مزدوروں کا حصہ کمپنیوں کو دو ماہ میں ادا کرنا ہو گا۔ وزیراعظم بھٹو انتخابی مہم پر لاہور پہنچے۔

3 فروری

وزیراعظم بھٹو نے لاہور سے ملتان جاتے ہوئے راستے میں اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پی پی سے غیر مناسب لوگوں کو نکال دیا جائے گا۔ اپوزیشن برسراقتدار آ کر وہ وعدے پورے نہیں کر سکے گی جن کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ پی پی پی برسراقتدار آ کر مزید اصلاحات کا نفاذ کرے گی جس سے عام آدمی کو فائدہ ہو گا۔ فرانسیسی حکام نے اعلان کیا کہ پاکستان کو ایٹمی پلانٹ فراہم کرنے کے لئے فرانس امریکہ سے کوئی مشورہ نہیں کرے گا۔

4 فروری

وزیراعظم بھٹو نے ملتان کے ابن قاسم باغ میں انتخابی جلسے سے خطاب کیا۔ اپوزیشن کے راولپنڈی کے انتخابی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے مولانا مفتی محمود نے کہا کہ قرآن ہمارا منشور ہے اور ہمیں کسی نئے منشور کی ضرورت نہیں۔

5 فروری

پاکستان پیپلزپارٹی اور پی این اے کے کارکنوں کے درمیان رحیم یار خان اور کراچی کے نزدیک ایک گاؤں میں جھڑپیں ہوئیں۔ ہفتہ مسلح افواج کے سلسلے میں اخبارات کے دفاتر بند رہے۔

6 فروری

وزیراعظم بھٹو نے ساہیوال میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اپوزیشن پاکستان کو بھارت کے ہاتھ فروخت کر دینا چاہتی ہے۔ ریلوے ملازمین کے لئے مزید مراعات کا اعلان 33 فی صد ریزرویشن کوٹہ بحال کر دیا گیا۔ پی ایف اے کے رہنماؤں نے لاہور کے جلسے میں عوام سے اپیل کی کہ وہ انتخابات میں کامیابی کے لئے تعاون کریں۔

7 فروری

ملک بھر میں انتخابات تک اسلحہ لے کر چلنے پر پابندی لگا دی گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے ایبٹ آباد کے جلسہ عام میں کہا کہ اپوزیشن پاکستان کو اکھنڈ بھارت بنانے کے خواب دیکھ رہی ہے۔

8 فروری

پاکستان قومی اتحاد نے اپنے انتخابی منشور کا اعلان کیا۔ وزیراعظم بھٹو کے سلسلہ میں مولانا جان محمد عباسی کی درخواست پر چیف الیکشن کمشنر نے فیصلہ محفوظ رکھا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پی پی ہی بھارت اور افغانستان سے تنازعات حل کرا سکتی ہے۔ ویت نام کے ڈپٹی وزیر خارجہ نے پشاور میں وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی۔

9 فروری

یاسر عرفات نے لاڑکانہ میں وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی اور مشرق وسطیٰ کے حالات پر تبادلہ خیال کیا۔ ویت نام کے ڈپٹی وزیر خارجہ نے اعلان کیا کہ اسلام آباد میں ویت نام کا ڈپلومیٹک مشن جلد قائم کیا جائے گا۔ چیف الیکشن کمشنر نے ریٹرننگ آفیسروں پر زور دیا کہ وہ اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے نبھائیں۔ پاکستان کے سابق وفاقی وزیر خواجہ شہاب الدین کراچی میں انتقال کر گئے۔ وزیراعظم بھٹو نے قومی اتحاد کے منشور کو ناقابل عمل قرار دے دیا۔ پی ایف اے نے انتخابی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے چندہ جمع کرنے کے لئے دو کمیٹیاں قائم کر دیں۔

10 فروری

مولانا مفتی محمود نے ساہیوال میں جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم جیت گئے ہیں اب صرف رسم پوری کر رہے ہیں۔ یاسر عرفات نے کہا کہ وزیراعظم بھٹو کے ساتھ ان کی بات چیت کامیاب رہی ہے۔ پاکستان عربوں کی حمایت جاری رکھے گا۔ پاکستان نے کرکٹ کا عالمی ریکارڈ توڑ دیا۔

10 فروری

وزیراعظم بھٹو نے ایران کی فضائیہ کے جنرل فضل تدایوں کے فضائی حادثہ میں جاں بحق ہونے پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ پاکستان اور پیپلزرز

پبلک آف یمن کے درمیان ثقافتی سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔

11 فروری

حکومت پاکستان نے تنظیم آزادی فلسطین کو ہر ممکن مدد دینے کا اعلان کیا۔ یہ اعلان یاسر عرفات کے دورہ پاکستان کے اختتام پر ایک اعلامیہ میں کیا گیا۔

12 فروری

پاکستان الیکشن کمیشن نے وزیراعظم بھٹو کے انتخاب کو درست قرار دیتے ہوئے مولانا جان محمد عباسی کی درخواست خارج کر دی۔ سینٹ کے چیئر مین حبیب اللہ خان نے بھارتی صدر فخرالدین علی احمد کی نماز جنازہ میں صدر پاکستان کی نمائندگی کی۔ حکومت پنجاب نے بارش سے متاثرہ علاقوں کے تقاوی قرضے معاف کرنے کا اعلان کر دیا۔ عبدالولی خان نے کہا کہ پنجاب کے سرمایہ دار پختونوں کا استحصال کر رہے ہیں۔ اس لئے پختون متحد ہو جائیں۔

13 فروری

گورنر سندھ نے ستارہویں تاریخ کانفرنس کا کراچی میں افتتاح کیا۔ وزیراعظم بھٹو نے حیدر آباد میں انتخابی جلسہ سے خطاب کیا۔ لاہور چوک یتیم خانہ کا نام نصرت بھٹو چوک رکھ دیا گیا اس بات کا اعلان بیگم نصرت بھٹو کے جلسہ عام میں کیا گیا۔

14 فروری

وزیراعظم بھٹو نے لاہور میں کہا کہ پی این اے کے رہنماؤں کے غیر ذمہ دارانہ رویہ سے ملکی دفاع خطرے میں پڑ جائے گا۔ راولپنڈی' اسلام آباد سمیت کئی دوسرے علاقوں میں شدید زلزلہ' تین افراد جاں بحق ہو گئے۔

15 فروری

چیف الیکشن کمشنر نے پی این اے کے انتخابی نشان کے سلسلے میں قومی اتحاد کی درخواست کو مسترد کرتے ہوئے انتخابی نشان میں تبدیلی سے انکار کر دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے سیالکوٹ میں جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اپوزیشن تاجروں کو مہنگائی کی ترغیب دے رہی ہے۔ پشاور کے جلسہ میں پی این اے کی رہنما بیگم نسیم ولی خان نے کہا کہ "پاکستان غفار خان نے بنایا ہے"۔

16 فروری

ملتان میں پیپلز پارٹی اور پی این اے کے کارکنوں میں تصادم' ایک کارکن ہلاک ہو گیا۔ لڈن اور جام پور میں بھی تصادم ہوا۔ وزیراعظم بھٹو نے سرگودھا میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔ فرانس کے صدر نے کہا کہ فرانس پاکستان کو ایٹمی پلانٹ دینے کا پابند ہے۔ سرحد میں انتخابات کے انعقاد تک تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے۔

17 فروری

سیالکوٹ میں انتخابی حریفوں کے تصادم کے بعد جلوسوں پر پابندی لگادی گئی۔ بہاولپور میں مسجد کو آگ لگادی گئی۔ الیکشن کمیشن نے سندھ اسمبلی کے لئے حاجی عبداللہ حالی پوتہ کے بلامقابلہ انتخاب کو کالعدم قرار دے دیا۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ سونا قومی تحویل میں نہیں لیا جائے گا۔

18 فروری

وزیراعظم بھٹو نے پشاور میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ افراط زر میں کمی قیمتوں میں کمی کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ پی این اے کے رہنما اصغر خان نے شیخوپورہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حزب اختلاف کے حکومت کے خلاف جہاد میں عوام بھی شامل ہو جائیں۔ گجرات سے چوہدری سرور جوڑا تحریک استقلال میں شامل ہو گئے۔ حکومت پاکستان نے اعلان کیا کہ پاکستان سعودی عرب میں پانچ کروڑ روپے کی لاگت سے بجلی گھر تعمیر کرے گا۔ تیل اور گیس کارپوریشن کے چیئرمین شہزاد صادق کو حکومت پاکستان کے پٹرولیم ڈویژن کا سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔

19 فروری

وزیراعلیٰ پنجاب صادق حسین قریشی کے بلامقابلہ انتخاب کے خلاف ملک عطاء اللہ کی اپیل منظور کر لی گئی۔ وزیراعظم بھٹو نے پشاور میں حیات شہید ٹیچنگ ہسپتال کا افتتاح کیا۔ برطانوی وزیر خارجہ کی اچانک وفات پر صدر اور وزیراعظم بھٹو نے تعزیتی پیغامات بھیجے۔

20 فروری

صدر پاکستان فضل الٰہی چوہدری نے راولپنڈی میں سیرت کانفرنس کا افتتاح کیا۔ کراچی میں ایئر مارشل اصغر خان کے استقبال کے لئے فقید المثال جلوس نکالا گیا۔ 15 لاکھ افراد نے شرکت کی۔ وزیراعظم بھٹو نے ناصر باغ میں جلسہ عام سے خطاب کے دوران کہا کہ دوبارہ اقتدار ملا تو افراط زر اور بدعنوانیوں پر قابو پالیا جائے گا۔

21 فروری

پی این اے کے رہنما مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ ہم شملہ معاہدہ کو تسلیم نہیں کرتے اور کشمیر کی آزادی مسلح قوت سے حاصل کی جائے گی۔ تحریک استقلال کے سربراہ ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان نے کراچی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان قومی اتحاد' پی این اے سے پابندی اٹھالے گا اور صحافت کو مکمل آزادی دے گا۔ دفتر خارجہ کے پاکستان کے اسلامی ممالک کے ساتھ تعلقات کے بارے میں شائع کیے جانے والے ایک ریویو میں کہا گیا کہ پاکستان کے تعلقات اسلامی ممالک سے خوشگوار ہیں کہ پہلے اتنے کبھی نہیں تھے۔ پی آئی اے کو چھ ماہ کے دوران دس کروڑ ساٹھ لاکھ روپے کا ریکارڈ منافع ہوا۔ قاری خوشی محمد کو سیرت کانفرنس کے زیر اہتمام مقابلہ حسن قرات میں اول انعام ملا۔ اردن کے شاہ حسین نے وزیراعظم بھٹو کو مسجد اقصیٰ کا ماڈل پیش کیا۔

22 فروری

وزیراعظم بھٹو نے لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے مینار کا افتتاح کیا۔ یہ مینار دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کی یاد میں پنجاب اسمبلی کی عمارت کے سامنے تعمیر کیا گیا۔

23 فروری

وزیراعظم بھٹو نے ٹیکسلا میں چیف کی مدد سے ڈھلائی کے کارخانے اور بھاری مشینوں کے پاکستان کے سب سے بڑے منصوبے کا افتتاح کیا۔ عالمی بنک نے پاکستان میں سیلاب سے متاثرین کی امداد اور ریلوے کے منصوبوں کے لئے 10 کروڑ ڈالر کی امداد کا اعلان کیا۔

24 فروری

الیکشن کمیشن نے انتخابات کے انتظامات کو آخری شکل دے دی۔ پریزائیڈنگ افسران کو انتخابی قواعد پر سختی سے عملدرآمد کرانے کی ہدایت کر دی گئی۔ سندھ' بلوچستان ہائی کورٹ نے سید سعید حسن کی اپیل سماعت کے لئے منظور کر لی۔ کراچی کی بندرگاہ اور ریڈیو پاکستان میں آتشزدگی سے کاٹن' چمڑے اور اہم کاغذات جل کر راکھ ہو گئے۔

25 فروری

وزیراعظم بھٹو نے لائل پور میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اپوزیشن پھر لندن پلان پر عمل کرنے کی تیاری کر رہی ہے۔ ٹکا خان نے جنرل نیازی کے اس بیان کو مضحکہ خیز قرار دیا جس میں کہا گیا تھا کہ مشرقی پاکستان میں فوجی شکست نہیں تھی بلکہ سیاسی شکست تھی۔ حیدر آباد میں پولیس اور مظاہرین کے درمیان تصادم میں چار افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔ پیپلز پارٹی کے سابق رہنما اور رکن قومی اسمبلی محمود عباس بخاری انتقال کر گئے۔

26 فروری

لاہور میں پی پی اور پی این اے کے حامیوں میں تصادم' پی این اے کا ایک کارکن جاں بحق ہو گیا۔ عام انتخابات کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ کو ضلع بنانے کا وعدہ کیا گیا۔ جاپان اور پاکستان کے درمیان ساڑھے چھ کروڑ ڈالر کی اشیاء اور منصوبوں کی امداد کے تین سمجھوتوں پر دستخط ہوئے۔

27 فروری

وزیراعظم بھٹو نے نوشہرہ میں کہا کہ افغانستان کے ساتھ بھی شملہ جیسا سمجھوتہ کیا جائے گا۔ پی این اے نے اپنے کارکنوں پر پی پی کے حامیوں کے حملوں کے خلاف ملک گیر ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ لاہور میں پی این اے کے ہلاک ہونے والے کارکن کی نماز جنازہ کے موقع پر ہنگامے۔ ملتان' کراچی' مردان اور دوسرے شہروں میں بھی جھڑپیں ہوئیں۔ پی پی اور پی این اے نے ہنگاموں اور تصادم کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈال دی۔ وزیراعظم بھٹو نے مردان میں خطاب کے دوران افغانستان سے فوری اور حتمی طور پر معاملات طے کرنے کا وعدہ کیا۔

28 فروری

الیکشن کمشنر نے پھر اپیل کی کہ پرامن انتخابات کے انعقاد کے لئے ہنگاموں اور تصادموں سے گریز کیا جائے۔ پی این اے کی جانب سے ہڑتال کی اپیل پر کراچی میں مکمل جبکہ دوسرے شہروں میں جزوی ہڑتال رہی۔ کراچی میں مظاہروں کے دوران 15 مظاہرین زخمی ہوئے جبکہ تین بسوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ ریلوے لائنوں پر رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں۔ الیکشن کمیشن نے قومی اسمبلی کے لئے تیرہ ہزار آٹھ سو پولنگ اسٹیشنوں کی فہرست جاری کر دی۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی دوبارہ اقتدار میں آ کر مزید ترقیاتی کام کرے گی۔

مارچ 1977ء

یکم مارچ

چیف الیکشن کمشنر نے کہا کہ اگر ریٹرننگ آفسروں نے اپنے فرائض دیانتداری سے ادا کیے تو کوئی وجہ نہیں کہ انتخابات میں دھاندلی کی گنجائش رہے۔ انتخابی مہم پانچ مارچ کی آدھی رات کو ختم ہو جائے گی۔ وزیراعظم

بھٹو نے کوئٹہ میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہاکہ سول حکومت کی زیرنگرانی بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات ملک میں جمہوریت کا واضح ثبوت ہیں کوئی طاقت ملک کے معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتی۔ کراچی میں پی این اے کی ہڑتال کے دوران تین بسوں کو نذر آتش کرنے کے واقعہ کے خلاف کراچی میں ٹرانسپورٹروں نے ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ قصور میں جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے پی این اے کے جنرل سیکرٹری رفیق احمد باجوہ نے کہاکہ قومی اتحاد ملک میں نفاذ کے ذریعے مہنگائی اور جرائم کا خاتمہ کرے گا۔

2مارچ

پنجاب ہائی کورٹ نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو ہدایت کی کہ وہ پی پی اور پی این اے کو برابر وقت دے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہاکہ عید میلادالنبیؐ کے موقع پر تمام فرقوں کے جلوس اٹھے ہو کر ملی اتحاد کا ثبوت دیں۔ کراچی میں وزیراعظم بھٹو کی قیادت میں پیپلزپارٹی نے ایک بڑا جلوس نکالا۔ پی آئی اے اور افغان ایئرلائن کے درمیان کابل میں باہمی فضائی رابطے کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔ حکومت پاکستان نے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لئے سات اور دس مارچ کو عام تعطیل کا اعلان کیا۔ لاہور میں مزدوروں نے پی پی کی حمایت میں جلوس نکالا۔ بنگلہ دیشی حکومت نے پاکستانی تاجروں اور صنعتکاروں کو باہمی اشتراک سے صنعتی شعبہ میں سرمایہ کاری کی دعوت دے دی۔

3مارچ

ملک بھر میں عید میلادالنبیؐ روایتی مذہبی جوش و جذبے کے ساتھ منایا گیا۔

4مارچ

سپریم کورٹ آف پاکستان نے پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں ٹی وی اور ریڈیو کو ہدایت کی کہ وہ انتخابی نشریات اور خبروں میں توازن پیدا کریں۔ پی این اے نے فوج کو انتخابات کی نگرانی کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے مطالبہ مسترد کر دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کراچی میں تقریر کرتے ہوئے کہاکہ اگر یحییٰ خان اقتدار سول حکومت کے حوالے کر دیتے تو ملک دولخت نہ ہوتا۔ چیف الیکشن کمشنر نے صوبائی اسمبلیوں کی انتخابی مہم پانچ مارچ کی نصف رات کو ختم کرنے کی اپیل کرتے ہوئے عوام پر زور دیاکہ وہ ذاتی یا گروہی مفادات کی بجائے قومی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ووٹ کو استعمال میں لائیں۔ ایئرمارشل اصغرخان نے کہاکہ حکومت 7 مارچ کو نوائے وقت کا جعلی ایڈیشن شائع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

5مارچ

انتخابی مہم کا آخری دن سیاسی جلسوں اور سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ وزیراعظم بھٹو نے لاہور میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہاکہ انتخابات پرامن اور منصفانہ ہوں گے۔ ایئرمارشل اصغرخان نے راولپنڈی میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے عوام پر زور دیاکہ وہ پرامن رہیں اور 7 مارچ کو ایسی تمام خبروں کے لئے اپنے کان اور آنکھیں بند رکھیں جو انہیں ورغلانے کے لئے پھیلائی جائیں۔ مفتی محمود نے لاہور میں پی این اے کے جلوس کی قیادت کی۔ انہوں نے الیکشن کمیشن کی اس اپیل کو رد کر دیا جس میں کہا گیا تھاکہ 8 مارچ کو انتخابی مہم نہ چلائی جائے۔ الیکشن کمیشن کی اپیل کی روشنی میں تمام اضلاع میں دفعہ 144 کے تحت انتخابی مہم پر پابندی لگا دی گئی۔ تمام فورسز کو امن و امان بحال رکھنے کے لئے چوکس کر دیا گیا۔ راولپنڈی میں پی پی اور پی این اے کے حامیوں میں تصادم کے نتیجہ میں دس افراد زخمی ہو گئے۔ صوبہ سرحد کے سابق وزیراعلیٰ سردار عنایت اللہ گنڈاپور کو بارہ مارچ تک پیرول پر رہا کر دیا گیا۔

6مارچ

چیف الیکشن کمشنر نے امید کا اظہار کیاکہ پولنگ پرامن اور بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہے گی۔ پی این اے کے ترجمان نے دفعہ 144 کے نفاذ کی مذمت کرتے ہوئے عوام پر زور دیاکہ وہ اس طرح کے حکومتی احکام کو ماننے سے انکار کر دیں۔ پنجاب بھر میں ایک ماہ کے لئے جلسے جلوسوں اور لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر پابندی عائد کر دی گئی۔ روزنامہ مشرق کوئٹہ کے دفتر میں زبردست دھماکہ ہوا۔ اے پی پی بلوچستان میں تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوانوں کو روزگار فراہم کرنے کے لئے بورڈ قائم کیا گیا۔ 1977ء کے عام انتخابات میں بیگم نسیم ولی خان واحد خاتون امیدوار ہیں۔

7مارچ

پاکستان میں قومی اسمبلی کے انتخابات کے لئے پولنگ ہوئی۔ پولنگ کے دوران انتخابی حریفوں کے درمیان مختلف مقامات پر تصادم کے نتیجے میں آٹھ افراد ہلاک اور 130 سے زائد زخمی ہوئے۔ ابتدائی نتائج کے مطابق پی پی نے قومی اسمبلی کے انتخابات میں 154 نشستیں، پی این اے نے 36 جبکہ آٹھ آزاد امیدوار منتخب ہوئے۔ پی پی نے سندھ پنجاب بشمول لاہور میں مجموعی طور پر برتری حاصل کی جبکہ سرحد میں پی این اے نے کامیابیاں حاصل کیں۔

8مارچ

وزیراعظم بھٹو نے راولپنڈی میں پریس کانفرنس میں عوام کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے پی پی پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے اپوزیشن کے الزامات کو مسترد کر دیا۔ پی این اے نے قومی اسمبلی کے انتخابات میں حکومت کی

جانب سے دھاندلی کے الزامات لگاتے ہوئے صوبائی اسمبلی کے انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ ایئر مارشل اصغر خان نے کہا کہ انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے۔ چیف الیکشن کمشنر مستعفی ہو جائیں۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ عوام نے پی پی پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اس لئے پی این اے کے بائیکاٹ کے باوجود صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات منعقد ہوں گے۔ مسلم لیگ قیوم گروپ نے بھی انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔

9مارچ

وزیر اعظم بھٹو نے عوام سے اپیل کی کہ وہ صوبائی انتخابات میں اپنے حق رائے دہی کو استعمال کریں۔ انہوں نے اپوزیشن کی جانب سے عوام کی رائے تسلیم نہ کرنے پر شدید تنقید کی۔ پی این اے کی مرکزی کونسل نے نو منتخب قومی اسمبلی کی آئینی حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ حزب اختلاف کے منتخب ارکان اسمبلی مستعفی ہو جائیں گے۔ پورٹ آف سپین میں دوسرے کرکٹ ٹیسٹ میں پاکستان ویسٹ انڈیز سے چھ وکٹوں سے ہار گیا۔

10مارچ

صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب کے لئے ملک بھر میں پولنگ ہوئی۔ اپوزیشن کے بائیکاٹ کا جزوی رد عمل ہوا۔ پیپلزپارٹی کے ارکان کی زیادہ تعداد منتخب ہو گئی۔ پاکستان قومی اتحاد نے قومی اسمبلی کے انتخاب میں دھاندلیوں کے خلاف 11مارچ کو ملک بھر میں ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ پی این اے کے ملک بھر میں قائم عارضی دفاتر کو مستقل بنا دیا گیا۔ اٹاوہ کے ایک اخبار نے کینیڈا کی جانب سے پاکستان کو ایٹمی اسلحہ کی فراہمی نہ کرنے پر شدید نکتہ چینی کی۔

11مارچ

پاکستان قومی اتحاد کی اپیل پر ملک کے بعض حصوں میں مکمل اور دیگر حصوں میں جزوی ہڑتال رہی۔ پاکستان پیپلزپارٹی نے صوبائی اسمبلیوں کے انتخاب میں 460 میں سے 435 سیٹیں جیت لیں۔ پی پی نے پنجاب سے 232 سندھ سے تمام کی تمام 100 سرحد سے 69 جبکہ بلوچستان سے 34 نشستیں حاصل کیں۔ پی این اے نے انتخابات میں حکومتی دھاندلیوں کے خلاف ملک گیر تحریک چلانے کا اعلان کر دیا۔ معروف خوش نویس محمد یوسف دہلوی کراچی میں انتقال کر گئے۔

12مارچ

پاکستان قومی اتحاد کی مرکزی کونسل نے بھٹو حکومت اور چیف الیکشن کمشنر کے مستعفی ہونے اور نئے عام انتخابات فوج کی نگرانی میں کرانے کا مطالبہ کر دیا۔ چیف الیکشن کمشنر نے انتخابات میں دھاندلی کی شکایات پر چھ ماہ کے اندر اندر تحقیقات مکمل کرنے کا اعلان کیا اور حکومت سے کہا کہ ایسی تمام رکاوٹیں دور کی جائیں جو تیز تر عمل میں رکاوٹ کا باعث ہیں۔ وزیر اعظم بھٹو نے پی این اے کے رہنما مفتی محمود کو مذاکرات کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ حکومت کا دھاندلی کا کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ حکومت تنازعہ کے حل کے لئے مذاکرات کی خواہش مند ہے اور اس سلسلے میں دوبارہ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات بھی کرائے جا سکتے ہیں۔ پی این اے نے بھٹو اور ساجد جان کی مذاکرات کی تجویز کو مسترد کر دیا۔ پاکستان زرعی ترقیاتی فنڈ کا رکن بن گیا۔ آر سی ڈی کے تینوں ممالک پاکستان ایران اور ترکی نے آر سی ڈی صنعتی بنک کے علاوہ سائنس، ٹیکنالوجی، اکنامکس اور سیاحت کالج قائم کریں گے۔

13مارچ

پی این اے کے صدر مفتی محمود نے لاہور میں مرکزی کونسل کا ہنگامی اجلاس طلب کر لیا۔ الیکشن کمیشن نے انتخابی بے ضابطگیوں کی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ وزیر اعظم بھٹو نے مفتی محمود کے نام ایک خط میں باضابطہ اور غیر مشروط مذاکرات کی دعوت دے دی۔ پی این اے نے 14مارچ سے انتخابی دھاندلیوں کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کر دیا۔ عالمی بنک نے پاکستان کو دس دس کروڑ کے دو الگ الگ قرضے جاری کر دیئے۔

14مارچ

پی این اے نے حکومت کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے احتجاجی جلوس نکالے گئے۔ پی این اے کے اہم رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ بعض کو بعد میں رہا کر دیا گیا۔ چھوٹے بڑے شہروں میں مظاہرین کو پولیس نے آنسو گیس اور لاٹھی چارج سے منتشر کیا۔ متعدد زخمی ہوئے۔ لاہور میں ایئر مارشل اصغر خان، میاں طفیل محمد، ملک محمد قاسم، میاں خورشید محمود قصوری نے دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جلوس نکالا۔ لائل پور میں متعدد رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ پی این اے بلوچستان کے صدر محمد زمان خاں اچکزئی کو گرفتار کر لیا گیا۔ حکومت پاکستان نے اعلان کیا کہ ہالینڈ پاکستان کو مختلف منصوبوں کے لئے ساڑھے بیس کروڑ روپے کی امداد دے چکا ہے۔ چیف الیکشن کمشنر نے قومی اسمبلی کے چوبیس حلقوں کا ریکارڈ طلب کر لیا۔ دھاندلی کی شکایات پر تحقیقات شروع ہو گئیں۔

15مارچ

پی این اے کے جنرل سیکرٹری مسٹر رفیق احمد باجوہ سے مرکزی کونسل کی مرضی کے خلاف وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کرنے پر استعفیٰ طلب کر لیا گیا۔ پی این اے کی تحریک جاری رہی۔ متعدد شہروں میں پولیس اور مظاہرین کی

جھڑپیں۔ لاٹھی چارج اور آنسو گیس کے استعمال سے مظاہرین کو منتشر کیا جاتا رہا۔ وفاقی وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ نے کہا کہ وفاقی حکومت صوبائی اسمبلیاں توڑ سکتی ہے۔ مسجد شہداء کے باہر پولیس اور مظاہرین میں زبردست تصادم پولیس اور مظاہرین زخمی ہوئے۔ پی این اے کے کئی رہنماؤں کو گرفتار کرلیا گیا۔ تحریک کے دوران دو افراد ہلاک۔

16مارچ

پی این اے کی اپیل پر تیسرے روز بھی دفعہ 144 کی خلاف ورزیاں جاری رہیں۔ حیدر آباد میں پولیس اور مظاہرین کے درمیان فائرنگ سے ایک شخص ہلاک ہوگیا۔ ملک بھر میں جلوس نکالے گئے۔ پی این اے کی مرکزی کونسل نے وزیراعظم بھٹو کی جانب سے مذکرات کی تازہ اپیل پر غور شروع کر دیا۔ منگورہ کے قریب بس کے حادثے میں چودہ افراد ہلاک اور چوبیس زخمی ہو گئے۔ پروفیسر غفور احمد کو پی این اے کا نیا جنرل سیکرٹری چن لیا گیا۔

17مارچ

صدر پاکستان فضل الٰہی نے قومی اسمبلی کا اجلاس 26 مارچ کو طلب کر لیا۔ پی این اے نے وزیراعظم بھٹو کی مذاکرات کی پیشکش رد کرتے ہوئے بھٹو حکومت اور چیف الیکشن کمشنر کے استعفوں کا مطالبہ دہرایا۔ پی این اے کی اپیل پر ملک گیر مظاہرے جاری رہے۔ ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان کو لاہور سے گرفتار کرلیا گیا۔ پی این اے نے مطالبہ کیا کہ نیا الیکشن کمیشن ان کی مرضی کے مطابق تشکیل دیا جائے۔

18مارچ

پی ایف اے کے مرکزی رہنماؤں کو دفعہ 144 کی خلاف ورزی پر گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار ہونے والوں میں بیگم نسیم ولی خان' مولانا شاہ احمد نورانی' ایئر مارشل ریٹائرڈ اصغر خان' محمد اعظم فاروقی' شیرباز مزاری' محمود علی قصوری شامل ہیں۔ کراچی میں پی این اے کی جانب سے مظاہرے کے دوران پولیس اور مظاہرین سے تصادم کے نتیجہ میں ایک شخص ہلاک ہوگیا۔ کراچی کے اخبارات پر سنسر شپ عائد کر دی گئی۔ صدر مملکت نے دو آرڈیننس جاری کیے جس کے تحت ارکان اسمبلی سے بعض مراعات واپس لے لی گئیں تاکہ انتخابی عذر داریوں کو جلد نمٹایا جا سکے۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ انتخابات میں سوفی صد دھاندلی ہوئی ہے۔

19مارچ

کراچی میں شدید ہنگامے۔ مظاہرین نے بس ڈپو اور کاریں اسمبل کرنے والے پلانٹ کو آگ لگا دی۔ لوٹ مار کی گئی' پولیس سے جھڑپوں میں [illegible] افراد ہلاک اور دو سو سے زائد زخمی ہو گئے۔ شہر میں فوج طلب کرلی ویسٹ کراچی میں کرفیو لگا دیا گیا۔ لاہور اور ملک کے دوسرے شہروں میں ہنگامے ہوئے۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ 26 مارچ کا قومی اسمبلی کا اجلا آئینی ہو گا حکومت سے مذاکرات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حفیظ پ نے کہا کہ آئین میں منتخب اسمبلی کو کالعدم قرار دینے کی کوئی گنجائش صرف منتخب وزیراعظم اسمبلی توڑ سکتا ہے۔ پی این اے کے سیکرٹری پروفیسر غفور احمد کو کراچی میں گرفتار کر لیا گیا۔ روزنامہ صداقت پر پابندی ختم کردی گئی۔ پاکستان نے رومانیہ کے زلزلہ زدگان کے لئے دس روپے کی امداد دی۔ ضلع ہزارہ میں فاسفیٹ کے ذخائر دریافت ہوئے۔ کے ممتاز نعت خواں غلام محی الدین بٹ انتقال کر گئے۔

20مارچ

وزیراعظم بھٹو نے مفتی محمود کے مطالبے پر شیرباز مزاری' اصغر پروفیسر غفور احمد کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ وزیراعظم بھٹو اور مفتی محمود ک کتابت شائع کر دی گئی۔ ملک کے مختلف شہروں میں پاکستان قومی اتح احتجاجی جلوس نکالے مظاہرین پر پولیس کا لاٹھی چارج۔ کراچی میں د خلاف ورزی کرنے پر ایک شخص کو گولی مار دی گئی۔ بیگم نسیم ولی خا سندھ میں داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ وفاقی حکومت نے سول ملاز پنشنوں میں اضافہ کے فیصلہ پر عملدرآمد کا حکم دے دیا۔ بلوچستا ٹرک' بسوں اور چھوٹی گاڑیوں کے انجن بنانے کے کارخانے کے قیام کر دیا گیا۔ سیالکوٹ کے قریب بس کے حادثے میں دس افراد ہلاک زخمی ہو گئے۔ جارج ٹاؤن میں پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے درمیان د ٹیسٹ میچ میں ویسٹ انڈیز کی ٹیم نے پہلی اننگز میں 194 رنز بنائے۔

21مارچ

الیکشن کمیشن کی درخواست پر صدر پاکستان نے ایک آرڈیننس ج جس کے تحت الیکشن کمیشن کسی حلقہ میں بدعنوانیوں کے ثبوت ملنے حلقہ میں ہونے والے انتخاب کو کالعدم قرار دے سکے گا۔ ایئر مارش خان نے ہنگامی حالت کے خاتمے اور تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی کے سے رہا ہونے سے انکار کردیا۔

22مارچ

وزیراعظم بھٹو نے یوم پاکستان کے موقع پر اپنے پیغام میں کہا کہ حل صرف انتخابات سے ہی ممکن ہے۔ پی این اے کے رہنماؤں کے اجلاس میں وزیراعظم کے تازہ خط پر غور کیا اور احتجاجی تحریک

رکھتے ہوئے 26 مارچ کو ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا۔ چوہدری فضل حق کو آئی جی پنجاب بنا دیا گیا۔ جارج ٹاؤن میں کھیلے جانے والے تیسرے ٹیسٹ میں ماجد خان نے 167 رنز بنا کر پاکستان کو شکست کے خطرے سے بچا لیا۔

23 مارچ

ملک بھر میں یوم پاکستان روایتی جوش و خروش سے منایا گیا۔ ملک کے بڑے شہروں میں فوجی پریڈز ہوئیں۔ دنیا بھر کے سربراہوں نے صدر اور وزیراعظم کے نام تہنیتی پیغامات ارسال کیے۔ پی این اے نے مفتی محمود اور دوسرے راہنماؤں کی قیادت میں لاہور میں جلوس نکالا۔ مظاہرین نے سٹریٹ لائٹس توڑ ڈالیں اور عوامی املاک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ پولیس نے لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال کیا۔ پی ایف اے کے رہنماؤں کو گرفتار کر لیا گیا۔ دو گھنٹے بعد رہا کر دیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب صادق حسین قریشی نے آتش زنی' لوٹ مار اور املاک کو نقصان پہنچانے والے کو دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم دے دیا۔

24 مارچ

پی ایف اے نے سیاسی بحران کے حل کے لئے وزیراعظم بھٹو کی مذاکرات کی پیشکش مسترد کر دی۔ وزیراعظم سے مستعفی ہو کر عدلیہ اور فوج کی نگرانی میں انتخابات کرانے کا مطالبہ۔ الیکشن کمیشن نے صوبائی اسمبلیوں کے کامیاب ارکان کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ چین کے وفد نے صدر پاکستان فضل الٰہی سے ملاقات کی۔ صدر فضل الٰہی نے کہا کہ انتخابات کے بعد ملک ترقی اور خوشحالی کے نئے دور میں داخل ہو گیا ہے۔ حیدر آباد میں ہنگاموں پر قابو پانے کے لئے فوج طلب کر لی گئی۔ رکشا' ٹیکسی ڈرائیوروں کی تنظیموں نے 26 مارچ کو ہڑتال نہ کرنے کا اعلان کر دیا۔

25 مارچ

قومی اسمبلی کے لئے پاکستان پیپلزپارٹی کے اقلیتی امیدواروں کے ناموں کا اعلان کر دیا گیا۔ ریٹائرڈ میجر جنرل نیازی جمعیت علمائے پاکستان میں شامل ہو گئے۔ پی این اے کے رہنماؤں مفتی محمود احمد' شیرباز مزاری' پروفیسر غفور احمد' میاں طفیل محمد' ملک قاسم' شاہ احمد نورانی' شاہ فرید الحق' ظہور الحسن بھوپالی' مولانا حامد علی خان' خضر حیات اور خواجہ صفدر کو ملک کی سماجی و معاشی زندگی میں تعطل پیدا کرنے کی کوشش میں ملوث ہونے پر تین ماہ کے لئے جیل بھیج دیا گیا۔ بیگم نسیم ولی خان کو گھر میں نظربند کر دیا گیا۔ وکلاء نے لاہور اور کراچی میں مظاہرے کیے۔ ملتان میں مظاہرے کے دوران دو افراد ہلاک۔ پاکستان قومی اتحاد کے قائم مقام صدر نوابزادہ نصراللہ خان نے کہا کہ صدر فضل الٰہی امن و امان کی بحالی میں حکومت کو حاصل فوج کی مدد واپس لیں۔

انہوں نے عوام سے کہا کہ پی ایف اے کے تمام رہنماؤں کے گرفتار ہونے کے باوجود تحریک جاری رہے گی۔ پرائس کمیشن کے چیئرمین اے کے کموت 55 برس کی عمر میں انتقال کر گئے انہیں کراچی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

26 مارچ

نو منتخب قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا۔ 166 ارکان قومی اسمبلی نے شرکت کی۔ وزیراعظم بھٹو کو پیپلزپارٹی کی پارلیمانی پارٹی کا قائد منتخب کر لیا گیا۔ 161 ارکان نے حلف اٹھایا۔ پی این اے کی اپیل پر ملک گیر ہڑتال کی گئی۔ کراچی' لاہور اور ملک کے دوسرے شہروں میں جلوس نکالے گئے۔ مزید افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ اسلام آباد اور جھنگ میں بموں کے دھماکے' احمد پور شرقیہ میں پولیس پارٹی پر حملہ فائرنگ سے تین افراد ہلاک ہو گئے۔ لاہور میں میلہ چراغاں شروع ہو گیا۔ قومی اسمبلی کی مخصوص نشستوں کے تمام امیدوار بلامقابلہ منتخب ہو گئے۔ ترکیہ کے زلزلے پر وزیراعظم بھٹو اور صدر فضل الٰہی نے ترکی سے افسوس کا اظہار کیا۔

27 مارچ

صدر فضل الٰہی نے پی این اے کا نئے انتخابات کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اپوزیشن کو مذاکرات کی پیشکش مناسب وقت تک ہے۔ معراج خالد کو سپیکر قومی اسمبلی جبکہ عبدالفتح میمن کو ڈپٹی سپیکر منتخب کر لیا گیا۔ کراچی شرقی سے کرفیو ہٹا لیا گیا۔ الیکشن کمیشن نے مزید چار حلقوں کا انتخابی ریکارڈ سربمہر کر دیا۔ ڈی سی مردان کے خلاف دھاندلی کے الزامات پر تحقیقات کا حکم دے دیا گیا۔ حزب اختلاف کے امیدوار یوسف خان کو منتخب کر لیا گیا۔ قومی اسمبلی کی مخصوص نشستوں پر کامیاب ہونے والی اقلیتی اور خواتین ارکان نے حلف اٹھایا۔ کراچی' لاہور اور ملک کے دوسرے شہروں میں احتجاجی مظاہرے اور پولیس سے جھڑپوں کی خبریں ملیں۔ مظفر آباد کے قریب ٹرک کے حادثے میں گیارہ افراد ہلاک ہو گئے۔ ترکی اور پاکستان کے درمیان مشترکہ منصوبے شروع کرنے کا سمجھوتہ طے پا گیا۔

28 مارچ

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے آئندہ پانچ سال کے لئے وزیراعظم کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ اپوزیشن اسمبلی میں آ کر اپنے فرائض پورے کرے اور ہنگامہ آرائی ترک کر کے مذاکرات کی راہ اپنائے۔ تو حکومت سیاسی قیدیوں کی رہائی اور ہنگامی حالت کے خاتمہ پر غور کر سکتی ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے وفاقی کابینہ توڑنے کا اعلان کیا۔ مولانا مفتی محمود احمد نے کہا کہ موجودہ قومی اسمبلی کو عوام کی نمائندہ نہیں کہا جا سکتا۔ ملک بھر میں دفعہ 144 کی خلاف ورزیاں' مظاہرے' پولیس اور مظاہرین میں جھڑپیں متعدد

زخمی و گرفتار کر لئے گئے۔ پاکستان اور ترکی کے درمیان صنعت' زراعت اور فنی تعاون کے سمجھوتوں پر دستخط ہوئے۔

29 مارچ

پی این اے کے قائم مقام صدر نوابزادہ نصراللہ خان نے وزیراعظم بھٹو کی مذاکرات کی تازہ پیشکش مسترد کر دی۔ پی این اے کی تحریک جاری رہی مزید گرفتاریاں ہوئیں۔ کراچی پورٹ کے ورکروں نے ہڑتال ملتوی کر دی۔ رائس ملنگ کارپوریشن نے ٹوٹا چاول بیچنے کے لئے ملک بھر میں ریٹیل شاپس کھولنے کا فیصلہ کر لیا۔ کویت نے پاکستان ریلوے کی ترقی کے لئے اڑھائی کروڑ ڈالر قرضہ دینے کا اعلان کیا۔ کمبوڈیا کے نائب وزیراعظم اور وزیر خارجہ نے وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کے دوران پاکستان کی جانب سے تیسری دنیا کے ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس بلانے کی تجویز کی حمایت کر دی۔

30 مارچ

نئی بائیس رکنی وفاقی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ وزیراعظم بھٹو کی کابینہ کے نئے وزراء میں عزیز احمد (امور خارجہ) شیخ رشید (زراعت) ممتاز بھٹو (مواصلات) حفیظ پیرزادہ (خزانہ) مولانا کوثر نیازی (مذہبی امور) رانا حنیف (تجارت) حامد رضا گیلانی (صنعت) ایس ایم مسعود (قانون) یاسین وٹو (تعلیم) طاہر محمد خاں (اطلاعات) محمد حنیف خان (امور کشمیر) تاج محمد جمالی (صحت) ڈاکٹر غلام حسین (ریلوے) انور عزیز (خوراک) نیاز محمد وسن (سائنس و ٹیکنالوجی) میر افضل (پانی و بجلی) مخدوم حمید الدین (پٹرولیم) عبدالستار گبول (محنت) ارباب جہانگیر (تعمیرات) اور فاروق خاں لغاری (پیداوار) کے وزیر مقرر ہوئے۔ سندھ اسمبلی کے نو منتخب 99 ارکان نے حلف اٹھایا۔ چین' روس اور برطانیہ نے وزیراعظم بھٹو کو دوبارہ وزیراعظم منتخب ہونے پر مبارکباد دی۔ حکومت پنجاب نے 722 لیکچراروں کو اسسٹنٹ پروفیسر بنانے کا اعلان کیا۔

31 مارچ

وزیراعظم بھٹو نے اپوزیشن کو پھر مذاکرات کی پیشکش کی۔ خالی نشستوں پر ضمنی انتخابات ملتوی کر دیئے گئے' الیکشن کمیشن۔ سرگودھا کے حلقہ سے حفیظ اللہ چیمہ کا انتخاب کالعدم قرار دے دیا گیا۔ لاہور میں دفعہ 144 کی خلاف ورزی پر علماء کے جلوس اور پولیس میں تصادم 90 افراد زخمی ہوئے۔ کراچی شرقی سے دن کا کرفیو ختم کر دیا گیا۔ حکومت پنجاب نے پنجاب اسمبلی کا اجلاس 9 اپریل کو طلب کر لیا گیا۔ غلام مصطفےٰ جتوئی نے وزیراعلیٰ سندھ' صدر الدین کبیر نے سپیکر اور قمرالزمان نے ڈپٹی سپیکر کی حیثیت سے اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ میر خلیل الرحمان کو 78-1977ء کے لئے اے پی این ایس کا صدر چن لیا گیا۔ پاکستان اور چیکوسلواکیہ کے درمیان ثقافتی تبادلے کے معاہدے پر دستخط ہو گئے۔

اپریل 1977ء

یکم اپریل

وزیراعظم بھٹو نے بارہ وزارتوں اور ان کے ڈویژنوں کی تنظیم نو کا اعلان کر دیا۔ انتخابی عزر داریوں کی ساعت کے لیے آٹھ الیکشن ٹریبونل قائم کر دیئے گئے۔ امریکہ پاکستان کو صادق آباد کے قریب یوریا کھاد کے کارخانے کی تعمیر کے لیے چار کروڑ امریکی ڈالر کی امداد فراہم کرے گا۔ دونوں ملکوں میں معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ وزیراعظم بھٹو نے کراچی میں کہا کہ اپوزیشن سے مذاکرات میں ڈیفنس آف رولز کے خاتمہ پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ ثقافت' آثارقدیمہ' سپورٹس اور سیاحت کی نئی وزارت کا قیام عمل میں آیا۔ صوبائی رابطہ کی ۔زارت کو وزارت تعلیم سے علیحدہ کر کے وزارت خزانہ سے منسلک کر دیا گیا۔

2اپریل

لاہور اور دوسرے بڑے شہروں میں قومی اتحاد کے رہنماؤں نے گرفتاریاں پیش کیں۔ رپورٹروں اور فوٹو گرافروں نے پولیس تشدد کے خلاف لاہور میں دو گھنٹے کی علامتی ہڑتال کی۔ لاہور اور کراچی میں ہنگاموں کے دوران 13 بسیں جلا دی گئیں۔ پاکستان قومی اتحاد نے انیس اپریل کو یوم سیاہ منانے کا اعلان کر دیا۔ حکومت پنجاب نے فحش فلموں کی نمائش کے خلاف کارروائی کا حکم دے دیا۔ جاوید منزل کو اقبال عجائب گھر میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ یہ عمارت علامہ محمد اقبال کے بیٹے جاوید اقبال کی ملکیت ہے۔

3اپریل

بلوچستان اسمبلی کا اجلاس ہوا۔ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ مسٹر محمد خان بازوئی کو قائد ایوان منتخب کر لیا گیا پاکستان اور افغانستان کے درمیان فضائی پروازیں بحال ہو گئیں۔ لارڈ ریڈ کلف 78 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔

4اپریل

وزیراعظم بھٹو نے خصوصی ایلچی کے ذریعے بھارتی وزیراعظم ڈیسائی کے نام نئی دہلی پیغام بھجوایا۔ لاہور میں قومی اتحاد کے بارہ افراد نے گرفتاریاں پیش کیں۔ جام غلام قادر کو بلوچستان اسمبلی کا سپیکر منتخب کر لیا گیا۔ کاروں پر جھنڈے لہرانے کے نئے ضابطے کے تحت صدر' وزیراعظم' سپیکر' چیئرمین سینٹ' چیف جسٹس آف پاکستان' صوبائی گورنر صوبائی وزیر اعلیٰ کے علاوہ کوئی بھی عہدیدار قومی پرچم یا کوئی دوسرا جھنڈا اپنی کار پر لہرانے کا مجاز نہ ہو گا۔

5اپریل

سینیٹر نرگس زماں مستعفی ہو گئیں۔ سندھ کی چودہ رکنی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ اقبال جدون کو متفقہ طور پر سرحد اسمبلی میں پیپلزپارٹی کا لیڈر منتخب کر لیا گیا۔ مسٹر محمد خان بازوئی کو پانچ سال کے لیے بلوچستان کا وزیر اعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔ کراچی غربی میں کرفیو کی پابندیاں ختم کر دی گئیں۔ چائے کی قیمتوں میں کمی کا اعلان کر دیا گیا۔

6اپریل

اقبال جدون کو وزیر اعلیٰ سرحد منتخب کر لیا گیا۔ پنجاب میں اقلیتوں کی نشستوں کے لیے پیپلزپارٹی نے امیدواروں کو ٹکٹ جاری کر دیئے۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان مسٹربازوئی کی سات رکنی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ لاہور' پشاور اور سیالکوٹ میں قومی اتحاد نے جلوس نکالے۔ حکومت پاکستان نے 1977ء کی کپاس پالیسی کا اعلان کر دیا۔

7اپریل

وزیر اعلیٰ بھٹو نے کہا کہ انہوں نے اپوزیشن کی تجاویز کو نہ ہی مسترد کیا ہے اور نہ ہی قبول کیا۔ حکومت نے پنجاب کے صنعتی کارکنوں میں ساڑھے آٹھ ہزار رہائشی پلاٹ مفت تقسیم کرنے کا اعلان کر دیا۔

8اپریل

وزیراعظم بھٹو نے لاہور میں کہا کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے بغیر بھارت سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ نہیں ہو سکتا۔ چیئرمین پیپلزپارٹی ذوالفقار علی بھٹو نے تاج محمد لنگاہ' احمد رضا قصوری' حامد یاسین اور مسٹرایچ ایس بیدی کو پارٹی سے نکال دیا۔ الیکشن کمیشن نے سرحد اسمبلی کے حلقہ پی ایف 37 ایبٹ آباد چار سے منصف خان کو کامیاب قرار دے دیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب صادق حسین قریشی کو پنجاب اسمبلی میں پیپلزپارٹی کا لیڈر منتخب کر لیا گیا۔ پاکستان ریلوے نے 15 اپریل سے لاہور' پا کپتن اور سمہ سٹہ کے درمیان ایکسپریس ٹرین چلانے کا اعلان کیا۔

9اپریل

پنجاب اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ 238 ارکان اسمبلی نے اپنے عہدو کا حلف اٹھایا۔ پنجاب اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر اسمبلی کی عمارت کے گرد سڑکوں پر اپوزیشن کے مظاہرین اور پولیس میں تصادم کے نتیجہ میں آٹھ افراد ہلاک اور 78 زخمی ہو گئے۔ وفاقی سیکرٹری تجارت اعجاز نائیک کی قیادت میں پاکستان کا تجارتی وفد بھارت کے دورے پر نئی دہلی پہنچا۔

10اپریل

لاہور میں 9 اپریل کے مظاہروں میں مرنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہو گئی۔ قومی اتحاد نے تحریک کو وسیع بنیاد پر چلانے کے لیے لائحہ عمل تیار کر لیا۔ چوہدری محمد انور بھنڈر پنجاب اسمبلی کے سپیکر اور شیم احمد ڈپٹی سپیکر منتخب ہو گئے۔ لاہور میں اپوزیشن کے مظاہرین پر پولیس تشدد کے خلاف ملک بھر میں مظاہرے ہوئے۔ کراچی' حیدر آباد' لائل پور' ملتان اور ڈیرہ غازی خان میں پولیس کی فائرنگ سے متعدد مظاہرین ہلاک ہو گئے۔

11اپریل

پاکستان قومی اتحاد نے عوام سے اپیل کی کہ موجودہ غیر آئینی حکومت کو ٹیکسوں کی ادائیگی روک دی جائے۔ لکشمی چوک لاہور میں پولیس فائرنگ سے ایک نوجوان ہلاک ہو گیا۔ مشتعل مظاہرین نے حملہ کرکے دو پولیس والوں کو شدید زخمی کر دیا۔ لائلپور میں مکمل ہڑتال رہی پولیس اور مظاہرین کے درمیان جھڑپیں سارا دن جاری رہیں۔ لاہور میں ہزاروں وکلاء نے احتجاجی جلوس نکالا۔ مسٹر صادق حسین قریشی نے وزیر اعلیٰ پنجاب کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

12اپریل

پیپلزپارٹی کے رکن قومی اسمبلی سردار احمد علی قومی اسمبلی کی رکنیت سے مستعفی ہو گئے۔ وزیر خزانہ حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ کوئی شخص سرکاری ٹیکس کی ادائیگی سے نہیں بچ سکتا۔ پاکستان قومی اتحاد نے پندرہ اپریل کو یوم احتجاج منانے کا فیصلہ کر لیا۔ لاہور' ملتان' کراچی' حیدر آباد اور بہت سے دوسرے شہروں میں پولیس اور مظاہرین میں جھڑپیں ہوئیں۔

13اپریل

حالات کو قابو کرنے کے لیے فوج کو بلانے پر تامل نہیں کیا جائے گا' وزیر اعظم بھٹو کا اعلان۔ عبدالحفیظ کاردار' اعتزاز احسن رکنیت پنجاب اسمبلی اور ڈاکٹر مبشر حسن پاکستان پیپلز پارٹی کے جنرل سیکرٹری کے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ سپین میں پاکستان کے سفیر ریٹائرڈ ایئر مارشل عبدالرحیم احتجاجاً" مستعفی ہو گئے۔ حیدر آباد میں پولیس کی فائرنگ سے تین افراد ہلاک ہو گئے۔ لاہور میں زلزلے کے شدید جھٹکے۔ عبدالحفیظ کاردار پاکستان کرکٹ بورڈ کی صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ قومی اتحاد کے رہنما مولانا عبیداللہ انور کو رہا کر دیا گیا۔

14اپریل

یونان میں پاکستانی سفیر لیفٹیننٹ جنرل گل حسن بھی مستعفی ہو گئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ عوام کے تعاون سے آئندہ پانچ سالوں میں عوامی ترقیاتی منصوبوں پر تیزی سے عملدر آمد ہو گا۔

15اپریل

مولانا مودودی اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے درمیان لاہور میں ملاقات ہوئی۔ قومی اتحاد نے یحیٰی بختیار کی تجاویز کو ماننے سے انکار کر دیا۔ قومی اتحاد کی اپیل پر بڑے چھوٹے شہروں میں ہڑتال رہی۔ لاہور میں مظاہرین نے ایک سینما' نو کاریں' اور ایک بس کو آگ لگا دی۔ چار افراد ہلاک اور 88 زخمی ہوئے۔ وزیر اعظم بھٹو نے پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس منسوخ کرنے کا فیصلہ کیا۔

16اپریل

عید محمد' ظفر اللہ دریشک' دیوان غلام عباس' ذوالفقار کھوسہ اور اسلم بھٹی نے صوبائی اسمبلی کی رکنیت سے مستعفی ہونے کا اعلان کیا۔ الیکشن کمیشن نے سردار احمد علی اور چوہدری غلام نبی کا انتخاب کالعدم قرار دے دیا گیا۔ پشاور میں مکمل ہڑتال' قومی اتحاد نے جلوس نکالا' سردار شوکت حیات کو پیپلزپارٹی سے نکال دیا گیا۔ پولیس تشدد کے خلاف ملک بھر میں جلوس نکالے گئے۔

17اپریل

وزیر اعظم بھٹو نے اپوزیشن سے مذاکرات کی پیشکش کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے صوبائی انتخابات کے دوبارہ انعقاد کا جو فارمولا پیش کیا ہے وہ حزب اختلاف کے قریب تر ہے۔ میں فوج کے دباؤ کے تحت استعفیٰ نہیں دوں گا اور نہ ہی ایسا کوئی دباؤ ہے۔ ملک بھر میں شراب اور جوئے پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔ نائٹ کلب بھی بند کر دیئے گئے۔

18اپریل

قومی اتحاد نے وزیر اعظم بھٹو کا سیاسی فارمولا مسترد کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ انتخابات کے نتیجے میں بننے والی اسمبلی غیر آئینی ہے قومی اتحاد ذوالفقار علی بھٹو کو وزیر اعظم تسلیم نہیں کرتا۔ لاہور ہائی کورٹ نے حنیف رامے کی رہائی کا حکم دے دیا۔ لاہور میں شراب کی تمام دکانیں سربمہر کر دی گئیں۔ سردار شوکت حیات' عبداللہ رو کڑی اور بلخ شیر مزاری قومی اسمبلی کی رکنیت سے مستعفی ہو گئے۔ حفیظ کاردار تحریک استقلال میں شامل ہو گئے۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ' کرایہ مکان 30 فی صد جبکہ سواری الاؤنس 30 روپے کر دیا گیا۔ اسلامیہ کالج لاہور کے سابق پرنسپل پروفیسر عبدالحیٰ انتقال

کر گئے۔

19اپریل

صدر مملکت نے 25 اپریل کو صبح دس بجے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا۔ پاکستان قومی اتحاد نے 22 اپریل کو ہڑتال کی اپیل کر دی۔ مختلف شہروں میں قومی اتحاد کے احتجاجی جلوسوں اور مظاہروں کا سلسلہ جاری رہا۔ پی آئی اے کے ملازمین نے اپنے مطالبات کی حمایت میں غیر معینہ مدت کے لیے ہڑتال کر دی۔ حیدر آباد میں مشتعل ہجوم نے ایک بستی کو آگ لگا دی۔ حالات پر قابو پانے کے لیے فوج طلب کرنا پڑی۔ پنجاب کی چھ رکنی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ کابینہ کے پہلے اجلاس میں کچی آبادیوں کو پانچ مرلہ سکیم کے تحت مالکانہ حقوق دینے کا اعلان کیا گیا۔ کراچی میں پہیہ جام ہڑتال کا اعلان کر دیا گیا۔

20اپریل

کراچی میں خون ریز ہنگامے' سولہ افراد ہلاک' ایک سو ساٹھ زخمی ہو گئے' کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ مظاہرین نے ریل کی پانچ بوگیاں جلا دیں۔ لاہور ہائی کورٹ نے اصغر خان' محمود علی قصوری' حامد سرفراز' جاوید ہاشمی' مجیب الرحمان شامی اور خورشید احمد قصوری کی رہائی کا حکم دیا۔ انور علی خان نون قومی اسمبلی کی نشست سے مستعفی ہو گئے۔ الیکشن کمیشن نے عبداللہ روکڑی اور حفیظ اللہ طارق کا انتخاب کالعدم قرار دے دیا۔ چترال میں سونے کے ذخائر کی تلاش شروع کر دی گئی۔

21اپریل

ملک بھر میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کا یوم وفات' عقیدت و احترام سے منایا گیا' عام تعطیل رہی۔ قومی پرچم سرنگوں رہا' اخبارات نے خصوصی ایڈیشن شائع کیے۔

22اپریل

ملک بھر میں پاکستان قومی اتحاد کی اپیل پر ہڑتال رہی۔ بھلوال میں فوج طلب کر لی گئی۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ میں اپوزیشن سے بات چیت کے لیے تیار ہوں مگر غیر آئینی بات قبول نہیں کی جا سکتی۔ کراچی' ڈویژن' حیدر آباد ڈسٹرکٹ اور لاہور ڈسٹرکٹ میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔ راولپنڈی میں مظاہرین نے سینکڑوں دکانوں کو آگ لگا دی۔ قومی اتحاد کے قائم مقام صدر نوابزادہ نصراللہ خان کو گرفتار کر لیا گیا۔ میاں صلاح الدین نے قومی اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔

23اپریل

لاہور میں مارشل لاء حکام نے اعلان کیا کہ کرفیو کی خلاف ورزی کرنے والوں کو گولی مار دی جائے گی۔ لاہور کو مارشل لاء کے تحت پانچ سیکٹروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ٹریڈ یونین سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ہڑتال' تالہ بندی' جلسے' جلوس' پوسٹربازی اور سیاسی جھنڈے لہرانے کی ممانعت کر دی گئی۔ وفاقی حکومت نے قومی اتحاد سے متعلق خبروں کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی۔ صدر مملکت نے ہنگامی حالت کے اعلان میں ترمیم کا حکم نامہ جاری کر دیا۔ قومی اسمبلی کے پارلیمانی گروپ نے وزیر اعظم بھٹو کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ الیکشن کمشنر نے سینٹ کی اضافی سولہ نشستوں کے لیے بلامقابلہ منتخب ارکان کے ناموں کا اعلان کیا۔

24اپریل

روزنامہ نوائے وقت کرفیو پاس نہ ہونے کے باعث شائع نہ ہو سکا۔ پاکستان کو آنسو گیس فراہم نہ کرنے پر واشنگٹن پوسٹ اخبار نے امریکہ پر نکتہ چینی کی۔

25اپریل

اسلام آباد میں قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ وفاقی کابینہ نے ملک کی صورتحال پر غور کیا۔ لاہور' لائل پور' سیالکوٹ' کراچی اور حیدر آباد میں لمبے عرصے کے لیے کرفیو کی پابندیاں نرم کر دی گئیں۔ میجر محمد سردار اورکزئی کو تحریک استقلال کا قائم مقام صدر بنا دیا گیا۔ پاکستان اور جمہوریہ سرنیام کے درمیان سفارتی تعلقات قائم کرنے کا فیصلہ برازیل میں پاکستان کے سفیر محمد اسلم کو سرنیام میں تعینات کر دیا گیا۔

26اپریل

قومی اتحاد کے رہنماؤں نے سہالہ میں وزیر اعظم بھٹو کی تجاویز پر غور کیا۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ فوج کو آئین کے تحت انتظامیہ کی مدد کے لیے بلایا گیا ہے۔ سینٹ کے اٹھائیس ارکان اسمبلی نے اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ قومی اسمبلی کے سپیکر معراج خالد نے اجلاس کے دوران بتایا کہ قومی اسمبلی کی رکنیت سے چار ارکان نے استعفیٰ دیا ہے۔ سید عبدالمالک کو سینٹ کا بلامقابلہ ڈپٹی چیئرمین منتخب کر لیا گیا۔ رانا شوکت محمود کو پیپلز پارٹی پنجاب کا ڈپٹی سیکرٹری نامزد کر دیا گیا۔ قومی اسمبلی نے اپنے اجلاس کے دوران چار مسودات قانون کی منظوری دی۔

27اپریل

پاکستان قومی اتحاد کے قائم مقام صدر پیر پگاڑا نے کہا کہ وزیر اعظم بھٹو کی حالیہ تجاویز حزب اختلاف کے قریب تر ہیں۔ جنرل ٹکا خان کو دفاع اور

قومی سلامتی کا وزیر مقرر کر دیا گیا۔ لاہور چھاؤنی' شاہدرہ اور دیگر علاقوں سے کرفیو اٹھا لیا گیا۔ قومی اتحاد کا صدر دفتر راولپنڈی منتقل کر دیا گیا۔ وزارت دفاع نے سرکاری اعلان میں بتایا کہ پاک فوج سلامتی کے تحفظ کی ذمہ داریاں پوریاں کریں گی۔

28اپریل

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ افغانستان کے ساتھ باعزت سمجھوتہ کیا جائے گا۔ پارلیمنٹ نے ہنگامی حالت کے بارے میں صدارتی حکم کی توثیق کر دی۔ حکومت نے راولپنڈی' اسلام آباد کے علاقہ میں 30 اپریل کو سامان کی نقل و حمل اور بسوں کی آمدورفت بند کرنے کا اعلان کیا۔ پاکستانی وزیر خارجہ نے کہا کہ پاکستان کے سیاسی مسئلہ میں بیرونی مداخلت کی گئی ہے۔ پاکستان الیکشن کمیشن نے حلقہ نمبر1 جھنگ سے سید امیر حسین شاہ کو پنجاب اسمبلی کا کامیاب رکن قرار دے دیا۔

29اپریل

عرب ممالک نے حکومت اور اپوزیشن کے درمیان مصالحت کی کوششیں شروع کر دیں۔ شاہ خالد اور شیخ زید بن سلطان کے ایلچیوں نے وزیراعظم بھٹو اور مولانا مفتی محمود سے ملاقاتیں کیں۔ لیاقت باغ اور نیشنل پارک راولپنڈی میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔ یکم مئی کے موقع پر جلوس نکالنے پر پابندی لگا دی گئی۔ سردار شوکت حیات خان کو گرفتار کر لیا گیا۔ سرکاری اعلان میں کہا گیا کہ اہم تنصیبات پر حملہ کرنے والوں پر آرمی ایکٹ کے تحت مقدمات چلائے جائیں گے۔

30اپریل

پاکستان قومی اتحاد نے اسلام آباد میں لانگ مارچ کیا۔ محمد اشرف خان صدر خاکسار تحریک کو گرفتار کر لیا گیا۔ محمد ایوب خان کو قائمقام صدر بنا دیا گیا۔ راولپنڈی میں مشتعل مظاہرین نے ایک ریستوران اور ایک بنک کو آگ لگا دی۔ 35 افراد گرفتار ہو گئے۔

مئی 1977ء

یکم مئی

ملک بھر میں یوم مئی کا تہوار منایا گیا۔ بڑے بڑے شہروں میں مزدوروں کی ریلیاں منعقد ہوئیں۔ سرکاری طور پر عام تعطیل رہی۔

2مئی

حکومت پاکستان نے 9 مئی سے پنجاب اور سرحد کے تعلیمی ادارے کھولنے کا اعلان کیا۔ پیر پگاڑا کی صدارت میں اسلام آباد میں قومی اتحاد کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ لاہور ہائیکورٹ نے وفاقی حکومت کی جانب سے پریس پر عائد پابندیوں کے خلاف رٹ سماعت کے لئے منظور کر لی۔ مولانا مفتی محمود نے وزیراعظم بھٹو کے خط کا جواب دے دیا۔ مولانا مفتی محمود نے سہالہ میں قومی اتحاد کے رہنماؤں سے تبادلہ خیال کیا۔ انشورنس کارپوریشن سے متعلق اجرتوں کے کمیشن کے ایوارڈ کا اعلان کر دیا گیا۔ کارکنوں کی تنخواہوں میں اضافہ کا اعلان۔

4مئی

راولپنڈی اور اسلام آباد میں ہر قسم کے اجتماعات پر پابندی عائد کر دی گئی۔ لیبیا کے وزیر خارجہ نے وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی اور کرنل قذافی کا پیغام ان تک پہنچایا۔ وفاقی حکومت نے تمام صوبوں میں اوقاف کا نظام یکم مئی سے سنبھال لیا۔ وزارت دفاع نے اعلان کیا کہ اصغر خان نے دفاعی افواج کو حکم عدولی کرنے پر اکسایا ہے۔

5مئی

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ حزب اختلاف کے مطالبات کی طویل فہرست مذاکرات کو الجھا سکتی ہے۔ لاہور' کراچی اور حیدر آباد میں دوبارہ کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ لاہور ہائی کورٹ نے ایس ایم ظفر' ملک وزیر علی' ایم انور اور علامہ احسان الٰہی ظہیر کی نظربندی کو غیر قانونی قرار دے دیا۔ پاکستان نے نیٹو کی وزارتی کونسل کے اجلاس میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ عبدالحفیظ پیرزادہ کو ایشیائی ترقیاتی بنک کے بورڈ آف گورنرز کا چیئرمین منتخب کر لیا گیا۔

6مئی

قرعہ اندازی کے ذریعہ سینٹروں کی مدت رکنیت کا تعین کیا گیا۔ سرکاری اعلان میں بتایا گیا کہ اصغر خان نے دفاعی افواج کے سربراہوں اور افسروں کو جو خط لکھا تھا اس کے لئے ان کے خلاف قانونی کاروائی کی جا رہی ہے۔ لاہور کی مارشل لاء انتظامیہ نے اعلان کیا کہ لاہور میونسپل کارپوریشن کی حدود میں کرفیو بدستور رہے گا۔ مختلف فیکٹریوں اور دیگر صنعتی اداروں کے کارکنوں کو ڈیوٹیوں پر لازمی حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔

7مئی

دو امریکی جہاز پاکستان پہنچ گئے۔ لاہور کے نواحی علاقوں شاہدرہ اور کوٹ لکھپت سے کرفیو ختم کر دیا گیا۔

8مئی

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اپوزیشن کے 32 نکات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ پیر پگاڑا نے کہا کہ حزب اختلاف حکومت کے وزراء سے بات چیت نہیں کرے گی۔ امریکہ نے پاکستان کو فرانسیسی ری پروسیسنگ پلانٹ کی فروخت پر اعتراض واپس لے لیا۔ پنجاب کابینہ کے مزید آٹھ وزراء نے حلف اٹھایا۔ وزیر اعظم بھٹو نے امریکی وزیر خارجہ کے خط کے جواب میں کہا کہ امریکی امداد کے بند ہونے سے پاکستان کو بنیادی اشیاء کی قلت نہیں ہو گی۔ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہم برادر اسلام ممالک پر انحصار کر سکتے ہیں۔

9 مئی

لاہور میں غیر قانونی جلوس پر پولیس کی فائرنگ سے پانچ افراد زخمی ہو گئے۔ وزارت دفاع نے اعلان کیا کہ پاک افواج مساجد اور دوسری عبادت گاہوں کی بے حرمتی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ پنجاب اور سرحد کے تعلیمی ادارے کھول دیئے گئے۔ میرپور خاص میں مشتعل ہجوم پر پولیس فائرنگ سے ایک شخص ہلاک ہو گیا۔ پاکستان اور جاپان کے درمیان ٹیلی مواصلات کی لیبارٹری کی تعمیر کے سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔

10 مئی

حکومت نے مفتی محمود، مولانا مودودی اور شاہ احمد نورانی کو اسلامی نظریاتی کونسل میں شمولیت کی دعوت دی۔ قومی اسمبلی نے شراب کی تیاری، فروخت اور استعمال پر پابندی کا بل منظور کر لیا۔ خلاف ورزی کرنے والوں کو دو سال قید اور دس ہزار روپے جرمانہ کیا جا سکے گا۔ پاکستان نے امریکہ سے مذاکرات کی پیش کش قبول کر لی۔ قومی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کی پارلیمانی پارٹی نے ملک کی سیاسی صورتحال پر غور کیا۔

11 مئی

وزیر اعظم بھٹو اور قومی اتحاد کے صدر کے درمیان ملاقات ہوئی۔ دونوں رہنماؤں نے سیاسی بحران کے حل کے لئے بنیادی مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ قومی اسمبلی نے جمعہ کو ہفتہ وار تعطیل کرنے کا بل منظور کر لیا۔ حیدر آباد سازش کیس کی سماعت 23 مئی تک ملتوی کر دی گئی۔ ہائی اور پرائمری سکولوں کے اساتذہ کو تدریسی الاؤنس دینے کا اعلان کیا۔

12 مئی

سینٹ نے جمعہ کو ہفتہ وار تعطیل قرار دینے کے بل کی منظوری دے دی۔ قومی اسمبلی نے ضابطہ فوجداری کے بل میں ترمیم کی منظوری دے دی۔ الیکشن کمیشن نے یحییٰ بختیار کے حلقہ میں دھاندلی کی شکایات کی سماعت شروع کر دی۔ صدر نے الیکشن کمیشن کے لئے سرسری سماعت کے اختیارات سے متعلق آرڈیننس واپس لے لیا۔

13 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ میں شکست خوردہ چند پارٹیوں کے مطالبہ پر استعفیٰ نہیں دے سکتا۔ عوام سے فیصلہ کے لئے ریفرنڈم کرانے کو تیار ہوں۔ کراچی میں مشتعل ہجوم پر فائرنگ سے ایک شخص ہلاک ہو گیا۔ الیکشن کمیشن سے اسمبلیوں کی نشستوں سے کالعدم قرار دینے کے اختیارات واپس لے لئے گئے۔ پاکستان مسلم لیگ کے رہنما اسلم خٹک نے قوامی اسمبلی کی رکنیت کا حلف اٹھایا۔ لاہور چھاؤنی اور شہر کے بیشتر علاقوں سے کرفیو ختم کر دیا گیا۔ قومی اسمبلی نے جوئے اور ریس پر پابندی اور قیمتوں کے کنٹرول کا بل منظور کر لیا۔

14 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ ریفرنڈم سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کی نگرانی میں کرایا جائے گا۔ ملتان کو فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ شہر میں تاحکم ثانی کرفیو کا نفاذ، قومی اتحاد نے ریفرنڈم کرانے کا حکومتی فیصلہ مسترد کر دیا۔ لاہور میں ایک اور مارشل لاء سیکٹر قائم کر دیا گیا۔ کارٹونسٹ جمشید انصاری اور ان کے بھائی کراچی میں ٹریفک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔

15 مئی

پیر پگاڑا کو تین دن کے لئے نظر بند کر دیا گیا۔ کویت کے وزیر خارجہ پاکستان کے سیاسی بحران کے حل میں مدد کے لئے اسلام آباد پہنچے۔ اسلام آباد میں ایران اور پاکستان کے وزارتی کمیشن کا اجلاس شروع ہوا۔ روزنامہ امروز لاہور نے ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کے بارے میں تفصیلی مضمون شائع کیا۔

16 مئی

کویتی وزیر خارجہ نے وزیر اعظم بھٹو اور قومی اتحاد کے نظر بند رہنماؤں پیر پگاڑا اور مفتی محمود سے بات چیت کی۔ ریفرنڈم کرانے کے لئے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے آئین میں ساتویں ترمیم کا بل منظور کر لیا۔ پنجاب بھر میں یونیورسٹی ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر ساٹھ برس کر دی گئی۔

17 مئی

مولانا مفتی محمود احمد کی حالت بہتر ہو گئی۔ نوابزادہ نصر اللہ خان کو دوبارہ سہالہ منتقل کر دیا گیا۔ صدر پاکستان نے آئین میں ساتویں ترمیم کی توثیق کر

دی۔ سانگھڑ میں پٹرول پمپ کو آگ لگانے کی کوشش میں انیس افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ پشاور ہائیکورٹ میں صوبائی وزیر صنعت میجر آفتاب احمد خان کے انتخاب کے خلاف رٹ دائر کر دی گئی۔

18 مئی

قومی اتحاد کے رہنما سردار قیوم خان کو سہالہ منتقل کر دیا گیا۔ پیر پگاڑا نے کہا کہ آئین میں ساتویں ترمیم کے بعد مذاکرات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مصطفیٰ کھر مسلم لیگ کی نائب صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ پاکستان اور ایران میں اقتصادی تعاون کے فروغ کے لئے ایک معاہدے پر دستخط ہوئے۔

19 مئی

قومی اتحاد کے نظر بند لیڈروں سے رابطہ کے لئے آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار قیوم خان کو رہا کر دیا گیا۔ لاہور ہائیکورٹ میں مارشل لاء کے خلاف رٹ کی سماعت شروع رہی۔

20 مئی

سیالکوٹ میں مشتعل جلوس پر پولیس فائرنگ سے چار افراد ہلاک ہو گئے۔ سولہ زخمی' شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ سردار قیوم خان نے جیکب آباد میں مولانا شاہ احمد نورانی سے ملاقات کی۔ کراچی میں مظاہرین کا گاڑیوں پر پتھراؤ۔ لاہور نجف کالج گلبرگ کے پرنسپل تصدق حسین کو قتل کر دیا گیا۔ پاکستان اور یوگوسلاویہ کے درمیان مشترکہ صدارتی کمیشن کے قیام کا اسلام آباد میں اعلان کیا گیا۔

21 مئی

مارشل لاء کے نفاذ کو چیلنج کرنے کی درخواست پر سماعت ملتوی کر دی گئی۔ سردار قیوم خان نے کہا کہ حکومت سے مذاکرات کے لئے بنیاد تلاش کر لی گئی ہے۔ ساتویں ترمیم کی رو سے ہائیکورٹ 199 کے اختیارات استعمال نہیں کر سکتی۔

22 مئی

طرابلس کانفرس میں فیصلہ کیا گیا کہ پاکستان کے تمام طبقوں میں ہم آہنگی ہونی چاہئے۔ حکومت بلوچستان نے اعلان کیا ضلع چاغی میں 8 ارب ڈالر سے زائد مالیت کی معدنیات موجود ہیں۔

23 مئی

مولانا مفتی محمود احمد اور وزیر اعظم بھٹو کے درمیان سہالہ میں ڈیڑھ گھنٹہ تک مذاکرات ہوئے۔ پاکستان میں کیمونسٹ پارٹی کے اجراء کا اعلان کر دیا گیا۔ اس پارٹی پر 1953ء میں پنڈی سازش کیس کے پس منظر میں پابندی لگا دی گئی تھی۔ ڈاکٹر غلام حسین کو پیپلز پارٹی کا جنرل سیکرٹری مقرر کر دیا گیا۔ صدر پاکستان نے دو آرڈیننسوں کے نفاذ کا اعلان کیا جس کے تحت ان علاقوں میں جہاں سول انتظامیہ کے لئے فوج طلب کی گئی۔ ہائیکورٹوں کے اختیارات کو معطل کر دیا گیا۔

24 مئی

وزیر اعظم بھٹو اور اپوزیشن میں تصفیہ کے لئے یاسر عرفات نے اپنی خدمات پیش کر دی۔ وزیر اعظم بھٹو اور مفتی محمود نے سیاسی بحران کے تصفیہ کے حل کے لئے سعودی عرب کے سفیر سے مذاکرت کئے۔

25 مئی

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ اگر اپوزیشن مذاکرات میں حصہ لینے پر آمادہ ہو گئی تو سیاسی بحران جلد حل ہو جائے گا۔ سیاسی بحران کے حل کے لئے بنیادی نکتہ مذاکرات پر حکومت اور اپوزیشن کے درمیان اتفاق رائے ہو گیا ہے۔ حکومت پاکستان نے ملازمین کو رہائشی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے ساڑھے آٹھ کروڑ روپے کی منظوری دے دی۔

26 مئی

صدر مملکت نے ایک آرڈیننس کے تحت سیاسی' مذہبی اور تجارتی نوعیت کے پیغامات والے کرنسی نوٹ کی تنسیخی کا اعلان کر دیا گیا۔ سعودی عرب کے سفیر ریاض الخطیب نے وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ قومی اتحاد کے صدر پیر پگاڑا نے کہا کہ بعض بنیادی مطالبات تسلیم ہونے پر مذاکرات پر آمادگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ فوجی کاروائیوں کی نگرانی کے لئے اعلیٰ سطحی کمیٹی قائم کر دی گئی۔

27 مئی

قومی اتحاد کے رہنماؤں نے کہا کہ مذاکرات کا ایجنڈا تیار کیا جا رہا ہے۔ کراچی میں قومی اتحاد نے جلوس نکالا۔ اٹک کے قریب بس اور آئل ٹینکر میں خوفناک تصادم سے 13 افراد ہلاک اور 20 زخمی ہو گئے۔

28 مئی

قومی اتحاد کے رہنماؤں نے کہا کہ حکومت اور حزب اختلاف کے درمیان 29 مئی سے مذاکرات شروع ہوں گے۔ قومی اتحاد اور حکومت کے درمیان مذاکرات کے لئے تین تین رکنی کمیٹیاں بنا دیں گئیں۔ سپیشل

ٹربیونل نے سابق رکن اسمبلی ملک محمد سلیمان کو ایک ماہ قید کا حکم سنایا۔ تربیلا بجلی گھر کے ایک اور یونٹ نے کام شروع کر دیا۔

29 مئی

امیر جماعت اسلامی ہند مولانا محمد یوسف نے حکومت اور اپوزیشن میں مصالحت کی پیش کش کر دی۔ حکومت اور حزب اختلاف میں مذاکرات کی تیاریاں مکمل کر لیں گئیں۔ پروفیسر عبدالغفور کو سہالہ منتقل کر دیا گیا۔ ملک بھر میں نویں کے طلباء کو تعلیمی ریکارڈ کی بنیاد پر دسویں میں ترقی دے دی گئی۔

30 مئی

مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ حکومت اپوزیشن مذاکرات 3 جون کو ہوں گے۔ حکومت نے انتخابات کے بعد ہنگاموں میں نقصانات کا معاوضہ دینے کا اعلان کیا۔ خصوصی ٹربیونل نے محمد حنیف رامے، چوہدری رشید اور سابق وزیر ایم خاکوانی کو رہا کر دیا۔ روزنامہ جنگ کراچی نے کیفی اعظمی کے حالات زندگی شائع کیے۔

31 مئی

سردار عبدالقیوم نے کہا کہ اصولوں کے معاملے میں خاموش نہیں رہا جائے گا۔ وزیر اعظم بھٹو کی صدارت میں راولپنڈی میں اعلیٰ سطح کا اجلاس ہوا۔ چنیوٹ کے قریب پہاڑی سے گولہ بارود کا بڑا ذخیرہ برآمد کر لیا گیا۔ ڈاکٹروں نے رپورٹ میں کہا کہ اصغر خان کی طبیعت اب ٹھیک ہے البتہ بارہ پونڈ وزن کم ہوا ہے۔

جون 1977ء

یکم جون

سعودی عرب کے سفیر اور قومی اتحاد کے رہنماؤں کے درمیان صلاح و مشورے ہوئے۔ قومی اتحاد نے حکومت سے مذاکرات کے لئے ایجنڈا تیار کر لیا۔ سعودی سفیر نے وزیر اعظم بھٹو سے ملاقات کی۔ میاں طفیل محمد اور جان محمد عباسی کو رہا کر دیا گیا۔ قومی اقتصادی کونسل نے آئندہ مالی سال کے ترقیاتی پروگرام کی منظوری دے دی۔ پاکستان اور امریکہ باہمی روابط بہتر بنانے پر رضامند ہو گئے۔

2 جون

پاکستان کے آئین میں مارشل لاء کی کوئی گنجائش نہیں، لاہور ہائیکورٹ کے فل بنچ کا فیصلہ۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ ہمارے باقی ساتھی رہا نہ ہوئے تو مذاکرات مشکل ہوں گے۔ مولانا مفتی محمود، نصراللہ خان اور پروفیسر عبدالغفور کو رہا کر دیا گیا۔ چین پاکستان کو تربیلا میں کپڑے کے کارخانے کے قیام کے لئے مدد دے گا۔

3 جون

قومی اتحاد اور حکومت میں مذاکرات کا پہلا دن۔ دونوں فریقوں نے پریس پر سنسر شپ کے خاتمے اور دفعہ 144 کے تحت گرفتار تمام افراد کی رہائی کا فیصلہ کیا۔ حکومت نے تحریک کے دوران جاں بحق ہونے والوں کے لئے معاوضہ کا اعلان کر دیا۔ ائیر مارشل اصغر خان، مولانا شاہ احمد نورانی اور محمد اشرف خان کو رہا کر دیا گیا۔ سپریم کورٹ نے لاہور ہائیکورٹ کے فیصلہ کے خلاف حکم امتناعی کی درخواست مسترد کر دی۔

4 جون

ملک وزیر علی اور محمود علی قصوری رہا کر دیئے گئے۔ سیالکوٹ میں کرفیو ختم کر دیا گیا۔ ارکان اسمبلی کے خلاف غدرداریوں کی سماعت کے لئے علیحدہ علیحدہ ٹربیونل قائم کر دیئے گئے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی از سر نو تشکیل کا فیصلہ تین نشستیں مولانا مودودی، مولانا شاہ احمد نورانی اور مفتی محمود کے لئے مخصوص ہوں گی۔

5 جون

کراچی اور حیدر آباد میں کرفیو ختم کر دیا گیا۔ ڈپلومہ انجینئروں نے 25 جون کو ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ چیف الیکشن کمشنر نے کہا کہ انتخابات میں بڑے پیمانے پر دھاندلیاں ہوئیں ہیں۔ بلوچستان میں سات ہزار سال قبل مسیح کی آبادی کے آثار دریافت ہوئے۔

6 جون

حکومت اور قومی اتحاد کے درمیان مذاکرات کا دوسرا مرحلہ شروع ہوا۔ انتخابات کے انعقاد کے لئے دو فارمولے پیش کر دیئے گئے۔ سپریم کورٹ میں بتایا گیا کہ حالیہ تحریک کے دوران 24 افراد ہلاک اور 1195 افراد زخمی ہوئے ہیں۔ پنجاب اسمبلی نے سرکاری ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر ساٹھ سال کرنے کے قانون کا مسودہ منظور کر لیا۔

7 جون

حکومت اور اپوزیشن کے درمیان نئے انتخابات کے انعقاد کے سرکاری فارمولے پر اتفاق رائے ہو گیا۔ نئے انتخابات اسی سال اکتوبر میں ہوں گے۔ ائیر مارشل اصغر خان نے کہا کہ سیاسی کارکن رہا نہ کئے گئے تو تحریک دوبارہ

شروع کی جاسکتی ہے۔ آئین میں ترمیم کے لئے قومی اتحاد کے ماہرین کی کمیٹی قائم کردی گئی۔ اسٹیٹ بنک نے شرح سود 9 فیصد سے بڑھا کر دس فیصد کر دی۔

8جون

پروفیسر غفور نے کہا کہ مذاکرات کے خاتمے کے بعد عوام کو حقائق سے آگاہ کیا جائے گا۔ حکومت اور اپوزیشن میں قومی اسمبلی توڑنے اور نئے انتخابات کی تاریخ پر اتفاق رائے ہو گیا۔ انور علی خان نون تحریک استقلال میں شامل ہو گئے۔ قومی اسمبلی نے رائس ملنگ کنٹرول کا بل منظور کر لیا۔ نوابزادہ نصراللہ خان کے بھائی نوابزادہ فضل احمد اچانک انتقال کر گئے۔

9جون

سینٹر ظہور الحق کو رہا کر دیا گیا۔ نئے انتخابات کے انعقاد پر حکومت اور قومی اتحاد میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ پنجاب اسمبلی نے کچی آبادیوں کو باقاعدہ کرنے کی قرار داد متفقہ طور پر منظور کر لی۔ لاہور ہائیکورٹ نے اسلامی جمہوریہ جریدہ کے ڈیکلریشن کی منسوخی کا حکم معطل کر دیا۔

10جون

حکومت اور قومی اتحاد کے مشترکہ بیان میں کہا گیا کہ اختلاف ختم نہیں ہوئے مذاکرات میں کسی قسم کا تعطل نہیں ہوا۔ احمد فراز کو لاہور ہائیکورٹ نے رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ پنجاب اسمبلی نے معدنی کانوں کے پٹے کی منسوخی اور جعلی فنی اداروں کے انسداد کے بل کی منظوری دے دی۔

11جون

وزیر خزانہ نے آئندہ مالی سال کے لئے ترقیاتی بجٹ پیش کیا۔ پاسپورٹ فیس، ٹی وی لائسنس، ٹیلی فون کالز اور بجلی کے نرخوں میں اضافہ کر دیا گیا۔ ریلوے کا بجٹ قومی اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔ کرایوں میں بیس فیصد اضافہ کی تجویز پیش کر دی گئی۔ وفاقی کابینہ نے بجٹ کی منظوری دے دی۔ رزنامہ جنگ نے رشید احمد صدیقی کے حالات زندگی شائع کئے۔

12جون

حکومت اور حزب اختلاف کے درمیان چھٹا دور اس یقین دہانی پر ختم ہوا کہ چودہ جون تک مذاکرات کا حتمی نتیجہ نکل آئے گا۔ اصغر خان نے کہا کہ مفتی محمود احمد ہمارے لیڈر ہیں ان سے کوئی اختلاف نہیں۔ فرانسیسی وزیر خارجہ نے کہا کہ فرانس پاکستان کو ری پروسیسنگ پلانٹ کی فراہمی کا وعدہ پورا کرے گا۔

13جون

مولانا مفتی محمود نے کہا کہ ہماری دعا ہے کہ آج سمجھوتہ ہو جائے۔ وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ کوئی نہ کوئی تصفیہ ہو جائے گا۔ کوششیں جاری ہیں۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ اگر سمجھوتہ ہو گیا تو فیصلوں کا اعلان کیا جائے گا۔

14جون

پروفیسر غفور نے کہا کہ انتخابات ماہ رمضان کے بعد کرائے جائیں گے۔ پروفیسر غفور نے کہا کہ انتخابات رمضان سے پہلے کرائے جائیں۔ سعودی عرب کے سفیر ریاض الخطیب نے وزیر اعظم بھٹو اور وزیر خارجہ عزیز احمد سے ملاقات کی۔ پنجاب کا ایک ارب نوے کروڑ روپے کا ضمنی بجٹ پیش کر دیا گیا۔ حنیف رامے پر جھنگ میں حکومت کے خلاف قابل اعتراض تقریر کرنے پر فرد جرم عائد کر دی گئی۔ سندھ اسمبلی میں بجٹ پیش کر دیا گیا۔ وزیر خزانہ عبدالحفیظ پیرزادہ نے بتایا کہ حالیہ تحریک کے دوران دس ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔

15جون

حکومت اور قومی اتحاد میں بنیادی مسئلوں پر سمجھوتہ طے پا گیا۔ انتخابات اکتوبر کے پہلے ہفتے میں ہوں گے۔ تفصیلات طے کرنے کے لئے دو رکنی کمیٹی بنا دی گئی۔ بنیادی معاملات میں سیاسی قیدیوں کی رہائی اور ہنگامی حالت کا خاتمہ شامل ہے۔ کمیٹی 20 جون تک کام ختم کرے گی۔ سعودی عرب کے سفیر ریاض الخطیب نے کہا کہ حکومت اور قومی اتحاد میں سمجھوتہ پاکستان کی سیاسی تاریخ کا سنگ میل ہے۔ صوبہ سرحد اسمبلی میں بجٹ پیش کر دیا گیا۔ واپڈا کے نئے پے سکیلوں کا اعلان کیا گیا۔ محمد حسین چھمہ کو رہا کر دیا گیا۔ چین نے آئندہ بھی پاکستان کی امداد جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ بہاولپور یونیورسٹی میں 32 کروڑ روپے کی مالیت سے نیا کیمپ تیار کیا جائے گا۔

16جون

وزیر اعظم بھٹو نے کہا کہ نئے انتخابات کا فیصلہ عوام کی خواہش پر کیا گیا ہے۔ قومی اتحاد نے نگران کونسل کے لئے اپنے ارکان اور گورنروں کی حتمی فہرست تیار کر لی۔ مصطفیٰ کھر نے وزیر اعظم کے مشیر کی حیثیت سے حلف اٹھایا لاہور ہائی کورٹ نے ماہنامہ اردو ڈائجسٹ کے پرنٹر ڈاکٹر اعجاز حسن کی نظر بندی کو غیر قانونی قرار دے دیا۔

17جون

قومی اتحاد کی تحریک کے دوران گرفتار تمام افراد کی رہائی کا حکم دے دیا

گیا۔ آزاد کشمیر میں عام انتخابات اکتوبر میں ہوں گے۔ نواب مظفر' ہوتی' فریدالحق اور محمود اعظم فاروقی سمیت متعدد رہنما رہا کر دیئے گئے۔ سردار قیوم نے کہا کہ اگر قومی اتحاد نے برسراقتدار آکر قومی مفادات سے روگردانی کی تو اس کے خلاف بھی تحریک چلائی جائے گی۔ وفاقی حکومت نے 15 جولائی سے تعلیمی ادارے کھولنے کا اعلان کر دیا۔ حکومت اور قومی اتحاد کی ذیلی کمیٹی میں بعض امور پر اختلافات پیدا ہو گئے۔

18 جون

آزاد کشمیر کے مسئلہ پر مولانا کوثر نیازی اور سردار قیوم خان کے درمیان مذاکرات کا دوسرا دور ختم ہو گیا۔ حکومت نے الیکشن کے غیر جانبدارانہ انعقاد کے لیے قومی اتحاد کی تجاویز کو سمجھوتہ کا حصہ بنا دیا۔ وزیراعظم بھٹو نے سعودی عرب میں شاہ خالد سے ملاقات کی اور چار گھنٹے سعودی عرب میں قیام کے بعد لیبیا روانہ ہو گئے۔

19 جون

وزیراعظم بھٹو نے لیبیا میں کہا کہ پاکستان میں سیاسی تصفیہ میں عربوں کی کوششیں ناقابل فراموش ہیں۔ سردار شوکت حیات کو رہا کر دیا گیا۔ پروفیسر غفور احمد نے کہا کہ سمجھوتے پر دستخطوں میں مزید تاخیر برداشت نہیں کی جائے گی۔ صومالیہ کے نائب صدر اسماعیل ابوبکر تجارتی وفد کے ہمراہ پاکستان پہنچے۔

20 جون

وزیراعظم بھٹو نے ابوظہبی میں ٹیلی ویژن انٹرویو میں کہا کہ اسلامی ممالک کے درمیان دفاعی سمجھوتوں کا وقت آگیا ہے۔ پاکستان ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ حاصل کر کے رہے گا۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ حکومت سمجھوتے کے بارے میں تاخیری حربے استعمال کر رہی ہے۔

21 جون

قومی اتحاد کی مرکزی کمیٹی نے حکومت کے ساتھ سیاسی معاہدے کی دستاویز کو قطعی شکل دے دی۔ مفتی محمود کی حفیظ پیرزادہ سے ٹیلی فون پر بات چیت ہوئی۔ وزیراعظم بھٹو نے یاسر عرفات سے ملاقات کی۔ وزیراعظم بھٹو تہران پہنچے۔ مسٹر یوسف بچ کو سوئزرلینڈ میں پاکستان کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔

22 جون

وزیراعظم بھٹو تہران سے کابل پہنچے۔ انہوں نے صدر داؤد سے اہم مذاکرات کیے۔ نوابزادہ نصراللہ خان نے کہا کہ آئندہ کسی شخص کو بیلٹ پیپر کا تقدس مجروح کرنے کی جرات نہیں ہوگی۔ آزاد کشمیر کا نئے مالی سال کا بجٹ آزاد کشمیر اسمبلی میں پیش کر دیا گیا۔

23 جون

پاکستان قومی اتحاد نے سمجھوتے کا مسودہ حکومت کو پیش کر دیا۔ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ عوام کی طاقت نے وزیراعظم بھٹو کو موقف تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے کابل سے اسلام آباد پہنچنے پر کہا کہ دورہ افغانستان بہت ضروری تھا۔ ان کی افغان صدر داؤد سے بات چیت مفید رہی ہے۔ لاہور ہائی کورٹ نے الطاف حسین قریشی کی نظربندی کو غیر قانونی قرار دے دیا۔

24 جون

نوابزادہ نصراللہ خان نے کہا کہ قومی اتحاد ملک میں اسلامی نظام نافذ کر کے رہے گا۔ اگر حکومت نے ٹال مٹول سے کام لیا تو پہلے سے زیادہ زوردار تحریک چلائی جائے گی۔ وزیر خزانہ رانا محمد حنیف نے بتایا کہ حکومت پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی اجازت دینے پر غور کر رہی ہے۔

25 جون

حکومت نے قومی اتحاد کو سمجھوتے کا مسودہ پیش کر دیا۔ انتخابی مہم سے قبل دونوں فریق ضابطہ اخلاق تیار کریں گے۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ حکومت اور قومی اتحاد کے سمجھوتوں کے مسودے دریا کے دو کنارے ہیں جو آپس میں مل نہیں سکتے۔ پروفیسر عبدالغفور نے کہا کہ قومی اتحاد سمجھوتہ کا نیا مسودہ بھی پیش کر سکتا ہے۔ دفتر خارجہ کے ترجمان نے بھارتی خبر رساں ایجنسی سماچار اور امریکی ذرائع اطلاعات کی ان خبروں کی شدید مذمت کی جن کا مقصد فرانس پر دباؤ ڈال کر پاکستان کو ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کی فراہمی میں رکاوٹ ڈالنا ہے۔

26 جون

قومی اتحاد کے جنرل سیکرٹری پروفیسر عبدالغفور نے کہا کہ مذاکرات کو مزید طول نہیں دیا جا سکتا۔ سمجھوتے کا مسودہ جلد حکومت کو پیش کر دیا جائے گا۔ دو تین روز میں معاہدہ ہو جانا چاہیے۔ قومی اتحاد نے کہا کہ یکطرفہ اعلان کی صورت میں انتخابات کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔ پنجاب اسمبلی کے آزاد ارکان نے قومی اتحاد کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ فرانسیسی نو آبادی جبوتی کو آزاد کر دیا گیا۔

27 جون

مولانا مفتی نے کہا کہ ہمارا مسودہ منظور کر لیا جائے۔ بحران حل ہو جائے گا۔ وفاقی وزیر حفیظ پیرزادہ نے کہا کہ مذاکرات نہ کرانے کی دھمکی کے ساتھ کوئی مسودہ قبول نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت پاکستان نے نئی جمہوریہ جبوتی کو تسلیم کر لیا۔

28جون

وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ مذاکرات میں تعطل قوم' جمہوریت اور آئین کے لیے تباہ کن ہو گا۔ حکومت کو قومی اتحاد کے سمجھوتے سے شدید اختلاف ہے' حفیظ پیرزادہ۔ بلوچستان اسمبلی نے بجٹ منظور کر لیا۔ اصغر خان نے کہا کہ اگر آج معاہدے پر دستخط نہ ہوئے تو یکم جولائی سے دوبارہ تحریک شروع کی جائے گی۔ حنیف رامے اور مولانا عبدالستار نیازی کی رٹ سماعت کے لیے منظور کر لی گئی۔ بلوچستان اسمبلی نے بجٹ منظور کر لیا۔

29جون

پاکستان قومی اتحاد نے سمجھوتے کا حتمی مسودہ حکومت کو پیش کر دیا۔ یکم جولائی کو فریقین کے اعلیٰ نمائندوں میں مذاکرات ہوں گے۔ دس جولائی کو اسمبلیاں توڑ کر گورنر راج نافذ کرنے کی تجویز کا اعلان کیا گیا۔ نوابزادہ نصراللہ خان نے انکشاف کیا کہ حکومت نے قومی اتحاد کو پانچ وزارتوں اور قومی اسمبلی کی 59 نشستوں کی پیشکش کی تھی۔ چین اور پاکستان کے درمیان شہری ہوا بازی میں زیادہ تعاون کے سمجھوتے پر دستخط ہوئے۔

30جون

مذاکرات کے لیے حکومت اور قومی اتحاد کی سب کمیٹیوں کے اجلاس میں قومی اتحاد کے ترمیمی مسودہ پر غور کیا گیا۔ کمیٹی کا اجلاس تین گھنٹے جاری رہا۔ حکومت نے یکم جولائی سے پاسپورٹ میں اضافی اندراج کرانے کی فیس میں اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

حصہ دوم

مقالات

عاصمہ جیلانی کیس

20 اپریل 1972ء کو مارشل لاء اٹھا لینے کا اعلان کیا گیا اسی روز پاکستان کی سپریم کورٹ نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ دیا کہ 20 مارچ 1969ء کو جنرل یحییٰ خاں کی طرف سے اقتدار پر قبضہ کرنا ایک غاصبانہ' غیر قانونی اور غیر آئینی اقدام تھا۔ سپریم کورٹ نے "دوسو کیس" میں دیئے گئے فیصلے کے خلاف رولنگ دیتے ہوئے قرار دیا کہ اس کیس میں سپریم کورٹ کی طرف سے دیا گیا فیصلہ قانون کی نظر میں درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ قومی اسمبلی کے رکن ملک غلام جیلانی اور مسٹر الطاف گوہر کو علی الترتیب 22 دسمبر 1971ء اور 5 فروری 1972ء کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے حکم کے تحت گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ان دونوں کی گرفتاریوں کو عاصمہ جیلانی (اب عاصمہ جہانگیر) اور الطاف گوہر کی اہلیہ مسز زرینہ گوہر نے ہائی کورٹ میں چیلنج کیا مگر ان کی درخواستوں کو مسترد کر دیا گیا۔ جس کے بعد ان دونوں نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی۔ اس اپیل کے حوالے سے سپریم کورٹ کے سامنے سوال یہ تھا کہ آیا 1962ء کے آئین کے آرٹیکل 98 کے تحت ہائی کورٹ کو یہ اختیار حاصل ہے یا نہیں کہ وہ 1971ء میں جاری کئے گئے مارشل لاء ریگولیشن نمبر 78 کے تحت نظر بندی کے احکام جائز یا ناجائز ہونے کے بارے میں اقدامات کا جائزہ لے سکے اور دوسرا سوال یہ تھا کہ آیا دوسو کیس میں کامیاب فوجی انقلاب کو جائز قرار دینے کی غرض سے جس نظریہ ضرورت کا سہارا لیا گیا تھا وہ درست ہے یا نہیں۔

عاصمہ جیلانی اور مسز زرینہ گوہر کی دائر کردہ اپیلیں سپریم کورٹ نے سماعت کے لئے منظور کر لیں۔ ان اپیلوں پر فیصلے کا اعلان سپریم کورٹ کے جج مسٹر سجاد احمد جان نے لاہور ہائی کورٹ کی عمارت میں کیا۔ اس موقع پر سپریم کورٹ کے دوسرے دو جج صاحبان جسٹس وحید الدین احمد اور جسٹس صلاح الدین بھی موجود تھے۔ سپریم کورٹ کی فل بنچ نے اس فیصلے میں قرار دیا کہ جنرل یحییٰ خان کی غیر قانونی اور غیر آئینی حکومت کی طرف سے کئے گئے اقدامات کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ فاضل عدالت نے یہ بھی قرار دیا کہ مارشل لاء ریگولیشن نمبر 78 بھی غیر قانونی ہے۔ اس کے ساتھ ہی فاضل عدالت نے ملک غلام جیلانی اور الطاف گوہر کی رہائی کا حکم بھی صادر کر دیا۔

فاضل عدالت نے 1971ء میں جاری کیا گیا صدر کا حکم نمبر 3 بھی حذف کر دیا جس کے تحت عدالتوں کے اختیارات چھین لئے گئے تھے۔ عدالت نے اس حکم کو "برا قانون" قرار دیا تھا۔ پاکستانی پریس نے سپریم کورٹ کے اس فیصلے کو ایک تاریخی فیصلہ قرار دیا تھا۔ اس فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے روزنامہ پاکستان ٹائمز نے یہ لکھا تھا کہ "اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ آئین سے بالا تر اقدامات کے ذریعے عوام اور عدالتوں کو آئندہ دبایا اور کچلا نہیں جا سکتا اور یہ کہ ریاستی اختیارات آئین کے تحت سول انتظامیہ کے ہاتھوں میں رہیں گے۔" اس میں شک نہیں کہ یہ ایک جرات مندانہ فیصلہ تھا' تاہم یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب جنرل یحییٰ خان کو غاصب قرار دیا گیا تھا تو وہ اس وقت اپنے عہدے سے معزول کئے جا چکے تھے اور اپنے گھر میں نظر بند تھے۔ اس وقت جنرل یحییٰ خان اس قابل نہیں تھے کہ وہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس یا کسی دوسرے جج کو برطرف کر سکیں چنانچہ یہ "کلمہ حق" اس وقت بلند کیا گیا جب "جابر سلطان" اپنی جگہ موجود نہیں تھا۔

بلوچستان حکومت کی برطرفی اور صوبائی اسمبلیوں پر قبضہ

1970ء کے انتخابات کے نتیجے میں سندھ اور پنجاب میں پیپلز پارٹی اور سرحد اور بلوچستان میں نیپ اور جمعیت العلمائے اسلام نے اکثریت حاصل کی تھی۔ جب بڑی فوجی کارروائی کے بعد مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا اور مغربی پاکستان' پاکستان کے طور پر ابھرا تو پیپلز پارٹی نے مرکز اور دو صوبوں سندھ اور پنجاب میں اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ بلوچستان اور سرحد میں پیپلز پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے اپنی مخلوط حکومتیں بنائیں۔

ون یونٹ کے شرمناک قدم کو واپس لینے اور پہلے آزادانہ انتخابات کروانے سے جنرل یحییٰ خان نے دسمبر 1970ء میں پاکستان کے لئے وفاقی حل کا ایک راستہ کھولا تھا۔ بنگلہ دیش میں بحرانی واقعات نے پاکستان کے مغربی حصے کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اگر اس حصے کو باقی رہنا ہے تو اسے قابل عمل اداراتی سہولیات پیدا کرنا ہوں گی۔ بلوچستان اور سرحد میں اکثریتی پارٹیوں نیشنل عوامی پارٹی (نیپ) اور جمعیت العلمائے اسلام (جے یو آئی) کو زیڈ اے بھٹو نے مارچ 1972ء میں ایک سہ فریقی معاہدے کے لئے بلایا۔ اس معاہدے میں مارشل لاء اٹھانے' نیا آئین بنانے' گورنروں کی تقرری میں اکثریتی جماعتوں اور صوبوں کے درمیان مشورے اور پارلیمانی اکثریت کے مطابق صوبوں میں اپنی مرضی کی حکومت تشکیل دینے کی بات کی گئی تھی۔

دونوں صوبوں (سرحد اور بلوچستان) میں نیپ سب سے زیادہ نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی تھی لیکن اکثریت حاصل کرنے کے لئے نیپ کو جے یو آئی سے اتحاد کرنا پڑا۔ وفاقی حکومت نے آزمودہ کار بلوچ رہنما غوث بخش بزنجو کو بلوچستان کے گورنر کی حیثیت سے مقرر کیا۔ عطاء اللہ مینگل وزیراعلیٰ بنے اور خیر بخش مری اپریل 1972ء کی بلوچستان اسمبلی میں نیپ کی قیادت کر رہے تھے۔

مرکز کی طرف سے 12 فروری 1973ء کو' "عراقی اسلحے کی سازش" کی پاداش میں بلوچستان کی نمائندہ حکومت کو انتہائی غیر جمہوری طریقے سے برطرف کر کے وہاں گورنر راج لاگو کر دیا گیا۔ بلوچستان اسمبلی کے 21 میں سے 12 ارکان نے تحریری طور پر برطرف حکومت کے حق میں بیان دیا لیکن پھر بھی یہ غیر قانونی اور غیر جمہوری کارروائی جاری رہی۔ فیڈرل سکیورٹی

فورس' آرمڈ فورسز اور فوج کو استعمال کیا گیا۔ دو ماہ سے زیادہ عرصہ تک وہاں صدارتی راج نافذ رہا۔ بلوچستان میں فوج کے اس استعمال نے جولائی 1977ء کے مارشل لاء کے لئے پہلی اینٹ رکھ دی۔ بلوچستان اسمبلی کو توڑا تو نہیں گیا لیکن اسے عملاً معطل بنا کر رکھ دیا گیا اور اس کا اجلاس نہ بلانے کی خاطر آئین میں ترمیم کر کے بجٹ کا اعلان بھی گورنر سے کروایا گیا۔ بلوچستان اور سرحد کے گورنروں سے استعفےٰ طلب کر لئے گئے تھے۔ مرکز کے ان غیر جمہوری اقدامات کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے صوبہ سرحد کی حکومت' جس کے سربراہ مفتی محمود تھے' نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ اب بلوچستان اور سرحد اسمبلیوں میں نیپ اور جمعیت کی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کے لئے سیدھے ہتھکنڈے شروع کئے گئے۔ لالچ' خوف اور جبر کے نتیجے میں ارکان اسمبلی کی جماعتی وفاداریاں خریدنے کے لئے زبردست جوڑ توڑ کیا گیا اور اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ بلوچستان میں پیپلز پارٹی نے ایک بھی نشست سے کامیابی حاصل نہ کی تھی اور اب وہ صوبے کی حکمران جماعت بن گئی۔ نیپ اور جمعیت العلمائے اسلام کی مخلوط حکومت کی برطرفی کے دو ماہ بعد' 27 اپریل کو بلوچستان کے عوام پر پیپلز پارٹی کی اقلیتی حکومت مسلط کر دی گئی۔

جس عراقی اسلحے کو بنیاد بنا کر صوبائی حکومت توڑی گئی تھی۔ اس کا کبھی ثبوت مہیا نہیں کیا گیا۔ نیپ کے رہنماؤں کی گرفتاری اور حیدر آباد کیس کے بعد بھی نہیں۔ پاکستان کی قومی قیادت کی بلوچستان اور سرحد میں حکومتوں سے متعلق پریشانی کے علاوہ بھی نظر یہ آتا ہے کہ ایک دفعہ پھر جغرافیائی اور سٹریٹیجک مسائل زیادہ اہمیت اختیار کر گئے تھے۔ بھٹو نے غوث بخش بزنجو کو گورنر مقرر کرتے ہوئے اپنے خط میں تنبیہ کی تھی کہ "آزاد بلوچستان جیسی تحریکیں' خواہ کتنی ہی غیر واضح کیوں نہ ہوں انہیں سختی سے دبا دیا جائے تاکہ یہ غیر ملکی طاقتوں' خصوصاً دوست ہمسایہ ملکوں سے ہمارے تعلقات پر اثر انداز نہ ہوں۔" ظاہر ہے یہ اشارہ ایران کی طرف تھا۔ شاہ ایران نے بھی' جو "اپنے ایرانی بلوچستان" میں ممکنہ مسائل سے پریشان تھا' بزنجو کے 1973ء کے دورہ تہران میں تحفظات مانگے تھے۔ تاہم یہ ملاقات ثمر آور ثابت نہ ہوئی۔

جب اپریل 1973ء میں بلوچی گوریلوں اور فوجی دستوں کے درمیان ابتدائی لڑائیاں شروع ہوئیں تو بھٹو نے ایران کا دورہ کیا اور فوری فوجی امداد کے طور پر 200 ملین امریکی ڈالر حاصل کر لئے۔ اس لڑائی کے سارے عرصے (77-1973ء) کے دوران ایران نے فوجی امداد میں بتدریج اضافہ کیا۔ ایران نے پاکستان کو 30 ہیوکبرا ہیلی کاپٹر مہیا کئے جن میں بعض اوقات ایرانی پائلٹ بھی ہوتے تھے' بلوچوں نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ ایرانی اور پنجابی اشرافیہ' دونوں ہی ان کے خلاف متحد ہو گئے تھے۔ قابل اعتماد مبصرین کے مطابق اس جنگ کی بڑی لڑائیوں (مثلاً ستمبر 1974ء میں چملانگ) میں ہزاروں شہریوں کو بمباری اور مختلف فوجی ایکشنوں سے ہلاک کیا گیا۔ 8 ہزار قبائلی (زیادہ تر مری قبیلے کے لوگ) ہجرت کر کے افغانستان چلے گئے۔

1974ء کے دوران تشدد میں مزید اضافہ ہوا۔ چملانگ کی مشہور چراگاہ میں 25 اگست سے 10 ستمبر تک فوجی ایکشن کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر جانی اور مالی نقصان ہوا اور ہزاروں مویشی ہلاک ہوئے۔ اورالائی اور کوہلو کے نظر بند کیمپوں میں 2 ہزار افراد قید کئے گئے۔ اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کے حربے کے طور پر ممبران اسمبلی کو جرگوں سے سزا دلوا کر اسمبلی کی رکنیت سے محروم کیا گیا اور ضمنی انتخابات میں پیپلز پارٹی کے امیدواروں کو کامیاب کرایا گیا۔

بلوچستان کی منتخب حکومت کو ختم کرنے کے بعد بلوچوں کے خلاف جس دہشت و بربریت کا مظاہرہ ہوا اس میں عطاء اللہ مینگل بھی ظلم و ستم کا شکار بننے والوں میں شامل تھے۔ بقول عزیز بگٹی "ان کے اپنے جگر گوشے اسد مینگل کا لہو بھی سفاکانہ بربریت کی نذر ہوا۔ وہ لکھتے ہیں کہ بلوچوں کی صوبائی حکومت کے خاتمے کے لئے جو افراد اور ادارے بھی معاون بنے انہیں قومی حلقوں نے بلوچوں کا دشمن قرار دیا اور اس میں نواب اکبر بگٹی کی شخصیت سب سے زیادہ متنازعہ بنی رہی۔"

8 فروری 1975ء کو حیات محمد خان شیرپاؤ کو پشاور میں قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی عائد کرنے کا ایک اہم ذریعہ بن گیا۔ نیپ کے تمام بڑے رہنما اور ممبران اسمبلی ولی خان' ارباب سکندر خان خلیل' ہاشم غلزئی' جنرل جیلانی' امیرزادہ خان' سردار عطاء اللہ مینگل' غوث بخش بزنجو' نواب خیر بخش مری اور ڈاکٹر عبدالحئی گرفتار کر لئے گئے۔ حیدر آباد سنٹرل جیل میں نیپ کے 53 اراکین کے خلاف بغاوت اور پاکستان دشمنی کے مقدمات کی سماعت شروع ہوئی۔ جولائی 1977ء کے مارشل لاء کے بعد یہ مقدمے واپس لے کر انہیں رہا کر دیا گیا۔ بلوچستان کے بعض رہنماؤں کی جانب سے 1978ء میں عام معافی کے اعلان کو اس لئے قبول نہ کیا گیا کہ انہوں نے صوبے میں ایک غیر قانونی حکومت سے جنگ کی تھی جس نے بلوچستان کی جائزہ منتخب حکومت برطرف کر کے' غیر جمہوری' ہتھکنڈوں سے بلوچستان اسمبلی کی اکثریت کو اقلیت میں بدل دیا تھا اور اسمبلی توڑے بغیر' اس سے توڑے جانے کا کام لے لیا تھا۔

بلوچستان میں پیپلز پارٹی کی اس غیر جمہوری مداخلت کے ساتھ فوجی عنصر کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا...... ایسے شواہد موجود ہیں کہ بلوچستان میں فوجی کارروائی میں خود فوج زیادہ پیش پیش تھی اور فوری کارروائی بند کرنے پر آمادہ نہ تھی۔ اس کی ایک شہادت 1977ء میں پیپلز پارٹی اور پی این اے کے مذاکرات کے دوران فوجی جرنیلوں کے بعض سیاسی اقدامات سے ملتی ہے۔ پروفیسر غفور احمد نے اپنی کتاب "...... پھر مارشل لاء آ گیا۔" میں لکھا کہ 28 جون 1977ء کو "مسٹر بھٹو نے کہا کہ افواج پاکستان کے اعلیٰ حکام کا اصرار ہے

کہ وہ خود براہ راست (پی این اے) کو اپنے نقطہ نظر سے آگاہ کریں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ جنرل صاحبان پہلے ہی سے ملحقہ کمرے میں تشریف فرما ہیں۔ کافی دیر بحث کرنے اور بھٹو صاحب کے بار بار زور دینے پر مفتی (محمود) صاحب اس شرط پر آمادہ ہو گئے کہ ہم ان کے موقف کو سن لیں گے لیکن ان سے کوئی جواب نہیں کریں گے۔ پون گھنٹے کی اس گفتگو کے بعد سوا گیارہ بجے جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کے چیئرمین جنرل محمد شریف فوج کے سربراہ محمد ضیاء الحق' فضائیہ کے سربراہ ایئر مارشل ذوالفقار علی خان اور بحریہ کے سربراہ ایڈمرل محمد شریف کمرہ میں تشریف لائے۔ علیک سلیک کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق نے 80/70 صفحات پر مشتمل ایک تحریری مقالہ کی مدد سے بریفنگ شروع کی جو تقریباً دو گھنٹے جاری رہی۔ درج ذیل چار امور پر انہوں نے آرمی کے موقف کی وضاحت کی۔

بلوچستان

سب سے زیادہ وقت اس پر صرف ہوا۔ اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے نقشوں اور چارٹوں سے بھی مدد لی گئی۔ جنرل ضیاء نے کہا کہ وہ صرف پیشہ ورانہ حیثیت سے اس مسئلہ پر بات کر رہے ہیں۔ انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ بلوچستان کے موجودہ حالات (1977ء - 1973ء) کا پس منظر' وہاں کے اہم خاندان' رشتہ داریاں' سرداری سسٹم' نیپ کا ماضی' 1970ء کے الیکشن' بزنجو صاحب کی تقریر اور 1973ء میں فوج طلب کرنے کی وجوہات بیان کیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت حالات بظاہر معمول کے مطابق ہیں لیکن اب بھی ایک ہمسایہ ملک میں لوگوں کو فوجی ٹریننگ دی جا رہی ہے اور انٹیلی جنس کی رپورٹوں کے مطابق علیحدگی کی تحریک پرورش پا رہی ہے۔

اس مرحلہ پر نوابزادہ (نصر اللہ) نے ٹوکتے ہوئے کہا کہ آپ سیاسی باتوں سے گریز کریں لیکن جنرل شریف نے اصرار کیا کہ آپ پوری بات سن لیں۔ بات کو آگے بڑھاتے ہوئے جنرل صاحب نے کہا کہ وہاں کا اصل مسئلہ سیاسی' سوشل اور معاشی ہے۔ بلوچستان میں فوج جان و مال کی حفاظت کی خاطر گئی ہے اور وہاں ترقیاتی کاموں میں بھی مصروف عمل ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ فی الوقت بلوچستان میں 35 ہزار فوجی اور سول آرمڈ فورسز کے 12 ہزار جوان ہیں جن کی واپسی اور متبادل نظام کے لئے مناسب وقت درکار ہو گا۔ جنرل ضیاء نے اس بات پر زور دیا کہ بلوچستان کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے وقت قومی مفاد کو ملحوظ رکھا جائے۔"

باقی تین امور حیدر آباد کیس' آزاد کشمیر اور افواج پاکستان کو نگران کونسل کے تحت قرار دینے کے بارے میں تھے۔ چاروں امور پر قومی اتحاد کا موقف بیان کرتے ہوئے بلوچستان کے مسئلے پر جو نقطہ نظر سامنے آیا اس کی بارے میں پروفیسر غفور لکھتے ہیں:

"مفتی صاحب نے کہا کہ ہم نے حکومت کے خیالات سننے کے بعد مجوزہ معاہدہ میں کسی ایسی چیز پر اصرار نہیں کیا جو ملک کے مفاد یا صوبہ بلوچستان میں امن و امان کے قیام کے خلاف ہو۔ فوجوں کی بیرکوں میں واپسی کے لئے بھی مناسب مدت کا تعین کیا گیا ہے تاکہ یہ کام خوش اسلوبی سے انجام پا سکے........"

پھانسی کی کوٹھڑی سے ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی مشہور تحریر "اگر مجھے قتل کر دیا گیا" میں وضاحت سے کہا ہے کہ "...... ایک سے زائد بار میں نے فوجوں کی واپسی کے منصوبے پر اصرار کیا لیکن ہر بار مجھ سے درخواست کی گئی کہ ابھی کچھ مہینوں کے لئے مزید التواء کیا جائے...... سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت جب کہ اس ٹولے کو ایک برس سے زائد عرصہ ہو گیا اور انہیں پاکستان پر اقتدار اور اختیار حاصل ہے' کیا بلوچستان سے فوج واپس بلائی گئی؟ صرف میں ہی نہیں بلکہ بلوچستان کے عوام بھی سوال کا ایک جواب دیانتدارانہ جواب چاہتے ہیں۔"

قومی اتحاد کے رہنماؤں کو فوجی جرنیلوں نے جو بریفنگ دی' پروفیسر غفور احمد نے اس کی تفصیلات بیان نہیں کی ہیں بلکہ سرسری حوالے دیئے ہیں مثلاً نیپ کا ماضی' بزنجو کی تقریر' بلوچستان میں فوج بلانے کا جواز وغیرہ۔ ظاہر ہے جرنیلوں نے بلوچستان میں اپنی کارروائیوں کو حق بجانب ٹھہرایا اور اس کا ذمہ دار نیپ اور بزنجو وغیرہ کو قرار دیا۔ بھٹو نے یہ ناقابل تردید تاریخی ریکارڈ بھی پیش کیا ہے کہ فوج بلوچستان سے واپس نہ آنے کے لئے بار بار مہلت طلب کر رہی تھی ...... فوج نے 1950ء کی دہائی سے جس طرح سیاست میں اپنا عمل دخل بڑھانا شروع کیا تھا' اس کے نتیجے میں منتخب حکومتیں اور اسمبلیاں بار بار توڑی گئیں۔ بلوچستان کے معاملے میں' پیپلز پارٹی کا غیر جمہوری رویہ اور وہاں کی منتخب حکومت کا خاتمہ' فوج کو آگے بڑھانے اور ایک سیاسی رول دینے کا باعث بنا...... ہماری تاریخ میں سول حکومتوں کی طرف سے بار بار فوج "دعوت" دینے کی روایت کا نتیجہ تھا کہ فوج کو بلوچستان میں بھی اتار دیا گیا' جس کے لئے وہ پہلے سے تیار بیٹھی تھی اور اپنے پہلے دو ایکشنوں 1948ء اور 1958ء کے مقابلے اس نے کہیں زیادہ وحشیانہ کارروائیاں کیں۔

بلوچستان عوامی محاذ آزادی

بلوچستان کے حالات میں اس حد تک بگاڑ آ چکا تھا کہ 20 نومبر میں عبدالصمد خان اچکزئی کے قتل سے معاملات اور بھی الجھ گئے۔ پشتون خواہ نیشنل عوامی پارٹی کے اس رہنما کے محرکات اور ذمہ دار افراد کا کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ ستیش کمار کے خیال میں بلوچستان کے حالات جمہوری حقوق سے انکار' امن و امان کی خراب صورت حال اور شورش کے حوالہ سے بیان کئے جاتے رہے ہیں۔ بعض غیر ملکی اخبار نویسوں کے نزدیک یہ صورت حال باقاعدہ شورش تھی جسے وفاقی حکومت بھاری تعداد میں فوج تعینات کر کے کچلنے کی

کوشش میں لگی ہوئی تھی۔ اس کام میں ہمسایہ ممالک ایران' عراق اور افغانستان بھی لگے ہوئے تھے۔ ایران کا مفاد بلوچستان کے ساتھ مشترکہ سرحد کے باعث تھا۔ اس کے دونوں جانب آباد بلوچ قبائل ایران میں رائج سیاسی ڈھانچہ کے ویسے ہی مخالف تھے۔ عراق کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ بلوچی لبریشن فرنٹ کی مدد کر رہا تھا جس کا کام ایران کی سرحد کے اندر بلوچوں کو بدامنی پر ابھارنا تھا۔ افغانستان' خاص طور پر داؤد حکومت صوبہ سرحد اور بلوچستان میں آباد پشتونوں کو تلقین کر رہی تھی کہ وہ پاکستان سے الگ ہو جائیں۔

کچھ سیاسی مبصر کہتے ہیں کہ فوجی کارروائی شروع کرنے سے پہلے بھٹو نے بعض سیاسی تدابیر اختیار کی تھیں۔ خالد بن سعید کا خیال ہے کہ بھٹو نے بلوچستان میں وفاقی حکومت کے سیاسی وجود اور عوامی حمایت حاصل کرنے کے لئے سرداری نظام کو ختم کیا تھا ایسی سیاسی حکمت عملیوں کے باوجود بھٹو کو اپنے ساتھ کام کرنے والے ساتھیوں کی نہیں بلکہ ایسے آلہ کاروں کی ضرورت تھی جو اس کے احکامات بجالائیں۔

اس کا ایک واضح ثبوت سردار اکبر خان بگٹی کا تقرر اور بعد ازاں برطرفی تھا۔ دسمبر 1973ء تک بگٹی کی افادیت ختم ہو چکی تھی۔ جس کے متعلق بھٹو کا اظہار خیال حیران کن تھا:

"موجودہ گورنر شیزو فرینیا میں مبتلا ہے۔ وہ اپوزیشن کے ساتھ حکومت مذاکرات کرتے نہیں دیکھنا چاہتا۔ وہ اب اس لئے خوف زدہ ہے کہ اس نے اپنے پرانے دوستوں کو دغا دیا تھا۔ سیاست شطرنج کا کھیل ہے اور بگٹی نے بڑے بڑے طریقہ سے شطرنج کھیلی ہے۔"

یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ خود بھٹو نے بھی شطرنج کے اس کھیل میں کوئی مہارت نہ دکھائی۔

تصادم جاری رہا۔ اگست' ستمبر 1974ء میں جہانزیب کی قیادت میں پنجابی فوج نے مری قبائلیوں کا محاصرہ کر لیا۔ ستمبر کے دوران چملانگ میں بمباری اور دوسری فوجی کارروائیوں سے ہزاروں بلوچ موت کی نیند سلا دیئے گئے۔ فوج کی نقل و حرکت شروع ہونے سے پہلے توپوں سے زبردست گولہ باری اور میراج طیاروں سے بمباری کی گئی۔ پیش قدمی کرنے والے بیشتر فوجی امریکی کوبرا ہیلی کاپٹروں سے اتارے گئے جنہیں ایرانی پائلٹ چلا رہے تھے۔ یہ کوبرا ہیلی کاپٹر ایک منٹ میں سات سو پچاس راؤنڈ داغنے کی خوفناک اہلیت کے حامل تھے۔ جنگ کے عروج میں آٹھ ہزار قبائلی' جن کی اکثریت کا مری قبیلہ سے تعلق تھا' فرار ہو کر افغانستان چلے گئے اور وہاں انہوں نے مہاجر کیمپ قائم کر لئے۔ اس دوران تین چھاپہ مار ہلاک ہو گئے۔ یہ پورا فوجی آپریشن بلوچ مزاحمت پر سخت حملہ تھا مگر اس میں سے ایک نئی تنظیم نے جنم لیا۔ بلوچ پیپلز لبریشن فرنٹ' یہ پراری چھاپہ مار تحریک کی براہ راست تناور شکل تھی۔

پراریوں نے تصادموں کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ باقاعدہ منظم تحریک کی شکل اختیار کر لی اور اب اسے بلوچ پیپلز لبریشن فرنٹ کے نام سے موسوم کیا جانے لگا۔ نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت کی برطرفی کے بعد مئی 1973ء سے سنگین مسلح تصادم شروع ہوا۔ اے ایچ کاردار کا کہنا ہے کہ بھٹو حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ جب مسلح کارروائیوں میں شدت پیدا ہو گئی اور آرمی نے ہلاک و زخمی ہونے والوں کی اطلاعات بہم پہنچائیں تو بھٹو نے 15 اگست 1973ء کو بزنجو' مینگل اور مری کو گرفتار کر لیا۔ پہلے انہیں سہالہ ریسٹ ہاؤس میں سبتا" آرام دہ جگہ پر رکھا گیا مگر جب بھٹو نے دیکھا کہ وہ مذاکرات پر آمادہ نہیں ہیں اور ان سے کوئی کام نہیں لیا جا سکتا تو انہیں مختلف جیلوں میں پہنچا دیا گیا۔ جب انہیں اس کی اطلاع دی گئی کہ انہیں مختلف جیلوں میں بھیجا جا رہا ہے تو مینگل نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"بھٹو سے کہہ دو' ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ اس نے ہمارے ساتھ مذاکرات کو بے سود گردانا ہے۔ اب ہم اسے بتائیں گے کہ مزاحمت ہوتی کیا ہے؟"

پراریوں کو بنیادی طور پر چھاپہ مار سرگرمیوں کے لئے منظم کیا گیا تھا۔ باقاعدہ طے شدہ منصوبہ کے تحت انہوں نے آزادی کے محاذوں کی شکل 1969ء کی فائربندی کے بعد پاکستان میں بائیں بازو کے حلقوں کے نظریاتی مباحثہ کے نتیجہ میں اختیار کی تھی۔ جیسا کہ شیر محمد مری نے سلیگ ہیری سن کو بتایا تھا کہ پاکستان میں اقتدار کے ڈھانچہ کو اسی صورت میں تبدیل کیا جا سکتا تھا کہ دوسری اقلیتیں بھی مسلسل اور منضبط مسلح جدوجہد میں بلوچوں کا ساتھ دیتیں اور اس طرح مشرقی پاکستان' سندھ' پشتون علاقوں حتیٰ کہ پنجاب کے اتحادیوں کو ساتھ ملا کر مطالبات پورے کرائے جاتے۔ بائیں بازو کے قائدین کا خیال تھا کہ پاکستانی لیفٹ حکومت کے ساتھ ٹکراؤ کی طاقت کا اہل نہیں ہے۔ 1969ء میں بائیں بازو کے غیر بلوچ دانشوروں کا ایک گروپ جو برطانوی یونیورسٹیوں سے پڑھ کر آیا تھا' خیر بخش مری کے پرچم تلے جمع ہوا۔ یہ گروپ جسے بعض اوقات 'لندن گروپ' کہا جاتا ہے' برطانیہ سے آیا تھا۔ اس میں سترہ کے سترہ ارکان خوشحال تاجروں اور سرکاری ملازموں کے بیٹے تھے۔ ان میں سے بیشتر کا تعلق پنجاب سے تھا۔ اپنا آرام اور سکھ چھوڑ کر انہوں نے پراریوں سے ناتا جوڑا اور بالآخر ان کا اعتماد حاصل کر لیا اور وہ ان کی عزت کرنے لگے۔

ان نوجوان انقلابیوں نے اپنے آپ کو قبائلی طریقہ اور روایات میں ڈھال لیا انہوں نے مقامی زبانیں سیکھ لیں اور اپنے بلوچ نام رکھ لئے۔ ایک دو مبکی قبیلہ کا بلوچ ہیرو چاکر خان بن گیا تو دوسرا مراد خان' ایک اور پنجابی لیفٹنٹ دانشور نے سولھویں صدی کے بلوچ ہیرو کا نام اختیار کر لیا۔ مراد خان کے فلسطین کے عوامی محاذ آزادی کے جارج حباش سے بھی رابطے تھے۔ کراچی کے ایک ثروت مند اسماعیلی کا بیٹا محمد بھابھا' لاہور ہائی کورٹ کے

سابق جج جسٹس ایس اے رحمان کے بیٹے اسد رحمان اور راشد رحمان' صحافی احمد رشید اور لاہور کے ایک ممتاز ناشر نجم سیٹھی گروپ کے ممتاز ترین ارکان میں شمار ہوتے تھے۔ گروپ میں بعد ازاں جن دوسرے نوجوانوں نے شرکت کی' ان میں ضیا دور کے وزیر دفاع اور ممتاز سندھی سیاستدان میر علی احمد تالپور کے دو بیٹے بھی شامل تھے۔

اس چھوٹے سے گروپ کی موجودگی سے بلوچستان پیپلز لبریشن فرنٹ کو پاکستان کے سماجی تار و پود کا درست تجزیہ کرنے میں مدد ملی' جیسا کہ طارق علی کا دعوی ہے' بلوچستان پیپلز لبریشن فرنٹ نے مملکت پاکستان کو فوجی اور نوکر شاہی آمریت کی رجعتی حکومت قرار دیا جو شہروں اور دیہات میں ملکیتیں رکھنے والے طبقوں کے مفادات کی نگہدار تھی اور اسے امریکہ اور اس علاقہ میں اس کے حاشیہ برداروں' سعودی عرب اور ایران کی حمایت حاصل تھی۔ بھٹو صاحب جاگیرداری' بورژوازی' نوکر شاہی اور فوج کے مفادات کی " سب سے بڑھی ہوئی سیاسی نمائندہ " تھی۔ بلوچ تحریک کے متعلق کہا گیا کہ یہ اسلام آباد میں طاقت کے مرکز پر عام حملے کا نقطہ آغاز تھا۔ اس سلسلہ میں امید ظاہر کی گئی تھی کہ پنجاب کے کسان بہت جلد عوام کا ساتھ دیں گے اور روایتی ظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ بلوچستان لبریشن فرنٹ اور بلوچ لیڈر اس بات پر متفق نظر آتے تھے کہ وہ ان مسلح باوردی افراد کا تنہا مقابلہ نہیں کر سکتے جنہوں نے پاکستانی مملکت کے نام پر ان کے صوبے پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس احساس کو آگے بڑھانے میں لندن گروپ نے اہم کردار ادا کیا۔ اگرچہ بعد ازاں گروپ میں شامل سترہ نوجوان انقلابیوں کو بلوچ قومی اور مزاحمتی حلقوں میں شک و شبے کی نظروں سے بھی دیکھا گیا۔

فوج نے مرکزی حکومت کی ہدایات کے مطابق بلوچستان میں شورش کچلنے کے لئے جو کارروائیاں شروع کر رکھی تھیں' ان کے نتیجہ میں بلوچ لیڈروں کا رویہ سخت ہو گیا تھا۔ حسن عسکری رضوی کا کہنا ہے کہ اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ عروج کے دوران ایک لاکھ پاکستانی فوج صوبہ میں نقل و حرکت میں مصروف تھی۔ پچاس اور ساٹھ کی دہائیوں کے فوجی تصادموں کے مقابلہ میں اب لڑائی کا دائرہ وسیع ہو چکا تھا اور کسی نہ کسی طرح بلوچستان کی پوری آبادی اس کے اثر میں آ چکی تھی۔ ہر علاقہ میں روایتی پاکستانی ویلن اور بلوچ ہیرو تھے اور ان کی کہانیاں زبان زد عام تھیں۔ بلوچ ہیرو پرستی کی ایک غیر معمولی اور ڈرامائی مثال کے مطابق اگست 1973ء میں جب لڑائی شروع ہوئے کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے' گھات لگا کر ہونے والے ایک حملہ میں پاکستانی فوج کا بھاری جانی نقصان ہوا جس کا بدلہ لینے کے لئے وہ موقع ڈھونڈ رہی تھی۔ فوج کے ایک یونٹ نے ایک گاؤں مالی پر حملہ کر کے گاؤں کے ایک کونے میں قلعہ بندی کر لی اور چھپائے ہوئے ہتھیاروں کی تلاش کے لئے گھروں کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ اس طرح وہ جھونپڑیاں برباد کرتے چلے گئے۔ کئی مردوں اور عورتوں کو گاؤں کے چوراہے میں قطار بنا کر کھڑا کر دیا گیا۔ جنہوں نے مزاحمت کی' انہیں گولی مار دی گئی۔ بڑی عمر کے کچھ لوگوں نے حوصلے ہار دیئے لیکن بلوچ لیڈر اور شاعر گل خان نصیر کا بہتر سالہ بڑا بھائی اپنی جھونپڑی سے بیساکھیوں کے سہارے باہر آیا اور چک میں پہنچ کر بلند آواز میں کہنے لگا کہ وہ فوجیوں کو اپنے گھر کی حرمت پامال کرنے کی اجازت نہیں دے گا بلکہ جان دے دے گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا پرانا' متروک پستول اٹھایا اور اس جانب فائر کرنے شروع کر دیئے جہاں فوجیوں نے قلعہ بندی کی ہوئی تھی۔ فوراً ہی گاؤں کے جوان مرد اس کے ساتھ آن ملے۔ یہ لڑائی شروع ہوئی تو چار گھنٹے جاری رہی۔ فوج کے ذرائع نے اعتراف کیا کہ گاؤں والوں کو زیر کرنے کے لئے مزید کمک منگوانی پڑ گئی تھی مگر انہوں نے بلوچ عینی شاہدین کے اس دعوی کو تسلیم نہ کیا کہ میرلوانگ خان کو گولی مار کر ہلاک کرنے سے پہلے فوج کے چودہ افراد ہلاک ہو چکے تھے۔ ہیری سن نے کہا ہے کہ میرلوانگ خان کو اس وقت سر میں گولی ماری گئی جب وہ اپنے پیروکاروں کے ساتھ گاؤں کی مسجد میں پناہ حاصل کئے ہوئے تھے۔ ہیری سن کے اس بیان کی بعض بلوچ رہنماؤں نے تردید کی ہے ان کا کہنا ہے کہ میرلوانگ

ماری گئی۔ بلوچ ذرائع اس بات کا بڑی تلخی کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ پاکستانی فوج کی مشین گن اور توپ خانے کے فائر سے مالی گاؤں کے پینتیس افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان میں بچوں اور عورتوں کی تعداد زیادہ تھی۔ وہ 1958ء کی شورش کے ہیرو نوروز خان کے ساتھ میرلوانگ خان کا موازنہ بھی کرتے ہیں۔

جب اپریل 1973ء میں فوجی دستوں اور چھاپہ ماروں میں مڈ بھیڑوں کا آغاز ہوا تو بھٹو تہران گئے اور فوری طور پر بیس کروڑ ڈالر کی فوجی امداد حاصل کر لی۔ ماریا لیونٹ کا کہنا ہے کہ اس تصادم کے پورے عرصہ کے دوران اس امداد میں وقفہ وقفہ سے اضافہ ہوتا گیا۔ ایران نے حکومت پاکستان کو 30 ہری کوبرا ہیلی کاپٹر دیئے جنہیں ایرانی پائلٹ چلاتے تھے۔ بلوچوں کو بہت جلد اندازہ ہو گیا کہ پنجابی اور ایرانی شرفا گٹھ جوڑ کرنے میں دیر نہیں لگاتے۔

بلوچستان کی صورت حال پر تیار ہونے والے وائٹ پیپر میں بتایا گیا ہے کہ شورش کے بڑے بڑے مراکز ضلع قلات کی جھالاواں سب ڈویژن اور ضلع سبی کا مری علاقہ تھے۔ اول الذکر میں مینگل قبائلی ہتھیار بدست تھے۔ شروع شروع میں یہ سارے جنگجو نو سو تھے جن میں چار سو مینگل اور پانچ سو مری تھے۔ "اس تعداد میں بعد ازاں ہزاروں کا اضافہ ہو گیا تاہم ان کی اکثریت ہمدردوں اور رسد پہنچانے والوں پر مشتمل تھی۔ اندازہ لگایا گیا ہے 1974ء کے اواخر میں جب شورش عروج پر تھی' تقریباً" پچپن ہزار بلوچ پاکستانی فوج کے خلاف نبرد آزما تھے۔ فوج کے تین ہزار تین سو اور پانچ ہزار تین سو بلوچ لڑائی میں کام آئے۔ مجموعی طور پر ان میں ایک سو اٹھہتر بڑے معرکے ہوئے۔ اسلام آباد میں سرکاری حکام نے 167 چھوٹے معرکوں کو

سرکاری طور پر تسلیم کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستانی حکام نہ صرف بلوچوں کو مکمل طور پر زیر کرنے میں ناکام رہے بلکہ 74-1973ء کے تصادموں میں ایران اور پاکستان کی فوجوں نے مل کر جس بدترین گولہ باری کا مظاہرہ کیا' بلوچ چھاپہ ماروں کو اس سے بھی ہزیمت خوردہ نہ کیا جاسکا۔ اس تصادم کے نتیجہ میں بلوچ چھاپہ ماروں میں شدید نفرت و حقارت نے جنم لیا اور وہ انتقام کی آگ میں جلنے لگے۔

پے در پے فوجی حملوں کا مقابلہ کرتے ہوئے میر ہزار خان رخمانی 1975ء کے اواخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ پراری تحریک کو زندہ رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جنوبی افغانستان میں کمین گاہوں سے کارروائیاں کی جائیں۔ پاکستان میں چند گنے چنے ساتھیوں کو تعینات کر کے وہ سرحد عبور کر گیا۔ اس کے بیشتر ساتھی' اہل خانہ اور ان کے مال مویشی ان کے ساتھ تھے۔ وہ پہاڑی راستوں میں رات کو سفر کرتے ہوئے۔ پاکستانی سنتریوں کی نظروں میں آئے بغیر چھوٹے چھوٹے گروپ بنا کر نکل گئے۔ داؤد کی سربراہی میں کام کرنے والی افغان حکومت نے پراریوں کو دو بڑے اور متعدد چھوٹے کیمپ قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ پاک افغان سرحد کے بالکل قریب واقع تھے۔ پاکستانی حکمرانوں کے ممکنہ اعتراض کے جواب میں انہیں مہاجر کیمپوں کا نام دیا گیا۔ حقیقت میں میر ہزار خان کے یہ کیمپ چھاپہ مار کارروائیوں کی غرض سے منظم کئے گئے تھے۔ جہاں پاکستان سے اس کے نائبین اور دوسری چھاپہ مار تنظیموں کے سربراہ رسد کے حصول اور حکمت عملی وضع کرنے کے لئے آتے تھے۔ پہاڑوں میں لڑنے والی چھاپہ مار تنظیموں کے ارکان گاہے گاہے آرام اور علاج معالجہ کی غرض سے یہاں آتے رہتے تھے۔

اب بلوچ جدوجہد میں بنیادی تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔ افغان علاقہ میں اپنا کیمپ منتقل کرنے کے بعد پراریوں نے نئے پروگرام پر عملدرآمد شروع کیا اور اپنا جریدہ "جبل" بھی نکال لیا۔ دوسری جانب بھٹو کا کہنا تھا کہ وہ بلوچستان کی آئندہ حیثیت کے متعلق ایک بیان کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ اپریل 1974ء میں بھٹو نے اعلان کیا کہ 15 مئی سے بلوچستان میں ساری فوجی کارروائیاں بند کر دی جائیں گی۔ اس وقت تک صوبہ میں امن و امان قائم کرنے کے سلسلہ میں خاصی پیش رفت ہوئی تھی۔ یہ بھی کہا گیا کہ تمام نظربندوں کو' سنگین جرائم میں ملوث افراد کے سوا عام معافی دے دی جائے گی۔ اس پیش کش کا سخت مزاحمت سے جواب دیا گیا۔ 1976ء کے اواخر میں میر ہزار خاں نے پراریوں کو محاذ آزادی کی حیثیت سے منظم کر لیا تاکہ ان مسلح چھاپہ ماروں کو از سر نو قائم کئے جانے والے وسیع تر ڈھانچہ میں مدغم کرنے میں آسانی ہو۔

بلوچستان پیپلز لبریشن فرنٹ نے فروری 1977ء میں اپنا جو بلیٹن جاری کیا' اس میں انتخابات کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہا گیا تھا کہ مغربی طرز کی پارلیمانی جمہوریت کی سات سالہ تاریخ میں کبھی بھی کسی سیاسی جماعت اور اس کے برسر اقتدار وزیراعظم کو انتخابات سے قبل اقتدار نہیں دیا گیا۔ یہ کارنامہ بھی بھٹو اور پاکستان میں ان کی پارٹی نے انجام دیا۔ قومی اسمبلی کی سات نشستوں میں سے جن کے ابھی انتخابات ہونا تھے' پیپلز پارٹی نے بلامقابلہ حاصل کرنے کا دعوی کیا۔ صوبائی اسمبلی کی چالیس میں سے بیس نشستیں بلامقابلہ حاصل کر لی گئیں۔ یہ انتخابات چھ ہفتے پہلے کی صورت حال تھی۔ ممکن ہے اہل پاکستان کو اس صورت حال پر تعجب ہوا ہو مگر بلوچستان پیپلز پارٹی لبریشن فرنٹ کے لئے یہ کوئی حیرت کی بات نہ تھی۔ اس وقت جب کہ ایک لاکھ سے زیادہ فوج بلوچ عوام کو کچلنے میں لگی ہوئی تھی' چار برسوں کے دوران چھ ہزار سے زائد فوجی ہلاک کئے جا چکے تھے اور اس وقت جب کہ بلوچستان انتخابات کا مرکزی مسئلہ بنا ہوا تھا' آزادانہ انتخابات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وسیع علاقہ میں جو بلوچستان پیپلز لبریشن فرنٹ کے کنٹرول میں تھا' بھٹو حکومت کی جانب سے پولنگ اسٹیشن قائم نہیں کئے جاسکتے تھے۔ اسی لئے جن علاقوں میں مزاحمت اپنے عروج پر تھی' پیپلز پارٹی کے امیدواروں کی بلامقابلہ کامیابی کا اعلان کیا گیا۔ بی پی ایل ایف کے اس بلیٹن میں کئی فوجی کامیابیوں کا دعوی بھی کیا گیا تھا۔

بلیٹن میں یہ دعوی بھی کیا گیا کہ بی پی ایل ایف کے مسلح دستے جن علاقوں میں کارروائی کرتے ہیں' وہاں مطبوعہ لٹریچر بھی چھوڑ آتے ہیں جنہیں فوجی اپنے افسروں سے چھپ کر پڑھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بلیٹن میں دعوی کیا گیا کہ فوج کے چھ سو سے زائد افسروں نے کہا ہے کہ وہ بلوچستان میں اپنے فرائض انجام دیں سے مستعفی ہو جانے کو ترجیح دیں گے۔ اسی بلیٹن میں بھٹو حکومت کے اس الزام کا جواب بھی دیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ یہ مزاحمت بلوچستان میں "تہذیب جدید اور ترقی" کے ثمرات روکنے کی کوشش ہے جس کے پیچھے سردار اور پسماندہ عناصر ہیں۔ بلیٹن میں 75-1974ء کے دوران فوجی کارروائیوں اور ان کے مقابلہ میں چھاپہ مار مزاحمت کے کئی واقعات بیان کئے گئے اور بتایا گیا کہ فوج پہلے جھالاوان اور پھر ساراوان میں داخل ہوئی جس کے بعد مکران اور مری علاقہ میں پیش قدمی کر کے فوجی کارروائیاں کی گئیں۔ اس طرح ہزاروں افراد زخمی ہوئے' گھروں اور فصلوں کو تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ مویشیوں پر قبضہ کر لیا گیا' بوڑھوں' بچوں اور عورتوں کا قتل عام ہوا۔ اس سلسلہ کی سب سے بڑی لڑائی چمالانگ میں لڑی گئی۔ یہ مقام کوہلو کے شمال میں ہے۔ یہاں اسی (80) ہزار فوج نے بھاری توپ خانے' جیٹ لڑاکا طیاروں اور ایرانی ہیلی کاپٹروں کے ساتھ کارروائی کی۔ اس چھوٹے سے علاقہ میں لوگوں نے مسلسل نو دنوں اور نو راتوں تک مقابلہ کیا۔ آخر کار ان کا اسلحہ اور گولہ بارود جواب دے گیا۔ اس لڑائی میں تین سو فوجی مارے گئے اور ہزاروں زخمی ہوئے' فوج نے ہزاروں خاندانوں کو گرفتار کر لیا' جنہیں نظربندی کیمپوں میں جو پیپلز کالونیوں کے نام سے بنائے گئے تھے' محصور رکھا گیا۔ ان کیمپوں میں جہاں چھتیں تھیں نہ

جسم و روح کا رشتہ برقرار رکھنے کا دوسرا سامان' متعدد افراد ہلاک ہو گئے۔ فوج نے صرف اس علاقہ سے دو لاکھ مویشیوں اور بھیڑ بکریوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ انہیں بعدازاں پنجاب کی منڈیوں میں اونے پونے داموں بیچا گیا۔ بلیٹن میں دعوی کیا گیا کہ سارے چھاپہ مار اس کارروائی میں محفوظ رہے اور نہتے شہریوں کو سارا ظلم و ستم اکیلے برداشت کرنا پڑا۔ بلیٹن میں بتایا گیا کہ بھٹو نے اس مہم کے بعد کہا کہ بلوچستان میں شورش کو کچل دیا گیا ہے۔ اس دعوی کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے بھٹو حکومت نے بعض ایسے افراد تلاش کئے جو ہتھیار ڈالتے دکھائے جاتے تھے۔ ہتھیار ڈالنے کے ان مناظر کی کوریج کے لئے ٹی وی کیمروں کا بار بار انتظام کیا گیا۔

"جبل" کے جولائی 1977ء کے بلیٹن میں مولوی شمس الدین اور عبدالصمد اچکزئی کے قتل سمیت کئی سیاسی کارکنوں کے خلاف گیرودار کی مہم کا تفصیل کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ 1973ء میں بلوچستان کی منتخب حکومت کی برطرفی کے بعد فوج نے قبائلی علاقوں کا محاصرہ کر کے لوگوں کو خوفزدہ کرنے کی مہم شروع کی جس کی شدید مزاحمت ہوئی۔ اس پر کئی علاقوں میں مارشل لاء نافذ کر کے تشدد کی کارروائیاں شروع کر دی گئیں۔ بلیٹن کے مطابق 1973ء سے 1977ء تک پانچ ہزار سے زائد مردوں' عورتوں اور بچوں کو بلوچ لبریشن فرنٹ کے زیر انتظام علاقوں سے گرفتار کیا گیا۔ پہلے انہیں پہاڑوں میں قائم فوجی کیمپوں میں لے جایا جاتا جہاں تشدد کر کے ان سے پوچھ گچھ کی جاتی' پھر انہیں کوئٹہ' سبی' لورالائی' کوہلو' خضدار اور قلات کی فوجی چھاؤنیوں میں پہنچا دیا جاتا جہاں آرمی انٹیلی جنس والے ان سے سلسلہ وار پوچھ گچھ اور تشدد روا رکھتے جو اکثر اوقات کئی مہینوں تک جاری رہتا۔ جب یہ محسوس کیا جاتا کہ اب ان کی مزید ضرورت نہیں رہی تو انہیں کوئٹہ' مچھ اور سبی کی جیلوں میں بھیج دیا جاتا جہاں انہیں مقدمہ چلائے بغیر رکھا جاتا۔ ان میں سے پندرہ فیصد کے خلاف باقاعدہ مقدمہ چلانے کی نوبت آئی۔ اس حوالہ سے انہیں سیاسی قیدی نہیں گردانا جاتا۔ "جبل" نے اس سلسلہ میں ایذا رسانی کی بعض مثالیں بھی دیں۔ قیدیوں کے نام نہیں دیئے گئے تاکہ انہیں مزید مشکلات سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ 'جبل' کے مطابق فوج کو تشدد کے ان طریقوں کی سی آئی اے اور ایرانی انٹیلی جنس ایجنسی ساوک نے تربیت دی۔ نومبر 1975ء میں کوئٹہ سے تقریباً" سو میل جنوب مشرق میں ڈانگاں کے مقام پر گیارہ افراد کو ان کے اہل کنبہ کے سامنے گولی مار دی گئی۔ جنوری 1976ء میں کوہلو کے قریب تین افراد کو ان کے اہل خانہ کے سامنے گولی ماری گئی۔ ان پر الزام تھا کہ وہ ان مویشیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں جو چھاپہ ماروں کی ملکیت ہیں۔ ایذا رسانی کی جو مثالیں دی گئیں' ان کے مطابق پوچھ گچھ کے سلسلہ میں پکڑے جانے والوں کو بالوں سے باندھ کر لٹکایا جاتا۔ کئی بلوچ لمبے بال رکھتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ میں چھوڑ دیا جاتا۔ سبی میں یہ طریق کار عام ہے۔ گرمی کے موسم میں یہاں کا درجہ حرارت 130 ڈگری تک پہنچ جاتا ہے۔ پیروں پر مسلسل چھری سے مارا جاتا اور بعد میں کہا جاتا کہ وہ گرم ریت پر چلیں۔ کوہلو جیل میں آنکھیں نکال لی جاتیں۔ کوئٹہ چھاؤنی میں برقی جھٹکوں سے ایذا رسانی کا الگ شعبہ قائم کیا گیا۔ 'جبل' کا کہنا تھا کہ اس عرصہ کے دوران ان کے کم از کم دس ساتھی تشدد سے کم نہ تھے۔ 1976ء کے موسم گرما میں شدید گرمی کے باعث چار افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ خود بھٹو کے لئے یہ سارا ڈرامہ خطرناک تھا۔ بھٹو کے زوال اور سول حکومت کے خاتمہ کا براہ راست تعلق اس سے بھی ہے کہ پیپلز پارٹی نے بامقصد علاقائی خود مختاری یا وفاق کے ڈھانچہ کے اندر اقتدار میں شریک کرنے کے اصول کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ طارق علی کا کہنا تھا کہ بھٹو کی بلوچ مہم جوئی اب ہر اعتبار سے ناکامی اور تباہی کا شکار ہو گئی۔ اس نے پاکستان کی سیاسی فضا کو زہر آلود کیا اور جولائی 1977ء کی فوجی بغاوت کے لئے بنیاد رکھ دی۔ جس وقت بھٹو اور ان کے وزیر دفاع جنرل ٹکا خاں نے بلوچوں کو کچلنے کے لئے چار ڈویژن فوج کو حکم دیا' انہوں نے خود اپنی حکومت کی تقدیر پر مہر لگا دی۔ جس بات کو بھٹو سمجھنے میں ناکام رہا' وہ یہ تھی کہ بلوچستان کو فوج نے سیاسی لیبارٹری بنایا ہوا تھا اور جلد یا بدیر اس سیاسی لیبارٹری کے تجربات کو اہل پاکستان پر آزمایا جانے والا تھا۔ یہ منطقی نتیجہ تھا!

فوجی ٹولے نے پہلے پہل جو اقدامات کئے' ان میں فائربندی کا اعلان اور حیدرآباد جیل میں پابند سلاسل نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈروں کی رہائی اور ان کے ساتھ مذاکرات کا آغاز تھا۔ 78-1977ء کے دوران ان کے مابین اسلام آباد میں کئی ملاقاتیں ہوئیں' ہرچند کہ ولی خان جیسے بعض پختون لیڈر جو بھٹو سے پرخاش رکھتے تھے' فوج کے ساتھ مذاکرات پر آمادہ ہو گئے۔ بلوچوں نے واضح کر دیا تھا کہ ان کی لڑائی افراد کے ساتھ نہیں ہے۔ بعض بلوچوں نے عام معافی قبول نہ کی۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ایک غیر قانونی حکومت کے ساتھ نبرد آزما تھے' معافی قبول کرنے کے بجائے وہ افغانستان چلے گئے۔ 1977ء کی عام معافی کے بعد بعض بلوچ چھاپہ ماروں نے جن کی قیادت میر ہزار رخانی کر رہا تھا' طے کیا کہ وہ افغانستان میں ہی رہیں گے۔

عوامی محاذ برائے مسلح مزاحمت

حیدر آباد سازش مقدمہ کے تذکرہ سے پہلے ایک اور بلوچ مزاحمتی تحریک "بلوچستان میں قومی ہیرو جبر و استحصال کے خلاف مسلح عوامی مزاحمت" (پی ایف اے آر) کا ذکر ضروری ہے جس کا انکشاف جولائی 1974ء میں کراچی کے ہفت روزہ "آؤٹ لک" نے کیا۔ اس جریدہ کی جولائی میں دو ماہ کے لئے بندش سے قبل شاید یہ آخری قابل اعتراض مواد تھا جو اس میں شائع ہوا۔ اس سلسلہ میں جو رپورٹ شائع ہوئی اس میں سب سے سنسنی خیز انکشاف پی ایف اے آر کا وجود تھا۔ یہ مسلح نوجوانوں کی تنظیم کا نام تھا جس کا دعویٰ تھا کہ وہ "پہاڑوں میں سرگرم افراد" کی جدوجہد کو منظم کئے ہوئے ہیں۔

ستیش کمار نے اپنی کتاب "نیا پاکستان" میں تحریر کیا ہے کہ اس تنظیم کی ابتداء کے سلسلہ میں ضروری حقائق منظر عام پر نہیں آئے مگر یہ آہستہ آہستہ ان تمام عناصر کا مرکز اتحاد بنتی گئی جو نیشنل عوامی پارٹی کی اعتدال پسند اور آئینی سوچ کے حامل طرز عمل سے مایوس ہو چکے تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مئی 1974ء میں اس تنظیم کی جانب سے جاری ہونے والے ایک بلیٹن کے مطابق اس مزاحمتی تحریک میں شامل ہونے والے قبائلی نظم و ضبط سے بھی آزاد ہو گئے۔

"ہمارا اس یا اس قبیلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم کسی سردار کی شہ پر پاکستانی فوج سے نبرد آزما نہیں ہیں۔ ہم اپنے قومی حقوق کے لئے میدان کارزار میں اترے ہیں...... بھٹو اور ان کے حواری ہمیں علیحدگی پسند گردانتے ہیں۔ ان کی اور پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ ہم آزاد ہونا چاہتے ہیں' اپنے نمائندے مسترد کرنے یا منتخب کرنے کے لئے' اپنے قدرتی وسائل سے استفادہ کرنے اور اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنے کے لئے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ پاکستانی فوج ہماری عزت و آبرو اور رسوم و رواج کی پامالی کے لئے فائرنگ کرتے ہوئے چڑھتی دوڑتی پھرے ــــ ہم نے علیحدگی یا آزادی کے حق میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ یہ سب کچھ خود بھٹو کہہ رہے ہیں۔"

پی ایف اے آر کی سنٹرل کمان کے پولٹیکل ونگ کا دعویٰ تھا کہ بلوچ عوام الگ زبان' ثقافت' تاریخ' رواج اور روایات کے ناتے سے بلوچستان کی الگ قومیت منوانا چاہتے ہیں۔ تنظیم نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ یکم مارچ سے 15 مئی 1974ء کے دوران حکومت کے خلاف پچاس کامیاب کارروائیاں کی گئیں۔ ان میں گھات لگا کر حملے' رسد کے راستوں کی تباہی اور سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے کی کارروائیاں بھی شامل تھیں۔ رپورٹ میں جانی و مالی نقصان کی فہرست بھی دی گئی جس کے متعلق بلوچستان میں فوج کشی سے وفاقی حکومت کو دو سو کروڑ روپے کے اخراجات اٹھانا پڑے۔ تنظیم کا سیاسی ونگ اپنے نظریہ کو وقتاً فوقتاً جاری ہونے والے بلیٹن کے ذریعے اجاگر کرتا رہا۔ فی الوقت اس کے سیاسی مقاصد میں "اسلام آباد کی جانب سے بلوچستان کے معاملات میں عدم مداخلت کی واضح آئینی ضمانت" کا حصول تھا اور یہ کہ "بلوچستان کے عوام اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے کسی رکاوٹ کے بغیر بلوچستان کی حکومت کے امور چلائیں گے۔"

جون 1974ء کے بلیٹن میں "ناگزیر تباہی کے اصول" کی بات بھی کی گئی۔ اس سلسلہ میں کہا گیا تھا کہ "ہم تواتر کے ساتھ اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ پہاڑوں پر ہم بھٹو حکومت کی طرف سے فوجی کارروائی کے دفاع کے لئے گئے تھے اور یہ کہ ہم اپنے قومی اور جمہوری حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ علیحدگی کا ہمیں کبھی خیال بھی نہیں آیا' ہرچند کہ بھٹو حکومت ہمیں اس راہ پر ڈالنے کے لئے مسلسل سولہ ماہ تک اشتعال دلاتی رہی مگر اب ہمارے سامنے نئی صورت حال ہے۔ ہمیں پاکستان میں ناگزیر تباہی کا اصول کارفرما ہوتا نظر آ رہا ہے۔"

پی ایف اے آر کے بارے میں ابھی بہت کچھ دریافت ہونا باقی تھا۔ اس کے دعوؤں کی تصدیق بھی ہونے والی تھی مگر لگتا تھا کہ اس نے اپنے جن سیاسی مقاصد کو نمایاں کیا' وہ بلوچ عوام کی امنگوں کے عکاس تھے۔ بلوچستان کا تصادم ابھی نتیجہ خیز مرحلہ میں داخل نہیں ہوا تھا۔ مرکز کی جانب سے صورت حال جس طرح بیان کی جا رہی تھی' وہ چند خود غرض بلوچ سرداروں کے گم کردہ راہ حامیوں کا کیا دھرا اور مخصوص مفادات کے تحفظ کے لئے تھا' مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ بلوچستان میں کٹھ پتلی حکومت کو اس سے عوامی حمایت دلانا مقصود تھا۔ بھٹو کی قیادت میں فوجی نوکر شاہی ٹولہ دنیا کے سامنے غلط تصویر پیش کر کے ابہام پیدا کرتا رہا۔ اس ضمن میں یہ تاثر دیا جاتا رہا تھا کہ چھاپہ مار کارروائیاں حکومت کے جدید رجحانات کے فروغ کے خلاف فیوڈل مزاحمت کے نتیجہ میں ہو رہی ہیں۔ اکتوبر 1975ء میں بھٹو نے یہ تاثر بھی دیا کہ بلوچستان میں قانونی حکومت کے خلاف مزاحمت دم توڑ گئی ہے مگر حقیقت میں ایسا نہ تھا۔ بھٹو نے بلوچستان میں آخری بار جو دورہ کیا' اس کے دوران بموں کے دھماکے اس حقیقت کے عکاس تھے کہ حالات معمول کے مطابق نہیں تھے۔ قلات کے محل میں ایک تقریب کے دوران بھٹو کی جان لینے کی ایک کوشش بھی ہوئی۔ وہ تو بچ گئے مگر فائرنگ سے دو افراد ہلاک ہو گئے۔ اپریل 1975ء میں پی ایف اے آر کے بلیٹن میں بتایا گیا: "ہم انفرادی دہشت گردی میں یقین نہیں رکھتے۔ ہم انارکسٹ نہیں ہیں' ہم ایک انقلابی مقصد کے لئے انقلابی جنگ لڑ رہے ہیں۔"

ستیش کمار کا کہنا تھا کہ یہ سب کچھ کسی حل کی طرف نہیں لے جایا جا رہا تھا کیوں کہ حکومت حالات کو تسلیم کرنے سے انکاری تھی۔ جمہوریت کے لئے مسلح جدوجہد آگے بڑھ رہی تھی کہ جنوری 1974ء میں ایک صدارتی فرمان کے ذریعے وفاقی حکومت نے بلوچستان کی حکومت کے امور سنبھال لئے۔ وفاقی حکومت نے گورنر بلوچستان کے ذریعے صوبہ کے امور چلاتا تھے جس کی مدد سابق وزیراعلیٰ غلام قادر خان سمیت پانچ مشیروں نے کرنا تھی۔

30 دسمبر 1975ء کو کوئٹہ میں وزیر اعلیٰ بھٹو کی زیر صدارت اعلیٰ سطح کے اجلاس میں بلوچستان کی امن و امان کی صورت حال کا جائزہ لیا گیا۔ اس اجلاس میں پانچ بنیادی وفاقی وزیر' اٹارنی جنرل' دو وزرائے مملکت' صوبہ کے گورنر' وزیر اعلیٰ اور سب سے بڑھ کر چیف آف آرمی سٹاف جنرل ٹکا خان نے شرکت کی۔ قیاس ہے کہ اسی اجلاس میں گورنر راج نافذ کرنے کا فیصلہ کیا گیا کیوں کہ اگلے روز ہی اس فیصلے کا اعلان کیا گیا تھا۔

اس سلسلہ میں جاری ہونے والے سرکاری پریس نوٹ میں بتایا گیا تھا کہ بلوچستان میں شورش کے باعث گورنر راج کا نفاذ نہیں ہوا کیوں کہ شورش پر قابو پا لیا گیا ہے بلکہ یہ فیصلہ انتظامیہ کی کمزوری اور صوبہ کے اقتصادی مسائل کے باعث کیا گیا ہے۔

یہ بات درست نہ تھی۔ اس فیصلہ کا ایک سبب یہ ہو سکتا تھا کہ شورش تشویش ناک حدوں کو چھونے لگی تھی۔ صوبائی گورنر نے اخبار نویسوں سے بات چیت کے دوران کہا کہ ان کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہو گی کہ وہ محاذ آرا گروپوں کو پہاڑوں سے اترنے کے لئے کہیں۔ یہ فوج کے دباؤ کے باعث ہو سکتا تھا جس نے مطالبہ کیا تھا کہ اسے حالات سے نبٹنے کی کھلی چھٹی دی جائے۔ (جس طرح سندھ کے معاملہ میں مئی' جون 1990ء) میں ہو چکا ہے۔) بلوچستان میں وفاقی راج دراصل بھٹو کے ان پے در پے اقدامات کا نقطہ عروج تھا جو اس نے حالات پر قابو پانے کی غرض سے کئے۔۔۔ اب ذوالفقار علی بھٹو مارچ 1976ء میں جنرل ضیاء کو اپنا نیا چیف آف آرمی سٹاف مقرر کرنے والے تھے۔

انہی دنوں افغانستان کے صدر سردار داؤد نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے نام 27 نومبر 1974ء کو جو خط ارسال کیا' اس میں بتایا گیا تھا کہ پاکستانی فوج کی جانب سے بچوں' عورتوں اور بوڑھوں سمیت بلوچ عوام پر جو مظالم ڈھائے جا رہے تھے' اس کے بعد آزادی کی جنگ لڑنے والوں نے پہاڑوں کے غیر آباد علاقوں میں خود کو منتقل کیا ہے۔ وزیر اعظم پاکستان نے انہیں الٹی میٹم دیا ہے کہ اگر انہوں نے 15 اکتوبر 1974ء تک ہتھیار ڈال کر اپنے آپ کو فوج کے حوالے نہ کیا تو ان کے خلاف مزید سخت فوجی کارروائی کی جائے گی۔ سردار داؤد نے حکومت پاکستان کے اس الزام پر کہ وہ بلوچ لوگوں کو امداد دے رہے ہیں اور ان کے پاکستانی علاقہ کے خلاف اپنے عزائم ہیں' اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے نام اپنے خط میں کہا کہ یہ درست ہے کہ بلوچ عوام اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں مگر یہ درست نہیں کہ افغانستان کا اس میں کوئی ہاتھ ہے۔ سردار داؤد نے کہا کہ اگر آزادی کی جدوجہد کو دہشت گردی قرار دینے کی اجازت دے دی گئی تو پھر یہ کہا جائے گا کہ دنیا کے دوسرے تمام حصوں کے حریت پسند دہشت گرد ہیں۔ اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہو گا کہ قومی مقصد کے لئے جدوجہد کرنے والے "جاگیردار" ہیں۔ بلوچ عوام کی جدوجہد کے قائد بلوچ دانشور اور بلوچ عوام ہیں۔

سردار داؤد کا یہ خط اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے نام بھٹو کے 4 اکتوبر 1974ء کے ایک خط کے بعد ارسال کیا گیا تھا۔ جس میں بھٹو نے دیگر بہت سے الزامات کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ بلوچستان میں تخریب کاری کی وارداتوں کے پیچھے جاگیردار سرداروں کا ہاتھ ہے۔ سردار داؤد نے اپنے اس خط میں حکومت پاکستان کی جانب سے جاری ہونے والے وائٹ پیپر کا ذکر بھی کیا جس میں دعوی کیا گیا تھا کہ بلوچستان میں حالات معمول پر آ چکے ہیں اور جن عناصر نے ہتھیار اٹھائے تھے' انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ بھٹو نے بعد ازاں 17 جنوری 1975ء کو اس خط کے جواب میں سیکرٹری جنرل کے نام اپنے خط میں سردار داؤد کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں۔ بھٹو نے اپنے خط میں قرار دیا کہ افغان حکومت کے سربراہ "جذباتی وابستگی" اور "سیاسی حقوق کے تحفظ" کے نام پر پاکستان میں تخریبی کارروائیوں کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ بھٹو نے کہا کہ بلوچستان کے واقعات کا "آزادی کی جدوجہد" سے کوئی تعلق نہیں۔ سردار داؤد نے 2 مارچ 1975ء کو کرٹ والڈ ہائم کے نام ایک اور خط ارسال کیا جس میں بھٹو کے اٹھائے ہوئے نکات کا جواب دیا گیا تھا۔ سردار داؤد نے کہا" ہماری رائے میں اب وقت آ گیا ہے کہ مسٹر بھٹو اس حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ بلوچ عوام کی بغاوت' قومی آزادی کی جدوجہد ہے جو حکومت پاکستان اور اس کے ایجنٹوں کے جبر و تشدد اور بلوچ عوام کے جائز حقوق کے کچلنے کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے۔ سردار داؤد نے کہا کہ برطانیہ نے طاقت کے بل پر ہمارے علاقہ کو تقسیم کیا تھا اور اسے اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا۔ ہم اس علاقہ کے لوگوں کی حمایت کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

6 اپریل 1975ء کو بھٹو نے کرٹ والڈ ہائم کے نام اپنے خط میں اس مراسلہ کا جواب دیا اور کہا کہ سردار داؤد نے اپنی توسیع پسندی کے عزائم کا برملا اعتراف کر لیا ہے۔ بھٹو نے تحریر کیا کہ افغان صدر نے جمہوریت کے علمبردار کی حیثیت سے آئین پسندی کی بات کی ہے جو بڑی حیران کن ہے۔ افغانستان کی پوری تاریخ میں وہاں کبھی جمہوریت کا دور دورہ نہیں رہا۔ دو روز بعد 8 اپریل 1975ء کو پاکستان کے دفاع اور امور خارجہ کے وزیر مملکت عزیز احمد نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے نام جو خط بھیجا' وہ سردار داؤد کے اس خط کے جواب میں تھا جس میں کہا گیا تھا کہ پاکستان سے بلوچ (مہاجرین) ترک وطن کر کے افغانستان میں داخل ہوئے ہیں اور یہ کہ اب ان کی تعداد سات سو تک پہنچ گئی ہے۔ عزیز احمد کے اس خط کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سردار داؤد کے خط کے جواب میں ڈاکٹر کرٹ والڈ ہائم نے اقوام متحدہ کے مہاجرین کے امور سے متعلق ہائی کمشنر سے کہا تھا کہ وہ ان "مہاجرین" کی ضروریات کا جائزہ لے کر افغان حکومت کی مدد کے ساتھ انہیں ہر ممکن امداد بہم پہنچائیں۔ ان کے اس جواب کو ریڈیو کابل اور آل انڈیا ریڈیو سے نمایاں انداز میں نشر کیا گیا۔ مسٹر عزیز احمد نے اپنے خط میں کہا کہ اقوام متحدہ ان

سات سو نام نہاد مہاجرین کی امداد کے لئے تو حرکت میں آگئی ہے مگر اس نے ویت نام کے لاکھوں' ایران میں ڈیڑھ لاکھ کردوں اور سوڈان میں تیس ہزار اریٹیریا کے مہاجرین کی ہمدردی میں ایک لفظ نہیں کہا۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو اس خط کے ذریعے مطلع کیا گیا کہ افغان حکومت تخریب کاروں کو تربیت دے کر پاکستان میں

قانون کے شکنجے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں' انہیں افغانستان میں پناہ دی جاتی ہے۔ کالعدم نیشنل عوامی پارٹی کا سیکرٹری جنرل اجمل خٹک ایسا ہی ایک شخص ہے۔ اس سیاسی جماعت کے سربراہ (ولی خان) کے بیٹے نے عدالت میں صوبہ سرحد کے سینئر وزیر حیات محمد شیرپاؤ کے قتل کی منصوبہ بندی کا اعتراف کیا ہے۔ پاکستان کے دفاع اور امور خارجہ کے وزیر مملکت نے کرٹ والڈ ہائم کو یہ بھی بتایا کہ کالعدم نیشنل عوامی پارٹی کا سیکرٹری جنرل افغان حکومت کی براہ راست نگرانی میں کام کرنے والے چھاپہ مار کارروائیوں کے تربیتی کیمپوں کا انچارج ہے۔ یہ کیمپ کابل کے نواح میں قائم کئے گئے ہیں۔ عزیز احمد نے مزید تحریر کیا کہ جن بلوچ مہاجرین کی بات کی گئی ہے وہ حقیقت میں مفرور جرائم پیشہ افراد ہیں جو اپنے کنبوں کے ساتھ فرار ہو کر پاکستان سے گئے ہیں۔ عزیز احمد نے اپنے اسی خط میں لکھا کہ ان "مہاجرین" کو خاردار تاروں میں محصور کر کے رکھا گیا ہے تاکہ وہ اس "شو کیس" سے فرار ہو کر نہ جا سکیں۔

بھٹو حکومت کی جانب سے اس الزام کے جواب میں کہ بلوچستان میں شورش پسندی جاگیرداروں کی شہ پر ہو رہی ہے' پی ایف اے آر کی طرف سے جاری ہونے والے ایک بلیٹن میں واضح کیا گیا کہ قبائلی سردار اور صنعتکار تو پیپلز پارٹی کے ساتھ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں بااثر گروہوں اور امرا نے پیپلز پارٹی کے ساتھ مل کر بلوچستان میں سرداری نظام کے خاتمہ کا فریضہ سنبھالا ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں جو فہرست جاری ہوئی' اس میں بتایا گیا تھا کہ "میر احمد یار خاں جو بلوچستان کے گورنر اور خان آف قلات ہیں' تمام قبائلی سرداروں کے سربراہ رہ چکے ہیں۔ یہ خان خاناں اب بھی اپنے ماضی پر فخر کرتے اور بلوچ عوام کا بادشاہ بننے کے آرزو مند ہیں۔ فہرست میں دوسرا نام جام غلام قادر خان کا ہے۔ یہ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ اور ریاست لسبیلہ کے سابق والی ہیں جو قلات کے ماتحت تھی۔ عملی طور پر ضلع لسبیلہ ان کی ملکیت ہے۔ اسی طرح نواب یوسف علی مگسی جو بلوچستان کے وزیر تعلیم ہیں' نہ صرف بلوچستان بلکہ سندھ کے بھی بہت بڑے اور امیر ترین جاگیردار ہیں۔ بھٹو کے اپنے ضلع لاڑکانہ میں ان کی اراضی بھٹو سے بھی زیادہ ہے۔

"بلوچستان کے وزیر خزانہ نواب غوث بخش رئیسانی امیر ترین جاگیردار اور رئیسانی قبیلہ کے سربراہ ہیں۔ پٹ فیڈر کے علاقہ میں وہ پچاس ہزار ایکڑ سے زیادہ سرکاری اراضی غصب کر چکے ہیں۔ کچھی ضلع میں ان کی اپنی وسیع زرعی اراضی ہے۔ ان کا خاندان برطانوی راج کے وفادار ترین خادموں کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ سیف اللہ خان پراچہ جو بلوچستان کے وزیر صنعت ہیں' اس صوبہ میں کوئلہ کی کانوں اور صنعتوں کے سب سے بڑے مالک ہیں۔ یہ بلوچ نہیں بلکہ پنجابی آباد کار ہیں۔ دوسرے سارے آباد کاروں کی طرح یہ بھی ہر مرکزی حکومت کے تابع فرمان رہتے ہیں۔ وفاقی حکومت میں وزیر مملکت جمالی اسی نام والے قبیلہ جمالی کے سربراہ کے بھتیجے ہیں۔ اس سردار کے قریبی عزیز اور رشتہ دار نصیر آباد سب ڈویژن کی ساری زرخیز زرعی اراضی کے مالک ہیں۔ انہوں نے پٹ فیڈر علاقہ میں ساٹھ ہزار ایکڑ سے زیادہ زرعی' نہری اراضی پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ سندھ میں ان کی ہزاروں ایکڑ اراضی ہے جس میں سے زیادہ رقبہ جیکب آباد میں ہے۔ انہیں بلوچستان کے سفاک اور ظالم قبائلی خاندانوں کے نام سے جانا جاتا ہے جو دولت حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی کر گزرتے ہیں۔ میر نبی بخش زہری بلوچستان سے پیپلز پارٹی کے سینیٹر اور زہری قبیلہ کے رکن ہیں۔ بلوچستان میں تقریباً" سارے زرد سنگ مرمر کے ذخائر ان کی ملکیت ہیں اور انہیں سنگ مرمر کا پاکستانی بادشاہ کہا جاتا ہے۔ سردار ڈوڈا خان زرکزئی' ڈوڈا' زرکزئی قبیلہ کے سردار اور ظالم شخص ہیں۔ انہوں نے اب تک کئی قتل کئے ہیں۔ سردار تیمور شاہ جوگیزئی صوبائی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کے رکن اور جوگیزئی پٹھان قبیلہ کے سربراہ کے فرزند ہیں۔ بلوچستان میں پھلوں کے باغات کا بڑا حصہ ان کی ملکیت ہے۔ سردار ترین پٹھان ترین قبیلہ کے سردار ہیں۔ باقی ماندہ پھلوں کے باغات ان کی ملکیت ہیں اور انہوں نے کئی صنعتیں بھی لگائی ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں کاکڑ پٹھان قبیلہ کے سربراہ کرد' بنگل زئی قبیلوں کے سربراہ اور مجموعی طور پر پچاس طاقتور اور امیر ترین قبائلی سردار' بڑے سرمایہ دار اور صنعتکار اب مل کر "سوشلسٹ' ترقی پسند پیپلز پارٹی" کے ساتھ بلوچستان میں سرداری نظام کے خاتمہ کے دعویدار ہیں۔"

مزاحمتی جنگ میں شریک گروپوں کی جانب سے ایک اور دستاویز میں نیشنل عوامی پارٹی کا ساتھ دینے والے بااثر لوگوں کے متعلق بتایا گیا کہ " سردار عبدالرحمان نام کے ایک سردار کا یہ لقب نہیں بلکہ نام کا حصہ ہے۔ وہ مکران کے ایک غریب کاشتکار کے فرزند تھے اور ایک سرکاری محکمہ میں قلیل تنخواہ پانے والے کلرک کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ انہوں نے انتخابات میں ریاست مکران کے نواب بھائی جان کے بیٹے شیخ عمر کو شکست دی۔ میر دوست محمد تربت کے عام شخص ہیں' جنہوں نے نواب مکران کے دوسرے بیٹے امان اللہ گچکی کو شکست دی جو اس وقت پیپلز پارٹی کے لیڈر تھے اور جن کی ضمانت بھی ضبط ہو گئی تھی۔ دوست محمد کو جو جیل میں تھے' ضمانت پر رہائی ملی۔ شیر علی نوشیروانی خاران کے نواب خاندان کے فرد ضرور تھے مگر جب انہوں نے الیکشن میں حصہ لیا تو تہی دست تھے۔ انہوں نے نبی بخش زہری کے بھائی قادر بخش زہری کے بیٹے کو انتخابات میں شکست دی۔ نبی بخش زہری بھی ماربل کنگ اور کراچی میں ظفر ماربلز کے مالک تھے۔ شیر علی

دباؤ میں آ کر پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ آغا عبدالکریم' خان قلات کے بھائی ضرور تھے مگر ان کے خان سے تعلقات کشیدہ ہو گئے کیوں کہ انہوں نے ان کی خواہش کے برعکس نیشنل عوامی پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا تھا۔ انہوں نے بلوچستان کے سب سے خوفناک سردار ڈوڈا خان کو شکست دی۔ ڈوڈا خان تب پیپلز پارٹی میں تھے۔ عطاء اللہ مینگل بے زمین سردار ہیں جنہوں نے بااثر سردار جہان خان کو شکست دی۔ سہسولی قبیلہ کا یہ سردار پیپلز پارٹی میں چلا گیا جبکہ مینگل جیل میں رہے۔ خیر بخش مری بائیں بازو کے نظریات والے روشن خیال سردار ہیں جنہوں نے تاج محمد جمالی کو شکست دی۔ انہیں مغربی پاکستان میں ریکارڈ ووٹ حاصل ہوئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن کے بعد پاکستان میں انہوں نے سب سے زیادہ ووٹ لئے۔ سردار خیر بخش تب جیل میں تھے جبکہ جمالی وفاقی وزیر بنا دیئے گئے۔ ڈاکٹر عبدالحئی بلوچ کچھی ضلع میں بھاگ کے ایک غریب کاشتکار کے فرزند ہیں۔ ابھی وہ کراچی میں ایک میڈیکل کالج کے فائنل ایئر میں تھے کہ انہوں نے خان قلات کے بیٹے پرنس یحییٰ خان کو الیکشن میں شکست دی۔ بعد ازاں یحییٰ پیپلز پارٹی میں چلے گئے۔ میر غوث بخش بزنجو سردار نہیں' وہ بزنجو قبیلہ کے ایک فرد ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ بائیں بازو کے نظریات کے لئے کام کیا۔ سارے سردار انہیں کیمونسٹ کہتے ہیں۔ انہوں نے خان قلات کے دوسرے بیٹے پرنس محی الدین کو الیکشن میں شکست دی جو پیپلز پارٹی میں چلے گئے جبکہ بزنجو جیل میں بھیج دیئے گئے۔ میر احمد نواز بگتی' نواب اکبر بگتی کے بھائی ہیں مگر جہاں تک اختیار اور دولت کا تعلق ہے' ان کی حیثیت یتیم جیسی ہے۔ بگتی قبیلہ کی ساری امارات اور سارا اختیار اکبر بگتی کے پاس تھا انہوں نے سرکاری امیدوار اور بجارانی قبیلہ کے سربراہ کو شکست دی۔"

بلوچستان میں اکھڑ اور گنوار بلوچوں کو پاکستانی فوج مہذب بنانے کے لئے جو کچھ کر رہی تھی' اس کے متعلق دفاع اور امور خارجہ کے وفاقی وزیر عزیز احمد نے بعض دلچسپ انکشافات کئے۔ 1974ء کے موسم گرما کے سیشن میں بعض سینیٹرز نے دریافت کیا کہ پچھلے اٹھارہ مہینوں کے دوران فوج نے بلوچستان میں کتنے سکول اور ہسپتال تعمیر کئے ہیں۔ جس پر انہوں نے بتایا:

1- فوج نے ایک پرائمری سکول کو دوبارہ تعمیر کیا (دوبارہ تعمیر قابل غور ہے) اور دوسرے دو سکولوں کا درجہ بڑھایا ہے۔

2- پاکستانی فوج نے کوئی ہسپتال تعمیر نہیں کیا' ہسپتالوں کی تعمیر فوج کا نہیں سول انتظامیہ کا کام ہوتا ہے۔

پی ایف اے آر کے بلیٹن میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا کہ بلوچستان میں روزانہ ایک کروڑ روپے کے اخراجات سے قومی خزانے کو زیربار کرنے والی فوج اس وقت تک روزانہ کروڑ روپے والے پانچ سو دن بلوچستان میں گزار چکی تھی اور افراط زر میں اس کا حصہ کچھ کم نہ تھا۔ اس درجہ بھاری اخراجات کے بعد اس نے ایک پرائمری سکول کو دوبارہ تعمیر کیا اور دو کا درجہ بڑھایا۔

جیسا کہ طارق علی کا خیال ہے' بھٹو سمجھتے تھے کہ فوج کے خلاف ان کی عوام سے رابطہ اور ابلاغ کی صلاحیت موثر طریقہ سے کام کرے گی۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ بوناپارٹزم کے عزائم والے سینئر فوجی افسروں کو نکال دینے کے بعد اب وہ پوری طرح فوج کی جانب سے کسی خطرہ سے محفوظ ہو چکے ہیں۔ ان کے چیف فوجی کمانڈر جنرل ضیاء الحق کو ترقی دی جا چکی تھی کیوں کہ بھٹو کو یقین ہو گیا تھا کہ ذہانت کے فقدان کے باعث وہ خطرہ نہیں بن سکے گا' تاہم پیپلز پارٹی کے قائد نے پاکستانی سیاست میں ایک سیاسی ادارے کی حیثیت سے فوج کی طاقت کا غلط اندازہ لگایا۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے' جس بات کو سمجھنے میں وہ ناکام رہے' وہ یہ تھی کہ بلوچستان کو فوج نے سیاسی لیبارٹری کی حیثیت سے استعمال کیا تھا اور جلد یا بدیر وہ پوری پاکستانی قوم پر یہ تجربہ کرنے والی تھی۔

اس تمام تر کارروائی کے علاوہ یہ سوال جواب طلب ہے کہ بلوچستان میں رونما ہونے والے واقعات کا براہ راست کون ذمہ دار تھا؟ اپنے ایک بلیٹن میں پی ایف اے آر نے اس سوال کا جائزہ لیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بلوچستان میں مسلح مزاحمت نیشنل عوامی پارٹی نے شروع نہیں کی۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلح جدوجہد اس وقت شروع ہوئی جب اس پارٹی کی توڑ پھوڑ ہو چکی تھی۔ اس کا صوبائی خود مختاری کا مقصد صوبہ میں اس کی حکومت قائم ہونے پر حاصل ہو چکا تھا اور جب اس حکومت کو غیر قانونی طریقہ سے برطرف کیا گیا تو بلوچستان میں اس کی ساری جدوجہد کا فلسفہ منتشر ہو گیا۔ اب یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ پاکستان کے آئین میں صوبوں کو دی جانے والی صوبائی خود مختاری بلوچستان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی' اس لئے بلوچ عوام کے لئے آئینی اور جمہوری حقوق کے حصول کی امیدیں سراب کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ بدقسمتی سے جن لوگوں نے پہاڑوں سے لڑائی شروع کی' وہ بھی ہم خیال طاقتوں کو مجتمع کر کے طے شدہ منزل کا تعین نہ کر سکے۔ ابتداء میں جن لوگوں نے پہاڑوں سے لڑائی شروع کی' انہیں درج ذیل زمروں میں شامل کیا جا سکتا ہے:-

1- جو جمہوری اور آئینی جدوجہد کے اثر میں یقین نہیں رکھتے تھے اور بلوچستان کے حوالہ سے مسلح جدوجہد کے حامی تھے۔ ان کا مقصد آزاد بلوچستان کا قیام تھا۔ اس زمرہ میں بائیں بازو کے وہ عناصر بھی شامل تھے جو سوویت یونین کے ساتھ رابطہ رکھنے والے سوشلسٹ بلوچستان کے قیام کے داعی تھے۔ ان کے ساتھ وہ قوم پرست بھی شامل تھے جو جمہوری بلوچستان چاہتے تھے۔ ایسا جمہوری بلوچستان جس کے بھارت اور افغانستان کے ساتھ روابط اور سوویت روس کے ساتھ دوستی کے رشتے استوار ہوں۔

2- جو دیانت داری کے ساتھ نیشنل عوامی پارٹی کے عظیم کردار میں یقین رکھتے اور جن کا جمہوری جدوجہد پر اعتماد تھا مگر جو اس پارٹی کی حکومت کی

برطرفی پر حیرت زدہ ہو کر رہ گئے تھے اور جو اس پر بھی حیران تھے کہ اسلام آباد حکومت کے جبر و تشدد پر پارٹی پوری طرح سے بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔ اسی طرح وہ باغی ہو کر پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔ وہ اس معاملہ میں واضح نہ تھے کہ اب کیا ہونا چاہئے۔ نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت کی بحالی اور صوبائی خود مختاری کی ضمانتیں یا آزادی؟

3- جنہیں 1960ء کے عشرے میں ایوب حکومت کے جرائم کی تلخیاں یاد تھیں جب سخت کشیدگی اور خوف و ہراس کے عالم میں نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت کا خاتمہ کیا گیا اور جس کشیدگی اور خوف و ہراس کو بھٹو حکومت اور اس کے پٹھوؤں نے سلسلہ وار آگے بڑھایا' نام نہاد عراقی اسلحہ پر قبضہ کا شور مچایا' پٹ فیڈر کا واقعہ اور بیلا کا آخری فریب۔۔۔۔ انہوں نے فی الفور خطرے کی بو محسوس کر لی۔ فوجی کارروائی ان کے نزدیک اب ناگزیر تھی' اس لئے وہ بھی اپنے تحفظ کے لئے پہاڑوں پر چلے گئے۔

4- بلوچ روایات پسند' جو دوسرے قبائل کے ساتھ اپنے تعلق کے باوجود عطاءاللہ مینگل کی آواز پر لبیک کہے بغیر نہ رہ سکے اور پہاڑوں پر چلے گئے۔ وہ سمجھنے لگے تھے کہ پاکستانی فوج کے ہاتھوں بلوچ روایات کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں جن کا تحفظ ضروری ہے۔ ان کے لئے عطاء اللہ مینگل بہادری اور ہیروازم کی علامت اور بلوچ عوام کے نمائندہ تھے' اس لئے ان کا ساتھ دینا ضروری تھا۔

5- سادہ لوح اور معصوم قبائلی جو پہاڑوں پر گئے یا قبائلی سردار کی وفاداری کے نلتے جدوجہد میں شامل ہوئے۔

6- مفاد پرست اور سماج دشمن عناصر جو لوٹ مار سے موقعہ کا بہترین استعمال کرنا چاہتے تھے۔

حیدر آباد سازش مقدمہ کا ڈرامہ

مسلح کارروائیوں کے ساتھ ساتھ بھٹو حکومت نیشنل عوامی پارٹی (نیپ) کی سیاسی قیادت کو کچلنے پر بھی تلی ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں حیات محمد شیرپاؤ کے قتل کو بہانہ بنایا گیا تھا۔ 10 فروری 1975ء کو اس واقعہ کے فوراً" بعد حکومت نے نیپ کو کالعدم قرار دے کر ایک سرکاری اعلان کے ذریعے اس کے فنڈز ضبط کر لئے۔ اسی روز قانونی تقاضوں کے پیش نظر حکومت نے یہ مقدمہ سپریم کورٹ میں پیش کر دیا۔ اس سلسلہ میں جو الزامات عائد کئے گئے' ان میں سے بعض یہ تھے:

1- نیپ قومیتوں کے مسئلہ کو ہوا دے کر پاکستان کی قومی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی۔

2- اسے پاکستان کی غیر ملکی دشمن طاقتوں سے مالی امداد اور حمایت حاصل رہی ہے۔

3- آئین' قانون کی عملداری اور جمہوری اداروں کو تباہ کرنے کے لئے یہ جماعت تشدد کا پرچار کرتی رہی ہے۔

4- پختونستان اور آزاد بلوچستان کے نام پر غیر ملکی طاقتوں سے امداد حاصل کر کے وہ پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوششوں میں لگی رہی ہے۔

5- پاکستان کی دشمن غیر ملکی طاقتوں کی مدد سے اس نے بڑے پیمانے پر تخریبی اور دہشت پسند سرگرمیوں کو منظم کیا۔

30 اکتوبر 1975ء کو سپریم کورٹ نے حکومت کی جانب سے جاری ہونے والے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے فیصلے میں لکھا:

"۔۔۔۔ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ نیشنل عوامی پارٹی پولٹیکل پارٹیز ایکٹ (III-1962) کی دفعہ 6 کی ذیلی دفعہ 1 کے تحت کالعدم قرار دیئے جانے کی مستوجب ہے کیونکہ یہ پاکستان کی سالمیت و خود مختاری کے منافی سرگرمیوں میں ملوث رہی ہے۔"

یہ پہلا موقع تھا کہ کسی حکومت نے ایک سیاسی جماعت کو کالعدم قرار دینے کے لئے طاقت استعمال کی تھی اور یہ بھی کہ سپریم کورٹ نے اس نوع کے مقدمہ کا فیصلہ دیا تھا۔ بعض قانون دانوں نے اس فیصلہ پر نقطہ چینی کی۔ اینمنسٹی انٹرنیشنل کا ایک وفد پاکستان آیا اور فیصلہ کے بارے میں اپنے تحفظات پیش کئے جو درج ذیل سے متعلق تھے:

○۔۔۔ سپریم کورٹ کا اختیار سماعت اور آئین کے آرٹیکل 17 کے تحت تنظیم سازی کے حق کی ضمانت کے خلاف انتظامیہ کی پابندیاں' صفائی کی جانب سے مقدمہ کی تیاری اور صفائی کے وکلاء کی عدالتی کارروائیوں کے دوران موجودگی۔

○۔۔۔ گواہی کے بعض قاعدوں میں تبدیلیاں' خصوصاً" جن کا تعلق مزید جرح سے تھا جن میں غیر ملکی ریڈیو اور اخباری رپورٹیں' اندرون ملک کی اخباری رپورٹیں جن کے معاملہ میں پابندیاں عائد ہیں اور جن کے باعث یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ ان پر اعتماد بھی کیا جا سکتا ہے' خصوصی عدالتوں کی جانب سے بم دھماکوں کے کئی مقدمات کے فیصلے شامل ہیں۔

○۔۔۔ نیپ کے خلاف اس الزام میں کہ یہ علیحدگی کے لئے مسلح کارروائیاں کر رہی تھی' اس لئے "پاکستان کی سالمیت اور تحفظ کے اس منافی اقدام" کے سلسلہ میں شہادت کی حیثیت۔

ان نکات کے ذیل میں اینمنسٹی انٹرنیشنل نے نیشنل عوامی پارٹی کو کالعدم قرار دینے اور اس پر سپریم کورٹ کے فیصلے کو اس طرح بیان کیا:

1- سپریم کورٹ نے ایک ایسے مقدمہ میں جس نے ایک پوری سیاسی جماعت کی تقدیر کا فیصلہ کرنا تھا' معمول کے بعض قواعد تبدیل کر کے عام قاعدوں کے مطابق شہادتیں قلمبند نہیں کیں۔ یہ طریق کار خاصہ تشویش ناک ہے۔ علاوہ ازیں عدالت نے ایسی شہادت پر اپنے نتائج وضع کئے جو یہ ثابت نہیں کرتی کہ نیپ پاکستان کی سالمیت و تحفظ کے منافی کام کر رہی تھی۔

2- اگر نیپ لیڈروں اور ارکان کی تقریریں اور اقدامات "پاکستان کی خود مختاری و سالمیت کے منافی اقدام" اور "بغاوت" کے ذیل میں آتی ہیں جیسا کہ فیصلہ میں دعویٰ کیا گیا ہے تو پھر ان اقدامات اور تقریروں پر الگ الگ مقدمات بننے چاہئیں تھے اور پارٹی کے خلاف فیصلہ سے پہلے ان انفرادی مقدمات کے ضابطہ تعزیرات کی عام دفعات کے مطابق عدالتوں میں فیصلے ہونے چاہئیں تھے جنہیں پارٹی کے خلاف فیصلہ میں استعمال کیا جانا چاہئے تھا۔

3- متذکرہ ریفرنس کے جواب میں نیپ کی ورکنگ کمیٹی کے اٹھائیس ارکان نے صفائی کا جو تحریری بیان دائر کیا' اس میں اس سے انکار کیا گیا تھا کہ ان کی جماعت پاکستان کی سالمیت اور خود مختاری کے منافی حرکتوں میں مصروف تھی۔ بیان میں اس سے انکار کیا گیا کہ نیپ کی صوبائی حکومت نے اپنی آئینی ذمہ داریوں سے انحراف کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ نیپ نے کبھی بھی کسی بھی وقت چار قومی نظریہ کا پرچار نہیں کیا۔ صفائی کے بیان میں کہا گیا کہ پارٹی نے آئین کے تحت پاکستان کے مختلف علاقوں کے لوگوں کے لسانی و ثقافتی حقوق کے تحفظ اور فروغ کی بات کی ہے۔ کسی غیر ملکی حکومت سے امداد حاصل نہیں کی اور اس کا تشدد کی کارروائیوں پر کبھی یقین نہیں رہا۔ ریفرنس کی درخواست میں جن میں واقعات کا ذکر کیا گیا تھا' اس بیان میں ان کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کیا گیا۔

پارٹی کے اس وقت کے سربراہ ولی خان کا تحریری بیان انہی خطوط پر تھا۔ انہوں نے کہا تھا"--- بعض افراد کے خلاف شہادت کو استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن پارٹی کے بعض ارکان کے بیانات اور تقریروں پر پارٹی کو ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا' چاہے وہ کتنے ہی اعلیٰ عہدوں پر کیوں نہ ہوں۔" ولی خان نے کہا کہ پارٹی کے سابق سیکرٹری جنرل اجمل خٹک کے مقدمہ اور عبدالغفار خاں کا ضمیموں میں حوالہ غیر متعلقہ ہے کیوں کہ اول الذکر پارٹی کے جنرل سیکرٹری نہیں رہے اور موخر الذکر کا 1964ء کے بعد سے پارٹی سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس الزام کے متعلق کہ نیپ پاکستان مخالف جماعت ہے۔ ولی خاں نے کہا کہ صوبوں کے لئے زیادہ سے زیادہ خود مختاری کے حوالہ ۔ سے نیپ کا کیس یہ ہے کہ اس جماعت کے نزدیک پاکستان میں ایک قومی' تی ہے جو پاکستانی قوم ہے۔ یہ پاکستانی قوم قومیتوں کا مجموعہ ہے جن کی اپنی الگ الگ ، زبان اور ثقافت ہے۔ ان دو باتوں میں کوئی تضاد نہیں مگر یہ قومیتیں پھولوں کی طرح ہیں جن کے الگ الگ رنگوں اور خوشبوؤں سے گلدستہ بنتا ہے۔ ان کے اختلاف میں ایک اتحاد کی شکل ہے۔"

بلوچستان کے برطرف گورنر غوث بخش بزنجو تحریری بیان میں ا ر۔سے انکار کیا کہ نیپ کا کسی غیر ملکی حکومت سے کوئی رابطہ ہے یا اس نے بغاوت یا شورش برپا کرنے' تخریبی یا تشدد کی کارروائیوں کے لئے جن کا استغاثہ نے ذکر کیا ہے' کوئی امداد حاصل کی ہے۔

سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد نیپ لیڈروں کے خلاف مقدمہ چلانے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ 15 اپریل 1976ء کو ایک خصوصی عدالت میں مقدمہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ حکومت کہتی تھی کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد حیدر آباد میں مقدمہ چلانا ناگزیر ہو گیا تھا۔ 8 مئی 1976ء کے نیویارک ٹائمز میں حکومت کا عزم اس طرح بیان کیا گیا:

"ہم نے تہیہ کر رکھا ہے کہ پاکستان کی سالمیت کو کسی خطرہ سے دوچار نہیں ہونے دیں گے۔"

حیدر آباد میں خصوصی عدالت ضابطہ فوجداری کے ترمیمی آرڈیننس (خصوصی عدالت) مجریہ 20 دسمبر 1976ء کے تحت قائم ہوئی اور فوراً بعد اپریل 1976ء میں اس نے کارروائی شروع کر دی۔ کالعدم جماعت کے لیڈروں کو گرفتار کیا جا چکا تھا۔ ان میں سینٹ کے تین ارکان ہاشم غلزئی' حسین شاہ اور غلام احمد بلور اور پارٹی کے دوسرے نمایاں رہنما شامل تھے۔ ولی خان سمیت دوسرے رہنماؤں کو پہلے ہی گرفتار کیا جا چکا تھا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی رپورٹ کے مطابق (23 اپریل' 12 مئی 1976ء) 10 فروری 1975ء کو ایک آرڈیننس نافذ ہوا جس کے تحت قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کو اس استحقاق سے محروم کر دیا گیا تھا کہ سیشن کے دوران انہیں گرفتار نہیں کیا جا سکتا۔ اس آرڈیننس نے ولی خان کی گرفتاری کو "قانونی" بنا دیا۔ انہیں ڈیفنس آف پاکستان رولز کی دفعہ 32 کے تحت امتناعی نظربندی میں رکھا گیا۔ بعد میں ان کے خلاف ضابطہ تعزیرات پاکستان اور دھماکہ خیز اشیاء کے ایکٹ کے تحت الزامات عائد کر دیئے گئے۔ نیپ کے تین بلوچ رہنماؤں میر غوث بخش بزنجو سابق گورنر بلوچستان' عطاء اللہ مینگل سابق وزیر اعلیٰ بلوچستان اور خیر بخش مری صدر بلوچستان نیشنل عوامی پارٹی کے خلاف بھی حیدر آباد کی خصوصی عدالت میں فرد جرم عائد کی گئی۔ ان تینوں کے معاملہ کو ایمنسٹی انٹرنیشنل حیدر آباد سپیشل کورٹ سے پہلے ہی ضمیر کے قیدی کے طور پر لے چکی تھی۔ اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ یہ رہنما کوئی مقدمہ چلائے بغیر 16 اگست 1973ء کو گرفتاری کے بعد طویل عرصہ جیل میں گزار چکے تھے اور اس وقت تک استغاثہ کی جانب سے ان کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہیں کئے گئے تھے۔

10 جون 1976ء کو اپوزیشن کے دوسرے بڑے لیڈروں کو بھی خصوصی عدالت میں پیش ہونے والے ان چوالیس رہنماؤں کے ساتھ شامل کرنے کا اعلان ہوا۔ یہ بڑی عجیب بات تھی کیوں کہ قبل ازیں جاری ہونے والے سیاسی بیانات کے مطابق اس خصوصی عدالت کو صرف نیپ کی قیادت کے خلاف ہی الزامات کا فیصلہ کرنا تھا۔ جو دوسرے اپوزیشن لیڈر گرفتار کر کے اس خصوصی عدالت میں پیش کئے جانے والے تھے' ان میں معراج محمد خان بھی شامل تھے۔ پیپلز پارٹی کے اس سابق وزیر کو "قابل اعتراض تقریریں" کرنے کے الزام میں چار سال قید کی سزا دی گئی تھی۔ علی بخش تالپور کو جو دسمبر 1975ء میں پیپلز پارٹی سے مستعفی ہوئے' 26 مئی 1976ء کو واضح

• الزامات کے بغیر گرفتار کیا گیا اور اب انہیں بھی اس مقدمہ میں شامل کر لیا گیا۔ معروف اپوزیشن لیڈروں کی گرفتاری کے متعلق دریافت کرنے پر اپریل 1976ء میں وزیر قانون نے سینٹ میں بتایا کہ ان افراد کو "پاکستان کے خلاف جنگ لڑنے' اس کے مقصد کے لئے ہتھیار جمع کرنے اور اس ملک کے قیام کی مذمت اور اس کی سالمیت کے منافی کارروائیوں" کے الزامات کا جواب دینے کے لئے گرفتار کیا گیا ہے۔ اگست 1976ء میں اٹارنی جنرل نے مطلع کیا کہ ان کے خلاف الزام ہے کہ انہوں نے بلوچستان اور پختونستان کی علیحدہ مملکتوں کے قیام کے لئے پاکستان کو توڑنے کی سازش کی ہے۔

حیدر آباد کی خصوصی عدالت ہائی کورٹ کے تین ججوں پر مشتمل تھی۔ اپریل 1976ء میں اس مقدمہ کی سماعت شروع ہونے کے بعد عدالت کے صدر سمیت دو ججوں کو لاہور ہائی کورٹ اور پشاور ہائی کورٹ کا چیف جسٹس بنایا جا چکا تھا (لاہور ہائی کورٹ کا جس جج کو چیف جسٹس مقرر کیا گیا' انہیں یہ ترقی آٹھ دوسرے ججوں کو نظر انداز کر کے دی گئی۔) اب مسٹر جسٹس مشتاق قاضی باقی رہ گئے تھے جنہیں اس خصوصی عدالت کا چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔

مقدمہ کی سماعت حیدر آباد جیل میں سخت حفاظتی انتظامات میں شروع ہوئی۔ حکومت کا دعویٰ تھا کہ مقدمہ کی کارروائی عام لوگوں کے لئے کھلی ہے مگر حقیقت یہ تھی کہ پچپن ملزموں کے اہل خانہ اور دوستوں کے لئے صرف چالیس نشستوں کا انتظام تھا اور اس کے لئے بھی خصوصی اجازت حاصل کرنی پڑتی تھی۔

خان عبدالولی خان نے اپنے بیان میں واضح کیا کہ ان پر سازش اور بغاوت کے انتہائی سنگین الزامات عائد کئے گئے ہیں مگر جیل حکام کے عدم تعاون کے باعث وہ اپنے وکیل کے ساتھ ابتدائی رابطہ بھی قائم نہیں کر سکتے۔ یہ حقیقت تھی کہ ملزمان اپنے دفاع کے سلسلہ میں ہر سہولت کے حصول کے لئے جیل حکام کے رحم و کرم پر تھے۔ مقدمہ کی کارروائی جولائی 1977ء تک جاری رہی جب جنرل ضیاء الحق نے بھٹو کو ہٹا کر مارشل لاء نافذ کر دیا۔ انٹیلی جنس کے سابق ڈائریکٹر اے بی اعوان کا کہنا ہے کہ 6 دسمبر 1977ء کو پندرہ ملزموں کی جانب سے ضمانت کی درخواست دائر کی گئی۔ اس وقت تک جو شہادتیں پیش کی جا چکی تھیں۔ ان کی بنیاد پر ٹریبونل نے قرار دیا:

"ان اعتراضات کے مطابق تمام ملزموں کو مجرمانہ سازش کا مجرم نہیں گردانا جا سکتا۔"

• اس کی بنیاد پر ملزموں کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا چند روز بعد عام معافی کے تحت سارے ملزم چھوڑ دیئے گئے اور 1978ء میں مقدمہ واپس لے لیا گیا۔

جنرل ضیاء الحق کا شب خون

4 اور 5 جولائی کی درمیانی رات ڈیڑھ بجے فوج کے دستوں نے حرکت شروع کی۔ پندرہ منٹ میں انہوں نے مسٹر بھٹو کی رہائش گاہ پر قبضہ مکمل کر لیا اور وزیر اعظم ہاؤس کی طرف جانے والی سڑکوں کو خاردار تاروں سے بند کر دیا۔ جس کے دس منٹ بعد ایک بج کر پچپن منٹ پر مسٹر بھٹو کو تبدیلی کی اطلاع دے دی گئی اور انہیں بتا دیا گیا کہ اب وہ سابق وزیر اعظم ہیں اور حفاظتی تحویل میں ہیں --- روشنی پھیل رہی تھی کہ مسٹر بھٹو کو وزیر اعظم ہاؤس سے نکال کر مری لے جایا گیا۔ راولپنڈی کے علاقے ویسٹریج میں بھی حفاظت کے غیر معمولی انتظامات دیکھے گئے۔ غالباً اس دوران کسی وقت مسٹر بھٹو کو وہاں رکھنے کا سوچا گیا تھا....

5 جولائی کی شام جنرل ضیاء الحق قوم کے نام اپنے نشریئے میں کہہ رہے تھے "--- مسٹر بھٹو کی حکومت ختم ہو گئی ہے۔ سارے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا ہے' قومی اور صوبائی اسمبلیاں توڑ دی گئی ہیں' صوبائی گورنر اور وزیر ہٹا دیئے گئے ہیں البتہ آئین کو منسوخ نہیں کیا گیا ہے' اس کے بعض حصوں پر عمل در آمد روک دیا گیا ہے ---نہ میرے کوئی سیاسی عزائم ہیں اور نہ فوج ہی اپنے سپاہیانہ پیشے سے اکھڑنا چاہتی ہے۔ مجھے صرف اس خلا کو پر کرنے کے لئے آنا پڑا ہے جو سیاستدانوں نے پیدا کیا ہے اور میں نے یہ چیلنج صرف اسلام کے ایک سپاہی کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔ میرا واحد مقصد آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرانا ہے جو اس اکتوبر میں منعقد ہوں گے۔ انتخابات مکمل ہوتے ہی اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو سونپ دوں گا--- بعض ناگزیر حالات میں خصوصی صورت حال سے نمٹنے کے لئے مارشل لاء آرڈرز اور مارشل لاء ریگولیشنز جاری کرنا ضروری ہوں گے ان کو کسی اور عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا--- حالیہ سیاسی محاذ آرائی سے ماحول میں کشیدگی پیدا ہو گئی تھی اس لئے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے وقت دینا بہت ضروری ہے چنانچہ آج سے تاحکم ثانی ہر قسم کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی ہے---"

حزب اختلاف کی طرف سے مذاکراتی ٹیم کے ایک رکن پروفیسر غفور نے مارشل لاء لگنے کے تاریخی پس منظر کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے جو نتیجہ اخذ کیا' وہ اسمبلیاں توڑنے اور مارشل لاء لگانے کے ضیاء اقدام کی تائید نہیں کرتا۔ پروفیسر غفور نے لکھا ہے "اس رات اگر یہ قدم نہ اٹھایا جاتا تو--- غالب امکان تھا کہ 5 جولائی معاہدہ کی تکمیل کی تاریخ ہوتی لیکن اس وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بعض نادانوں کی نادانی کے باعث 5/4 جولائی کی درمیانی شب ایک ایسی طویل اندھیری رات ہو گی جس کی صبح کے لئے قوم برسوں ترستی رہے گی۔"

پروفیسر غفور احمد نے اس مسئلہ پر اپنی تصنیف "---پھر مارشل لاء آگیا" میں 7 مارچ 1977ء کے انتخابات سے لے کر 5 جولائی 1977ء تک کی لمحہ لمحہ کی تفصیل بیان کی ہے۔ پروفیسر غفور احمد کا نقطہ نظر' ایک اپوزیشن لیڈر کا نقطہ نظر ہے۔ وہ پیپلز پارٹی' ذوالفقار علی بھٹو اور ان کے ساتھیوں کی طرف تنقیدی رویہ رکھتے ہیں۔ لیکن اپنی کتاب میں انہوں نے تمام حالات و

واقعات کو ایمانداری سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ....5 جولائی کے اقدام پر بھٹو اور پیپلزپارٹی کے حامیوں نے بھی بہت کچھ لکھا ہے لیکن اس ضمن میں ان کی تحریروں کو نظرانداز کرتے ہوئے بنیادی حوالوں کے لئے میں نے پروفیسر غفور احمد کی کتاب کا انتخاب کیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو جانبداری کا گمان نہ گزرے۔ البتہ' جہاں کہیں ضروری ہوا دوسرے حوالوں کو بھی استعمال کیا جائے گا لیکن 5 جولائی کے اقدام پر میرا بنیادی ماخذ یہی کتاب ہے۔

پروفیسر غفور نے مارشل لاء کے طویل پس منظر کا آغاز پہلے مارشل لاء (1958ء) پیپلزپارٹی کی تشکیل (1967ء) دوسرے مارشل لاء (1969ء) پہلے عام انتخابات (1970ء) جیسے اہم واقعات سے کیا ہے۔ پھر وہ بھٹو حکومت کی پانچ سالہ اقتدار کا تفصیل سے جائزہ پیش کرتے ہیں۔ یہ ساری تفصیل ایک ایف آئی آر کی طرح ہے۔ 1977ء کے انتخابی نتائج کو دھاندلی قرار دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ خود ساختہ نتائج قوم کے لئے قابل قبول نہیں ہوئے۔ قومی اتحاد نے 8 مارچ 1977ء کو اپنے اجلاس میں انتخابات کے نتائج کو درست تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور قومی اتحاد کے منتخب نمائندوں کو مستعفی ہو جانے کی ہدایت کی۔ 10 مارچ کو ہونے والے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کرنے کی ہدایت کی گئی اور مارچ کو ملک گیر ہڑتال کی کال دی گئی تاکہ ملک بھر میں احتجاجی تحریک چلائی جاسکے۔

8 مارچ کو بھٹو نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات اپنے مقررہ وقت پر ہوں گے۔ انہوں نے دھاندلی کے الزام سے انکار کیا صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا' بقول پروفیسر غفور احمد' نہ صرف قومی اتحاد کے امیدواروں بلکہ پوری قوم نے متحد ہو کر بائیکاٹ کیا۔ پولنگ بوتھ خالی پڑے تھے۔ 11 مارچ کو حکومت کے تشدد کے باوجود کامیاب ہڑتال ہوئی۔ 13 مارچ کو بھٹو نے مفتی محمود کے نام اپنے خط میں مذاکرات کی دعوت کو دہرایا۔ اتحاد نے اس خط پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ "کوئی بے مقصد اور لاحاصل بات چیت شروع نہ کی جائے اور اس بات پر اصرار کیا جائے کہ کوئی باہمی گفتگو شروع ہونے سے قبل اس کا موضوع واضح طور پر متعین ہو۔ چنانچہ خط لکھ کر بھٹو صاحب کو آگاہ کر دیا گیا۔

قومی اتحاد نے 17 مارچ کو بھٹو کے نام ایک اور تفصیلی خط لکھا جس میں ایک طرف مذاکرات کی دعوت دینے اور دوسری طرف پرامن شہریوں کو اندھادھند گرفتار کرنے پر احتجاج کرنے کے ساتھ ساتھ از سرنو منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرانے کا مطالبہ کیا۔ 18 مارچ کو مفتی محمود کو گرفتار کیا گیا لیکن چند گھنٹوں بعد رہا کر دیا گیا' جلد ہی اتحاد میں شامل جماعتوں کے تقریبا تمام سربراہوں کو گرفتار کر لیا گیا تاکہ ان کی غیر موجودگی میں تحریک سرد پڑ جائے اور عوام خوفزدہ ہو جائیں لیکن ان گرفتاریوں پر عوام مشتعل ہو گئے اور تحریک میں نئی جان پڑ گئی۔ 19 مارچ کو بھٹو نے ایک اور خط لکھا جس میں ایک بار پھر یقین دہانی کرائی کہ انتخابات سے متعلق جو بھی شکایات ہیں' وہ دستور اور قانون کے دائرہ کے اندر ان سے ہربات کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ مسٹر بھٹو نے اتحاد کے کئی الزامات کا جواب بھی دیا اور بعض شکائتیں بھی کیں۔ مارچ کا مہینہ مزید گرفتاریوں اور باہمی خط و کتابت میں گزرا۔

26 مارچ کو حکومت نے انتخابات کے نتائج کے باقاعدہ اعلان سے قبل ہی قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا۔ اسمبلی کے اجلاس میں قومی اتحاد کے کسی منتخب ممبر نے شرکت نہیں کی۔ 161 شریک ممبران میں 153 پیپلزپارٹی کے اور 8 قبائلی علاقوں کے اراکین تھے۔ اس اجلاس میں مسٹر بھٹو نے پھر اپوزیشن کو مذاکرات کی دعوت دی۔ 28 مارچ کو اسمبلی کے 168 ارکان نے انہیں دوبارہ وزیر اعظم چن لیا۔ انہوں نے ایک بار پھر اپوزیشن کو مذاکرات کی دعوت دی۔ 30 مارچ کو سندھ اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا گیا' بقول پروفیسر غفور احمد' جس کے سرے سے انتخابات ہی نہیں ہوئے تھے۔ اسی شام مسٹر جتوئی نے سندھ کے وزیر اعلیٰ کا حلف اٹھایا۔ اسی روز 21 رکنی وفاقی کابینہ نے بھی اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ "یہ سب ابھی تک اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ ان کا فریب چل جائے گا۔"

3' 6 اور 9 اپریل کو اعلی الترتیب بلوچستان' سرحد اور پنجاب اسمبلیوں کے اجلاس طلب کر لئے گئے۔ "ان اسمبلیوں کے اجلاس کے موقعوں پر مسٹر بھٹو خود کوئٹہ' پشاور اور لاہور گئے تینوں جگہ ممبران اسمبلی سے خطاب کیا۔ وہ ابھی تک اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ان طریقوں سے ان ناجائز اسمبلیوں اور صوبائی حکومتوں کو تقویت مل جائے گی اور ان کا قبضہ پکا ہو جائے گا" دوسری طرف قومی اتحاد کی شروع کی ہوئی احتجاجی تحریک بڑھ رہی تھی۔ ادھر سے یحییٰ بختیار کا فارمولا سامنے آیا کہ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات دوبارہ کرا لئے جائیں اگر ان انتخابات میں قومی اتحاد چاروں صوبائی اسمبلیوں میں واضح اکثریت حاصل کر لے تو پھر قومی اسمبلی کے انتخابات بھی دوبارہ منعقد کرا لئے جائیں۔ قومی اتحاد نے اس تجویز کو رد کرتے ہوئے دوبارہ انتخابات کرانے کے مطالبے کو دہرایا۔ بھٹو صاحب نے دو تہائی اکثریت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اگر حالات کو معمول پر لانے کے لئے فوج طلب کرنے کی ضرورت پیش آئی تو وہ اس میں تامل نہیں کریں گے۔ پروفیسر غفور لکھتے ہیں کہ

مسٹر بھٹو اپنی سیاسی زندگی کی سب سے سنگین آزمائش سے دوچار تھے۔ ان کی جانب سے درست فکر اور درست اقدام کی توقع تھی۔ ملک جس بحران سے گزر رہا تھا وہ خود ان کا پیدا کیا ہوا تھا۔ وہ اپنی صلاحیت اور ذہانت کے صحیح استعمال سے اس پر قابو پا سکتے تھے لیکن بدقسمتی سے یہ صلاحیتیں وہ خود اپنے خلاف استعمال کر رہے تھے۔ مسٹر بھٹو ایک فعال سیاسی شخصیت تھے۔ ان کے شایان شان تو یہی بات تھی کہ وہ از سرنو انتخابات کے مطالبے کو تسلیم کر کے سیاسی مسئلہ کو سیاسی طور پر حل کرتے لیکن قومی مطالبے کو دبانے کے لئے وہ پولیس' سیکورٹی فورسز' افسرشاہی اور فوج پر تکیہ کرتے رہے اور

اس طرح پانچ ہفتے ضائع کر دیئے جس کے دوران وہ عوام اور خود اپنے ساتھیوں سے دور ہوتے چلے گئے اور حالات پر غیر سیاسی عناصر کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔ سابق سیکرٹری جنرل پیپلز پارٹی مسٹر خورشید حسن میر' سابق ڈپٹی سیکرٹری جنرل پنجاب تاج محمد لنگاہ اور سابق رکن صوبائی اسمبلی مسٹر عبدالحفیظ کاردار نے مشترکہ اپیل کی کہ پیپلز پارٹی کے کارکنان اپنی قیادت کے عوام دشمن اور غیر جمہوری اقدامات سے لاتعلقی کا اظہار کریں اور قومی اتحاد کے مطالبات کی حمایت کریں۔ اس کے علاوہ پیپلز پارٹی کے سات ارکان قومی اسمبلی نے 16 اپریل کو مسٹر بھٹو سے ملاقات کی اور مشورہ دیا کہ تشدد اور خون خرابے کو ختم کرنے کے لئے از سر نو انتخابات کرائے جائیں اور موجودہ بحران کا سیاسی حل تلاش کیا جائے۔"

اپریل کے آخری ہفتے میں قومی اتحاد کے تمام مرکزی رہنماؤں کو سہالہ کیمپ جیل منتقل کر دیا گیا۔ مسٹر بھٹو اصل مسئلہ پر بات چیت کے لئے پہلی مرتبہ اپنا عندیہ دے رہے تھے۔ سات ہفتے کی عوامی تحریک نے پورے ملک کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اسلامی ملکوں کی جانب سے بھی بعض اہم شخصیتوں نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنے کی پیشکش کی۔

ایسا لگتا تھا کہ حکومت اور قومی اتحاد' سیاسی بنیادوں پر مذاکرات کے لئے جلد ہی کوئی عملی قدم اٹھائیں گے' عین اس وقت مسلح افواج کے چاروں سربراہوں نے ایک مشترکہ اعلامیہ میں اعلان کیا کہ تینوں مسلح افواج موجودہ قانونی حکومت کی مکمل حمایت کرتی ہیں۔ انہوں نے اپنے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ حکومت کی طرف سے عائد کردہ آئینی ذمہ داریوں اور فرائض سے عہدہ برآ ہوں گی۔ پروفیسر غفور کہتے ہیں کہ اس ایک بیان نے حالات کا رخ پھر تبدیل کر دیا۔ افواج پاکستان کی جانب سے حکومت وقت کی مکمل حمایت کرنے کی اس کھلی یقین دہانی نے مسٹر بھٹو کو ایک نیا حوصلہ بخش دیا۔ انہوں نے اس مشترکہ اعلان سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ قومی اتحاد کی ملک گیر تحریک کو دبانے کے لئے فوج اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی کیونکہ افواج پاکستان ان کی حکومت کو قانونی اور آئینی حکومت تسلیم کرتی ہیں۔ پروفیسر غفور کی یہ شکایت کچھ بیجا بھی نہیں ہے۔ مسلح افواج نے یہ خط لکھ کر ایک تو دونوں سیاسی قوتوں کے درمیان مفاہمت کے امکانات کو غارت کر دیا' دوسرے سول معاملات میں اپنی غیر ضروری مداخلت سے خود اپنے اقتدار کے لئے راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ 27 اپریل کو اور 4 جولائی کی رات تک جنرل ضیاء نے بھٹو کا وفادار رہنے کے جتنے سوانگ رچائے افسوس کہ بھٹو انہیں اپنی تمام تر ذہانت کے باوجود سمجھنے سے قاصر رہے۔ یہ ایک گہری اور منظم چال تھی جس نے سیاسی اور جمہوری قوتوں کے درمیان خلیج کو اور بھی وسیع کر دیا۔ 4 مئی کو بھٹو صاحب نے جنرل ضیاء الحق کے نام شکریے کا خط لکھ کر فوج کے سیاسی کردار ادا کرنے کی ان کی دبی دبی خواہش کو ایک طرح کی تھپکی دی۔ بقول پروفیسر غفور ان ہی دنوں سینٹ نے فوج کے ترمیمی بل کی منظوری دی جس کی رو سے مسلح افواج کو ان علاقوں میں' جہاں اسے سول انتظامیہ کی مدد کرنے کے لئے طلب کیا جا چکا ہو' کرفیو لگانے اور اسے نافذ کرنے کے وسیع اختیارات دے دیئے گئے۔

مسٹر بھٹو نے 4 مئی کو ضیاء الحق کے نام جو خط لکھا' وہ فوج کو تمغہ جمہوریت دینے کی سادگی کا ایک نمونہ تھا' خط کا متن درج ذیل ہے۔

مائی ڈیئر ضیاء!

میں آپ کی وفاداری' ذمہ داری اور جذبہ حب الوطنی کی تعریف کرتا ہوں جس کا مظاہرہ آپ نے ایک مشترکہ بیان جاری فرما کر کیا ہے' جس میں بیرونی حملہ اور عالمی تخریب کاری کے خلاف ملک کی سالمیت کے تحفظ کے لئے افواج پاکستان کی مکمل حمایت کا یقین دلایا ہے۔

اگر کسی وقت کوئی عنصر یا عناصر کا مجموعہ ملک کی بقاء یا اس کے استحکام کے لئے خطرہ بن جائے تو ایسے موقع پر افواج آزاد ملک کی حفاظت کرتی ہیں۔ یہ عناصر اندرونی بھی ہو سکتے ہیں اور بیرونی بھی۔

کسی قوم میں تحفظ کا یقین پیدا کرنے کا سب سے اہم ذریعہ افواج کی اپنی فرائض سے لگن اور ان میں یک سوئی کا پایا جانا ہے۔ ان کی پیشہ وارانہ مہارت ان کے اندر کسی نازک گھڑی میں نظم و ضبط کے ساتھ فوری کاروائی کرنے کی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے۔

آپ کے اس اقدام نے دوسرے تمام سرکاری ملازمین کے لئے بھی اپنے فرائض کو قانون اور ملک کے مقدس آئین کے مطابق بحسن و خوبی انجام دینے کے لئے ایک بہترین مثال قائم کر دی ہے۔

اس وقت ملک جن سیاسی مسائل سے دوچار ہے ان کے حل کے لئے میں نے کچھ اقدامات کئے ہیں۔ مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یقین اور ہوش مندی سے کام لیتے ہوئے تمام مسائل آئینی طریقوں کے مطابق حل ہو جائیں گے۔ معاملہ صرف یہ ہے کہ اس میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ پاکستان کو یقین ہے کہ اس وقت تک ہر سرکاری کارندہ اپنے فرائض قانون کے مطابق انجام دے گا۔

مہربانی فرما کر اپنے تحت کام کرنے والے تمام فوجیوں تک میرا یہ احساس پہنچا دیجئے کہ میں ان کے مثالی ڈسپلن' حب الوطنی اور ثابت قدمی کا مداح ہوں' جس کا مظاہرہ انہوں نے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے وقت کیا ہے۔"

نیک جذبات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ذوالفقار علی بھٹو

جنرل ایم ضیاء الحق

چیف آف دی آرمی سٹاف

جنرل ہیڈ کوارٹرز

راولپنڈی

مئی کے مہینے میں مذاکرات کے لئے پیش رفت ہوئی۔ سیاسی تصفیہ کے لئے قومی اتحاد نے مندرجہ ذیل نکات پر مبنی اپنی تجاویز پیش کیں۔

1- مسٹر بھٹو کا مستعفی ہونا

2- قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو توڑ کر نئے انتخابات کا اعلان

3- انتخابات کو آزادانہ اور منصفانہ بنانے کے لئے فوری اور ضروری اقدامات

4- الیکشن کمیشن کی تشکیل نو اور اس کے اختیارات میں اضافہ

5- پاکستان اور آزاد کشمیر میں مطلوبہ انتظامات کا اہتمام

قومی اتحاد نے وضاحت کر دی تھی کہ از سر نو الیکشن کرانے کے مطالبے کو تسلیم کر لیا جائے تو اتحاد مذاکرات میں نرم اور لچکدار رویہ اختیار کرے گا۔ یہ تجاویز ملنے کے بعد حکومت کے رویہ میں مزید سختی پیدا ہو گئی۔ جلسے جلوسوں پر پابندی، تعلیمی اداروں کی بندش اور لاہور میں تاحکم ثانی کرفیو کے نفاذ جیسے اقدامات سامنے آئے۔ اس مرحلے پر فوج پھر سامنے آئی اور خطرناک سیاسی کردار کے ساتھ!

اس فیصلہ کن موڑ پر جنرل محمد ضیاء الحق نے بری فوج کے سربراہ کی حیثیت سے اپنی تمام یونٹوں کو پاک آرمی کی آئینی ذمہ داریوں سے متعلق ایک تفصیلی حکم نامہ 7 مئی کو جاری کیا جس کا اختتام ان باتوں پر ہوا۔

1- موجودہ واقعات 1971ء سے بالکل مختلف ہیں۔ اس لئے ان کا تجزیہ آج کے اصل حقائق پر کیا جائے۔

2- فوج تیسرا فریق نہیں ہے۔ یہ حکومت کا اہم اور مؤثر جزو ہے۔ اس کی کوئی سیاسی وابستگیاں نہیں ہیں۔ اس کی وفاداری آئین کے ساتھ ہے اور اس بناء پر وہ حکومت وقت کو ضروری قوت بہم پہنچاتی ہے۔

3- آئین کی حدود کے اندر فوج کو ایک کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ جب اسے یہ کردار ادا کرنے کے لئے طلب کیا جائے تو لازمی ہے کہ وہ اپنا فرض اعتماد اور غیر جانبداری کے ساتھ پوری سرعت کے ساتھ انجام دے۔

4- سپاہی خوش نما نعروں سے متاثر نہ ہوں۔ ہمیں عملی سیاست سے بلند رہنا چاہئے۔

5- سیاست میں ملوث ہوئے بغیر سپاہیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ملک میں رونما ہونے والے روزمرہ کے حالات سے خود کو مطلع رکھیں۔ ایسا کرنے سے افواہوں کے انسداد میں مدد ملے گی۔

6- اندرونی اختلافات بیرونی جارحیت کو دعوت دیتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی صفوں میں مکمل ہم آہنگی قائم رکھیں۔

7- آرمی، پولیس اور ایف ایس ایف امن و امان قائم رکھنا پولیس اور ایف ایس ایف کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ فوج صرف اس وقت آتی ہے جب کہ یہ دو ادارے اس مقصد کے حصول میں ناکام ہو جائیں۔ بہرحال جب بھی یہ ذمہ داری ہمارے سپرد کی جائے، ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم ایک لائق سپاہی کی حیثیت سے اپنے اس فرض کو انجام دیں۔

8- حکومت کی قانونی حیثیت: حکومت کی قانونی حیثیت کے بارے میں فوج کو جج نہیں بننا چاہئے۔ فوج کو اتفاق رائے سے منظور کئے ہوئے ملکی آئین کی پابندی کرنا ہے۔ ان امور کا فیصلہ کرنے کے لئے دوسرے بہت سے قانونی ادارے موجود ہیں۔ یہ فیصلہ ان اداروں ہی کو کرنے دیں جو آئین کی رو سے ایسا کرنے کے مجاز ہیں۔"

مذاکرات کے لئے اب پھر خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ 12 مئی کو مولانا مفتی محمود نے سہالہ کیمپ جیل سے وزیر اعظم بھٹو کو ایک طویل خط لکھا، جس میں مندرجہ ذیل تین بنیادی نکات پیش کئے گئے تھے۔

1- مسٹر بھٹو کا وزیر اعظم کے عہدے سے مستعفی ہونا

2- الیکشن کمیشن کی تشکیل نو

3- قومی اسمبلی کو کالعدم قرار دے کر نئے انتخابات کرانا

اس خط کے جواب کے طور پر مسٹر بھٹو نے "انتخابات میں شکست کھانے والے اقلیتی گروپ کا حکم ماننے کے بجائے" عوام کے پاس جانے اور ان سے فیصلہ لینے کا اعلان کیا۔ قومی اتحاد کے تمام رہنماؤں کو سہالہ کیمپ جیل سے مختلف جیلوں میں منتقل کر دیا گیا۔ لیکن مفتی محمود وہیں رہے۔ چند دنوں بعد پھر مذاکرات کے لئے پیش رفت ہوئی۔ مختلف جیلوں میں باہمی طور پر رابطہ کر کے اتحاد نے مذاکرات پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ 30 مئی کو سعودی سفیر کے ذریعے سہالہ میں یہ خبر پہنچائی گئی کہ مذاکرات 3 جون سے شروع ہوں گے۔ اس اثناء میں تمام رہنماؤں کو رہا کر دیا گیا۔ 3 سے 10 جون تک مذاکرات کے کئی سیشن ہوئے۔ قومی اتحاد کی مرکزی کونسل نے طے کیا کہ بلاوجہ مذاکرات کو طول دینے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔

مسٹر بھٹو نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں امریکہ کی مداخلت کی تحریری شہادت ان کے پاس موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان امریکہ سے برابری کے تعلقات چاہتا ہے۔ لیکن اس کا آلۂ کار نہیں بن سکتا۔ انہوں نے بتایا کہ امریکہ فرانس سے ایٹمی پلانٹ کی خریداری کے معاہدہ کو منسوخ کرنے پر زور دے رہا ہے اور امریکہ کی جانب سے پاکستان کو طیاروں کی فروخت کو روکنے کا اعلان بھی ان کی حکومت پر بے جا دباؤ ڈالنے کے لئے ہے۔ پروفیسر غفور کا کہنا ہے کہ اسمبلی میں اس تقریر کا مؤقف بھی وہی پرانا تھا کہ قومی اتحاد کو امریکہ کا ایجنٹ ثابت کیا جائے اور عوام کو باور کرایا جائے کہ تحریک امریکہ کے اشارے پر ان کے خلاف اس لئے شروع کی گئی ہے کہ وہ امریکہ کے آلۂ کار نہیں بن سکتے۔

12 جون کو مذاکرات کی چھٹی نشست ہوئی۔ مسٹر بھٹو نے حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے پھر کسی فیصلے پر پہنچنے کے لئے اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ انہوں نے معاہدہ ہوتے ہی ہنگامی حالت کو ختم کرنے کا وعدہ کیا۔

عبوری مدت میں عمل در آمد کرنے والی کونسل کی بجائے اتحاد کو مرکزی حکومت میں شامل ہونے کی پیشکش کی اور کہا کہ اگر قومی اتحاد موجودہ اسمبلیوں میں شرکت پر آمادہ نہیں ہے تو وہ آئین میں تبدیلی کر کے غیر ممبران کے لئے وزارتوں میں شرکت کو ممکن بنا دیں گے۔ مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کو ختم کرنے کی تاریخ کے متعلق کوئی واضح جواب دینے کے بجائے انہوں نے کہا کہ وہ بعد میں جواب دیں گے۔ بھٹو صاحب کا کہنا تھا کہ مرکز میں قومی اتحاد اور پیپلزپارٹی کی مخلوط حکومت آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کی ضمانت ہو گی۔

پروفیسر غفور کہتے ہیں کہ اس اجلاس میں بھٹو صاحب نے ہماری تجاویز کو رد نہیں کیا بلکہ ہمارے غور کے لئے اپنا طریقہ کار اور متبادل تجاویز پیش کیں۔ 13 جون کے مذاکرات تک از سر نو انتخابات' الیکشن کمیشن کی تشکیل نو' سیاسی قیدیوں کی رہائی' ہنگامی حالات کا خاتمہ' موجودہ اسمبلیوں کا توڑنا اور صوبائی گورنروں کی تقرری جیسے معاملات اصولاً طے پا چکے تھے۔ لیکن اب بھی بعض اہم امور میں شدید اختلافات تھے۔ جن میں ایک مسئلہ انتخابات کی تاریخ کا بھی تھا۔ حکومت انتخابات نومبر میں کرانا چاہتی تھی اور قومی اتحاد 14 اگست سے پہلے کا مطالبہ کر رہا تھا۔

14 جون کو قومی اتحاد نے مخلوط حکومت کی تجاویز کو ختم کر دیا۔ 15 جون کو قومی اتحاد کے رہنماؤں کے اجلاس میں بتایا گیا کہ بھٹو 14 اگست سے پہلے انتخابات کرانے پر آمادہ نہیں ہیں اور مخلوط حکومت کی تجویز کو اتحاد نے نامنظور کر دیا ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر اجلاس نے اعلیٰ اختیاراتی کونسل کے قیام کی تجویز سے اتفاق کیا۔ 15 جون کی شام کو روح فرسا پریشانی اور اعصاب شکن بے یقینی کا دور ختم ہوا۔ پروفیسر غفور احمد اور مسٹر پیرزادہ پر مشتمل ایک ذیلی کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ سمجھوتہ کی ضروری تفصیلات تیار کر لی جائیں۔ پروفیسر غفور نے کہا کہ "میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ فریقین نے تلخ نوائی اور شکوہ سنجی سے گریز کرتے ہوئے مستحسن انداز میں ہر کوشش کی کہ اختلافات ختم ہوں اور مذاکرات کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں۔

اب پھر ایک تھکا دینے والا دور شروع ہوا۔ ایک دوسرے پر پھر شک و شبے کا اظہار کیا گیا۔ حکومت نے بعض وعدہ خلافیاں کیں لیکن 25 جون کو مذاکرات کی گیارہویں نشست کے موقع پر فریقین پھر آمنے سامنے بیٹھے اس نشست میں معاہدے کے مسودے پر شق وار غور کیا گیا۔ دونوں طرف سے شکوے شکائتیں بھی ہوئیں۔

29 جون کو پروفیسر غفور نے قومی اتحاد کا ترمیمی مسودہ مسٹر پیرزادہ کے سپرد کر دیا۔ 30 جون کو پروفیسر غفور اور عبدالحفیظ پیرزادہ پر مشتمل ذیلی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں قومی اتحاد کے ترمیمی مسودہ پر شق وار غور کیا گیا۔ معاہدہ کی 30 شقوں میں سے 17 پر مسٹر پیرزادہ نے اپنی رضامندی دے دی۔ یکم جولائی کا اہم ترین دن آ گیا۔ ذیلی کمیٹی کے بعد قومی اتحاد کا ترمیمی مسودہ اب اعلیٰ سطحی اجلاس میں زیر غور آنا تھا۔ اسی روز فوج کے سربراہان قومی اتحاد کو اپنے نقطۂ نظر سے آگاہ کرنا چاہتے تھے۔ مولانا مفتی محمود کو اس پر یہ اعتراض تھا کہ سیاسی مذاکرات میں افواج کو اس طرح درمیان میں لانا کسی طرح مناسب نہیں۔ اگر افواج کے سربراہ اس بارے میں قومی اتحاد کے علم میں کچھ باتیں لانا ضروری خیال کرتے ہیں تو پھر مناسب یہ ہو گا کہ وہ چیزیں بھٹو صاحب کے ذریعے سے ان تک پہنچ جائیں۔ بہرحال افواج پاکستان کے اعلیٰ نمائندے اس ملاقات کے لئے تیار ہو کر آئے تھے اور انہوں نے اپنی بریفنگ دی۔ بلوچستان کے حوالے سے ان کے نقطۂ نظر کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ حیدر آباد کیس کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ حیدر آباد کی خصوصی عدالت کو ختم کر کے اسیروں کی رہائی سے متعلق قومی اتحاد کا مطالبہ نامناسب ہے۔ آزاد کشمیر کے سلسلے میں ان کا کہنا تھا کہ آزاد کشمیر کو معاہدے کا جزو بنانے سے کشمیر کے معاملے میں پاکستان کا مؤقف متاثر ہو گا۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ قومی اتحاد کا یہ مطالبہ کہ افواج پاکستان بھی مجوزہ نگران کونسل کے تحت ہوں' غیر مناسب ہے۔

پروفیسر غفور کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ مذاکرات کے اس آخری مرحلہ میں افواج پاکستان کے اعلیٰ ترین حکام کا مذاکراتی ٹیم کے سامنے اپنا مؤقف بیان کرنے اور ملک کے وسیع تر مفاد میں قومی اتحاد کے افراد کو اپنی ماہرانہ رائے دینے سے یہ واضح ہو گیا کہ فوج حالات کا گہری نظر سے مسلسل جائزہ لے رہی ہے اور ملک کی سرحدوں کے دفاع کے اصل مقصد کے ساتھ اندرون ملک سیاسی حالات کو بہتر بنانے میں بھی اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ اس نے قومی اتحاد کی ٹیم کو اپنے جن خدشات سے آگاہ کیا وہ غلط اطلاعات پر مبنی تھے۔ کاش وہ اپنا اثر و رسوخ حکومت وقت پر بھی استعمال کرتی۔ اس موقع پر وہ زیادہ آسانی کے ساتھ حکومت کو معاہدہ کرنے میں تاخیر کرنے یا قوت کے ساتھ عوامی احتجاج کو کچل دینے کی غیر معقول پالیسی ترک کر دینے پر زور دے سکتی تھی۔ اگر فوج اس مرحلہ پر یہ کوشش بھی کرتی تو ملک تیسرے مارشل لاء سے بچ سکتا تھا جو ملک اور افواج پاکستان دونوں کے حق میں تھا۔

نماز جمعہ کے لئے یہ نشست ایک بجے دن رات 8 بجے تک کے لئے ملتوی ہو گئی۔

مذاکرات کے بارہویں دور کی یہ دوسری نشست رات 8 بجے شروع ہو کر اگلے دن ہفتہ کی صبح 6 بجے تک مسلسل جاری رہی۔ اس طرح یہ اجلاس تقریباً 10 گھنٹے جاری رہا۔

اس نشست میں قومی اتحاد کے ترمیمی معاہدہ پر شق وار غور کیا گیا اور بالخصوص وہ اختلافی امور زیر بحث آئے جن پر ذیلی کمیٹی میں اتفاق رائے نہیں ہو سکا تھا۔

ایک ایک نکتہ پر طویل بحث کرنے کے بعد حکومت اور قومی اتحاد

مذاکراتی ٹیم کے مابین تمام اہم امور پر اتفاق رائے ہو گیا جن پر اختلاف کے باعث معاہدہ کا معاملہ اس وقت تک کھٹائی میں پڑا ہوا تھا۔ یہ بنیادی امور جن پر باہمی اتفاق ہوا درج ذیل ہیں۔

1- اسمبلیاں توڑنے کی تاریخ

باہمی طور پر طے پایا کہ قومی اور صوبائی اسمبلیاں 15 جولائی 1977ء کو توڑ دی جائیں گی۔ ہمارے مسودہ میں اسمبلیاں توڑنے کی تاریخ 10 جولائی تھی۔ حکومت کی تجویز تھی کہ معاہدہ پر دستخطوں کے پندرہ دن بعد انہیں توڑا جائے۔ باہم گفتگو کے بعد 15 جولائی کی تاریخ پر اتفاق ہو گیا۔

2- الیکشن کی تاریخیں

ہمارے معاہدہ میں قومی اسمبلی کا الیکشن 8 اکتوبر 1977ء کو اور صوبائی اسمبلیوں کا 10 اکتوبر 1977ء کو کرانا تجویز کیا گیا تھا۔

طے پایا کہ قومی اسمبلی کا الیکشن 6 اکتوبر کو اور صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن 8 اکتوبر کو ہوں۔ یعنی ہماری مجوزہ تاریخوں سے دو دن قبل

3- عملدرآمد کرنے والی کونسل

اب تک یہی مسئلہ سب سے زیادہ اختلاف کا سبب بنا رہا تھا۔ اس نشست میں بھی وقت کا ایک بڑا حصہ اس پر گفتگو میں صرف ہوا اور آخر کار حکومت نے قومی اتحاد کا مطالبہ مانتے ہوئے معاہدہ میں کونسل سے متعلق شق کو مان لیا جس کے اہم نکات ذیل میں درج ہیں۔

- ○ اس معاہدے کو عملی جامہ پہنانے اور آزادانہ' منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کو یقینی بنانے کے لئے کونسل' صوبائی گورنروں اور صوبائی حکومتوں سے متعلق ایسے اختیارات کی حامل ہو گی جو صدر اور وفاقی حکومت کو حاصل ہیں۔
- ○ کوئی ایسا قانون' آرڈیننس' ضابطہ یا حکم جاری نہیں کیا جائے گا جس کا تعلق الیکشن یا کونسل سے ہو تاوقتیکہ اس کی پیشگی منظوری کونسل سے حاصل نہ کر لی جائے۔
- ○ کونسل کو اختیار ہو گا کہ وہ کسی ایسے وفاقی یا صوبائی حکومت کے ملازم کے خلاف کارروائی کرے جس کے متعلق یہ شکایت موصول ہو یا اندیشہ ہو کہ وہ معاہدے پر عملدرآمد کرنے یا آزادانہ انتخابات ہونے میں رکاوٹ ڈال رہا ہے۔
- ○ وزیراعظم کا فرض ہو گا کہ وہ کونسل کے فیصلوں پر عمل کرائیں۔

اس طرح انتخابات کے بارے میں کونسل ایک بااختیار ادارہ بن گئی جیسا کہ قومی اتحاد مطالبہ کر رہا تھا اور بھٹو صاحب اسے یہ کہہ کر رد کر رہے تھے کہ وہ حکومت کے اوپر کسی سپر حکومت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

4- گورنروں کی تقرری

اس بارے میں بھی اتحاد کا یہ مطالبہ مان لیا گیا کہ چاروں صوبوں میں نئے گورنر باہمی رضامندی سے مقرر کئے جائیں گے۔ بھٹو صاحب اس پر بھی آمادہ ہو گئے کہ معاہدہ پر دستخط ہونے سے قبل ہی باہمی مشورہ سے طے پانے والے گورنروں کی تقرری عمل میں آ جائے۔

اس سے قبل ذیلی کمیٹی میں مسٹر پیرزادہ نے اس مطالبے کو رد کرتے ہوئے کہا تھا کہ مذاکرات کے دوران ایسی کوئی بات باہم طے نہیں ہوئی ہے اس لئے وہ اس شق کو تسلیم نہیں کرتے۔

5- قیدیوں کی رہائی

قیدیوں اور اسیروں کی رہائی سے متعلق شق کو بھی تسلیم کر لیا گیا۔ اس وضاحت کے ساتھ کہ حیدر آباد کی خصوصی عدالت اس سے مستثنیٰ ہو گی۔

قومی اتحاد کے اجلاسوں میں یہ فیصلہ پہلے ہی کیا جا چکا تھا کہ ہم اسیران حیدر آباد کی رہائی کا مطالبہ اور ان سے متعلق خصوصی عدالت توڑنے کا مطالبہ پورے زور کے ساتھ اٹھائیں گے۔ لیکن حکومت اگر ایسا کرنے پر کسی صورت میں آمادہ نہ ہو تو اس بات پر مذاکرات کو توڑا نہیں جائے گا۔

6- ہنگامی حالت کا خاتمہ

حکومت نے یہ مطالبہ بھی مان لیا کہ معاہدہ پر دستخط ہونے کے ساتھ ہنگامی حالت کا خاتمہ ہو جائے گا اور بنیادی حقوق بحال ہو جائیں گے۔ اس کے بعد حکومت کو یہ اختیار نہیں ہو گا کہ وہ شہریوں کے بنیادی حقوق کو ختم' کم یا معطل کرے اور معاہدہ کی مدت کے دوران نئی ایمرجنسی "کونسل" سے پیشگی منظوری حاصل کئے بغیر نافذ نہیں کی جا سکتی۔

7- الیکشن کمیشن

قومی اتحاد کے مسودہ کی اس شق کو بغیر کسی ترمیم کے مان لیا گیا جو اتحاد کے نزدیک اس معاہدہ کی اہم ترین شق تھی۔ الیکشن کمیشن کے ممبران کی تقرری قومی اتحاد کی رضامندی سے ہونا قرار پائی اور الیکشن کمیشن کو ایسے آئینی' انتظامی اور مالی اختیارات مل گئے جو منصفانہ انتخابات کرانے کے لئے درکار تھے اور جن کے باعث الیکشن کمیشن ایک بااختیار ادارہ بن گیا جس پر اعتماد کیا جا سکتا تھا۔

ان بنیادی باتوں کو مان لینے کے بعد بھٹو صاحب ہمارے ترمیمی معاہدہ میں جن تبدیلیوں پر اصرار کرتے رہے اس کی تفصیل یہ ہے۔

ابتدائیہ

ا۔۔ کا کہنا تھا کہ ابتدائیہ کا پہلا پیراگراف تبدیل کر کے اس طرح پڑھا

جائے۔ "یہ معاہدہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو' وزیر اعظم پاکستان اور چیئرمین پاکستان پیپلزپارٹی جنہیں اب فریق اول کہا جائے گا اور مولانا مفتی محمود' صدر پاکستان قومی اتحاد جنہیں اب فریق ثانی کہا جائے گا کے مابین طے پا رہا ہے۔"
2- اس کے علاوہ ابتدائیہ کے پیراگراف 3 اور 4 حذف کر دیئے جائیں جن میں الیکشن میں دھاندلی سے متعلق فریقین کا نقطۂ نظر دیا گیا تھا۔
3- پیراگراف 6 میں جہاں ان مسلم ممالک کا تذکرہ تھا جنھوں نے اس تنازعہ کو حل کرنے میں اپنی مساعی صرف کیں اس میں پی ایل او (تنظیم آزادی فلسطین) کے نام کا اضافہ کیا جائے۔

معاہدہ کا متن

شق نمبر1- اسمبلیوں کا ٹوٹنا۔ اس شق کے آخر میں درج ذیل الفاظ کا اضافہ کیا جائے "اور صوبوں میں دستور کے آرٹیکل 234 کے مطابق صدارتی نظام ہو گا۔"

نمبر3 سینٹ۔ اس میں یہ ترمیم کی جائے کہ سینٹ کے نئے ممبران کی رکنیت معاہدہ پر دستخط ہونے کی تاریخ کی بجائے اس کے اگلے دن ختم ہو گی۔

نمبر4- نگران کونسل۔ معاہدہ کی شق 4 (ب) میں اضافہ کیا جائے کہ نگران کونسل آزادانہ' منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرانے اور اس معاہدہ کو پورے طور پر بروئے کار لانے کے لئے ایسے تمام اختیارات کی حامل اور ضروری احکامات جاری کرنے کی مجاز ہو گی جو صدر پاکستان اور وفاقی حکومت کو حاصل ہیں۔

نمبر5- صوبائی حکومتیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اسے حذف کر دیا جائے کیونکہ شق 4 (ب) میں مندرجہ بالا اضافے سے مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

نمبر6- بلوچستان۔ بلوچستان سے فوجوں کی واپسی کے لئے معاہدہ میں 30 دن کی مدت تھی وہ اسے بڑھا کر 45 دن کرنا چاہتے تھے۔

نمبر7- خصوصی عدالتیں اور ٹربیونل۔ وہ چاہتے تھے کہ حیدر آباد کیس سے متعلق عدالت اس سے مستثنیٰ ہو۔

نمبر17- پریس۔ مسودہ میں درج تھا کہ معاہدہ پر دستخطوں کے ساتھ اخبارات اور جرائد کے تمام ضبط شدہ ڈیکلیریشن خود بخود بحال ہو جائیں گے۔ بھٹو صاحب کی ترمیم تھی کہ خود بخود بحال کے بجائے "بحالی کی درخواست دینے پر....." کے الفاظ لکھے جائیں۔

نمبر19- ٹریڈ یونین۔ وہ چاہتے تھے کہ اس شق کو حذف کر دیا جائے کیونکہ گرفتار شدگان کی رہائی' مقدمات کی واپسی اور بنیادی حقوق کے معاملات پہلے آ جانے کی وجہ سے یہ علیحدہ شق غیر ضروری ہے۔

نمبر27- فیڈرل سیکورٹی فورس۔ بھٹو صاحب کا کہنا تھا کہ فیڈرل سیکورٹی فورس وزارت دفاع کے تحت ہو جب کہ اتحاد کے معاہدہ میں یہ ادارہ جی ایچ کیو کے تحت رہنا تجویز کیا گیا تھا۔

نمبر28- مشکلات کا ازالہ۔ اتحاد کے معاہدے کی اس شق کو بھٹو صاحب حذف کرانا چاہتے تھے۔

معاہدہ کا ضمیمہ الف

ضمیمہ الف معاہدے کی شق 4 کے تحت نگران کونسل کی تشکیل' اس کے طریقہ کار اور اختیارات سے متعلق تھا۔ اس ضمیمہ کو بھٹو صاحب نے منظور کر لیا لیکن ضمیمہ کے اختتام پر یہ نوٹ درج تھا کہ اس پورے ضمیمہ کو دستور میں ایک عارضی آرٹیکل 154- الف کے طور پر شامل کیا جائے' جو نئے وزیر اعظم کے انتخابات کے بعد ختم ہو جائے گا۔

مسٹر بھٹو نے اسے غیر ضروری قرار دیتے ہوئے کہا کہ دستور میں ایسے عارضی آرٹیکل کے اضافے کی حاجت نہیں کیونکہ پہلے ہی اس کے تحفظ کی کافی ضمانت موجود ہے اور برادر مسلم ممالک بھی اس کے ضامن ہیں۔ پروفیسر غفور صاحب کہتے ہیں کہ

مذاکراتی ٹیم کی رائے میں بھٹو صاحب جو تبدیلیاں چاہتے تھے ان کی حیثیت لفظی اور غیر اہم تھی اور ان کو قبول کرنے سے معاہدے کی روح پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔ میں نے مسٹر بھٹو پر زور دیا کہ وہ ان ترمیمات پر اصرار نہ کریں اور معاہدہ کو جوں کا توں مان لیں۔ کیوں کہ صرف اسی صورت میں مفتی صاحب کو اس پر دستخط کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ میں نے واضح کیا کہ تبدیلیوں کی صورت میں خواہ وہ کیسی ہی غیر اہم کیوں نہ ہوں معاملہ پھر مرکزی کونسل کے سامنے جائے گا جہاں ان کی مخالفت ہو گی اور پھر ایک نیا تعطل اور بحران پیدا ہو گا جو کسی مارشل لاء پر منتج ہو سکتا ہے۔ بھٹو صاحب نے اس اندیشہ کو رد نہیں کیا لیکن پھر بھی وہ ہمارا مشورہ قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

بھٹو صاحب اس بات پر بھی آمادہ ہو گئے کہ معاہدہ پر عمل کرنے کے لئے دستور اور قوانین میں جو ترامیم کی جانی ضروری ہیں وہ اسمبلی کے توڑے جانے سے قبل انہیں قومی اتحاد کے ممبران اسمبلی کی شرکت کے بغیر خود کرا لیں گے۔ اس سے قبل مسٹر پیرزادہ کا اصرار تھا کہ ان ترامیم کی منظوری کے وقت قومی اتحاد کے منتخب اراکین اسمبلی بھی اجلاس میں شرکت کریں۔ جو قومی اتحاد کو کسی طرح بھی منظور نہیں تھا۔

طے پایا کہ ذیلی کمیٹی آج شام 6 بجے اپنی نشست میں دستور اور قوانین میں ضروری ترمیمات اور دیگر تفصیلات کو طے کر لے۔ مسٹر بھٹو نے کہا کہ چیف الیکشن کمشنر' الیکشن کمیشن کے ممبران اور گورنروں کے لئے بھی اتحاد اپنی سفارشات تیار کر لے تاکہ باہمی رضامندی سے ہی تقرریاں کی جا سکیں۔

ہفتہ کی صبح نماز فجر ہم نے پرائم منسٹر ہاؤس میں باجماعت ادا کی اور اجلاس اس کے بعد بھی جاری رہا۔ اجلاس کے اختتام پر جب ہم باہر آئے تو پریس کو منتظر پایا۔ انہوں نے بھی ہماری طرح رات جاگ کر انتظار میں

گزاری تھی۔ حسب معمول میں نے اور کوثر نیازی صاحب نے پریس سے خطاب کیا اور بتایا کہ تمام اختلافی امور پر اتفاق رائے ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ بظاہر اب کسی تعطل کا امکان نہیں ہے لیکن ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی کہ پاکستان قومی اتحاد کی مرکزی کونسل سے توثیق کا مرحلہ ابھی باقی ہے۔ حتمی طور پر کوئی بات اس توثیق کے حصول کے بعد ہی کہی جاسکتی ہے کیوں کہ ترمیمات خواہ ان کی حیثیت کیسی ہی معمولی کیوں نہ ہو ان کو قبول یا رد کرنے کا آخری اختیار مرکزی کونسل کو حاصل ہے۔ اگر مرکزی کونسل نے توثیق کر دی تو دو ایک دن میں' ایک خصوصی تقریب میں اس معاہدہ پر دستخط ہو جائیں گے۔ 2 جولائی کی شام کو 6 بجے ذیلی کمیٹی کی میٹنگ ہوئی۔ اس میں وہ ترامیم زیر غور آئیں جو معاہدہ پر عمل کرنے کے لئے پاکستان کے دستور اور متعلقہ قوانین میں کرنا ضروری تھیں۔ ان ضروری ترامیم کی مکمل فہرست قومی اتحاد کی لیگل کمیٹی میں تیار کی جا چکی تھی اور یہ تفصیلات اتحاد کے ترمیمی مسودہ کا حصہ تھیں۔ قوانین میں تبدیلی پر مسٹر پیرزادہ نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی اس طرح دستور میں ایسی ترامیم واپس لینے پر بھی آمادہ ہو گئے جن کا تعلق بنیادی حقوق' عدلیہ یا انتخابات سے تھا۔

پروفیسر غفور لکھتے ہیں: "ہمارا خیال تھا کہ تمام اہم اور بنیادی مطالبات کے تسلیم کئے جانے کے بعد ان معمولی ترمیمات کو مان لینے میں مرکزی کونسل متامل نہیں ہو گی۔ یہ کسی فریق کی ہار جیت کی بات نہیں تھی۔ بلکہ پوری قوم کے اتحاد' یکجہتی اور بے مثال قربانیوں کے نتیجے میں ہوش مندی اور تدبر کی فتح تھی۔ دو متحارب گروپوں کے درمیان بات چیت کے ذریعے طے پانے والا یہ ایک مثالی اور ہمہ گیر سمجھوتہ تھا۔ جو ملک و ملت کے بہترین مفاد میں تھا اور توقع تھی کہ یہ بحران پر قابو پانے اور جمہوریت کی شاہراہ پر گامزن ہونے کا سبب بنے گا۔"

اسی رات قومی اتحاد کی مرکزی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کو بتایا گیا کہ بھٹو صاحب ہمارے ترمیمی مسودہ میں کیا تبدیلیاں کرنا چاہتے ہیں۔ مفتی صاحب نے کہا کہ قومی اتحاد کے تمام مطالبات مان لئے گئے ہیں اس لئے انہوں نے سفارش کی کہ مرکزی کونسل مسٹر بھٹو کی جانب سے تجویز کی جانے والی معمولی ترمیمات کی منظوری دے دے کیونکہ ان کے مان لینے سے ہمارے مسودہ پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔

اس اجلاس میں مجوزہ ترامیم پر غور کرنے سے قبل بعض رہنماؤں کی جانب سے مذاکراتی ٹیم کی اصولی طور پر گرفت کی گئی' ان پر گفتگو کرنے اور ان پر اپنی رائے دینے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

یہ حیران کن رویہ تھا۔ پروفیسر غفور اس اجلاس میں کی جانے والی گفتگو کا نمونہ پیش کرنے کے بعد انکشاف کرتے ہیں کہ کس طرح اصغر خاں اور بیگم ولی خاں نے مفتی محمود کو مجبور کیا کہ وہ بھٹو کے ساتھ معاہدہ نہ کریں اور مارشل لاء لگنے دیں۔ اجلاس میں جو گفتگو ہوئی اس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:۔

مفتی محمود: ہم نے بار بار وضاحت کی ہے کہ ہماری دانست میں اس کا منشا یہ تھا کہ اس ڈرافٹ میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہو گی۔ پھر بھی ہم نے وضاحت کر دی ہے کہ جن تبدیلیوں کو غیر اہم سمجھتے ہوئے ہم قبول کر رہے ہیں وہ کونسل کی منظوری پر موقوف ہیں۔ کونسل بااختیار ہے اور آج کونسل اس بارے میں پھر فیصلہ کر سکتی ہے۔

اصغر خان: 15 جون کو بھی ہماری مذاکراتی ٹیم نے اعلان کر دیا تھا کہ معاہدہ ہو گیا ہے۔ صرف دستخط کرنا باقی ہیں۔ اب بھی سارے ملک میں یہی تاثر ہوا ہے کہ معاہدہ ہو گیا ہے۔

مفتی محمود: ریڈیو اور ٹی وی پر یہی آیا ہے کہ معاہدہ کی منظوری کونسل پر موقوف ہے۔

بیگم نسیم ولی: ہمارے ڈرافٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہونا چاہئے تھی۔ مذاکراتی ٹیم کو صرف وضاحت کرنے کا حق حاصل تھا۔

پروفیسر غفور احمد بتاتے ہیں کہ قومی اتحاد کے وہ رہنما جو معاہدہ ہونے کے حق میں نہیں تھے' اس موقع پر ان کا رویہ شدید اور جارحانہ تھا۔ وہ مذاکراتی ٹیم پر برہم تھے۔ ان کا سب سے زیادہ غصہ مجھ پر تھا۔ مذاکراتی ٹیم کا خیال تھا کہ حالات کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ مسٹر بھٹو کی جانب سے پیش کی جانے والی ترامیم کو اس لحاظ سے پرکھیں گے کہ آزادانہ انتخابات کے نقطہ نظر سے وہ قابل قبول ہیں یا نہیں۔

لیکن تمام زور اس بات پر صرف کیا جا رہا تھا کہ مذاکراتی ٹیم کو سرے سے کسی ترمیم پر بات کرنے کا حق حاصل تھا ہی نہیں اور معاہدہ کے امکان کا تذکرہ کر کے انہوں نے اتحاد میں شامل دوسری جماعتوں کی پوزیشن کو مجروح کیا ہے۔

تاہم اتحاد کی اکثریت معاہدے کو ملکی مفاد کے مطابق سمجھتی تھی اور اس کا موقف یہ تھا کہ مذاکراتی ٹیم نے اپنے حدود سے تجاوز نہیں کیا ہے۔ بہرحال طے پایا کہ اگلی صبح مجوزہ ترامیم کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے۔ پروفیسر غفور احمد نے اس بات کو چھپانے کی کوشش نہیں کی کہ کون لوگ معاہدے کو سبوتاژ کرنے کے لئے درپردہ سازشیں کر رہے تھے۔ ان میں ایک نام بیگم نسیم ولی کا تھا۔ پروفیسر غفور لکھتے ہیں:۔

"مفتی صاحب ان دنوں پنڈی میں مقیم تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اس دن رات گئے سردار شیرباز خان مزاری صاحب ان کے پاس آئے اور کہا کہ انہیں کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ مفتی صاحب نے کہا کہ فرمائیں۔ سردار صاحب نے جواب دیا کہ یہاں کمرے میں تو ایسے آلات لگے ہو سکتے ہیں جن کے ذریعے حکومت ہماری تمام بات سن لے۔ اس لئے مناسب یہ ہو گا کہ آپ نیچے تشریف لے چلیں۔ ہم موٹر کار میں بیٹھ کر سفر کرتے ہوئے یہ باتیں کر لیں گے۔ مفتی صاحب سردار صاحب کے ہمراہ نیچے اترے اور کار

تک پہنچے۔ مفتی صاحب نے دیکھا کہ کار میں بیگم نسیم ولی بھی بیٹھی ہوئی ہیں۔ گاڑی روانہ ہوئی راستے میں بیگم صاحبہ نے مفتی صاحب سے کہا کہ آپ بھٹو صاحب کے ساتھ معاہدہ نہ کریں اور مارشل لاء لگنے دیں۔ مارشل لاء کا نفاذ ہی اس بات کی ضمانت ہو گا کہ 90 دن کے اندر آزادانہ انتخابات ہو سکیں کیونکہ بھٹو صاحب پر اس بات میں کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ مفتی صاحب نے بیگم ولی صاحبہ سے دریافت کیا کہ آیا وہ اس بارے میں خان ولی خان صاحب کی رائے معلوم کر چکی ہیں۔ بیگم صاحبہ نے جواب دیا کہ ہاں' ان کی بھی یہی رائے ہے۔ مفتی صاحب نے انہیں بتا دیا کہ وہ اس رائے سے بالکل اتفاق نہیں کرتے........"

حسب پروگرام اگلے دن کونسل کے اجلاس میں قانونی ماہرین سمیت تمام جماعتوں کے سربراہ بھی موجود تھے شرکاء میں اکثریت معمولی ردوبدل کے ساتھ معاہدے کے حق میں تھی لیکن بیشتر کا کہنا تھا کہ اس (بھٹو) کی نیت درست نہیں ہے۔

مرکزی کونسل کے فیصلے کے مطابق اتحاد کے ماہرین نے پیپلز پارٹی کی جانب سے پیش کی جانے والی ترامیم کا جائزہ لیا۔ انہوں نے نو نکاتی تجاویز پیش کیں۔ ان کی رائے تھی کہ اگر حکومت ان نکات کو مان لے تو معاہدہ کر لیا جائے۔ ان نکات کو لے کر مذاکراتی ٹیم رات بھٹو صاحب سے ملی جنہوں نے بعض نکات پر اپنے رفقاء سے مشورہ کرنے کی مہلت مانگی۔ اسی رات وفاقی کابینہ کا اجلاس ہوا۔ اگلے دن 4 جولائی کو بھٹو صاحب نے ایک ہنگامی پریس کانفرنس میں بتایا کہ قومی اتحاد نے سمجھوتہ کرنے کے بعد آج پھر دس نکات کر دیئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک بار معاہدہ طے پا جانے کے بعد اس معاملے پر ازسرنو غور نہیں کیا جا سکتا۔ میں قومی اسمبلی کے اراکین سے آئین میں ترامیم کرا رہا ہوں۔ اس طرح میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ وہ اپنا گلا آپ کاٹیں اور اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیں۔ اگر یہ بات میں ان سے منوا سکتا ہوں تو قومی اتحاد کے لیڈر کیوں نہیں منوا سکتے۔ جبکہ میں آخری حد تک گیا ہوں اور ان کی ساری باتیں مان لی ہیں۔ معاہدہ ہو چکا ہے اس پر 4 جولائی کو دستخط ہونا تھے لیکن مجھ پر انحراف کا الزام لگانے والے آج خود منحرف ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب اتحاد سے مزید مذاکرات کے لئے مجھے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا ہو گا۔

پروفیسر غفور کہتے ہیں کہ پریس کانفرنس میں ان (بھٹو صاحب) کا یہ کہنا کہ قومی اتحاد نے کوئی نئے مزید دس نکات پیش کر دیئے ہیں' خلاف واقعہ تھا۔ بھٹو صاحب کی پریس کانفرنس سے ایک مجموعی تاثر یہ ملا کہ مذاکرات پھر تعطل کا شکار ہو گئے ہیں اور شاید بعض عناصر چاہتے بھی یہی تھے۔

4 جولائی کی رات کو سردار قیوم صاحب نے قومی اتحاد کے رہنماؤں کو رات کے کھانے پر مدعو کیا تھا۔ کھانے کے بعد مرکزی کونسل کا جو اجلاس ہوا اس میں مفاہمت کی باتیں تھیں اور زیادہ سخت رویہ اختیار کرنے کی بھی........ یہ اجلاس رات 1 بجے کے بعد انتشار' بدمزگی لیکن اس اکثریتی تاثر کے ساتھ ختم ہوا کہ مذاکرات کے سلسلے کو توڑا نہ جائے بلکہ اسے کامیاب بنانے کی کوشش کی جائے۔

ٹھیک یہی وہ وقت تھا جب فوجی دستوں نے پرائم منسٹر ہاؤس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور شبخون کی تیاری مکمل تھی۔ بنیادی امور میں متفق ہو جانے کے بعد بھی غیر اہم تفصیلات طے کرنے میں وقت ضائع ہوتا رہا اور پھر مارشل لاء آ گیا۔

"اس رات اگر یہ قدم نہ اٹھایا جاتا تو...... غالب امکان تھا کہ 5 جولائی معاہدہ کی تکمیل کی تاریخ ہوتی......."

بہرحال سیاستدانوں کے کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے ضیاء الحق اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ اب اس نے ایک رات کی بھی دیر کی تو اس کے اقتدار کا خواب چکنا چور ہو جائے گا۔

پروفیسر غفور کے نقطہ نظر کو ہم نے تقریباً انہی کے لفظوں میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ درست ہے کہ انہوں نے بات کو معروضی انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور 5 جولائی کے اقدام کا ذمہ دار جہاں پیپلز پارٹی کو ٹھہرایا ہے وہیں یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ قومی اتحاد کے بعض عناصر بھی معاہدے کے خلاف تھے۔ لیکن اس ساری تفصیل سے جو بات نکل کر آتی ہے وہ یہ ہے کہ حالات جیسے بھی رہے ہوں' مارشل لاء کا کوئی جواز نہیں تھا۔ بنیادی باتیں طے ہو چکی تھیں۔ معاہدہ آج نہیں تو کل ہو جاتا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ دونوں طرف کے بعض عناصر فریقین کے درمیان مفاہمت اور معاہدے کی بجائے مارشل لاء کو ترجیح دے رہے تھے۔ اس سلسلے میں بیگم نسیم ولی کا واقعہ بیان کیا جا چکا ہے۔

لیکن اس نام نہاد آپریشن فیئر پلے کے ایک کردار لیفٹیننٹ جنرل فیض علی چشتی کو اس واردات کے سات سال بعد بھی اس کے جواز پر اصرار ہے۔ اکتوبر 1984ء میں دیئے گئے ایک انٹرویو میں انہوں نے خالص جرنیلی لہجے میں کہا کہ "بعض بڑے بڑے شہروں میں خود وزیراعظم بھٹو نے مارشل لاء نافذ کر دیا تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ بھٹو فوج کو اپنے عزائم کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا مگر فوج بھٹو کی نہیں تھی اس ملک اور قوم کی تھی۔ 1977ء میں جب وزیراعظم نے چند بڑے بڑے شہروں میں مارشل لاء نافذ کر کے فوج کو اپنی کرسی کے لئے استعمال کرنا چاہا تو فوج نے بظاہر احکامات کی تعمیل بھی کی مگر وہ عوام کا قتل کرنے سے گریزاں بھی رہی....... جب ملک میں یہ حالات تھے تو مارشل لاء کا جواز سامنے تھا فوج کی ہائی کمان نے ملک کی قانونی حکومت کو بہت وقت دیا۔ 7 مارچ سے 4 جولائی تک کا عرصہ حالات کو سنبھالنے کے لئے کچھ کم نہیں تھا۔ فوج کی ہائی کمان نے مارشل لاء کے نفاذ کا فیصلہ انتہائی ناگزیر حالات میں کیا تھا۔ فوج کی ہائی کمان کو اس فیصلے تک پہنچنے کی راہ خود ذوالفقار علی بھٹو نے دکھائی تھی۔ ہائی کمان نے 3 جولائی کی شب کو' بھٹو کو اقتدار سے

ہٹا کر ملک کا نظم و نسق سنبھال لینے کا فیصلہ کر لیا تھا مگر برسر اقتدار پارٹی اور قومی اتحاد کے لیڈروں میں سمجھوتے کی امید پیدا ہو جانے کے باعث یہ فیصلہ ملتوی کر دیا گیا۔ 4 جولائی کو شام گئے تک مذاکرات ہوتے رہے۔ وزیر اعظم کے حکم پر افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف سارا دن اپنے آفس وزیر اعظم کی ٹیلی فون کال کے منتظر رہے۔ وزیر اعظم نے انہیں پابند کر رکھا تھا کہ انہیں کسی وقت بھی مذاکرات کی میز پر بلایا جا سکتا ہے۔ رات دس بجے تک وزیر اعظم کی طرف سے افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف کو مذاکرات کی کامیابی اور ناکامی کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی تو انہوں نے خود وزیر اعظم کو ٹیلی فون کر کے اس سلسلے میں استفسار کیا۔ اس وقت میرے علاوہ جنرل ریاض محمود اور جنرل عارف بھی کمانڈر انچیف کے آفس میں موجود تھے۔ وزیر اعظم بھٹو نے ٹیلی فون پر جنرل محمد ضیاء الحق سے کہا کہ آپ کو اس لئے زحمت نہیں دی گئی کہ وہ کسی طرح نہیں مانتے ان کے لئے اب کچھ اور ہی کرنا پڑے گا۔........"

یہ دلچسپ کہانی ہے اور کافی سبق آموز بھی...... جنرل چشتی نے اس میں سچائی جیسا رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے لیکن رنگ ہے کہ اترنے لگتا ہے۔

"جب وزیر اعظم نے ٹیلی فون پر مذاکرات کی ناکامی کا اعتراف کر لیا تو جنرل محمد ضیا الحق نے مجھے فوج کی ہائی کمان کے فیصلے پر اسی رات عملدر آمد کرنے کا حکم دے دیا۔ جو لوگ یہ تاثر دیتے ہیں کہ مارشل لاء اس وقت لگایا گیا جب اس کا کوئی جواز نہیں تھا۔ وہ یا تو حقائق سے نابلد ہیں یا اپنے کسی مقصد کے لئے دانستہ تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

تاریخ کو مسخ کرنے کی بات بھی خوب رہی لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ساری داستان طرازی سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسمبلیاں توڑنے' آئین کو معطل کرنے یا مارشل لاء لگانے کا کوئی جواز تھا۔ دو سیاسی قوتیں' سیاسی جنگ لڑ رہی تھیں۔ گذشتہ پندرہ سولہ سال کے مارشل لاز کے نتیجے میں یہاں مضبوط پارلیمانی بنیادیں قائم نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس لئے آپس میں ہلا گلہ بھی ہو جاتا تھا۔ ایوب خان اور یحییٰ خان کے دنوں میں فوج نے جس رس ملائی کا ذائقہ چکھ لیا تھا جمہوریت میں' وہ اسے نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ راجیو اور وی پی سنگھ' نہرو اور پٹیل یا اندرا گاندھی اور مرارجی ڈیسائی کے درمیان کیسی کیسی آئینی جنگیں نہیں ہوئیں لیکن فوج کو ایک مرتبہ بھی ان کے درمیان کودنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ فوج نے حیدر آباد جیل کو قلعہ بنا رکھا تھا' وہ بلوچستان سے واپس جانے کے لئے تیار نہیں تھی اور یہی وہ دو اختلافی نکات تھے۔ جن کی وجہ سے معاہدے کا مسودہ آخری شکل اختیار نہیں کر پا رہا تھا۔

لیکن جنرل چشتی اس سے بھی دور کی کوڑی لاتے ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ انتہائی ذہین اور زیرک ہونے کے باوجود' بھٹو صاحب نے مارشل لاء کو روکنے کے لئے کوئی مناسب اقدام کیوں نہیں کیا؟ تو اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں:

"میرا خیال یہ ہے کہ بھٹو ذہنی طور پر اس بات کے لئے تیار ہو چکا تھا کہ فوج اس سے اقتدار چھین لے۔ دراصل وہ ملک کا اقتدار خود فوج کے حوالے کر کے اپنا "امیج" خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ فوج اقتدار پر قبضہ کر لے تاکہ وہ عوام کے پاس جائے سیاست دان کے طور پر اس کے پاس ساکھ بھی ہو اور سیاست کے لئے ایشو بھی موجود ہو۔ وہ مذاکرات کو عمداً طول دیتا رہا۔ اس کے ذہن میں یقیناً یہ بات تھی کہ یا تو پاکستان قومی اتحاد کی تحریک طوالت کے باعث دم توڑ جائے گی یا فوج درمیان میں آ جائے گی اور سیاست دان کے طور پر اس کا تشخص تباہ ہونے سے بچ جائے گا۔ مارشل لاء یقیناً بھٹو کی عین توقع کے مطابق لگا تھا...."

ایک ہی سانس میں جنرل چشتی یہ بھی کہہ رہے تھے.... کہ اگر بھٹو کو مارشل لاء لگنے کا پہلے سے پتہ نہیں چل سکا "تو اس کا مطلب ہے کہ ہائی کمان کی پلاننگ اچھی تھی۔ ٹیک اوور کرنے کا حکم مجھے دیا گیا تھا' میں نے بھٹو کو اقتدار سے اس طرح نکال باہر کیا' جس طرح مکھن میں سے بال نکالتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری جرنیلی اچھی تھی..... میں نے نہ صرف یہ کیا کہ کسی کو پرائم منسٹر ہاؤس میں داخل نہیں ہونے دیا بلکہ کسی کو اس رات پرائم منسٹر ہاؤس سے باہر بھی نہیں نکلنے دیا۔ صرف ایک شخص اندر جا سکتا تھا۔ وہ تھا میں صرف جنرل چشتی کو یہ اختیار حاصل تھا اور کسی کو نہیں کیونکہ آرڈرز نہیں ملے تھے۔ حتیٰ کہ جنرل محمد ضیاء الحق بھی اس رات پرائم منسٹر ہاؤس میں داخل نہیں ہو سکتے تھے..."

یہ ڈان کوئیکزٹ کے مکالمے نہیں کیوں کہ ان سے شاعرانہ تصور پسندی کی بجائے ایک جیتی جاگتی سنگدلی ٹپکتی ہے اور کیا جب بھٹو کو مری لے جانا مقصود تھا' کون اسے "حفاظت" میں لینے کے لئے اس کے پاس پہنچا تھا؟

"میں نہیں گیا۔ میں تو بہت بڑا جرنیل تھا۔ میں لیفٹیننٹ جنرل تھا۔ لیفٹیننٹ جنرل کو آپ کیا سمجھتے ہیں۔ بہت آفت شے ہوتا ہے۔ اگر آج جرنیلوں نے اپنی قدر و قیمت گنوا دی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ مجھے پولیس افسر کا کردار ادا کرنے کی گالی دیں۔ یہ کام میرا کوئی بھی ماتحت کر سکتا تھا۔ میرے کسی ماتحت نے اسے مری لے جانے کے لئے "حفاظت" میں لیا ہو گا......"

ایک سچا حقیقی فوجی کردار!

لیکن اسی سانس میں جنرل چشتی نے یہ بھی کہا:

"اگر جنرل محمد ضیاء الحق مجھے اسی رات بھٹو کو پرائم منسٹر ہاؤس سے مری لے جانے کی اجازت دے دیتے تو صبح کو اسلام آباد کی سڑکوں پر ایک فوجی تک بھی نظر نہ آتا۔ اسلام آباد کے لوگوں کے لئے یہ باور کرنا مشکل ہوتا کہ ملک میں انقلاب آ چکا ہے......."

سوال یہ ہے کہ بھٹو کو کس نے ہٹایا؟ اور کیوں ہٹایا؟ اس کھیل میں ایک عنصر اور تھا' امریکی عنصر' جسے جنرل چشتی بھی گول کر گئے اور پروفیسر غفور احمد بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ بھٹو نے امریکہ کی خوشنودی کے لئے بہت کچھ کیا۔ مغرب کی طرف ساری کھڑکیاں اور دروازے کھلے رکھے گئے۔۔۔۔ سیٹو' سینٹو' امریکہ سے فوجی معاہدے' بھٹو کے ساتھ کچھ بھی تبدیل نہ ہوا پھر بھی امریکہ کا دل اپنے اس "اطاعت کیش" کے لئے ذرا بھی نہ پسیجا۔ امریکہ نے پاکستان میں بھٹو کے مخالفوں کو شہ دی...... اسکندر مرزا اور ایوب خان سے ضیاء الحق تک'..... اس کے بااعتماد حواریوں کی کمی نہیں تھی۔

امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر نے اگست 1976ء میں اپنے دورہ پاکستان کے دوران بھٹو کو مشروط سیاسی اور اقتصادی امداد کی پیشکش کی۔ شرط بڑی معمولی سی تھی جسے کوئی بھی بڑا جرنیل مان لیتا کہ "پاکستان' بھارت کے مقابلے میں ایٹمی توانائی حاصل کرنے کی کوشش سے دستبردار ہو جائے" بھٹو' کئی ستاروں والا فوجی جرنیل نہیں تھا اس لئے اس نے کسنجر کو سیلوٹ مارنے سے انکار کر دیا..... یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ امریکی وزیر خارجہ نے تمام سفارتی آداب کو ایک طرف جھٹکتے ہوئے بھٹو حکومت کا تختہ الٹنے اور اس کی ذات کو ایک ہولناک مثال بنا دینے کی دھمکی دی...... یہ دھمکی جلد ہی 1977ء کے انتخابات میں عمل کا روپ دھار گئی جب تضادات اور تصادموں کے اندر سے پاکستان قومی اتحاد ابھرا۔ بھٹو نے کہا:

"جس بات کی مجھے توقع نہیں تھی اور جس نے مجھے حیرت میں ڈال دیا وہ حزب اختلاف کی منظم پشت پناہی تھی۔" ہنری کسنجر نے امریکہ واپس جا کر اپنا کھیل شروع کر دیا...... ایم اے کے چوہدری نے اس ضمن میں کئی شہادتیں جمع کی ہیں:

(1) جنوری 1977ء سے باقاعدہ رپورٹیں آنی شروع ہو گئیں کہ کوئی خفیہ ہاتھ پاکستان قومی اتحاد کی تحریک کے پیچھے ہے۔ اسی مہینے 1990ء کی نگران حکومت کے ایک وزیر اور اس دور کے وزیر پیداوار مسٹر رفیع رضا نے بھٹو کو بتایا کہ قومی اتحاد یعنی پی این اے وجود میں آ رہا ہے۔۔۔۔ وزیر موصوف نے بھٹو کے سامنے تین متبادل رکھے۔

(1) وہ ایٹمی ری پروسیسنگ کا قصہ ختم کر دیں۔
(2) انتخابات ملتوی کر دیں۔
(3) خطرناک نتائج کے لئے تیار ہو جائیں۔

بھٹو نے کسی ایک متبادل کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا......

بھٹو کے کہنے کے مطابق انتخابات میں سی آئی اے نے بے دریغ پیسہ خرچ کیا۔ اس کے باوجود پی این اے' اسے شکست نہ دے سکا۔

اب پلان کا دوسرا دور شروع ہوا۔ بھٹو پر انتخابات میں دھاندلی کا الزام لگا کر پورے ملک میں ہنگامے شروع کرا دیئے گئے۔ ان ہنگاموں پر سی آئی اے نے اتنا روپیہ خرچ کیا کہ کراچی میں ڈالر کی قیمت گر گئی۔

بالآخر قومی اتحاد اور حکومت کے درمیان طویل مذاکرات ہوئے۔ معاہدے کا ڈرافٹ تیار ہو گیا۔ ہنگامے ختم ہو گئے۔ معاہدے پر دستخط ہونے والے تھے کہ پھر ڈوریاں ہلیں اور پی این اے کے بعض رہنماؤں نے' جو مذاکرات میں شامل بھی نہیں تھے معاہدے کا ڈرافٹ نامنظور کر دیا۔۔۔۔ فوج کے سربراہ' جو بھٹو کی وفاداری کی قسمیں کھا رہے تھے' کسی خفیہ دعوت پر حرکت میں آئے اور ملک پر گیارہ سالہ طویل رات مسلط کر گئے۔

(2) جب ملک میں قومی اتحاد کے ہنگامے جاری تھے۔ اسی دوران پاکستان میں امریکی سفیر کا واپس تبادلہ ہو گیا۔ جنرل ضیا الحق کمانڈر انچیف پاکستان آرمی نے ایک شاندار الوداعیہ سفیر کے لئے اپنے گھر پر دیا۔ ایم اے کے چوہدری ان دنوں وزارت داخلہ میں بطور سیکرٹری کام کر رہے تھے اور انہیں بھی اس الوداعیہ میں شرکت کی دعوت ملی تھی۔ انہیں لگا کہ دعوت کچھ زیادہ ہی پر تکلف تھی۔ کسی سفیر کے تبادلے پر عموماً وزارت خارجہ ایک عام سی دعوت دیا کرتی ہے۔ فوج کے سربراہ عموماً ایسی دعوتیں نہیں کرتے۔ بلکہ سفیروں کی طرف سے دی گئی دعوتوں پر بھی کم ہی جاتے ہیں۔ چوہدری صاحب کا ماتھا ٹھنکا۔ اگلے دن انہوں نے وزیراعظم سے ضمناً ذکر کیا۔ بھٹو ان کا مطلب سمجھ گئے لیکن خاموش رہے۔ جب وہ سپریم کورٹ میں اپنے خلاف قتل کے مقدمے میں بیان دے رہے تھے تو انہوں نے اس "دعوت" کا بھی حوالہ دیا۔

(3) جب پی این اے کی تحریک زوروں پر تھی تو قائم مقام امریکی سفیر کی ٹیلی فون پر ایک اور سفارت کار سے گفتگو پاکستانی انٹیلی جنس کے محکمے نے ٹیپ کر لی اور وزیراعظم کو سنائی۔ گفتگو میں ٹیپ کا مصرعہ تھا "بھٹو ختم ہو گیا اور کھیل بھی ختم ہو گیا۔" انگریزی میں الفاظ تھے۔

Bhutto is Finished, The Party is Over.

اس گفتگو کے اگلے ہی روز بھٹو نے اسمبلی کا اجلاس بلایا ہوا تھا۔ اپنی تقریر میں انہوں نے امریکی سفیر کی گفتگو دہراتے ہوئے بڑے جوش سے یہ بھی کہا "کھیل ختم نہیں ہوا۔"

The Party is not Over.

لیکن کھیل سچ مچ ختم ہونے والا تھا۔

تیسرا حصہ

سیاسی جماعتیں

پیپلزپارٹی (77-1972ء)

پاکستان پیپلز پارٹی دسمبر 1971ء سے جولائی 1977ء تک برسراقتدار رہی۔ اقتدار سنبھالنے کے بعد الیکشن منشور میں درج وعدوں کو نبھانے کی خاطر اس نے ٹیکسٹائل کو چھوڑ کر بھاری صنعتوں کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ 2 جنوری 1972ء کو دس بھاری صنعتوں کو اقتصادی اصلاحات کے ہنگامی قانون کے تحت سرکاری تحویل میں لے لیا گیا تھا۔

بھٹو نے جس لگن اور جذبہ سے پاکستان کو سوشلسٹ معاشرہ میں ڈھالنے کا آغاز کیا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایسا کئے بغیر ہرگز پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ 1971ء سے لے کر 1973ء تک انہوں نے اس ضمن میں جو اقدامات اٹھائے ان سے مترشح ہوتا تھا کہ انہوں نے معاشرے کو جمہوری اور سوشلسٹ بنانے کے جس عہد کا آغاز کیا ہے۔ اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا انہوں نے اپنا مقصد حیات بنا لیا ہے۔ آغاز صنعتوں کو سرکاری تحویل میں لینے سے کیا گیا پھر زرعی اصلاحات نافذ ہوئیں بعد میں بنک اور انشورنس کمپنیاں بھی سرکاری تحویل میں لے کر ان کے انتظامات ایک کارپوریشن کے حوالے کر دیئے گئے۔ 15 مارچ 1972ء کو نجی تعلیمی ادارے بھی نیشنلائز کر دیئے گئے اور اساتذہ کو سرکاری ملازمین کی سطح پر حقوق تفویض کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اور آٹھویں جماعت تک طلباء کی فیسیں معاف کر دی گئیں۔ 10 فروری 1972ء کو لیبر اصلاحات نافذ ہوئیں جن کی رو سے ٹریڈ یونین کی حوصلہ افزائی کے لئے صنعتی روابط کمیشن قائم کئے گئے۔ اور کارخانوں کے منافعوں میں مزدوروں کو حصہ دار بنانے کا اعلان کیا گیا اور انہیں بونس کا حقدار ٹھہرایا گیا لیکن جونہی انہوں نے فوجی اور سول افسر شاہی کی موثر اصلاح کی طرف توجہ مبذول کی انہیں اس جانب سے منفی ردعمل سے دوچار ہونا پڑا۔ فوج و سول افسر شاہی خود کو روایتی طور پر حکمران حلقہ کا حصہ دار گردانتے تھے جب کہ پیپلزپارٹی کی انتظامی اصلاحات کا اصل مقصد ملک کے سیاسی نظام میں نوکر شاہی کی مضبوط گرفت کو توڑ کر پیپلزپارٹی کی سیاسی حاکمیت قائم کرنا تھا۔ پیپلزپارٹی نے معیشت کو سوشلسٹ ڈھانچے میں ڈھالنے کی خاطر یکم مارچ 1972ء کو زرعی اصلاحت کا اعلان کیا لیکن کسانوں کی حالت زار میں نہ تو ایوب خاں کی زرعی اصلاحات سے کوئی تبدیلی واقع ہوئی اور نہ بھٹو کی اصلاحات سے ان کے دن پھرے۔ وہی معاشرہ جوں کا توں جاگیرداری استحصال کے ظالمانہ نظام کے شکنجے میں رہا۔ ایوب خاں نے زرعی اصلاحات کی جو ملکیت 500 ایکڑ نہری اور ایک ہزار ایکڑ بارانی زمین قائم کی تھی بھٹو نے اسے گھٹا کر ڈیڑھ سو نہری اور تین سو ایکڑ بارانی کر دیا۔ نہ تو ایوب خان کی زرعی اصلاحات پر عمل درآمد ہوا اور نہ ہی بھٹو دور کے زرعی اصلاحات پر پوری طرح عمل درآمد ہو سکا۔ پیپلز پارٹی کی زرعی اصلاحات نے جاگیرداروں کے مخصوص حلقوں سے ناراضگی مول لینے کے علاوہ کوئی اور کردار ادا نہ کیا۔ پیپلزپارٹی نے لوگوں سے ملک میں سوشلسٹ معیشت کے قیام کا جو وعدہ کر رکھا تھا اسے نبھانے کا آغاز صنعتوں کو قومی تحویل میں لینے کے عمل سے کیا جسے نوکر شاہی کے ایسے نمائندوں اور اپنے من پسند افراد کے حوالے کر دیا جنہیں صنعتیں چلانے کا کوئی تجربہ حاصل نہیں تھا۔ لہٰذا سرمایہ دارانہ معیشت کو سوشلسٹ معیشت میں گڈمڈ کرنے کا تجربہ ناکام رہا۔ پیپلزپارٹی کا صنعتوں کو سرکاری تحویل میں لینے کا عمل چونکہ سرمائے کے نیشنلائزیشن کا عمل نہیں تھا اس لئے ان سے سوشلائزیشن کے نتائج حاصل کرنے کی جو توقعات وابستہ کی گئی تھیں وہ برآمد نہ ہو سکیں۔

اس وقت پاکستان پارلیمنٹ میں 140 نشستیں تھیں۔ پیپلزپارٹی کو الیکشن میں تو بیاسی نشستیں ملی تھیں مگر آزاد ممبر ملا کر پیپلزپارٹی کو قریباً" ایک سو ممبروں کی حمایت حاصل تھی۔ اس طرح پیپلزپارٹی کو پاکستان کا آئین بنانے اور اسے دو تہائی اکثریت سے پالیمنٹ سے منظور کرانے میں کوئی امر مانع نہ تھا۔ متحدہ حزب اختلاف نے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر ایک جمہوری محاذ قائم کر لیا تھا جس کا نام متحدہ جمہوری محاذ رکھا گیا تھا۔ آئین سازی میں مسٹر بھٹو کو کوئی امر مانع نہ تھا مگر چاہتے تھے کہ پارلیمنٹ کے تمام ممبران کے مجوزہ آئین پر دستخط ہونے چاہئیں۔ وہ متحدہ محاذ کی ہربات آئین کے سلسلے میں مان جاتے تھے۔ انہوں نیشنل عوامی پارٹی اور جمیعت علماء اسلام کی کولیشن کو صوبہ سرحد اور بلوچستان کی حکومتیں بھی دیں صوبہ سرحد اور بلوچستان کی گورنریاں بھی نیشنل عوامی پارٹی کو دی گئیں۔ یہ وزارتیں اور گورنریاں دس ماہ تک رہیں۔ جب 1973ء کا آئین بن گیا اور آئین میں تمام ممبران پارلیمنٹ کے دستخط بھی ہو گئے اور 23 مارچ 1973ء کو پاکستان کا آئین نافذ ہو گیا تو مسٹر بھٹو نے حزب اختلاف کے ساتھ رویہ بدل لیا۔ آئین میں ترمیم دو تہائی اکثریت سے کی جا سکتی تھی۔ جب آئین نافذ ہو گیا تو آئین کی جو شقیں پیپلزپارٹی اور مسٹر بھٹو کو منظور نہیں تھیں وہ ترامیم پارلیمنٹ میں پیش کر کے منظور کرا لی گئیں۔ اس طرح پیپلزپارٹی نے متفقہ طور پر آئین بھی منظور کرا لیا۔ اور اپنی مرضی کی ترامیم بھی کرا لیں۔

12 جنوری 1973ء کو بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمیعت علماء اسلام کی مخلوط حکومت کو برطرف کر دیا گیا۔ جس پر صوبہ سرحد کی نیپ اور جمیعت علماء اسلام کی مخلوط حکومت بھی احتجاجاً" مستعفی ہو گئی۔ عراقی سفارت خانے میں اسلحہ برآمدگی۔ لیاقت باغ فائرنگ کیس۔ اور نیپ پر پابندی کے واقعات نے حکومت اپوزیشن تعلقات میں جلتی پر تیل کا کام کیا۔ نیشنل عوامی پارٹی اور حکمران پیپلزپارٹی میں اختلافات کی خلیج دن بدن بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ جوں جوں حکومتی دباؤ بڑھتا گیا۔ ولی خان کے بائیں سے دائیں جھکاؤ میں بھی ایسی نسبت سے اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ حکومتی غضب سے پناہ کی خاطر پاکستان میں دائیں بازو کی ان جماعتوں سے اشتراک عمل پر مجبور ہو گئے جنہیں وہ ہمیشہ رجعت پسند طاقتوں کی پیشوا تنظیمیں قرار دیتے

رہے تھے۔ اس لئے پاکستان میں ترقی پسند فکر و فلسفہ کو زبردست دھچکا لگا۔ نیپ پر پابندی کے سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد نیپ اور پیپلز پارٹی میں سیاسی محاذ آرائی کے دائرے وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔

پیپلز پارٹی کے برسراقتدار آنے پر تمام ملک کے لاتعداد افراد اور پیپلز پارٹی کے ہی ہاتھوں شکست خوردہ لوگ اتنی تعداد میں اس جماعت میں شامل ہونے شروع ہوئے کہ پارٹی کا اصل کردار اور رنگ مشکوک معلوم ہونے لگا۔ چنانچہ ان افراد سے اختلافات نے سب سے پہلے مختار رانا گروپ کو پارٹی سے الگ ہونے پر مجبور کیا۔ مختار رانا نے فیصل آباد سے پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ مارشل لاء کے تحت امن عامہ میں خلل ڈالنے اور مزدوروں کو قتل و غارت گری پر اکسانے کے الزام میں گرفتار کر لئے گئے۔ اور بعد میں مارشل لاء کورٹ نے انہیں پانچ سال قید سخت کی سزا دی۔ بعد ازاں صاحبزادہ احمد رضا قصوری نے پارٹی قیادت سے بغاوت کی اور انہیں پارٹی نے رکنیت سے خارج کر دیا۔ محمود علی قصوری نے جو مرکزی وزیر قانون اور پارٹی کے ڈپٹی چیئرمین تھے اور اتنی بات سے چند روز قبل پارٹی میں شامل ہوئے تھے۔ وزارت سے مستعفی ہوئے اور پارٹی سے خارج کر دیئے گئے۔ ان دونوں افراد نے تحریک استقلال میں شمولیت اختیار کر لی۔ پارٹی کی دوسری سالانہ کانفرنس راولپنڈی میں منعقد ہوئی جس میں پارٹی کارکنوں کے دو واضح گروپ سامنے آئے ان میں سے پنجاب میں ایک گروپ کی قیادت شیخ رشید اور دوسرے کی مصطفےٰ کھر کے ہاتھ میں تھی۔ سندھ میں معراج محمد خان اور عبدالحفیظ دو متحارب گروپوں کی قیادت کر رہے تھے۔ انجام کار معراج محمد خاں نے وزیر مملکت کے عہدے اور پارٹی رکنیت دونوں سے استعفیٰ دے دیا۔ اور بعد میں انہیں امن عامہ میں خلل ڈالنے کے الزام میں چار سال قید سخت کی سزا سنا دی۔ راولپنڈی کانفرنس نے متعدد فیصلوں کے علاوہ یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ پارٹی کے عہدے دار وزیروں اور پارلیمنٹ کے ارکان میں سے نہیں لئے جا سکیں گے۔ پارٹی کے اندر یہ گروہ بندیاں جاری رہیں اور اسی اثناء میں پارٹی کے سیکرٹری جنرل جے اے رحیم کو مرکزی وزارت سے ہٹا دیا گیا اور ان سے پارٹی کے چیئرمین سے اختلافات منظر عام پر آ گئے۔ 1975ء میں ان کی جگہ ڈاکٹر مبشر حسن سیکرٹری جنرل مقرر کئے گئے۔ گورنر مصطفیٰ کھر جو بعد میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ ہو گئے تھے وزارت سے مستعفی ہوئے تو پارٹی میں مزید انتشار پیدا ہوا اور پنجاب میں صوبائی اسمبلی کے ارکان اور پارٹی کے کارکن دو گروہوں میں تقسیم ہوئے۔ ایک گروپ مصطفےٰ کھر کا اور دوسرا نئے وزیر اعلیٰ محمد حنیف رامے کا حامی تھا۔ اسی انتشار اور گروہ بندی کے پیش نظر پارٹی کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے پارٹی کی تمام تنظیم معطل کر کے ہر ڈویژن کی سہ رکنی سکریننگ کمیٹیاں تشکیل دیں جن کے ذمہ پارٹی کے تمام عہدے داروں کی سرگرمیوں اور کردار کی چھان بین کرنا تھی۔ تا کہ ان رپورٹوں کی روشنی میں نئی تنظیم بنائی جا سکے۔ چنانچہ 1976ء کے اوائل میں آٹھ ہزار افراد پر مشتمل نئی تنظیم کا اعلان کیا گیا۔ یہ تنظیم تحصیل کی سطح تک تھی ضلع صدور کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ باقی عہدے دار وارڈ اور محلہ سطح پر نامزد کر سکتے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے اندر ہونے والی ان تبدیلیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے چوہدری ظفر علی رقم طراز ہیں۔

"1975ء تک پارٹی سے ریڈیکل عناصر کا اخراج مکمل ہو گیا۔ پارٹی تیزی سے دائیں طرف مڑنا شروع ہوئی تو ملک کے سب سے قدامت پسند افراد کو حکومت اور پارٹی میں عزت و احترام کے مناسب عہدوں سے نوازے جانے کے عہد کا آغاز ہو گیا۔ یہی مسئلہ بالآخر عوامی راج کے تمام ہونے کا موجب ہوا۔"

(چوہدری ظفر علی بحوالہ سابقہ صفحہ 91)

اپنی واضح کامیابی کے امکان کے پیش نظر ذوالفقار علی بھٹو نے 7 جنوری 1977ء کو عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے مارچ میں انتخابات منعقد ہوئے۔ ان انتخابات میں پیپلز پارٹی نے قومی اسمبلی کی 200 نشستوں کے لئے 191 امیدوار کھڑے کئے۔ انتخابات کے نتائج سے معلوم ہوا کہ پیپلز پارٹی کو زبردست فتح حاصل ہوئی ہے اور اس نے پاکستان قومی اتحاد کی 36 نشستوں کے مقابلے میں 155 نشستیں حاصل کیں۔ قومی اتحاد نے ان نتائج کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ انتخابات میں وسیع پیمانے پر دھاندلی ہوئی ہے۔ یہاں سے بھٹو اور پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف تحریک کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کا اختتام پاکستان کی فوج کے کمانڈر انچیف کے مارشل لاء کے نفاذ پر ہوا۔

پیپلز پارٹی کے دور پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صفدر محمود رقم طراز ہیں۔

"1971ء کے سانحہ کے بعد ایک شکست خوردہ قوم میں خود اعتمادی پیدا کرنا۔ جنگی قیدیوں کی واپسی ملک کو اس کا جمہوری آئین دینا اس حکومت کے نمایاں کارنامے ہیں۔ جنہیں پاکستان کی تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔ لیکن آئین کے ساتھ جب تک سیاسی ادارے منسلک نہ ہوں اور آئین کو خود اس کی روح کے مطابق نافذ ہونے کا موقع نہ دیا جائے تو آئین بذات خود بے معنی چیز بن کر رہ جاتی ہے۔ پیپلز پارٹی نے جہاں ڈوبتے اداروں کو مستحکم کیا۔ وہاں اس نے کئی اداروں کو منہدم بھی کیا۔ جمہوریت کی دعوے دار حکومت کے دور میں کافی عرصے تک ملک میں ہنگامی حالت نافذ رہی اور لوگ بنیادی حقوق سے محروم رہے۔"

"پیپلز پارٹی کے چیئرمین جسے چاہتے نامزد کرتے چنانچہ پارٹی کی صفوں سے جمہوری روح اور قوت مفقود ہوتی چلی گئی۔ ذوالفقار علی بھٹو جو اس پارٹی کے صدر تھے انہوں نے پارٹی کے تمام امور پر اسی طرح اپنا مکمل اختیار اور تسلط برقرار رکھا جس طرح عام طور پر سوشلسٹ ملکوں میں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے نہ تو پارٹی جمہوری خطوط پر چل سکی اور نہ ہی صحیح طریقے سے کام کر سکی۔ مسلم لیگ کی مانند یہ بھی شخصیات کی باندی بن کر رہ گئی۔"

(ڈاکٹر صفدر محمود بحوالہ سابقہ صفحہ 108-107)

جمعیت علمائے اسلام (77-1972ء)

مولانا مفتی محمود نے 1972ء میں سوشلزم کی حامی نیشنل عوامی پارٹی کے ساتھ ساتھ اقتدار میں شریک ہوئے اور صوبہ سرحد اور بلوچستان میں مخلوط حکومتیں تشکیل دیں۔

صوبہ سرحد کی اسمبلی کی کل نشستیں 40 تھیں۔ اکثریت کسی جماعت کی بھی نہ تھی۔ نیشنل عوامی پارٹی کی 13 نشستیں اور جمعیت علمائے اسلام کی 4 نشستیں تھیں دیگر آزاد ممبر ملا کر جمعیت کولیشن نے اکثریت حاصل کر لی اور مفتی محمود صاحب کی زیر قیادت سرحد حکومت قائم ہوئی۔ اسی طرح بلوچستان اسمبلی میں دونوں پارٹیوں کی مخلوط وزارت بنی۔ بلوچستان اسمبلی میں کل 20 نشستیں تھیں۔ نیشنل عوامی پارٹی کی 8 نشستیں اور جمعیت علمائے اسلام کی تین نشستیں تھیں دیگر آزاد ممبران کو شامل کر کے یہاں بھی جمعیت نیپ کولیشن حکومت بن گئی۔ یہ حکومتیں 10 ماہ چلیں۔

1973ء میں بھٹو کی جانب سے بلوچستان میں نیپ کے گورنر اور وزیراعلیٰ کی برطرفی کے خلاف بطور احتجاج صوبہ سرحد کے گورنر ارباب سکندر اور وزیراعلیٰ مفتی محمود وزارت اور گورنری سے مستعفی ہو گئے۔ مفتی محمود نے اپنے دور وزارت میں تین اہم کام کئے۔ اس وقت پاکستان میں شراب کے لئے عام فروخت ہوتی تھی۔ مفتی صاحب نے صوبہ سرحد میں شراب پر مکمل پابندی لگا دی۔ (ii) کسانوں کو جو تقاوی قرضے دیئے گئے تھے ان پر سود معاف کر دیا گیا۔ (iii) صوبہ سرحد میں اردو تعلیم لازمی قرار دی گئی۔

وزارت کے چھوڑنے پر مفتی صاحب کا احترام لوگوں میں زیادہ ہوا اور بعد میں جب ولی خان حیدر آباد سازش کیس میں قید ہو گئے تو مفتی صاحب کو مرکزی اسمبلی میں متحدہ اپوزیشن پارٹی کا لیڈر بنا دیا گیا۔ وزارت سے ہٹ جانے کے بعد جمعیت علمائے اسلام نے رابطہ عوام مہم شروع کر دی۔ سارے ملک میں مختلف جگہوں پر اجلاس اور کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ کئی جگہوں پر لیڈروں اور کارکنوں کو گرفتار کیا گیا تھا۔

پیپلز پارٹی اور مسٹر بھٹو کے غیر جمہوری اقدامات کے خلاف جمعیت نے اپوزیشن کی متحدہ جماعتوں کا ہمیشہ ساتھ دیا۔ 1974ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی جو مہم چلائی گئی اس میں بھی مولانا مفتی محمود اور ان کی جماعت پیش پیش تھی۔

1977ء کے انتخابات کے دوران جمعیت علمائے اسلام پاکستان قومی اتحاد کا حصہ تھی۔ 1977ء کے انتخابات میں جمعیت نے انہی علاقوں سے کامیابی حاصل کی جن علاقوں سے وہ 1970ء میں کامیاب ہوئی تھی۔

پاکستان قومی اتحاد کی بھٹو کے خلاف تحریک میں مفتی محمود نے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ وہ پی این اے کی اس کمیٹی کے بھی رکن تھے جس نے پیپلز پارٹی کی حکومت کے ساتھ مذاکرات کئے۔

جمعیت علمائے اسلام ہزاروی گروپ (77-1972ء)

جمعیت علمائے اسلام کے مولانا غلام غوث ہزاروی کا بھٹو دور حکومت میں مفتی محمود صاحب سے اختلاف ہو گیا۔ وہ بھٹو کی پیپلز پارٹی کے حامی تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ جمعیت سرحد میں حکومت سازی کے لئے نیشنل عوامی پارٹی کے ساتھ مخلوط حکومت بنائے۔ یہ اختلاف ان کا ایک قسم کا فروعی تھا۔ منشور میں دونوں گروپوں کا کوئی اختلاف نہیں تھا۔ بھٹو کے پورے دور حکومت میں یہ اختلاف دونوں گروپوں میں موجود رہا۔ مولانا غوث ہزاروی پیپلز پارٹی کے خلاف نہ تھے۔ جبکہ مفتی محمود قومی اتحاد کے لیڈر تھے اور انہوں نے بھٹو کے خلاف تحریک کی قیادت کی مولانا ہزاروی بھٹو کے ہمدم اور حمایتی رہے۔ مگر اس کے باوجود ہزاروی گروپ اور مفتی گروپ کے لوگ ہر دو گروپوں کے لیڈروں کا احترام کرتے تھے۔

کونسل لیگ اور کنونشن لیگ (77-1972ء)

1972ء کونسل لیگ اور کنونشن لیگ کا ادغام۔ پگاڑا گروپ

1972ء میں کونسل مسلم لیگ اور کنونشن مسلم لیگ مدغم ہو گئیں۔ اور حسن اے شیخ اس کے صدر اور ملک قاسم اس کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ کونسل لیگ کے پرانے سربراہ بشمول دولتانہ اور سردار شوکت حیات نے اس اقدام کو پسند نہ کیا اور اس جماعت سے دور رہے۔

پگاڑا گروپ (1973ء)

1973ء میں اس جماعت میں دوبارہ روح پھونکنے کی کوششیں کی گئیں اور پیر پگاڑا کو مسلم لیگ کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ اس حوالے سے اسے مسلم لیگ پگاڑا گروپ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بھٹو دور میں اس کے سیاسی کردار کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر صفدر محمود رقم طراز ہیں کہ

"بھٹو کے زمانے میں کونسل مسلم لیگ نے موثر حزب اختلاف کا کردار ادا کرنے کی کوشش کی لیکن اپنی جاگیردارانہ ہیئت اور تنظیم کے فقدان کے سبب عوام میں اپنا کوئی اثر پیدا نہ کر سکی۔ اس کی زیادہ تر سرگرمی پیر صاحب کے بیانات تک محدود رہی۔ اس جماعت کو زمین داروں اور بزرگ سیاسی رہنماؤں کی حمایت حاصل تھی۔"

(ڈاکٹر صفدر محمود بحوالہ پاکستان کی اہم سیاسی شخصیات صفحہ 31)

بھٹو کے دور حکومت میں مسلم لیگ کی سیاست پر سردار شوکت حیات

چوہدری ظہور الٰہی، زاہد سرفراز اور خواجہ صفدر چھائے ہوئے تھے۔ بھٹو حکومت کے خلاف ہر تحریک میں چوہدری ظہور الٰہی اور زاہد سرفراز سامنے آتے رہے۔ سردار شوکت حیات بھٹو کے آخری دور حکومت میں پیپلزپارٹی میں بھی شامل ہو گئے تھے۔

1977ء کے انتخابات کے دوران یہ پارٹی پاکستان مسلم لیگ (پگاڑا گروپ) کہلاتی تھی۔ اور پاکستان قومی اتحاد (PNA) کا حصہ تھی جس میں نو سیاسی پارٹیاں شامل تھیں۔

مسلم لیگ (قیوم) (1972-77ء)

پیپلزپارٹی کے حکومت سنبھالنے کے بعد خان قیوم خان نے حکومت کی حمایت کا فیصلہ کیا اور بھٹو کابینہ میں بطور وزیر داخلہ شامل ہو گئے۔ بقول ڈاکٹر صفدر محمود "اس سے قیوم لیگ پیپلزپارٹی کی ایک ذیلی تنظیم بن کر رہ گئی اور اس کے اپنے سیاسی تشخص کو نقصان پہنچا۔ اگرچہ اقتدار میں رہنا قیوم خان کی مجبوری تھی لیکن اس اقدام سے ان کی سیاسی حیثیت بری طرح متاثر ہوئی۔"

(ڈاکٹر صفدر محمود بحوالہ پاکستان کی اہم جماعتیں صفحہ 21)

جب 1977ء کے انتخابات ہوئے تو خان عبدالقیوم خان نے اپنے آپ کو پیپلزپارٹی کی حکومت کی وزارت سے علیحدہ کر لیا۔ قیوم لیگ نے قومی اسمبلی کے انتخابات کے لئے 32 امیدوار کھڑے کئے۔ جن میں سے صرف ایک کامیاب ہوا۔ ان انتخابات میں بھی ان کا منشور وہی تھا جو 1970ء کے انتخابات میں تھا۔ 1977ء کے انتخابات کے دوران قیوم لیگ ایک غیر اہم سیاسی قوت بن کر رہ گئی کیونکہ عوام کی توجہ کا مرکز پاکستان پیپلزپارٹی اور قومی اتحاد کا تاریخی مقابلہ تھا۔ جس میں چھوٹی جماعتیں پس پردہ چلی گئیں۔

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی۔ این ڈی پی (1975-77ء)

29 اکتوبر

جب نیپ پر 1975ء میں دوبارہ پابندی لگائی گئی تو اس کی کوکھ سے نیشنل عوامی پارٹی پیدا ہوئی۔

سپریم کورٹ کے فیصلے سے نیشنل عوامی پارٹی کے لئے آئینی طور پر کام کرنے کے دروازے بند ہوئے تو اس کے کارکن اور عہدے دار ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کے نام سے ایک نئی سیاسی جماعت قائم کر لی۔

اس کے قیام کے پس منظر کے بارے میں حافظ تقی الدین اپنی کتاب "پاکستان کی سیاسی جماعتیں اور تحریکیں" میں رقم طراز ہیں۔

نیشنل عوامی پارٹی کے خلاف قانون قرار دیئے جانے کے بعد جیل کے اندر ہی سے نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈروں اور کارکنوں کو منظم اور متحد رکھنے کے لئے نئی جماعت بنانے کی ضرورت کا احساس ہوا۔ قومی اسمبلی کے ممبر جناب شیرباز خان مزاری کے ساتھ نیپ کے لیڈروں سے اچھے تعلقات تھے۔ انہیں کہا گیا کہ وہ نئی پارٹی بنانے کا اعلان کریں۔ نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی کا کنونشن لاہور میں صفدر صدیقی صاحب کے مکان پر ہوا جس میں راؤ مقبول احمد ایڈووکیٹ، شیرباز خاں مزاری، فاروق قریشی، صفدر صدیقی شریک ہوئے۔ پہلے کنوینر جناب شیرباز خاں مزاری بنائے گئے۔

(حافظ تقی الدین بحوالہ سابقہ صفحہ 542)

خان عبدالولی خاں کی گرفتاری سے سیاسی عمل میں جو خلا پیدا ہو گیا تھا۔ اسے ان کی اہلیہ نسیم ولی خاں نے میدان سیاست میں کود کر پر کر دیا تھا۔ انہیں این ڈی پی کا سیکرٹری جنرل بنایا گیا تھا۔ انہوں نے حالات کا مقابلہ کرنے میں جس بہادری اور اولوالعزمی کا مظاہرہ کیا اس نے این ڈی پی کے کارکنوں کے حوصلے اس قدر فراخ کر دیئے کہ وہ کھل کر نیپ کے قیدیوں کو رہائی دلوانے کے کام میں مستعد و منظم ہوئے گئے۔ بیگم نسیم ولی خاں نے جگہ جگہ جلسے منعقد کئے۔ جلسوں میں جوش و ولولہ ابھارنے کی تقاریر کی اور پیپلزپارٹی کی حکومت کے خلاف نفرت کے جذبات ابھارنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

سپریم کورٹ میں نیشنل عوامی پارٹی کے رہنماؤں کے خلاف جو مقدمہ قائم کیا گیا تھا اس میں ولی خان، غوث بخش بزنجو، عطاء اللہ مینگل اور خیر بخش مری کے علاوہ 49 افراد ماخوذ تھے۔ اس مقدمے نے پیپلزپارٹی اور نیشنل عوامی پارٹی میں نفرت کی خلیج وسیع کرنے کا کردار ادا کیا۔ جس کا عکس این ڈی پی کی پوری سیاسی حیات پر منعکس رہا۔ نیپ کی بنیادیں جمہوریت اور لبرل ازم کے اصولوں پر استوار کی گئی تھیں جب کہ این ڈی پی بھٹو دشمنی کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی۔

1977ء کے انتخابات کے دوران نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی جو نیشنل عوامی پارٹی کی جانشین تھی بھٹو کے خلاف اس عظیم اتحاد کا حصہ تھی جس کو پاکستان قومی اتحاد کا نام دیا جاتا ہے۔ پاکستان قومی اتحاد نے قومی اسمبلی میں 26 میں سے 17 نشستیں حاصل کیں۔ پاکستان قومی اتحاد کے پشاور اور مردان کے امیدواروں کا تعلق نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی سے تھا جب کہ کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خاں کے امیدوار جمعیت علمائے اسلام سے وابستہ تھے۔

نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی غیر وابستگی (Non-Allignment) اور جمہوری نظام کی بڑی حامی تھی۔ شروع شروع میں یہ پختونستان کے خلاف تھی اور پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرنے پر کابل حکومت پر تنقید بھی کرتی رہی۔ بقول ڈاکٹر صفدر محمود

"شاید پنجابیوں کے اندیشوں کے اندمال کے لئے اس نے یہ نصب

آئین اپنایا تھا" پیپلز پارٹی کی حکومت کے دوران این ڈی پی اس حکومت پر تنقید کرتی رہی۔

نیشنل عوامی پارٹی (75-1972ء)

نیشنل عوامی پارٹی اور پیپلز پارٹی دونوں سوشلزم کی حامی تھیں اس لحاظ سے ان میں نظریاتی قربت تھی۔ پیپلز پارٹی کے دو صوبوں میں اور نیشنل عوامی پارٹی کی دیگر دو صوبوں میں کامیابی کی بنا پر ان میں ایک وسیع تر اتحاد کی توقعات 1971ء میں پیدا ہوئیں تو ضرور لیکن بھٹو اور ولی خاں کا شخصی تصادم اس اتحاد کی راہ میں رکاوٹ بن گیا۔ اقتدار میں آنے کے بعد 1971ء میں بھٹو نے نیشنل عوامی پارٹی کو کابینہ میں دو نشستیں دینے کی کوشش کی لیکن ولی خاں نے انکار کر دیا۔ ولی خان کا خیال تھا کہ اس پیش کش کو قبول کرنے سے ان کی پارٹی کی ساکھ کو نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ بھٹو نے قیوم خاں کو مرکزی کابینہ میں دو نشستیں دے کر ولی خاں کے سیاسی مدمقابل کو آشیرباد دی۔ جس سے ولی خان اور بھٹو میں فاصلہ مزید بڑھ گیا۔

چوہدری ظفر علی اس بارے میں اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں۔

"قیوم لیگ سے سیاسی گٹھ جوڑ کرنے سے بھٹو کو صرف یہ فائدہ ہوا کہ نیپ سے دو دو ہاتھ کرنے میں اس کے ہاتھ زیادہ مضبوط ہو گئے۔

(چوہدری ظفر علی بحوالہ پاکستان کی ترقی پسند تحریکیں اور تنظیمیں، صفحہ 61)

قومی اسمبلی کے اندر عوامی نیشنل پارٹی کے گنتی کے چھ اراکین تھے۔ اس نے حزب اختلاف کا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا تو ـــــ حزب اختلاف کی سب جماعتوں نے مل کر نیشنل عوامی پارٹی کے ولی خاں کو اپنا قائد منتخب کیا۔ قومی اسمبلی کے اندر 1972ء کے آغاز میں 144 ممبروں کے ایوان میں اپوزیشن ارکان کی تعداد 40 تھی۔ ڈاکٹر صفدر محمود کے مطابق "ولی خان نے قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف کے فرائض بڑے اچھے اور باوقار طریقے سے نبھائے۔ پیپلز پارٹی کے غیر جمہوری طریقوں پر وہ کڑی تنقید کرتے رہے۔"

(ڈاکٹر صفدر محمود بحوالہ پاکستان کی اہم سیاسی جماعتیں صفحہ 141)

اپریل 1972ء میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام نے سرحد اور بلوچستان مخلوط حکومتیں تشکیل دیں۔ جس کی وجہ سے پیپلز پارٹی اور نیشنل عوامی پارٹی میں وسیع تر تفہیم اور اتفاق کا تاثر پیدا ہو گیا لیکن دوسری طرف پیپلز پارٹی کی حکومت نے قیوم خان کو مرکزی کابینہ میں بطور وزیر داخلہ شامل کر لیا۔ جلد ہی تضادات ابھرنے شروع ہو گئے اور ان دو صوبوں یعنی سرحد اور بلوچستان کی حکومتوں اور مرکز میں کشیدگی بڑھنے لگی دونوں طرف سے ایک دوسرے پر الزام تراشی ہونے لگی اور نیپ اور پیپلز پارٹی کا تصادم واضح طور پر نظر آنے لگا۔ یہاں تک کہ ولی خان پر لندن پلان کے تحت ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا الزام عائد کیا گیا۔ ان الزامات کی ولی خاں نے تردید کی اور جواباً" یہ کہا کہ بھٹو اور پاکستان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ اسلام آباد میں عراقی سفارت خانے سے اسلحہ کی برآمدگی کی سازش کا انکشاف اس سلسلے کی اہم اور آخری کڑی تھی اس کے بعد نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام کی بلوچستان میں مخلوط حکومت فروری 1973ء میں برطرف کر دی گئی۔

ڈاکٹر صفدر محمود کے مطابق:

"حقیقت میں دونوں حکمران پارٹیوں میں بنیادی اختلافات پائے جاتے تھے۔ سیاسی تجزیہ نگاروں کا خیال تھا کہ بھٹو بلوچستان اور سرحد میں اپنی پارٹی کا اثر و رسوخ بڑھانا چاہتے تھے۔ اس وجہ سے بلوچستان کی حکومت برطرف کی گئی ہے۔"

(ڈاکٹر صفدر محمود بحوالہ سابقہ صفحہ 141)

بلوچستان اور سرحد کے گورنر بھی برطرف کر دیئے گئے۔ چنانچہ سرحد میں مفتی محمود کی مداخلت نے بھی بھٹو کے اس اقدام کے خلاف احتجاجی طور پر استعفیٰ دے دیا۔ اس صورت حال میں نیشنل عوامی پارٹی کے لئے ان علاقوں میں علاقائی خود مختاری کے حق میں اور مرکز کے خلاف (جس پر بقول ولی خاں پنجاب کا قبضہ تھا) تحریک چلانے کا جواز مہیا کر دیا۔

چوہدری ظفر علی کے خیال کے مطابق:

"نیشنل عوامی پارٹی اور حکمران پیپلز پارٹی میں اختلافات کی خلیج دن بدن بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ جوں جوں حکومتی دباؤ بڑھتا گیا ولی خاں کے بائیں سے دائیں جھکاؤ میں بھی اس نسبت سے اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ حکومتی غضب سے پناہ کی خاطر دائیں بازو کی ان جماعتوں سے اشتراک پر مجبور ہو گئے جنہیں وہ ہمیشہ رجعت پسند طاقتوں کی پیشوا تنظیمیں قرار دیتے رہے تھے۔ اس سے پاکستان میں ترقی پسند فکر و فلسفہ کو زبردست دھچکا لگا۔"

(چوہدری ظفر علی بحوالہ سابقہ صفحہ 59)

جب ولی خاں نے جمہوری اقدار کے تحفظ کے نام پر جماعت اسلامی اور کونسل مسلم لیگ (پگاڑا گروپ) جیسی جماعتوں پر مشتمل متحدہ جمہوری محاذ سے اشتراک قائم کرنے کا اعلان کیا تو پیپلز پارٹی قومی اسمبلی میں قیوم مسلم لیگ کے اور بھی قریب ہو گئی۔

نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام کی حکومتوں کی برطرفی کے بعد ان پارٹیوں اور پیپلز پارٹی کے درمیان شدید تلخی پیدا ہو گئی۔ اس زمانے میں ان پارٹیوں نے ایک دوسرے پر الزام تراشی کی مہم جاری رکھی۔ 23 مارچ 1973ء میں حزب اختلاف کے لیاقت آباد میں منعقدہ جلسے میں گڑبڑ اور فائرنگ کے واقعے میں نیپ کے متعدد کارکنوں کی ہلاکت کے بعد نیشنل عوامی پارٹی نے پیپلز پارٹی کی حکومت اور کارکنوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ جب ان کی میتیں صوبہ سرحد پہنچیں تو کہرام مچ گیا۔ اس سانحہ کے بعد ولی خاں کے قریبی رشتہ دار اجمل خٹک جو نیشنل عوامی پارٹی کے سیکرٹری جنرل بھی تھے کابل چلے گئے۔ جہاں سے انہوں نے پاکستان کے خلاف پراپیگنڈے

کا آغاز کر دیا اور آزاد پختونستان کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔

"عدم تحفظ کے احساس اور بھٹو کے اشتعال انگیز رویئے نے جس میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام کی حکومتوں کی برطرفی بھی شامل تھی۔ آٹھ حزب اختلاف کی جماعتوں کو متحدہ جمہوری محاذ قائم کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس میں مسلم لیگ' نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت علمائے پاکستان' جمعیت علمائے اسلام' جماعت اسلامی' پاکستان ڈیمو کریٹک پارٹی' خاکسار اور آزاد اراکین اسمبلی شامل تھے۔ جمہوری محاذ کا مقصد جمہوریت کی بحالی' آمریت کا سدباب سیاسی قیدیوں کی رہائی کے لئے طریقہ ہائے کار وضع کرنا تھا۔

فروری 1975ء میں پیپلز پارٹی کی سرحد حکومت کے وزیر اعلیٰ حیات محمد خاں شیرپاؤ کو پشاور یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ کی ایک تقریب میں بم کے دھماکے میں ہلاک کر دیا گیا۔ بھٹو نے اس قتل کا الزام نیپ پر عائد کیا۔ اس سے بھٹو کو نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی لگانے کا جواز مل گیا۔ جب کہ نیپ کا کہنا تھا کہ شیرپاؤ کو حکومت نے نیپ پر پابندی لگانے کے لئے قتل کروایا ہے۔ چنانچہ یہ پارٹی ممنوع قرار دے دی گئی تھی۔ ان کے راہنما جن میں خان عبدالولی خاں بھی شامل تھے گرفتار کر لئے گئے۔

بعد ازاں اس کے ساتھ ہی نیپ کے خلاف ایک منظم پراپیگنڈہ مہم شروع کر دی گئی۔ بعد ازاں ولی خاں اور دوسرے 52 سیاسی حضرات پر ملک کے خلاف بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ اس مقدمے کے لئے ایک خصوصی ٹریبونل قائم کیا گیا جس کا نام حیدر آباد ٹریبونل تھا۔

سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد نیپ اور پیپلز پارٹی میں سیاسی محاذ آرائی کے دائرے وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ حیدر آباد ٹریبونل میں نیپ کا سازش کیس پیش کیا گیا تھا۔ خان عبدالولی خاں اور نیشنل عوامی پارٹی کے دوسرے رہنما جیل میں ہی تھے اور مقدمہ چل رہا تھا کہ ملک میں ایک بار پھر مارشل لاء لگ گیا۔ اور جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے انہیں جنوری 1978ء میں میں رہا کر دیا۔

جماعت اسلامی (77-1972ء)

1972ء میں مولانا مودودی نے خرابی صحت کی بنا پر جماعت اسلامی کی امارت سے الگ ہونے کا فیصلہ کر لیا اور جماعت اسلامی نے متفقہ طور پر میاں طفیل محمد کو امیر جماعت منتخب کر لیا۔ پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں جماعت اسلامی کے کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صفدر محمود رقم طراز ہیں کہ:

"پیپلز پارٹی کی حکومت کے دوران جماعت اسلامی نے بھٹو کی آمرانہ حکومتی پالیسیوں کی مخالفت کی اور قومیانے کی حکمت عملی کے ساتھ اس کی اقتصادی حکمت عملیوں کو بھی کڑی تنقید کا نشانہ بنایا۔ جماعت اسلامی نے اپنے ہم خیال دانشوروں اور دینی طاقتور پبلسٹی مشینری جس میں اخبارات جرائد وغیرہ شامل ہیں' کے ذریعے اسمبلیوں میں اور اس سے باہر حکومت کا مقابلہ کیا۔ پیپلز پارٹی کی اشتراکیت کے مقابلے میں انہوں نے اسلامی نظریات کا تصور پیش کیا چونکہ دونوں جماعتیں نظریاتی جماعتیں ہیں۔ اس لئے ان کی جدوجہد میں سیاسی کے علاوہ نظریاتی کشمکش کا عنصر بھی شامل رہا۔ اس وجہ سے دونوں جماعتوں میں مخالفت پیدا ہوئی۔ چنانچہ پیپلز پارٹی کی حکومت کی جانب سے جماعت اسلامی کے کارکنوں کو ڈرایا دھمکایا گیا اور ان کو جیلوں میں بند کر کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس میں کافی تعداد جمعیت سے وابستہ طالب علموں کی تھی۔"

(ڈاکٹر صفدر محمود بحوالہ پاکستان کی اہم سیاسی جماعتیں صفحہ 121)

فروری 1973ء کو میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی کو بھٹو حکومت نے گرفتار کر لیا۔ ان کے ساتھ جیل میں بد اخلاقی اور بدسلوکی کی گئی۔ سپریم کورٹ نے میاں طفیل محمد کو ضمانت پر رہا کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔ میاں طفیل محمد قریباً ایک ماہ جیل میں رہے۔ 1973ء میں ہی جماعت اسلامی کے ممبر پارلیمنٹ ڈاکٹر نذیر احمد کو اپنے کلینک میں قتل کر دیا گیا۔ بقول ڈاکٹر صفدر محمود "عام تاثر یہی تھا کہ یہ سیاست کا شاخسانہ تھا جس میں انتظامی مشینری کے پرزے بھی ملوث تھے۔"

(ڈاکٹر صفدر محمد بحوالہ سابقہ صفحہ 121)

1973ء میں ہی پاکستان میں حزب اختلاف کی جماعتوں نے متحدہ جمہوری محاذ بنا لیا جس میں پیپلز پارٹی کے علاوہ تمام جماعتیں شامل تھیں۔ متحدہ جمہوری محاذ کے صدر نیشنل عوامی پارٹی کے ولی خان تھے جب کہ جنرل سیکرٹری جماعت اسلامی کے پروفیسر غفور احمد بنائے گئے۔

1977ء کے انتخابات میں جماعت اسلامی قومی اتحاد پی این اے میں شامل تھی اور فعال کردار سرانجام دے رہی تھی۔

1977ء کے انتخابات میں قومی اتحاد کی ساری جماعتوں نے مل کر حصہ لیا مگر الیکشن کے نتیجے میں پھر بھٹو حکومت برسراقتدار آ گئی۔ قومی اتحاد نے بھٹو پر دھاندلی کا الزام لگایا۔ چار دن بعد ہونے والے صوبائی اسمبلیوں کے الیکشن کا بائیکاٹ کیا اور حکومت کے خلاف تحریک چلا دی۔ بھٹو کے خلاف پی این اے کی تحریک میں بھی جماعت اسلامی آگے آگے تھی۔ چنانچہ جب پی این اے نے پیپلز پارٹی سے بات چیت کرنے کے لئے کمیٹی بنائی تو اس میں پروفیسر غفور بھی شامل تھے۔

جمعیت علمائے پاکستان (77-1972ء)

اس نے تھوڑے ہی عرصے میں پاکستان کے دائیں بازو کی سیاسی جماعتوں میں اتنی اہمیت حاصل کر لی کہ وزارت اعظمی کے انتخابات میں متحدہ جمہوری محاذ نے علامہ شاہ احمد نورانی کو اپنا متفقہ امیدوار نامزد کیا۔

1974ء میں تحریک ختم نبوت کے دوبارہ شروع ہونے پر علامہ شاہ احمد

نورانی، مولانا محمود احمد رضوی، مولانا عبدالستار خان نیازی اور ان کے رفقاء نے شاندار خدمات سرانجام دیں۔

1977ء کے انتخابات میں اس پارٹی نے پاکستان قومی اتحاد میں شرکت اختیار نہ کی اور اتحاد کو نظام مصطفیٰ کا نعرہ دیا۔ جو بھٹو کے خلاف تحریک میں بہت مقبول ہوا۔ 1977ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں اس نے کافی قربانیاں دیں۔

تحریک استقلال (1972-77ء)

ملک میں پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہونے کے بعد تحریک استقلال برسراقتدار جماعتوں کی سب سے بڑی مخالف کے طور پر ابھری اور پنجاب اور سندھ کے بعض شہری علاقوں میں درمیانے طبقے میں کچھ حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ بھٹو کے دور میں 1971ء سے لے کر 1977ء تک تحریک استقلال حکومت کے خلاف مہم میں پیش پیش رہی اور بقول ڈاکٹر صفدر محمود "اصغر خاں نے بھٹو کی آمرانہ طرز حکومت کا مقابلہ کیا۔ ان کی حکمت عملی پر بے لاگ تنقید کی اس طرح انہوں نے نڈر اور بہادر راہنما ہونے کی شہرت حاصل کی۔"

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد تحریک استقلال نے بقیہ ملک کو اس قسم کے سانحے کو دوبارہ رونما ہونے سے بچانے کے لئے اپنی جدوجہد اس کے باوجود جاری رکھی کہ پیپلزپارٹی کی حکومت نے قدم قدم پر اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں لیکن اس نے اپنی آواز اور اپنا پروگرام ملک کے ہر محلے اور ہر کونے تک پہنچایا۔

1970ء کے عشرہ میں تحریک استقلال پیپلزپارٹی کی حکومت سے بار بار مطالبہ کرتی رہی کہ وہ اپنے سماجی، اقتصادی منشور پر عمل درآمد کرے۔ جس کو اس نے 1970ء کے انتخابات کے وقت عوام کے سامنے پیش کیا تھا اور جاگیردارانہ نظام کے تحفظ کی جو پالیسی اس نے اختیار کرلی ہے اسے ترک کر دے۔ جب مرکزی حکومت نے نیپ، جمعیت حکومتوں کو بلوچستان اور سرحد سے برخاست کیا اور بلوچستان میں فوجی کاروائی شروع کی تو تحریک استقلال نے مرکزی حکومت کی اس کاروائی کی شدید مخالفت کی اور خبردار کیا کہ اس سے قومی یک جہتی کو سخت ضرب پہنچے گی۔

1970ء کے عشرہ کی ابتداء میں پیپلزپارٹی کی حکومت کے خلاف یو-ڈی-ایف کا جو محاذ بنا تھا۔ اس میں تحریک نے اسی لئے شرکت نہیں کی تھی کہ وہ اپنے صوبائی خودمختاری اور برابری پر مبنی نیسل کریٹر اور جاگیردارانہ نظام کے مخالف مقاصد کو ترک نہیں کر سکتی تھی۔

پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں پیپلزپارٹی کے اندرونی اختلافات اور دھڑے بندی نے بھی تحریک استقلال کی بہت مدد کی کیونکہ بہت سے اہم لیڈروں نے پیپلزپارٹی سے مستعفی ہو کر تحریک استقلال میں شمولیت اختیار کی۔ جن میں محمود علی قصوری مرحوم، اعتزاز احسن اور جے اے رحیم قابل ذکر تھے۔ یوں پیپلزپارٹی کے تجربہ کار سیاسی کارکنوں اور راہنماؤں کی ایک بہت بڑی کھیپ تحریک استقلال میں شامل ہو گئی تھی۔ اس طرح یہ تنظیم پاکستانی سیاست میں قائدانہ حیثیت کی تنظیم بن گئی۔ اشتراکیت پسندی، جمہوریت پسندی اور ترقی پسندی کی وجہ سے ترقی پسند سیاست والوں کے لئے یہ ایک متبادل تحریک اور سیاسی جماعت تھی جس میں "شریک ہو کر اپنا سیاسی سفر جاری رکھ سکتے تھے۔"

بھٹو حکومت کے خلاف متحدہ اپوزیشن پارٹیز نے قومی اتحاد کے نام پر تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ تحریک استقلال بھی قومی اتحاد میں شامل تھی۔ بقول ڈاکٹر صفدر محمود "پی این اے کا قیام، خالص سیاسی بنیادوں اور نشستوں کی تقسیم کا تناسب طے کرنے کے بعد عمل میں لایا گیا تھا۔ اس کا واحد مقصد آمریت کا مقابلہ کرتے ہوئے آزادانہ منصفانہ انتخابات اور جمہوری عمل کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا تھا۔ اس دور میں تحریک استقلال اور اس کے سربراہ اصغر خان نے انتخابی مہم اور پھر دھاندلیوں کے خلاف تحریک میں بے مثال کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

(صفدر محمود بحوالہ پاکستان کی اہم سیاسی جماعتیں صفحہ 98-97)

1977ء میں جب قومی اتحاد نے الیکشن میں حصہ لیا تو ایئر مارشل اصغر خاں کراچی کے حلقہ سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تھے۔ مگر پی این اے نے دھاندلی کے الزامات کے تحت صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیا۔ اور قومی اتحاد نے تحریک چلا دی۔ جس میں ایئر مارشل اصغر خان نے اپنی تقاریر میں کئی جگہ پر یہ کہا تھا کہ مسٹر بھٹو کو کوہالہ پل پر پھانسی دی جائے گی۔

1977ء میں انہوں نے قومی اتحاد کی تحریک کے دوران ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف ایسے کئی الفاظ استعمال کرتے ہوئے بھٹو کو اقتدار سے علیحدہ کرنے کی فوج سے اپیل کی تھی۔

قومی اتحاد کی تحریک کے دوران انہوں نے فوج کے افسروں کو خط لکھے کہ بھٹو عوام کا اعتماد کھو چکے ہیں اور جو حکمراں عوام کا اعتماد کھو چکا ہو اس کا حکم ماننا سرکاری افسران کے لئے ضروری نہیں ہوتا۔ ایئر مارشل نے اس خط کی تردید نہیں کی۔ اس تحریک کے دوران اصغر خاں کے جو ساتھی بھٹو حکومت کے خلاف جدوجہد میں نمایاں رہے ان میں عمر اصغر، بیگم ثریا اسلام، راجہ محمد افضل، باقر رضوی، اکرم ناگرہ، ملک حامد سرفراز، رانا حسین اور مشہور قانون دان محمود علی قصوری قابل ذکر ہیں۔

بقول چوہدری ظفر علی۔

"اصغر خاں پہلے بھٹو کے خلاف قومی اتحاد کے جہاد میں شریک کار بنے رہے۔ بھٹو سے اقتدار چھن گیا تو ضیاء سے مصروف پیکار ہو گئے۔"

(چوہدری ظفر علی بحوالہ پاکستان کی ترقی پسند تحریکیں اور تنظیمیں صفحہ 117)

پاکستان جمہوری پارٹی (پی ڈی پی)
(1972-77ء)

سقوط مشرقی پاکستان کے بعد سے نظام اسلام پارٹی کے بنگالی لیڈر ایک الگ ملک کے باشندے بن گئے۔ دیگر لوگ جو مغربی پاکستان میں پارٹی کے ساتھ تھے ان میں سے بھی بہت سے لوگ نواب زادہ نصر اللہ سے اختلاف کرتے ہوئے یا پارٹی میں کوئی فائدہ نہ دیکھتے ہوئے الگ ہو گئے اور بالآخر پاکستان جمہوری پارٹی میں نواب زادہ نصر اللہ اور ان کے ساتھی ہی نمایاں نظر آنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ 1971ء کے بعد سے کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان جمہوری پارٹی نواب زادہ نصر اللہ کا ہی دوسرا نام ہے۔

بقول پروفیسر عثمان۔

"ان کی پاکستان جمہوری پارٹی کوئی بڑی سیاسی جماعت تو نہیں لیکن نواب زادہ اور ان کے بعض ساتھیوں کی بحالی جمہوریت کے لئے طویل جدوجہد نے اس جماعت کو ملک کی سیاست میں ایک باوقار مقام دلایا ہے۔

(پروفیسر عثمان بحوالہ پاکستان کی سیاسی جماعتیں صفحہ 439)

نواب زادہ نصر اللہ خان کی سربراہی میں پاکستان جمہوری پارٹی نے بھٹو کے دور حکومت میں پیپلز پارٹی کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھی چونکہ اس کا کوئی نمائندہ قومی اسمبلی میں نہیں تھا اس لئے یہ پارٹی اسمبلی سے باہر رہ کر اسمبلی کی کارکردگی اور بھٹو حکومت کی غیر جمہوری پالیسیوں پر کڑی تنقید کرتی رہی۔

جب بھٹو دور میں آل پارٹیز یو ڈی ایف بنایا گیا تو نواب زادہ نصر اللہ خان بھی اس میں شامل تھے اور اس جدوجہد میں آگے آگے تھے۔

1977ء کے انتخابات میں پاکستان جمہوری پارٹی قومی اتحاد کا ایک حصہ تھی۔ اور پیپلز پارٹی کی مخالفت میں اس کے رہنما پیش پیش تھے۔ قومی اتحاد نے 1977ء کے انتخابات میں دھاندلی کے الزامات عائد کرتے ہوئے ان کے نتائج کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں بھٹو حکومت کے خلاف تحریک شروع ہوئی اور اس تحریک میں نواب زادہ نصر اللہ نے اہم کردار ادا کیا۔ وہ اس ٹیم کے بھی رکن تھے جو پیپلز پارٹی کی حکومت سے بات چیت کے لئے منتخب کی گئی تھی۔

عاصمہ جیلانی کیس

عاصمہ جیلانی کی رٹ پٹیشن

مس عاصمہ جیلانی بنت ملک غلام جیلانی سکنہ 131/E-1 گلبرگ III، لاہور، درخواست دہندہ

بنام حکومت پنجاب بذریعہ ہوم سیکرٹری سول سیکرٹریٹ لاہور، مدعا علیہ

درخواست برائے خصوصی اجازت اپیل بخلاف حکم لاہور ہائی کورٹ جس کے تحت ملک غلام جیلانی سکنہ 131/E-1 گلبرگ III لاہور کی نظر بندی کے خلاف درخواست حبس بے جا کو مسترد کر دیا گیا

مؤدبانہ گزارش ہے۔

(1) درخواست دہندہ کے والد ملک غلام جیلانی کو کراچی میں 22 دسمبر 1971ء کو پاکستان ڈیفنس رولز کے تحت اس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ ہوٹل میٹروپول میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس حکم کی ایک نقل منسلک کی جا رہی ہے اور اس پر "ضمیمہ الف" درج ہے۔

(2) درخواست دہندہ نے 23 دسمبر 1971 کو 1962 کے آئین کی دفعہ 98 (2) (بی) کے تحت درخواست دی تھی جس میں اس نے اپنے والد کی حراست کو چیلنج کیا۔ اس درخواست پر مدعا علیہ کو 31 دسمبر 1971 کو نوٹس جاری کیا گیا۔ ایک دن پہلے ملک غلام جیلانی کو جنہیں لاہور لایا گیا تھا حکم ملا جس کے تحت 22 دسمبر 1971ء کے حراست نامہ کو منسوخ کر دیا گیا تھا۔ اس حکم کی اصل نقل منسلک کی جا رہی ہے جس پر "ضمیمہ ب" لکھا ہے۔

ایک منٹ بعد اسی پولیس افسر نے ملک غلام جیلانی کو دوسرا حراست نامہ دیا جس کے تحت انہیں تا حکم ثانی گھر پر نظر بند کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ان پر کئی ایک اور پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ اس حکم کی ایک صحیح نقل ساتھ منسلک ہے جس پر "ضمیمہ ج" لکھا ہوا ہے۔

(3) 31 دسمبر 1971ء کو درخواست دہندہ نے اضافی موجبات دائر کرنے کی اجازت چاہی اور "ضمیمہ ج" والے حکمنامے کی صحت پر اعتراض کرنے کے لئے چارہ جوئی کی۔

(4) مقدمے کی سماعت درخواست دہندہ کے وکیل کی خصوصی درخواست پر 15 جنوری 1972ء کو کی گئی۔ سماعت کے دوران ایڈووکیٹ جنرل نے بنیادی اعتراض اٹھایا کہ ہائیکورٹ پر اختیار سماعت کے 1969ء کے حکمنامہ 3 (شکوک دور کرنے والا) کے مطابق جو پابندی لگائی گئی ہے اس کے تحت اسے اختیار سماعت ہی نہیں۔

(5) مدعا علیہ کی طرف سے اس اعتراض پر جس کی سماعت بنیادی اعتراض کے طور پر ہوئی درخواست دہندہ کے وکیل نے جو معروضات پیش کیں مختصراً یہ ہیں

(1) مارشل لاء کا ضابطہ نمبر 78 جس کے تحت نظر بند کو نظر بند کیا گیا اس ملک کے قانون کا حصہ ہی نہیں کیونکہ یہ ایک ایسے شخص نے وضع کیا جس نے پاکستان کے خلاف جنگ کر کے (By waging war) اقتدار غصب کیا۔ اس طرح اس نے 1962ء کے آئین کی شقوں کی خلاف ورزی کی جس کے مطابق اسے اس آئین کی حفاظت اور دفاع کرنا تھا۔ ایوب خان اور یحییٰ خان دونوں نے اس کا حلف اٹھایا تھا۔

(2) یہ فرض کرتے ہوئے اور اس سے متفق ہوئے بغیر کہ 1961ء کا آئین

ایک جائز دستاویز ہے صدر استعفیٰ دیتے وقت آئین کے تحت اس بات کا پابند تھا کہ اقتدار قومی اسمبلی کے سپیکر کو منتقل کرتا ایوب خان اور یحیٰ خان دونوں نے 1962ء کے آئین کی شقوں کی خلاف ورزی کی ہے اور اس لئے 25 مارچ 1969ء کے بعد یحیٰ خاں نے جو کچھ بھی کیا مکمل طور پر غیر آئینی اور غیر قانونی تھا۔

(3) اس صورت حال کے لئے جس کا ذکر ایوب خان نے 24 مارچ 1969ء کو یحیٰ خان کے نام اپنے خط میں کیا۔ صدر کو صرف آئین کی دفعہ 30 کے تحت ہنگامی حالات کا اعلان کرنا چاہئے تھا اور اس طرح قانون سازی کے ایسے اختیارات حاصل کر لینے تھے اور وہ بنیادی حقوق معطل کر دیتے تھے جنہیں وہ مناسب سمجھتا۔

(4) نہ 1962ء کے آئین کے تحت اور نہ 1956ء کے آئین کے تحت مارشل لاء نافذ کرنے کی کوئی گنجائش موجود ہے۔ اور نہ 1962ء کا آئین کسی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو تسلیم کرتا ہے۔

(5) بحث کو اس کے منطقی نتیجہ تک پہنچاتے ہوئے 1962ء کا آئین بھی ایک فاسد دستاویز تھی جس کا قانونی جواز نہ تھا اس لئے ملک پر حکمرانی کی جائز اور موجود آئینی دستاویز 1956ء کا دستور تھا یہ بھی مارشل لاء کو حکمرانی کا ذریعہ تسلیم نہیں کرتا۔ یہ آئین صدر کو سنگین ہنگامی صورت حال میں آئین کی دفعہ 191 کے تحت چند اختیارات دیتا ہے۔

(6) ڈوسو مقدمہ' جو پی ایل ڈی 1958ء ایس سی 533 درج ہے صحیح قانون پیش نہیں کرتا کیونکہ اس مقدمے کا فیصلہ کرنے والے ججوں نے اس حلف کی خلاف ورزی کی جس کے تحت وہ "آئین کے تحفظ' دفاع اور حفاظت" کے ذمہ دار تھے۔ یہ بات تسلیم کر کے کہ مسلح افواج کے ذریعے نیا نظام قائم کر لینا ایک جائز طریقہ ہے انہوں نے آئین اور حلف کی کھلی خلاف ورزی کی۔

(7) مندرجہ بالا معروضات کو فاضل واحد جج نے مسترد کر دیا' جن کا خیال تھا کہ انہیں ڈوسو مقدمہ کے تحت طے شدہ اصولوں سے آگے نہیں جانا۔

(8) درخواست دہندہ مندرجہ ذیل وجوہ (دیگر وجوہ کے علاوہ) کی بنا پر اپیل کی خصوصی اجازت چاہتا ہے۔

(ا) فاضل واحد جج کے فیصلے میں اوپر والے پیرے میں اٹھائے جانے والے دلائل کی منطق پر غور نہیں کیا گیا۔

(ب) فاضل واحد جج نے خود کو ڈوسو مقدمہ کے قول کا پابند سمجھا جہاں منصب سے حلف وفاداری کی شرائط کو چھوا تک نہیں گیا اور جس کا اس سوال کے فیصلے پر اہم اثر پڑتا ہے کہ 1956ء کے آئین کی دفعہ 215 کی موجودگی میں کیا مارشل لاء کو حکمرانی کا جائز ذریعہ سمجھ لیا جائے۔ فیصلہ چونکہ خود ہی منصب سے حلف وفاداری کی خلاف ورزی ہے' اس لئے قانوناً منسوخ ہے اور پاکستان میں کسی عدالت کو پابند نہیں کر سکتا۔

(ج) یہ مقدمہ بنیادی اور عوامی اہمیت کا اہم سوال اٹھاتا ہے۔

اس لئے باادب گزارش ہے کہ لاہور ہائی کورٹ کے فاضل واحد جج کے فیصلے اور حکم کے خلاف یہ عزت ماب عدالت اپیل کی خصوصی اجازت دے' تاکہ اس میں اٹھائے جانے والے سوالوں کا جائزہ لیا جا سکے۔

سپریم کورٹ کا حکم

آئین کی دفعہ 258 کے تحت اس درخواست میں لاہور ہائی کورٹ کے فاضل جج کا 15 جنوری 1972ء کا حکم زیر بحث ہے' جس میں مس عاصمہ جیلانی درخواست دہندہ کی طرف سے دی جانے والی درخواست حبس بیجا جو اس کے والد ملک غلام جیلانی کی رہائی کے بارے میں تھی مسترد کر دی گئی۔

ملک غلام جیلانی کو پہلے 22 دسمبر 1971ء کو گورنر پنجاب کے حکم سے ان اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے جو انہیں ڈیفنس آف پاکستان رولز 1971ء کے رول 32 کے سب رول (1) کی شق (بی) کو رول 213 سے ملا کر حاصل تھے اس نقطہ نظر سے حراست میں لیا گیا کہ انہیں ایسے انداز سے کام کرنے سے روکا جائے جو پاکستان کے دفاع' مفاد عوامی سلامتی اور تحفظ کے خلاف ہو۔ اس حکم کو اگلے ہی روز درخواست دہندہ نے آئین کی دفعہ 98 (2) (بی) (1) کے تحت پنجاب ہائی کورٹ میں چیلنج کیا۔ درخواست سماعت کے لئے منظور کر لی گئی اور حکومت پنجاب کو 31 دسمبر 1971ء کے لئے نوٹس جاری کر دیا گیا۔ ایک دن پیشتر حراست کا حکم نامہ گورنر کے حکم سے منسوخ کر دیا گیا اور ساتھ ہی دوسرا حراست نامہ مارشل لاء کے ضابطہ 78 کے تحت اس نقطہ نظر سے جاری کیا گیا کہ ملک غلام جیلانی کو ایسے انداز سے کام کرنے سے روکا جائے جو پاکستان کے دفاع' مفاد' عوامی سلامتی اور تحفظ کے خلاف ہوں۔

جب 31 دسمبر 1971ء کو درخواست کی سماعت شروع ہوئی۔ تو درخواست دہندہ نے تازہ موجبات کا اضافہ کیا اور دوسرے حراست نامہ کی قانونی حیثیت اور صحت پر اعتراض کیا۔ درخواست کی سماعت 15 جنوری 1972ء کو ہوئی جہاں ایڈووکیٹ جنرل نے بنیادی اعتراض اٹھایا کہ ہائی کورٹ اس معاملے میں اختیار سماعت ہی نہیں رکھتا کیوں کہ 1969ء کا عدالتوں کا اختیار سماعت کا حکم 3 (شکوک دور کرنے والا) اس پر پابندی لگاتا ہے۔

درخواست دہندہ کے وکیل نے مارشل لاء کے ضابطہ 78 اور 1969ء کے عدالتوں کے اختیار سماعت کے حکم (شکوک دور کرنے والا) کی قانونی حیثیت کو کئی بنیادوں پر چیلنج کیا' فاضل جج ان میں سے کسی سے قائل نہ ہو سکا۔

درخواست دہندہ کے وکیل کی بحث کی بنیادی کڑی یہ تھی کہ فیلڈ مارشل ایوب خاں کی طرف سے جنرل آغا محمد یحیٰ خاں کو 25 مارچ 1969ء کو انتقال اقتدار آئین کی دفعہ 16 کی خلاف ورزی تھی۔ اس دفعہ کے تحت:

16 (1) کسی وقت جب ---

(1) صدر کا عہدہ خالی ہو ایا

(2) صدر، پاکستان میں موجود نہ ہو، یا بیماری، یا کسی اور وجہ سے فرائض منصبی ادا کرنے کا اہل نہ ہو، قومی اسمبلی کا سپیکر بطور صدر کام کرے گا۔

1968ء کے آخر اور 1969ء کے آغاز میں مشرقی اور مغربی پاکستان دونوں کے عوام فیلڈ مارشل ایوب خاں کے خلاف کئی وجوہ سے اکٹھے ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ بنیادی محرک عوام کی طرف سے اس آمرانہ حکومت کا استبداد تھا جو فیلڈ مارشل نے 11 سال تک اس ملک پر مسلط رکھی۔ فروری، مارچ 1969ء کو فیلڈ مارشل نے سیاسی رہنماؤں کی ایک گول میز کانفرنس طلب کی اور ابھی گفت و شنید جاری تھی کہ اس نے بری افواج کے کمانڈر انچیف جنرل آغا محمد یحییٰ خاں کو اقتدار منتقل کر دیا۔ یہ دفعہ 16 اور اس حلف کی جو فیلڈ مارشل نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اٹھایا تھا کھلی خلاف ورزی تھی۔

"میں ------ حلفاً" اقرار کرتا ہوں کہ پاکستان کا صدق دل سے وفادار اور وفاشعار رہوں گا۔"

"صدر پاکستان کی حیثیت سے میں اپنے فرائض اور ذمہ داری، دیانتداری سے اپنی بہترین صلاحیتوں سے اور وفاداری سے قانون اور آئین کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کے استحکام، یکجہتی، بہبود اور خوشحالی کے فائدے کے لئے انجام دوں گا۔"

"میں آئین کا تحفظ، دفاع اور حفاظت کروں گا۔

"اور ہر حالت میں، ہر عوامی معاملے میں، میں قانون کے مطابق بغیر کسی خوف، حمایت، محبت یا بدنیتی کے انصاف کروں گا۔"

اس مفروضے پر یہ دلیل دی گئی کہ جنرل آغا محمد یحییٰ خان سیاسی قوت غصب کرنے اور بغاوت کرنے کا مجرم ہے۔ کیوں کہ حتمی تجزیے کے مطابق یہ قوت 12 کروڑ عوام کی تھی، فیلڈ مارشل ایوب خاں کی ذاتی ملکیت نہ تھی۔ اگر یحییٰ خان کا منبع اقتدار غیر قانونی اور غیر آئینی تھا تو اس کے تمام انتظامی اور قانون سازی کے اقدامات جن میں مارشل لاء کا نفاذ اور مارشل لاء ضابطوں اور احکام کا اجراء بھی شامل ہے غیر قانونی تھے۔ یہ دلیل بھی پیش کی گئی کہ جج جنہوں نے "پاکستان کے تحفظ، دفاع اور حفاظت" کا حلف اٹھایا ہوا تھا۔ ملک کے اس برتر قانون کو نافذ کرنے اور یحییٰ خان کے صدر پاکستان اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر دونوں حیثیتوں سے کئے جانے والے غیر قانونی اقدامات کو مسترد کرنے کے پابند تھے۔

تاہم فاضل جج نے 1969ء کے عدالتوں کے اختیار سماعت کے حکم 3 کو حتمی سمجھا اور درخواست مسترد کر دی۔ اس نتیجے تک پہنچنے میں اس بات نے بھی انہیں اور پختہ کیا کہ 25 مارچ 1969ء سے 1962ء کا آئین اسی حکم نامے کی وجہ سے اپنا وجود اور اثر رکھتا ہے۔ شاید اس سلسلے میں اس عدالت کی رائے بسلسلہ مملکت بنام ڈوسو پر تکیہ کیا گیا۔

ایڈووکیٹ جنرل نے وہی دلیل ہمارے سامنے بھی اٹھائی لیکن یہ اصل سوال کو بمنزلہ ثبوت مان لینے کے مترادف ہے۔ یہ مان لیا جائے کہ جنرل آغا محمد یحییٰ خان، مارشل کا ضابطہ 78 جاری کرنے کا مجاز نہ تھا، تو 1969ء کا عدالتوں کا اختیار سماعت کا قانون (شکوک دور کرنے والا) ساتھ ہی کسی قانونی قوت سے محروم ہو جاتا ہے۔

مملکت بنام ڈوسو میں اس عدالت نے اس نظریے کو درست تسلیم کیا تھا کہ کامیاب بغاوت سے پیدا ہونے والا فاتح انقلاب آئین بدلنے کا مسلمہ قانونی طریقہ ہے اور اس قسم کی کسی تبدیلی ہو چکنے کے بعد قومی قانونی حکم اپنے استناد کے لئے نئے قانون داد ذریعے پر انحصار کرتا ہے۔ درخواست دہندہ کے وکیل نے قانون کی اس صحت بیان پر بحث کی۔ مگر چونکہ ہائیکورٹ اس پر حکم نہیں لگا سکتا تھا، اس لئے اس نے اس نکتے کو اس عدالت میں پیش کرنے کے لئے محفوظ رکھا۔

یہاں ایک اہم نکتہ ہے۔ جنرل آغا محمد یحییٰ خان حکومت کے خلاف اٹھ نہیں کھڑا ہوا تھا اور نہ اپنے لئے ہتھیار کے استعمال سے اقتدار پر قبضہ کیا تھا یا ایسی بغاوت کی تھی جس سے قانونی طور پر 1962ء کا آئین بدل جاتا اور قومی قانونی حکم اپنے استناد کے لئے نئے قانون داد حکم پر انحصار کرتا۔ اگر فیلڈ مارشل کسی وجہ سے اپنے فرائض انجام نہیں دے سکتا تھا، دفعہ 16 کا تقاضا تھا کہ سپیکر قائم مقام صدر بن جاتا۔ تاہم اس نے جنرل آغا محمد یحییٰ خان کو اقتدار منتقل کر دیا جیسے پاکستان دنیا کی پانچویں بڑی مملکت (ہائے جیسے یہ اس وقت تھی) اس کی ذاتی ملکیت ہے اور اس کے 12 کروڑ شہری اس کی جائیداد ہیں جنہیں وہ اپنے منتخب کردہ جانشین کو وصیت کر کے ورثے میں سونپ سکتا ہے۔ اس لئے یہ دلیل دینا ممکن ہے کہ دوسو مقدمہ میں جس نظریے پر انحصار کیا گیا تھا، موجودہ کیس کے حالات حقائق پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

اس موقع پر درخواست میں بیان کردہ دوسرے موجبات کا جائزہ لینا غیر ضروری ہے۔ یہ کہنا کافی ہے کہ بنیادی اہمیت کے سوالات جو آئین کی تشریح و تاویل سے متعلق ہیں جو اس درخواست میں اٹھائے گئے ہیں ان کا تقاضہ ہے کہ عدالت ان پر پورا غور کرے۔

ہم اپیل کی اجازت دیتے ہیں کیوں کہ درخواست کا موضوع حبس بے جا ہے، اخراجات کی ضمانت مستثنیٰ کی جاتی ہے۔

اپیل مستعدی سے موجودہ ریکارڈ پر تیار کیا جائے گی۔ مختصر بیانات 28 فروری 1972ء کو حاصل کئے جائیں گے اور اپیل کی سماعت پوری عدالت (فل کورٹ) مارچ 1972ء کے پہلے ہفتے میں کرے گی۔ نوٹس اٹارنی جنرل اور چاروں صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرلوں کو بھیجے جائیں گے۔

چونکہ گہری پیچیدگی کا سوال زیر غور ہے۔ ہم سینئر وکلاء مسٹر اے کے بروہی، مسٹر منظور قادر اور مسٹر شریف الدین پیرزادہ کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ عدالت میں بے غرض صلاح کار کے طور پر پیش ہوں، جب تک کہ انہیں اپیل کا کوئی فریق اس سے روک نہ دے۔

عاصمہ جیلانی بنام حکومت پنجاب

فیصلہ کا متن

پی ایل ڈی 1972ء سپریم کورٹ 139

موجودہ چیف جسٹس حمود الرحمان، جسٹس محمد یعقوب علی، جسٹس سجاد احمد، جسٹس وحید الدین احمد اور جسٹس صلاح الدین احمد

فوجداری اپیل نمبر19 آف 1972ء

آنسہ اسماء جیلانی۔ درخواست گذار

بمقابلہ

حکومت پنجاب اور دوسرے۔ مدعا علیہم

(رٹ پیٹشن نمبر1538، آف 1971ء بر لاہور ہائی کورٹ لاہور کے 15 جنوری 1972ء کے فیصلے اور حکم کے خلاف اپیل پر)

فوجداری اپیل نمبر کے-2 آف 1972ء

مسمات زرینہ گوہر۔ درخواست گذار

بمقابلہ

حکومت سندھ اور دوسرے۔ مدعا علیہم

(آئینی پیٹشن نمبر40 آف 1972ء بر سندھ بلوچستان ہائی کورٹ کراچی کے 18 فروری 1972ء کے فیصلے اور حکم کے خلاف اپیل پر)

سپریم کورٹ کے سامنے باضابطہ سوال یہ تھا کہ کیا دستور پاکستان (1962ء) کے آرٹیکل نمبر98 کے تحت ہائیکورٹوں کے اختیار سماعت میں یہ ہے کہ عدالتوں کے اختیار سماعت کے حکمنامہ 1969ء کی دفعات کے ذریعہ پیدا شدہ رکاوٹ کے پیش نظر 1971ء کے مارشل لاء ضابطہ نمبر78 کے تحت نظر بندی کے جواز کی تحقیقات کر سکیں۔ مزید سوال یہ تھا کہ مقدمہ مملکت بنام ڈوسو پی ایل ڈی 1958ء ایس سی (پاک) 533 کا پیش کردہ اصول درست تھا کہا گیا کہ مارشل لاء کے مفروضہ نام سے غصب اقتدار کے لئے مسلسل جوڑ توڑ نہ تو منصفانہ ہے نہ ہی ناجائز اور نہ ہی اس کے اثرات اسے قانونی منظوری کی اس حیثیت تک پہنچاتے ہیں جو اسے مملکت بنام ڈوسو کے مقدمہ میں دی گئی ہے۔

یہ رائے ظاہر کی گئی کہ چیف جسٹس نے مملکت بنام ڈوسو کے مقدمے میں درج ذیل چند مفروضات کی بنیاد پر آگے بڑھتے ہوئے اس قدر دور رس اہمیت کے حامل ایک انوکھے اصول کو اختیار کیا ہے۔

(1) کہ "قانونی ثبوتیت کے بنیادی اصول" جو انہوں نے تسلیم کئے ہیں اس قدر مستحکم اور آفاقی طور پر منظور شدہ اصول ہیں کہ "جدید نظام عدل کا سارا علم انہی پر انحصار کرتا ہے۔

(2) کہ کوئی "اچانک سیاسی تبدیلی جو دستوری حدود کے اندر نہ ہو" خواہ وہ تبدیلی کتنی ہی عارضی یا عبوری کیوں نہ ہو، اگر کسی نے اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا تو اسے ایک انقلاب کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور

(3) کہ مملکتوں کو تسلیم کئے جانے سے متعلق بین الاقوامی قانون کا ضابطہ مملکتوں کی داخلی خود مختاری کے جواز کا بھی تعین کر سکتا ہے۔

یہ مفروضات صحیح نہیں ہیں۔ کیلسن کا نظریہ کسی طرح بھی آفاقی طور پر تسلیم شدہ نظریہ نہیں ہے نہ ہی یہ کوئی ایسا نظریہ ہے جو جدید عدالتی علم کا ایک بنیادی اصول ہونے کا دعوی کر سکے اور نہ ہی کیلسن نے کوئی ایسا نظریہ وضع کرنے کی کوشش کی جو "مطلق العنانیت کی حمایت" کرتا ہو۔ لیکن وہ محض قانون کا ایک ایسا خالص نظریہ پیش کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو معیاری علم کا ایک ضابطہ ہو اور نظام ضوابط کا ایک مجموعہ ہو وہ ایک ایسا نظریہ تجویز کر رہے تھے جو قانون دانوں کے لئے قانون کا ایک تصور ہو۔ وہ کوئی ایسا قانونی ضابطہ یا قانونی ضوابط پیش کرنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے جن کا تعلق ججوں، قانونی پیشہ وروں یا اہل نظم ونسق کے روز مرہ امور سے ہو۔ کیلسن نے ایک خالص علم قانون ترتیب دینے کی کوشش کرتے ہوئے جو کہ طبعی علم سے ممیز ہے، سب سے زیادہ اہمیت قانون اور طاقت کو الگ الگ رکھنے کو دی۔ انہوں نے یہ رائے نہیں پیش کی کہ بااختیار فرد کا حکم قانون کا ایک ذریعہ ہے۔ اصول اثر اندازی کو بین الاقوامی قانون کے نقطہ نظر سے حق بجانب ٹھہرانے سے متعلق کیلسن کی کوشش کو درست نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ وہ "قومی قانون پر بین الاقوامی قانون کی فوقیت تسلیم کرتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے انہوں نے اس کو نظر انداز کر دیا کہ بین الاقوامی قانون کے مقاصد کے لئے قانونی فرد مملکت ہے نہ کہ آبادی اور یہ کہ بین الاقوامی قانون میں ایسا کوئی "قانونی طبقہ" نہیں۔

بین الاقوامی قانون کے تحت کسی مملکت کو تسلیم کرنے کا اس کی داخلی خود مختاری سے کوئی تعلق نہیں ہے اور کسی مملکت کے اس طرح تسلیم کئے جانے کو سربراہ مملکت یا سربراہ حکومت کے تسلیم کئے جانے کے ساتھ خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔ کوئی فرد کسی مملکت کا سربراہ دوسری مملکتوں کی منظوری سے نہیں بنتا بلکہ اپنی مملکت کے مقامی قانون کے ذریعہ بنتا ہے۔ بین الاقوامی قانون کے نقطہ نظر سے کسی حکومت کو تسلیم کرنے کا سوال اسی وقت اہمیت اختیار کرتا ہے جب حکومت کی تبدیلی مملکت کے تسلسل کو بھی ملوث کرتی ہو یا جہاں یہ سوال اٹھتا ہو کہ آیا نئی حکومت پائیداری کی ایسی معقول توقع رکھتی ہے کہ مملکت کی نمائندگی کا دعوی کرنے کے قابل ہو۔

(صفحات I.K & L LETSEQ181'180'179'178)

ڈوسو کیس میں چیف جسٹس کے یہ تبصرات درست نہیں کہ بین الاقوامی قانون کے اصول کے مطابق اگر علاقہ اور آبادی بنیادی طور پر ایک

ہی ہوں اور مملکت کے مجموعہ یا بین الاقوامی وجود میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو تو انقلابی حکومت اور نئی مملکت بین الاقوامی قانون کے تحت جائز حکومت اور مملکت کا جائز آئین ہے۔ اس استنباط کو کسی اصول یا بین الاقوامی قانون کی تائید حاصل نہیں۔ آپنہیم کے خیال کے مطابق جو انہوں نے بین الاقوامی قانون کے موضوع پر اپنی کتاب میں ظاہر کیا ہے' اگر انقلابی حکومت غیر موثر ہو اور یا "پائیداری کی معقول توقع" نہ رکھتی ہو اور یا اسے آبادی کی رضا حاصل نہ ہو" تو بین الاقوامی آبادی اسے تسلیم کرنے سے بخوبی انکار کر سکتی ہے خواہ اس کی علاقائی یکجہتی غیر مبدل اور اس کی آبادی بنیادی طور پر ایک ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا یہ تنقید صحیح ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس نے نہ صرف یہ کہ ہیس کیلس کے اصول کا غلط استعمال کیا بلکہ یہ سمجھتے ہوئے بھی غلطی کی کہ یہ جدید نظام قانون کا عام طور پر مسلمہ اصول ہے کیلسن جس حد تک چلے گئے ہیں اس حد تک جانے میں خود ان کے شاگردوں کو بھی تامل ہوا ہے۔

بہرطور اگر کوئی جبری ضابطہ ضروری ہو تو اس کے لئے پاکستان کو مغرب کے قانونی نظریات کا کھوج لگانے کی ضرورت نہیں بلکہ پاکستان کے اپنے تصور میں اس کا جبری ضابطہ موجود ہے وہ یہ کہ ساری کائنات پر قانونی حکمرانی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور عوام اس کی متعین کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے جن اختیارات کا استعمال کرتے ہیں وہ ایک مقدس امانت ہے۔ یہ ناقابل تغیر اور ناقابل ترمیم ضابطہ ہے۔ 7 مارچ 1949ء کو مجلس دستور ساز پاکستان کی منظور کردہ قرارداد میں واضح طور پر تسلیم کیا گیا تھا اسے اب تک منسوخ نہیں کیا گیا ہے نہ ہی کسی فوجی یا شہری حکومت نے اس سے علیحدگی یا روگردانی کی ہے۔ درحقیقت ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیوں کہ یہ قرآن مجید میں بیان کردہ بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے۔

قل اللھم مالک الملک توءتی الملک من تشاء و تنوع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء

ترجمہ: کہو کہ اے اللہ ملک کا مالک تو ہی ہے جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جسے چاہتا ہے تو ہی عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تو ہی ذلت دیتا ہے۔

(سورہ آل عمران آیت 27-پارہ 3)

اس ناقابل تغیر اصول خود مختاری میں جو بنیادی تصور دیا گیا ہے وہ یہ کہ خود مختاری کے عمل کو بروئے کار لاتے ہوئے پورے کا پورا سیاسی قالب امین بن جاتا ہے۔ ایک ملے جلے معاشرے میں چونکہ ہر شہری انفرادی طور پر امانت کے فرائض انجام دینے میں شرکت نہیں کر سکتا۔ سیاسی قالب مملکت کے عاملوں کو مقرر کر دیتا ہے کہ وہ معاشرے کی طرف سے اور معاشرے کی بھلائی کی خاطر یہ فرائض انجام دیں۔ اگر اس طرح مقرر شدہ عاملہ جائز خود مختاری کے برخلاف عمل کرنے لگے یا کوئی اور خیانت کرے یا بحیثیت امین کے اپنے فرائض کی انجام دہی میں ناکام رہے تو معاشرے کو حق ہے کہ ایسی عاملہ کو برطرف کر دے۔ عامل سربراہ مملکت کا انتخاب برادری کرتی ہے جس کی معاونت کے لئے ایک مجلس ہوتی ہے اس کے تمام اجلاس منظر عام پر ہونے چاہئیں اور اسے عوام کے سامنے قابل احتساب ہونا چاہئے یہ ہے وہ نظام جس کے تحت حکومت' قانون کی حکومت بنتی ہے آدمی کی نہیں کیوں کہ کوئی بھی فرد قانون سے بالا نہیں ہے۔ اسی بنا پر ایک مشہور مستشرق ودن ہیمر کہتا ہے کہ اسلامی نظام کے ماتحت قانون' انصاف کے فرمان کے ذریعہ پر حکومت کرتا ہے اور حکمران کے اختیارات اس فرمان پر عمل کراتے ہیں۔ (صفحہ 182) این

لہٰذا ڈوسو کے مقدمہ میں جس اصول کا اظہار کیا گیا ہے وہ قطعی قابل ثبات نہیں اور اسے نہ تو (State Deciss) کے اصول کے تحت نہ ہی کسی اور طرح سے ایک اچھا قانون کہا جا سکتا ہے۔

اب ان واقعات کے جواز کا جائزہ لینا ہے جو 24 مارچ 1969ء کو اور اس کے بعد سے رونما ہوئے۔ 24 مارچ 1969ء کو اس وقت کے صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان نے فوج کے کمانڈر انچیف کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے قلبی صدمات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ملک کی پوری شہری انتظامیہ اور آئینی اقتدار بے اثر ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے ملک میں ہونے والے ناخوشگوار واقعات کی مثالیں پیش کرتے ہوئے انہوں نے یہ اعتراف کیا کہ موجودہ پیچیدہ صورتحال سے نمٹنا شہری حکومت کے بس سے باہر ہے اس لئے دفاعی افواج کو مداخلت کرنی چاہئے۔ ان حالات میں انہوں نے سوچا کہ ان کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا ہے کہ خود اختیارات سے الگ ہو کر اسے پاکستان کی دفاعی افواج کے سپرد کر دیں جو اس وقت ملکی معاملات پر پوری طرح قابو پانے کے لئے واحد موثر اور قانونی آلے کی حیثیت رکھتی تھی اور آخرکار انہوں نے کمانڈر انچیف کو بلا کر ضروری کاروائی کرنے کو کہہ دیا اس کے بعد 25 مارچ 1969ء کو شام کے سوا سات بجے ریڈیو پاکستان سے ایک اعلان نشر ہوا لیکن اس خط یا نشریہ میں انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ وہ جنرل آغا محمد یحییٰ خان کو اپنے منصب پر اپنا جانشین مقرر کر رہے ہیں یا نہیں؟ ان دونوں میں کمانڈر انچیف سے صرف اتنا کہا گیا کہ وہ اپنی قانونی آئینی ذمہ داریاں پوری کریں اور نہ صرف بیرونی جارحیت کے خلاف ہی ملک کا دفاع کریں بلکہ اندرونی انتشار و خلفشار سے بھی بچائیں۔ انہوں نے مارشل لاء کا اعلان بھی نہیں کیا اس کے باوجود فوج کے کمانڈر انچیف نے اسی دن یعنی 25 مارچ 1969ء کو پاکستان کے طول و عرض میں مارشل لاء کے نفاذ کا اعلان اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اختیارات سنبھال لئے انہوں نے دستور کو بھی منسوخ کر دیا' قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو توڑ دیا اور اعلان کر دیا کہ وہ تمام افراد جو صدر' صدر کی کونسل کے ممبر' وزراء صوبوں کے گورنر اور ان کی مجالس وزراء کے ارکان تھے ان سبھوں

کے عہدے فوری نفاذ کے ساتھ ختم کئے جاتے ہیں۔ تاہم موجود قوانین اور عدالتوں کو اس شرط کے ساتھ باقی رہنے دیا گیا کہ چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر یا ایسے اشخاص کے خلاف جو چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر کے زیر اختیار' اختیارات استعمال کرتی ہوں' کوئی رٹ یا آرڈر جاری نہیں کیا جائے گا۔

(صفحہ 183)

یہ واضح ہے کہ 1962ء کے دستور کے تحت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو یہ اختیار نہیں تھا کہ کسی کو اقتدار سونپ دیں۔ دستور کے آرٹیکل نمبر12 کے تحت وہ اپنا استعفیٰ پیش کر سکتے تھے جو ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہونا چاہئے تھا۔ پھر آرٹیکل 16 کے تحت صدر کی حیثیت سے اختیار سنبھال لیتے اور عہدہ صدارت کو پر کرنے کے لئے 90 دن کی مدت میں انتخاب ہو جانا چاہئے تھا۔ آرٹیکل 30 کے تحت اگر پاکستان کی سلامتی یا اقتصادی زندگی کو اندرونی خلفشار سے خطرہ لاحق ہوتا جس پر قابو پانا صوبائی حکومت کے بس سے باہر ہوتا تو صدر ہنگامی حالت کا اعلان بھی کر سکتے تھے اور اگر صورت حال ایسی ہو جاتی کہ جس پر شہری انتظامیہ قابو نہ پا سکتی تو صدر مارشل لاء کا اعلان بھی کر سکتے تھے۔ تاہم اس بات کی تائید دشوار ہے کہ ایک فوجی کمانڈر کسی استحقاق کی بنا پر مارشل لاء کا اعلان کر سکتا ہے۔

(185)

عہد حاضر میں انگلستان کے اندر مارشل لاء کے مختلف معنی ہو گئے ہیں۔ اس کے اصلی معنی میں اب شاید اس کی شناخت صرف اس قانون کے لئے ہوتی ہے جو ملک کے اندر اور باہر افواج کے اندر نظم و ضبط بحال رکھنے کے لئے نافذ ہوتا ہے اس مفہوم میں اسے بہتر طور پر "فوجی قانون" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور زمانہ امن میں اس کا نفاذ مختلف ضوابط مثلاً آرمی ایکٹ' نیوی ایکٹ اور ایئر فورس ایکٹ کے ناموں سے ہوتا ہے۔ اسے شہری قانون ساز اداروں کے وضع کردہ ضوابط کے ذریعہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ بین الاقوامی مارشل لاء کے معنی زمانہ جنگ میں دشمن کی سرزمین پر فوجی کمانڈر کو حاصل شدہ اختیارات جیسی بیلی کے ایک حصے کے ہوتے ہیں۔ ان معنوں میں جیسا کہ ڈیوک آف ولنگٹن نے ایک مرتبہ دارالامراء میں کہا تھا فوج کی کمان کرنے والے جنرل کی مرضی کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔

(صفحہ 185)

اندرونی نظم و نسق کی بحالی کے لئے ایک مشینری کے طور پر جو مارشل لاء نافذ کیا جاتا ہے اور کسی غیر ملک پر حملہ یا فتح کرنے پر وہاں فوجی حکمرانی کا نظام قائم کرنے کے لئے جو مارشل لاء لگایا جاتا ہے۔ ہمیں ان دونوں کا واضح طور پر فرق سمجھنا چاہئے۔ پہلی قسم کا مارشل لاء عام طور پر شہری حکومت کے اختیار کے تحت ایک اعلان کے ذریعے نافذ کیا جاتا ہے اور یہ کسی شہری حکومت کو صرف اسی صورت میں ہٹا سکتا ہے جب کہ صورت حال ایسی ہو جائے کہ جس میں شہری عدالتوں اور شہری اداروں کے لئے کام کرنا ناممکن ہو جائے مارشل لاء کا نفاذ اپنی طاقت سے شہری عدالتوں کو بند اور شہری حکومت کے اختیارات کو منسوخ نہیں کرتا بین العساکر قوانین کا نفاذ شہری شعبے میں صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ عدالتوں کے لئے کام کرنا ناممکن ہو جائے کیونکہ بصورت دیگر یہ یکساں طور پر مسلمہ اصول ہے جہاں شہری عدالتیں بیٹھی ہوں اور شہری حکام کام کر رہے ہوں وہاں مارشل لاء کے اجرا کو حق بجانب نہیں ٹھہرا سکتے۔ لہٰذا ان معنوں میں مارشل لاء کا جواز ہمیشہ ایک عدالتی سوال رہا ہے کیوں کہ عدالتوں کا ہمیشہ یہ دعویٰ رہا ہے اور انہوں نے واقعی ایسا کہنے کے لئے اپنا حق بھی استعمال کیا ہے کہ آیا اس محدود عام قانون کی موجودگی میں مارشل لاء کے نفاذ کی ضرورت ہے بھی یا نہیں۔

اس موضوع پر مختلف اسناد کی جانچ پڑتال سے آدمی اس نتیجے تک جا پہنچتا ہے کہ مارشل لاء کا اعلان شہری قانون کو منسوخ نہیں کرتا اور شہری حکام کی کارکردگی میں مزاحم نہیں ہوتا اور مسلح افواج کے کمانڈر کو یقیناً یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ ملک کے بنیادی قانون کو منسوخ کر دے کیونکہ اگر ایک ایسی ایجنسی کے' جسے مملکت نے اس لئے جنم دیا کہ وہ بیرونی حملوں اور اندرونی خلفشار سے اس کا تحفظ کرے' یہ معنی نکالے جائیں تو یہ سراسر غیر منطقی ہوتے ہیں اگر یہ دلیل مان لی جائے کہ مارشل لاء کا نفاذ اپنے طور پر قانون کے نظم کو قطعی طور پر درہم برہم کر سکتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلح افواج بد نظمی کو فرد کرنے میں مملکت کی اعانت کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ فی الحقیقت اس لئے ہوتی ہیں کہ مملکت کے پورے قانونی نظام کو درہم برہم کر کے مزید خلفشار برپا کریں۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ مارشل لاء کے نفاذ سے مسلح افواج کے کمانڈر کو لازمی طور پر خود بخود ایسے اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں کہ دستور کو جس کے تحفظ کا وہ اپنے حلف کے ذریعہ پابند ہے منسوخ کر دے۔

جسٹس یعقوب علی۔ کسی غاصب کی حکومت خواہ کتنی ہی موثر کیوں نہ ہو یہ اس وقت تک قومی قانونی نظام کے تحت قانونی جواز حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ عدالتیں اسے قانونی حیثیت سے جائز تسلیم نہ کر لیں۔ بین الاقوامی قانون کو ان امور کا لحاظ رکھنے سے کوئی غرض نہیں ہوتی اگر کوئی باغی حکومت آبادی اور علاقے پر اپنا موثر کنٹرول قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے تو دوسری مملکتیں اسے تسلیم کر سکتی ہیں لیکن کیا ملکی عدالتوں پر بھی اسی قاعدے کا اطلاق ہو گا۔ آج مشرقی پاکستان کامیاب انقلاب کا ایک کلاسیکی نمونہ ہے اس انقلاب نے قومی قانونی نظام کو تباہ کر دیا اور خود نیا قانون ساز بن بیٹھا۔ مشرقی پاکستان نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا اور بنگلہ دیش کے نام سے ایک نئی مملکت کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوا۔ پاکستان کا دعویٰ یہ ہے کہ مشرقی پاکستان' پاکستان کا ایک حصہ ہے لیکن دوسری مملکتوں کی ایک بڑی تعداد نے اسے ایک آزاد مملکت کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے۔ اب بنگلہ

دیش میں نئی عدالتیں اور دوسری ملازمتیں وجود میں آگئی ہیں جو پاکستان کے قانون نظام کے ماتحت کام نہیں کرتیں۔ ایسی حالت میں اگر کوئی ایسا جھگڑا کھڑا ہو جائے جس میں یہ متعین کرنا ہو کہ کیا مشرقی پاکستان کی نئی حکومت قانونی طور پر جائز ہے تو کیا مغربی پاکستان کی ملکی عدالتیں اسے تسلیم کریں گی۔ محض اس لئے کہ فاتحانہ انقلاب دستور کو بدل دینے کا ایک قانونی طریقہ ہے اور نیا نظام موثر ہو گیا ہے کیوں کہ وہ افراد جن کے طرز عمل کو نیا نظام مضبوط کرتا ہے وہ واقعی اس نئے نظام کے مطابق کام کر رہے ہیں؟ اس کا جواب صاف ہے کہ بین الاقوامی قانون کے تحت تو مشرقی پاکستان ایک آزاد مملکت بن چکا ہے لیکن پاکستان کی ملکی عدالتیں نہ تو اس کو تسلیم کریں گی نہ ہی باغی حکومت کے وضع کردہ قانونی نظام پر عمل کریں گی۔ لہٰذا یحییٰ خان کی حکومت 20 دسمبر 1971ء تک عملاً قائم تھی لیکن قانوناً" جائز نہیں تھی۔

(صفحہ 230-229- جے جے اینڈ کے کے)

..... ایک ایسا شخص جو قانونی نظام کو ناجائز طور پر تباہ کر دے اسے قانون سازی کے ایک جائز ذریعہ کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ مملکت کے جبری آلات پر اس کے قابض ہونے کی وجہ سے عوام اور عدالتیں عارضی طور پر خاموشی اختیار کر لیں۔ لیکن یہ حقیقت مضبوطی کے ساتھ برقرار رہے گی کہ غاصب جو حکم مسلط کرے گا وہ ناجائز ہی رہے گا اور عدالتیں اسے جائز قانون تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا نہیں ہوں گی اور اولین موقعہ ملتے ہی جب کہ غاصب کے ہاتھ سے آلات جبر نکل جائیں گے تو اس پر بڑی غداری کا مقدمہ چلے گا اور اسے معقول سزا دی جائے گی۔ یہی ایک صورت ہے کہ جس سے مہم جوئی کرنے والوں کو باز رکھا جا سکتا ہے۔

(ب) دستور پاکستان 1962ء آرٹیکل (2)(2) اصطلاح "قانون" "تصور قانون"

قانونی نظریہ سازوں نے اصول قانون کی تشریحات پر بہت زیادہ وقت اور توانائی صرف کی ہے۔ بعض پارسا قسم کے ماہرین قانون کا خیال ہے کہ قانون اسباب کی حاکمیت ہے بعض دوسرے اسے فرمان بتاتے ہیں کچھ اور لوگ کہتے ہیں کہ جن امور کی عادۃً اطاعت کی جائے وہ قانون ہے امریکی ماہرین قانون بھی اس معاملے میں متفق الرائے نہیں ہیں۔ جسٹس کارڈوسو تحریری ضوابط کے ایک کیس میں اس حد تک جس حد تک کہ وہ واضح ہوں اور اس نکتے کی مثالیں موجود ہوں' استغاثہ دیتے ہیں دوسری طرف جیروم فرینک کا خیال ہے کہ گرے نظریہ کافی حد تک بنیادی نہیں ہے۔ ان حالات میں کسی جج کا کام آسان نہیں رہتا۔ لیکن کیا اس کے لئے قانون کی تعریف بیان کرنا ضروری ہے؟ قانون خود قانونی تصور نہیں ہے۔ قانون کیا ہے یہ محض ایک نظری سوال ہے۔ قانون کے نتائج قانون کی تعریف پر منحصر نہیں ہوتے نہ ہی قانونی فیصلے قانون کی تعریف پر مبنی ہوتے ہیں۔ دراصل جیسا کہ سر آئیور جیننگس نے اپنے مضمون "انسٹی ٹیوشنل تھیوری" میں جو ماڈرن تھیوریز آف لاء" مطبوعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس 1933ء (صفحہ 83) میں شائع ہوا' کہتے ہیں: "نظام عدل کے بہت سے مصنفین قانون کی تعریف بیان کر کے جو کام انجام دینا چاہتے ہیں وہ فضول ہے۔" کیوں کہ ان کے بقول کسی خاص سیاق و سباق کے سوا قانون کی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی جہاں تک ایک جج کا تعلق ہے تو اسے بس یہ دیکھنا ہے کہ اسے جس قانون کو چلانے کے لئے کہا گیا ہے وہ ایک ایسے فرد یا اقتدار کا وضع کردہ ہے جو قانونی طور پر قانون سازی کا اہل ہے اور وہ قانون اس قابل ہے کہ قانونی مشینری کے ذریعے اسے نافذ کیا جا سکتا ہے۔

(صفحہ 159- Aetseq)

جسٹس یعقوب علی۔ دستور میں قانون (Law) کی کوئی تعریف نہیں کی گئی تھی۔ لہٰذا اب یہ عدالتوں کو متعین کرنا ہے کہ قانون کیا ہے اور اگر یحییٰ خان کا کوئی فیصلہ یا حکم جو مارشل لاء آرڈر' مارشل لاء ضابطہ یا صدارتی حکم یا آرڈیننس کے نام پر جاری کیا گیا ہو اصطلاح "قانون" کے معنی سے مطابقت نہ کرتا ہو جب کہ دستور پاکستان (1962ء) کے آرٹیکل نمبر 2 میں درج ہے تو ایسے ضابطے' احکام اور آرڈیننس باطل ہوں گے اور ان کا کوئی قانونی اثر نہ ہو گا۔

(صفحہ 203 LL)

(ایچ) مارشل لاء 1969ء کا اعلان عبوری دستوری حکمنامہ 1969ء عدالتوں کے اختیار سماعت (رفع شکوک) کا حکم نامہ (صدر کا فرمان نمبر 3 مجریہ 1969ء) اور مارشل لاء ضابطہ نمبر 78 (چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر) مجریہ 1971ء

فوجی حکومت جسے جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے مارشل لاء کے اعلان 1969ء کے ذریعہ ملک پر مسلط کرنا چاہا' قطعی ناجائز تھی۔ صدارتی فرمان نمبر 3 مجریہ 1969ء ایک ذیلی دستوری قانون ہونے کے سبب' سپریم کورٹ اور ہائیکورٹ کے اختیارات سماعت میں جو دستور پاکستان 1962ء کے تحت انہیں حاصل تھے کوئی تخفیف نہیں کر سکتا تھا۔ صدارتی فرمان نمبر 3 مجریہ 1969ء ایک غیر آئینی دستاویز کی حیثیت رکھتا تھا۔ مارشل لاء کا ضابطہ 78 نہ صرف غیر موثر اور ناجائز ہی تھا بلکہ یہ ضرورت کی بنیاد پر باقی رکھنے کے قابل بھی نہیں تھا۔

اس موضوع پر مختلف اسناد کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد آدمی اسی نتیجے تک پہنچتا ہے کہ محض مارشل لاء کے اجراء سے یہ استحقاق ہو جاتا ہو کہ شہری قانون کو منسوخ کر دیا جائے اور شہری حکام کی کارکردگی روک دی جائے اور مسلح افواج کے کمانڈر کو یہ اختیار تو یقیناً حاصل نہیں ہو تا کہ ملک کے بنیادی قانون کو منسوخ کر دے اگر ایسا نتیجہ ایک ایسی ایجنسی کے متعلق اخذ کیا جائے جسے مملکت نے بیرونی حملوں اور اندرونی خلفشار سے خود کو محفوظ رکھنے کی غرض سے قائم کیا ہو تو یہ الٹی منطق ہو جائے گی اگر اس دلیل کو جائز

سمجھ لیا جائے کہ مارشل لاء کا اعلان کے ذریعہ قانونی نظام اپنے آپ ہی مکمل طور پر تباہ ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلح افواج خلفشار کو دبانے میں مملکت کی اعانت کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ فی الحقیقت قانونی نظام کو درہم برہم کر کے مزید خلفشار برپا کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ محض مارشل لاء کے نفاذ سے ہی مسلح افواج کے کمانڈر کو از خود یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ دستور کو جس کے تحفظ کے لئے وہ اپنے حلف کے ذریعے مجبور ہوتا ہے منسوخ کردے۔ اگر ایسا ہے تو پھر جنرل آغا محمد یحییٰ خان کو یہ حق کہاں سے مل گیا کہ انہوں نے عنان حکومت سنبھال لی؟ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے انہیں اپنے خط مورخہ 24 مارچ 1969ء کے ذریعے اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا انہوں نے انہیں اس لئے طلب کیا تھا کہ وہ اپنا آئینی اور قانونی فرض انجام دیں اور ملک میں امن و امان بحال کریں۔ اگر انہیں یہی اختیار ملا تھا تو انہیں صرف اسی بات کی اجازت تھی کہ وہ ملک میں امن و امان بحال کریں۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ خود ان کے اعلان کے ذریعے مارشل لاء کے نفاذ کا جواب بھی مشکوک ہے کیوں کہ یہ اعلان شہری حکام کی جانب سے ہونا چاہئے تھا اس کے بعد کہیں مسلح افواج کے کمانڈر کو حرکت میں آنا چاہئے تھا۔ کسی بھی قانون میں ایسی کوئی گنجائش نہیں کہ مسلح افواج کے کمانڈر کو مارشل لاء کے اعلان کا اختیار حاصل ہو گا۔ اگرچہ دوسرے تمام وفادار شہریوں کی طرح اس پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جب اسے مملکت کی اعانت کے لئے طلب کیا جائے تو اعانت کرنے کے لئے آگے بڑھے اگر شورش اس شدت کی ہو کہ عدالتیں اور شہری انتظامیہ کام کرنے کے لائق نہ ہوں تو فوج ایسے تمام اختیارات استعمال کر سکتی ہے جو حصول مقصد کے لئے ضروری ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے وہ عارضی طور پر فوجی ٹریبونلز بھی قائم کر سکتی ہے تاکہ مجرموں کو سزا دی جا سکے لیکن ایسا خواہ پورے ملک میں کیا جائے یا ملک کے کسی محدود علاقے میں اس سے شہری عدالتیں اور شہری انتظامیہ کی کارکردگی محض عارضی طور معطل ہو گی۔ پھر جونہی فوجی طاقت کے استعمال کی ضرورت ختم ہو جائے شہری انتظامیہ لازمی طور پر بحال کردی جائے گی اور وہ معمول کے مطابق اپنا کردار ادا کرنے لگے گی۔ یہ بات قابل لحاظ نہیں کہ 1969ء میں نام نہاد مارسل لاء کے نفاذ کے بعد مارشل لاء حکام کے لئے کوئی بھی موقعہ نہیں آیا کہ انہیں ایک بھی گولی چلانے کی ضرورت پڑی ہو۔ انہیں حالات اس قدر معمول پر ملے کہ شہری انتظامیہ کو کبھی اپنا کام بند نہیں کرنا پڑا اور تمام مقاصد کے لئے تمام عدالتوں کے اجلاس کا سلسلہ جاری رہا۔ صورت حال واقعی اس قدر معمول پر تھی کہ چند دنوں کے اندر ہی اس حقیقت کو تسلیم کر لیا گیا اور دستور بھی سوائے عہدہ صدارت کے جس پر خود چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر فائز ہو گئے۔ بحال کر دیا گیا۔ تمام مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں اور ان کے ماتحتوں کی کارروائیوں کے لئے جو ان کے تحت کام کر رہے تھے۔ تحفظ چاہا گیا تھا تاکہ انہیں ان کی کسی طرح کی جائز کارروائیوں کی عقوبت سے محفوظ رکھا جائے اب اگر خود مارشل لاء ہی کافی قانونی تحفظ تھا تو پھر اس خصوصی تحفظ کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کوئی غیر ملک نہیں تھا کہ جس پر کسی غیر ملکی فوج نے حملہ کیا ہو اور جنرل آغا محمد یحییٰ خان اس فوج کے سربراہ رہے ہوں نہ ہی ایسا تھا کہ اس فوج نے کسی غیر ملک کو فتح کیا ہو۔ ایسی صورت میں بین الاقوامی قانون کے تحت (Jus-Belli) نوعیت کے کسی وقوعہ کی بناء پر "فوجی حکومت" کے تسلط کا کوئی ممکنہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا اس ملک میں جو مارشل لاء ہو سکتا تھا اور وہ بھی اس صورت میں جب کہ یہ مان لیا جاتا کہ ملک میں وسیع پیمانے پر بدامنی ہو گئی ہے جس کا فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے اپنے خط مورخہ 24 مارچ 1969ء میں ذکر کیا تھا۔ اس کی نوعیت بس اسی مارشل لاء کی سی ہوتی جو عام انگریزی قانون کے تحت نافذ ہو سکتا ہے اور جو برطانیہ وقتاً فوقتاً نافذ کرتا ہے۔ مثلاً جیسا کہ 1919ء میں امرتسر' لاہور اور گوجرانوالہ میں 1921ء میں موپلوں کی آبادی کے علاقے میں 1953ء میں لاہور میں نافذ کیا گیا تھا۔ اس قسم کے مارشل لاء کے تحت یقیناً کسی دستور کی تنسیخ یا فوجی حکمرانی کے نفاذ یا ملک کے دوسرے علاقوں میں کام کرنے والی شہری انتظامیہ کی برطرفی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے خواہ آئینی نقطہ نگاہ۔

مارشل لاء کے نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مارچ 1969ء میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان یا جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے جو کچھ بھی کیا اس کی قطعی کوئی قانونی بنیاد نہیں تھی یہ کوئی انقلاب یا فوجی قبضہ بھی ان اصطلاحات کے صحیح مفہوم کے تحت نہیں تھا۔ فوجی کمانڈر نے عنان حکومت طاقت کے ذریعہ نہیں سنبھالی تھی اور نہ انہوں نے آئینی صدر کو برطرف کیا تھا۔ آئینی صدر کو الگ کرتے ہی آئینی مشینری خود بخود حرکت میں آ جاتی ہے اور اسپیکر قائم مقام صدر کا عہدہ اس وقت تک سنبھالے رہتے جب تک کہ صدر کے جانشین کا انتخاب نہ ہو جاتا۔ اس کے بعد دستور کے مطابق سیاسی مشینری حرکت میں آتی اور اگر فوجی کمانڈر نے غیر قانونی طور پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کو برطرف نہ کر دیا ہوتا تو یہ اسمبلیاں اگر کچھ سیاسی تنازعات ہوتے تو انہیں حل کرنے کے لئے آگے بڑھتیں لیکن فوجی کمانڈر نے آئینی مشینری کو حرکت میں آنے نہیں دیا بلکہ خود ہی حکومت کی کارکردگی سنبھال کر ہر قسم کے مارشل لاء کے ضوابط' صدارتی فرامین اور آرڈیننس جاری کرنے شروع کردیئے۔

(صفحہ U.U.X.W190)

لہٰذا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کیا جا سکتا کہ جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے جو فوجی حکومت ملک پر مسلط کرنے کی کوشش کی وہ قطعی ناجائز تھی۔

(صفحہ x192)

صدارتی فرمان نمبر3 مجریہ 1969ء ایک ذیلی آئینی ضابطہ تھا اور اس

کے ذریعہ ان اختیارات سماعت میں کوئی تخفیف نہیں کی جا سکتی تھی جو 1962ء کے آئین کے ذریعے ہائی کورٹوں اور سپریم کورٹ کو دیئے گئے تھے ان کے اختیار سماعت کا تحفظ عبوری آئینی حکمنامہ میں بھی دیا گیا تھا۔

(صفحہ 198)

لہٰذا اس معاملے کو خواہ کسی بھی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے چاہے شدید قانونی و آئینی لحاظ سے ہو یا جاری اسناد کے اصول کے تحت ہو بلکہ خود اس نام نہاد قانونی نظام کے تحت بھی جس کو عبوری آئینی حکمنامہ مجریہ 1969ء کا نام دیا گیا' دیکھا جائے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ صدارتی فرمان نمبر 3 ایک غیر آئینی دستاویز تھا..... صدارتی فرمان نمبر 3 مجریہ 1969ء اور مارشل لاء ضابطہ نمبر 78 مجریہ 1971ء دونوں چونکہ نااہل حکمران کے ذریعہ نافذ کئے گئے لہٰذا جواز کے اس وصف سے محروم تھے جو ایک جائز قانون کے لئے لازمی ہے۔

جسٹس یعقوب علی۔ چونکہ صدارتی فرمان نمبر 3 مجریہ 1969ء اور مارشل لاء ضابطہ نمبر 78 دونوں کا مقصد یہ تھا کہ عدالتوں کو عدلیہ کی کارگزاری سے روک دیا جائے اور دونون تصور قانون کے برخلاف تھے اس لئے عدالتیں ان دونوں میں سے کسی کو بھی بطور قانون تسلیم نہیں کر سکتیں۔

(صفحہ 237 ss)

مارشل لاء تین قسم کے ہوتے ہیں (1) وہ قانون جو مسلح افواج کے ڈسپلن اور ان کے کردار کو منضبط کرتا ہو موجود کیس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ (2) وہ قانون جو کوئی فاتح فوج اپنے مفتوحہ غیر ملکی علاقے میں نافذ کرتی ہے اور جس کے متعلق دارالامراء میں ڈیوک آف ویلنگٹن نے اعلان کیا تھا کہ مارشل لاء اس جنرل کی مرضی کا نام ہے جو فوج کی کمان کرتا ہے یہ اس سے نہ کچھ کم ہے نہ زیادہ۔ دراصل مارشل لاء کے معنی "کوئی قانون نہیں" کے ہوتے ہیں اس کیس کا اس قسم کے مارشل لاء سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ (3) اس قسم کے مارشل لاء وہ ہے جس کا تعلق اندرونی صورت حال شہری انتظامیہ کے قابو سے باہر ہو جانے پر فوج کے اختیار سنبھالنے سے ہے اسی حالت میں فوج طاقت استعمال کر کے امن و امان بحال کرتی ہے تاکہ شہری انتظامیہ دوبارہ اقتدار سنبھال سکے اس نوعیت کے مارشل لاء کے تحت جو ضوابط اور احکام نافذ کئے جاتے ہیں وہ صرف بدامنی کے زمانے تک کے لئے ہوتے ہیں۔ یحییٰ خان نے جو مارشل لاء نافذ کیا تھا وہ دوسری نوعیت کا تھا۔ 25 مارچ 1969ء سے 20 مارچ 1971ء تک انہوں نے جو بکثرت مارشل لاء ضابطے اور مارشل لاء احکام نافذ کئے ان کا شہری بدامنی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ امن و امان واقعتاً ان کے آنے کے کئے دن کے اندر ہی بحال ہو گیا تھا۔ لہٰذا مارشل لاء کا خاتمہ ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن یحییٰ خان نے عدالت عالیہ سمیت پاکستان کے تمام قالب اور اداروں کو اس نظر سے دیکھا جیسے یہ سب محض ان کی مرضی کے مظہر ہوں۔ جیسے کسی فاتح فوج کے کمانڈر اپنے مفتوحہ علاقے سے روا رکھتا ہو۔ لیکن پاکستان نہ تو کوئی مفتوحہ علاقہ تھا اور نہ یحییٰ خان کوئی غیر ملکی فاتح تھے۔ لہٰذا انہوں نے جو مارشل لاء مسلط کیا وہ ناجائز تھا اور تمام مارشل لاء کے ضوابط اور احکام جو انہوں نے جاری کئے سیدھی طرح اس بناء پر باطل تھے کہ انہیں کوئی قانونی تاثر حاصل نہیں تھا۔

(صفحہ TT238)

(1) تحریری ضوابط کی وضاحت۔ قانونی طور پر' غیر قانونی اور ناجائز' اصول ضرورت' ایک فوجی مہم جو کہ ذریعے اختیارات کا ناجائز غصب کیا جانا' ایسی حکومت کے دور میں جتنے بھی قوانین بنائے گئے وہ سب ناجائز ہیں۔ ایسے مداخلتی دور میں جو کچھ بھی کیا گیا خواہ وہ اچھا ہو یا برا اسے اس حیثیت سے تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ چارہ کار' اصول ضرورت کے تحت حاصل کیا جا سکتا ہے وہ اسی طرح کہ بعض قانون سازی کے ذریعے غیر قانونیت کا ازالہ کیا جائے تاکہ ملک کو وسیع تر انتشار سے اور شہریوں کو دشواریوں سے بچایا جائے۔

جنرل آغا محمد یحییٰ خان نے اپنے اعلان مجریہ 1969ء کے ذریعے اپنے آپ کو صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر قرار دے کر اقتدار پر جو قبضہ کر لیا تھا اسے سپریم کورٹ نے قطعی ناجائز قرار دے دیا تھا۔ اس پر یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کی ناجائز حکومت کے دوران جو کچھ ہوا (جو قوانین بنائے گئے اور قانونی تدابیر اختیار کی گئیں) اس کا کیا ہو' اس کے جواب میں کہا گیا کہ خواہ وہ اچھا ہو یا برا سب کے ساتھ یکساں برتاؤ ہو گا۔ یعنی سب کو غیر موثر اور ناجائز قرار دیا جائے گا۔ یہ رائے قائم کی گئی کہ ایسے حالات میں عدالتوں پر سخت ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انہیں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے انتشار پھیلے اور زیادہ شدید نوعیت کی بدامنی پیدا ہو۔ ان کا فرض ہے کہ ان سے گریز کرتے ہوئے جہاں تک ممکن ہو سکے قانون کے مطابق فیصلے کریں' ناجائز طور پر اقتدار پر قابض ہونے والوں کے دوران کسی استحقاق کے بغیر جو قوانین بنائے گئے انہیں عدالتیں ایک خاص حد تک اصول ضرورت کے تحت ایسے قوانین کو جائز سمجھ لیا جائے تاکہ سیاست کے اندر تباہ کن حالات نہ پیدا ہوں اور سماجی نظام درہم برہم نہ ہو سکے' اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس طرح ناجائز کیا جا رہا ہے لیکن فی الحقیقت اسے تلافی کا اصول کہا جائے گا' نہ کہ ناجائز کو جائز کرنے کا اصول....

جسٹس یعقوب علی۔ اصول ضرورت کے تحت جن قوانین کو جاری رکھا گیا انہیں جواز کی حیثیت حاصل نہیں ہو جاتی' وہ ناجائز ہی رہتے ہیں۔ لیکن ان ناجائز قوانین کے تحت جو کارروائیاں کی جاتی ہیں اور انہیں جو منظوری دی جاتی ہے وہ ان برائیوں کے پیش نظر دی جاتی ہے جن سے گریز مقصود ہے۔ نوعیت کے اعتبار سے یہ عبوری اور عارضی ہیں اور عدالتی تبصرے سے بری نہیں ہیں۔

پاکستان پیپلز پارٹی، نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کے درمیان

سہ فریقی معاہدہ

6 مارچ 1972ء

بنیادی دستاویزات اور پس منظر

سہ فریقی معاہدہ

پاکستان پیپلز پارٹی، نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کے درمیان 6 مارچ 1972ء کو جو تصفیہ ہوا۔ اس کا متن حسب ذیل ہے:۔

مندرجہ ذیل حضرات نے ان مذاکرات میں شرکت کی جو 4 مارچ 1972ء کو شروع ہوئے اور 6 مارچ 1972ء کو اختتام پذیر ہوئے۔

پاکستان پیپلز پارٹی

صدر پاکستان (چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی)
جناب حیات محمد خان شیرپاؤ
جناب غلام مصطفےٰ جتوئی
مولانا کوثر نیازی
جناب رفیع رضا

نیشنل عوامی پارٹی

خان عبدالولی خان (صدر نیشنل عوامی پارٹی)
میر غوث بخش بزنجو
جناب ارباب سکندر
جناب خیر بخش مری

جمعیت العلمائے اسلام

مولانا مفتی محمود (جنرل سیکرٹری جمعیت العلمائے پاکستان،
مولانا غلام غوث ہزاروی

1- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے تجویز پیش کی کہ 21 اپریل 1972ء کو قومی اسمبلی کا مختصر اجلاس منعقد کیا جائے جو تین دن سے زیادہ مدت تک کے لئے نہ ہو۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے تجویز پیش کی کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 23 مارچ 1972ء کو منعقد کیا جائے۔

(ج) یہ طے پایا کہ ارکان اسمبلی کو اجلاس میں شرکت کے دعوت نامے 23 مارچ 1972ء کو جاری کئے جائیں اور قومی اسمبلی کا اجلاس 14 اپریل کو منعقد کیا جائے جو تین دن سے زیادہ مدت تک جاری نہ رہے اور اس عرصے میں مندرجہ ذیل پیرا نمبر 2، 3 اور 4 میں بیان کئے گئے معاملات کے بارے میں رائے لی جائے گی۔

2- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے جو تجویز پیش کی کہ ایک عبوری دستور کی منظوری دینے کے لئے جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء بشمول انڈی پنڈنس ایکٹ 1947ء معہ لازمی ترمیمات کی بنیاد پر ہو یا 1962ء کے دستور معہ لازمی ترمیمات کی بنیاد پر ہو قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد کیا جائے۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے یہ تجویز پیش کی کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء بشمول انڈی پنڈنس ایکٹ 1947ء معہ لازمی ترمیمات کی بنیاد پر عبوری دستور منظور کیا جائے۔

(ج) یہ طے پایا کہ ایک عبوری دستور ایکٹ 1935ء بشمول انڈی پنڈنس ایکٹ 1947ء معہ لازمی ترمیمات کی بنیاد پر تیار کیا جائے گا نیز یہ کہ تین دن سے زیادہ اس پر بحث نہیں ہوگی جس میں صرف پارٹی لیڈر یا ان کے نامزد کردہ افراد تقریر کریں گے۔ اس مقصد کے لئے یہ پارٹیاں ہوں گی :

پاکستان پیپلز پارٹی، پاکستان مسلم لیگ (قیوم گروپ)، جمعیت العلمائے اسلام، نیشنل عوامی پارٹی، جمعیت العلمائے پاکستان، پاکستان مسلم لیگ (کونسل)، جماعت اسلامی، پاکستان مسلم لیگ (کنونشن)، قبائلی علاقوں کے آزاد ارکان قومی اسمبلی کا ایک نمائندہ اور بقیہ آزاد ارکان اسمبلی کا ایک نمائندہ۔

3- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے دوسری تجویز یہ پیش کی کہ 21 اپریل 1972ء کو اجلاس منعقد ہونے پر قومی اسمبلی حکومت پر تحریک اعتماد منظور کرے اور 14 اگست 1972ء تک مارشل لاء کے جاری رہنے کی منظوری دے اور اس کی توثیق کرے۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے یہ تجویز پیش کی کہ 7 جون 1972ء تک مارشل لاء جاری رکھا جائے۔

(ج) یہ طے پایا کہ اس اجلاس میں حکومت میں اعتماد کا ووٹ ہوگا اور 14 اگست 1972ء تک مارشل لا جاری رکھنے کی منظوری دی جائے گی۔

4- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے تیسری تجویز یہ پیش کی کہ مختصر مدت کے لئے اجلاس شروع ہونے کے بعد قومی اسمبلی کو ایوان کی ایک کمیٹی مقرر کرنی چاہئے جو ایک دستور کا مسودہ تیار کر کے یکم اگست 1972ء کو پیش کر دے۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے تجویز پیش کی کہ دستور کا مسودہ یکم جولائی 1972ء تک پیش کیا جائے نیز یہ کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 7 جولائی 1972ء کو دوبارہ منعقد کیا جائے۔

(ج) یہ طے پایا کہ دستور کی رپورٹ یکم اگست 1972ء تک پیش کی جائے نیز یہ کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 14 اگست 1972ء کو دوبارہ منعقد کیا جائے۔

5- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے تجویز پیش کی کہ جب 14 اگست 1972ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس دوبارہ منعقد کیا جائے گا تو یہ صرف دستور ساز ادارہ کی حیثیت سے کام کرے تاکہ دستور جلد مرتب کیا جا سکے۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے یہ تجویز پیش کی کہ جب 14 اگست 1972ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہو تو 14 اگست

1972ء کے بعد قانون ساز ادارہ کی حیثیت سے بھی کام کرے۔

(ج) یہ طے پایا کہ 14 اگست 1972ء کے بعد قومی اسمبلی مستقل دستور نافذ العمل ہونے تک دستور ساز ادارہ اور قانون ساز ادارہ' دونوں حیثیت سے کام کرے۔ اس امر کا اعادہ کیا گیا کہ ہنگامی حالت ختم کرنے تک قانون کے تحت صدر مملکت کے اختیارات اس وقت قائم رہیں گے جب تک کہ ہنگامی حالت ختم ہونے کا اعلان نہ کر دیا جائے۔

6- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے تجویز پیش کی کہ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس عبوری دستور کے پاس ہونے کے بعد یعنی کیم مئی 1972ء کو منعقد کئے جائیں۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے تجویز پیش کی کہ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس 10 اپریل 1972ء کو منعقد کئے جائیں۔

(ج) یہ طے پایا کہ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس 21 اپریل 1972ء کو منعقد کئے جائیں۔

7- یہ بات منظور کر لی گئی کہ مرکز اور صوبوں دونوں میں حکومت پارلیمانی اکثریت کی بنیاد پر تشکیل دی جائے۔

8- یہ بھی منظور کر لیا گیا کہ جب تک نیا دستور نافذ العمل نہیں ہوتا' اس وقت تک کوئی بھی شخص جو ایک سے زائد اسمبلی کا منتخب ممبر ہو گا اسے دونوں ایوانوں میں اپنی نشستیں برقرار رکھنے کی اجازت ہو گی اور یہ اس وقت تک رہے گا جب تک دستور قطعی طور پر منظور نہیں کر لیا جاتا۔ اسی طرح صدر' نائب صدر' گورنر' وزراء اور مرکز و صوبوں میں مشیروں کی متعلقہ اسمبلیوں میں نشستیں بھی برقرار رہیں گی۔

9- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے تجویز پیش کی کہ موجودہ گورنر نئے دستور کے منظور ہو جانے تک گورنر رہیں گے۔ لیکن عبوری دستور کی منظوری کے بعد وہ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نہیں رہیں گے۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے یہ تجویز پیش کی کہ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس منعقد ہونے کے بعد گورنروں کا تقرر وزیر اعلیٰ کے مشورے سے ہونا چاہئے۔ اسی اثنا میں آج سے صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس منعقد ہونے تک شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں حکومتیں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کے حوالے کر دینی چاہئیں۔

(ج) یہ طے پایا کہ جب تک قومی اسمبلی مستقل دستور کی تشکیل نہیں کرتی۔ مرکزی حکومت کو ماضی کی طرح بدستور یہ حق حاصل رہنا چاہئے کہ وہ صوبوں میں اپنے گورنر مقرر کر سکے۔ لیکن سمجھوتے کی غرض سے مرکزی حکومت اس عبوری عرصے کے دوران گورنروں کا تقرر مذکورہ صوبوں میں اکثریتی پارٹیوں کے مشورہ سے کرے گی۔

10- یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور صوبہ بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام اکثریتی پارٹیاں ہیں اور وہ ان دو صوبوں میں حکومتیں بنانے کی مستحق ہوں گے۔

11- پاکستان پیپلز پارٹی نے یہ تجویز پیش کی کہ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس منعقد ہونے کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہو لوکل باڈیز کے انتخابات کی تاریخ مقرر کی جائے نیز یہ کہ تمام صوبوں میں انتخابات ایک ہی تاریخ کو ہوں۔ اس تجویز پر اتفاق ہو گیا اور صوبائی اسمبلیوں کا اجلاس شروع ہونے کے بعد جلد ہی کسی متفقہ تاریخ کو انتخابات منعقد ہوں گے۔

12- صدر نے یہ کہا کہ وہ آج یہ اعلان کریں گے کہ 14 اگست 1972ء کو مارشل لا اٹھا لیا جائے گا۔

دستخط جناب ذوالفقار علی بھٹو
صدر پاکستان اور چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی
دستخط خان عبدالولی خان
صدر نیشنل عوامی پارٹی
دستخط مولانا مفتی محمود
جنرل سیکرٹری جمعیت العلمائے اسلام

راولپنڈی
6 مارچ 1972ء

صدر مملکت کی 6 مارچ 1972ء کی تقریر کا متن

صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے 6 مارچ 1972ء کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے ریڈیو اور ٹیلی وژن پر حسب ذیل تقریر کی:-

میں ریڈیو اور ٹیلی وژن پر سربراہ مملکت کے بار بار خطاب کرنے کے اگرچہ خلاف ہوں' تاہم قوم کو اہم واقعات سے آگاہ کرنا بھی میری ذمہ داری ہے۔ بات یہ ہے کہ گزشتہ چند دنوں میں ایسے کئی واقعات رونما ہوئے ہیں جن کی وجہ سے مجھے آج رات پھر آپ کو زحمت دینا پڑ رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اسے گوارا کریں گے۔

آپ کو علم ہے کہ گزشتہ دس سال یا اس سے زائد مدت کے دوران جو بد اعمالیاں ہوئی تھیں۔ ان کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی سیاسی کشیدگی دور کرنے کی غرض سے ہم نے کئی کارروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلہ میں ماہ رواں کی چوتھی تاریخ ہم نے کسی تصفیہ تک پہنچنے کے لئے نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام سے مذاکرات شروع کئے جو شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں اکثریتی پارٹیاں ہیں۔ ان مذاکرات کے متعلق قوم کو بڑی فکر لاحق رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج جو تصفیہ طے پایا ہے کہ اس کے بارے میں آپ کو مطلع کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔

تصفیہ کی شرائط غیر مبہم اور بالکل واضح ہیں اور ان کی تشریح و توضیح کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ یہ شرائط جن میں جانبین کے موقف کی

وضاحت کی گئی ہے اور قطعی تصفیہ کا اعلان کیا گیا ہے' مندرجہ ذیل ہے:۔

1- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے تجویز پیش کی کہ 21 اپریل 1972ء کو قومی اسمبلی کا مختصر اجلاس منعقد کیا جائے جو تین دن سے زیادہ مدت تک کے لئے نہ ہو۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے تجویز پیش کی کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 23 مارچ 1972ء کو منعقد کیا جائے۔

(ج) یہ طے پایا کہ ارکان اسمبلی کو اجلاس میں شرکت کے دعوت نامے 23 مارچ 1972ء کو جاری کئے جائیں اور قومی اسمبلی کا اجلاس 14 اپریل کو منعقد کیا جائے جو تین دن سے زیادہ مدت تک جاری نہ رہے اور اس عرصے میں مندرجہ ذیل پیرا نمبر 2'3 اور 4 میں بیان کئے گئے معاملات کے بارے میں رائے لی جائے گی۔

2- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے جو تجویز پیش کی کہ ایک عبوری دستور کی منظوری دینے کے لئے جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء بشمول انڈی پنڈنس ایکٹ 1947ء معہ لازمی ترمیمات کی بنیاد پر ہو یا 1962ء کے دستور معہ لازمی ترمیمات کی بنیاد پر ہو' قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد کیا جائے۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے یہ تجویز پیش کی کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء بشمول انڈی پنڈنس ایکٹ 1947ء معہ لازمی ترمیمات کی بنیاد پر عبوری دستور منظور کیا جائے۔

(ج) یہ طے پایا کہ ایک عبوری دستور ایکٹ 1935ء بشمول انڈی پنڈنس ایکٹ 1947ء معہ لازمی ترمیمات کی بنیاد پر تیار کیا جائے گا نیز یہ کہ تین دن سے زیادہ اس پر بحث نہیں ہوگی جس میں صرف پارٹی لیڈر یا ان کے نامزد کردہ افراد تقریر کریں گے۔ اس مقصد کے لئے یہ پارٹیاں ہوں گی:۔

پاکستان پیپلز پارٹی' پاکستان مسلم لیگ (قیوم گروپ) جمعیت العلمائے اسلام' نیشنل عوامی پارٹی' جمعیت العلمائے پاکستان' پاکستان مسلم لیگ (کونسل)' جماعت اسلامی' پاکستان مسلم لیگ (کنونشن)' قبائلی علاقوں کے آزاد ارکان قومی اسمبلی کا ایک نمائندہ اور بقیہ آزاد ارکان اسمبلی کا ایک نمائندہ۔

3- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے دوسری تجویز یہ پیش کی کہ 21 اپریل 1972ء کو اجلاس منعقد ہونے پر قومی اسمبلی حکومت پر تحریک اعتماد منظور کرے اور 14 اگست 1972ء تک مارشل لاء کے جاری رہنے کی منظوری دے اور اس کی توثیق کرے۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے یہ تجویز پیش کی کہ 7 جون 1972ء تک مارشل لاء جاری رکھا جائے۔

(ج) یہ طے پایا کہ اس اجلاس میں حکومت میں اعتماد کا ووٹ ہو گا اور 14 اگست 1972ء تک مارشل لا جاری رکھنے کی منظوری دی جائے گی۔

4- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے تیسری تجویز یہ پیش کی کہ مختصر مدت کے لئے اجلاس شروع ہونے کے بعد قومی اسمبلی کو ایوان کی ایک کمیٹی مقرر کرنی چاہئے جو ایک دستور کا مسودہ تیار کر کے یکم اگست 1972ء کو پیش کر دے۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے تجویز پیش کی کہ دستور کا مسودہ یکم جولائی 1972ء تک پیش کیا جائے نیز یہ کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 7 جولائی 1972ء کو دوبارہ منعقد کیا جائے۔

(ج) یہ طے پایا کہ دستور کی رپورٹ یکم اگست 1972ء تک پیش کی جائے نیز یہ کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 14 اگست 1972ء کو دوبارہ منعقد کیا جائے۔

5- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے تجویز پیش کی کہ جب 14 اگست 1972ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس دوبارہ منعقد کیا جائے گا تو یہ صرف دستور ساز ادارہ کی حیثیت سے کام کرے تاکہ دستور جلد مرتب کیا جا سکے۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے یہ تجویز پیش کی کہ جب 14 اگست 1972ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہو تو 14 اگست 1972ء کے بعد قانون ساز ادارہ کی حیثیت سے بھی کام کرے۔

(ج) یہ طے پایا کہ 14 اگست 1972ء کے بعد قومی اسمبلی مستقل دستور نافذ العمل ہونے تک دستور ساز ادارہ اور قانون ساز ادارہ' دونوں حیثیت سے کام کرے۔ اس امر کا اعادہ کیا گیا کہ ہنگامی حالت ختم کرنے تک قانون کے تحت صدر مملکت کے اختیارات اس وقت قائم رہیں گے جب تک کہ ہنگامی حالت ختم ہونے کا اعلان نہ کر دیا جائے۔

6- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے تجویز پیش کی کہ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس عبوری دستور کے پاس ہونے کے بعد یعنی یکم مئی 1972ء کو منعقد کئے جائیں۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے تجویز پیش کی کہ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس 10 اپریل 1972ء کو منعقد کئے جائیں۔

(ج) یہ طے پایا کہ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس 21 اپریل 1972ء کو منعقد کئے جائیں۔

7- یہ بات منظور کر لی گئی کہ مرکز اور صوبوں دونوں میں حکومت پارلیمانی اکثریت کی بنیاد پر تشکیل دی جائے۔

8- یہ بھی منظور کر لیا گیا کہ جب تک نیا دستور نافذ العمل نہیں ہوتا' اس وقت تک کوئی بھی شخص جو ایک سے زائد اسمبلی کا منتخب ممبر ہو گا اسے دونوں ایوانوں میں اپنی نشستیں برقرار رکھنے کی اجازت ہو گی اور یہ اس وقت تک رہے گا جب تک دستور قطعی طور پر منظور نہیں کر لیا جاتا۔ اسی طرح صدر' نائب صدر' گورنر' وزراء اور مرکز و صوبوں میں مشیروں کی متعلقہ اسمبلیوں میں نشستیں بھی برقرار رہیں گی۔

9- (الف) پاکستان پیپلز پارٹی نے تجویز پیش کی کہ موجودہ گورنر نئے

دستور کے منظور ہو جانے تک گورنر رہیں گے۔ لیکن عبوری دستور کی منظوری کے بعد وہ مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر نہیں رہیں گے۔

(ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے یہ تجویز پیش کی کہ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس منعقد ہونے کے بعد گورنروں کا تقرر وزیر اعلیٰ کے مشورے سے ہونا چاہئے۔ اسی اثنا میں آج سے صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس منعقد ہونے تک شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں حکومتیں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کے حوالے کر دینی چاہئیں۔

(ج) یہ طے پایا کہ جب تک قومی اسمبلی مستقل دستور کی تشکیل نہیں کرتی۔ مرکزی حکومت کو ماضی کی طرح بدستور یہ حق حاصل رہنا چاہئے کہ وہ صوبوں میں اپنے گورنر مقرر کر سکے۔ لیکن سمجھوتے کی غرض سے مرکزی حکومت اس عبوری عرصے کے دوران گورنروں کا تقرر مذکورہ صوبوں میں اکثریتی پارٹیوں کے مشورہ سے کرے گی۔

10- یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور صوبہ بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام اکثریتی پارٹیاں ہیں اور وہ ان دو صوبوں میں حکومتیں بنانے کی مستحق ہوں گے۔

11- پاکستان پیپلز پارٹی نے یہ تجویز پیش کی کہ صوبائی اسمبلیوں کے اجلاس منعقد ہونے کے بعد جہاں تک جلد ممکن ہو لوکل باڈیز کے انتخابات کی تاریخ مقرر کی جائے نیز یہ کہ تمام صوبوں میں انتخابات ایک ہی تاریخ کو ہوں۔ اس تجویز پر اتفاق ہو گیا اور صوبائی اسمبلیوں کا اجلاس شروع ہونے کے بعد جلد ہی کسی متفقہ تاریخ کو انتخابات منعقد ہوں گے۔

12- صدر نے یہ کہا کہ وہ آج یہ اعلان کریں گے کہ 14 اگست 1972ء کو مارشل لا اٹھالیا جائے گا۔

مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ تبادلہ خیالات کے دوران جب میں نے لیڈروں کے سامنے مارشل لاء برقرار رکھنے کے کچھ ناگزیر اسباب کی وضاحت کی تو انہیں ہماری حقیقی مشکلات کا احساس ہوا اور وہ اس بات پر رضامند ہو گئے کہ 14 اگست 1972ء تک مارشل لاء جاری رہے۔ میں قوم کو واضح طور پر آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ مارشل لاء کی لعنت جو اتنے طویل عرصے سے ہمیں پریشان کئے ہوئے ہے۔ انشاء اللہ 14 اگست 1972ء کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دی جائے گی۔

سیاست دان کی حیثیت سے میں ہمیشہ اس بنیادی اصول کا قائل رہا ہوں کہ سیاسی مسائل کو سیاسی حل کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے ان مذاکرات کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لئے انتہائی کوششیں کی ہیں۔ ہم نے مفاہمت اور توافق کے جذبہ سے کام کیا ہے جو جمہوریت کی جان ہے۔

قومی اسمبلی نیز پنجاب اور سندھ کے صوبوں میں اکثریتی جماعت کے لیڈر کی حیثیت سے میں اپنا یہ فریضہ سمجھتا ہوں کہ دوسرے سیاسی لیڈروں سے بھی برابر رابطہ قائم رکھوں۔

ہم ساری متعلقہ سیاسی قوتوں سے مثبت بات چیت کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور ہر ایک کو وہی اہمیت اور عزت دیں گے جو اس کا حق ہے۔ آج جو تصفیہ ہوا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا رویہ یا نقطہ نظر غیر مصالحانہ نہیں ہے۔

اس سے پہلے کئی بار لفظ "معاہدہ" استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے غیر ضروری غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اس لئے میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آج چاروں صوبوں کی اکثریتی پارٹیاں قوم کو درپیش نازک مسائل کے بارے میں ایک سیاسی تصفیہ پر پہنچ گئی ہیں۔ اس نازک وقت میں جو سمجھوتہ ہوا ہے' وہ بذات خود معاہدہ کی شکل اختیار نہیں کرتا تاہم کسی سمجھوتے پر پہنچنے کے جذبہ کے تحت اٹھایا جانے والا کوئی مفید قدم دیگر اقدام کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے۔ اور اگر مزید تحریک حاصل ہو تو آئندہ اور بھی تیز رفتاری سے آگے بڑھا جا سکتا ہے لیکن اس کا انحصار پاکستان کے دستور کی تدوین و ترتیب میں قومی اہمیت کے دیگر متعلقہ امور میں تمام اطراف سے ظاہر کئے جانے والے جذبہ تعاون پر ہو گا۔

طمانیت کے اس لمحہ میں جذبہ حب الوطنی کے ساتھ ماضی پر نظر ڈالتے ہوئے میں آپ دوستوں اور شہریوں کو یاد دلاتا ہوں کہ میں نے لاڑکانہ میں ماہ اکتوبر 1967ء میں "ایک نئی جماعت کیوں؟" کے موضوع پر ایک مقالہ لکھا تھا۔ یہ دستاویز بعد ازاں یکم دسمبر 1967ء کو ہماری ایک بنیادی دستاویز بن گئی۔ میں نے تقریباً 4 سال قبل یہ لکھا تھا:

"یہ بات دریافت کی جا سکتی ہے کہ ان حالات میں ایک نئی پارٹی قائم کرنا کیوں ضروری ہے جب کہ اولین مقصد اپوزیشن پارٹیوں کو متحد کرنا ہے۔ قدرے مزید گہرے تجزیئے سے اس امر کا انکشاف ہو گا کہ اسی بنا پر موجودہ اپوزیشن پارٹیوں کے اتحاد کو مضبوط کرنے کے لئے ایک نئی پارٹی ضروری ہے۔ یہ پارٹی موجودہ متصادم مفادات کے درمیان پل کا کام دے گی اور تاریخی تقسیموں کو دور کرنے میں رہنمائی کرے گی۔ میں نے تصور کیا تھا کہ ہم ایک سنہرا پل ثابت ہوں گے۔ چنانچہ اسی مقصد کے تحت ایک نئی انقلابی پارٹی کی شکل میں ایک پرجوش قوت رونما ہوئی۔ جس کا نصب العین باشندگان پاکستان کی خدمت کرنا ہے۔ آج ہم تاریک راستوں سے گزر چکے ہیں۔ اور میں اس سنہری پل کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔"

خان عبدالولی خان کے وہ بیانات جن میں انہوں نے سہ فریقی معاہدہ کا خیر مقدم کیا

"نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ خان عبدالولی خان نے آج کہا کہ نیشنل عوامی پارٹی' جمعیت العلمائے اسلام اور پاکستان پیپلز پارٹی کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے اس نے ملک میں سیاسی معاملات کو ایک نیا اور تعمیری رخ دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج مارشل لا کا اٹھایا جانا ایک طے شدہ امر ہے اور اس کے لئے تاریخ کا تعین کیا جا چکا ہے۔"

(خان عبدالولی خان کے ایک انٹرویو کا اقتباس جو روزنامہ "سن" کراچی مورخہ 8 مارچ 1972ء میں شائع ہوا)

خان عبدالولی خان نے اپنی پارٹی' پاکستان پیپلز پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کے درمیان ہونے والے سہ فریقی سیاسی معاہدے کی کل پر زور حمایت کی۔

چارسدہ میں وکلاء سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ معاہدہ قوم کے بہترین مفادات میں ہے اور پاکستان کی سالمیت اور یکجہتی کے لئے ضروری ہے۔

انہوں نے کہا کہ مارشل لاء اٹھانے' صوبوں اور مرکز دونوں میں اکثریتی پارٹیوں کی حکومت اور جمہوریت کی بحالی کے بارے میں نیشنل عوامی پارٹی کے موقف کی اس معاہدہ میں حمایت کی گئی ہے۔

(چارسدہ کے وکلاء سے 16 مارچ 1972ء کو خان عبدالولی خان کے خطاب کے چند اقتباسات)

(اے پی پی کی رپورٹ جو روزنامہ "ڈان" کراچی مورخہ 17 مارچ 1972ء کو شائع ہوئی)

"وکلاء کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے جناب ولی خان نے کہا کہ ان کی پارٹی نے مارشل لاء کو 14 اگست تک جاری رکھنا نیک نیتی کے ساتھ منظور کیا ہے۔ کیونکہ حالات ایسے ہیں کہ ملک میں مختلف سیاسی قوتوں کے درمیان اتحاد اور مفاہمت کی ضرورت ہے۔"

(11 مارچ 1972ء کو خان عبدالولی خان کے ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن پشاور کے ارکان سے خطاب کے اقتباسات روزنامہ "ڈان" کراچی 12 مارچ 1972ء)

"مرکز میں بھی مارشل لاء 14 اگست 1972ء کو ختم ہو جائے گا۔"

(نیشنل عوامی پارٹی کی سنٹرل ورکنگ کمیٹی منعقدہ راولپنڈی کی 6 مارچ 1972ء کو منظور کردہ قرارداد سے اقتباس)

(پی پی آئی رپورٹ شائع کردہ "ڈان" کراچی 7 مارچ 1972ء)

خان عبدالولی خان کے نام مولانا کوثر نیازی کے دو خطوط

کیمپ آفس' لاہور 19 مارچ 1972ء

مائی ڈیئر خان صاحب!

مجھے امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ روزنامہ "جنگ" نے اپنی 18 مارچ 1972ء کی اشاعت میں صفحہ اول پر سہ کالمی سرخی کے ساتھ ایک خبر شائع کی ہے جس میں آپ سے منسوب یہ بیان ہے کہ قومی اسمبلی مارشل کی توثیق نہیں کرے گی۔ میں نے صدر مملکت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے۔ انہیں یقین ہے کہ آپ نے اس قسم کا بیان نہیں دیا ہو گا اور آپ کا غلط حوالہ دیا گیا ہے کیوں کہ یہ بیان اس معاہدہ کے منافی ہے جو حال ہی میں تینوں سیاسی پارٹیوں کے درمیان ہوا ہے۔ صدر مملکت کا خیال ہے کہ میں آپ کے نظریات اس مسئلہ کے بارے میں معلوم کروں۔ میں نے اخباری تراشے میں متعلقہ حصے خط کشیدہ کر دیئے ہیں۔ جلد جواب کا متمنی ہوں۔

بہترین تمناؤں کے ساتھ۔

آپ کا مخلص

(دستخط) مولانا کوثر نیازی

خان عبدالولی خان' صدر نیشنل عوامی پارٹی
شاہی باغ' چارسدہ

خط نمبر 2

خفیہ' رجسٹرڈ اے۔ڈی وزیر برائے اطلاعات و نشریات' حج اور اوقاف
راولپنڈی 25 مارچ 1972ء

مائی ڈیئر ولی خان صاحب!

مجھے امید ہے کہ آپ کو میرا پہلا خط مورخہ 19 مارچ مل گیا ہو گا۔ جس میں میں نے آپ کی توجہ روزنامہ "جنگ" مورخہ 18 مارچ 1972ء میں شائع کردہ آپ سے منسوب اس بیان کی طرف مبذول کرائی تھی کہ قومی اسمبلی مارشل لاء کی توثیق نہیں کرے گی۔ (6 مارچ کے معاہدہ کے باوجود جس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ مارشل لاء 14 اگست 1972ء تک جاری رہے گا۔) اس بیان کے فوراً بعد ہی روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی مورخہ 23 مارچ 1972ء نے ایک خبر نمایاں طور پر شائع کی ہے جس میں آپ سے منسوب یہ بیان ہے کہ اگر پیپلز گارڈ کو مسلح کیا گیا تو پختون زلمے کو میزائیلوں سے مسلح کیا جائے گا۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ آپ نے ایسا بیان دیا ہو گا۔ خصوصاً اس امر کے پیش نظر جب آپ نے 23 مارچ کو راولپنڈی میں صدر مملکت سے ملاقات کی تھی تو آپ نے امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر تشویش ظاہر کی تھی۔ تاہم آپ کی توجہ اس بیان کی طرف اس لئے مبذول کرا رہا ہوں۔ کیونکہ میں نے آپ کی طرف سے اس کی کوئی تردید نہیں دیکھی۔ ایسے وقت جب کہ ہم آپ کی طرف سے دونوں بیانات کی تردید کے

منتظر تھے' پاکستان ٹائمز راولپنڈی نے اپنی آج کی اشاعت میں ایک اور خبر شائع کی جس میں کہا گیا ہے کہ آپ نے ایک بیان میں بتایا کہ جب بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں نئی حکومتیں قائم ہوں گی تو وہ موجودہ گورنروں کے فیصلوں کی پابند نہیں ہوں گی۔ اس بیان کی ایک نقل حوالہ کی غرض سے منسلک ہے۔ چونکہ یہ بیان سیاسی اور آئینی صورت حال کے قطعاً منافی ہے' اس لئے صدر مملکت نے مجھ سے کہا کہ میں آپ سے اس سلسلہ میں ضروری وضاحت حاصل کروں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ امر محسوس کیا جائے گا کہ اس خط میں جن بیانات کا حوالہ دیا گیا ہے وہ سنگین مضمرات کے حامل ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ پاکستان ٹائمز میں جو بیان شائع ہوا ہے وہ درست نہیں ہے۔ تاہم کسی الجھن کے ازالہ کے لئے بہت مناسب ہو گا کہ اس مسئلہ پر آپ کے نظریات کی وضاحت کر دی جائے۔ اس سلسلہ میں صدر مملکت نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں کسی وقت جو ہم دونوں کے لئے موزوں ہو' آپ سے ملاقات کروں تاکہ ان بیانات کی وجہ سے جو الجھن پیدا ہو گئی ہے اسے ہم دور کر سکیں۔

میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔ بہترین تمناؤں کے ساتھ

صدر' نیشنل عوامی پارٹی — آپ کا مخلص

ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل' راولپنڈی — (دستخط) مولانا کوثر نیازی

1- کاپی برائے مولانا غلام غوث ہزاروی معرفت جمعیت العلمائے اسلام' چوک رنگ محل' لاہور

2- کاپی برائے مولوی مفتی محمود' وانڈہ خان محمد تحصیل و ضلع ڈی آئی خان۔

3- کاپی برائے میر غوث بخش بزنجو' پوسٹ آفس نال' تحصیل خوشد قلات اسٹیٹ بلوچستان

4- کاپی برائے ارباب سکندر خان' پشاور

(مولانا کوثر نیازی)

جناب ایم ایچ صوفی کا خط خان عبدالولی خان کے نام

ڈائری نمبر 2692/پی-ایس-72

کیبنٹ ڈویژن' حکومت پاکستان

راولپنڈی' 27 مارچ 1972ء

مائی ڈیئر خان صاحب!

شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں نئے گورنروں کے تقرر سے متعلق آپ کی جماعت اور صدر کے درمیان جو مفاہمت ہوئی تھی اس کے مطابق مجھے ہدایت کی گئی تھی کہ پروانہ تقرر تیار کروں جس پر صدر کو دستخط کرنے تھے۔

پاکستان ٹائمز میں 24 مارچ کی ایک خبر شائع ہوئی جس میں کہا گیا کہ " نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ خان عبدالولی خان نے کہا کہ بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں ان کی جماعت کی حکومتیں ان فیصلوں کی پابند نہیں ہوں گی جو دونوں صوبوں کے موجودہ گورنروں نے 6 مارچ کے بعد کئے ہیں۔ " صدر نے اس بیان کو تعجب اور بڑی تشویش سے پڑھا ہے اور مجھے آپ کو یہ اطلاع دینے کی ہدایت کی ہے کہ مارشل لاء کے تحت صوبائی گورنر اور مارشل لا ایڈمنسٹریٹر صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے ایجنٹوں کی حیثیت سے اپنے عہدوں پر فائز ہیں اور اسی حیثیت میں وہ فیصلے کرتے ہیں۔ مارشل لاء سے بالکل قطع نظر اور ویسے بھی دونوں صوبوں میں بعض علاقے مرکزی حکومت کے زیر انتظام ہیں جن کے لئے گورنر خالصتاً" مرکزی حکومت کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔ دوسرے بہت سے معاملات میں بھی گورنر مرکزی حکومت کے لئے اور اس کی طرف سے کام کرتے ہیں۔

آپ کو یقیناً یہ احساس ہو گا کہ اگر موجودہ گورنروں کے فیصلوں کو ان کے جانشینوں نے خواہ ان کا تعلق کسی جماعت سے ہو' اس طریقے سے جن کا اشارہ آپ کے بیان میں ہے۔ منسوخ یا نظرانداز کر دیا تو اس کا نتیجہ انتہائی انتظامی انتشار ہو گا جو افراتفری سے قریب ہو گا۔ نارمل اوقات میں بھی اور عام قانون کے تحت صوبوں یا مرکز میں جانشین حکومتیں اپنے کام کا آغاز اس طرح نہیں کرتیں کہ ان سے پہلے کی حکومتوں نے جتنے فیصلے یا اقدامات کئے ہوں ان سب کو مسترد کر دیں' اور ان سے بے تعلقی ظاہر کر دیں۔ اس سے قطع نظر بعض مرکزی قوانین ایسے ہیں جن پر تفویض کردہ اختیارات کے تحت صوبائی حکومتیں عملدر آمد کرتی ہیں اور بعض مرکزی ہدایات ایسی ہوتی ہیں جن پر عمل در آمد کرنا صوبائی حکومت کے لئے لازمی ہوتا ہے۔

صدر کی خواہش ہے کہ یہ بات واضح طور پر سمجھ لی جائے کہ جو بھی نئے صوبائی گورنر ہوں گے وہ صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اسی طرح قانونی اور انتظامی کنٹرول اور نگرانی میں ہوں گے جس طرح آج ہیں یا عام دنوں میں ہوتے ہیں۔ اخبارات میں جو بیان آپ سے منسوب کیا گیا ہے۔ اگر اس کے متعلق وضاحت کر دیں تو مناسب ہو گا۔ چنانچہ مجھے یہ ہدایت کی گئی ہے آپ سے درخواست کروں کہ آپ اس مراسلے کا جواب جہاں تک جلد ممکن ہو یا تو براہ راست صدر کو یا میری وساطت سے روانہ کریں تاکہ اس خط کے آغاز میں جس ضروری پروانہ تقرر کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی تیاری کے کام میں حکومت آگے بڑھ سکے۔

آپ کا مخلص

(دستخط) ایم ایچ صوفی

ستارہ پاکستان سی ایس پی

کیبنٹ سیکرٹری

خان عبدالولی خان، صدر
نیشنل عوامی پارٹی پاکستان، پشاور

نقل برائے اطلاع بنام

1- میر غوث بخش بزنجو، رکن قومی اسمبلی
2- مولانا مفتی محمود، رکن قومی اسمبلی (جناب ای اے نائیک، چیف سیکرٹری، کے حوالہ کیا گیا)

خان عبدالولی خان کی طرف سے جناب ایم ایچ صوفی کے خط کا جواب

ملتان 30 مارچ 1972ء

ایم ایچ صوفی ستارہ پاکستان سی ایس پی
کیبنٹ سیکرٹری حکومت پاکستان، راولپنڈی

مائی ڈیئر صوفی صاحب!

میر غوث بخش خان بزنجو نے ابھی اس خط کی ایک نقل دی جو آپ نے پشاور کے پتہ پر 27 مارچ کو مجھے لکھا۔ آپ کو شاید معلوم ہے کہ میں 27 مارچ سے پنجاب کے دورے پر ہوں۔

24 مارچ کے "پاکستان ٹائمز" میں جو خبر شائع ہوئی ہے۔ اس کے متعلق غلط فہمی ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی صورتحال کے متعلق ایک سیاسی بیان تھا جس کی جانب ہم نے صدر کی توجہ اس وقت مبذول کرائی جب ہم نے 6 مارچ کو ان سے ملاقات کی جس میں یہ کہا گیا تھا کہ چونکہ یہ طے پایا ہے کہ بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبہ کے دونوں گورنروں کو ہٹایا جائے گا لہٰذا یہ مناسب ہے کہ وہ مستقبل کے گورنروں سے مشورہ کئے بغیر پالیسی کے بڑے فیصلے نہ کریں۔

شمال مغربی سرحدی صوبہ کے گورنر اصل راہ سے ہٹ کر معمول سے زیادہ سرگرم ہو گئے۔ انہوں نے طوفانی دورے کئے اور قبائلی علاقے کے متعدد جرگوں سے خطاب کیا جس کے نتیجہ میں مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ ان کا مطمع نظر مستقبل کی انتظامیہ کے لئے غیر ضروری پیچیدگیاں پیدا کرنے کے مترادف تھا۔ ایسی مثالیں ہیں کہ انہوں نے قبائلی ملکوں کو سیاسی طور پر متاثر کرنے اور نیشنل عوامی پارٹی کے بارے میں بد اعتمادی اور شبہ پیدا کرنے کی بھی کوشش کی۔

صوبہ میں اپنے پورے دورے کے دوران انہوں نے یہ بات اچھی طرح جانتے ہوئے عجیب و غریب وعدے کئے کہ وہ ان پر عملدرآمد کرنے کے لئے وہاں نہیں ہوں گے۔ گورنر کے اس رویہ کی روشنی میں میں نے وہ بیان جاری کیا۔

مجھے اس بات پر زور دینے کی ضرورت نہیں کہ میں صوبوں کے گورنروں کی آئینی پوزیشن اور ان کی انتظامی ذمہ داریوں سے بخوبی واقف ہوں۔ لہٰذا آپ صدر کو یہ یقین دلا سکتے ہیں کہ ان کے اس خدشے میں کوئی وزن نہیں کہ نیشنل عوامی پارٹی کے صوبائی گورنر مندرجہ بالا کے خلاف کسی قسم کا کوئی کام کریں گے۔

آپ کا شکریہ

آپ کا مخلص
(دستخط) عبدالولی خان

جناب رفیع رضا کی وساطت سے صدر کو نقل بھیجی گئی۔

خان عبدالولی خان کے نام جناب رفیع رضا کا تار

ملتان میں بار ایسوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے کل آپ نے دیگر باتوں کے علاوہ یہ بات بھی کہی کہ جب اپریل کے وسط میں نیشنل اسمبلی کا اجلاس ہو گا تو نیشنل عوامی پارٹی 14 اگست تک مارشل لا کی توسیع کے خلاف ووٹ دے گی اور یہ کہ 14 اگست تک مارشل لاء کی توسیع کے خلاف ووٹ دینے کا مطلب اس سہ فریقی معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہو گا جو نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کے اتحاد اور پیپلز پارٹی کے درمیان اس ماہ کے اوائل میں ہوا۔

مجھے آپ کو یہ بتانے کی ہدایت کی گئی ہے کہ 6 مارچ کے معاہدے میں مارشل لا جاری رکھنے کے سوال پر نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کی پوزیشن کو مندرجہ طریقے پر ریکارڈ کیا گیا ہے:-

دفعہ 3- (ب) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت نے تجویز پیش کی کہ مارشل لاء جون 1972ء تک جاری رکھا جانا چاہئے۔ پیپلز پارٹی کی پوزیشن یہ تھی کہ مارسل لاء 14 اگست 1972ء تک جاری رہنا چاہئے۔

6 مارچ کے معاہدے نے اس سہ فریقی معاہدے کو اس طرح ریکارڈ کیا:-

"یہ طے پایا کہ اس اجلاس میں حکومت میں اعتماد کا ووٹ ہو گا اور 14 اگست 1972ء تک مارشل لاء جاری رکھنے کی منظوری دی جائے گی۔"

اس معاہدہ کا اختتام دفعہ 12 پر ہوا جس میں کہا گیا کہ "صدر آج اس بات کا اعلان کریں گے کہ مارشل لاء 14 اگست کو اٹھا لیا جائے گا۔"

ملتان میں آپ نے جو بیان دیا ہے وہ اس سہ فریقی معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ آپ سہ فریقی معاہدے کی خلاف ورزی کے الزام کی تردید محض یہ دعویٰ کر کے نہیں کر سکتے کہ کوئی خلاف ورزی واقع نہیں ہوئی ہے۔

سہ فریقی معاہدہ کے مذاکرات کرنے کے سلسلہ میں پیپلزپارٹی کا مقصد اور ہم سب جماعتوں کے بارے میں بھی یہی یقین رکھتے ہیں' یہ تھا کہ چاروں صوبوں کی اکثریتی جماعتوں کے درمیان اتفاق رائے ہو جائے۔ یہ اس حقیقت کے باوجود ہے کہ پیپلزپارٹی کو قومی اسمبلی میں زبردست اکثریت حاصل ہے جس میں نیشنل عوامی پارٹی کی صرف سات نشستیں ہیں' تاہم صدر نے اپنے پرخلوص یقین کا اظہار کیا کہ اتفاق رائے سے ملک کے مسائل کے حل تک پہنچنے کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ روح اور قانون دونوں اعتبار سے معاہدے کا احترام کر کے ساری جماعتوں کے تعاون کے ذریعہ ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

یہ بات انتہائی تکلیف دہ ہے کہ آپ روح اور قانون دونوں اعتبار سے سہ فریقی معاہدے کی بار بار خلاف ورزی کرنا پسند کریں۔ قوم ابھی تک اس بحران پر قابو نہیں پا سکتی جو اسے درپیش ہے۔ یہ وقت ادنیٰ جماعتی سیاست اور غیر سنجیدگی سے ووٹ حاصل کرنے کے طریقہ میں پڑنے کا نہیں ہے۔ سہ فریقی معاہدے پر دستخط کرتے وقت آپ نے بقول آپ کے انتخابی مہم ختم کرنے کے لئے کہا تھا اور اس پر سب رضامند ہو گئے۔ اب ہم آپ سے کہتے ہیں کہ اپنے وعدے کا احترام کریں۔

خان عبدالولی خان کی طرف سے جناب رفیع رضا کے تار کا جواب

رجسٹرڈ-اے-ڈی

شاہی باغ چارسدہ' پشاور
2اپریل 1972ء

جناب رفیع رضا صاحب
صدر کے اسپیشل اسسٹنٹ
پریذیڈنٹ ہاؤس' راولپنڈی

ڈیئر مسٹر رفیع رضا!

میرے سامنے ایک بہت ہی طویل تار ہے جس میں اس تشریح پر اعتراض کیا گیا ہے جو ہم نے پاکستان پیپلزپارٹی' جمعیت العلمائے اسلام اور نیشنل عوامی پارٹی کے درمیان 6 مارچ 1972ء کو راولپنڈی میں ہونے والے سہ فریقی معاہدے کے متن کے متعلق کی ہے۔

آپ نے ازراہ کرم اتنی تاخیر کے بعد قومی اسمبلی میں نیشنل عوامی پارٹی کی نمائندہ حیثیت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور کہا کہ پاکستان پیپلزپارٹی کی "زبردست اکثریت" کے مقابلے میں اس کے صرف سات ارکان ہیں۔

میں مختصر طور پر وضاحت کرتا ہوں۔ اگر آپ کو یاد ہو تو پاکستان پیپلز پارٹی کی اصل تجویز یہ تھی کہ "قومی اسمبلی میں کوئی بحث نہیں ہونی چاہئے۔ ہم نے اس کی مخالفت کی تھی۔ آپ نے متعلقہ دفعہ کا اقتباس پیش کرنے کی زحمت گوارا کی ہے۔ مجھے اس دفعہ میں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی جو اس موقف سے متصادم ہو جو میں نے اختیار کیا ہے۔ "یہ طے پایا کہ اس اجلاس میں حکومت میں اعتماد کا ووٹ ہو گا اور 14 اگست 1972ء تک مارشل لا جاری رکھنے کی منظوری دی جائے گی۔" اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معاہدہ اس پر ہوا کہ جسے آپ ایجنڈا کہیں گے۔ اور اس کا مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم مارشل لاء کے حق میں ووٹ دینے کے پابند ہیں۔

آپ کو یاد ہو گا کہ معاہدے کا متن پڑھنے کے بعد صدر نے یہ اعلان کرنا مناسب سمجھا کہ ان تین جماعتوں کے درمیان کوئی اتحادی معاہدہ نہیں ہوا ہے اور یہ کہ اکثریت مرکز میں حکومت کرے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی کو جو دو مرکزی وزارتوں کی پیش کش کی گئی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔ کیا آپ اب بھی اس پر اصرار کریں گے کہ صدر کی طرف سے اس اعلان کے بعد حزب اختلاف کی جانب سے تحریک اعتماد آئے گی۔ کانفرنس کی اس میز پر یقیناً کوئی شخص نیشنل عوامی پارٹی سے یہ توقع نہیں رکھ سکتا کہ وہ پاکستان پیپلزپارٹی کی حکومت پر اعتماد کی تحریک منظور کرے گی۔ خصوصاً اس واقعہ کے بعد کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں خواتین کی نشستوں کے انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کا کیا کردار تھا۔ ان کے درمیان اتحادی معاہدے کے باوجود پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنے گورنروں کے ذریعہ اپنی سرکاری پوزیشن استعمال کی حتیٰ کہ صدر نے بھی مداخلت کرنا بہتر سمجھا۔ پاکستان پیپلزپارٹی نے خود کو ایک ناپاک گٹھ جوڑ میں ملوث کیا تاکہ نیشنل عوامی پارٹی (ایک حلیف) کو توڑا جائے اور اس طرح اس نے نہ صرف معاہدہ کی روح کے خلاف بلکہ سیاسی جماعتوں کے ایکٹ کی روح کے خلاف بھی کام کیا۔ اسی طرح ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ 14 اگست تک مارشل لاء جاری رکھنے کے لئے ووٹ دینا لازمی نہیں۔

اگر 14 اگست تک مارشل لاء جاری رکھنے کے لئے ان تین جماعتوں کے درمیان معاہدہ تھا تو 14 اپریل کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ صرف یہی حقیقت میری تشریح کی حمایت کرتی ہے کہ قومی اسمبلی اس مقصد کے لئے بلائی گئی ہے۔ مزید برآں ہمارے موقف کے متعلق اتنی غیر ضروری کھلبلی کیوں ہے خصوصاً جب کہ آپ نے یہ کہا ہے قومی اسمبلی میں ہمارے سات ارکان ہیں۔ آپ کی "زبردست اکثریت" سے آپ کی تو بہت محفوظ پوزیشن ہے اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو پریشان نہ ہوتا۔

تاہم اگر آپ اب بھی مذکورہ دفعہ کے متن کو خود اپنی تشریح پر مصر ہیں تو میں اس متن کو پاکستان سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے پاس فیصلے کے لئے بھیجنے کو تیار ہوں۔ تاکہ یہ تعین کیا جاسکے کہ آیا اس دفعہ کے تحت ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم حکومت میں اعتماد اور 14 اگست تک مارشل لا جاری رکھنے کے حق میں ووٹ دیں۔

جبکہ ہم اس دستاویز پر ہیں کیا آپ مجھے یہ اجازت دیں گے کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کے دو صوبوں کے نئے گورنروں کے تقرر کے بارے میں ہونے والے معاہدے کی جانب آپ کی توجہ مبذول کروں۔ تقریباً ایک ماہ گزر چکا ہے اور آج کیا پوزیشن ہے۔ یہاں آپ کا گورنر ابھی تک صوبہ کے خرچ پر اپنی جماعت کی سیاسی مہم چلانے میں مصروف ہے۔ ابھی تک ایسے وعدے کر رہا ہے جو پاکستان کی پوری آمدنی سے بھی پورے نہیں کئے جاسکتے اور ان ٹیکسوں کو ختم کر رہا ہے جو پہلے ہی عائد کئے جاچکے ہیں۔ برادر یقیناً یہ سب کچھ اس معاہدے کی روح اور پاکستان پیپلز پارٹی اور نیشنل عوامی پارٹی کے درمیان تعاون کے مطابق ہے۔ وہ ملک کے سب سے زیادہ سریع الحس حصہ یعنی قبائلی علاقہ میں کتنا مصروف رہا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ پشاور میں 31 مارچ کو شمال مغربی سرحدی صوبہ کی تمام ایجنسیوں سے ایک بہت بڑا اجتماع ہوا جہاں اچھی طرح سکھائے ہوئے ملکوں کی یہ حوصلہ افزائی کی گئی کہ وہ ہر قسم کے مطالبات کریں جن میں سے بعض تو قومی مفادات کے مطابق بھی نہیں تھے۔ ہر کام اتنا کھلم کھلا اور اتنے نمایاں اور بچگانہ بھونڈے پن سے کیا جارہا ہے اور جب ہم نے ان سب کے خلاف احتجاج کیا تو اس احتجاج کو پھر گورنروں کے تقرر کے اعلان کو ملتوی کرنے کا بہانہ بنالیا گیا۔ جس کا فیصلہ 23 مارچ کو کیا گیا جب کہ صدر نے 24 مارچ کو اعلان کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم اس خبر کا انتظار کر رہے تھے کہ صدر نے اخباری نمائندوں سے کہا کہ انہوں نے مجھ سے بعض تصریحات طلب کی ہیں اور جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں پنجاب کے پانچ روزہ دورے کے لئے 26 تاریخ کو پشاور سے روانہ ہوا۔ تصریح طلب کرنے والا خط 27 مارچ کو لکھا گیا اور پشاور بھیجا گیا۔ (لاہور میں ایک بیرسٹر نے بتایا کہ اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ ایک خاص نوٹس ٹھیک وقت پر نہ ملے۔ ایک غیر ذمہ دار وکیل ہمیشہ اسے غلط پتہ پر روانہ کرتا ہے۔) اور اس طرح یہ معاہدہ کہ نئے گورنر یکم اپریل کو حلف اٹھائیں گے۔ ارباب سکندر اور میر غوث بخش بزنجو سے "اپریل فول" کا عملی مذاق ثابت ہوا۔ میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ میں متاثر نہیں ہوں۔

آپ کا مشورہ ہے کہ چونکہ "قوم ابھی تک اس بحران پر قابو نہیں پاسکی ہے جو اسے درپیش ہے۔ یہ وقت ادنیٰ جماعتی سیاست اور غیر سنجیدگی سے ووٹ حاصل کرنے کے طریقہ میں پڑنے کا نہیں ہے۔" آپ بالکل صحیح کہتے ہیں اور میں اس سے پوری طرح متفق ہوں۔ یہ کسی اور سے زیادہ پاکستان پیپلز پارٹی کے لئے ہے جس کے گورنر معاشرے کی تعمیر نو کا کام کرنے کی بجائے ابھی تک لوگوں کو جھوٹے وعدوں کی خوراک دے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر کیا میں آپ کی توجہ نیشنل پریس ٹرسٹ، ریڈیو اور ٹیلی وژن کے فرائض پر آپ کی پارٹی کی پالیسی کی طرف مبذول کراؤں۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ جس کا پرچار کرتے ہیں۔ اس پر کس حد تک عمل کرتے ہیں۔ آپ ہی کے مشورہ کی روح کے مطابق میں نے صدر سے کہا تھا کہ اب جب کہ وہ سربراہ مملکت ہیں انہیں ایک سیاسی تنظیم کے مفادات کے نگراں کی حیثیت سے نہیں بلکہ قومی اتحاد کی علامت کے طور پر کام کرنا چاہئے۔ تاہم اگر وہ یہ محسوس کرتے ہیں ان کی جماعت ان کے عہدے سے زیادہ اہم ہے تو وہ اپنے آپ کو خالصتہً جماعت کے لئے وقف کردیں جیسا کہ میں اس وقت کر رہا ہوں۔

نیک تمناؤں کے ساتھ
آپ کا مخلص
(دستخط) عبدالولی خان

صدر پاکستان کے نام مفتی محمود کا تار، مورخہ 4 اپریل 1972ء

وزیر قانون سے بات چیت کے حوالہ سے جو انہوں نے آج ٹیلی فون پر کی۔ نیشنل عوامی پارٹی، جمعیت العلمائے اسلام الفاظ و معانی کے اعتبار سے سہ فریقی معاہدے پر قائم ہے۔ جیسا کہ جناب رفیع رضا کے تار کے جواب میں ولی خان کی طرف سے ان کے نام خط میں وضاحت کی گئی ہے۔

خان عبدالولی خان کے نام صدر کے اسپیشل اسسٹنٹ جناب رفیع رضا کا خط

ایم رفیع رضا
اسپیشل اسسٹنٹ

7 اپریل 1972ء

ڈیئر خان صاحب!

صدر نے مجھے ہدایت کی ہے کہ آپ کے خط مورخہ 2 اپریل 1972ء کا جواب دوں۔

مجھے پہلے اجازت دیجئے کہ 6 مارچ کے معاہدہ کے پس منظر کا مختصراً" پھر ذکر کروں۔ صدر مملکت نے عہدہ سنبھالتے ہی پہلے دن نیشنل عوامی پارٹی پر سے کسی شرط کے بغیر پابندی ہٹا دی اور پانچ دنوں کے اندر اندر آپ سے دو ملاقاتیں کیں۔ آپ نے ان کی اس کارروائی پر صدر مملکت کا شکریہ ادا کیا اور کسی شرط کے بغیر آپ نے ان کی حمایت کا یقین دلایا۔ تاہم اس کے بجائے چند ہفتوں کے اندر آپ نے ایسے وقت میں جب کہ دشمن ہمارے ملک کے مشرقی نصف حصہ کو فتح کر چکا تھا اور مغربی حصہ کے خاصے علاقے پر قبضہ جمائے ہوئے تھے۔ حکومت کے خلاف ایک مسلسل مہم کا آغاز کیا جو داخلی کشیدگی پر منتج ہو۔ تاہم صدر مملکت نے آپ کی اشتعال انگیزیوں کا جواب دینے سے احتراز کیا یہاں تک کہ صدر مملکت نے آپ کو اور نیشنل عوامی پارٹی اور جمیعت العلمائے اسلام کے دوسرے رہنماؤں کو 4 مارچ کو راولپنڈی میں ان سے ملاقات کرنے کی دعوت دی تاکہ کشیدگی دور ہو اور قومی مفاد کے پیش نظر سمجھوتہ ہو جائے۔

پورے تین دن کی ملاقاتوں کے بعد ایک سہ فریقی معاہدہ ہو گیا۔ پورے پاکستان میں اس معاہدہ کا خیر مقدم کیا گیا۔ آپ نے معاہدے کو سراہا لیکن جب دو ہفتے کے بعد آپ نے معاہدے کو رد کرنے کے لئے اچانک اپنا موقف بدل ڈالا تو قوم میں سراسیمگی پھیلی۔ اس طرح آپ کے 2 اپریل کے خط کی جانب واپس آتا ہوں اور اب کچھ تفصیلات بھی بتانے پر مجبور ہوں۔

اپنے خط کے تیسرے پیراگراف کے آخیر میں مارشل لا جاری رکھنے کے متعلق دفعہ کا حوالہ دینے کے بعد آپ کہتے ہیں:

"اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معاہدہ اس پر ہوا جسے آپ ایجنڈا کہیں گے اور اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم مارشل لاء کے حق میں ووٹ دینے کے پابند ہیں۔"

اس کے بعد چوتھے پیراگراف میں آپ 6 مارچ کے معاہدے کی خلاف ورزی کے دو مختلف اسباب بتاتے ہیں۔ پہلے تو آپ کہتے ہیں کہ معاہدے کے بعد صدر نے اعلان کیا کہ تینوں جماعتوں کے درمیان کوئی اتحادی معاہدہ (Alliance) نہیں ہے۔ اس لئے اب کس طرح نیپ سے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اعتماد کے ووٹ میں حکومت کی حمایت کرے گی۔ آپ اب یہ کہتے ہیں کہ نیشنل عوامی پارٹی 14 اگست تک مارشل لا جاری رکھنے کے حق میں ووٹ دینے کی پابندی محسوس نہیں کرتی۔ کیوں کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں خواتین کی نشستوں کے انتخابات میں پیپلز پارٹی نے نیشنل عوامی پارٹی کے خلاف کام کیا۔ جب کہ انتخابات 20 فروری 1972ء کو منعقد ہوئے تھے یعنی 6 مارچ کے معاہدے پر دستخط ہونے سے دو ہفتے قبل' اس مرحلہ پر یہ واقعی عجیب پوزیشن ہے۔

کیا میں جناب سے دریافت کر سکتا ہوں کہ 6 مارچ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے میں آپ مندرجہ بالا دو صورتوں یعنی قانونی یا سیاسی میں سے کس صورت پر تکیہ کرتے ہیں۔ بہرحال آپ مجھے ان دونوں صورتوں کے بارے میں جنہیں اختیار کرنا آپ نے پسند کیا ہے تبصرہ کرنے کی اجازت دیں۔

"........ مندرجہ ذیل پیرا نمبر1' 2' 3 اور 4 میں بیان کئے گئے معاملات کے بارے میں رائے لی جائے گی۔"

پیرا 3 جس کا تعلق اعتماد کے ووٹ اور مارشل لا کے جاری رکھنے سے ہے۔ جامع پیراگراف ہے نہ کہ محض طریقہ کار سے متعلق جیسا کہ آپ اب کہنا چاہتے ہیں۔ اس معاہدہ کا پیرا 1-3 (ب) بالکل واضح ہے۔

"نیشنل عوامی پارٹی اور جمیعت العلمائے اسلام نے یہ تجویز پیش کی کہ مارشل لاء 7 جون 1972ء تک جاری رکھنا چاہئے۔"

یہ پیرا اس دفعہ کے بعد آتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 14 اپریل کو منعقد ہو گا۔ آپ کی جانب سے یہ واضح تجویز ہے کہ مارشل لاء کو قومی اسمبلی کے بعد جاری رکھنا چاہئے۔ نیشنل عوامی پارٹی کی پوزیشن اور پاکستان پیپلز پارٹی کی پوزیشن میں صرف ایک فرق تھا یعنی قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہونے کے بعد مارشل لاء جاری رکھنے کی مدت کے متعلق اور عبوری دستور کی منظوری کے بارے میں اس معاہدہ کی دفعہ 3 (ج) میں خاص طور پر کہا گیا کہ "14 اگست 1972ء تک مارشل لاء جاری رکھنے کی منظوری دی جائے گی۔" اس میں اس بات پر ووٹ ہونے کا کوئی ذکر نہیں آیا کہ مارشل لا 14 اپریل کے بعد جاری رہنا چاہئے یا نہیں۔ یہ امر ان تمام لوگوں پر واضح تھا جو 6 مارچ کو سیاسی تصفیہ پر پہنچے۔ یہ بات خصوصیت کی حامل ہے کہ آپ کی اتحادی جماعت کے ایک اہم رکن یعنی جمیعت العلمائے اسلام کے مولانا غلام غوث ہزاروی نے جو اس میٹنگ میں موجود تھے اس میٹنگ کی روئداد کے بارے میں جو 6 مارچ کے تصفیہ میں ریکارڈ کی گئی ہے۔ آپ سے قطعاً" متضاد پوزیشن اختیار کی ہے۔ مولانا ہزاروی نے جو پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق نہیں رکھتے' صحیح پوزیشن اختیار کی ہے۔

اگرچہ اس معاہدہ کا مطلب بالکل واضح ہے لیکن اب آپ اس معاہدہ کو توڑنے کی غرض سے دقیق قانونی تشریحات کا سہارا تلاش کرنے کی کوشش کر

رہے ہیں۔ کسی قانونی تشریح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ دفعہ بالکل واضح ہے۔ یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ اس معاہدہ کو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے سامنے پیش کیا جائے لیکن اس نوعیت کے سیاسی سمجھوتوں کو نہ تو اس ملک میں اور نہ کسی اور ملک میں اب تک کبھی بھی اس طرح رائے لینے کے لئے پیش کیا گیا اور نہ ہمارے آئینی انتظامات میں اس طرح رائے لینے کی کوئی گنجائش ہی ہے۔ اس طرح عدلیہ غیر ضروری طور پر سیاسی شعبہ میں ملوث ہو گی جو خود عدلیہ کے مفاد میں نہ ہو گا۔

جہاں تک صدر مملکت کے 6 مارچ کی شام کے اس اعلان کا سوال ہے کہ ان تینوں جماعتوں میں کوئی اتحادی معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ میں آپ کی یادداشت تازہ کرنا چاہتا ہوں۔ 6 مارچ کی سہ فریقی میٹنگ کے اختتام کے قریب صدر مملکت نے کہا تھا کہ یہ ایک سیاسی تصفیہ ہے۔ کوئی اتحادی معاہدہ نہیں ہے نیز یہ کہ وہ قوم کو اس سے مطلع کریں گے۔ نیشنل عوامی پارٹی / جمعیت العلمائے اسلام نے خواہش ظاہر کی تھی کہ انہیں شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کی اکثریتی جماعتوں کی حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے جسے نوٹ کیا گیا۔ چونکہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کی اسمبلیوں میں آپ کی اکثریت پر بڑا زور دیا گیا اور پیپلز پارٹی کو پنجاب اور سندھ کی اسمبلیوں نیز قومی اسمبلی میں واضح اکثریت حاصل تھی۔ اس لئے تینوں جماعتوں کے درمیان معاہدہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ تاہم اس کے باوجود صدر کو امید تھی کہ یہ معاہدہ تینوں جماعتوں کے درمیان بہتر مفاہمت پیدا کر سکے گا اور کچھ دنوں کے بعد اتحادی معاہدے کا امکان پیدا ہو سکے گا صدر نے واضح کر دیا تھا معاہدہ محض سیاسی تصفیہ کی عکاسی کرتا ہے اور اتحادی معاہدہ نہیں ہے۔ اجلاس میں موجود سب لوگوں نے اس بات پر اتفاق رائے ظاہر کیا تھا۔ اسی شام صدر کے نشریہ نے اس صورت حال کی محض تصدیق کی اور کسی نئی بات کا اضافہ نہیں کیا۔

یہ بات اور بھی تکلیف دہ ہے کہ اس مرحلہ پر آپ نے تینوں جماعتوں کے درمیان سابقہ اتحادی معاہدے اور خواتین کی نشستوں کے انتخابات کے سوال کو پھر چھیڑا ہے۔ اس معاملہ پر 4 مارچ کو پہلے اجلاس میں تفصیل کے ساتھ بات چیت ہوئی تھی اور صدر نے اس امر پر زور دیا تھا کہ انہوں نے انتخابات میں کسی طور پر مداخلت نہیں کی۔ انہوں نے آپ کو بتایا تھا کہ انہوں نے جس واحد شخص سے رابطہ قائم کیا تھا۔ وہ ان کی اپنی جماعت کا رکن تھا اور انہیں ایسا کرنے کا پورا حق تھا اور اس کا پورا جواز تھا لہذا کیا میں آپ سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ اب آپ اسے مسئلہ کیسے بنا سکتے ہیں۔ خصوصاً اس وقت جبکہ 4 مارچ کو نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام دونوں نے اس معاملہ پر پورے اطمینان کا اظہار کیا تھا۔

شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں نئے گورنروں کے تقرر کے سوال پر آپ نے غلط طریقے سے صورت حال کی وضاحت کی ہے۔ 4 مارچ سے 6 مارچ تک سہ روزہ ملاقات کے دوران نیشنل عوامی پارٹی نے کہا کہ موجودہ حالات میں گورنروں کے معنی گورنمنٹ کے ہیں اور اسی سبب سے شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں اکثریتی جماعتوں کے گورنر چننے کی اجازت ہونی چاہئے۔ اس نکتہ پر جو قطعی معاہدہ ہوا وہ واضح ہے اور حسب ذیل ہے:

9- (ج) "یہ طے پایا کہ جب تک قومی اسمبلی دستور کی تشکیل نہیں کرتی۔ مرکزی حکومت کو ماضی کی طرح بدستور یہ حق حاصل رہنا چاہئے کہ وہ صوبوں میں اپنے گورنر مقرر کر سکے لیکن سمجھوتے کی غرض سے مرکزی حکومت اس عبوری عرصے کے دوران گورنروں کا تقرر مذکورہ صوبوں میں اکثریتی پارٹیوں کے مشورے سے کرے گی۔

سمجھوتے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ نیشنل عوامی پارٹی کے نمائندے گورنروں کے تقرر پر تبادلہ خیالات کرنے کے لئے کراچی میں صدر مملکت سے ملاقات کریں گے اور اس کے مطابق میر غوث بخش بزنجو، سردار خیر بخش مری اور سردار عطاء اللہ مینگل نے 15 مارچ کو کراچی میں صدر مملکت سے ملاقات کی۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ ناموں کی فہرست دیئے بغیر انہیں ان دو گورنروں کو نامزد کرنے کی اجازت دی جائے۔ صدر مملکت نے کہا کہ یہ 6 مارچ کے معاہدے کے منافی ہے لیکن پھر بھی وہ جماعت کی مرکزی کمیٹی کے سامنے اس سوال کو پیش کریں گے۔ اس مقصد کے لئے ماسکو سے صدر کی واپسی پر 22 مارچ کو لاہور میں مرکزی کمیٹی کا اجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ گورنروں کو نامزد کرنے کے لئے نیشنل عوامی پارٹی کی تجویز معاہدے کے منافی ہے اور ماضی کے طریقہ کے بھی خلاف ہے اور یہ کہ اسے قبول نہیں کرنا چاہئے۔ اسی شام صدر مملکت نے میر غوث بخش بزنجو اور سردار خیر بخش مری سے ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ دوسرے دن راولپنڈی میں پوری میٹنگ ہو گی۔

23 مارچ کی شام کو راولپنڈی میں ایک میٹنگ منعقد ہوئی جس میں تینوں جماعتوں کے نمائندے شریک تھے۔ اس میٹنگ میں دو نام گورنر بلوچستان اور دو نام شمال مغربی سرحدی صوبہ کے گورنر کے لئے پیش کئے گئے۔ صدر مملکت نے بتایا کہ وہ فقط اس معاہدہ کے مطابق نام چاہتے تھے لیکن اب جب کہ نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے اس پر عمل کیا ہے وہ اس کا انتخاب ان کی صوابدید پر چھوڑتے ہیں۔ چنانچہ میر غوث بخش بزنجو کو گورنر بلوچستان اور ارباب سکندر خان کو گورنر شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔ صدر نے آپ کو اور موجود دیگر رہنماؤں کو یاد دلایا کہ نیشنل عوامی پارٹی انتخاب کا حق چاہتی تھی۔ کیونکہ موجودہ حالات میں گورنروں کے معنی گورنمنٹ کے ہیں صدر نے کہا کہ انہیں امید ہے کیم اپریل کو نئے گورنر حلف اٹھا سکیں گے جس کے جواب میں میر غوث بخش بزنجو نے کہا وہ 2 اپریل کو حلف اٹھانے کو ترجیح دیں گے۔

دوسرے ہی دن آپ نے یہ کہہ کر معاہدہ کو زک پہنچائی کہ دونوں گورنروں نے 6 مارچ کے بعد جو فیصلے کئے ہیں' نئے گورنر ان کے پابند نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے 6 مارچ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بدقسمتی سے یکے بعد دیگرے بیانات دینا شروع کر دیئے۔ صدر نے وضاحت حاصل کرنے کے لئے جو خط بھیجا تھا وہ اگر اس وجہ سے آپ کو تاخیر سے پہنچا کہ آپ ایک طوفانی دورے پر تھے۔ گویا کہ آپ انتخابی مہم پر گئے تھے تو اس کے لئے صدر کو الزام نہیں دیا جا سکتا۔

آپ نے گورنر شیرپاؤ کی طرف سے کئے گئے ترقی پسندانہ اور اصلاحی اقدامات پر اعتراض کیا ہے۔ گویا یہ اقدامات اب آپ کو پریشان کر رہے ہیں کیوں کہ آپ بہت سے رجعت پسندوں کو اپنی پارٹی میں شامل کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ گورنر شیرپاؤ نے جو اقدامات کئے ہیں اور جن اقدامات کا وعدہ کیا ہے۔ ان کا فیصلہ تمام متعلقہ عناصر بشمول مالیات کو پوری طرح ملحوظ رکھنے کے بعد کیا گیا ہے۔

پختونستان کے بارے میں آپ نے جو نیا رویہ اختیار کیا ہے یا لادینیت پر آپ نے اپنے جن نئے نظریات کا اظہار کیا ہے۔ ان کے بارے میں میں اس خط میں کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتا کیونکہ یہ باتیں 6 مارچ کے معاہدے کے معاملے کے نفس مضمون سے پوری طرح متعلق نہیں ہیں۔ تاہم یہ بتانا نامناسب نہ ہو گا کہ آپ کا یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ صدر جنگی قیدیوں کی واپسی کے لئے مخلصانہ کوشش نہیں کر رہے ہیں جب کہ درحقیقت صدر مملکت کے بارے میں ادا کئے ہیں۔ صدر مملکت پارٹی کا چیئرمین رہنا قومی مفاد کے منافی نہیں سمجھتے۔ درحقیقت سارے عالم میں یہ عام طریقہ ہے کہ عہدہ سنبھالنے پر جماعت کے عہدہ سے دست برداری عمل میں نہیں آتی ہے۔

آخر میں میں فقط اس امر کا اعادہ کر سکتا ہوں کہ اس سنگین قومی بحران کے وقت پاکستان پیپلز پارٹی نے اسمبلی میں اپنی اکثریت کی بھرپور طاقت کے استعمال کی کوشش کرنے کی بجائے 6 مارچ کے معاہدہ میں قومی مفادات کے اعلیٰ تر ملحوظات کو پیش نظر رکھا۔ اگر آپ اس طریقہ سے ملک کی آئندہ بہبودی کے لئے کام کرنا پسند نہیں کریں گے تو صدر مملکت کے لئے اس امر کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہے گا کہ وہ قطعی جمہوری اکثریت پر تکیہ کرتے ہوئے ملک کو عبوری آئین دلانے اور اسے جمہوری نظام کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے اقدامات کریں اور اس بات کا بھی تعین کریں کہ قومی مفاد کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ یہی باشندگان پاکستان چاہتے ہیں اور اسی کا صدر مملکت نے عوام سے وعدہ کر رکھا ہے۔ میں آخر میں بتانا چاہتا ہوں کہ اگر اس اہم سوال پر آپ نے 6 مارچ کے معاہدہ پر عمل نہ کیا تو دیگر نکات پر بھی یہ معاہدہ قائم نہیں رہ سکتا یا تو یہ کلی طور پر قائم رہے گا یا کلی طور پر ختم ہو جائے گا۔

نیک تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

(دستخط) رفیع رضا

خان عبدالولی خان

شاہی باغ' چارسدہ' ضلع پشاور

مذاکرات کی بنیاد۔ پیپلز پارٹی کی تجویز

تینوں جماعتوں۔ پاکستان پیپلز پارٹی' نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کے درمیان 8 اپریل کو پشاور میں ہونے والی تین دور کی بات چیت کے دوسرے اجلاس کے بعد 6 مارچ کے معاہدے کو جاری رکھنے کے لئے پیپلز پارٹی کے عزم کا اعادہ کرنے والی سات نکاتی "مذاکرات کی بنیاد" دیگر دو جماعتوں کو ارسال کی گئیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی پیش کش مسترد کر دی گئی۔

مذاکرات کی بنیاد کا متن حسب ذیل ہے۔

"6 مارچ کے معاہدے کی خلاف ورزی کی ذمہ داری کے سوال پر مزید اظہار خیال کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ یہ معاہدہ قومی بحران پر قابو پانے کے لئے کیا گیا تھا۔ خیالات کے اختلاف نے دوبارہ کشیدگی پیدا کر دی ہے۔ اب یہ معاہدہ عملاً" ٹوٹ چکا ہے۔ ہمارے سامنے صرف یہ مسئلہ ہے کہ کسی طرح نقصان کی تلافی ہو اور قومی اتحاد کو بچایا جائے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے پاکستان پیپلز پارٹی حسب ذیل انتظام تجویز کرتی ہے۔

(1) نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام حکومت پر اعتماد کا ووٹ دینے سے بری الذمہ ہیں اور جیسا کہ نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام نے تجویز کیا ہے وہ اب 14 اگست تک مارشل لاء جاری رکھنے کی منظوری دینے کے خلاف ووٹ دے سکتے ہیں یا اس معاملہ پر اپنا ووٹ استعمال کرنے سے گریز کر سکتے ہیں۔

(2) پیپلز پارٹی شمال مغربی سرحدی صوبے اور بلوچستان کی صوبائی اسمبلیوں میں نیشنل عوامی پارٹی / جمعیت العلمائے اسلام کی اکثریت بدستور تسلیم کرتی ہے جیسا کہ اس سے قبل طے پا چکا ہے۔ وہ 21 اپریل کو صوبائی حکومتیں تشکیل دیں گے۔

(3) گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ مجریہ 1935ء بشمول انڈین انڈی پنڈنس ایکٹ مجریہ 1947ء مع لازمی ترمیمات کی بنیاد پر عبوری آئین کے جو مسودے تیار کئے ہیں ان کا قومی اسمبلی کے مختصر اجلاس سے قبل جماعتوں کے درمیان تبادلہ اور غور و خوض ہو گا جیسا کہ اس سے قبل طے پایا تھا۔ تاکہ عبوری آئین کو منظور کرنے میں سہولت ہو جائے۔

(4) نیشنل عوامی / جمعیت العلمائے اسلام کا موقف یہ تھا کہ موجودہ معاملات میں صوبوں میں گورنر کے معنی گورنمنٹ ہے۔ کیوں کہ شمال مغربی سرحدی صوبے اور بلوچستان کے صوبوں میں اسمبلیوں میں اکثریت کی بنیاد پر

صوبائی حکومتوں کا وجود نہیں تھا۔

(5) اب جب کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں صوبائی حکومتیں 21 اپریل کو نیشنل عوامی پارٹی / جمعیت العلمائے اسلام تشکیل دیں گے اس لئے گورنر کے معنی حکومت نہیں رہیں گے۔ جیسا کہ اس سے قبل نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کا موقف تھا۔ گزشتہ آئینی انتظامات کی طرح صرف مملکت بدستور گورنروں کو مقرر کرتے رہیں گے اور اس وقت تک اس عہدہ پر قائم رہیں گے جب تک انہیں صدر مملکت کی مرضی حاصل ہے۔ تاہم نیشنل عوامی پارٹی / جمعیت العلمائے اسلام کے ساتھ مصالحت کی غرض سے پیپلزپارٹی تجویز کرتی ہے کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان دونوں صوبوں میں صدر مملکت کی طرف سے سیاسی جماعتوں کے باہر سے گورنر منتخب کئے جائیں گے جو عوامی مرتبت کے حامل ہوں گے جیسا کہ اس سے قبل طے پایا تھا۔ گورنر مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نہیں رہیں گے۔

(6) پیپلزپارٹی قومی اتفاق اور اتحاد کی خاطر ایک اور قدم آگے بڑھنے کو تیار رہے۔ اس سلسلے میں پیپلزپارٹی قومی اسمبلی میں بھاری اکثریت کے باوجود مرکزی حکومت کی کابینہ میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کا ایک ایک وزیر لینے کی پیش کش کرنے کو تیار ہے۔

(7) متبادل طور پر پاکستان پیپلزپارٹی اعادہ کرتی ہے کہ وہ 6 مارچ کے معاہدے کو الفاظ اور معنی دونوں اعتبار سے برقرار رکھنے پر پوری طرح تیار ہے۔ بشرطیکہ یہ نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کو قبول ہو۔

مندرجات

تعارف

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے ہندوستان اور پاکستان کے تنازعات کے بارے میں ہندوستان کی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی سے بات چیت کرنے کے لئے حال ہی میں ہندوستان کے پہاڑی مقام شملہ کا جو سفر کیا تھا وہ غالباً ان کی مشکل ترین مہمات میں سے ایک تھا۔

اس دوران میں جب کہ وہ اس سربراہ کانفرنس کے لئے تیاریاں کر رہے تھے صدر بھٹو نے کہا کہ وہ اس علاقے میں پائیدار امن قائم کرنے کے لئے مسز اندرا گاندھی کے ساتھ برصغیر جنوبی ایشیا کے مسائل پر بات چیت کرنے جا رہے ہیں۔ 25 مئی 1972ء کو صدر نے اپیل کی کہ برصغیر جنوبی ایشیا کی موجودہ صورت حال پر ملک بھر میں ہر سطح پر غور و خوض کیا جائے۔ صدر نے خود بھی ملک کی رائے عامہ کے ایک بڑے طبقے کے ساتھ اس موضوع پر بات چیت کی۔ انہوں نے طلبہ' اساتذہ دانشوروں' علما' وکیلوں' مزدور رہنماؤں اور کاروباری لوگوں کو بلایا اور ان کے خیالات سنے' اور انہیں ہندوستان کے ساتھ مذاکرات میں قومی وقار کو ہر قیمت پر سربلند رکھنے کے منصوبوں سے آگاہ کیا۔ انہوں نے شملہ روانہ ہونے سے قبل عوام سے خطاب کرتے ہوئے پرزور انداز میں یہ بھی کہا کہ وہ کبھی اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ صدر نے کہا کہ حق خودارادیت اہل کشمیر کا ایک ایسا حق ہے جسے کوئی ان سے چھین نہیں سکتا اور اس معاملے میں پاکستان اپنے معروف موقف سے نہیں ہٹے گا۔ صدر نے کہا کہ بنیادی معاملات پر ہندوستان کے ساتھ کوئی فیصلہ پاکستان کی قومی اسمبلی سے صلاح و مشورے کے بغیر نہیں کیا جائے گا۔ عوام کے نمائندے شملہ میں ہونے والے کسی سمجھوتے کے مضمرات اور عواقب کے بارے میں اسمبلی کے اندر اچھی طرح غور و خوض کریں گے۔

مذاکرات شملہ کے بارے میں کم سے کم بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ بہت دشوار تھے۔ ہندوستان کے سخت رویے اور اس کے اس کوشش کی وجہ سے کہ تمام معاملات کو جن میں موجودہ صورت حال کی بنیاد پر مسئلہ کشمیر کا تصفیہ بھی شامل تھا بیک وقت طے کر لیا جائے' قریب قریب تعطل پیدا ہو چکا تھا۔ ان حالات میں صدر اور ان کے وفد کے ایک مشترکہ بنیاد تلاش کرنے کی کوشش جاری رکھنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان درحقیقت ایک باعزت اور پائیدار تصفیہ امن کا خواہشمند تھا' واقعہ یہ ہے کہ صدر بھٹو نے آخری سمجھوتہ ہونے سے چند ہی گھنٹے قبل اخباری نمائندوں سے کہا تھا کہ تعطل پیدا ہوتا نظر آ رہا ہے۔ لیکن انجام کار ہندوستانی وزیراعظم کے مثبت رویئے کی وجہ سے قیام امن کی کوششیں بارآور ہوئیں اور اس اہم سمجھوتے پر دستخط ہو گئے۔ اس سمجھوتے کے تحت ہندوستانی فوجیں مغربی

پاکستان کی سرحدوں سے واپس بلالی جائیں گی اور دونوں ملکوں کے درمیان باقی ماندہ مسائل حل کرنے کے لئے گفت وشنید کی جائے گی۔

کشمیر کے بارے میں موجودہ صورت حال کو قائم رکھنے کا سمجھوتہ ہوا۔ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ایک ہے جن پر اگلی سربراہ کانفرنس اور اس سے قبل افسروں کے درمیان ملاقاتوں میں غور کیا جائے گا۔ یہ افسر تعلقات کو معمول پر لانے کے اقدامات نیز جنگی قیدیوں اور شہری نظربندوں کے تبادلے کے طریقوں اور انتظامات پر بھی غور کریں گے۔

پہلی سربراہ کانفرنس کا نتیجہ اصولوں کے سلسلے میں پاکستان کے موقف کے عین مطابق اور بہت سے لوگوں کی توقعات سے کہیں زیادہ اطمینان بخش ہے۔ 10 جولائی کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا جاچکا ہے اور اس معاہدہ کی توثیق ہونے کے بعد توثیق کی تاریخ سے 30 دن کے اندر افواج کا انخلا مکمل ہو جائے گا۔ بعض لوگوں کے اندیشوں کے برخلاف تمام معاملات پر بیک وقت کوئی سودا نہیں ہوا لیکن وقار کے ساتھ امن کی ضرورت کے بارے میں پاکستان کے مستقل اور واضح موقف کو تسلیم کرلیا گیا۔ یہ بذات خود ایک بڑا کارنامہ ہے لیکن اس سمجھوتے کی ایک بڑی خوبی یہ حقیقت ہے کہ نہ صرف وقار کے ساتھ امن کی بنیاد پڑ چکی ہے بلکہ ہندوستان کے ساتھ ایک عارضی تصفیہ بھی ہوگیا ہے۔

ہندوستانی لیڈروں کے بیانات اور ہندوستانی اخبارات کے تبصروں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان میں یہ محسوس کیا جانے لگا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے جھگڑے طے کرنا اور پاکستانی عوام کے لئے قابل قبول انداز میں دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کا یہی بہترین موقع ہے۔

ہندوستان کے ساتھ اس وقت اور آئندہ جو معاہدہ ہوگا اسے پاکستان کے تمام عوام کی حمایت حاصل ہوگی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ پہلا موقع ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کی کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندگی عوام کا منتخب ایک ایسا لیڈر کر رہا ہے جسے حزب اختلاف سمیت پاکستان کے عوام کے تمام طبقوں کا اعتماد اور حمایت حاصل ہے۔ اگرچہ صدر بھٹو کو عوام کی جانب سے واضح اختیارات حاصل تھے لیکن انہوں نے اس بات کو بالکل واضح کردیا کہ اس معاہدے کو آخری طور پر قبول کرنے کا انحصار قومی اسمبلی میں عوام کے منتخب نمائندوں کی توثیق پر ہے۔ یہ عوام کی جانب سے حاصل ہونے والے اختیارات ہی تھے جن کی بنا پر وہ شملہ مذاکرات میں اصولوں پر مبنی ایک جراتمندانہ اور واضح موقف اختیار کرسکے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں بڑے عرصے بعد کوئی سیاسی لیڈر یہ حیثیت حاصل کرسکا ہے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہندوستان اور ساری دنیا اس حقیقت کو محسوس کرے گی۔

یہ معاہدہ ہندوستان اور پاکستان کے جھگڑوں کے تصفیئے کی جانب محض پہلا قدم ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آئندہ مذاکرات اور بھی دشوار ہوں لیکن اس معاہدے کا نمایاں پہلو ہندوستان اور پاکستان کے تنازعات طے کرنے کے سلسلے میں تدریجی اقدامات کے طریقے کی معقولیت کو تسلیم کرلیا جانا ہے۔ دو ہمسایہ ملکوں کے درمیان دشمنی پر مبنی 25 سالہ غیر خوش آئند ماحول کی جگہ ایک ایسا نیا دور لے رہا ہے جو خیرسگالی اور نیک نیتی سے کام لئے جانے کی صورت میں دونوں ملکوں کے عوام کو اس قابل بنادے گا کہ وہ معاشرتی ترقی اور معاشی آسودگی کی جانب بڑھ سکیں۔۔

کراچی میں صدر کی پریس کانفرنس

(25 جون 1972ء)

کل صدر ذوالفقار علی بھٹو نے بڑے واضح انداز میں اس بات کا یقین دلایا کہ ملک پر اثر انداز ہونے والے بنیادی مسائل کے بارے میں تمام فیصلے قومی اسمبلی کرے گی۔ جو اس مقصد کے لئے قوم کا موزوں ادارہ ہے۔۔۔ اور یہ کہ شملہ کی سربراہ کانفرنس میں وہ ان مسائل پر کسی قسم کا کوئی وعدہ نہیں کریں گے۔

کراچی کے گورنر ہاؤس کے کھچا کھچ بھرے ہوئے ایوان میں منعقدہ پریس کانفرنس میں انہوں نے اشارۃً کہا کہ وہ آئندہ ماہ کے وسط یا اواخر میں شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کریں گے......

...... انہوں نے کہا کہ وہ مسز اندرا گاندھی کے ساتھ عارضی اور مستقل دونوں طرح کے مسائل پر بات چیت کرنے کی امید رکھتے ہیں اور اس بات چیت کے بعد ہی یہ معلوم ہوسکے گا کہ حقیقت میں ہندوستان کا رویہ کیا ہے اور آیا وقار کے ساتھ پائیدار امن کی بنیاد پر ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات کو از سر نو متعین کرنا ممکن ہوسکتا ہے یا نہیں۔

مسٹر بھٹو نے ایک نامہ نگار کی اس بات سے اتفاق کیا کہ دونوں ملکوں کے درمیان تمام تصفیہ طلب سوالات ایک ہی مرحلے میں طے نہیں ہوسکتے۔ انہوں نے کہا کہ تاشقند میں "سب کچھ یہیں کرو" پر بہت زور دیا گیا تھا جو کہ غلط تھا۔ اس لئے ان کے خیال کے مطابق متعلقہ معاملات کو طے کرنے کے لئے ہندوستان کے ساتھ متعدد ملاقاتیں ہوں گی۔

انہوں نے اس امکان کو مسترد کردیا کہ سربراہوں کی ملاقات میں پاکستان اور بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والے معاملات کے بارے میں بات چیت ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ ان کے اور شیخ مجیب الرحمٰن کے درمیان ملاقات کرانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ اس معاملے میں اعانت کے لئے کئی ملکوں نے اپنی خدمات پیش کی ہیں اور برطانیہ ان میں سے ایک ہے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ وہ ان کوششوں کو ثالثی کی کوششوں سے تعبیر نہیں کریں گے۔

مسٹر بھٹو نے کہا کہ اگر شیخ صاحب اسلام آباد آنے پر رضامند نہیں ہیں تو وہ ان سے کہیں بھی یہاں تک کہ ڈھاکہ میں ملاقات کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن نئی دہلی یا کسی دوسرے ہندوستانی شہر میں نہیں۔

انہوں نے بنگلہ دیش کے لیڈر سے کہا کہ وہ غیر جذباتی ہو کر سوچیں اور بنگلہ دیش کو تسلیم کرانے کو اپنے وقار کا سوال نہ بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ شیخ صاحب کی ان سے ملاقات کرنے کے سلسلے میں کسی شرط پر اصرار کرنے کی منطق ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ انہوں نے اس ضمن میں یہ دلیل دی کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنا ان کا اپنا کوئی ایسا ذاتی معاملہ نہیں ہے جس پر کہ خود کوئی فیصلہ کر سکیں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا تعلق دو خطوں کے عوام کے آئندہ تعلقات سے ہے اور صرف قومی اسمبلی ہی اس ضمن میں کوئی فیصلہ دینے کی اہل ہے۔

ہندوستان پر بار:

صدر نے ہندوستان کے پاکستان سے امن کی ضمانت طلب کرنے پر سخت رد عمل کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ درحقیقت یہ ضمانت پاکستان کو ہندوستان سے طلب کرنا چاہئے جو بہت بڑی فوج رکھتا ہے جو ایک کہیں زیادہ بڑا ملک ہے جس کے وسائل بہت زیادہ ہیں اور جس کے حملوں سے اس کے چھوٹے ہمسایہ ملک اتنا نقصان اٹھا چکے ہیں۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آئندہ سربراہ کانفرنسوں کے دوران پاکستان اپنے دفاعی افواج میں کمی کرنے پر تیار ہو جائے گا تو مسٹر بھٹو نے بے لاگ انداز میں کہا: "میں پاکستان کی سلامتی کے سلسلے میں کوئی جوا نہیں کھیلوں گا۔"

انہوں نے اس بات کو واضح کر دیا کہ شملہ کانفرنس میں دفاعی افواج میں کمی کا سوال ان کے موضوعات میں شامل نہیں ہے۔ اور درحقیقت وہ ابھی طویل عرصے تک فوج کی ہیئت میں کسی تبدیلی کی توقع نہیں رکھتے۔

تاہم انہوں نے کہا کہ اس سوال کا دارومدار کلیتہ" ہندوستان کے رویئے میں بنیادی تبدیلی پر ہے۔ اگر اس خطے میں پائیدار امن قائم کرنے کی حقیقی خواہش ہو' جنگ کے تمام اسباب دور کر دیئے جائیں تو پھر پاکستان کی دفاعی افواج میں کمی کرنے کے سوال پر غور کیا جا سکتا ہے۔

جب ایک نامہ نگار نے پوچھا کہ کیا ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات کے سلسلے میں ان پر کوئی غیر ملکی دباؤ پڑ رہا ہے تو مسٹر بھٹو کا رویہ اچانک بالکل تبدیل ہو گیا۔

انہوں نے تیز آواز میں جواب دیا کہ ان کے لئے صرف دو طاقتوں کا دباؤ قابل قبول ہے۔ ایک خدائے بزرگ و برتر کا اور دوسرا ان کے عوام کا۔ انہوں نے کہا کہ وہ کس طرح غیر ملکی دباؤ میں آ سکتے ہیں جبکہ وہ اس زمین کے بیٹے ہیں اور اپنے عوام سے رابطہ رکھتے ہیں اور انہوں نے سخت لہجہ میں کہا: "ان پر کوئی غیر ملکی دباؤ کارگر نہیں ہو سکتا۔" انہوں نے نامہ نگار مذکور سے کہا کہ وہ معلوم کرے کہ ان کا تاشقند' واشنگٹن یا دنیا کے کسی دوسرے دارالحکومت میں کیا رویہ رہا ہے ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت قومی مفاد کی ہے اور انہوں نے یقین دلایا کہ وہ ایک حقیقی محب وطن کی حیثیت سے پورے جوش و خروش کے ساتھ اس کی حفاظت کریں گے....

مسٹر بھٹو نے ہندوستان کی اس دلیل پر بھی اعتراض کیا کہ پاکستانی افواج نے ہندوستان اور بنگلہ دیش کی مشترکہ فوجوں کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے جنرل مانک شاہ کی اس اپیل پر جو ہتھیار ڈالے جانے سے قبل کی گئی تھی اور جنیوا کنونشن کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مشرقی پاکستان میں پاکستانی افواج نے صرف ہندوستانی فوجی کمان کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ علاوہ ازیں یہ ہندوستان ہی ہے بنگلہ دیش نہیں جس کی حراست میں پاکستانی جنگی قیدی ہیں۔

مسٹر بھٹو نے کہا کہ علاقے خالی کرنے' دونوں ملکوں کی فوجوں کی دسمبر 1971ء سے پہلے کے خط پر واپس جانے' جنگی قیدیوں اور شہریوں کی واپسی اور جنگی قیدیوں پر مقدمہ چلانے کی تجویز کے سوالات یقیناً ہندوستان کے ساتھ بات چیت کے دوران زیر غور آئیں گے......

قبل ازیں اپنے تعارفی بیان میں انہوں نے کہا کہ وہ اس اعتماد کے ساتھ شملہ جا رہے ہیں کہ اس نازک مہم میں پوری قوم کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کے نزدیک عوام کی نیک خواہشات دنیا کی کسی بھی دوسری چیز کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خواہ ملک کے اندر اختلافات کی نوعیت کچھ ہی ہو' قوم کی حمایت کی یقین دہانی ان کے لئے بڑی تقویت کا باعث ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ یقین دلایا کہ چونکہ وہ اپنے عوام سے رابطہ رکھتے ہیں اس لئے وہ ان کے بنیادی مسائل پر کبھی مصالحت نہیں کریں گے۔

پی پی آئی کی ایک اطلاع میں مزید بتایا گیا کہ صدر نے کہا کہ جہاں تک انہیں معلوم ہے ہندوستان نے شملے کے مذاکرات کے سلسلے میں کوئی پیشگی شرط نہیں رکھی ہے لیکن انہوں نے کہا کہ اگر پیشگی شرطیں ہوئیں تو وہ پھر معاملے کا فیصلہ پاکستان کا مفاد پیش رکھتے ہوئے کریں گے۔

صدر نے ہندوستان کے ساتھ سفارتی تعلقات بحال کرنے کی حمایت کی اور کہا کہ دسمبر کی جنگ سے قبل ان تعلقات کے ٹوٹ جانے سے نہ تو ہندوستان کو کوئی فائدہ پہنچا اور نہ پاکستان کو۔ انہوں نے کہا کہ جن سفارتی تعلقات کو ہندوستان کے بنگلہ دیش کو تسلیم کر لینے پر توڑ لیا گیا تھا' ان کی بحالی جنگی قیدیوں کی واپسی کے عمل کو شروع کرنا اور دوسری باتوں کے لئے ضروری ہے۔

شملے میں اپنے قیام کے بارے میں مسٹر بھٹو نے کہا کہ اس کا دارومدار ان کے میزبانوں پر ہے۔ جب ان سے مسز گاندھی کی ہندوستان کے ساتھ

جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرنے کے مطالبے پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا گیا تو صدر بھٹو نے کہا کہ "وہ مطالبہ تو چاند تک کا کر سکتی ہیں۔"

صدر بھٹو نے کہا کہ وہ پیکنگ اور ماسکو میں سیکرٹری جنرل عزیز احمد کی بات چیت سے مطمئن ہیں۔

تاہم انہوں نے کہا کہ ان دوروں میں کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔

مسٹر عزیز احمد کو وہاں چینی اور روسی لیڈروں کو سربراہوں کی کانفرنس سے متعلق پاکستان کے موقف سے باخبر کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

انہوں نے کہا: "میں نے انہیں بھیجا تھا کیونکہ میں یہ چاہتا تھا کہ یہ کام (سربراہ کانفرنس) زیادہ سے زیادہ جامع انداز میں ہو۔"

(اخبار "ڈان" کراچی۔ مورخہ 22 جون 1972ء)

صدر کا قوم سے خطاب

(27 جون 1972ء)

صدر ذوالفقار علی بھٹو نے شملہ کانفرنس میں شرکت کے لئے روانگی سے قبل 27 جون 72ء کو قوم سے جو خطاب کیا۔ اس کا متن درج ذیل ہے:۔

کل میں ہندوستانی وزیر اعظم کے ساتھ بات چیت کے لئے جا رہا ہوں۔ میں اس موقع پر آپ سے 'اپنے ساتھی شہریوں' اپنے بھائیوں اور بہنوں سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمیں جو مسائل درپیش ہیں اور ہمیں مستقبل سے جو امیدیں اور توقعات ہیں' ان میں آپ کو بھی شریک کر لوں۔

ہم ان حالات میں ہندوستان جا رہے ہیں جو ہمیں المناک طور پر ورثے میں ملے ہیں۔ ہم نے جو جنگ ہاری ہے وہ میری شروع کی ہوئی نہیں تھی۔ اس کے خلاف میں نے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا لیکن طاقت میں بدمست حکمراں ٹولے نے اس انتباہ پر کوئی توجہ نہیں دی۔ انہوں نے ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے عوام کو جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا اور پھر ہمیں ہتھیار ڈالنے کے اس ناقابل برداشت واقعہ میں ملوث کر دیا جس کے نتیجے میں ہمیں اپنے نصف ملک سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اس حکمراں ٹولے کو نہ تو یہ معلوم تھا کہ امن کیسے قائم کیا جاتا ہے اور نہ ہی وہ جنگ کرنے کا سلیقہ رکھتے تھے۔ ہماری چار ڈویژن فوج نے جنگ شروع ہونے کے بعد 14 دن کے اندر دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اب ہمارے 90 ہزار سے زیادہ آدمی دشمن کی قید میں ہیں۔

ایک بہترین جنگی مشینری ملکی سیاسیات میں مسلسل ملوث رہنے کی وجہ سے اپنی روح سے محروم اور انحطاط پذیر ہو چکی تھی۔ انحطاط اور قومی مقصد کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہمارے تمام ادارے اور ہمارے تمام طرز عمل بری طرح متاثر ہو چکے تھے اور ملک سیاسی' اقتصادی اور اخلاقی اعتبار سے تباہی کے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔

یہ المناک صورت حال تھی جس کا ہمیں سامنا کرنا پڑا۔ اب ہم دسمبر کے ان تاریک دنوں سے بہت آگے نکل آئے ہیں۔ ہمارے عوام کے حوصلے بحال ہو چکے ہیں۔ ہماری مسلح افواج نئی قیادت کی رہنمائی میں ایک بار پھر اس مقصدیت کی حامل بن رہی ہیں جس نے انہیں ایشیا کی بہترین فوج بنا دیا تھا۔ ہماری معیشت بھی بحال ہوتی جا رہی ہے۔

بعض شکست خوردہ لوگ بڑی بے باکی سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ ہم ہندوستان کیوں جا رہے ہیں؟۔ کیا یہ لوگ دسمبر میں سو رہے تھے؟ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہمیں اپنے جنگی قیدیوں کی واپسی کے لئے کوشش نہیں کرنا چاہئے؟۔ کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں ہندوستانیوں کو سندھ کی دو تحصیلوں اور پنجاب کی ایک تحصیل پر قبضہ جاری رکھنے کی اجازت دے دینا چاہئے؟ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم چاند پر جا کر صورت حال کی اصلاح کر سکتے ہیں؟ ان معاملات کے لئے بات چیت کے لئے ہمارا ہندوستان جانا اسی طرح ضروری ہے جس طرح کہ قبل ازیں ہندوستانیوں کا پاکستان آنا ضروری تھا۔

گزشتہ 25 سالہ دور برصغیر میں محاذ آرائی اور جنگ کا دور رہا ہے۔ لیکن اس کا اس خطے کے عوام کے لئے کیا نتیجہ نکلا؟ وہ اب بھی دنیا کے سب سے زیادہ مفلس' بھوک کے مارے ہوئے' جاہل' خراب مکانوں میں رہنے والے اور بیماریوں کا شکار ہیں۔ یہ بہت بھاری قیمت ہے اور اس میں سے سب سے بھاری قیمت اس سرزمین کے ان لوگوں نے ادا کی ہے جو سب سے زیادہ غریب تھے۔

پاکستان کے عوام نے محاذ آرائی کے لئے اپنے دفاع کو مضبوط بنانے کی خاطر سیاسی اور اقتصادی ترقی سمیت ہر چیز قربان کر دی۔ جن لوگوں نے پاکستان کے لئے اپنا خون اور آنسو بہائے۔ انہیں جمہوریت کے آنے کے لئے ایک نسل تک انتظار کرنا پڑا۔ مستقبل کے بارے میں ہماری تمام امیدیں دم توڑ چکی تھیں۔ ہم اپنے ملک کے بڑے حصے سے محروم ہو چکے ہیں۔ گزشتہ 25 سال کی تاریخ حقیقت میں بڑی دردناک ہے۔

یہ صورت حال تبدیل ہونی چاہئے۔ ہمیں اپنی کوششیں عوام کی خدمت کرنے اور اقتصادی ترقی کا ایک دور شروع کرنے پر مرکوز کرنا چاہئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اپنی مسلح افواج میں کمی کر دیں گے۔ مادر وطن کا دفاع ہمارا سب سے اہم فریضہ رہے گا۔ لیکن ہمیں ایک نیا' طاقتور اور ترقی کرنے والا پاکستان تعمیر کرنے کے لئے اپنا زاویہ نظر از سر نو متعین کرنا پڑے گا۔

پاکستان کے عوام کو خوشحالی اور ترقی کی نعمتوں سے بہرہ مند ہونے کا موقع ملنا چاہئے۔ انہوں نے بڑے مصائب برداشت کئے ہیں اور بڑی قربانیاں دی ہیں۔ وہ بہت طویل عرصے تک مصائب برداشت کر چکے ہیں۔ انہیں اس خواب کو پورا کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ جس نے پاکستان کی تخلیق کی تحریک کو جنم دیا تھا۔ یہ موقع فراہم کرنے ہی کے لئے ہم برصغیر میں پائیدار امن

تلاش کرنے کے مقصد کے ساتھ ہندوستان جارہے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اسی قسم کا پرخلوص مقصد ہندوستانی لیڈروں کے پیش نظر بھی ہو گا۔

میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ ہمیں امن کو ایک موقع دینا چاہئے۔ ہم کوئی 25 سال سے لڑ رہے ہیں اور دنیا تماشا دیکھ رہی ہے۔ تصفیے کی خاطر' اچھے ہمسایوں کی طرح رہنے کی خاطر ہمارے درمیان بات چیت کا ہونا ضروری ہے۔ یہی ایک مہذب طریقہ ہے۔ انتظامیہ کے سربراہوں کی سطح پر امریکی چینیوں سے ملاقات کر رہے ہیں۔ ویت نام کی جنگ کے اپنے عروج پر ہونے کے باوجود امن کی بات چیت جاری ہے اور امریکہ اور روس کے سربراہوں کی ملاقات ماسکو میں ایک ایسے وقت ہوئی جب جنگ کے بادل گھرے ہوتے جارہے تھے۔

ہم دوسروں کے زاویہ نظر کو سننے اور بنیادی اصولوں پر کوئی مصالحت کئے بغیر جہاں ممکن ہو رعائتیں دینے اور رعایتیں حاصل کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ اس عرصے میں ہمارے کوئی تصفیہ نہ کرپانے کا سبب ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ اپنے مسائل پر بات چیت کرنے پر آمادہ نہ ہونا ہے۔ اب ہمیں وقار کے ساتھ امن کی تلاش کے سلسلے میں اس پر آمادہ ہونا چاہئے۔

یقیناً امن کو تھوپا نہیں جاسکتا اور نہ اس طرح پائیدار امن قائم ہو سکتا۔ امن کو منصفانہ اور ہندوستان اور پاکستان دونوں کے لئے قابل قبول ہونا چاہئے۔ یہ سوچنا غلط ہے کہ یک طرفہ تصفیے کے نتیجہ میں پائیدار امن قائم ہو سکتا ہے۔ اس قسم کا امن کبھی پائیدار نہیں ہو سکتا یہ بس عدم استحکام اور جنگ ہی کا باعث بن سکتا ہے یہ تاریخ کا سبق ہے۔ معاہدہ ورسلز کے تحت جس پر یورپ میں پہلی جنگ عظیم کا خاتمہ ہوا تھا جرمن قوم پر ایک ذلت آمیز امن مسلط کیا گیا تھا۔ اس امن کو 15 سال ہی میں ٹھکرا دیا گیا تھا اور اس کے چند ہی سال بعد دنیا ایک ایسی ہولناک اور خونریز جنگ میں مبتلا ہو گئی جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

اگر ہم تاریخ سے سبق نہ سیکھیں گے تو پھر ہم کبھی کچھ نہ سیکھ سکیں گے۔ برصغیر میں پائیدار امن قائم کرنے کیلئے موجودہ رکاوٹوں کا دور ہونا ضروری ہے۔ گزشتہ جنگ کے نتائج کا ختم ہونا ضروری ہے۔ ہمارے جنگی قیدیوں اور شہری نظربندوں کا واپس آنا ضروری ہے۔ اور مسلح افواج کے انخلا کا انتظام ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک ڈھاکہ کے حکام کا تعلق ہے جنگی جرائم کے مقدمات کی باتیں ختم ہونا ضروری ہیں اور غیر بنگالیوں اور وفاق پسند بنگالیوں کے ساتھ ذمہ دارانہ برتاؤ ہونا اور انہیں ظلم سے مبرّیٰ اور باعزت شہریوں کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا موقع ملنا ضروری ہے۔

جنگی قیدیوں کا مسئلہ ہمارے عوام کے لئے انتہائی تشویش کا باعث ہے۔ ہزاروں خاندان اپنے باپوں اور شوہروں' بیٹیوں اور بھائیوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے مصائب کو دور کرنے کے لئے آپ کی حکومت نے ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن کوئی اخلاقی اور مادی امداد ان افراد کا نعم البدل ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہمارے عوام نے اس مصیبت کا بڑی حوصلہ مندی سے مقابلہ کیا ہے اور اگر ضروری ہوا تو وہ آئندہ بھی اس جدائی کو برداشت کرتے رہیں گے۔ لیکن ہندوستان کے پاس ہمارے آدمیوں کو قید رکھنے کا کوئی اخلاقی یا قانونی جواز موجود نہیں۔ اس نے ہمارے فوجیوں کو پچھلے چھ ماہ سے قید میں رکھ کر جنیوا کونشن کی صریح خلاف ورزی کی ہے۔ اگر ہندوستانی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان کارروائیوں سے ہمیں امن کے لئے ذلت آمیز شرائط قبول کرنے پر مجبور کرسکتے ہیں تو وہ غلطی پر ہیں جب کہ میں بار بار کہہ چکا ہوں: "ہم انسانوں کے بدلے میں مملکت کے اصولوں کا سودا نہیں کریں گے"

ہندوستانیوں نے 7 دسمبر کی اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی قرارداد جسے 104 رکن ملکوں نے منظور کیا تھا اور 21 دسمبر کی سلامتی کونسل کی منظور کردہ قرار داد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی فوجوں کو واپس بلانے کے مطالبے کو ماننے سے انکار کردیا۔ جارحیت کے اثرات کو ختم کئے بغیر کس طرح امن قائم ہو سکتا ہے۔ ہمارے علاقے پر غیر قانونی قبضے کی وجہ سے ہمارے تقریباً دس لاکھ آدمی بے گھر ہو چکے ہیں۔ پائیدار امن قائم کرنے کا یقیناً یہ طریقہ نہیں ہے۔ ہندوستانیوں کو چاہئے کہ وہ مزید کسی تاخیر کے بغیر اپنی مسلح افواج کو واپس بلانے کا بندوبست کریں۔

ہندوستانی کسی انوکھی منطق کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ جب تک کوئی مستقل تصفیہ نہیں ہو جائے گا وہ نہ تو ہمارے فوجیوں کو واپس بھیجیں گے اور نہ ہمارے علاقے خالی کریں۔ یقیناً ان کا یہ مطالبہ گاڑی کو گھوڑے کے آگے باندھنے کے مترادف ہے۔ ہم کسی پائیدار امن کی اسی وقت امید کرسکتے ہیں جب ہمارے آدمی واپس آجائیں اور ان کے فوجی واپس چلے جائیں۔

ہندوستانی ہم سے یہ بھی چاہتے ہیں کہ جموں اور کشمیر کے باشندوں کے حق خودارادیت کی حمایت کرنا ختم کردیں ہم ایسا کس طرح کرسکتے ہیں؟ یہ ہمارے حق کا سوال نہیں ہے۔

یہ جموں اور کشمیر کے باشندوں کا حق' پیدائشی حق ہے۔ حق خودارادیت کا اصول عالمگیر بنیاد پر مسلمہ حیثیت رکھتا ہے۔ ریاست جموں اور کشمیر کے عوام کے اس حق کو اقوام متحدہ کی متعدد قرار دادوں میں تسلیم کیا جاچکا ہے اور موجودہ وزیراعظم کے والد وزیراعظم جواہر لال نہرو بھی اسے تسلیم کرچکے ہیں۔

اس بات کا دارومدار جموں اور کشمیر کے عوام پر ہے کہ وہ حق خودارادیت استعمال کرتے ہیں یا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارا کام اصولوں پر قائم رہنا ہے۔ ہم اپنے اصولوں کو ترک نہیں کریں گے چاہے اس کا نتیجہ کچھ ہی ہو۔

ہندوستانی بین الاقوامی سرحد میں تبدیلیوں کے بھی خواہاں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان تبدیلیوں کا مقصد "غیر معقولیتوں" کو ختم کرنا ہے لیکن حقیقت

میں ان کا مقصد مزید علاقہ حاصل کرنا ہے کیا وہ حیدر آباد' جونا گڑھ اور ماناوادر پر قبضہ کر کے مطمئن نہیں ہیں؟ کیا کشمیر پر قبضے اور ہمارے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے سے ان کی تسلی نہیں ہوئی ہے؟ کیا وہ امن سے مراد اپنے علاقے میں مزید توسیع سمجھتے ہیں؟ لیکن ہماری خود مختاری کی قیمت پر کوئی امن قائم نہیں ہو سکتا۔

برصغیر میں امن کا انحصار انصاف اور خیر سگالی پر ہے۔ مسلم بنگال کے عوام کو حقیقت میں ایک بڑی ہولناک صورت حال سے گزرنا پڑا ہے۔ غالبا دوسروں سے زیادہ انہیں امن کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے تباہ شدہ ملک کی ازسر نو تعمیر کر سکیں۔ یہ وہ اسی صورت میں کر سکتے ہیں جب وہ ماضی کے واقعات کو فراموش کر دیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ جنگی جرائم کے سلسلے میں مقدمہ چلانے کی باتوں اور غیر بنگالیوں اور متحدہ پاکستان کے حامی بنگالیوں کے ساتھ خراب برتاؤ سے مستقبل میں قیام امن کے سلسلے میں کوئی مدد مل سکتی ہے۔ اس قسم کے واقعات آگے لے جانے کی بجائے پیچھے ماضی کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایک ایسے ماضی کی طرف جو بڑا تباہ کن ہے۔

مسلم بنگال کے عوام ہمارے بھائی ہیں۔ ہم نے مل کر آزادی کے لئے جنگ کی تھی - آج ہمارے تعلقات کشیدہ ہیں لیکن کیا یہ ضروری ہے یہ کشیدگی مستقل ہو یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسے ہمیں مسلم بنگال کے رہنماؤں کے ساتھ طے کرنا ہے۔ اس کا تعلق ہمارے دونوں علاقوں کے عوام سے ہے۔ اس معاملے سے ہندوستان کا کوئی تعلق نہیں۔ میں یہ بات بار بار کہہ چکا ہوں۔ اس معاملے کو ہندوستان کی سرزمین پر طے نہیں کیا جا سکتا۔

مجھے امید ہے کہ میں شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کروں گا اور پھر اپنی بات چیت کے نتائج قومی اسمبلی میں نمائندوں کی وساطت سے عوام کے سامنے پیش کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ بنیادی قومی اہمیت کے کسی معاملے میں قومی اسمبلی کو نظر انداز کرنے کا سوال نہیں ہے۔

ہندوستان کے ساتھ بات چیت میں ہمیں جو مرحلہ درپیش ہے وہ کوئی آسان مرحلہ نہیں ہے لیکن ہم اس سے اپنا دامن نہیں بچا سکتے۔ پاکستان کے عوام نے مجھ پر اعتماد کیا ہے اور مجھے اس فرض کو پورا کرنا چاہیے جو ان کی جانب سے مجھ پر عائد ہوتا ہے۔ قومی اسمبلی نے میرے حق میں متفقہ طور پر اعتماد کا جو ووٹ دیا ہے اس نے اس اختیار کی تصدیق کی ہے اور اسے تقویت پہنچائی ہے جو مجھے عوام کی جانب سے حاصل ہے۔

یہ بحران شروع سے آخر تک ہمارا پیدا کردہ نہیں ہے۔ آپ نے اور میں نے اس کے خلاف خبردار کیا تھا لیکن اب یہ بحران اپنی پوری شدت کے ساتھ آپ کے اور میرے سامنے آچکا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے کو میری جگہ رکھیں۔ ایک لمحہ کے لئے سوچیں کہ آپ بھٹو ہیں۔ حقیقت میں میں آپ ہی کا ہوں۔ جنگ میں بھی اور امن میں بھی مصیبت میں بھی اور راحت میں بھی۔ ساتھی شہریو! اپنے آپ سے پوچھو کہ اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے۔ پاکستان کو مزید تباہ کرتے یا اس کی تعمیر میں کام کرنے کی کوشش کرتے؟ اگر آپ پاکستان کی تعمیر نو کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے تو آپ کس طرح بات چیت کرتے؟

اگر ہم پاکستان کو تعمیر کرنے اور قومی وقار کو سربلند رکھنے میں پر عزم ہیں تو آپ کو بڑی دانشمندی اور صبر سے کام لینا پڑے گا۔ نعرے بڑی اچھی چیز ہیں لیکن اپنی جگہ پر۔ نعرے لگانے کا ایک وقت ہوتا ہے اور ایک وقت غور و فکر کرنے کا ہوتا ہے۔ ایک وقت من کی موج پر عمل کرنے کا ہوتا ہے اور ایک وقت تحمل اور بردباری کا۔

عوام نے ہمیشہ میرے اوپر اعتماد کیا ہے اور میں بھی ہمیشہ ان پر اعتماد کرتا رہا ہوں اور ان سے رہنمائی اور تحریک حاصل کرتا رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان جانے سے قبل میں نے صورتحال کی وضاحت کرنے اور ان کے نظریات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے عوام کے مختلف طبقوں سے صلاح و مشورہ کیا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے مجھ کو یہ ملاقاتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں عوام کی جانب سے اختیار رکھتا ہوں لیکن میں اس بات پر یقین کامل رکھتا ہوں کہ عوام کے ساتھ بات چیت مستقل جاری رہنے والا ایک عمل ہے۔ وہ ضرورت سے زیادہ طویل عرصے تک اس رابطے سے محروم رہے ہیں اور اس کے نتائج کو دیکھنے کے لئے ہمارا پچھلے دسمبر پر ایک نظر ڈالنا ہی کافی ہے۔

گزشتہ دو ہفتوں کے دوران میں نے زندگی کے مختلف شعبوں کے رہنماؤں' منتخب نمائندوں' ہر طبقہ فکر کے سیاستدانوں' عالموں' دانشوروں' مدیروں اور صحافیوں' وکیلوں' اساتذہ' طلبہ اور مزدوروں سے بات چیت کی ہے۔

میں نے اپنی مسلح افواج کے کمانڈروں سے بھی ملاقات کی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار بڑی قومی اہمیت کے معاملوں میں اعلیٰ ترین سطح پر تمام طبقوں کے نمائندوں کو شامل کیا گیا ہے۔

بلاشبہ مجھے ان ملاقاتوں سے بہت فائدہ پہنچا ہے اور مجھے امید ہے کہ ان سے ان لوگوں کو بھی فائدہ پہنچا ہے جنہوں نے ان میں شرکت کی تھی۔ ان ملاقاتوں کے نتیجے میں دوسروں کی جو رائے میرے سامنے آئی' وہ ہندوستان میں گفت و شنید کے دوران میری رہنمائی کرتی رہے گی۔

یہ علم میرے لئے بڑا تقویت بخش ہے کہ ہندوستان جاتے ہوئے میں اپنے عوام کی دعائیں اور حمایت اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں۔ آپ کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ میں آپ کو کبھی مایوس نہیں کروں گا میں نے کبھی آپ کو مایوس نہیں کیا ہے اور میں کبھی آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ آپ نے جو یقین اور اعتماد مجھ پر کیا ہے وہ مجھے ایک مقدس امانت کی طرح عزیز ہے۔

اپنے ملک کے لوگوں کے علاوہ میں نے دوسرے ملکوں میں اپنے

دوستوں اور ہمسایوں سے بھی صلاح و مشورہ کیا ہے۔ اسی ضمن میں میں پیکنگ اور ماسکو کا دورہ بھی کر چکا ہوں اور حال ہی میں میں نے ان دونوں دارالحکومتوں میں اپنا ایک خصوصی نمائندہ بھی بھیجا ہے۔

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں میں نے اپنے آخری سفر کے دوران مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے 14 ملکوں کا دورہ کیا۔ یہ سفر جنوری میں میرے پیشتر کے دورے ہی کے سلسلے میں تھا جس کے دوران میں نے جنوری میں آٹھ مسلم ممالک کا سفر کیا تھا۔

ملک کے اندر اور بیرون ملک میری جو حمایت کی گی ہے اس کی وجہ سے امن کی شرائط کی بات چیت کرنے میں میرے ہاتھ بے انتہا مضبوط ہو جائیں گے۔ اس بات میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ابھی یہ شرائط طے ہونا باقی ہیں۔

ہندوستان کے ساتھ آئندہ بات چیت میں کوئی آخری تصفیہ ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ بنیادی اصولوں کے بارے میں کوئی فیصلہ عوام ہی اپنے نمائندوں کی وساطت سے کر سکتے ہے۔ میں یہ دیکھنے کے لئے ہندوستان جا رہا ہوں کہ ہندوستانی رہنما کیا کہتے ہیں۔ میں ان کی باتیں سنوں گا اور اپنے خیالات ان کے سامنے پیش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ ہم پائیدار امن کی کوئی مشترکہ بنیاد تلاش کر لیں گے۔ مجھے امید کہ ہم ایک مستقل تصفیے کا راستہ معلوم کر لیں گے۔

گفت و شنید کے دوران جو بھی تجاویز پیش ہوں گی انہیں قبول یا مسترد کرنے کا انحصار عوام کی مرضی پر ہو گا۔ شملہ کانفرنس کا جو بھی نتیجہ بر آمد ہو گا اسے قبول یا مسترد کرنے کا فیصلہ صرف مجھے نہیں کرنا ہے بلکہ پوری قوم کو کرنا ہے' آپ لوگوں کو کرنا ہے جو اس وقت میری تقریر سن رہے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات کی تاریخ بڑی رنج دہ ہے۔ یہ بڑی بدگمانیوں کی تاریخ ہے۔ اس کی برصغیر کے عوام کو بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑی ہم نئے سرے سے آغاز کے لئے تیار ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہندوستانی خلوص کا جواب خلوص سے دیں تو ہم از سرنو آغاز کر سکتے ہیں۔

امن کی تلاش ایک دیر طلب اور مشکل کام ہے۔ ہم ماضی کی تلخیوں اور بدگمانیوں کو یک لخت دور نہیں کر سکتے۔ ہم تاریخ کے جمع کئے ہوئے ڈھیر کو ایک ہی مرتبہ میں صاف نہیں کر سکتے۔ ہمیں ایک ایک قدم آگے بڑھنا ہو گا۔ اور ہر قدم پر فریقین کے خلوص کی آزمائش ہو گی۔

ہم اصولوں کی بنیاد پر معاملات پر بات چیت کرنے کے لئے تیار ہیں' اس وقت بھی اور آئندہ بھی۔ ہندوستان کے ساتھ 1947ء ہی سے بات چیت ہوتی رہی ہے۔ آئندہ بھی بات چیت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بات چیت ماضی میں مسائل کو حل کرنے میں ناکام رہی ہو لیکن اس کی متبادل صورت یعنی جنگ بھی ان مسائل کو حل کرنے میں ناکام رہی ہے اور آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ بات چیت کی ناکامی جنگ کے مقابلے میں بہت کم مہنگی ثابت ہوتی ہے۔

ثالثوں کی وساطت کے بجائے براہ راست بات چیت کرنا بہتر ہوتا ہے۔ اس کے پیش نظر ہم ہندوستان کے ساتھ سفارتی تعلقات بحال کرنے پر تیار ہیں۔ بہرحال ہم نے 1965ء کی جنگ کے دوران سفارتی تعلقات منقطع نہیں کئے تھے اور ہمارے سفیر گزشتہ جنگ کے اختتام تک اپنی جگہوں پر کام کرتے رہے تھے۔

اس مقصد کے لئے مواصلات کا سلسلہ بحال کرنا دونوں کے لئے مفید ثابت ہو گا۔ پھر خطوط اور تار آ جا سکیں گے اور دونوں ملکوں کے طیاروں کی ایک دوسرے کے علاقے پر پروازیں پھر شروع ہو سکیں گی اور اس بات میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ اگر بات چیت کے بعد کسی حد تک تجارت بھی بحال ہو جائے تو اس خطے کے عوام کو بہت فائدہ پہنچے گا۔

لیکن یہ محض قیاس آرائی ہے۔ ہم نے ہندوستان کے سلسلے میں کئی کارروائیاں کی ہیں۔ ہم نے ہندوستان کی جانب امن کا ہاتھ بڑھایا ہے اور علامت کے طور پر ہندوستان کے ان جنگی قیدیوں کی جو ہماری حراست میں ہیں' غیر مشروط طور پر چھوڑ دینے کی پیشکش کی ہے۔ یقیناً اب یہ ہندوستان کا کام ہے کہ وہ الفاظ کے بجائے عمل سے اپنی خواہش امن کا مظاہرہ کرے۔ تاہم ہندوستان نے ابھی تک ایک بھی تعمیری اقدام ایسا نہیں کیا ہے جس سے ہمارے تعلقات میں ایک نئے دور کا آغاز ہونے کی امید پیدا ہو سکے۔

ہم یقیناً امن چاہتے ہیں لیکن ہر قیمت پر نہیں۔ ہم امن کی خواہش رکھتے ہیں لیکن اپنے اصولوں اور وقار کی قربانی دیکر نہیں۔ کسی شخص کو اس بارے میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہنا چاہئے۔ میں اس بات کو دہراتا ہوں کہ ایک منصفانہ اور باوقار امن' ایک ایسا امن جو ہمارے عوام کے لئے مفید ثابت ہو۔

ہمارا کام خاصا مشکل ہے اور یہ کام ان قوتوں کی وجہ سے اور بھی دشوار ہو گیا ہے جو پاکستان میں کام کر رہی ہیں۔ یہ محض اتفاق کی بات نہیں ہے کہ میری روانگی سے کچھ ہی دیر قبل سندھ میں مزدوروں اور زبان کے ہنگامے شروع ہو گئے اور وہ کیا سبب ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ جو جنوری میں "بنگلہ دیش" کو فوری طور پر تسلیم کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے' جون میں یہ کہنے لگے کہ "بنگلہ دیش" کو کسی صورت میں تسلیم نہ کیا جائے؟ قوم میں از سرنو پیدا ہونے والے اتحاد میں کون رخنے ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے؟

یہ لوگ محب وطن نہیں ہیں۔ پاکستان کے دوست نہیں ہیں۔ وہ ہمارے عوام کے دوست نہیں ہیں۔ وہ بس محب وطن اور غریبوں کے دوستوں کا بھیس اختیار کئے ہوئے ہیں۔ حقیقت میں وہ عوام کے دشمن ہیں۔ لیکن آپ اور آپ کی حکومت ان عوام دشمن عناصر کو اپنے نفرت انگیز مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ ہم انہیں عوام کی طاقت سے کچل

دیں گے۔ انشاء اللہ ہم کسی شخص یا کسی چیز کو اپنے پاکستان کے ساتھ کھیلنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ ہمیں مل جل کر ایک نیا اور تنومند پاکستان بنانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ کوئی ہمیں اپنی تقدیر بنانے سے باز نہیں رکھ سکتا۔

یہ آپ کے اور میرے دونوں کے لئے ایک چیلنج ہے۔ کیا ہم اس لمحہ کو اپنی گرفت میں لے لیں گے یا اسے یونہیں گزر جانے دیں گے۔ میں پاکستان کی اس نئی نسل سے کہتا ہوں کہ میری قوت فیصلہ پر آپکا یقین و اعتماد ہونے کی صورت میں ہم ٹوٹے ہوئے پلوں کو عبور کر لیں گے اور پہاڑ کی چوٹیوں پر پہنچ جائیں گے۔

میں آپ سے اللہ کے نام پر اور پاکستان کے نام پر التجا کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنی دعاؤں اور نیک خواہشات سے نوازیں۔ آپ کی حمایت کی وجہ سے میں ناکام نہیں رہ سکتا۔ "پاکستان زندہ باد"

لاہور ایئرپورٹ پر صدر کی تقریر

(28 جون 1972)

28 جون کو بذریعہ ہوائی جہاز شملہ روانہ ہونے سے قبل صدر نے لاہور کے ہوائی اڈے پر جو تقریر کی وہ درج ذیل ہے:

مجھے یقین ہے کہ میں آپ کی دعائیں اپنے ساتھ لے کر ہندوستان جا رہا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ پہلے ہی دن سے میرا بنیادی اصول یہ رہا کہ میں بنیادی اہمیت کے تمام معاملات پر اور ہر اس قدم کے بارے میں جو میں اٹھاؤں' اپنے عوام سے صلاح و مشورہ کرتا رہوں اور اپنے ہموطنوں کی رضا مندی اور حمایت حاصل کروں۔ آج بھی اسی مقصد کے لئے میں نے آپ کو یہاں آنے کی زحمت دی ہے۔

میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں اپنی پارٹی کے ممبروں سے تو قریب قریب روز ہی ملتا رہتا ہوں۔ ہم کابینہ کے جلسے کرتے ہیں اور آپس میں تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ روزانہ ہی جاری رہتا ہے۔ آج میں ان سے مخاطب نہیں ہوں۔ میری تقریر ان کے لئے نہیں ہے۔ آج میں عوام سے۔۔ غریب لوگوں سے۔۔ مزدوروں اور کاشتکاروں سے مخاطب ہوں۔ میں آپ کو اپنے اس یقین کی بنا پر مخاطب کر رہا ہوں کہ صرف آپ ہی کے فیصلے درست ہوتے ہیں۔ جو لوگ برسراقتدار یا حزب اختلاف میں ہوتے ہیں' ان کے پیش نظر بالعموم کوئی نہ کوئی سیاسی مقصد ہوتا ہے جو لوگ معیشت کو چلا رہے ہیں اور جو لوگ برسر روزگار ہیں اور جو لوگ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں - ان کے پیش نظر ہمیشہ کچھ نہ کچھ مفاد ہوتا ہے.... صرف غریب لوگوں کا کوئی مفاد نہیں ہوتا۔ ان کا مفاد صرف قومی وقار ہوتا ہے بس قوم کی بقا اور عوام کی ترقی ان کے پیش نظر ہوتی ہے۔ اسی لئے عامتہ الناس کے فیصلے ہمیشہ درست ہوتے ہیں۔ ہم جو حکومت میں ہیں اور وہ جو حزب اختلاف میں ہیں سیاسیات کے قاعدوں کے مطابق ہمیشہ اپنی الگ رائے رکھتے ہیں۔ ایک طرف بیٹھا ہوا ایک شخص ایک بات کہتا ہے تو دوسری طرف بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بالکل دوسری بات کہتے ہیں۔ صحیح رہنمائی بالعموم عوام ہی کرتے ہیں۔ اسی لئے میں شملہ کے لئے روانہ ہونے سے قبل آپ سے تین اہم باتیں کہنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ 17 دسمبر کو جنگ بندی ہونے کے بعد جب میں نیویارک سے پاکستان واپس آیا تھا اور 20 دسمبر کو جب میں نے صدر کے عہدے کا حلف اٹھایا تھا تو ہمارے جنگی قیدیوں' ہندوستان کے ساتھ ہمارے آئندہ تعلقات' کشمیر اور مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کے سوالات ہمارے سامنے منہ کھولے کھڑے تھے۔ اس وقت ہم مسائل سے گھرے ہوئے تھے۔ اور پھر مارشل لاء کے اور جمہوریت کے مسائل تھے لیکن آج بھی میں ہندوستان کے لئے روانہ ہو رہا ہوں۔ ہمارے بڑے بڑے مسائل یہ ہیں: ہندوستان کے ساتھ ہمیں کس قسم کے تعلقات رکھنے چاہیے۔ ہمیں اس برصغیر میں کس قسم کی زندگی چاہئے؟ یہ بنیادی مسائل ہیں۔

دوسرا اہم سوال کشمیر عوام کے حق خود ارادیت کا ہے۔ کیا ہم اب بھی اس اصول پر قائم ہیں یا تین جنگوں کے بعد ہمیں کسی نہ کسی قسم کے تصفیے کی ضرورت ہے؟

تیسرا اہم سوال مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے جنگی قیدیوں کا مسئلہ ہے اور بہت سے دوسرے سوالات ہیں۔ لیکن یہ تین چار مسائل سب سے زیادہ اہم ہیں ہمیں ان سوالات پر غور کرنا ہے' ان کا جائزہ لینا ہے اور ان کے جوابات معلوم کرنے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جیسا کہ اپنی ہر تقریر میں دہراتا رہا ہوں۔ میں شملہ میں کوئی اہم یا بنیادی نوعیت کا فیصلہ نہیں کروں گا اور نہ مجھے ایسا کرنے کا حق ہے۔ مجھے کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ آپ نے مجھے رائے دی ہے۔ آپ مجھے اور میری پارٹی کو بھاری اکثریت سے برسراقتدار لائے ہیں۔ آپ نے مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ علاوہ ازیں قومی اسمبلی نے ہم پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اور اس سلسلے میں ایک قرار داد بھی منظور کی ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود میری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ آپ ہیں جو حقیقی اہمیت کے مالک ہیں میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ آپ کی اجازت کے بغیر شملہ جا کر بنیادی اہمیت کے معاملات طے کر ڈالوں۔ لیکن آپ مجھے اجازت کس طرح دیں گے؟ میں ہر شہری کے پاس جا کر اس کی رائے تو معلوم نہیں کر سکتا۔ جمہوریت نے ہمیں اس کا صرف ایک ہی طریقہ سکھایا ہے اور اب تک کسی نے اس سے بہتر طریقہ معلوم نہیں کیا ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ آپ یہ بنیادی مسائل فیصلے کے لئے قومی اسمبلی کے ممبر کے سامنے رکھ دیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں آپ نے منتخب کیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بنیادی معاملات پر فیصلہ کریں گے۔ قومی اسمبلی کے معنی ہیں آپ یعنی پاکستان کے عوام۔

آپ کو جو فیصلہ کرنا ہے وہ یہ ہے: ہم کس نوعیت کے مستقبل کے خواہشمند ہیں ہم چاہتے ہیں کہ پچھلی تین جنگوں کے باوجود جن کے نتیجے میں افلاس ' مصائب اور احتیاج میں اضافہ ہوا ہے' محاذ آرائی کو جاری رکھا جائے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ اسی قسم کی زندگی چاہتے ہیں آپ مفلس رہنا اور کوئی ترقی نہ کرنا پسند کریں گے لیکن محاذ آرائی کی پرانی پالیسی جاری رہنی چاہئے تو فیصلہ آپ کو کرنا ہو گا لیکن اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اب اس پاکستان میں کچھ تبدیلی ہونا ضروری ہے۔ کہ عزت اور وقار کے ساتھ امن قائم ہونا چاہئے کہ اصولوں کے احترام کے ساتھ امن قائم ہونا چاہئے اور یہ کہ ہمیں ایک پر امن زندگی گزارنا چاہئے اور اقتصادی ترقی کرنا چاہئے اور یہ کہ انہیں (ہندوستان کو) بھی اقتصادی ترقی کرنا چاہئے اور یہ کہ ہمارے تعلقات ایک نئی شکل سے استوار ہونے ضرور ہیں تو یہ فیصلہ بھی آپ ہی کو کرنا ہو گا۔ فیصلہ کرنے کا اختیار آپ کو حاصل ہے۔

جمہوریت کی بنیاد یہ ہے کہ اس قسم کے فیصلے کوئی ایک فرد یا ایک حکومت یا کوئی ایک ٹولی نہیں کرتی ہے چونکہ یہ فیصلے بنیادی نوعیت کے حامل ہیں اس لئے ان کا فیصلہ صرف آپ ہی کو کرنا ہے جہاں تک مشرقی پاکستان کو تسلیم کرنے کا سوال ہے جب کہ میں اپنی ہر تقریر میں کہتا رہا ہوں اور تمام لوگوں کو جو مجھ سے مل چکے ہیں' بتاتا رہا ہوں جن میں میرے دوست بھی ہیں اور میری پارٹی کے ممبر بھی اور دوسری پارٹیوں کے ممبر بھی کہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو قومی اسمبلی کو کرنا ہے اگر آپ ان کے سوال کے جواب میں" نہیں" کہتے ہیں تو پھر یہ نہیں ہے آپ جو چاہیں فیصلہ کریں میں صرف بتانا چاہتا ہوں کہ یہ فیصلہ قومی اسمبلی ہی کرے گی۔ اس لئے ہمیں اس سلسلے میں جلدی نہیں کرنا ("نہیں ' نہیں" کی آوازوں کے جواب میں) میں جانتا ہوں کہ آپ نے "نہیں" کہا ہے۔ اگر ہر شخص "نہیں" کہ رہا ہے تو پھر میں "ہاں" نہیں کہہ سکتا لیکن یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے یا کیا یہ کوئی آسان فیصلہ ہے۔ اگر آپ جذباتی بننا چاہتے ہیں تو میں جذباتی ہونے کے خلاف نہیں ہوں۔ پاکستان میں سب سے زیادہ جذباتی شخص میں خود ہوں۔ لیکن محض جذبات سے کام نہیں چلے گا۔ ہمیں جذبات اور عقل دونوں سے کام لینا پڑے گا۔ ہمیں غیر جذباتی انداز میں پوری صورت حال پر غور کرنا ہو گا۔ اپنے فیصلے کے نتائج پر غور کرنا ہو گا۔ اگر ہم بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیں تو کیا نتائج بر آمد ہوں گے اور ہم اسے تسلیم نہ کریں تو کیا ہو گا؟ اس لئے حقیقی بحث قومی اسمبلی میں ہو گی اور یہ بحث قطعی آزادانہ ہو گی۔ قومی اسمبلی کا اجلاس 14 اگست کو ہو گا۔ اس میں ہر شخص کو اس مسئلے پر بولنے کی آزادی ہو گی۔ اور اس میں وقت کی بھی کوئی قید نہ ہو گی۔

قومی اسمبلی میں ہونے والے تمام مباحثے سنیں گے۔ آپ بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی موافقت اور مخالفت میں تمام دلائل سنیں گے۔ اس لئے عجلت سے کام لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آپ کے لئے بڑا اہم سوال ہے ایک ایسا سوال جو آپ کے مستقبل پر اثر انداز ہو گا۔ آنے والی نسلوں کے مستقبل پر اثر انداز ہو گا۔ اسی لئے میں بات کو دہراتا ہوں کہ آخری فیصلہ قومی اسمبلی ہی کرے گی۔

میں اس اعلان کو دہرا کر کسی شخص پر نکتہ چینی نہیں کر رہا ہوں۔ یہ وقت کسی پر نکتہ چینی کرنے کا نہیں تاہم مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا کہ بعض لوگ اسے ایک سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ایک اور تاشقند ہو گا اور یہ کہ میں صرف اس فارمولے پر انگوٹھا لگا دوں گا جو پہلے ہی طے ہو چکا ہے اور قبول بھی کیا جا چکا ہے۔ یہ ایک بالکل بے بنیاد الزام ہے۔ ایک اور تاشقند کیوں ہو گا۔ میں خود تاشقند میں موجود تھا۔ میں اس وقت وزیر خارجہ تھا۔ اگر میں نے اس وقت تاشقند کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا تو میں شملہ میں بھی انکار کر سکتا ہوں۔ اگر میں تاشقند کی کانفرنس سے واک آؤٹ کر سکتا ہوں۔ تو میں شملہ کانفرنس سے بھی واک آوٹ کر سکتا ہوں۔ میں کسی معاہدہ تاشقند پر کیوں رضامند ہوں گا مجھے ایسا کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟ مجھے کسی معاہدہ تاشقند کو قبول کرنے کا کیا اختیار حاصل ہے۔ تاشقند پر وہی لوگ راضی ہو سکتے ہیں جنہیں قوم کی حمایت حاصل نہ ہو اور جو عوام میں سے نہ ہوں۔ میں ایک جمہوری نظام کی پیداوار ہوں۔ میری طاقت اور میری عزت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ عوام کا کوئی نمائندہ' کوئی قومی نمائندہ کسی حالت میں کوئی ایک بھی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا جو عوام کے مفاد کے خلاف ہو۔ اگر میں نے اس وقت قوم سے غداری نہیں کی جب میں محض آپ کا وزیر خارجہ تھا صدر نہیں تھا اور جب آپ نے میری پارٹی کو اتنی بھاری اکثریت سے قومی اسمبلی میں نہیں بھیجا تھا تو اب میں کسی تاشقند کو کیوں قبول کروں گا۔ اب کسی بھی صورت میں کوئی تاشقند نہیں ہو گا۔ تاہم ہم اس بات کا یقین کرنے کی کوشش کریں گے کہ مناسب فیصلے ہوں۔ وہ فیصلے جو انصاف پر مبنی ہوں' وہ فیصلے جو ہمارے ملک کے خلاف نہ ہوں۔ فیصلے کرنے کی یقیناً ضرورت ہے لیکن صرف صحیح فیصلے کرنے کی ایسے فیصلے قبول نہیں کئے جائیں گے جو پاکستان کے مفاد کے لئے نقصان دہ ہوں۔ ہندوستان کے ساتھ کوئی خفیہ معاہدہ نہیں کیا جائے گا۔ ہم وہ لوگ نہیں ہیں جو خفیہ معاہدہ کریں۔ ہم ایک جمہوری نظام کی پیداوار ہیں جو لوگ جمہوریت سے تقویت حاصل کرتے ہیں وہ خفیہ معاہدہ نہیں کیا کرتے۔

یہ کہنا ایک بہت بڑا جھوٹ ہے کہ تمام فیصلے پہلے ماسکو میں کئے جا چکے ہیں اور ہم صرف ان معاہدوں پر انگوٹھا لگانے کے لئے شملہ جا رہے ہیں۔ واقعی کسی چیز کی کوئی حد نہیں ہے۔

اگر تمام فیصلے ماسکو میں کئے جا چکے ہیں تو پھر میں نے پہلے آٹھ مسلم ممالک اور بعد میں مشرق وسطیٰ اور افریقہ میں 14 ملکوں کا دورہ کیوں کیا تھا؟ وہاں روس کے متعدد دوست اور اتحادی موجود ہیں میں ان کے نام لینا نہیں چاہتا لیکن میں وہاں جاتا ہوں اور ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ کشمیر کے

سوال پر یعنی کشمیری عوام کے حق خودارادیت کے سوال پر ہماری حمایت کریں اور مشرقی پاکستان کے سوال پر ہماری حمایت کریں یعنی اسے فی الوقت تسلیم نہ کریں۔ اگر ہم نے روس میں کسی خفیہ معاہدے پر دستخط کئے ہوتے تو پھر روس کے اتحادی ہمارے دوست ہم سے کہتے کہ تم ہم سے یہ سب باتیں کیوں کہہ رہے ہو۔ تم تو پہلے ہی ایک معاہدے پر دستخط کرچکے ہو۔ کیا روس ان ملکوں سے پہلے ہی یہ نہ کہہ دیتا کہ یہ شخص ماسکو میں معاہدوں پر دستخط کرچکا ہے۔ اس صورت میں یہ ممالک ہم سے کہتے: آپ ہم سے فی الوقت بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کرنے کے لئے کیوں کر کہہ رہے ہیں جب کہ آپ خود روس میں پہلے ہی اس بات پر متفق ہوچکے ہیں؟ اگر ہم روس میں خفیہ معاہدے کر کے آئے ہوتے تو وہ ممالک جن میں نے دورہ کیا ہے یقیناً اس سے واقف ہو چکے ہوتے اور اب تک بنگلہ دیش کو تسلیم کرچکے ہوتے۔

جہاں تک کشمیر کے سوال کا تعلق ہے حق خودارادیت کے سوال پر کوئی مصالحت نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ حق کشمیری عوام کا ہے۔

ہندوستان کے ساتھ کنفیڈریشن کا بھی کوئی سوال نہیں ہے۔ ہم کنفیڈریشن پر کیونکر تیار ہوسکتے ہیں؟ ہم پہلے اپنی وفاقی حکومت کو تو کامیابی کے ساتھ چلانے لگیں۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ ہندوستان یا کسی دوسرے ملک کے ساتھ کوئی کنفیڈریشن نہیں ہوگی۔ جب ہم اپنے دوستوں' اپنے عظیم دوستوں کے ساتھ کنفیڈریشن کے مخالف ہیں' تو پھر ہم ہندوستان کے ساتھ کنفیڈریشن کیوں بنائیں گے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ 25 برسوں میں تین جنگیں ہوچکی ہیں جن کے نتیجہ میں کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا ہے۔ ان جنگوں کی وجہ سے سب سے زیادہ مصائب غریب لوگوں کو ہی برداشت کرنے پڑے ہیں۔

ہم اب ترقی کے لئے کوشش کریں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہاں ایک بھی آدمی چاہے وہ کسی پارٹی کا ہو' ایسا نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ برصغیر میں امن بحال کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش نہ کی جائے تاکہ ہمارے عوام پرامن اور باعزت زندگی گزار سکیں۔ ہندوستان میں بھی غریب لوگوں کی کثیر تعداد موجود ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ بھی ترقی کریں۔ یہ ان بڑے اسباب میں سے ایک ہے جن کی وجہ سے میں ہندوستان جارہا ہوں۔

میں نے آپ کے سامنے بڑے بے لاگ انداز میں تقریر کی ہے گو کہ یہ وہ باتیں ہیں جن پر اس کھلے انداز میں بحث نہیں کی جانی چاہئے تھی۔ میں نے آپ کے سامنے جو بنیادی حقائق پیش کئے ہیں۔ وہ وہی دو تین بڑے اہم مسائل ہیں - آپ کو ان کے بارے میں فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اب تک نہ تو کوئی خفیہ معاہدہ ہوا ہے اور نہ مستقبل میں ہوگا اور کنفیڈریشن کا تو سرے سے کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ اس کے باوصف ہم ترقی کرنے اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان معمول کے مطابق تعلقات کو بحال کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اور اس کے ساتھ اپنے وقار اور قومی فخر کو برقرار رکھیں [illegible] مسائل پر کبھی کوئی مصالحت نہیں ہوگی۔ میں آپ کو کسی حالت میں دھوکہ نہیں دونگا۔ بھلا میں اپنی عوام کو کیوں دھوکہ دوں گا؟ میں اپنے ملک کی کیوں غلط رہنمائی کروں گا۔ اپنی طالب علمی کے زمانے سے جب میں 15 سال کا تھا' میں پاکستان کے لئے کام کرتا رہا ہوں۔ میں پاکستان کے عوام کو کیوں کر دھوکہ دے سکتا ہو اور اس طرح ملک کی سالمیت کو خطرے میں ڈال سکتا ہوں؟ بہرحال میں 18 سال کی عمر سے پاکستان کی خدمت کرتا رہا ہوں۔

میں آپ کا ہوں اور آپ میرے اور انشاء اللہ فتح عوام کی ہوگی۔ فتح پاکستان کی ہوگی۔ آپ مجھ پر اعتماد رکھیں۔ کیا مجھے آپ کا اعتماد حاصل ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ ہاتھ بلند کریں (حاضرین ہاتھ بلند کرتے ہیں) کیا میں آپ کی دعاؤں کے ساتھ ہندوستان جارہا ہوں؟ (حاضرین چیخ کر کہتے ہیں "ہاں" اور اپنے ہاتھ اٹھاتے ہیں)

شملہ میں صدر بھٹو کی پریس کانفرنس

(2جولائی 1972ء)

صدر بھٹو نے 2 جولائی کو شملہ میں کہا کہ موجودہ حالات میں جبکہ دونوں ملکوں کے درمیان کشیدگی موجود ہے اور پائدار امن قائم ہونا باقی ہے۔ وہ پاکستان کے دفاعی بجٹ میں کوئی کمی نہیں کرسکتے۔

لیکن انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب نہیں ہے کہ یہ ہندوستان کے خلاف معاندانہ رویے کے مترادف ہے۔ انہوں نے مزید کہا: "ہم اپنے دفاع کو نظرانداز نہیں کرسکتے بالخصوص دسمبر کے اس واقعے کے پیش نظر جب ہمارے نصف علاقے پر فوجی طاقت کے زور پر قبضہ کرلیا گیا تھا"

صدر بھٹو نے یہ بات ہماچل بھون کے، جہاں وہ قیام پذیر تھے، کھچا کھچ بھرے ہوئے دربار ہال میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ اس پریس کانفرنس میں کوئی 150 نامہ نگاروں نے شرکت کی تھی۔

صدر نے اس ہندوستانی نامہ نگار سے جس نے یہ سوال کیا تھا' ایک جوابی سوال کرڈالا۔ "کیا آپ نے اپنے دفاعی بجٹ میں کمی کردی ہے۔ آپ نے نہیں کی ہے تو پھر آپ ہم سے کیوں ایسا کرنے کی توقع رکھتے ہیں۔"

امن کا تذکرہ کرتے ہوئے صدر بھٹو نے کہا کہ اگر امن کو پائدار ہونا ہے تو ضروری ہے کہ یہ منصفانہ اور مناسب ہو۔ انہوں نے کہا کہ قیام امن کی کوشش کرنا اور پھر بھی اسے مسلط کرنا متضاد بات ہے۔ امن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ منصفانہ شرائط پر ہوں۔

انہوں نے کہا کہ جب امن کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہ پورے خلوص کے ساتھ امن چاہتے ہیں کیونکہ دونوں ملکوں کے عوام کو اسکی شدید ضرورت ہے انہوں نے مزید کہا کہ محض طاقت کے استعمال کو ترک کرنے کا اعلان کر دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

مسز اندرا گاندھی کے ساتھ اپنی بات چیت کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے "تعطل کی سی صورت" پیدا ہو گئی ہے لیکن اس تعطل کو دور کرنے کے لئے آخری لمحے پر کوششیں جاری ہیں۔ "ہم کامیاب نہیں ہوئے ہیں لیکن ہم ناکام بھی نہیں رہے ہیں۔ آپ کو آخری بات بعد میں معلوم ہو سکتی ہے۔"

جموں اور کشمیر:

ایک سوال کے جواب میں انہوں کہا کہ بنیادی مسئلہ جموں اور کشمیر کا ہے جو سمجھوتے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیر کے بارے میں پاکستان نے اپنا اصول بیان کر دیا ہے اور ہندوستان نے اپنا موقف بتا دیا ہے۔ پاکستان کا اصول کشمیریوں کے حق خود ارادیت کا ہے اس کے باوجود انہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ گفت وشنید کے ذریعے طے کیا جاسکتا ہے گو کہ وہ یہ نہیں چاہتے کہ ہندوستان اپنے موقف میں تبدیلی کر دے اور وہ ہندوستان سے یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ پاکستان کو اپنا اصول چھوڑ دینے پر مجبور کرے گا۔

مسٹر بھٹو نے کہا کہ اس پرانے ورثے کی وجہ سے کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکا ہے۔ دیرینہ تعصبات حقیقی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ اختلاف عام معاملات پر ہے یا مخصوص معاملات پر تو انہوں نے کہا کہ دونوں اس قدر خلط ملط ہیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ تمام معاملات ہمواری کے ساتھ طے نہیں ہو پا رہے لیکن تمام مسائل ایک ہی مرحلے میں حل بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ ان سے قدم بقدم ہی نمٹنا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ جیسے کہ ہندوستانی وزیراعظم نے اپنی پریس کانفرنس میں بیان کیا ہے۔ مزید گفت و شنید کا دروازہ بند نہیں کیا گیا۔

صدر بھٹو نے کہا کہ انہوں نے مسز گاندھی کو پاکستان آنے کی دعوت دی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ بات چیت جاری رہے گی۔ ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ اس بات کی موافقت کریں گے کہ دونوں ملک دوسری سربراہ کانفرنس کے لئے زمین ہموار کرنے کے مقصد سے ایک نظم قائم کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ مذاکرات سے بڑی مدد ملے گی کیونکہ دونوں نے اپنے مسائل کے بارے میں باتیں کی ہیں اور انہیں سمجھنے کی بھی کوشش کی ہے۔

غیر ملکی دباؤ کی تردید:

صدر بھٹو نے ایک ہندوستانی نامہ نگار کے اس قیاس کو مسترد کر دیا کہ ان (صدر) پر ہندوستان کے ساتھ اختلافات طے کرنے کے لئے غیر ملکی دباؤ پڑ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان پر جو صرف ایک دباؤ کارگر ہو تا ہے وہ عوام کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ دوطرفہ انتظامات پر یقین رکھتے ہیں اور وزیر خارجہ کی حیثیت سے بھی وہ اس پر بہت زور دیتے رہے ہیں۔

صدر بھٹو نے کہا کہ پاکستان ہندوستان کے ساتھ اپنے تعلقات کا ایک نیا باب شروع کرنے کے بارے میں پر عزم ہے اور چاہتا ہے کہ وہ عوام کی حالت بہتر بنانے کی کوششوں پر توجہ مرکوز کر سکے۔ "ہم امن کے خواہشمند ہیں اور ہندوستان کے عوام کی قوت اور ان کی خوشی پر یقین رکھتے ہیں۔"

ہندوستانی وزیراعظم سے اپنی بات چیت کا تذکرہ کرتے ہوئے صدر بھٹو نے کہا کو وہ یہ نہیں کہیں گے کہ مذاکرات ہمواری کے ساتھ جاری رہے. ان میں بہت نشیب و فراز آئے لیکن اس کی توقع تھی کیونکہ مسائل بڑے دشوار اور پیچیدہ نوعیت کے تھے۔

سوالات کے جواب دیتے ہوئے صدر نے کہا اگر وہ طاقت کے استعمال کو ترک کرنے پر رضامند بھی ہو جائیں تب بھی ایک فریق پر غیر مساوی

انتظامات مسلط کئے جانے کی وجہ سے اس سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ برابری کی بنیاد پر ایک منصفانہ تصفیہ کیا جائے۔

دو طرفہ:

صدر نے کہا کہ انہوں نے ملکوں کے درمیان تعلقات کی دو طرفہ نوعیت پر ہمیشہ بہت زور دیا ہے۔

پاکستان کے وزیر خارجہ کی حیثیت سے بھی وہ اس تصور کے حامی تھے کہ تعلقات دو طرفہ بنیادوں پر مبنی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ موجودہ دنیا نہایت چھوٹی ہو گئی ہے۔ اس برصغیر کے گرد ایک پردہ تان دینا غیر حقیقت پسندانہ اقدام ہو گا۔

انہوں نے کہا کہ اگر دونوں ملکوں نے کافی ترقی کی ہوتی تو وقت گزرنے کے ساتھ ان کے طرز عمل میں کوئی سختی آنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

صدر نے کہا کہ جلد یا بدیر ہندوستان کو ہمارے جنگی قیدیوں کو رہا کرنا پڑے گا۔ یہ ایک مہذب اور معقول راستہ ہے اور اس کی بنیاد پر سودے بازی کرنا بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ اگر ہندوستان انھیں رکھنا چاہتا ہے تو یہ ان کا زاویہ نظر ہے لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ "ہم انہیں واپس لینا چاہتے ہیں"

انہوں نے کہا کہ دونوں ملکوں کے درمیان بنیادی مسئلہ جموں اور کشمیر کا ہے۔ پاکستان حق خود ارادیت کے اصول پر یقین رکھتا ہے جبکہ ہندوستان کا اپنا ایک موقف ہے۔ یہ بات ممکن ہے کہ پاکستان حق خود ارادیت کے اصول پر قائم رہے اور ہندوستان اپنے موقف پر اور اس کے باوجود دونوں فریق ایک دوسرے سے قریب تر آجائیں۔

صدر نے کہا کہ اگر یہ مذاکرات ناکام بھی ہو گئے تب بھی پاکستان گفت و شنید کا دروازہ بند نہیں کرے گا۔ دروازہ بند کر دینے کی پاکستان کو ماضی میں بھاری قیمت ادا کرنا پڑی ہے۔

جنگی قیدیوں پر مقدمے:

صدر بھٹو نے کہا کہ اگر پاکستان کے جنگی قیدیوں پر مقدمہ چلایا گیا چاہے کسی بین الاقوامی عدالت یا مقامی عدالت میں تو جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اس کے بعد مراجعت ممکن نہ ہو سکے گی۔

انہوں نے شیخ مجیب سے درخواست کی کہ وہ اس معاملے پر غیر جذباتی انداز میں سوچیں اور مستقبل کا خیال رکھیں۔ صدر نے کہا کہ وہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ زیادتیاں ہوئی ہیں۔ پاکستان نے انہیں معاف نہیں کر دیا ہے۔ پاکستان کے اپنے قوانین ہیں اور وہ ان کے تحت کارروائی کرنے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ یہ ضروری ہو۔ لیکن موجودہ صورت میں مقدمات چلانا بہت وحشیانہ حرکت ہے۔

انہوں نے کہا کہ وہ دونوں ملکوں کے درمیان جھگڑے گفت و شنید کے ذریعے منشور اقوام متحدہ کے مطابق طے کرنے کے لئے ایک سیاسی نظم قائم کرنے پر آمادہ ہیں۔

انہوں نے کہا کہ دونوں وفود کو بہت سے خارجی عناصر سے نمٹنا ہے جس کے بعد ہی وہ داخلی عناصر سے پنجہ آزمائی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ پاکستان گفت و شنید کو توڑنے میں کبھی پہل نہیں کرے گا۔

صدر بھٹو نے کہا کہ اگر مذاکرات اعلیٰ ترین سطح پر شروع ہوتے تو گفت و شنید میں شروع ہی سے گڑبڑ پیدا ہو جاتی۔ اسی وجہ سے فریقین کے افسروں سے کہا گیا کہ پہلے وہ ایک مشترکہ بنیاد تلاش کریں۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ کوئی شخص جنگ پسند یا امن پسند ہے یہ الفاظ ویت نام کی جنگ کے بعد سے بہت استعمال ہونے لگے ہیں۔

صدر بھٹو نے کہا کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے وفد کے بعض ممبروں کو ایک یا دوسرے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ ہندوستانی رہنماؤں پر یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ فریقین میں جو بھی تصفیہ ہو گا اس کے لئے انجام کار پاکستان کی قومی اسمبلی کی توثیق ضروری ہو گی۔ اگر ایک باعزت سمجھوتہ ہو گیا تو قومی اسمبلی پیچھے نہیں رہے گی اور پورے زور کے ساتھ لبیک کہے گی۔

انہیں یقین ہے کہ ہندوستانی وزیر اعظم بھی اپنی پارلیمنٹ کو متفق کرنے میں کامیاب ہو جائیں گی کیونکہ ایک باعزت سمجھوتے کی توثیق دونوں ملکوں کے عوام کے مفاد میں ہو گی یہ وقت ہے کہ موقع سے فائدہ اٹھایا جائے اور عوام کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے تاریخ کے راستے کو بدل دیا جائے۔ یہ صرف مخصوص مفادات اور نام نہاد دانشور ہیں جو عوام کا استحصال کرتے ہیں اور انہیں زبوں حالی میں مبتلا رکھتے ہیں ل۔

اخباروں کے حملے:

صدر بھٹو نے کہا کو بعض ہندوستانی سیاستداں اور صحافی ان کی شخصیت کو غلط انداز میں مجروح کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ ہندوستان میں اپنے قیام کے دوران اس بات سے بے انتہا محظوظ ہوئے ان کے خلاف ہندوستان کی پارلیمنٹ تک میں بڑی غیر فراخدلانہ باتیں کہی گئیں۔ یہ وقت ہے کہ ہندوستانی ان کا احترام کرنے لگیں کیونکہ انہیں ان سے مستقبل میں طویل عرصے تک نمٹنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ احترام کا صرف ایک معیار ہے اور سب کو اس کی پابندی کرنا چاہیے۔

مسز اندرا گاندھی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں صدر نے کہا کہ انہوں نے انہیں انتہائی معقول پایا۔

(پاکستان ٹائمز۔ مورخہ 3 جولائی 1972ء سے)

حکومت ہند اور حکومت پاکستان کے درمیان

باہمی تعلقات کے معاہدے کا متن

ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں یہ فیصلہ کرتی ہیں کہ دونوں ملک اس تصادم اور محاذ آرائی کو ختم کر دیں گے جس کی وجہ سے ان کے تعلقات خراب رہے ہیں اور آپس میں دوستانہ اور خوشگوار تعلقات کو فروغ دینے اور برصغیر میں پائیدار امن قائم کرنے کے لئے کام کریں گے تاکہ دونوں ملک آئندہ اپنے وسائل اور توانائیاں اپنے عوام کی فلاح و بہبود کے اشد ضروری کاموں پر صرف کر سکیں۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں اس بات پر رضامند ہو گئی ہیں کہ:

1- دونو ملکوں کے درمیان تعلقات منشور اقوام متحدہ کے اصولوں اور مقاصد کی روشنی میں استوار ہوں گے۔

2- دونوں ملک یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے باہمی اختلافات گفت و شنید یا کسی ایسے پر امن طریقے سے جس پر ان کے درمیان اتفاق رائے ہو گیا ہو' پر امن طور پر سے کریں گے۔ دونوں ملکوں کے درمیان تنازعات کا آخری تصفیہ ہونے سے قبل کوئی بھی فریق یک طرفہ طور پر صورت حال کو تبدیل نہیں کرے گا اور دونوں فریق کسی ایسے اقدام کی تنظیم' اعانت یا حوصلہ افزائی کا سد باب کریں گے جس کا پر امن اور خوشگوار تعلقات برقرار رکھنے پر مضر اثر پڑ سکتا ہے۔

3- دونوں ملکوں کے درمیان مصالحت' اچھے ہمسایوں کے سے تعلقات اور پائدار امن کی بنیادی شرط پر دونوں فریقین کا یہ عہد ہے کہ وہ پر امن بقائے باہمی ایک دوسرے کی علاقوں کی سالمیت اور خود مختاری کے احترام اور برابری اور باہمی مفاد کی بنیاد پر ایک دوسرے کے معاملات میں عدم مداخلت کے اصولوں کی پابندی کریں گے۔

4- ان بنیادی تنازعات اور تصادم کے اسباب کو جن کی وجہ سے دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات گزشتہ 25 سال سے خراب ہیں' پر امن طریقوں سے طے کیا جائے گا۔

5- وہ ایک دوسرے کے قومی اتحاد' علاقائی سالمیت' سیاسی آزادی اور خود مختارانہ برابری کا احترام کریں گے۔

6- وہ منشور اقوام متحدہ کے مطابق ایک دوسرے کی علاقائی سالمیت یا سیاسی آزادی کے خلاف طاقت کے استعمال کی دھمکی سے پرہیز کریں گے۔

دونوں حکومتیں ایک دوسرے کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں گی اور ایسی معلومات کی ترویج کی حوصلہ افزائی کریں گی جس سے دونوں ملکوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کو فروغ حاصل ہو۔

دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کو بتدریج بحال کرنے اور معمول پر لانے کے لئے یہ طے پایا کہ

1- مواصلات' ڈاک و تار' بحری اور خشکی کے راستے سفر' جن میں سرحدی چوکیاں بھی شامل ہیں اور فضائی پروازیں' جن میں ایک دوسرے کے علاقے کے اوپر سے گزر کر جانا بھی شامل ہے' بحال کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔

2- دوسرے ملک کے باشندوں کے لئے سفر کی سہولتوں کو فروغ دینے کے مقصد سے مناسب قدم اٹھائے جائیں گے۔

3- جہاں تک ممکن ہو گا تجارت اور اقتصادی اور دوسرے متفقہ میدانوں میں تعاون کو بحال کیا جائے گا۔

4- سائنس اور ثقافت کے میدانوں میں تبادلوں کو فروغ دیا جائے گا۔

اس سلسلے میں ضروری تفصیلات طے کرنے کے لئے دونوں ملکوں کے وفود وقتاً "فوقتاً" ملاقاتیں کریں گے۔

پائیدار امن کے قیام کے عمل کو شروع کرنے کے لئے دونوں حکومتیں اس بات سے اتفاق کرتی ہیں کہ:

1- ہندوستانی اور پاکستانی فوجیں بین الاقوامی سرحد پر اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلی جائیں گی۔

2- جموں اور کشمیر میں 17 دسمبر 1971ء کی جنگ بندی کے نتیجے میں جو کنٹرول لائن وجود میں آئی ہے۔ دونوں فریق اپنے مسلمہ موقف کے باوجود اس کا احترام کریں گے۔ کوئی فریق اپنے اختلافات اور قانونی توضیحات میں فرق کے باوجود اسے یک طرفہ طور پر تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ دونوں فریق یہ بھی عہد کرتے ہیں کہ وہ اس کنٹرول لائن کی خلاف ورزی میں طاقت کے استعمال یا اس کے استعمال کی دھمکی سے پرہیز کریں گے۔

3- اس معاہدے کے نافذ العمل ہوتے ہی فوجوں کی واپسی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اور اس کے بعد کوئی 30 دن کے اندر مکمل ہو جائے گا۔

دونوں حکومتیں اس بات سے اتفاق کرتی ہیں کہ ان کے سربراہ مستقبل میں مناسب وقت پر پھر ملیں گے اور دریں اثنا فریقین کے نمائندے پائدار امن کے قیام' تعلقات کو معمول پر لانے جس میں جنگی قیدیوں اور زیر حراست شہریوں کی واپسی بھی شامل ہے۔ جموں اور کشمیر کے آخری تصفیے اور سفارتی تعلقات کی بحالی کے سوالات پر غور و خوض کرنے کے لئے ملاقات کریں گے۔

دستخط (ذوالفقار علی بھٹو)	دستخط (اندرا گاندھی)
صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان	وزیر اعظم جمہوریہ ہندوستان

لاہور ایئرپورٹ پر صدر بھٹو کی تقریر

(3 جولائی 1972ء)

شملہ سے واپس آنے پر صدر ذوالفقار علی بھٹو نے 3 جولائی کو لاہور کے ہوائی اڈے پر جو تقریر کی وہ درج ذیل ہے:

28 جون کو میرے شملہ روانہ ہونے کے وقت آپ نے ایئرپورٹ پر

آکر مجھے الوداع کرنے کی زحمت گوارا کی تھی۔ اس وقت میں نے آپ سے کچھ بنیادی اور قطعی نوعیت کے وعدے کئے تھے۔ پہلا وعدہ تو یہ تھا کہ میں ہندوستان کی سرزمین پر کوئی آخری فیصلہ نہیں کروں گا اور دونوں ملکوں کے درمیان گفت و شنید کے نتیجے میں جو بھی فیصلہ ہو گا اسے آپ کی منظوری حاصل ہونا ضروری ہو گا۔ ہندوستان کے ساتھ جو سمجھوتہ ہوا ہے اسے پاکستان کی قومی اسمبلی جو آپ کی نمائندگی کرتی ہے' منظور یا مسترد کر سکتی ہے۔ اس لئے آخری منظوری کا انحصار آپ ہی لوگوں پر ہے۔ میری حکومت ہندوستان کے ساتھ آئندہ تعلقات کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرے گی۔ اس ضمن میں فیصلہ آپ' پاکستان کے عوام اور ہمارے بہادر سپاہی کریں گے اپنی مرضی ظاہر کرنا آپ کا حق ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر یعنی اس سمجھوتے اور ہندوستان میں ہماری گفت و شنید کے بارے میں آپ کا فیصلہ حاصل کرنے کے لئے میں اس مہینے کی 10 تاریخ کو قومی اسمبلی کا ایک خصوصی اجلاس طلب کر رہا ہوں۔ قومی اسمبلی اس معاملے پر بحث کرے گی اور ہر ممبر کو اس کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کرنے کی پوری آزادی حاصل ہو گی۔ ممبروں کو آزادی ہو گی کہ وہ اس کی خامیوں کی نشاندہی کریں اور اگر اس میں کوئی نقص ہے تو مجھے اس سے واقف ہو کر خوشی ہو گی۔ لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے۔ یہ ایک جامع اور کامیاب سمجھوتہ ہے۔

اس کے علاوہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ کسی دوسرے معاہدہ تاشقند پر دستخط نہیں ہونگے اب آپ خود یہ فیصلہ کریں کہ میں کسی دوسرے معاہدہ تاشقند پر دستخط کرنے کے بعد واپس آیا ہوں۔ (ہجوم چیخ کر کہتا ہے "نہیں نہیں" اور صدر کہتے ہیں "شکریہ شکریہ"

میری کبھی یہ نیت نہیں تھی کہ میں ایک اور معاہدہ تاشقند پر راضی ہو جاؤں۔ تاشقند جیسے کسی معاہدے پر دستخط میری نعش پر ہی ہو سکتے ہیں۔

کوئی عوامی حکومت کبھی کسی تاشقند پر راضی نہیں ہو سکتی۔ ہمارے بدترین دشمن تک یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ اس سمجھوتے میں ایک اور تاشقند کی بو آتی ہے۔

علاوہ ازیں میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ ہندوستان میں کوئی خفیہ معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ شملہ میں گفت و شنید سے الگ رہا لیکن میں اپنے وفد کے ممبروں کو بتاتا رہا کہ انہیں کیا کہنا ہے اور کس بات سے پرہیز کرنا ہے۔ جب کبھی کوئی رکاوٹ پیدا ہو جاتی تو میں ہندوستانی وزیر اعظم سے کھلی ملاقات کرتا اور تعطل کو ختم کرنے کی کوشش کرتا تاکہ گفت و شنید جاری رہ سکے۔

پھر میں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اصولوں پر کوئی مصالحت نہیں ہو گی۔ اب آپ معاہدہ کی تمام دفعات کا بغور مطالعہ کر سکتے ہیں اور یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اصولوں پر کوئی مصالحت ہوئی ہے یا نہیں۔

کشمیر کے اہم سوال پر بھی ہم نے کوئی مصالحت نہیں کی ہے۔ میں نے ہندوستانیوں سے بالکل واضح الفاظ میں یہ کہہ دیا کہ کشمیری عوام کو حق خودارادیت حاصل ہونا ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جسے کشمیر کے عوام خود ہی طے کر سکتے اس معاملے میں پاکستان یا ہندوستان کو کوئی دخل نہیں ہے۔

اس کے علاوہ میں نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ ہندوستان کی سرزمین پر بنگلہ دیش کا کوئی تذکرہ نہیں ہو گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہندوستان کی سرزمین پر بنگلہ دیش کا کوئی تذکرہ نہیں ہوا۔

میں نے شملہ روانہ ہونے سے قبل آپ سے کہا تھا کہ میرا کام آسان ثابت نہیں ہو گا۔ حقیقت میں یہ ایک بڑی مشکل ملاقات تھی۔ آپ ان حقائق سے ہماری دشواریوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ایک جانب تو مشرقی پاکستان ان کے قبضے میں ہے۔ اس کے علاوہ پنجاب کی ایک تحصیل اور سندھ کی دو تحصیلیں ان کے قبضے میں ہیں۔ علاوہ ازیں ہمارے 90 ہزار بہادر بھائی ان کے قبضے میں ہیں۔ پھر ہر قسم کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ "ہم تمہارے جنگی قیدیوں کو شیخ مجیب الرحمٰن کے حوالے کر دیں گے اور وہاں ان پر مقدمات چلیں گے۔" اس طرح گفت و شنید میں ان کی حیثیت بہت مضبوط تھی کیونکہ ان کے ہاتھوں میں اتنے بہت سے پتے تھے۔ اس کے برخلاف ہمارے پاس کیا تھا؟ صرف ہمارے اصول۔ اصولوں سے بڑی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اصولوں کے علاوہ ہمارے عوام ہمارے ساتھ تھے۔ پاکستان کے بہادر اور غیور عوام ہمارے ساتھ تھے اسی لئے میں نے جانے سے قبل ہر شخص سے ملنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ چنانچہ جب میں شملہ میں گفت و شنید کر رہا تھا تو مجھے عوام کی حمایت حاصل تھی اور رہنمائی کے لئے اصول میرے سامنے تھے۔ اس کے علاوہ خدائے بزرگ و برتر کی مدد میرے ساتھ تھی۔ روانگی سے قبل میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے' میرے ملک اور میری قوم کو کامیابی دے۔ میں نے کامیابی کے لئے دعا کی تھی کیونکہ جیسا کہ میں نے کہا کہ یہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ یہ آپ کا ملک ہے۔ آپ نے اس قوم کو وجود بخشا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس ملک کو کامیابی عطا کرے۔

خدا کی رہنمائی' روحانی پشت پناہی' جو ہمارے ایمان کا جز ہے۔ آپ کی سیاسی حمایت اور دعائیں اور آپ کی امنگیں' ان کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ ان کے زور پر میں نے ان کے ساتھ ڈٹ کر بات چیت کی۔ میں نے ان سے کہا کہ فتح اور شکست محض عارضی چیزیں ہیں لیکن اصولوں کو کبھی شکست نہیں ہوتی۔ پھر کیا ہوا؟ انجام کار انہوں نے مجھ سے اتفاق کیا اور کہا کہ کشمیر کے سوال پر آپ اپنے اصولوں پر قائم رہ سکتے ہیں اور ہم اس موضوع پر مزید بات چیت کریں گے۔ ہم نے کہا کہ جہاں تک ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات کا سوال ہے ہم مذاکرات کے لئے تیار ہیں۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ ہم بین الاقوامی قانون اور منشور اقوام متحدہ کے اصولوں کی روشنی

میں آپ کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے لئے تیار ہیں اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ ہندوستان اور پاکستان دونوں ہی اقوام متحدہ کے ممبر ہیں۔

اب جہاں تک "جنگ نہ کرنے کے معاہدے" کا تعلق ہے آپ نے دیکھ لیا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ معاہدے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں جنگ سے پرہیز کرنا چاہئے۔ تاہم اپنے جائز موقف کو سربلند رکھنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے تاکہ ہم انصاف کے اصولوں پر مبنی ایک پر امن اور باوقار زندگی گزار سکیں۔ ہم نے ان سے کہا کہ اگر وہ برصغیر میں نفرت اور محاذ آرائی کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو انہیں بھی حق اور انصاف سے کام لینا چاہئے انہیں ہمارے علاقے پر قبضہ برقرار رکھنے کا کیا حق ہے۔ انہیں ہمارا علاقہ خالی کر دینا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو وہ کچھ کھوئیں گے نہیں اور اس میں ان کی کوئی ذلت بھی نہیں ہو گی۔ دنیا یہ نہیں کہے گی کہ ہندوستان نے کوئی غلطی کی یا یہ کہ اس کا یہ اقدام غلط تھا۔ اس کے برخلاف دنیا ان کی تعریف کرے گی کیونکہ یہ علاقے ان کے نہیں ہیں۔ یہ علاقے ہمارے ہیں اور اس لئے انہیں ان علاقوں کو خالی کر دینا چاہئے۔

جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے ہم ان کے ساتھ بات چیت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ فی الحال آپ وہیں رہیں جہاں آپ ہیں اور ہم وہاں رہیں جہاں ہم ہیں۔ دوسرے علاقوں یعنی سندھ اور پنجاب میں انہیں وہ علاقہ خالی کر دینا چاہئے جس پر وہ قابض ہیں۔ میں انہیں یہ علاقے خالی کرنے پر تیار ہو جانے پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

آپ کی قومی اسمبلی کے اس معاہدے کی توثیق کر دینے کے 30 دن بعد وہ فوجیں واپس چلی جائیں گی جو سندھ اور پنجاب میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑی ہیں۔

مجھے اعتراف ہے کہ ہم اپنے جنگی قیدیوں کے سوال پر کامیاب نہیں ہوئے۔ لیکن مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ ہماری پہلی ملاقات ہے اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اگلی ملاقات زیادہ مفید ثابت ہو گی۔ بہر حال وہ ہمارے جنگی قیدیوں کو کتنے عرصے تک روک سکتے ہیں۔ ہمارے جنگی قیدیوں سے انہیں کیا فائدہ حاصل ہو گا؟ علاقوں پر قبضہ طویل مدت تک قائم رکھا جا سکتا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اگرچہ گزشتہ عرب اسرائیلی جنگ کو پانچ چھ سال گزر چکے ہیں لیکن اسرائیل نے ابھی تک عربوں کا ایک انچ علاقہ بھی خالی نہیں کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علاقوں پر طویل عرصے تک قبضہ برقرار رکھا جا سکتا ہے لیکن قیدیوں کو نہیں۔ اور پھر دنیا کیا کہے گی؟ اگر میں نے اصولوں پر مصالحت کر لی ہوتی تو میں جنگی قیدیوں کو ایک منٹ میں واپسی کے سوال پر کوئی مصالحت نہیں کی۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم جنگی قیدیوں کو واپس لانے میں ناکام رہے' یہ ثابت کرتی ہے کہ ہم اپنے اصولوں کو اس سلسلے میں قربان کرنے پر تیار نہیں تھے۔

میں دو معاملوں پر بات چیت کرنے کے لئے شملہ گیا تھا یعنی ہمارے علاقوں سے انخلا اور ہمارے جنگی قیدیوں کی واپسی - آپ کی دعاؤں سے میں ایک معاملے میں کامیاب ہو گیا لیکن دوسرے معاملے میں ہم اپنی کوششیں جاری رکھیں گے۔ اور انشاء اللہ آپ کی حمایت سے ہم اس معاملے میں بھی کامیاب ہوں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری پوری توجہ اس معاملے پر مرکوز رہے گی۔

ہم اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ ہمارے سپاہی وطن واپس نہ آجائیں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ شملہ میں وہ ہماری بڑی خاطر تواضع کر رہے تھے لیکن وہاں اپنے پانچ روزہ قیام کے دوران میں فرش پر ہی سوتا رہا کیونکہ میں ان حالات سے واقف تھا جن میں ہمارے جنگی قیدی زندگی گزار رہے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ شملہ میں سربراہوں کی ملاقات کے نتائج سے مطمئن ہیں۔ اگر آپ ناخوش ہیں تو مہربانی کر کے بتائیے۔ اس مرحلے پر بھی ہم اپنے رویئے میں تبدیلی کر سکتے ہیں اور ہندوستان سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اپنے علاقے واپس نہیں چاہئیں۔ مہربانی کر کے بتائیے کیا آپ نتائج سے مطمئن ہیں۔ (آوازیں-ہاں ہاں)

ہمارے ملک میں کچھ لوگوں کو میرے عوام سے اس طرح صلاح و مشورہ کرنے پر اعتراض ہے۔ اگر میں عوام سے صلاح و مشورہ نہیں کرتا ہوں تو پھر جمہوریت کا کیا فائدہ ہے۔ ایک جانب تو وہ آکر مجھ سے کہتے ہیں کہ وہ جمہوریت کے لئے جدوجہد کرنا چاہتے ہیں لیکن جمہوریت صرف اسمبلی تک محدود نہیں۔ میں عوام سے صلاح و مشورہ کرتا رہوں گا۔ میں قوم سے مشورہ کرتا رہوں گا۔ کوئی شخص مجھے ایسا کرنے سے نہیں روک سکتا۔ انشاء اللہ میں عوام سے اپنا رابطہ قائم رکھوں گا۔

آخر میں میں آپ کا ممنون ہوں کیونکہ آپ کی دعاؤں کی وجہ سے یہ دورہ بہت کامیاب رہا۔ اس عظیم کامیابی کے حصول میں میری مدد کرنے پر میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

اسلام آباد ایئرپورٹ پر صدر کی تقریر

(4 جولائی 1972ء)

ذیل میں صدر ذوالفقار علی بھٹو کی وہ تقریر درج ہے جو انہوں نے 4 جولائی کو راولپنڈی میں اسلام آباد ایئرپورٹ پر اردو میں فی البدیہہ کی تھی۔

جناب نائب صدر' میرے پیارے دوستو اور بزرگو!

میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے ایئرپورٹ پر میرا انتظار کرنے اور میرا استقبال کرنے کی زحمت گوارا کی۔

میں آپ کو صرف یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب اعلان تاشقند کے بعد

میں اس وقت کی حکومت میں وزیر خارجہ کے عہدے سے الگ ہوا تھا تو یہ راولپنڈی ہی کے لوگ تھے جنہوں نے سب سے پہلے میرے ساتھ تعاون کیا تھا اور میرے لئے دوستانہ جذبات ظاہر کئے تھے مجھے وہ دن یاد ہے جب میں آپ سے جدا ہو کر اپنے گاؤں جا رہا تھا اور آپ مجھے الوداع کہنے کے لئے آئے تھے۔ رات ہو چکی تھی لیکن میرے دوست' ساتھی اور خیر خواہ غریبوں' مزدوروں اور کاشتکاروں کے بچے میرے گھر آئے تھے اور جب میں خیبر میل سے لاڑکانہ جا رہا تھا تو وہ ریلوے اسٹیشن پر بھی پہنچے تھے۔ آپ مجھے "خدا حافظ" کہنے آئے تھے۔ مجھے وہ دن یاد ہے کیونکہ اس روز لوگوں نے کہا تھا۔ "ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہارے ساتھ رہیں گے۔" اس کے جواب میں میں نے کہا تھا: "میں بھی کبھی آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے' چاہے مجھے کتنے ہی مصائب برداشت کرنے پڑیں۔ میں ہمیشہ آپ کا ساتھ دونگا کیونکہ میرے ساتھ آپ کا برتاؤ بڑا مہربانی آمیز رہا ہے۔" میں نے پھر کبھی پیچھے قدم نہیں ہٹایا۔ میں ہمیشہ اپنے ان الفاظ پر قائم رہا کہ میں ہمیشہ پاکستان کی فلاح و بہبود اور یک جہتی کے لئے جدوجہد کرتا رہوں گا۔ عوام کے لئے کوئی بھی قربانی زیادہ نہیں ہوتی ہم اس روز سے برابر جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ عوام کی جدوجہد تھی۔

پھر پاکستان پیپلز پارٹی قائم ہوئی اور اسے آپ کی کوششوں کی وجہ سے طاقت حاصل ہوتی رہی۔ آپ نے اسے اپنی حمایت سے تقویت پہنچائی اور پارٹی نے عوام کو ایک انقلابی تصور دیا اور اس کی بنا پر آپ نے ہماری حمایت کی۔ ہم نے آپ کو نہیں چھوڑا اور آپ بھی ہمیں نہیں چھوڑیں گے اگر دشواریاں پیش آئیں تو آپ ان کا سامنا کریں گے۔

آپ کو یاد ہو گا کہ پیپلز پارٹی کی تشکیل کے بعد جب جدوجہد شروع ہوئی تو ہم نے ایک آمریت پر فتح پائی اور پھر ہمیں ایک اور آمریت کے خلاف جدوجہد کرنی پڑی۔ 1970ء میں جب عام انتخابات کا اعلان ہوا تو میں 11 جنوری 1970ء کو آپ سے باتیں کرنے کے لئے راولپنڈی آیا کیونکہ سیاسی سرگرمیوں کی بس اسی وقت اجازت دی گئی تھیں آپ کو یہ بھی یاد ہو گا کہ اس سے قبل میں نے 3 جنوری کو کراچی میں ایک تقریر کی تھی۔ اس کے بعد میں نے 11 کو راولپنڈی میں آپ سے خطاب کیا اور 18 کو یعنی اسی مہینے جنوری 1970 میں میں نے پشاور میں تقریر کی۔

جب میں راولپنڈی پہنچا تھا تو بارش ہو رہی تھی۔ اسی ہوائی اڈے پر میں جیسے ہی طیارے سے باہر نکلا۔ مجھے دو آدمی ملے جنہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے ایک پیغام دینے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ پیغام کس چیز کے بارے میں ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: "آپ لیاقت باغ میں تقریر کرنے والے ہیں۔ ہم آپ کو خبردار کرنے آئے ہیں کہ آپ اس میں اعلان تاشقند کا کوئی تذکرہ نہ کریں۔ آپ اعلان تاشقند کے بارے میں کوئی تقریر نہیں کر سکتے آپ کو اس موضوع پر بالکل خاموش رہنا ہے۔" میں نے ان سے کہا کہ سیاسی سرگرمیوں پر کوئی پابندی نہیں ہے اور انتخابی مہم میں ہر قسم کے موضوع زیر بحث آتے ہیں۔ اگر پابندیاں لگا دی جائیں تو ہم عوام کو اپنے خیالات و نظریات سے کس طرح آگاہ کر سکتے ہیں اور یہ کوئی معمولی پابندی نہیں تھی۔ یہ بنیادی پابندی تھی۔

جب سے میں حکومت سے الگ ہوا تھا۔ اس وقت کی حکومت اخبارات میں اور ریڈیو اور ٹیلیویژن پر پروپیگنڈہ کر کے لوگوں کے ذہنوں میں ہر قسم کی غلط فہمیاں پیدا کرتی رہی تھی۔ ہمیں جواب دینے کا موقف ملنا چاہیے تھا۔ ہم نے ان سے کہا: "اگر ہم ایوب خان کے دور حکومت میں ایک لفظ نہیں کہہ سکتے تھے تو ایک بات بھی تھی کیونکہ اس میں وہ خود ملوث تھے۔ لیکن تم کیوں ہمیں ایسا کرنے سے روک رہے ہو؟ تم نے تو اعلان تاشقند پر دستخط نہیں کئے تھے۔ اگر تم اس کے ذمہ دار نہیں تھے تو پھر تم کیوں ہمیں روکنے کی کوشش کر رہے ہو؟"

میں نے ان سے کہا کہ میں ان کی شرط نہیں مانوں گا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ انہیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ میں اعلان تاشقند کے بارے میں کچھ کہنے والا ہوں۔ اگر میں نے یہ محسوس کیا کہ مجھے اس موضوع پر کچھ کہنا چاہئے تو میں یقیناً کہوں گا۔ جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ فلیشمین ہوٹل پہنچا تو اس بات پر بڑی حیرت کا اظہار کیا گیا کہ وہ لوگ ہمیں روکنے کی کیوں کوشش کر رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا سبب تلاش کرنے کے لئے بہت زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ پچھلی دونوں حکومتوں کے زاویہ نظر میں بمشکل ہی کوئی فرق تھا۔ وہ دونوں آمریت پر یقین رکھتی تھیں۔ چونکہ ان دونوں میں سے کوئی بھی حکومت عوام کی مرضی سے وجود میں نہیں آئی تھی اور ان میں سے کسی کو عوام کی طاقت حاصل نہیں تھی۔ اس لئے ان دونوں کا ایک ہی انداز میں سوچنا ناگزیر تھا۔ اس لئے ہمیں اس آمریت کے خلاف بھی لڑنا پڑا اور پھر جیسا کہ آپ کو معلوم ہے آپ کی مدد اور دعاؤں سے ہم نے اس آمریت کے خلاف بھی جنگ کی۔ اس کے نتائج اتنے معروف ہیں کہ انہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے اگست ستمبر میں ہی صاف صاف دیکھ رہے تھے کہ حالات کس رخ پر جا رہے ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے انتقال اختیارات کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ میں ماضی کی یہ باتیں کیوں دہرا رہا ہوں۔ یہ قصہ پرانا ہو چکا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم ماضی کو بالکل فراموش نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ماضی ہمارے حال اور مستقبل پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ اس لئے یہ بات عجیب تھی کہ ہم سے اعلان تاشقند کے بارے میں کچھ نہ کہنے کے لئے کہا گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے بنیادی مسائل پر کسی شخص کو اپنے نظریات کا اظہار کرنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

میں ہندوستان کے سفر پر جانے سے قبل عوام کے تمام طبقوں کے لوگوں

سے ملا تھا۔ میں نے طلباء کے لیڈروں اور مزدوروں کے لیڈروں سے ملاقات کی تھی۔ میں نے مخالف پارٹیوں کے لیڈروں سے بات چیت کی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا تھا کہ اس وقت ملک کو جن مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے' ان کے بارے میں ان کے خیالات کیا ہیں اور وہ ان کے حل کی کیا تجویز پیش کرتے ہیں۔ دس بارہ روز تک میں نے عوام کی مختلف جماعتوں کے نمائندوں سے صلاح و مشورہ کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔ میرے لئے ایسا کرنا ضروری تھا کیونکہ پاکستان میری ذاتی املاک نہیں تھا اور نہ ہی یہ کسی اور شخص کی ذاتی املاک ہے۔ پاکستان اپنے غریب اور محنت کش عوام کا ہے۔ پاکستان آپ کا ملک ہے آپ اسے وجود میں لائے ہیں۔ کوئی شخص خفیہ بات چیت یا معاہدے نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بات طویل عرصے تک چھپی نہیں رہ سکتی۔ تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ اب تک کوئی شخص بھی چاہے وہ کتنا ہی مضبوط اور طاقتور آمر کیوں نہ ہو کوئی بات عوام سے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔ جب بھی کوئی خفیہ معاہدہ ہوتا ہے۔ عوام کو اس کا علم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ عوام ہی ہیں جو طویل عرصے میں اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ بہرحال اگر کوئی غلط فیصلہ کیا جائے تو اس کی وجہ سے کوئی مصائب برداشت کرتا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ کچھ عرصے تک اس غلط فیصلے سے متاثر نہ ہوں لیکن یہ غریب عوام ہی ہیں جو اس سے براہ راست متاثر ہوتے ہیں۔ انجام کار آپ ہی کو مصائب برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ پھر یہ باتیں آپ سے کس طرح چھپی رہ سکتی ہیں؟ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ میں بے لاگ انداز میں کیوں باتیں کرتا ہوں۔ میں نے ہر شخص سے کہہ دیا کہ کوئی بات خفیہ نہیں ہے۔ میں کوئی بات نہیں چھپا سکتا۔ ہم نے تمام باتیں صاف صاف کہیں۔ میں نے آپ کی رائے پوچھی کیونکہ میں ہمیشہ اپنے عوام کی رائے کے مطابق عمل کرونگا۔ میں نے کہا تھا کہ میں اصولوں پر مصالحت نہیں کروں گا۔

لاہور واپس آنے کے بعد میں نے ایک بار پھر اپنے عوام سے پوچھا کہ آیا میں نے اپنے وعدے پورے کئے یا نہیں۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہوں کہ میں نے اصولوں پر مصالحت کی ہے تو یہ بات بطور خاص مجھے بتائی جانی چاہئے تاکہ عوام یہ فیصلہ کر سکیں کہ آیا میں نے ہندوستان کے ساتھ بات چیت میں پاکستان کے قومی مفاد کو پیش نظر رکھا ہے یا نہیں۔ آپ لوگ میری عدالت ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ آیا ہم نے ملک کے مفاد میں کام کیا ہے یا اس کے خلاف اخبار چاہے کچھ لکھیں اور ہماری پروپیگنڈہ مشینری کچھ کہے عوام حقیقت کو سمجھ لیں گے اور سچی بات کہیں گے۔ اگر کوئی غلط فیصلہ کیا گیا ہے تو عوام کھل کر کہیں گے چاہے پروپیگنڈہ مشینری کچھ ہی کہتی رہے۔ اس لئے یہ فیصلہ کرنا اور کہنا آپ کا کام ہے کہ آیا میرا ہندوستان کا سفر پاکستان کے مفاد میں تھا یا نہیں۔

یہ ایک مشکل سفر کا محض آغاز ہے تاہم اگر ہم اس کے ایک حصے سے کسی قدر مطمئن ہیں تو ہم کوئی جشن نہیں منائیں گے۔ آگے راستہ بہت دشوار ہے۔ ہمیں اور آگے جانا ہے۔ یہ پہلا قدم ہے' گفت و شنید کا اختتام نہیں۔

جہاں تک جنگی قیدیوں کا تعلق ہے۔ ہمیں اس معاملے پر حکمت ہند اور مشرقی پاکستان کے حکام سے گفت و شنید کرنا ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں ہندوستان کی سرزمین پر مشرقی پاکستان کے بارے میں کوئی بات چیت نہیں کروں گا۔ اسی لئے ہم اپنے جنگی قیدیوں کی واپسی کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں کر سکے۔ حکومت ہند نے کہا کہ جنگی قیدیوں کے مسئلے کا تعلق صرف حکومت ہند ہی سے نہیں ہے بلکہ مشرقی پاکستان کے حکام سے بھی ہے کیونکہ ان کے بیان کے مطابق پاکستانی افواج نے ہندوستان کی سرزمین پر مشرقی پاکستان کے بارے میں کوئی بات چیت نہیں کریں گے۔ بہرحال ہمیں اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل تلاش کرنا پڑے گا۔

جنگ کی وجہ سے دو مخصوص مسائل پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ان علاقوں کا سوال تھا جو ہندوستان کے قبضے میں ہیں یہ علاقے سندھ اور پنجاب میں ہیں۔ خدا کے فضل سے ہم اس مسئلے کو حل کرنے میں کامیاب ہو گئے جہاں تک جنگی قیدیوں کے مسئلے کا تعلق ہے ہمیں اس پر پوری توجہ دینی ہو گی اور اسے حل کرنے کی کوشش کرنا ہو گی۔ اس سلسلے میں ہم آپ کی اعانت اور تعاون سے اپنی کوششیں جاری رکھیں گے۔ ہندوستان کی وزیراعظم جب یہاں آئیں گی تو میں ان کے ساتھ اس معاملے پر مزید بات چیت کروں گا۔ میں اس مسئلے پر مشرقی پاکستان میں اپنے دوستوں کے ساتھ اس معاملے پر مزید بات چیت کرنے کی کوشش کروں گا کیونکہ ہم صرف گفت و شنید ہی کے ذریعے سے کوئی حل تلاش کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ ہم اس مسئلے کا حل تلاش کرنے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔

میں اپنے جنگی قیدیوں اور ان کے رشتہ داروں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ حوصلہ نہ ہاریں اور مایوس نہ ہوں۔ جنگی قیدی مجھے بھی اتنے ہی محبوب ہیں جتنے کہ انہیں۔ وہ ہمارے ہم وطن ہیں۔ انہوں نے اس ملک کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ انہوں نے اپنے وطن عزیز کی خاطر اپنی جانوں کو داؤں پر لگایا ہے۔ وہ اپنے ملک کی خاطر اس کے علاوہ اور کیا کر سکتے تھے؟ ہم انہیں کس طرح بھول سکتے ہیں لیکن یہ تمام مسائل بڑے پیچیدہ نوعیت کے ہیں وہ گفت و شنید کے ایک ہی مرحلے میں حل نہیں ہو سکتے۔

معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کی کچھ سیاسی پارٹیاں اس معاہدے کی بنا پر اپنی حکومت پر نکتہ چینی کر رہی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس معاہدے کے نتیجے میں ہندوستان کو کچھ نہیں ملا جب کہ پاکستان کو اپنا علاقہ واپس مل گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ذوالفقار علی بھٹو یہاں آیا اور انہیں دھوکہ دے کر چلا گیا۔ یہ بات غلط ہے۔ میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ غلط رویہ ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں ہے۔ یہ پاکستان کی بھی کامیابی نہیں ہے۔ بلکہ یہ اصولوں کی فتح ہے۔

آپ کو اس پورے معاملے کو اس روشنی میں نہیں دیکھنا چاہئے۔ یہ گفت و شنید کا اختتام نہیں ہے۔ ہمیں ابھی یہ معلوم کرنا ہے کہ کل ہمارے لئے کیا لاتا ہے۔ آپ کو ضرورت سے زیادہ جوش میں آکر یہ نہیں کہنا چاہئے کہ یہ پاکستان کی فتح ہے ہمیں جس ایک چیز پر خوش ہونا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہم نے اپنا عمل اصولوں کے مطابق رکھا۔

میں ہندوستان کی وزیراعظم کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے اصولوں پر اتفاق کرکے پاکستان کا نقطہ نظر قبول کر لیا ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ جنگ ختم ہو چکی ہے تو پھر ہندوستان ابھی تک ہمارے علاقے پر کیوں قابض ہے۔ یہ پائیدار امن کے قیام کا طریقہ نہیں ہے۔ انہوں نے بھی اپنے مستقبل کے مفادات پر نظر ڈالی۔ یہ کوئی ہمارے ملک کی فتح یا دوسرے ملک کی شکست نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ یہ ایک فتح ہے' یہ ہندوستان اور پاکستان دونوں کی فتح ہے۔ ہمیں اپنے علاقے واپس مل گئے۔ اگر ہندوستان اس علاقے میں حقیقی امن کا خواہشمند ہے تو یہ واحد طرز عمل تھا جو وہ اختیار

چھوڑتا تو پھر اس علاقے میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ حکومت ہند نے بھی اس بات کو محسوس کر لیا۔ ہم ہندوستانیوں کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اگر ہندوستان کی مخالف پارٹیوں کے لیڈر یہ کہتے ہیں کہ حکومت ہند نے غلطی کی ہے تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ ہم پائیدار امن سے دلچسپی رکھتے ہیں اور یہ اس کے حصول کا واحد طریقہ تھا۔ ہم اپنے اصولوں پر قائم رہے اور انہوں نے اپنے مستقبل کے مفادات کی حفاظت کی۔ اس طرح ہم دونوں ہی کو خوش ہونا چاہئے۔ وہ ہمارے ہمسائے ہیں۔ اگر ہم اس پر خوش ہیں تو انہیں بھی اس پر خوش ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس حیثیت میں ہیں کہ اپنا دفاع کر سکیں تو ہمارا کوئی نقصان نہیں ہے۔ ہم جارحیت کے خلاف ہیں اور ہمیشہ اس کے خلاف رہیں گے۔ ہم ہر اس ملک کی مخالفت کریں گے جو جارحیت پر یقین رکھتا ہے۔ ہم ان کے دوست اور ان کے ساتھ پر امن رہیں گے جو ہمارے خلاف جارحانہ کارروائی نہیں کرتے ہیں۔ ہمارے علاقے پر قبضہ نہیں کرتے ہیں اور ہمارے جنگی قیدیوں کو حراست میں نہیں رکھتے ہیں۔ ہم گفت و شنید کے نتیجے میں کچھ آگے بڑھے ہیں لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کل کیا ہوگا میں یہ نہیں بتا سکتا کہ مستقبل میں جب مذاکرات ہوں گے تو کیا ہوگا۔ میں نہ تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ بہت بلند توقعات باندھ لیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ بہت زیادہ مایوس ہو جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ معاملات کو بڑے متوازن انداز میں دیکھیں اور زمین پر ہی کھڑے رہیں۔

ملکوں کے درمیان مذاکرات ہوتے ہی ہیں۔ ہم نے بھی گفت و شنید کی ہے اور ہم کچھ آگے بھی بڑھے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم نے اپنے ان دوستوں کو فراموش کر دیا ہے جنہوں نے آڑے وقتوں میں ہمارا ساتھ دیا تھا۔ ہم اپنے ان دوستوں کو فراموش نہیں کر سکتے جنہوں نے اصولوں کی بنیاد پر ہماری حمایت کی اور مشکل وقتوں میں ہمارا ساتھ دیا۔ کیا ہم کبھی ان 105 ملکوں کو بھول سکتے ہیں جنہوں نے اقوام متحدہ میں پاکستان کے حق میں رائے دی تھی' اور ہماری موافقت میں ایک قرارداد منظور کروائی تھی۔ نہیں ہم انہیں کبھی نہیں بھول سکتے۔ انہوں نے حق و انصاف کی حمایت کی تھی۔ ہندوستانی لیڈروں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے مجھے مسلسل ان ملکوں کا خیال آ رہا تھا۔ وہ اس وقت بھی میری چشم باطن کے سامنے تھے۔ جب میں معاہدے پر دستخط کر رہا تھا۔ میں ان سب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ میں ہر ملک کا نام نہیں لے سکتا لیکن میں ہر اس ملک کا ممنون ہوں جس نے پاکستان کی حمایت کی۔ میں ان 14 ملکوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کا میں نے پچھلی بار دورہ کیا تھا اور ان آٹھ ملکوں کا بھی جن کے دورے پر میں اس سے پہلے گیا تھا۔ میں ان سے صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم انہیں کبھی بھی بھول نہیں سکتے۔ ہم کوئی ناشکر گزار قوم نہیں ہیں اور مصر سے لیبیا' سوڈان' صومالیہ اور ایتھوپیا تک ہر ملک جس کا میں نے دورہ کیا تھا' انہوں نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا اس پر ہم ہمیشہ ان کے ممنون رہیں گے۔ اس کے علاوہ ہم اپنے ہمسایہ ملکوں ایران اور ترکی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جو ہمیشہ ہماری مدد کو آتے رہے ہیں۔ ہم نے ان کی مدد اور ان کی ہمدردیوں سے یہ کامیابی حاصل کی ہے۔ ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو وقت پڑنے پر اپنے دوستوں کی جانب بھاگتے ہیں اور خوشی کے زمانے میں انہیں بھول جاتے ہیں۔ ہم ان کی ہمدردیوں اور ان کے خلوص کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

روس نے بھی اس بات کی کوشش کی کہ یہ مذاکرات کامیاب ہوں۔ ہم ان کے بھی شکر گزار ہیں۔ امریکہ نے بھی ہم سے ہمدردی کی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس خطے میں امن قائم رہے۔ ہم ان کے بھی ممنون ہیں۔ آخر میں لیکن یہ اہمیت کے اعتبار سے کم نہیں ہے۔ ہم سب سے زیادہ عوامی جمہوریہ چین کے ممنون ہیں۔ وہ ہمارے دوست رہے ہیں اور ہمارے دوست ہیں۔ میں انہیں یہ یقین دلانا چاہتا ہو کہ ہندوستان کے ساتھ ہمارے تعلقات کی نوعیت کچھ ہی ہو' وہ چین کے ساتھ ہمارے تعلقات پر کسی طرح اثر انداز نہیں ہوں گے۔ ہم اصول پسندی کی بناء پر ہندوستان کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔

روس اور امریکہ کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہو گا کہ چونکہ ہندوستان' روس یا امریکہ کے ساتھ ہمارے تعلقات بہتر ہو گئے ہیں۔ اسلئے ہم اپنے ان دوستوں کو بھول جائیں' جنہوں نے 1965 کی جنگ اور گزشتہ جنگ میں علانیہ طور پر ہماری مدد کی تھی۔ یہ ملک' یہ قوم' یہ حکومت اور یہ شخص ان کی دوستی' ان کی ہمدردیوں اور ان کی حمایت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ آخر میں میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو میری بات سننے کے لئے یہاں آئے۔

پاکستانی اخبارات کے تبصرے

اخبار ڈان کراچی نے اپنی 4 جولائی 1972ء کی اشاعت میں کہا کہ تمام نیک نیت لوگ اس معاہدے کو ہندوستان اور پاکستان کے درمیان فضول اور لایعنی جنگوں کے دور کو ختم کرنے کے لئے ایک دانشمندانہ آغاز کی حیثیت سے پسند کریں گے۔ شملہ سمجھوتے کے مختلف نکات پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ اخبار لکھتا ہے کہ ہندوستانی فوجوں کے اپنی 3 دسمبر 1971ء کی پوزیشن پر واپس چلے جانے کے بعد پنجاب اور سندھ کے وہ وسیع علاقے جلد ہی آزاد ہو جائیں گے۔ جو اس وقت ہندوستان کے قبضے میں ہیں اور اس کے ساتھ ہی جموں اور کشمیر کی موجودہ صورت حال کو بدستور رہنے دیا گیا ہے۔ جنگی قیدیوں کے بارے میں اخبار مذکور لکھتا ہے کہ اگرچہ معاہدے میں یہ بات نہیں کہی گئی ہے لیکن ہندوستان نے ان تمام قیدیوں کو چھوڑ دینے پر آمادگی ظاہر کی ہے جو مغربی محاذ پر پکڑے گئے تھے۔ تاہم وہ اپنے اس موقف پر قائم ہیں کہ جو قیدی مشرقی پاکستان کی جنگ کے دوران گرفتار ہوئے تھے ان کے بارے میں کوئی فیصلہ بنگلہ دیش کی حکومت کی رضامندی ہی سے ہو سکتا ہے۔ اخبار مذکور نے اس معاہدے پر غور کرنے اور اسے منظور کرنے کے لئے 10 جولائی کو قومی اسمبلی کا خصوصی اجلاس طلب کرنے سے متعلق صدر بھٹو کے فیصلے کی بھی حمایت کی۔

تعلیمی اصلاحات

صدر مملکت' جناب ذوالفقار علی بھٹو نے 15 مارچ 1972ء کو تعلیمی اصلاحات کا اعلان فرمایا' اس تقریر کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے:

عزیز ہم وطنو!

آج رات میں آپ سے ایک ایسے موضوع پر گفتگو کر رہا ہوں جس پر ساری تہذیب و تمدن کا دارومدار ہے اور وہ ہے تعلیم۔ درحقیقت یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کا تعلق ہمارے ملک کے ہر فرد سے ہے۔ والدین' طلباء' اساتذہ' پیشہ ور افراد اور کارکنوں کی حیثیت سے ہمارا گہرا اور براہ راست مفاد تعلیم سے وابستہ ہے۔ تعلیم کے بارے میں کسی فرد کی رائے زیادہ تر اس کے شخصی حالات کی روشنی میں قائم ہوتی ہے۔ تعلیم کے بارے میں مملکت پر عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مملکت کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ تعلیم کا مقصد' فلسفہ اور ڈھانچہ متعین کرے۔ مملکت ہی قومی تقاضوں اور بین الاقوامی معیار کے مطابق تعلیم کا مفہوم اور مقصد متعین کرتی ہے۔ اپنی بنیادی نوعیت کی وجہ سے کوئی تعلیمی پالیسی قطعی اور جامع نہیں ہو سکتی۔ مسلسل فکر' تجربات' خیالات میں اصلاح اور تعلیم کا عمل جاری رہنا انتہائی اہم ضروریات ہیں۔ ماضی میں جب بھی تعلیمی اصلاحات نافذ کی گئیں تو ان اصلاحات کو آخری منزل قرار دیا گیا اور ان کے نفاذ میں اتنی سختی برتی گئی جیسے کہ وہ فکر انسانی کا آخری شاہکار ہوں۔ اس کا جو نتیجہ نکلا وہ خلاف توقع نہیں تھا۔ گزشتہ تمام تعلیمی اصلاحات کا حشر ان کے لچکدار نہ ہونے کی وجہ سے خراب ہوا۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ میں اس قسم کی بے مقصد راہ کو اپناؤں۔ اس کے برعکس میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آج جو پالیسی آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اس کا مسلسل جائزہ لیا جاتا رہے گا اور اس پر عملدرآمد سے جو تجربات حاصل ہوں گے' ان کی روشنی میں اس پالیسی کو بہتر سے بہتر بنایا جائے گا۔

آج میں جو کچھ پیش کر رہا ہوں وہ کم سے کم اتنا ضرور ہے جس کی ضرورت تعلیم کے شعبے میں عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اس سلسلہ میں بعض معاملات' مثلاً زبان کے متعلق پالیسی' جن پر بحث و مباحثے کی ضرورت ہے۔ انہیں فی الوقت نہیں چھیڑا گیا ہے اور ان کا فیصلہ اسمبلیوں میں عوام کے نمائندے کریں گے۔

جب سے ہمیں آزادی حاصل ہوئی ہے۔ ہمارے ملک میں تعلیم کے شعبے کو سب سے زیادہ نظرانداز کیا گیا ہے۔ عرصہ دراز سے ہمارے ملک میں یہ فرسودہ خیال عام رہا ہے کہ خاص طبقے کے لوگوں ہی میں سے اعلیٰ تعلیم یافتہ حلقہ پیدا کیا جائے۔ ہمیں یہ بات نوآبادیاتی نظام سے ورثے میں ملی تھی اور آزادی کے بعد بھی سیاہ استحصالی قوتیں اس نظریئے کو مزید پروان چڑھاتی رہیں۔ حتیٰ کہ جب آبادی کی کثرت اور اضافے کی وجہ سے ضروریات کا ناگزیر بوجھ پڑا اور اقتصادی ترقی کی وجہ سے ہمارے تعلیمی نظام کو توسیع دینے کی ضرورت پیش آئی تو اس کے لئے جو وسائل مخصوص کئے گئے وہ بھی بہت ناکافی تھے۔

1960ء سے 1970ء تک تمام عرصے میں تعلیم کے اخراجات کا بیشتر حصہ نامناسب شرح سے' اساتذہ' سائنسی آلات اور کتابوں کے بجائے تعمیرات پر صرف ہوا۔ اور صرف اسی وجہ سے کئی واقعات ایسے ہیں کہ ہمارے پاس عمارات ہیں لیکن ان میں طالب علم نہیں ہیں۔ تجربہ گاہیں ہیں لیکن ان میں آلات موجود نہیں ہیں اور کلاس روم ہیں لیکن ان میں اساتذہ نہیں ہیں۔ اس مضحکہ خیز اور غلط منصوبہ بندی کی وجہ وہ بے تعلقی تھی جو اختیارات اور توجہ دینے کے سلسلے میں تعلیم سے برتی گئی۔ بعض نقصان دہ روایات کے مضر اثرات کے پیش نظر ہم سے تعلیمی پالیسی کو نئی شکل دینے کے لئے کہا گیا ہے۔ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ ہمیں جہالت کا خاتمہ کرنا ہے' پچھلے نظام کی وجہ سے جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں ہمیں ان کو ختم کرنا ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو کاہلی کی دلدل سے' اس طرح باہر نکالنا ہے کہ ہمارے مذہبی اصولوں کے تقدس کو بھی ٹھیس نہ پہنچے اور ہم اپنی ثقافت کی اعلیٰ روایات سے بھی محروم نہ ہونے پائیں۔

ہمیں قومی وابستگی اور سماجی ہم آہنگی پیدا کر کے مستقبل کا مردانہ وار سامنا کرنا ہے۔ ہمیں تعلیم کو چند منتخب لوگوں کی پہنچ سے نکال کے ایک ایسے

مقام پر لانا ہے جہاں ہر ایک کو اس کے حصول کے یکساں مواقع میسر ہوں اور یہ مواقع نسل' مذہب' جنس' علاقے اور پیدائش کے امتیاز کے بغیر ہر باشندے کو حاصل ہونا چاہئیں۔ ہمیں ایک طرف تو تعلیمی نظام کو جمہوری بنانا ہے اور جلد سے جلد عالمی خواندگی کے معیار تک پہنچنا ہے اور دوسری طرف ہمیں دنیا میں سائنس اور اعلیٰ فنی مہارت کی دوڑ میں حصہ لینا ہے جو نہایت تیزی سے مادی تکمیل کی طرف گامزن ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ بلامقصد عام تعلیم کو زیادہ بامقصد اور زرعی اور فنی تعلیم میں تبدیل کر دیا جائے۔ یہ امر ضروری ہے کہ جو لڑکا آٹھویں جماعت کے بعد تعلیم جاری نہیں رکھتا وہ اپنے مقامی یا آبائی پیشے کی طرف لوٹ جائے اور اس میں اسے کافی مہارت حاصل ہو وہ یا اچھا کاشتکار بن جائے یا فنی ماہر بن جائے اور اسی طرح میٹرک پاس کر کے اسکول سے فارغ ہونے والا لڑکا ہمارے سماجی اور اقتصادی ڈھانچے میں ایک اوسط درجے کے فنی ماہر یا کارکن کی حیثیت سے ضم ہو جانے کا اہل ہو جائے اور اس بنیاد پر ہمیں ان سب کو مواقع مہیا کرنا چاہئے جو سماجی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے اسکول سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ تعلیم کو عام کرتے ہوئے ہمیں اس کی نوعیت اور موضوعات کو اپنی اقتصادی ترقی کی ہیئت اور وسعت سے ہم آہنگ کرنا ہو گا۔ تعلیم بے مقصد نہیں ہونی چاہئے بلکہ اسے روزگار کے مواقع سے قریب تر ہونا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ جتنا طالب علموں کی تعداد میں اضافہ ہو گا اتنے ہی زیادہ اساتذہ بھی ہوں گے۔ اور اساتذہ اسی وقت زیادہ ہو سکتے ہیں جبکہ تعلیم دینے والوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاصل ہوں تاکہ لوگ اس پیشے کو خوشی سے اختیار کریں۔ تعلیم کے طریق کار کو ایسا بنانے کے لئے جس سے کہ ساری قوم' پاکستان کو اس کے شایان شان مقام تک پہنچا سکے۔ اور بھی بہت سی باتیں ضروری ہیں۔

نئی تعلیمی پالیسی اسی چیلنج کا جواب دینے کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اگر اس کی عمل آوری میں مفاہمت اور تعاون کے جذبے سے کام لیا گیا تو مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ اس پالیسی سے وہ تمام مقاصد حاصل ہو جائیں گے جنہیں پورا کرنے کے لئے یہ تیار کی گئی ہے۔

نئی تعلیمی پالیسی کی خاص خاص باتیں یہ ہیں:

1- سارے ملک میں دسویں جماعت تک تعلیم کو عام اور مفت کر دیا جائے گا۔ تاہم وسائل کے محدود ہونے کی بنا پر اس پر دو مرحلوں میں عمل ہو گا۔ پہلے مرحلے میں یکم اکتوبر 1972ء سے شروع ہو گا۔ آٹھویں جماعت تک تعلیم مفت ہو گی۔ دوسرے مرحلے میں جو یکم اکتوبر 1974ء سے شروع ہو گا نویں اور دسویں جماعت کی تعلیم مفت ہو گی۔ اس کا اطلاق تمام اسکولوں پر ہو گا خواہ ان کا انتظام کرتی ہو یا وہ نجی طور پر قائم کئے گئے ہوں۔

امید ہے کہ 1979ء سے ملک کا ہر لڑکا تعلیم حاصل کر سکے گا اور 1984ء سے ہر لڑکی تعلیم پا سکے گی۔ لیکن اس کا بہت کچھ انحصار عوام کے صحیح رد عمل پر ہو گا۔ آٹھویں جماعت تک تعلیم کو لازمی کرنے کے لئے مزید تین سال لگیں گے۔ موجودہ حالات اور وسیلوں کے مطابق ہم آخری حد تک گئے ہیں۔

کیا تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے گا؟ اگر لازمی قرار دیا جائے گا تو کس جماعت تک اور کس طرح؟ یہ وہ سوال ہیں جو انتہائی اہم نوعیت کے ہیں۔ لازمی تعلیم کے تحت والدین کی یہ براہ راست ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسکول بھیجیں ورنہ وہ سزا کے مستحق ہوں گے۔ اسی طرح یہ حکومت کی فوری ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ ان کی تعلیم کے لئے سہولتیں فراہم کرے۔ آج ہمارے سماجی اور اقتصادی ڈھانچے کی جو صورت ہے' اس کے پیش نظر ضروری ہے کہ اس معاملے کو اسمبلیوں کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

2- غیر سرکاری اسکولوں کو مختلف مرحلوں میں دو سال کے اندر قومی تحویل میں لے لیا جائے گا۔ پہلا مرحلہ یکم اکتوبر 1972ء سے شروع ہو گا۔

شخصی اور نجی انتظام کے تحت چلنے والے تمام اسکولوں کے اساتذہ کی تنخواہوں کے اسکیل اور ملازمت کی شرائط کو اسی تاریخ سے سرکاری اسکولوں کے اساتذہ کے برابر کر دیا جائے گا۔

3- پرائیویٹ کالجوں کو یکم ستمبر 1972ء سے قومی تحویل میں لے لیا جائے گا۔

4- قومی تحویل میں لئے جانے والے اسکولوں اور کالجوں کا کوئی معاوضہ نہیں دیا جائے گا۔

اس اعلان کے بعد اگر ان اداروں کی املاک کو منتقل کرنے یا انہیں بند کرنے کی کوئی کوشش کی گئی تو مارشل لاء کے تحت اسے جرم سمجھا جائے گا۔

اس اعلان کے بعد حکومت کی منظوری کے بغیر ان اداروں میں کسی کا تقرر نہیں کیا جائے گا اور اگر ان اداروں میں 20 دسمبر 1971ء کے بعد کسی کا تقرر کیا گیا ہے تو اس پر نظرثانی کی جائے گی۔

5- حکومت اپنے اس اطمینان کے بعد کسی ایسے اسکول اور کالج کو قومی ملکیت میں لینے سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے جو نجی انتظام کے تحت اور صحیح معنوں میں خیراتی' فلاحی اور غیر تجارتی بنیاد پر چلایا جا رہا ہو۔

6- نجی انتظام کے تحت چلائے جانے والے اسکولوں اور کالجوں کے علاوہ ہمارے ملک میں خصوصی نوعیت کے کچھ اور ادارے بھی موجود ہیں جنہیں عام طور پر پبلک اسکول کہا جاتا ہے۔ ان اداروں میں لاہور کے ایچی سن کالج جیسے ادارے شامل ہیں۔ ان میں سے بیشتر کے اخراجات مکمل طور پر یا بڑی حد تک حکومت برداشت کرتی آئی ہے۔ ایسے اداروں میں تعلیم کا معیار نہایت اعلیٰ ہے لیکن غریب طبقے کے طلباء کی ان تک رسائی ممکن نہیں' چاہے وہ کتنے ہی ذہین کیوں نہ ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان اداروں نے معاشرے کے اس طبقے کی اچھی خدمت کی ہے جس نے اداروں کو جنم دیا تھا۔ لیکن اب ان کا دور گذر چکا ہے۔ آج کے دور میں ایسے اداروں کے وجود کے بارے میں سوچنا بھی غلط ہے' جن میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے

اہلیت کے سوا کسی اور چیز کی بھی ضرورت پڑتی ہو۔ لہٰذا ہم نے اس قسم کے تمام پبلک اسکولوں کو قومی ملکیت میں لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان اداروں کو کس تاریخ سے قومی ملکیت میں لیا جائے گا۔ اس کا فیصلہ ہر ادارے کے بارے میں الگ الگ کیا جائے گا۔ آئندہ ان اسکولوں کے دروازے سارے ملک کے ذہین اور ہونہار بچوں کے لئے کھلے ہوں گے اور ان اداروں میں داخلے کے لئے بچوں کی مالی یا معاشرتی حالات کو قطعی اہمیت نہیں دی جائے گی۔ ان معروف اداروں میں مفت تعلیم صرف ایسے طلباء کو دی جائے گی جو اہلیت اور لیاقت کی بنیاد پر منتخب کئے جائیں گے۔ ہر اسکول میں ملک کے تمام علاقوں سے ہونہار طلبہ کو داخلہ دیا جائے گا اور اس طرح یہ ادارے جو ماضی میں معاشرے کو دولت کی بنیاد پر تقسیم کر دیا کرتے تھے' اب پوری قوم کو ذہنی صلاحیتوں کی بنیاد پر متحد کر دیں گے۔

7- انٹرمیڈیٹ اور ثانوی تعلیمی بورڈ کی موجودہ تعداد ان طالب علموں کے مقابلے میں بہت کم ہے جن کے لئے امتحانات منعقد کئے جاتے ہیں۔ ان تعلیمی بورڈوں کی کارکردگی بہتر بنانے اور دور دراز سے امتحانات میں شریک ہونے کے لئے آنے والے امیدواروں کو زیادہ سہولتیں فراہم کرنے کے لئے سیدو' راولپنڈی' گوجرانوالہ' بہاولپور اور خیرپور میں پانچ نئے تعلیمی بورڈ قائم کئے جائیں گے۔

8- سیدو' ملتان اور سکھر کے مقامات پر نئی یونیورسٹیاں قائم کی جائیں گی۔

9- ٹنڈوجام کے زرعی کالج' این ای ڈی انجینئرنگ کالج کراچی اور سندھ یونیورسٹی کے انجینئرنگ کالج' جام شورہ کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا جائے گا۔ این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی میں تبدیل کرنے کے بعد اس میں ایک فن تعمیر کے شعبہ کا اور اضافہ کر دیا جائے گا۔

شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت' اگر وہ ضروری سمجھے تو پشاور یونیورسٹی کے انجینئرنگ کالج کو انجینئرنگ یونیورسٹی کا درجہ دے سکتی ہے۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں توسیع کی جائے گی اور اس میں سائنس اور فنون کے نئے شعبے قائم کر کے اسے بھی یونیورسٹی کا درجہ دے دیا جائے گا۔ بلوچستان یونیورسٹی میں ایک میڈیکل کالج شامل کر دیا جائے گا اور لائل پور کی زرعی یونیورسٹی میں سائنس اور دیہی ہوم اکنامکس کے شعبے شامل کر دیئے جائیں گے۔ اس طرح 1980ء تک یونیورسٹیاں کی تعداد دگنی ہو جائے گی۔

انڈر گریجویٹ شعبے' اسلام آباد یونیورسٹی میں شامل کر دیئے جائیں گے۔ پاکستان کے ایٹمی سائنس اور ٹیکنالوجی کے انسٹیٹیوٹ اور اسلام آباد یونیورسٹی کے اشتراک سے ایک پروگرام تیار کیا جائے گا تاکہ اسلام آباد یونیورسٹی کے طالب علم' اس انسٹیٹیوٹ کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس سے انسٹیٹیوٹ میں کام کرنے والے سائنسدانوں کو بھی یہ موقع فراہم ہو گا کہ وہ پوسٹ گریجویٹ طلباء کو تعلیم دے سکیں اور ان کی رہنمائی کر سکیں۔ ناپسندیدہ یونیورسٹی آرڈیننس کی وجہ سے طلبا اور اساتذہ میں بے چینی پیدا ہو گئی تھی اور اس بے چینی کو دور کیا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ اس آرڈیننس کو جلد ہی ایک ترقی پسند قانون سے بدل دیا جائے گا۔ جس سے یونیورسٹیوں کی کارکردگی جمہوری طرز کی ہو جائے گی اور اساتذہ' طلباء اور ان کے والدین' ان کے امور میں پوری طرح حصہ لے سکیں گے۔

10- موجودہ اور نئی یونیورسٹیوں کے پروگراموں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے یونیورسٹی کا ایک امدادی کمیشن قائم کیا جائے گا تاکہ غیر ضروری طور پر محنت ضائع نہ ہو۔ یہ کمیشن ان مضامین کا تعین بھی کرے گا جن کے لئے ہر یونیورسٹی میں خصوصی مہارت اور برتری حاصل کرنے کے لئے مرکز قائم کئے جائیں گے۔

ان مرکزوں میں یہ مضامین ہوں گے:

(الف) سائل سائنس' کیمیائی کھاد' سیم و تھور آبپاشی اور ڈرینیج
(ب) فزیکل کیمسٹری' ایلیمیکل کیمسٹری اور مائکرو مولیکولر کیمسٹری
(ج) تھیورٹیکل فزکس اور سالڈ اسٹیٹ فزکس
(د) میتھمیٹکس اور اپلائیڈ میتھمیٹکس
(ہ) فشریز اور میرین بیالوجی
(و) ٹراپیکل آرکیٹکچر اور کنسٹرکشن میٹریل
(ز) کیمیکل انجینئرنگ پٹرو کیمیکل سھیٹک فائبرز' آئل اور گیس کے علاوہ دوسرے مضامین

تعلیم اسکول یا یونیورسٹی کا امتحان پاس کر لینے کے بعد ختم نہیں ہو جاتی۔ زندگی کے اس لمبے عرصے کے دوران تربیت اور تعلیم بالغان کے لئے سارے ملک میں بڑی تعداد میں مرکز قائم کئے جائیں گے اور ان کے لئے سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ یہ مرکز اسکولوں'' کارخانوں' فارموں' یونین کونسلوں اور دوسرے تمام مقامات پر قائم کئے جائیں گے۔

11- اس حقیقت کے پیش نظر کہ اس وقت ملک میں ناخواندہ بالغوں کی تعداد چار کروڑ سے زیادہ ہے' 1980ء تک ان مرکزوں کی تعداد تقریباً دس ہزار ہو جائے گی۔ بالغوں کو تعلیم دینے کے بڑے مسئلے اور عمر بھر تعلیم و تربیت جاری رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ بڑے پیمانے پر عوامی مہم چلائی جائے۔ ان کوششوں کو کامیاب بنانے کے لئے ایک عوامی یونیورسٹی بھی قائم کی جائے گی اور اس میں خطوط نویسی' درسی تعلیم' ٹیلی وژن' فلم' ریڈیو اور نشر و اشاعت کے دوسرے ذریعوں سے تعلیمی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔

12- طالب علموں کے نصابی اور دوسرے لوگوں کے لئے عام مطالعے کی کتابوں کی تصنیف' ترجمے' چھپائی اور اشاعت کے لئے کتابوں کا ایک قومی ادارہ قائم کیا جائے گا۔

13- دیہی اور شہری وارڈوں میں پچاس ہزار عوامی پبلک لائبریریاں قائم کی جائیں گی۔

14- کھیلوں کی ترقی کے لئے ایک قومی اسپورٹس ٹرسٹ قائم کیا جائے گا۔

15- ایک نیشنل سروس کور بنائی جائے گی جس میں 17 سے 23 سال کی عمر کے نوجوانوں سے کہا جائے گا کہ وہ انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایک سال کے لئے اپنی خدمات پیش کریں۔ اس طرح یہ کور' بالغ افراد کی تعلیم کے لئے ایک بنیاد فراہم کرے گی اور لوگوں کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی کی جائے گی کہ وہ اس میں شریک ہوں۔

16- اس کے علاوہ طالب علم برادری کی بھلائی کے لئے اور بہت اقدامات بھی کئے جا رہے ہیں۔ ان اقدامات کے تحت وظیفوں کی تعداد میں چار گنا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ مستحق طالب علموں کو بینکوں سے بلا منافع قرضہ دینے کے لئے سہولتیں فراہم کی جا رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ان اقدامات میں کتابوں کے بینک کا قیام' کم خرچ ٹرانسپورٹ کی فراہمی میں زبردست اضافہ اور معذور افراد کی تعلیم کے لئے خصوصی انتظامات بھی شامل ہیں۔

17- اسی طرح اساتذہ کی حیثیت بڑھانے اور ان کے لئے بہتر سہولتوں کی فراہمی کے سلسلے میں بھی بہت اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اساتذہ کے اس طبقے کا سب سے زیادہ استحصال کیا گیا ہے جو نجی انتظام کے تحت چلائے جانے والے اسکولوں اور کالجوں سے منسلک ہیں۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ جلد ہی ان کی مصیبتیں دور ہو جائیں گی اور وہ معاشرے میں اپنی حیثیت' تنخواہوں اور ملازمت کی شرائط کے سلسلے میں ان ہی سہولتوں سے فائدہ اٹھا سکیں گے جو کہ سرکاری اداروں میں ان کے ساتھی اساتذہ کو حاصل ہوں گی۔ اساتذہ کی جائز اور پرانی شکایتوں میں سے ایک یہ ہے کہ انہیں مناسب کرائے پر رہائش کی سہولت حاصل نہیں۔ ہم مستقبل میں بڑے پیمانے پر ایسے مکانات کی تعمیر کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ جن میں اساتذہ کرایہ ادا کئے بغیر رہ سکیں گے۔ بہرحال اساتذہ کی موجودہ مشکلات کے ختم ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔

18- ہم تعلیم کا جو جامع منصوبہ شروع کر رہے ہیں۔ یہ اس کی خاص خاص باتیں تھیں' وزیر تعلیم کل اس کی تفصیلات کی وضاحت کریں گے۔

عام انتظامی مشینری کے ذریعہ اس عظیم کام سے عہدہ برآ ہونا قریب قریب محال تھا۔ مرکزی اور صوبائی حکومت کو اس پر عملدرآمد اور ان کی تعلیمی پالیسیوں کے مرتب کرنے میں مدد دینے کی غرض سے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ وسیع بنیاد پر کونسلیں قائم کی جائیں جو قومی' صوبائی' ضلعی اور اداروں کی سطح پر کام کریں گی۔ یہ کونسلیں طلباء' اساتذہ اور والدین سمیت مختلف طبقوں کے لوگوں پر مشتمل ہوں گی۔

ہمیں یہ توقع رکھنی چاہئے کہ قومی تعمیر کے لئے ہماری کوشش کے سلسلے میں یہ کونسلیں رفتہ رفتہ ایسے اداروں کی شکل اختیار کر لیں گی جہاں بہترین صلاحیت رکھنے والے افراد جمع ہوں گے۔

19- حقیقت یہ ہے کہ تعلیم کے اس نئے ہمہ گیر پروگرام پر اضافی رقم کے بغیر عمل نہیں ہو سکتا۔ اس پروگرام پر عملدرآمد کے پہلے سال میں تعلیم کے اخراجات تقریباً دوگنے ہو جائیں گے جب کہ آئندہ برسوں میں اخراجات میں ہر سال مجموعی طور پر تقریباً 15 فیصد کا اضافہ ہو گا۔ بجٹ کے عام اصولوں سے قطع نظر یہ زبردست خرچ ایک اسکیم کے ذریعے پورا کیا جائے گا جس کے تحت جہاں جہاں ممکن ہو گا ادائیگی سامان کی شکل میں کی جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری سماجی اور اقتصادی ترقی کے اس نازک مرحلے پر کوئی بھی اس بات سے ناخوش نہیں ہو گا کہ تعلیم کے شعبے کو قومی وسیلوں میں سے اس کا وہ حصہ دلایا جائے جو عرصے سے واجب الادا تھا۔ ہمیں جن وسائل کی ضرورت ہے ہم ان سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

میں طلباء' اساتذہ اور والدین سے اس کے سوا کوئی اور معاوضہ نہیں چاہتا کہ وہ اس بات کی یقین دہانی کرائیں کہ ہماری جیسی غریب قوم مستقبل کی خاطر جو عظیم مالی قربانیاں دے رہی ہے وہ اسے قوم کے وقار کے لئے اپنے اوپر قوم کا فرض سمجھیں تاکہ ہم مستقبل میں آج کی محنت' تکلیفوں اور قربانیوں کے ثمرات سے فائدہ اٹھا سکیں۔ طلباء سے قوم یہ توقع رکھتی ہے کہ وہ نظم و ضبط اور سخت جدوجہد کا مظاہرہ کریں گے اور اساتذہ سے قوم یہ امید رکھتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان کے مقدس فرض کی ادائیگی کے لئے وقف کر دیں گے۔ قوم کو والدین سے توقع ہے کہ وہ حکومت اور عوام کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں سنبھالنے میں پوری طرح تعاون کریں گے تاکہ ہمارے تعلیمی منصوبے ایک مشترکہ اور کامیاب کوشش ثابت ہوں۔ تعلیم صرف اسکولوں اور یونیورسٹیوں کی چار دیواریوں تک محدود نہیں ہے۔ تعلیم کا ایک بڑا حصہ اور درحقیقت موثر حصہ گھر کی چار دیواری سے شروع ہوتا ہے اور گھر ہی پر ختم ہوتا ہے اور اس طرح یہ گھر کی چار دیواری ہے جس کے اندر رہتے ہوئے والدین' تعلیم کی ترقی کے لئے فیصلہ کن کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ہم اس سلسلے میں بھی اہم اقدامات کر رہے ہیں کہ مذہبی تعلیم جو دسویں جماعت تک لازمی ہے' ہمارے اسکولوں میں ایک الگ تھلگ مضمون بن کر نہ رہ جائے۔ ہم اس سے بہت آگے جانا چاہتے ہیں اور اپنے عقیدے اور اپنی اقدار کو اپنے تعلیمی ڈھانچے کے رگ و پے میں سمو دینا چاہتے ہیں' اور یہی وجہ ہے کہ والدین اور گھریلو ماحول اس سلسلے میں موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہم ایک تعلیم یافتہ پاکستان کی بصیرت رکھتے ہیں۔ ہم مادر وطن کے دفاع کے لئے روشن خیالی اور مردانگی کے جذبے سے سرشار ہیں۔ تعلیم ترقی کے دروازے کی کنجی ہے۔ تعلیم سے صحرا' گلزار بن جاتا ہے۔

آیئے ہم سب مل کر علم کے لئے جدوجہد کریں تاکہ کامیابی سے جلد ہمکنار ہو جائیں۔

پاکستان پائندہ باد

تعلیمی اصلاحات کی وضاحت

جناب عبدالحفیظ پیرزادہ' وزیر تعلیمات نے 16 مارچ کو کراچی میں ایک

پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے صدر ذوالفقار علی بھٹو کی اعلان کردہ تعلیمی اصلاحات کی وضاحت کی اور جو بیان دیا اس کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

قوم سے خطاب کرتے ہوئے گزشتہ شب صدر محترم نئی تعلیمی پالیسی کے چند اہم نکات بیان فرما چکے ہیں۔ یاد رہے کہ صدر محترم نے واضح اور قطعی طور پر بیان کردیا ہے کہ یہ تمام اصلاحات دو مرحلوں میں نافذ ہوں گی۔ وہ اصلاحات جو ایک جمہوری معاشرے اور حکومت کی بنیاد قائم کرنے کے لئے نہایت ضروری ہیں، وہ پہلے مرحلے میں مارشل لاء کے تحت نافذ ہوں گی اور بقیہ اصلاحات دوسرے مرحلے میں عوام کے منتخب نمائندوں اور اسمبلیوں کے ذریعے نافذ ہوں گی۔

یہی وجہ ہے کہ تعلیم کے سلسلے میں بہت سے قابل بحث معاملات کو اسمبلیوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

وزارت تعلیمات کو اس تعلیمی پالیسی کے تیار کرنے کے لئے بمشکل تین مہینے ملے اور اس وقت کی کمی کی وجہ سے یہ مہم اور زیادہ مشکل اور محنت طلب ہو گئی، اور ہمیں اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے واقعی شب و روز انتھک کام کرنا پڑا۔ اس مختصر مدت میں ہم نے عوام کے مختلف حلقوں کی رائے اور مشوروں سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھایا اور صدر محترم نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھالنے کے فوراً بعد ہی مختلف یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں سے ملاقات کرکے ان سے ان کی سفارشات طلب کی تھیں۔ ان سفارشات کا وزارت تعلیمات نے بغور مطالعہ کیا اور ان سے فائدہ اٹھایا۔ 6 جنوری 1972ء کو میں نے اسلام آباد میں اساتذہ اور طلباء کے منتخب نمائندوں کی ایک کانفرنس طلب کی جو 9 گھنٹے تک جاری رہی اور اس میں شریک نوجوانوں اور ان کے اساتذہ نے نہایت قابل قدر کام کیا۔ اس کے بعد صوبائی تعلیمی سیکرٹریوں کا 7 اور 8 جنوری کو اسلام آباد میں اجتماع ہوا۔ اس وقت سے وزارت تعلیمات کو مختلف حلقوں سے صحیح معنوں میں سینکڑوں تجاویز موصول ہوتی رہیں جن کا پورے انہماک اور غور سے جائزہ لیا گیا۔

الختصر اس تعلیمی پالیسی کو وزارت تعلیمات کے اس اجتماع میں آخری شکل دی گئی جو اسلام آباد میں اس مہینے کی آٹھ تاریخ کو ہوا اور جس میں حسب ذیل اشخاص شریک تھے:

صوبائی مشیران تعلیمات برائے سندھ و پنجاب، مرکزی حکومت کی مالیات، صنعت، تعلیمات، سائنس اور تیکنیکی امور اور منصوبہ بندی کی وزارتوں کے سیکرٹری، تمام یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر اور تمام صوبوں کی وزارت مالیات اور وزارت تعلیمات کے سیکرٹری۔

اپنے ان مالی ذرائع کے باوجود جن کو ہم اکٹھا کر سکے اور جو محدود ہیں ہم نے انہیں انتہائی حد تک جانے کی کوشش کی ہے تاکہ ہم ان تمام نظریات و تجاویز کو جگہ دے سکیں جن پر تمام حلقوں کی رائے میں ہم آہنگی نظر آئی۔

ان اصلاحات میں عجلت طلبی کی وجہ سے یہ بات قومی مفاد میں نہیں تھی کہ تعلیمی پالیسی کے سلسلے میں عام سطح پر کوئی بحث و مباحثہ شروع کیا جائے۔ واضح رہے کہ گزشتہ زمانے میں ایسی ایک کوشش کی جا چکی ہے جس کے نتیجے میں جو تجاویز موصول ہوئیں وہ پندرہ ہزار صفحات پر مشتمل تھیں مگر اس کے باوجود کوئی مفید نتیجہ نہ برآمد ہو سکا۔

بہرحال صدر محترم نے قطعیت سے یہ بات واضح کردی ہے کہ وہ ایسی پالیسی ہرگز نافذ نہیں کرنا چاہتے جس میں لچک نہ ہو یا تجربات کی روشنی میں جس میں تبدیلیاں نہ کی جا سکتی ہوں۔ انہوں نے کہا ہے کہ اس پالیسی پر مسلسل نظرثانی ہوتی رہے گی اور اس کو عملی نتائج سے جانچا جاتا رہے گا اور اس کے نفاذ کے نتیجے میں جو تجربات ہوں گے اس کی روشنی میں اس کو بہتر سے بہتر بنانے کی سعی جاری رہے گی۔

تعلیم کے میدان میں گزشتہ 24 سالوں میں ہم کو جو ناکامیاں ہوئی ہیں وہ اپنا جواب آپ ہیں۔ اگرچہ اس ناکامی کا کوئی ایک مخصوص سبب بتلانا ممکن نہیں مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سلسلے کی منصوبہ بندی تمام کی تمام ناقص تھی۔ ہر وہ ترقی پسند تعلیمی نظام جو کسی ترقی پسند قوم اور ملک کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کے ڈھانچے کی بنیاد کو وسیع و عریض ہونا چاہئے۔ ہماری گزشتہ تعلیمی نظام کی عمارت کی بنیاد کی کبھی توسیع نہیں کی گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہے آج ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کی صلاحیت رکھنے والے آدھے سے زیادہ بچے تعلیم کے بنیادی حق سے محروم ہیں۔ گزشتہ دس سال میں ہم نے غیر تعلیم یافتہ بالغ افراد کی تعداد میں ایک کروڑ افراد کا اضافہ کیا ہے اور ہر سال اس تعداد میں دس لاکھ مزید افراد کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ایک طرف تو لوگ اپنے بنیادی تعلیمی حق سے محروم ہیں دوسری طرف ان کو یہ بھی تربیت نہیں دی گئی کہ وہ کس طرح ملک کی پیداوار میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ یہ حالت جبھی پیدا ہوتی ہے جب کسی ملک میں قومی اغراض و مقاصد اور ان کی تدریجی اہمیت کی وضاحت اور ان کا تعین نہ کیا جائے۔ ہر تعلیمی پالیسی کی کامیابی اور تعلیمی اصلاحات پر کامیاب عمل آوری کے لئے یہ ضروری ہے کہ تعلیم کو قومی مقاصد کے حصول کا وسیلہ قرار دیا جائے۔

اس لئے ان تعلیمی اصلاحات کے حسب ذیل مقاصد مقرر کئے گئے ہیں:

1- تعلیمی طریقے کے شعوری استعمال سے قومی وحدت کی تعمیر اور ایسی معاشرتی اور ثقافتی ہم آہنگی پیدا کرنا جو ہمارے بنیادی نظریہ کا تقاضا ہے۔

2- فرد کی مجموعی شخصیت کی ایسی تعمیر جو آزادی کی طرف لے جائے، پرزور اور تخلیقی ہو اور اس کو حقائق کے معروضی مطالعے کے بعد صداقت پرست بنائے اور وہ سماج کی ترقی و اصلاح سے دلچسپی رکھے اور ماحول میں ہونے والی تاریخی اور فطری تیکنیکی اور معاشرتی تبدیلیوں کے تاریخی عمل سے گہرے طور پر وابستہ ہو۔

3- ابتدائی تعلیم عام کرنے اور تعلیم بالغان کی وسیع مہم کے ذریعے مختصر ترین

مدت میں جہالت کا خاتمہ۔

4- پسماندہ علاقوں' بے سہارا لوگوں' عورتوں اور ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور بچوں اور بالغوں کو خصوصی سہولتیں مہیا کر کے سب کے لئے حصول تعلیم کے مساوی مواقع فراہم کرنا۔

5- ایسا نصاب تعلیم تیار کرنا جو قوم کی بدلتی ہوئی معاشرتی' معاشی اور سیاسی ضروریات سے تعلق رکھتا ہو اور جو اسے بے مقصد عمومی تعلیم کے بجائے ایک بامعنی زرعی اور تیکنیکی تعلیم کی طرف پورے جوش و خروش سے لے جائے۔

6- عام اور فنی تعلیم کے اتحاد و انضمام سے اس بات کا تحفظ کہ تعلیم کے ڈھانچے اور مندرجات میں لچک ہو اور یہ راہ کھلی رہے کہ بچے ایک نصاب بدل کے دوسرا اختیار کر سکیں۔

7- قومی تحفظ اور اساتذہ و طلباء اور والدین اور نمائندگان قوم کے عملی تعاون کے دائرے میں اعلیٰ تعلیمی اداروں کو علمی حریت اور ضروری خود مختاری مہیا کرنا۔

8- ماحول اور معاشرہ کی ترقی کے پروگراموں میں حصہ لینے اور محنت کی عظمت کا احساس پیدا کرنے کے ذریعے نوجوانوں کو منظم کرنا اور ان میں تربیت سے قیادت کی صلاحیت ابھارنا۔

تعلیم کے میدان میں اصلاحات نہ یکایک نافذ کی جا سکتی ہیں' نہ ایک اشارے سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ قومی بحران' تربیت یافتہ افراد کی قلت اور دوسری سہولتوں کے فقدان کی وجہ سے مملکت کی استطاعت اور صلاحیت بہت محدود ہو جاتی ہے۔ بہرحال جو امور اہم سے اہم تر ہیں ان کا تعین کر لیا گیا ہے اور جن اصلاحات کا اعلان کیا گیا ہے وہ آٹھ سال یعنی 1972ء سے 1980ء کے عرصے میں نافذ کر دی جائیں گی۔ ظاہر ہے کہ اس عظیم کام میں کوئی ایک فرد اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک عوام کا عمومی تعاون اس کو حاصل نہ ہو۔

اس قومی مقصد کے حصول کے لئے موجودہ تعلیمی نظام میں وسیع تبدیلیاں ضروری ہیں اور اس کے مندرجات اور ڈھانچے میں جدید اختراعات بھی ضروری ہیں اس سلسلہ میں ان مقاصد کے حصول کے لئے جو ذرائع اختیار کرنا مقصود ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

1- دسویں کلاس تک تعلیم سب کے لئے عام اور مفت ہو گی۔ پہلے مرحلے میں جو یکم اکتوبر 1972ء سے شروع ہو گا تعلیم آٹھویں کلاس تک مفت ہو گی اور دوسرے مرحلے میں جو اکتوبر 1974ء سے شروع ہو گا نویں اور دسویں کلاس کی تعلیم بھی مفت ہو جائے گی۔ اس امر کا اطلاق تمام اسکولوں پر ہو گا' خواہ وہ سرکاری ہوں یا نجی انتظام میں ہوں۔ پرائیویٹ اسکولوں کو سرکاری انتظام میں لینے اور قومی ملکیت بنانے تک فیسوں کے نقصان کی تلافی کے لئے موزوں امداد دی جائے گی۔

1980ء تک پرائمری اسکول عمر کے تمام لڑکے اور 1984ء تک تمام لڑکیاں اسکولوں میں ہوں گی۔ اس طرح 1980ء تک پچاس لاکھ مزید بچوں کے لئے اسکولوں میں جگہ فراہم کرنا ہو گی اور ان کی تعداد موجودہ 46 لاکھ سے بڑھ کر 96 لاکھ ہو جائے گی۔

اسی مدت میں وسطانی کلاسوں یعنی چھٹی سے آٹھویں کلاس تک طالب علموں کی تعداد موجودہ 10 لاکھ سے بڑھ کر 33 لاکھ 30 ہزار ہو جائے گی۔ اور نویں اور دسویں کلاسوں کے طلباء کی تعداد اس مدت میں دوگنی سے زیادہ یعنی چار لاکھ سے آٹھ لاکھ 60 ہزار ہو جائے گی۔

2- نصابی کتابیں اور لکھنے کا سامان تمام پرائمری اسکولوں کے طلباء کو ایک تدریجی پروگرام کے تحت مفت مہیا کیا جائے گا۔

3- 38 ہزار نئے کلاس روم تعمیر ہوں گے تاکہ بچوں کو ان کے گھروں سے قریب پرائمری اسکولوں میں جانے کی سہولت حاصل ہو سکے۔

4- اسکولوں کی کم قیمت عمارتوں کی تعمیر کے لئے معیاری ڈیزائن تیار کئے جائیں گے جو مختلف اقسام اور سائز کے اسکولوں کے لئے ہوں گے اور ان میں مقامی حالات اور آس پاس ملنے والے تعمیری مواد کا خیال رکھا جائے گا۔

5- موجودہ سہولتوں سے زیادہ سے زایدہ استفادہ کے لئے ممکنہ حد تک اور زیادہ سے زیادہ اسکولوں میں دوہری شفٹ کا طریقہ رائج کیا جائے گا۔

6- کلاسیں قائم کرنے کے لئے یونین ہال اور دوسرے کمیونٹی سینٹروں کے استعمال کے لئے مقامی انتظامات کئے جائیں گے۔

7- والدین کو اس بات پر آمادہ کرنے کے لئے کہ وہ اپنے بچوں کو اسکول بھیجا کریں۔ تشویش آمیز مہم چلائی جائے گی اور اس کے لئے عام ابلاغی ذرائع مثلاً ریڈیو' ٹیلی وژن اور اخبارات وغیرہ سے کام لیا جائے گا۔

8- اسکول کی سہولتیں فراہم کرنے میں دیہی اور پسماندہ علاقوں کو ترجیح دی جائے گی۔

9- لڑکیاں پرائمری حد تک یکجا ایسے اسکول میں تعلیم حاصل کر سکیں جس میں فقط خواتین اساتذہ پڑھاتی ہوں۔

خودکار ترقی

10- پرائمری اسکولوں میں اسراف سے بچنے کے لئے آٹومیٹک پروموشنز کا نظام رائج کیا جائے گا جو رفتہ رفتہ نویں کلاس تک پہنچا دیا جائے گا۔

11- پرائمری تعلیم کا معیار بلند کرنے کے لئے کافی کتب خانوں کا مواد' تعلیمی کھلونے اور دوسرے سماعی اور بصری ذرائع تمام اسکولوں میں فراہم کئے جائیں گے۔ تمام اسکولوں میں ریڈیو مہیا کئے جائیں گے اور ممکنہ حد تک ان علاقوں کے اسکولوں میں ٹیلی وژن سیٹ بھی لگائے جائیں گے جہاں ان کے پروگرام پہنچ سکتے ہوں۔

12- دن کے موزوں اوقات میں اسکول کے بچوں کے لئے خصوصی پروگرام

منتشر کئے جائیں گے۔

13- نصابی درسیات و کتب پر اس غرض سے نظرثانی کی جائے گی کہ بچوں پر زیادہ بار نہ پڑے اور نظریات اور مہارت پر زیادہ زور دیا جائے۔ مشاہدے کی ہمت افزائی کی جائے، جستجو اور تجربے، عملی کام اور تخلیقی اظہار کے شوق کو ابھارا جائے۔

14- طلباء میں قومی بہبود کے لئے پیداواری خدمات کا نظریہ پیدا کرنے اور اس کو ترقی دینے کی سعی کی جائے گی اور اس مقصد کے حصول کے لئے طلباء کی مختلف جماعتوں اور گروہوں کو مختلف اہداف و اغراض کے لئے منظم کیا جائے گا۔

15- محنت کی عظمت پر زور دیا جائے گا اور تعلیم کو شخصی اور معاشرتی ضروریات سے ہم آہنگ بنایا جائے گا۔

16- تمام بچوں کو مفت پرائمری تعلیم فراہم کرنے کے کثیر اخراجات میں کمی کرنے کے لئے غیر روایتی اور نئے اسلوب اختیار کئے جائیں گے۔ اساتذہ کی ایک علمی اور تدریسی سپاہ منظم کی جائے گی جو حسب ذیل افراد پر مشتمل ہو گی:

(الف) مجوزہ سپاہ خدمت قومی کے ذریعے یونیورسٹیوں اور کالج کے طلباء

(ب) مقامی بے روزگار اشخاص، ریٹائرڈ سرکاری ملازمین، سابقہ فوجی وغیرہ وغیرہ

70فیصدی آرٹس میں

17- فی الوقت سیکنڈری اسکولوں اور عام کالجوں میں تعلیم پانے والے 70 فیصدی طلباء آرٹس کے شعبہ جات میں زیر تعلیم ہیں۔ اس صورت حال کو بدل کر سائنس اور ٹیکنیکل مضامین میں زیادہ سے زیادہ داخلے لینے کے لئے ایک مہم چلائی جائے گی۔ اور انشاء اللہ 1980ء تک تمام زیر تعلیم طلباء کی ایک تہائی تعداد ہر سہ اہم مضامین یعنی آرٹس، سائنس اور ٹیکنیکل / اکو پیشنل (پیشہ ورانہ) مضامین سے متعلق ہو گی۔

18- گزشتہ زمانے میں یہ ذہنیت تھی کہ فنی تعلیم کے لئے الگ ادارے قائم ہوں۔ یہ ادارہ لازمی طور پر اور ہمیشہ حقیقی مستعد صنعتی کارگر پیدا نہ کر سکے۔ ان کی تعلیم میں بھی ضروری ثقافتی مضامین کی کمی تھی۔ عملی صورت حال یہ تھی کہ وہ عام تعلیمی بہاؤ کے رد کردہ افراد کو تعلیم دیتے تھے اور ان کے پروگرام کے ساتھ کچھ دم چھلے لگے ہوئے تھے۔ اس لئے اب ایسے اسکول کار آمد نہ ہوں گے اور نئے پروگرام کے تحت عام اور فنی تعلیم کا ترقی پسندانہ انضمام عمل میں آئے گا۔ اس سے طلباء کو مفید روزگار حاصل ہو گا بشمول سیلف ایمپلائمنٹ کے صنعت، زراعت، تجارت، ہوم اکنامکس اور تدریس کے میدان میں اور مزید برآں ان کو عام تعلیم کا اچھا پروگرام بھی مہیا کیا جائے گا۔

جن موضوعات کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی ان میں یہ بھی شامل ہوں گے:

الیکٹرانکس، آٹوالیکٹرسٹی، پلمبنگ، ہاؤس ہولڈ، الیکٹریکل اپلائیسز، ڈیری فارمنگ، پولٹری فارمنگ، و بھینسیل فارمنگ، "سیریکلچر" کراپ اینڈ لائیو اسٹاک پروڈکشن، شارٹ ہینڈ، ٹائپ رائٹنگ انشورنش اور اسٹیٹ بروکنگ، کلیرنگ، فارورڈنگ اینڈ شپنگ کے کام، ہوم مینجمنٹ، کٹنگ اینڈ بیکنگ، فرسٹ ایڈ اینڈ ہوم نرسنگ، فوڈ پروڈکشن اینڈ پریزرویشن وغیرہ۔

19- میٹرک اور ثانوی دونوں درجوں میں "تعلیم" بھی ایک باقاعدہ مضمون کی حیثیت سے شامل ہو گی۔ اس طریقے سے اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت کا ایک بڑا حصہ عام تعلیم کے اداروں میں ہی مکمل کیا جائے گا۔ پہلے تین چار سال کی ضروریات پوری کرنے کی غرض سے گرمیوں میں تین ماہ کی تعطیلات کے دوران سائنسی اور فنی تعلیم کے اساتذہ کے لئے مختصر میعاد کے خصوصی تربیتی پروگرام شروع کئے جائیں گے۔ ان خصوصی پروگراموں کے نتیجہ میں تربیت یافتہ اساتذہ دستیاب ہوں گے اور دوسری طرف عام کالجوں میں طلباء تعلیم کا ایک مضمون کی حیثیت سے مطالعہ کرنے کے قابل ہوں گے۔

20- خصوصی قسم کے ایسے تعلیمی ادارے جہاں تعلیم کا معیار اعلیٰ ہے اور جن تک آبادی کے غریب طبقوں کی رسائی زیادہ فیس ہونے کی وجہ سے ناممکن ہے۔ انہیں قومی ملکیت میں لیا جائے گا اور پھر ان اداروں کو ایسے اسکولوں میں بدل دیا جائے گا جن میں ذہین اور اعلیٰ صلاحیت رکھنے والے طلباء تعلیم حاصل کریں گے اور ان کے تمام اخراجات حکومت برداشت کرے گی۔ ان میں ملک کے تمام علاقوں کے اور ہر طبقے کے طلباء داخل کئے جائیں گے۔

21- ضلعی ہیڈ کوارٹر میں ذہین طلباء کے لئے ایک خاص اسکول قائم کیا جائے گا۔ موجودہ 37 کمپری ہنسو اسکول جن میں سے ہر ایک پر 25 لاکھ روپے لاگت آتی ہے انہیں اس مقصد کے لئے بھی استعمال میں لایا جائے گا۔

22- معذور بچوں کی کی تعلیم کے لئے مناسب ادارے قائم کئے جائیں گے اور اس سلسلے میں پبلک اور رضاکارانہ تنظیموں کے کاموں میں رابطہ پیدا کیا جائے گا۔

23- ملک میں اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں آبادی کے متعلقہ عمر کے گروپ کے صرف 2 فیصد طلباء داخل ہیں جب کہ امریکہ میں یہ تناسب 50 فیصد اور جاپان میں 25 فیصد ہے۔ ایک لاکھ کی مزید گنجائش سے 1980ء تک متعلقہ عمر کے گروپ کی 3 فیصد آبادی تک کو یہ سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔

24- ڈگری کالجوں میں زیر تعلیم کل طلباء کی تعداد کا 61ء24 فیصد آرٹس کے مضامین کے طلباء ہیں لیکن نئے پروگرام کے مطابق 1980ء تک ڈگری کالجوں میں داخل طلباء میں سے 42 فیصد ٹیکنالوجی اور دوسرے مضامین کے

طلباء ہوں گے اور بقیہ 30 فیصد سائنس کے طلباء ہوں گے۔

اس وقت جہاں سائنسی تعلیم موجود نہیں وہاں اس کی سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ تمام کالجوں میں فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم کے سلسلے بھی شروع کئے جائیں گے۔

پولی ٹیکنکس

25- پولی ٹیکنک کو ٹیکنیکل کالجوں میں تبدیل کر دیا جائے گا تاہم ان کالجوں میں سرٹیفکیٹ اور ڈپلوما کی سطح کے کورس جاری رہیں گے۔ تین سال کا ڈپلوما کورس مکمل کرنے کے بعد طلباء کو دو سال کی صنعتی تربیت یا تجربہ حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی اور اس سلسلہ میں انہیں ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔ ڈپلوما ہولڈروں کو بیچلر آف ٹیکنالوجی کے لئے ان اداروں میں ایک سال کا مزید کورس کرنے کی بھی سہولت دی جائے گی۔ ان ڈگری پروگراموں میں داخلہ کے مقصد کے لئے دو سال کی صنعتی تربیت یا تجربہ ایک اضافی تعلیمی صلاحیت سمجھا جائے گا۔

26- ابتداً کرنے کے لئے سرکاری شعبہ کے اور سرکاری تحویل میں لئے جانے والے صنعتی اداروں کو صنعتی تربیت یا تجربہ کے لئے ان اداروں کے زیادہ سے زیادہ طلباء کو جگہ دینا ہوگی۔ اس طرح کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے نجی شعبہ میں صنعت کے لئے درکار مناسب قانون کا اجراء عمل میں لایا جائے گا۔

27- ڈپلوما اور بیچلر آف ٹیکنیکل ڈگری کورس کے علاوہ فنی کالج مختلف فنی مضامین میں سرٹیفکیٹ دینے کے لئے مختلف قسم کے پروگرام بھی مہیا کریں گے۔

28- یونیورسٹی کی سطح پر 80 فیصد سے زائد طلباء کا نام آرٹس میں درج ہے۔ آرٹس میں اضافہ صرف 5 فیصد اور سائنس میں 10 فیصد سالانہ کے حساب سے ہو گا۔ کامرس اور ہوم اکنامکس میں 100 اور 50 نشستیں سالانہ کے حساب سے اضافہ کرنے کا ارادہ ہے۔

29- تحقیق اور علم کو ترقی دینا یونیورسٹیوں کا ویسا ہی اہم فرض ہے جیسے درس دینا اور امتحانات منعقد کرنا اہم ہے۔ اب تک ہم ماہرین کی تربیت کے لئے زیادہ تر غیر ممالک پر انحصار کرتے رہیں ہیں چونکہ اس سلسلہ میں غیر ملکی زرمبادلہ زیادہ صرف ہوتا ہے اس لئے ہم غیر معینہ مدت تک اس عمل کو جاری نہیں رکھ سکتے۔ اس نظریہ کے تحت ہر ایک یونیورسٹی میں خصوصی تعلیم و تربیت کے مراکز قائم کئے جائیں گے۔ مرکزی حکومت ان مراکز کے لئے سرمایہ فراہم کرے گی اور ان مراکز کے دروازے قابلیت کی بنیاد پر سارے ملک کے ذہین طلباء کے لئے کھلے ہوں گے۔ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کے مشورے سے یونیورسٹیاں خصوصی تعلیم و تربیت کے مضامین کا تعین کریں گی۔ کیمیا، طبیعات، ریاضی، تیل اور گیس کی ترقی وغیرہ کے متعدد شعبوں کے علاوہ ان مضامین میں زمین کی پرکھ کی سائنس، سیم، تھور، آبپاشی، گندے پانی کا نکاس، ماہی گیری، کھاد گرم ملکوں کا فن عمارت سازی کے مضامین بھی شامل ہوں گے۔

30- بہت سے ہم عصر علاقوں اور معاشروں کا مطالعہ خصوصاً ہمارے قومی مفاد پر اثر انداز ہونے والے معاشرہ کا مطالعہ ہمارے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

31- اس لئے ہم عصر معاشروں کی تحقیق اور جدید مطالعہ کے لئے خاص طور پر جو پاکستان کے خصوصی مفاد میں ہوں ہر ایک عمومی یونیورسٹی میں ایک علاقہ کے جائزہ کا مرکز قائم کیا جائے گا۔ مختلف یونیورسٹیوں کے مطالعے کے لئے علاقوں کی تخصیص، ان یونیورسٹیوں کے مشورہ سے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کرے گا۔

32- کوئٹہ کو چھوڑ کر ہماری تمام عمومی یونیورسٹیوں میں ایک یا ایک سے زیادہ پاکستانی زبانوں میں لسانی شعبے قائم ہیں۔ یہ شعبے ان علاقوں سے عمومی طور پر متعلق ہیں جس میں متعلقہ یونیورسٹیاں واقع ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستانی زبانوں کے فروغ کے لئے بہت سے علمی اداروں کو حکومت رقوم فراہم کرتی ہے۔ یہ ادارے بھی ہر ایک زبان سے متعلق علاقے میں واقع ہیں اسی لئے پاکستان کے ایک علاقہ کی زبان اور ادب کو دوسرے علاقوں میں کم سمجھا جاتا ہے۔

33- قومی یکجہتی کے لئے ایک علاقے کے باشندوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسرے علاقوں کے باشندوں کی زبان، ادب، سماجی ڈھانچے، رسوم، طور طریقے اور اقدار سے واقف ہوں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر ایک یونیورسٹی میں پاکستان کے تمام علاقوں کی زبان، ادب اور ثقافت کی انڈر گریجویٹ اسٹڈیز کے لئے ایک شعبہ قائم کیا جائے۔ اسلام آباد یونیورسٹی میں پاکستان کے لوگوں کی زبان، ادب، اور ثقافت کی تحقیق اور پوسٹ گریجویٹ سطح کے مطالعے کے لئے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان اسٹڈیز قائم کیا جائے گا۔

نئی یونیورسٹیاں

34- ملک کے ہر حصہ تک تعلیم کی سہولتیں پہنچانے کے لئے بڑی تیز رفتاری سے نئی یونیورسٹیاں قائم کی جائیں گی۔ ابتدائی طور پر ملتان، سیدو اور سکھر میں نئی یونیورسٹیاں قائم کی جائیں گی۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کو مجوزہ یونیورسٹی کے مرکز کے طور پر استعمال کیا جائے گا اور اسے ایک مکمل یونیورسٹی کی شکل دینے کے لئے اس میں نئی فیکلٹیز کا اضافہ کیا جائے گا۔ زرعی کالج، ٹنڈو جام، این ای ڈی انجینئرنگ کالج کراچی اور انجینئرنگ کالج جام شورو کو بھی یونیورسٹیوں کا درجہ دیا جائے گا۔ اس کے نتیجہ میں ملک میں سات نئی یونیورسٹیاں قائم کی جائیں گی۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی حکومت

اگر ضروری سمجھے تو وہ انجینئرنگ کالج پشاور کو یونیورسٹی کا درجہ دے سکتی ہے۔ زرعی یونیورسٹی لائلپور میں نئی فیکلٹیز کا اضافہ کر کے اس کے دائرہ کار کو مزید وسعت دی جائے گی۔ لیکن اس کا اپنا خصوصی شعبہ کارکردگی اسی طرح برقرار رہے گا۔ بلوچستان یونیورسٹی میں ایک ملحقہ میڈیکل کالج بھی قائم کیا جائے گا۔

35- یونیورسٹیوں کے پروگراموں میں موثر رابطہ پیدا کرنے اور ان میں دستیاب سہولتوں کو اس انداز سے ترقی دینے کے لئے کہ دوسرے اور غیر ضروری کام سے بچا جا سکے' ایک یونیورسٹی گرانٹس کمیشن قائم کیا جائے گا۔ یہ کمیشن سرکاری انتظامیہ اور یونیورسٹی انتظامیہ کے درمیان ایک رابطہ کا کردار بھی ادا کرے گا جس سے ایک طرف تو یونیورسٹیوں کی ضروریات کا بامقصد جائزہ لینے اور دوسرے طرف ان کے لئے مناسب رقوم حاصل کرنے میں مدد دے گی۔ پاکستان کا انٹر یونیورسٹی بورڈ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے لئے ایک مرکز کا کام کرے گا۔

36- ناپسندیدہ یونیورسٹی آرڈیننس جو طلباء اور اساتذہ میں بے چینی پیدا کرنے کا باعث بنا ہے اس کی جگہ اب روشن خیال پر مبنی ایک ترقی پسندانہ قانون نافذ کیا جائے گا جو یونیورسٹیوں کی کارکردگی کو زیادہ جمہوری بنائے گا اور اس طرح ان کے کاموں میں والدین' اساتذہ اور طلباء کے نمائندوں کی شرکت کو یقینی بنایا جائے گا۔

پیشہ ورانہ ادارے

37- مختلف پیشہ وارانہ میدانوں میں تعلیم کے کم از کم معیار مقرر کرنے اور ان کے درمیان یکسانیت برقرار رکھنے کے پیش نظر پاکستان میڈیکل کونسل کی طرز پر زراعت' قانون' انجینئرنگ اور دوسرے پیشوں کے لئے کونسل آف پروفیشنل انسٹی ٹیوٹ قائم کی جائے گی۔

38- پاکستان ان ملکوں میں شامل ہے جہاں ناخواندگی کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ 40 کروڑ ناخواندہ لوگوں کے علاوہ آبادی میں تیز رفتار اضافہ اور رسمی قسم کے اسکولوں میں بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو تعلیمی سہولتیں نہ مل سکنے کی وجہ سے ہر سال ناخواندہ لوگوں کی تعداد میں دس لاکھ سے زیادہ اضافہ ہو رہا ہے۔ جب کہ ملک کے مختلف حصوں میں ناخواندہ لوگوں کی شرح مختلف ہے لیکن دور دراز دیہات کی عورتوں میں اس کا تناسب غیر معمولی طور پر زیادہ ہے۔ جب کہ اس مسئلہ کے حتمی حل کا انحصار عام ابتدائی نوعیت کی تعلیم پر ہے لیکن اس دوران 4 کروڑ ناخواندہ بالغوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں اس چیلنج کا بہر صورت مقابلہ کرنا چاہئے اور انہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا چاہئے تاکہ وہ قوم کی ترقی میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے سکیں اور اس طرح وہ قوم کی ترقی و خوشحالی میں اپنا مناسب کردار ادا کرنے کے قابل ہو جائیں۔

39- ناخواندگی کو بتدریج ختم کرنے کے لئے ایک ہمہ گیر خواندگی کا پروگرام شروع کیا جائے گا جو سارے عرصے میں جاری رہے گا۔ یہ پروگرام ملک بھر میں ہر گاؤں اور ہر بستی میں شروع کیا جائے گا۔

40- علم کے دائرے کو وسیع کرنے اور نت نئی ٹیکنالوجی اور ہنر مسلسل دریافت کئے جا رہے ہیں نیز تمام کارکنوں کے لئے تربیت نو کے عمل کو جاری رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ تعلیم اسکول چھوڑنے پر ختم نہیں ہونی چاہئے۔ اس کے برعکس اسے عمر بھر جاری رہنا چاہئے۔ ساری زندگی تعلیم فراہم کرنے کے لئے تعلیم بالغان کا بھرپور پیمانے پر پروگرام شروع کیا جائے گا۔ اس میں ساری آبادی کو شامل کیا جائے گا۔ چونکہ اس میں سب شامل ہیں۔ اس لئے اس میں بہت سے سرکاری اور نجی اداروں کی مربوط کوششوں کی ضرورت ہو گی۔

عمر بھر اور غیر رسمی تعلیم کے ایک زبردست مربوط قومی پروگرام کا آغاز کرنے کے لئے ادارتی انتظام کئے جائیں گے۔

تعلیمی مراکز

41- تعلیمی مراکز سارے ملک میں اسکولوں' کارخانوں' کھیتوں' یونین کونسلوں' ہالوں اور دیگر اجتماعی ترقی کے مقامات پر قائم کئے جائیں گے۔ اس کے کلاس روم اور کارخانوں کے روایتی استعمال کے علاوہ نئے تعلیمی' فنی اور غیر روایتی طریقے استعمال کئے جائیں گے۔ مثلاً فلمیں' ریکارڈ' ٹیلی وژن' ریڈیو' کتب خانے' نمائشیں' مجالس مذاکرات' فورم دورے' مظاہرے' نقشے' نمونے' پوسٹر اور تصاویر وغیرہ۔

42- کارخانوں میں کام کرنے کے لئے مزدوروں' ترقیاتی علاقوں میں کام کرنے والے کاشتکاروں' خصوصی پراجیکٹوں پر کام کرنے والے مزدوروں' فارغ التحصیل افراد جو اپنی زندگی بنانا چاہتے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور سینا' پرونا اور بننا' درزی کا کام' بچے کی نگہداشت' تغذیہ اور مرغبانی وغیرہ کے ہنر سیکھ کر بہتر گھریلو خواتین بننے کی خواہشمند دیہاتی عورتوں کو ترجیح دی جائے گی۔

43- 1980ء تک مقررہ مقاصد حاصل کرنے کا پروگرام حسب ذیل ہے:

قائم کئے جانے والے اسکولوں یا مراکز کی تعداد:

(الف)	کارخانوں کے اسکول	500
(ب)	کھیتوں کے اسکول بشمول کومیلا کے طرز کے تھانہ اور تحصیل مراکز بشمول زرعی بستیوں کی اسکیم کے	2500
(ج)	خواتین کے خصوصی تعلیمی مراکز	5000
(د)	اسکولوں سے باہر کے نوجوانوں کے مراکز	300

44- اگرچہ تعلیم بالغان اور مسلسل تعلیم کا پروگرام روشن خیال قانون کے

دائرہ میں آ جائے گا۔ تاہم صرف انتظامی ذرائع سے اس پر بھرپور طور پر عملدر آمد کرنا ممکن نہیں ہے۔ عام ابتدائی نوعیت کی تعلیم کی صورت میں سیاسی جماعتوں' دیگر رضاکارانہ اور ابلاغ عامہ کے ذریعہ ایک عظیم شوق دلانے والی مہم کا آغاز کرنا ضروری ہو گا۔

عوامی یونیورسٹیاں

45- متعدد ملکوں میں عوامی یونیورسٹیاں قائم کی گئی ہیں جہاں ایسے لوگوں کو تعلیم اور تربیت کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں جو کل وقتی تعلیم کے حصول کے لئے اپنے گھروں اور ملازمتوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس لئے ایسی عوامی یونیورسٹی قائم کی جائے گی۔ جہاں بذریعہ خط و کتابت نصابوں' ٹیوٹوریل' ٹیلی وژن' ریڈیو نشریات' گرمائی مذاکرات' کارخانوں اور تجربہ گاہوں وغیرہ کے ذریعہ تعلیمی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔ ابتدا کرنے کی غرض سے ایسی یونیورسٹی منتخب شعبوں اور سطحوں کے لئے سہولتیں فراہم کرے گی تاکہ اساتذہ کی تربیت اور قومی سروس کور جیسی قومی فوری ضروریات پوری ہو سکیں۔

46- تربیت یافتہ اساتذہ کا ایک مضبوط دستہ تیار کیا جائے گا اور ان کی مدد قومی سروس کور' ماہر کاشتکار' دستکار اور دیگر مناسب افراد کریں گے۔

47- ماہرین تعلیم کو جدید فن نے بڑی دور رس اور موثر تکنیک مہیا کی ہے۔ لہٰذا لوگوں کے لئے ابھی یہ ضروری نہیں کہ حصول علم کے لئے اپنا گھر بار اور کام چھوڑیں۔ ریڈیو' ٹیلی وژن' فلم اور تعلیم کے بہت سے دیگر وسائل کی مدد سے غیر معمولی ذہین اساتذہ اور علمی مظاہرے کرنے کی جدید ترین سہولتیں عوام کے بہت قریب آ گئی ہیں۔ رسمی اور غیر رسمی دونوں طرح کی تعلیم کو بڑھانے اور بہتر بنانے کے لئے جدید تدریسی فنیات کی صلاحیتوں کا پورا پورا مصرف کیا جائے گا۔

48- تعلیمی نشریات کے پروگرام کو فروغ دینے کی غرض سے رسمی اور غیر رسمی دونوں قسم کی تعلیم کے لئے بڑے پیمانے پر ریڈیو اور ٹیلی وژن سیٹ تقسیم کئے جائیں گے۔ 1980ء تک اسکولوں اور بالغوں کے تعلیمی مراکز کے لئے ڈیڑھ لاکھ ریڈیو سیٹ اور ایک لاکھ ٹیلی وژن سیٹ کی ضرورت ہو گی۔ ان سیٹوں کو زرعی بستیوں' صحتی مراکز' خاندانی منصوبہ بندی اور معاشرتی تعمیر نو کے اداروں میں پروگرام دیکھنے کے لئے بھی استعمال کیا جائے گا۔

تعلیم بالغان

49- ٹیلی وژن اور ریڈیو دونوں میں تعلیم بالغان کی مہم کے لئے علیحدہ علیحدہ چینل قائم کئے جائیں گے اور انہیں تعلیمی چینل کا نام دیا جائی گا۔ جو پروگرام نشر کریں گے۔ ان چینلوں پر قرآن پاک کی تلاوت اور ترجمے کے لئے خاصا وقت دیا جائے گا تاکہ فضا میں اللہ تعالیٰ کا پیغام گونجے اور اس سے ـــ ـــ حصوں میں رہنے والے مسلمانوں کے درمیان قومی یکجہتی کے ـــ رشتے اور زیادہ استوار ہوں۔

50- زراعت' صحت' عملی معاشیات اور معدنیات وغیرہ پر عوام کے لئے چھوٹی چھوٹی کتابیں تیار اور شائع کی جائیں گی اور بالغوں کے ہر مرکز کو بہم پہنچائی جائیں گی۔ ایک بنیادی تعلیمی کتب خانہ بھی قائم کیا جائے گا جس میں تقریباً ایک سو بنیادی کتابچے ہوں گے اور ان کا مقصد روزمرہ زندگی کے لئے معلومات کا انسائیکلوپیڈیا فراہم کرنا ہو گا۔

51- قومی نصاب کے بیورو کو مستحکم کیا جائے گا تاکہ یہ تمام مرحلوں کے لئے نصاب کا برابر جائزہ لیتا رہے اور باقاعدہ وقفوں میں ان پر نظرثانی کرے اور ان کو جدید شکل دیتا رہے۔

52- تعلیم کے سارے مرحلوں کے لئے نصاب پر مکمل نظرثانی اور اسے جدید شکل دینے کا کام فوراً شروع کیا جائے گا۔

53- چونکہ اساتذہ کا موجودہ تربیتی نصاب فرسودہ ہو چکا ہے اور وہ تعلیم کے سائنسی اور فنی پہلوؤں سے مطابقت نہیں رکھتا اس لئے اساتذہ کے مختلف تعلیمی نصابوں پر نظرثانی کی جائے گی اور انہیں دوبارہ مرتب کیا جائے گا۔

54- زیر تربیت اساتذہ کے لئے مثالی معیاری نصابی کتابیں تیار کر کے شائع کی جائیں گی۔

55- پاکستان کے باشندوں' ان کے مذہب' ان کی تاریخ اور ثقافت پر خصوصی معاون مواد تیار کیا جائے گا۔

56- جسمانی تعلیم کا معیار بہتر بنایا جائے گا۔ جسمانی تعلیم کے اساتذہ کو وہی تنخواہ اور درجہ دیا جائے گا جو دوسرے مضامین میں اتنی ہی تعلیمی صلاحیت کے دوسرے اساتذہ کو حاصل ہو گا۔ کھلے میدانوں اور کھیل کے موجودہ میدانوں کو اسکولوں اور کالجوں کے نام الاٹ کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔ متعلقہ وزارتوں اور محکموں سے درخواست کی جائے گی کہ ایسے تمام میدانوں کی حفاظت کریں تاکہ طلباء ان کو استعمال کر سکیں۔

تفریح کے مرکز

57- عورتوں کے لئے کھیلوں اور تفریحات کے خصوصی مراکز قائم کئے جائیں گے۔

58- عورتوں کا ایک قومی ٹرسٹ قائم کر کے کھیلوں کی سرگرمیوں کو خود کفیل بنانے کی تدابیر اختیار کی جائیں گی۔

59- ایک قومی سروس کور قائم کی جائے گی اور اس کے لئے سترہ سال سے تئیس سال کی عمر کے جوانوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی تاکہ وہ انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کر لینے کے بعد ایک سال کی مدت کے لئے اس کور میں خدمت انجام دیں۔ اس کور میں شریک ہونے کے لئے جوانوں کو جو ترغیبات دی جائیں گی۔ وہ مندرجہ ذیل ہوں گی:

(الف) ہر مہینہ ایک مناسب اعزازی رقم۔
(ب) ایک موزوں یونیفارم الاؤنس۔
(ج) اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخلے اور نجی اور سرکاری دونوں شعبوں میں روزگار کے لئے امیدواروں کا انتخاب کرتے وقت اس کور میں خدمت انجام دینے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔
(د) اس کور میں جو مدت گزاری جائے گی وہ ملازمت میں داخل ہونے کی انتہائی عمر کی حد کی غرض سے شمار نہیں کی جائے گی۔ قومی سروس کور منجملہ دوسری باتوں کے ابتدائی اور بالغوں کی تعلیم کو وسیع پروگراموں کا آغاز کرنے میں مدد دے گی۔ اور اس سلسلے میں ضروری عملہ فراہم کرے گی۔ مذکورہ بالا مختلف ذرائع سے قومی سروس کے لئے ملک کے جوانوں کو 17 تا 23 سال کے درمیان اپنی زندگی کا ایک سال ملک کی خدمت کے لئے وقف کرنے کی ترغیب سے جو فوائد ہوں گے۔ وہ ظاہر ہیں ہماری تعلیم اور دفاعی صلاحیتوں میں بڑی حد تک اضافہ کریں گے۔ جب قومی سروس کور اور اس کی فوجی تربیت اپنی تکمیل تک پہنچ جائے گی تو تعلیمی اصلاحات میں صرف یہی ایک چیز نہ صرف قوم کے حوصلہ اور کردار پر بلکہ ہماری انتظامی اور دفاعی ضروریات پر بھی دوررس اثرات مرتب کرے گی۔

قومی کور

60- قومی سروس کور ملک میں تعلیمی تنظیم کا ایک جزو لاینفک بنے گی۔ وزارت تعلیم سے لے کر ضلع کی سطح تک مناسب کمان اور نظم ونسق کی داغ بیل ڈالی جائے گی۔ وزارت تعلیم پالیسی کی منصوبہ بندی اور وزارتوں اور صوبوں کے درمیان رابطہ کی ذمہ دار ہوگی۔ صوبائی انتظامیہ اسکیم پر عملدرآمد کرے گی اور ضروری تربیت فراہم کرے گی۔ ضلعی حکام مقام نظم ونسق اور ملازمت کے ذمہ دار ہوں گے۔ صرف انتظامی ذرائع کے ذریعہ موثر فوجی سروس کور کے قیام پر عمل درآمد کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ عام تعلیم اور تعلیم بالغان کی طرح اسے بھی سیاسی جماعتوں' دوسرے رضاکارانہ اداروں اور تمام دستیاب عوامی رابطے کے ذریعے عظیم عوامی محرکاتی مہم کی ضرورت ہوگی۔

61- قومی تربیت 13 تا 17 سال کی عمر تک نویں کلاس سے بارھویں کے درمیان تمام طلباء کے لئے بتدریج عمل میں آئے گا۔ فوجی تربیت کا خاص مقصد اس مرحلے پر یہ ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر بنیادی فوجی فنون اور ہنرمندیوں کی تربیت دے کر اور رائفل' پستول وغیرہ جیسے ذاتی آلات کے استعمال سکھا کر اپنا دفاع آپ کرنے کے لئے انہیں تیار کیا جائے۔
تعلیمی اداروں کے اندر یہ تربیت دینے کے لئے انتظامات اس طرح کئے جائیں گے کہ مسلح افواج سے انسٹرکٹر حاصل کئے جائیں گے یا سابق فوجیوں کی بھرتی کی جائے گی۔ اس تربیت سے جوانوں میں اعتماد اور تنظیم کا احساس پیدا ہوگا۔ اس کی بدولت نیم تربیت یافتہ افراد کی ایک بڑی کھیپ بھی تیار ہوگی جو ہنگامی حالات میں قومی دفاع کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

62- جسمانی لحاظ سے اہل تمام طلباء کو ان کی تعلیمی زندگی کے لئے ایک موزوں مرحلے پر 17 سال سے 23 سال کی عمر کے درمیان رفتہ رفتہ وقتی فوجی تربیت دی جائے گی جو طالب علم منتخب کئے جائیں گے ان میں ہر ایک کو ہمہ وقت بنیاد پر ایک سال تک مسلح افواج کے باقاعدہ دستوں کے ساتھ زیر تربیت رکھا جائے گا۔ جہاں تک ممکن ہوگا تربیت کے لئے منتخب کرتے وقت طلباء کے ذہنی رجحان اور خصوصی تعلیم کے شعبہ کو مدنظر رکھا جائے گا۔ دفاعی ادارے طلباء کو وردی' میس' رہائش' علاج اور تربیت کی سہولتیں مہیا کریں گے۔

بک فاؤنڈیشن

63- کتابیں تیار کرنے کا قومی فاؤنڈیشن قائم کیا جائے گا جو کتابوں کی تالیف' ترجمہ اور اشاعت کا کام کرے گا۔ نیز یہ فاؤنڈیشن اشاعتی صنعت کے کام کو فروغ دینے اور اس میں رابطہ پیدا کرنے کا بھی کردار ادا کرے گا۔

64- تمام تعلیمی اداروں میں کتابوں سے مزین لائبریریاں قائم کرنے کے لئے بھی مناسب رقم رکھی جائے گی۔ ہر ادارے کی لائبریری کمیٹی میں طلباء کے نمائندے شامل ہوں گے۔

65- عوامی ضروریات کے نقطہ نگاہ سے گاؤں اور شہری وارڈوں میں 50 ہزار لائبریریاں قائم کی جائیں گی۔ ان میں دیگر باتوں کی علاوہ روزمرہ زندگی سے متعلق بنیادی ذخیرہ الفاظ پر مشتمل سو کتابیں شامل ہوں گی۔

66- نجی انتظام میں چلنے والے اسکولوں کو ایک باقاعدہ مرحلہ وار پروگرام کے تحت یکم اکتوبر 1972ء سے دو سال کے اندر اندر قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا۔ تمام نجی انتظام میں چلنے والے اداروں کے اساتذہ کی تنخواہوں کے اسکیل اور شرائط ملازمت کو اسی تاریخ سے سرکاری اسکولوں کے اساتذہ کے برابر لایا جائے گا۔ نجی انتظام میں چلنے والے کالجوں کو یکم ستمبر 1972ء سے قومی ملکیت میں لے لیا جائے گا۔

67- قومی ملکیت میں لئے جانے والے اسکولوں اور کالجوں کا کوئی معاوضہ ادا نہیں کیا جائے گا۔ ان اداروں کی املاک کسی اور کے نام منتقل کرنے یا اس کے بعد انہیں بند کرنے کی کوئی کوشش کی گئی تو اسے مارشل لاء کے تحت جرم تصور کیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد ان اداروں میں حکومت کی منظوری کے بغیر کوئی تقرر نہیں کیا جائے گا اور 20 دسمبر 1971ء کے بعد ہونے والی تقرریوں پر نظرثانی کی جائے گی۔

امتحانات کا نظام

68- حکومت کسی نجی انتظام میں چلنے والے کسی ایسے ادارے کو قومی ملکیت

میں لینے سے مستثنیٰ کر سکتی ہے جس کے بارے میں اسے یقین ہو جائے کہ یہ ادارہ واقعتاً خیرانہ اور غیر تجارتی بنیاد پر چلایا جا رہا ہے۔ اس وقت پہلی سے لے کر نویں کلاس تک سالانہ داخلی امتحانات کے ذریعے طلباء کو فیل یا پاس کیا جاتا ہے۔ اس وقت طلباء کی کارکردگی' طرز عمل اور ان کے ذہنی رجحان کا مشاہدہ کرنے کا کوئی نظام رائج نہیں ہے۔ چنانچہ اس طریقہ کار کے تحت طلباء کو فیل یا پاس کرنے کا عمل محض یادداشت کا امتحان بن کر رہ جاتا ہے۔ جب طلباء کی ایک بڑی تعداد امتحانات میں ناکام ہوتی ہے تو اس سے نہ صرف یہ کہ بہت سے طلباء پڑھائی ترک کر دیتے ہیں بلکہ وہ ساری عمر مایوس اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ نہ صرف قومی ضیاع ہے بلکہ اس سے ہمارے معاشرے میں پست ہمت' غیر مطمئن اور نفسیاتی اعتبار سے مفلوج شخصیتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ نظام تعلیم کو مفید بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ موجودہ طریقہ امتحانات میں زبردست تبدیلی کی جائے۔ اس غرض سے اب یہ تجویز ہے کہ نویں کلاس تک مروجہ معنی میں کوئی سالانہ امتحان نہیں ہو گا۔

69- اس کی جگہ اسکول کے مرحلے میں ایک نظام رائج کیا جائے گا جس کے تحت اساتذہ اپنے طلباء کے مسائل اور ترقی کے بارے میں مسلسل جائزہ لیتے رہیں گے۔ پرائمری کلاسوں میں ترقی خود بخود ہو گی۔ اس کے بعد نویں کلاس تک اس کی بنیاد معیاری اور سالانہ امتحانات اور ہر کلاس میں ایک باقاعدہ ٹائم ٹیبل کے مطابق طلباء کی کارکردگی عمومی طور طریقوں اور رجحان کے مسلسل اور سائنسی جائزہ پر ہو گی۔ قاعدے کے طور پر نویں کلاس تک کسی طالب علم کو نہ تو فیل کیا جائے گا یا کسی کلاس میں روکا جائے گا۔ جو طلباء ان کلاسوں میں تسلی بخش ترقی نہیں کریں گے ان پر خصوصی توجہ دینے اور ان کی کوچنگ کرنے کا ایک نظام ان کے والدین کی مدد اور تعاون سے شروع کیا جائے گا۔

سالانہ امتحانات

70- دسویں اور بارہویں کلاس میں انٹرمیڈیٹ اور سیکنڈری ایجوکیشن بورڈوں کی طرف سے معیاری امتحانات منعقد کرنے کا نظام فی الحال جاری رہے گا۔ بہرحال ایسی تمام بدعنوانیوں کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی جن میں طلباء' اساتذہ' ممتحن اور بورڈ کے ملازمین عام طور پر ان امتحانات کے سلسلے میں ملوث سمجھے جاتے ہیں۔ ان امتحانات کے نتیجہ میں جو معیاری سرٹیفکیٹ دیئے جائیں گے۔ ان میں ہر مضمون میں کامیاب امیدواروں کے حاصل کردہ نمبر بھی درج کئے جائیں گے۔

71- اس وقت انٹرمیڈیٹ اور سیکنڈری ایجوکیشن بورڈوں میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے لئے طلباء کی تعداد اتنی کثیر ہے کہ ان کا کام سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہر 25 ہزار طلباء کے علیحدہ بورڈ قائم ہونے چاہئے۔ اس سلسلے میں تین مزید بورڈوں کے قیام کی ضرورت ہے۔ راولپنڈی ڈویژن کے لئے راولپنڈی میں' بہاولپور ڈویژن کے لئے بہاولپور میں' اور گجرانوالہ اور سیالکوٹ ضلعوں کے لئے گجرانوالہ میں۔ بعض علاقوں میں جہاں طلباء کی آبادی وسیع علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ مزید بورڈ قائم کرنا ضروری ہے۔ خواہ وہاں 25 ہزار سے کم طلباء ہوں۔ آغاز کے طور پر خیرپور اور سیدو میں بورڈ قائم کئے جا سکتے ہیں۔

ایجوکیشن بورڈ

72- انٹرمیڈیٹ اور سیکنڈری ایجوکیشن بورڈوں کی سرگرمیاں صرف امتحانات کے انعقاد تک محدود ہیں جیسا کہ ایک منشور میں درج ہے ان کی سرگرمیوں میں ایسے فرائض بھی شامل ہونے چاہئیں جو ملحقہ یونیورسٹی کے فرائض کے ہم پلہ ہوں مثلاً نصاب اور نصابی کتب کی تیاری' تحقیق اور جائزہ وغیرہ۔

73- اندرون ملک اعلیٰ تعلیم کے لئے اساتذہ کو خاص چھٹی دی جائے گی۔

74- نان گزیٹڈ اساتذہ کی بھرتی کے طریقے کو بھی بہتر بنایا جائے گا۔ ڈویژنل کمشنر کی سرکردگی میں ڈویژنل ریکروٹمنٹ بورڈ کا مروجہ طریقہ غیر تسلی بخش ہے۔ لہٰذا نان گزیٹڈ اساتذہ کے لئے ضلعی تعلیمی کونسلوں کے مشورے ضلعی صدر مقامات پر علیحدہ بھرتی کی کمیٹیاں قائم کی جائیں گی۔

75- ہیڈ ماسٹروں' پروفیسروں' پرنسپلوں وغیرہ کے گزیٹڈ عہدوں پر بھرتی کرنے میں اس وقت تقریباً چھ ہزار اشخاص کو منتخب کرنا پڑتا ہے اور یہ امکان ہے کہ منصوبہ کی مدت کے دوران یہ تعداد دوگنی ہو جائے گی۔ اس وقت پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ جو بھرتی کی جاتی ہے۔ اس میں بڑی تاخیر ہوتی ہے کیونکہ ان کی دوسری مصروفیات ہوتی ہیں۔ بہت سے عہدوں پر لوگ تقریباً دس سال سے عارضی بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں کام کی مشکلات اور ذاتی پریشانیاں ہوتی ہیں۔ بڑے صوبوں میں پبلک سروس کمیشن میں دو مزید ممبروں کا اضافہ کیا جائے گا۔ جو ترجیحی طور پر شعبہ تعلیم سے لئے جائیں گے اور تاکہ تدریسی عملے کی بھرتی کا کام تیزی سے ہو۔

اساتذہ کے لئے اکیڈمی

76- اساتذہ اور تعلیمی منصوبہ بندی کرنے والوں اور منتظمین کے لئے سول سروس اور فنانس سروس وغیرہ کی موجودہ اکیڈمیوں کے طرز پر ایک اکیڈمی قائم کی جائے گی۔

77- موزوں پس منظر' تجربہ اور رجحان والے اساتذہ کو یہ مواقع دیئے جائیں گے کہ وہ حکومت کے مختلف انتظامی' سپروائزری اور مشاورتی منصوبوں میں خدمت انجام دیں۔

78- سارے تربیت یافتہ بے روزگار اساتذہ کو روزگار مہیا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ اس وقت تربیت یافتہ بے روزگار اساتذہ کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے۔

79- ذہین اور باصلاحیت طلباء کی تمام ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک بڑی رقم مختص کی جائے گی۔ تاکہ تعلیم کی راہ میں غربت کوئی رکاوٹ نہ بنے۔ وظائف کی تعداد میں چار گنا اضافہ کیا جائے گا۔

80- یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلباء کو بلاسود قرضے دیئے جائیں گے جن کی ادائیگی وہ قسطوں میں اس وقت کریں گے جب وہ کمانا شروع کریں گے۔

81- قرض کی بنیاد پر طلباء کو نصابی کتابیں دی جائیں گی۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کتابوں کا بنک قائم کیا جائے گا۔

82- طلباء کے لئے سستی ٹرانسپورٹ کی معقول سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

83- تمام طلباء کو وقتاً فوقتاً بلافیس طبی معائنہ کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔

84- طلباء کو اپنی بھلائی کی سرگرمی کے لئے ذمہ داری سونپی جائے گی اور ان کے اداروں میں مختلف کمیٹیوں میں ان کے نمائندے شامل ہوں گے۔ انہیں ایسے تمام معاملات میں اظہار رائے کی آزادی حاصل ہو گی جن کا ان سے تعلق ہو گا۔

نمایاں علامتیں

85- ایک ہی اسکول یا کلاس کے اندر یا ایک اسکول یا دوسرے اسکول کے درمیان طلباء میں جو معاشرتی اور اقتصادی عدم مساوات کی ایک سب سے نمایاں علامت وردیوں اور لباس کی قسم اور کوالٹی ہے۔ اس تفاوت کو کم کرنے کے لئے ایسے طریقے اختیار کئے جائیں گے کہ جن کے ذریعہ آٹھویں کلاس تک ایک ہی قسم کے یونیفارم رائج کی جائے گی اور ان کے لئے سادہ داور سستا کپڑا مقرر کیا جائے گا۔ یہ کام رفتہ رفتہ صوبوں سے مشورے کر کے کیا جائے گا تاکہ مقامی احساسات مجروح نہ ہوں اور غریب والدین پر اپنے بچوں کے لئے نئی وردیاں بنانے پر اچانک مزید مالی بوجھ نہ پڑ جائے۔

86- کسی خاص علاقے میں اسکول اور کالج کھلنے' بند ہونے کے کم و بیش یکساں اوقات ہوں گے اور ان کی چھٹیوں کی مدت میں بھی مطابقت پیدا کی جائے گی۔

87- قومی' صوبائی' ضلعی اور ادارتی سطحوں پر مشاورتی اور پالیسی ساز تعلیمی کونسلیں تشکیل کی جائیں گی۔ ان کونسلوں کے فرائض منجملہ دیگر باتوں کے مندرجہ ذیل ہوں گے:

* تعلیمی پالیسی مرتب کرنا
* وقتاً فوقتاً اختیار کی جانے والی پالیسیوں پر عملدرآمد کی نگرانی کرنا۔
* اپنے اپنے دائرہ عمل میں تعلیمی ترقی کا جائزہ لینا۔
* تعلیمی تحقیق کا آغاز کرنا اور تشہیر کرنا۔
* تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے تازہ ترین تکنیک اور وسائل کو یکجا کر کے بروئے کار لانا

ان کونسلوں میں مختلف سرگرمیوں کے حلقوں کے لئے اسٹینڈنگ کمیٹیاں ہوں گی۔

88- تعلیم کے لئے ہر قسم کے اجتماعی وسائل جن میں نقد اور جنس دونوں شامل ہوں گے۔ کام میں لائے جائیں گے اور بیرونی مالی وسائل حاصل کرنے کی بھی مقدور بھر کوشش کی جائے گی۔

پیش لفظ

ہمیں اس رپورٹ کے پیش کرنے کے لئے اس ملک کے حالات کا جائزہ ابتدا ہی سے لینا چاہئے تھا۔ مگر یہ مختصر رپورٹ شاید اتنے سارے واقعات کو اپنے دامن میں نہ سمو سکے مناسب یہی سمجھا کہ پاکستان کے پہلے عمومی انتخابات منعقدہ 1970ء کے بعد سے ہونے والے حالات کا تجزیہ کیا جائے' اسی سے ہم المیہ سندھ کے خطوط اجاگر کرنے میں بڑی حد تک کامیاب رہیں گے۔

عام انتخابات کے نتائج و اعداد و شمار کا تجزیہ نہ تو سابق صدر یحییٰ کر سکے اور نہ ہی پیپلز پارٹی کے رہنما بھٹو صاحب' سابق صدر یحییٰ کا یہ خیال تھا کہ پاکستان میں سیاسی پارٹیوں کی بہتات کے باعث کوئی ایک پارٹی بھی واضح اکثریت حاصل نہ کر سکے گی اور اس طرح سے مختلف نکتہ ہائے نظر کی حامل حکومت جس میں کسی ایک سیاسی پارٹی کو اکثریت حاصل نہ ہوگی۔ اسے سابق صدر سکندر مرزا کی طرح' رد و بدل کرنے اور من مانی حرکات اور جوڑ توڑ کرنے کی آسانی رہے گی۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ پاکستان کا اقتدار اعلیٰ ہمیشہ ہمیشہ اس کے ہاتھوں میں رہے گا۔

دوسری طرف بھٹو صاحب اپنی کامیابی کے بارے میں مطمئن نہ تھے۔ پنجاب و سندھ میں انہیں جو کامیابی حاصل ہوئی وہ ان کی ہر توقع کے خلاف تھی۔ قارئین اس امر کا اندازہ صدر بھٹو کی انتخابی مہم کے دوران ان کے بیانات سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ جب کہ ان کا نعرہ یہ تھا "عوام کے مسائل کا حل انتخاب میں نہیں بلکہ انقلاب میں ہے۔ لیکن ہم جو اس عقیدے کے باوجود انتخاب میں حصہ لے رہے ہیں۔ تو یہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔"

تاہم صدر بھٹو نے امید و بیم کی اس کشمکش میں اپنی انتخابی مہم کا آغاز ایک ایسے نعرے سے کیا جس سے پنجاب اور سندھ کے صدیوں سے پسے ہوئے عوام کو گویا زندگی کی رونقوں سے روشناس کرا دیا۔ یہ ان کی دکھتی ہوئی رگ پر انگلی رکھنے کے مترادف تھا۔ روٹی' کپڑا' مکان' زمین' دوکان اور کارخانوں پر عوام' غریب عوام کے تسلط' کے نعرے نے عوام کو یہ یقین دلایا کہ وہ ایک ہی جست میں کبت و افلاس کی ذلیل زندگی سے نجات حاصل کر لیں گے۔ اس کے برعکس صوبہ سرحد اور بلوچستان میں پیپلز پارٹی کا یہ نعرہ باوجود اس امر کے کہ وہاں غربت کا تناسب کہیں زیادہ ہے۔ مقبول نہ ہو سکا۔ وجہ واضح تھی۔ ان خطوں میں سیاسی تنظیموں نے عوام میں اتنا شعور' سیاسی شعور پیدا کر دیا تھا اور وہ جان چکے تھے کہ صدیوں پرانے رائج نظام کا قلع قمع خالی خولی نعروں سے نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ اس کی جڑیں مضبوطی سے ملک میں قائم ہیں۔ لہٰذا انہوں نے صدر بھٹو کا ساتھ دینے سے گریز کیا۔ پاکستان کے عام انتخابات 1970ء کے نتائج اس دور کے صدر اور موجودہ صدر (دونوں) کی توقع کے خلاف تھے۔ کیونکہ انہوں نے دانستہ یا نادانستہ طور پر ایسے عوامل کو ہوا دی۔ جن کے رد عمل کے طور پر مشرقی پاکستان کے عوام کو خود کو مغربی مطلقے کی ایک نو آبادی تصور کرنے لگے تھے۔ بہرکیف انتخابی نتائج کے بعد پاکستانی عوام کے فیصلے کو تسلیم کر لینا نہ صرف پاکستان کی یکجہتی کے لئے ضروری تھا بلکہ ہر دو لیڈروں کی عظمت میں بھی چار چاند لگا دیتا۔ لیکن اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ صدر یحییٰ اقتدار کے ہاتھ سے نکلنا کسی صورت گوارا نہ کر سکا اور صدر بھٹو اقتدار سے محروم رہنا گوارا نہ کر سکے۔ اگر یہ اصحاب اپنی ذاتی خواہش کی تکمیل کی بجائے پاکستان کی سالمیت کو ترجیح دیتے تو آج پاکستان کا مشرقی بازو جو کل پاکستان کی آبادی کی اکثریت رکھتا تھا۔ پاکستان سے جدا نہ ہوتا۔

حالات و کوائف نے دنیا پر یہ امر ثابت کر دیا کہ مشرقی پاکستان از خود ہم سے الگ کر دیا گیا ہے۔ تاہم صدر بھٹو نے ایک نئے پاکستان کی تعمیر کا نعرہ لگا کر اپنے اقتدار کی ابتداء کی لیکن مشرقی پاکستان سقوط' ہزارہا جنگی قیدیوں کے محبوس ہونے اور نئے پاکستان میں ان مواعید (جو ان سے کبھی کسی نے کئے تھے) کی تکمیل نہ ہونے کے باعث جب مسائل نے سر اٹھانا شروع کیا تو صدر بھٹو نے سابقہ مواعید جو عوام سے کئے گئے تھے کی بجائے پاکستان کی بہبود و ترقی کی اساس "پاک ہند کے پر امن تعلقات" پر رکھ دی۔ مگر پاکستان کے عوام جو گزشتہ 25 برسوں سے اس چکر میں رکھے گئے تھے کہ ہندوستان۔ صرف ہندوستان پاکستان کی تباہی کے درپے ہے۔ اتنی جلدی کیسے ایک عیار دشمن کی ذہنیت پر اعتبار لے آتے۔ اور اعتماد کر سکتے کہ اس کے آئندہ اقدامات خلوص پر مبنی ہوں گے۔ صدر بھٹو جو کل تک ایک ہزار سال جنگ کرنے کا دعویٰ کر رہے تھے۔ آج ایک ہی پلٹی میں اعتماد و خلوص کی فضا پیدا کرنے کے لئے کیوں اتنے مضطرب نظر آتے ہیں۔

صدر بھٹو نے شملہ کانفرنس جانے سے پہلے پاکستان خصوصاً سندھ کے متعلق ایسے بیانات دیئے جن سے ان کا مقصد صرف اپنے اقتدار کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے علاوہ ان مواعید کے خلاف مخالف آوازوں کو بھی دبانا مقصود تھا۔ جن کا شملہ کانفرنس میں ہونے والے مذاکرات کے رد عمل میں ظاہر ہونا یقینا لازمی امر تھا۔ صدر بھٹو کا یہ خدشہ کہ میری واپسی پر ملک میں شورش برپا کی جائے گی' مظاہرے کئے جائیں گے' تحاریک چلائیں جائیں گی۔ اس امر کی غمازی کر رہا تھا کہ یہ تحریک کہاں سے اٹھے گی۔ تاہم سندھ میں لسانی مسئلے کا آغاز وقت کے مطابق ساتھ ساتھ کر دیا گیا تھا۔ صدر بھٹو کی واپسی شملہ کے بعد جب مذاکرات شملہ کے خلاف دھیمی دھیمی آواز اٹھنا شروع ہوئی۔ تو سندھ میں لسانی مسئلے کو اس زور و شور سے اٹھایا گیا کہ شملہ مذاکرات پر مخالف آوازیں تقویت نہ حاصل کر سکیں۔ جو حقائق کا تجزیہ کرنے کے لئے اٹھائی گئی تھی۔ سندھ میں لسانی مسئلے نے جو انسانی مسائل پیدا کر دیئے تھے۔ ان کا جائزہ لینے کے لئے حکومتی اور قومی سطح پر پنجاب وغیرہ سے وفود روانہ کئے۔ ان وفود نے سندھ میں لسانی مسئلے کی تحقیقات کی۔ لیکن وہ حالات کو ابھی تک عوام کے سامنے نہ لا سکے۔ کم از کم تفصیلات ہم

نہ پہنچا سکے۔ اس ضمن میں صوبہ سرحد کی (نیپ، جمعیت) حکومت نے سندھ کے لسانی مسئلے کا جائزہ لینا اس لئے ضروری سمجھا کہ یہ مسئلہ لسانی نوعیت سے زیادہ انسانی ہمدردی کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ لہٰذا ایک چھ رکنی وفد کی تشکیل کی گئی۔ اس وفد نے کم و بیش چار ہفتوں تک صوبہ سندھ کے طول و عرض کا دورہ کیا۔ جو جو حالات معلوم ہوئے متاثرین نے جو بھی کماحقہ من و عن پاکستانی عوام کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔ ویسے اس دورے کے دوران جو کچھ ہمارے علم میں آیا۔ اس کے اظہار کے لئے تو ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہوگی۔ تاہم کوشش کی گئی ہے کہ کوئی اہم بیان بالتصور عوام کے سامنے آنے سے رہ نہ جائے۔ اسی سے عوام اندازہ کرلیں گے کہ اگر یہ وفد وسیع اختیارات کا حامل ہوتا تو سندھ کے المیئے کی تصویر، اس کا پس منظر اور پیش نظر نہایت تفصیل سے عوام کے سامنے پیش کر سکتا تھا۔

ہماری دلی خواہش ہے کہ قارئین ہماری ناچیز معلومات کو خالی ذہن اور غیر جانبدارانہ نظر سے مطالعہ کریں۔ وہ خود بخود کسی نتیجے پر پہنچ جائیں گے اور ہم یہ سمجھیں گے کہ ہماری محنت و کاوش رائیگاں نہیں گئی۔ کیونکہ ہم نے جملہ انسانی تقاضے رکھتے ہوئے بھی حقائق کو غیر جانبدارانہ طور پر پیش کیا ہے۔ تاکہ کسی بھی انسان یا فریق کی دل شکنی نہ ہونے پائے۔

آخر میں ہم دست بدعا ہیں کہ خداوند قدوس ہم سب کو سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق عنایت فرمادیں۔ خصوصاً ان کو جو کہ کسی مصلحت، لالچ یا دباؤ سے صراط مستقیم اور راہ راست سے بھٹک چکے ہیں۔ آمین

اراکین وفد

باب اول

آغاز سفر

پاکستان جو آج ہے۔ چار صوبوں پر مشتمل ہے۔ یہ اپنی اقتصادی ضروریات کی وجہ سے کچھ ایسی صورت حال سے دوچار ہے کہ ہر علاقے کے لوگ، مختلف زبانیں بولنے والے افراد، اور کنبے، تقسیم ہند سے پہلے اور بعد تلاش معاش کی خاطر، حصول تعلیم اور دیگر ضروریات کی وجہ سے خیبر سے کراچی تک سفر کرتے رہے ہیں۔ اور سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ماضی میں مرکزی حکومت کی زرعی ترقیاتی اسکیموں کے تحت لوگ صوبہ سرحد، بلوچستان اور پنجاب کے مختلف علاقوں سے جا جا کر سندھ اور پنجاب کے جنوبی علاقوں میں آباد ہو کر ملکی معیشت کو ترقی دیتے رہے ہیں۔ اسی طرح سندھ اور پنجاب میں سینکڑوں صنعتی علاقے قائم ہوئے ان میں ہر علاقے اور ہر زبان بولنے والے ہزاروں محنت کش اور مزدور جمع ہو گئے تھے۔ ہندوؤں کے جانے کے بعد برصغیر سے آئے ہوئے مسلمان بھی پاکستان کے کونے کونے میں آباد ہوئے۔ اسی طرح سندھ میں بھی یہ مسلمان آباد ہوئے۔ ان کو ہندوؤں کی چھوڑی ہوئی زمینیں اور مکان، دوکانیں، معاوضے میں ملیں۔ سندھ میں زمینوں اور کارخانوں میں کام کرنے والے پاکستانی عوام نے اپنی محنت سے ان دونوں شعبوں کو باہمی اتحاد کی وجہ سے خوب ترقی دی۔ بدقسمتی سے سقوط مشرقی پاکستان کے بعد لسانی تنازعہ کے نام پر صوبہ سندھ میں جو فتنہ کھڑا کیا گیا اس نے نہایت خطرناک صورت اختیار کی۔ حالانکہ ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی یہ تمام طبقے مختلف زبانیں بولتے ہوئے باہم بھائیوں کی طرح رہ رہے ہیں۔ مگر صوبہ سندھ میں خصوصاً کراچی سے لاڑکانہ تک نفرت و حقارت، لڑائی و جھگڑے کی ایک ایسی آگ بھڑکی جس نے کئی قیمتی جانوں اور لاکھوں کی جائیداد کو جلا کر راکھ کر ڈالا۔ زراعت و تجارت، صنعت و حرفت اور دیگر نجی شعبوں میں اتنا نقصان ہوا جس کی تلافی کئی برسوں تک ناممکن ہے۔ اس پر اسلامی اخوت، انسانی ہمدردی اور پاکستان کی بقاء و سالمیت پر ایمان رکھنے والوں، کے دل سندھ کے حالات و واقعات کو جان کر سخت مجروح ہوئے۔ صوبہ سرحد کی موجودہ حکومت جو بااصول، جمہوریت پسند اور امن کے قائل ہے اور کسی عنوان بھی فرقہ وارانہ فسادات کو بہ نظر احسن نہیں دیکھتی۔ بلکہ اسے ملکی سالمیت کے لئے مضر سمجھتی ہے۔ اس وجہ سے یہ ناممکن تھا کہ سرحد کی حکومت خاموش تماشائی بن کر بیٹھی رہتی۔ جب اس کے ملک کے ایک صوبے میں ایسے حالات پیش آ رہے تھے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ وہاں کی صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے اور سرزمین سندھ میں مقیم پاکستانیوں میں جذبہ اخوت ابھارنے کی غرض سے چھ رکنی وفد ترتیب دیا گیا۔ (اراکین وفد مندرجہ ذیل ہیں۔)

1- مولانا عبدالحکیم، ایم این اے (جمعیت العلمائے اسلام)
2- ولی محمد خان، ایم پی اے (نیپ) مشیر گورنر و وزیر اعلیٰ سرحد
3- مولانا حبیب گل، ایم پی اے (جمعیت العلمائے اسلام) مشیر گورنر صوبہ سرحد
4- میاں شاکر اللہ باچہ (نیپ)
5- محمد زرین خان، ایم پی اے (نیپ)

اور

6- محمد عدیل (کنوینر نیپ پشاور)

وفد 23 جولائی کو پشاور شہر میں اکٹھا ہوا اور راولپنڈی روانہ ہوا۔ اسی شام وفد راولپنڈی سے کراچی پہنچا۔ وفد نے کوئی وقت ضائع کئے بغیر اگلی صبح سے اپنا کام شروع کیا۔ کراچی اور اس کے مضافات و کالونیوں میں مختلف زبانیں، بولنے والوں اور مختلف صوبوں سے آ آ کر بسنے والوں سے ملا۔ لسانی فسادات کے نام پر متاثرہ لوگوں سے مل کر صحیح صورت حال سے آگاہی حاصل کی۔

وفد نے کراچی پہنچ کر مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیو ٹاؤن میں اپنا قیام کیا اور

اس مسجد کو اپنا ہیڈ کوارٹر (مرکز) بنایا۔ کیونکہ صوبہ سرحد ایک غریب صوبہ ہے۔ جو بڑے بڑے ہوٹلوں میں وفود کے قیام کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتا۔ وفد کے سامنے چند در چند مشکلات تھیں۔ سب سے پہلی تو یہ کہ وفد کی روانگی کے بارے میں جو خبر ریڈیو اور پریس ٹرسٹ کے اخبارات کے ذریعے عوام تک آئی وہ یہ تھی کہ صوبہ سرحد کا چھ رکنی وفد سندھ میں پختون آباد کاروں کو دیکھنے کے لئے جائے گا۔ اس سے غیر پختون پاکستانی عوام کے دلوں میں شکوک و شبہات کا پیدا ہونا اور نفرت و بدگمانی کی فضا کا ابھر آنا ایک لازمی امر تھا۔ جس کے نتیجے کے طور پر وفد کے ساتھ تعاون کی کم از کم امید کی جا سکتی تھی۔ اس لئے وفد نے پنڈی سے روانگی سے قبل پریس کانفرنس کے ذریعے اور خاص کر کراچی کے ہوائی اڈے پر خبر رساں ایجنسیوں اور اخبارات کے نمائندوں کے اس سوال پر کہ کیا آپ صرف پختونوں سے ملیں گے۔ اس ممکنہ خدشے' اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے بیان دیا کہ وفد اپنے جملہ مسلمان بھائیوں سے ملنے کے لئے سندھ جا رہا ہے۔ اس بیان کے چھپنے سے وفد کے لئے کافی حد تک خوشگوار ماحول پیدا ہوا۔ وفد نے کراچی میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کے لیڈروں اور اراکین کی مشترکہ میٹنگ میں طریقہ کار اور پروگرام مرتب کیا۔

وفد نے یہ بھی طے کیا کہ فسادات سے متاثرہ علاقوں کو بہ چشم خود دیکھا جائے اور متاثرہ افراد سے ملا جائے۔ اخبارات کے ذریعے بار بار یہ اعلان کرایا گیا کہ ہر طبقہ کے افراد چاہے وہ کسی جگہ کے باشندے ہوں یا کوئی بھی زبان بولتے ہوں۔ ہمیں صحیح معلومات فراہم کریں اور اصلاح حال کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کریں۔

وفد نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ وہ حکومت سندھ کا مہمان نہ بنے گا۔ نہ سرکاری سواری استعمال کرے گا اور نہ رہنمائی قبول کرے گا۔ حکومت سندھ کی مراعات سے وفد اس لئے گریز کرے گا کہ صوبہ میں وہ متاثرہ طبقہ جس کو انتظامیہ سے شکایت ہے۔ وہ وفد کو جانبدار نہ سمجھے وفد نے غیر جانب داری قائم رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ہر طبقہ فکر و خیال کے لوگوں سے ملے گا۔ تاکہ اس حقائق کی تہہ تک پہنچا جا سکے۔

مشکلات

1- وفد نے اپنی حکومت' مختلف تنظیموں اور رہنماؤں کے ساتھ رابطہ رکھنے کے لئے عارضی ٹیلی فون کے لئے درخواست دی۔ جو حکومت سندھ نے فوری طور پر مسترد کر دی۔

2- پروگرام کے مطابق وفد کو جس علاقے کا دورہ کرنا تھا۔ بلکہ دورے کا آغاز کرنا تھا۔ حکومت سندھ نے اچانک وہاں کرفیو لگا دیا اور اس پر طرہ یہ کہ اراکین وفد کو کرفیو پاس جاری کرنے سے انکار کر دیا۔ اس بنا پر اس دن پروگرام کے مطابق یعنی لالو کھیت (کراچی) کر دورہ نہ ہو سکا۔

3- جب وفد تباہ حال کے۔ ایم۔ سی مارکیٹ' لیاقت آباد دیکھنے گیا۔ اور وہاں کے متاثرین سے حقیقت حال کا جائزہ لینے لگا تو پولیس کے ایک اعلیٰ آفیسر (جو وہاں موجود تھا) کے ایماء پر پاک۔ بحریہ کے ایک دستے نے وفد کو گھیرے میں لے لیا اور فائرنگ کرنے کی غرض سے پوزیشن اختیار کی۔ یہ دھمکی آمیز رویہ اس لئے اختیار کیا گیا تا کہ متاثرین سے وفد حقیقت حال دریافت کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

4- دھابے جی صنعتی علاقے میں' علاقے کے تحصیل دار نے پولیس کی موجودگی میں' غریب مزدوروں کو ڈرایا' دھمکایا تا کہ وہ وفد کو صحیح معلومات فراہم نہ کریں۔

5- میونسپل سرکٹ ہاؤس ٹنڈو آدم کے بڑے ہال میں لوگوں سے مل کر معلومات حاصل کرنے پر بھی ڈپٹی کمشنر سانگھڑ نے ایک تحریری حکم کے ذریعے پابندی لگا دی اور ہمارے وہاں پہنچتے پہنچتے ہال کی ریزرویشن منسوخ ہو چکی تھی۔

6- جہاں کہیں بھی وفد کے قیام کا بندوبست ہوتا وہاں وفد کے میزبانوں کو ٹیلی فون کے ذریعے دھمکی آمیز پیغامات ملتے۔ نیز دھمکیاں دی جاتیں کہ وہ وفد کو نہ ٹھہرائیں ورنہ ان کے گھر جلا کر راکھ کر دیئے جائیں گے۔

باب دوئم

اندرون کراچی۔ قیامت صغریٰ

وفد نے 24 جولائی 1972ء چار بجے شام ڈرگ کالونی کا دورہ کیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ پیپلزپارٹی کے چیئرمین عالم خان کا مکان جلا دیا گیا ہے۔ وہاں سے وفد متاثرین کے ایک کیمپ کو دیکھنے گیا۔ جہاں لاڑکانہ اور اندرون سندھ سے آئے ہوئے 39 مرد' 24 عورتیں اور 142 بچے مقیم تھے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ اس قسم کے دو اور کیمپ بھی ڈرگ کالونی میں ہیں۔ جنہیں عوام اپنی مدد آپ کے اصول پر چلا رہے ہیں۔

کیمپ میں مقیم متاثرین خلیل اللہ خان ولد شفیع اللہ خان کشن میکر سیٹو بازار' پاکستان چوک لاڑکانہ اور محمد اسلام اللہ ولد سلیم اللہ خان کپڑا فروش' محلہ وڑی' لاڑکانہ سے معلوم ہوا کہ یہ تمام متاثرین 18 جولائی 1972ء کو ملٹری کی نگرانی میں لاڑکانہ سے روانہ ہو کر 19 جولائی 1972ء کو کراچی پہنچے۔ ان سے معلوم ہوا کہ 10 جولائی 1972ء کو امان اللہ شیخ اور آفتاب سولنگی کی سرکردگی اور مقامی انتظامیہ کے تعاون سے اردو دان طبقے کے گھر اور دوکانیں لوٹ لی گئیں۔ جن میں مدینہ ہوٹل' وکیل سنز' المدینہ کیفی' کیفی عزیز' سلیم سٹورز اور اس طرح کی کئی اور دکانیں شامل ہیں۔ قیصر نامی ایک شخص کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور اس کے باپ "وکیل" کو زخمی کیا گیا۔ ایک حاملہ عورت مسماۃ قمر زوجہ حاجی پوا کاٹھیاواری ہلاک کر دی گئی۔ ایک والد

نے اپنی بیٹی کی عصمت بچانے کی خاطر جب کہ غنڈے اس کی آبرو ریزی کرنا چاہتے تھے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ جو اس وقت بھی سکھر کے ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ چند بلوچوں کے ساتھ بھی نازیبا سلوک کیا گیا۔ ایک بوڑھا بڑے میاں جو کہ کالونی کی مسجد میں پڑا تھا۔ جس کی چار لڑکیاں اغواء کرلی گئیں تھیں۔ جس پر وہ پاگل ہو گیا ہے۔ کیمپ میں کئی لوگوں سے استفسار کیا گیا مگر لوگ خوف و ہراس اور مقامی انتظامیہ کی واضح جانب داری کی وجہ سے واپس آنے کو تیار نہ ہوتے تھے۔ حالانکہ صدر بھٹو نے ان کو واپس آنے کی ذاتی اپیل بھی کی تھی۔

لاڑکانہ میں مدینہ ہوٹل کے سامنے دو پٹھان کریانہ فروش اور نسوار فروش کو لوٹ لیا گیا۔ ان کے علاوہ پنجابیوں صادق سیٹھ' یوسف سیٹھ اور عبدالسلام ارائیں کے گودام اور سٹورز لوٹ لئے گئے۔ عبدالسلام ارائیں کا ٹریکٹر جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ ایک رائیس مل پر مقامی لوگوں نے قبضہ کر لیا۔ ان متاثرین نے مزید بتایا کہ انہیں وہاں کی انتظامیہ اور ایک وزیر عبدالوحید کٹپر سے خصوصی شکایت ہے بلکہ وہ تو انہی کو فسادات کا بانی مبانی خیال کرتے ہیں۔ مزید برآں یہ بھی پتہ چلا کہ حکومت شرپسندوں کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے مظلوموں کو زیر حراست لینا چاہتی ہے جن میں ریاض' بدرالزمان' رانا رشید' اکرم' اسلم وغیرہ کے خلاف وارنٹ گرفتاری بھی جاری ہو چکے ہیں۔

25 جولائی 1972ء کو وفد گوڈرا کیمپ گیا۔ جہاں ایک نیا کیمپ بنایا گیا تھا۔ اس میں کاٹھیاواری لوگ تھے اور لاڑکانہ کے موضع باڈا سے آئے تھے۔ اس کیمپ کے نمائندے عبدالستار اور محمد اسماعیل سکنہ باڈا ضلع لاڑکانہ سے بیان لیا گیا جو تقریباً دو صد خاندانوں کے ایک ہزار افراد پر مشتمل نفوس لے کر یہاں پہنچا تھا۔ یہ 21 جولائی 1972ء کو کراچی پہنچے تھے۔ اس نے بتلایا کہ باوجود صدر بھٹو کی یقین دہانی کے وہ واپس لاڑکانہ نہیں جاتے۔ کیونکہ عبدالوحید کٹپر وزیر وہاں فساد کروانا چاہتا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ باڈا میں چیئرمین پیپلز پارٹی دین محمد جو کہ بروہی بلوچ ہے۔ اور انسپکٹر پولیس اور صوبیدار نے جو سب بلوچ ہیں ان کو بچانے میں بڑی مدد دی۔ وہ سب گھربار' مال و متاع چھوڑ کر کراچی پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان کو زبانی پتہ چلا کہ ان کی برادری کے کافی لوگ عزیز آباد واقع کراچی چلے گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ لاڑکانہ ریلوے اسٹیشن پر جوان لڑکیوں نے قرآن پاک کو اپنے سروں پر اٹھا لیا۔ حالانکہ چند شرپسند پھر بھی ان کی عزت پر حملہ کرنا چاہتے تھے مگر دوسروں نے کلام پاک کی حرمت کی خاطر انہیں منع کیا۔ یہ بھی پتہ چلا کہ انتظامیہ نے کسی قسم کی بازپرس نہ کی۔

اسی دن سہ پہر کو وفد فرنٹیئر کالونی' بنارس کالونی واقع سائیٹ ایریا گئے۔ بختیار خان' عبدالرحمان خان' مقام خان' تاج محمد خان خٹک اور کئی دوسرے لوگوں کی زبانی پتہ چلا کہ وہاں 46 پختون شہید کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں ایک نو ماہ کا بچہ بھی شامل ہے۔ ان میں سے تیرہ شہیدوں کی قبروں پر وفد۔ پھول چڑھائے اور دعا کی۔ جب کہ باقی شہداء صوبہ سرحد کو اپنے آبائی دیہات کو لے جائے گئے۔ وفد نے ایک پختون شہیدہ کی قبر پر بھی پھول چڑھائے۔

شہداء میں پنیندہ محمد' محمد یار' محمد نظر' محمد شعیب' نیک زادہ' محمد ارشاد' میاں عمر شاہ' خیبر خان' شینو' رضا خان وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ زخمیوں میں محمد ظاہر' سید احمد جان' ممبر خان' میاں گل' طالب خان' رحیم زادہ' بخت زادہ' اول خان' محمد رؤف' قاسم جان' خستہ محمد' نیاز گل' محمد حضور' تازہ گل' امیر شاہ اور درجنوں دیگر افراد موجود تھے۔ اراکین وفد نے مختلف مقامات پر گولیوں کے نشانات دیکھے۔ وہاں کی اصلاحی کمیٹی کے ارکان خانہ گل' عنایت خان' میرا جان' عبداللہ جان وغیرہ نے بتلایا کہ یہاں کے آباد کار ایک شہید کا جنازہ اٹھائے لے جا رہے تھے تاکہ دفنا سکیں جب کہ پولیس نے سامنے سے آ کر بغیر کسی اشتعال کے ان پر گولیاں برسانی شروع کیں۔ جن لوگوں نے جنازہ کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ سب سے پہلے گولیوں کا نشانہ بنے۔ ان تمام شہدا کی جائے شہادت اراکین وفد نے دیکھی۔ ان لوگوں سے یہ بھی پتہ چلا کہ دوران فائرنگ پولیس والے چلاتے رہے کہ یہ پختون ہیں ان کو مارو۔

اسی علاقے میں مزدور طبقے کی حالت نہایت زبوں ہے۔ یہ خستہ حالی کی زندگی گذار رہے ہیں اور جانوروں سے بدتر رہائش رکھ رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بدبودار مکانات' تنگ و تاریک اور گندی گلیاں' پانی و بجلی کا ناقص بندوبست' تعلیم و صحت کی سہولتوں کا فقدان نہایت ہی افسوس ناک امر ہے کیوں کہ اس علاقے میں ہر طبقہ کے مزدور پیشہ افراد اور غریب آبادی رہتی ہے۔ جن میں سندھی' بلوچی' پٹھان' مہاجر سبھی شامل ہیں۔ ان کی محنت شاقہ سے کراچی کے کارخانے رواں دواں ہیں۔ مگر یہ لوگ بنیادی ضروریات سے ابھی تک محروم ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ شہدا کے ورثاء اور تمام متاثرہ افراد اور زخمی اشخاص کو کوڑی کوڑی کے محتاج بنا دیئے گئے۔

26 جولائی 1972ء کو وفد الیاس گوٹھ گیا۔ جہاں پر زیادہ تر سندھ اور بلوچ بھائی رہتے ہیں۔ ان کی زبانی پتہ چلا کہ اردو کی حمایت میں ایک جلوس نکلا جس پر پیپلز پارٹی کے دفتر سے (یہ دفتر ہم نے شکستہ حالت میں دیکھا) فائر کئے گئے۔ اس کے رد عمل کے طور پر جلوس نے اس علاقے کی دوکانوں' ٹرکوں اور پیپلز پارٹی کے دفتر پر حملہ کر دیا۔ پیپلز پارٹی کا دفتر' ہوٹل اور دوکانات جلا دی گئیں۔ بلوچ ہوٹل جس کا مالک گل حمید ولد رحیم تھا۔ میر صالح محمد ہوٹل۔ ایک حجام' ایک گھڑی ساز بلوچ' پان ہاؤس' عبدالستار پان ہاؤس' محمد شریف پان ہاؤس' محبوب ہوٹل جس کے مالک کا نام سخی ولد جمال سکنہ باجوڑ تھا۔ جلائے گئے اور لوٹے گئے۔ بائیس ٹرکوں کو جلایا گیا یا نقصان پہنچایا گیا۔ ان میں سے وفد نے ٹرک نمبر KAT/8118 اور KAT/7091 کو موقع پر شکستہ حالت میں دیکھا۔ اس علاقے میں دو عورتیں بھی زخمی ہوئیں۔

ان کے نام مسماۃ گل بی بی اور خان بی بی ہیں۔ یہاں پر یہ بھی [illegible] ہوا کہ پیر کالونی کے ایک جلوس پر پولیس کی فائرنگ سے دو افراد ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام اقبال ہے۔

بعد ازاں وفد لیاقت مارکیٹ گیا۔ جہاں مارکیٹ کی جگہ ملبے کا ڈھیر موجود تھا۔ اتنی عظیم بلڈنگ جس پر لاکھوں ٹن سیمنٹ اور لوہا خرچ ہوا تھا۔ اب ٹکڑے ٹکڑے مٹی کے ڈھیر کی مانند پڑی تھی عقل حیران ہوتی تھی کہ اتنی عظیم و پختہ بلڈنگ کس طرح آگ سے ملبے کا ڈھیر بنی۔ یوں نظر آتا تھا گویا تباہ کن مادہ یا ڈائنامیٹ استعمال کیا گیا ہو۔ وہاں پر وفد نے مختلف اشخاص سے رابطہ قائم کیا اور بیانات لئے۔ ان میں حاجی احمد جان ولد حاجی عبدالکریم شاپ نمبر KMC108 (کے' ایم' سی) مارکیٹ لیاقت آباد' سید واحد حسین' میاں عادل بٹ' اقبال شریف ولد یعقوب شریف' محمد ادریس ولد عبدالشکور وغیرہ شامل ہیں۔ ان سے معلوم ہوا کہ ہفتے کے دن 7 جولائی 1972ء کو کرفیو کے دوران سندھ پولیس بمعہ سویلین افراد آئی۔ سامان لوٹا گیا۔ عمارت کو تباہ کیا گیا۔ تقریباً پچاس افراد تباہی کی نذر ہوئے۔ ان میں سراج عالمگیر وغیرہ شامل ہیں۔ بیالیس دوکانات منہدم ہوئیں۔ نقصان کا اندازہ کم از کم پچیس لاکھ لگایا گیا ہے۔ 99 کیبن جلائے گئے۔ جو مارکیٹ کے سامنے سڑک پر واقع تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ تیھو ٹرک پولیس اور سویلین لوگوں کے بھرے ہوئے آئے۔ یہ سب مسلح تھے۔ انہوں نے یہ سب فساد کیا اور انتظامیہ نے ان کے خلاف کسی قسم کی کاروائی نہ کی۔ ان کی زبانی یہ بھی پتہ چلا کہ 6 جولائی 1972ء کو اس علاقے میں S'H'O تھانیدار الطاف حسین تھا جو اردو بولنے والا تھا۔ اس نے گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ تو اسے برطرف (ڈسمس) کر کے اس کی جگہ سندھی S'H'O تھانے دار متعین کیا گیا۔ وفد تقریباً 1.15 بجے دوپہر اردو شہید چوک پہنچا۔ جہاں وفد نے ظہور اللہ' عالمگیر' ولی محمد' محمد یعقوب' اقبال حسن' محمد زاہد' سید ابرار میاں عرف شکیل (تمام شہداء) کی قبروں پر پھول چڑھائے۔ پھر وفد پرانا گولیمار کراچی گئے۔ جہاں پر معلوم ہوا کہ عبداللہ بلوچ کے گھر سے فائرنگ کے طور پر دو افراد ہلاک ہوئے۔ عبداللہ بلوچ پیپلز پارٹی کا سرگرم کارکن تھا۔ حکومت سندھ نے اسے کراچی کے علاقے میں مخالفین کو شہید کرنے کے صلے میں دو ایکڑ کا پلاٹ الاٹ کر دیا ہے۔ (سبحان اللہ)

شام کو وفد ڈرگ کالونی کیمپ نمبر 2 دیکھنے گیا۔ اس کیمپ کو واسطی صاحب کی زیر نگرانی مجلس سماجی کے کارکنان چلا رہے تھے۔ اس کیمپ میں لاڑکانہ' دادو اور جیکب آباد کے متاثر افراد تھے۔ وہاں پر مصباح الحق مسماۃ حسینہ زوجہ سونا محلہ ڈھیری لاڑکانہ' علی گوہر خان' ڈاکٹر منظور احمد خان' فضل ربی' تسنیم باری اور احمد علی خان کے بیانات لئے گئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کیمپ میں 432 افراد یعنی 88 مرد' 140 عورتیں اور 204 بچے مقیم ہیں۔ جو اپنے اپنے علاقوں کے شرپسندوں کی دہشت سے اور ان کے عتاب سے بچنے کے لئے یہاں بھاگ آئے تھے۔ انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ ریڈیو پاکستان کراچی و حیدر آباد کے لوکل (مقامی) پروگراموں میں کراچی کے فسادات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتا تھا۔ جس کے نتیجے کے طور پر اندرون سندھ فسادات کی ابتداء ہوئی اور سندھی بولنے والے مشتعل ہو کر نو آباد کاروں' مہاجروں' محنت کشوں اور مزدوروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جہاں پر پرانے سندھیوں کی تعداد کم ہوتی ہے لامحالہ ان کے خلاف رد عمل کے طور پر کاروائی ہوئی ہے۔ انہوں نے استدعا کی کہ ریڈیو پاکستان حیدر آباد اور کراچی کو اس قسم کے بھڑکا دینے والے پروگراموں سے روکا جائے۔ انہوں نے یہ بھی بتلایا کہ P.P.P. پیپلز پارٹی کے کچھ ورکرز (کارکن) کل یعنی 25 جولائی 1972ء اس کیمپ پر حملہ آور ہوئے۔ ان سے دو آدمیوں کو پکڑ کر تھانے لے جایا گیا۔ ان میں سے ایک کے پاس چاقو بھی تھا۔ مگر ملیر اریا کے P.P.P. کے چیئرمین کانگرو محمد خان تھانے پہنچے۔ ملزموں کو بھی چھڑا لیا اور صلح کن اور پرامن افراد کو دھمکیاں علیحدہ دیں۔ اس علاقے کے صلح پسند عوام نے وہاں کی P.P.P. پولیس اور ایک ہندو مجسٹریٹ کی سخت شکایت کی اور کہا کہ یہ لوگ یہاں بھائیوں کو لڑوانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مسماۃ حسینہ زوجہ سونا نے شکایت کی کہ لاڑکانہ میں اس پر غنڈوں نے حملہ کر کے اس کی بہو کی بے عزتی کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صدر بھٹو کے لاڑکانہ سے چلے جانے کے بعد بھی وہاں کے لوگوں کو لوٹا گیا۔ 25 جولائی 1972ء کو بھی دو خاندان خستہ حالت میں گھر بار چھوڑ کر اس کیمپ میں پہنچے۔ متاثرہ افراد نے کہا کہ ان کا تمام سامان لوٹا گیا ہے۔ اور ان کے ساتھ نہایت بے انصافی ہوتی ہے۔ وہ لوگ واپسی کو تیار نہ تھے۔ کیونکہ ان کے تحفظ کا عملی طور پر کوئی بندوبست نہ تھا۔ 27 جولائی 1972ء کو بمطابق پروگرام وفد سول ہسپتال گیا' وہاں پتہ چلا کہ ایک شخص منا قریب المرگ ہے۔ ہم اسے دیکھنے گئے۔ منا کے والد سراج الحق نے بتلایا کہ منا کورنگی سے کسی کام کی غرض سے لالوکھیت گیا تھا۔ جہاں وہ پولیس کی فائرنگ سے زخمی ہوا۔ اسے سات گولیاں لگیں۔ حکومت نے کسی طرح بھی ان کی کوئی مدد نہ کی۔ بعد میں پتہ چلا کہ اسی رات مجروح منا چل بسا۔ اس کے بعد وفد نے رحیم زادہ ولد طوطی' شمشاد' عبدالصمد ولد عبدالحکیم' گل نیاز ولد عمرداد جو ایبٹ آباد تحصیل کا رہنے والا ہے۔ جب والد نذیر' ضامن علی شاہ ولد احمد علی شاہ جو 24 جولائی 1972ء کے ہنگامے میں زخمی ہوا تھا۔ اقبال ولد علی محمد' یاسین ولد کلن' نور احمد ولد شہاب الدین' بیڈ نمبر 24 پر علی شیر' یوسف مجید ولد عبدالمجید' بیڈ نمبر 22 (جسے عبداللہ بلوچ کے حالات معلوم تھے)۔ وہ سلیمان محمد علی مینشن میں رہتا تھا۔ فلیٹ نمبر 2 معرفت افضال احمد کراچی نمبر 1 ان سے پتہ چلا کہ یونیورسٹی میں اردو بولنے والے طلباء اور اساتذہ کا سامان لوٹ کر لے جایا گیا۔ کئی عورتوں کو بے عزت کیا گیا اور انہیں وہاں سے نکلنے پر مجبور کیا گیا۔

اس کے بعد محمد شفیع ولد محمد صادق' محمد اسلام ولد منشی عباس' شیخ

رمضان ولد شیخ مٹھو' محمد عمر ولد منشی وڈاولہ حسینی' عبدالمجید ولد شیخ سھو یسی ولد علی محمد' طیب علی ولد حق داد خان سے ملے۔ تمام زخمیوں نے انتظامیہ کی شکایت کی اور فسادات کی ذمہ داری انتظامیہ پر ڈالی۔ سب سے بڑا المیہ اس وقت ہوا جب کہ ضامن علی شاہ ولد احمد علی شاہ جو اپنے گھر سو رہا تھا۔ اسے پولیس نے مکان کے اندر گھس کر گولی کا نشانہ بنا دیا۔ وہ بعد میں چل بسا تھا۔ ہسپتال کے جملہ زخمی' ڈاکٹر سرجن نور الٰہی' ڈاکٹر نسیم' ڈاکٹر ظہیر' ڈاکٹر جمیل الرحمٰن' ڈاکٹر مصطفےٰ کمال کی کارکردگی سے مطمئن تھے۔ ان ڈاکٹروں نے وفد سے بھی تعاون کیا۔

وفد وہاں سے جناح میڈیکل ہسپتال گیا۔ ڈاکٹر خالد سے جملہ معلومات حاصل کیں۔ فسادات کے دوران کل 45 کیس وہاں آئے۔ جن میں دو مہلک ثابت ہوئے تھے۔ کراچی میں ایسے کافی پرائیویٹ کلینک ہیں۔ جہاں ہر قسم کا علاج بلکہ اپریشن تک ہو سکتا ہے۔ جو زخمی اس ہسپتال میں آئے تھے ان میں زیادہ تر ماڈل کالونی' واٹر پمپ ایریا' لانڈھی' کھوکراپار اور ملیر کے تھے۔ انہی میں محمد اسلام ولد امام الدین جو اب ناتھا خان گوٹھ میں رہتا ہے۔ اور ہری پور (ہزارہ) کا باشندہ ہے۔ ڈرگ روڈ سے آیا تھا۔ ان مریضوں میں سے دو شہید ہوئے تھے۔ دو چاقو سے زخمی ہوئے۔ ایک جلا دیا گیا۔ چودہ لاٹھیوں سے اور باقی گولیوں سے زخمی ہوئے۔ تمام زخمیوں نے انتظامیہ کی شکایت کی اور حکومت کو ان سانحات کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

28 جولائی 1972ء اجتماع جمعتہ المبارک میں قائد وفد مولانا عبدالحکیم نے جامع مسجد چوک لسبیلہ میں جمعہ کے عظیم اجتماع سے خطاب کیا۔ وفد کے دورے کے اغراض و مقاصد بتلانے کے بعد موجودہ ہنگاموں اور فسادات کو مٹانے اور آپس میں اتحاد و اتفاق رکھنے پر زور دیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ حکومت صوبہ سرحد کے اسلامی اور تعمیری مثالی کارنامے بیان کئے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد وفد پرانا حاجی کیمپ واقعہ کاکا سٹریٹ کراچی گیا۔ وہاں پر متاثرہ افراد کے بیانات لئے گئے۔ ان کو 10 جولائی 1972ء کے فسادات میں نقصان پہنچا تھا۔ طاور علی ولد بہاؤ الدین کی ساری دکان جل گئی تھی۔ 15 جولائی 1972ء کو اسے کئی ہزار کا نقصان پہنچایا گیا۔ اس کے کچھ دنبے بھی شرپسند لے گئے۔ اس کے بیان کے مطابق ستار بلوچ اس فساد کا بانی مبانی تھا جو .P.P.P پاکستان پیپلزپارٹی کا سرکردہ شخص ہے۔ بابو ولد پھلٹا کا مکان' ایک عدد رکشا KAT 6616 اور گودام جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ اسے تقریباً 60' 70 ہزار کا نقصان پہنچا۔ انتظامیہ اس تمام واقعہ پر چشم پوش رہی۔

یہاں سے سلیمان محمد علی مینشن گئے۔ وہاں جامشورو یونیورسٹی حیدر آباد سے کچھ افراد متاثر ہو کر آئے تھے۔ ان سے ملے۔ ان میں ریاض احمد صدیقی ولد اعجاز احمد (لیکچرار) اور دین محمد ولد ظہور بخش کے بیانات لئے گئے جنہیں فسادات کے دوران لوٹا گیا۔ ان کے علاوہ عبدالحفیظ' عبدالشکور وغیرہ بھی لوٹ لئے گئے تھے۔ ان کے کہنے کے مطابق شرپسند جلوس کی صورت میں آئے تھے۔ جن کے آگے آگے ایک بغیر نمبر کے جیپ تھی۔ جس میں سرکردہ' غنڈے سوار تھے۔ پیپلزپارٹی کے سرکردہ رہنماؤں کے ایماء پر یہ سب لوٹ مار ہوا۔ یہ سب مسلمان تھے۔ وہاں سے بھاگ کر ان مظلوموں نے نزدیک کے گرجا گھر میں پناہ لی۔ پادری نے ان کو پناہ دی۔ پیپلزپارٹی کے مسلمان بھائی اپنے مسلمان بھائیوں کو قتل کرنے کے درپے تھے اور عیسائی پادری ان کو پناہ دے رہا تھا۔ (تاریخ اسلام مرتب ہو رہی ہے۔) ان مظلوموں کے مکانات لوٹ لئے گئے۔ پھر ان کو نذر آتش کر دیا گیا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ سندھ کی صوبائی حکومت ایسے شرپسندوں کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ بلکہ حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ یہاں کے غریب عوام شرپسندوں کے خوف اور حکومت کے ڈر سے کسمپرسی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ یوں نظر آتا ہے کہ خدا کے سوا ان کی فریاد سننے والا کوئی نہیں۔

وفد کے اراکین نے کراچی میں مختلف مقامات پر عوام کو پرامن رہنے کی تلقین کی۔

29 جولائی 1972ء کو پروگرام کے مطابق عمر فاروق عقب حسن ڈی سلوی کراچی گیا۔ وہاں نصیرالدین ولد گیشیے' نور حسن ولد سید حسن' فرید ولد مراد حسن کے بیان لئے۔ معلوم ہوا کہ ٹیکسی نمبر KAX3482 کو نقصان پہنچایا۔ نور حسن ولد سید حسن سکنہ حال کیماڑی اور فرید ولد مراد علی کی دو موٹر گاڑیاں' ٹویوٹا ماڈل 1969ء ہنگاموں کے دوران غائب ہو گئیں۔ اس علاقے میں رہائشی مزدور طبقہ نہایت خستہ حالت میں اپنی زندگی گذار رہے ہیں۔ انہیں بجلی' پانی' تعلیم' صحت اور ہر قسم کی بنیادی شہری ضروریات سے محروم رکھا گیا ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ بجلی دس گز کی دوری سے گذرتی ہے مگر یہاں کے مزدور طبقہ کو اس سے محروم رکھا گیا ہے۔

وفد چھوٹا میدان واقع ناظم آباد گیا۔ وہاں اراکین نے استقبال کرنے والے ہجوم سے اپیل کی کہ وہ قانون کی بالادستی قائم کریں اور آپس میں متحد رہیں۔ تعصب و منافرت کا مل جل کر محاسبہ کریں۔

وہاں سے بنس روڈ پہنچے۔ جہاں گلی نمبر 6 میں ایک بچہ پولیس کی گولی کا نشانہ بنا اور شہید ہوا۔ وہاں کے عوام نے انتظامیہ کی سخت شکایت کی۔ راستے میں لیاری میں حاجی دل مراد بلوچ کے پاس رک کر وہاں موجود کئی بلوچ بھائیوں سے ملاقات کی اور امن و امان و اتفاق کے موضوع پر خطاب کیا۔

اسی روز انٹر ٹینیو ہوٹل کراچی میں نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن' پختون سٹوڈنٹس فیڈریشن اور جمعیت طلباء اسلام کے کارکنوں کی طرف سے دیئے جانے والے استقبالیہ میں شرکت کی۔ قائد وفد و اراکین وفد نے انہیں تلقین کی۔ کہ وہ ملک و قوم کی آئندہ صحیح رہنمائی کے لئے اپنے اندر علم و عمل کی پختگی اور جنگ آزادی لڑنے والے مخلص راہنماؤں جیسا کردار پیدا کریں۔ وہاں سے وفد نے ٹی نیشنل ہوٹل کراچی میں انجمن اتحاد کوہاٹ کی طرف سے دیئے گئے استقبالئے میں شرکت کی۔ انجمن کی طرف سے پیش

گروہ سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے ان کے مسائل کے علاوہ وفد کے اغراض و مقاصد اور موجودہ منافرت ختم کرنے اور آپس کے اتفاق و اتحاد پر وفد کے نمائندوں نے خطاب کیا۔

30 جولائی 1972ء صبح کیماڑی کے علاقے کو گئے۔ حاجی نوران شاہ کی طرف سے دیئے گئے ایک استقبالئے میں وفد کے قائد مولانا عبدالحکیم نے وہاں کے عوام کو پرامن رہنے کی تلقین کی وفد کو یہ دیکھ کر از حد افسوس ہوا کہ لیاری کا علاقہ بھی بنیادی شہری حقوق کی ابتدائی ضروریات سے بھی محروم ہے۔ وفد نے عوام کو یقین دلایا کہ ان کی تکالیف سے حکومت سندھ کو آگاہ کر دیا جائے گا۔

یہاں سے لانڈی اور کورنگی کے علاقے کی طرف روانگی ہوئی۔ کورنگی نمبر2 میں حکیم عبدالمجید ولد چھٹن سے بیان لیا گیا۔ جس کا بھتیجا محمد میاں ولد رحمت اللہ ہنگامے کے دوران پولیس فائرنگ سے زخمی ہو کر شہید ہوا۔ اس کے بیان کے مطابق بچوں نے 10 جولائی 1972ء کو جلوس نکالا۔ اس پرامن جلوس پر پولیس نے فائرنگ کی۔ جس کے نتیجے کے طور پر چار افراد شہید ہوئے۔ جو اس کے علم میں تھے۔ اس نے یہ بھی بتلایا کہ حکومت نے ایک پریس نوٹ میں بتلایا کہ یہ جلوس اومنی بسوں کے ڈپو پر حملہ کر رہا تھا۔ جس پر پولیس نے گولیاں چلائیں۔ مگر وفد نے دیکھا کہ اومنی بسوں کا ڈپو گولیاں چلنے کے مقام سے چھ میل دور تھا۔ ان سے دو شہیدوں کو کورنگی چوک نمبر2 میں دفن کیا گیا۔ مگر راتوں رات حکومت نے ان کی لاشوں کو قبروں سے غائب کر دیا۔ ان شہیدوں میں سے ایک تنویر الاسلام تھا جو پنجاب کا رہنے والا تھا اور بی کام کا طالب علم تھا۔ عوام کو ڈرایا' دھمکایا جا رہا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق حکومت سندھ نے کافی لوگوں کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے ہیں۔ ان میں تنویر زیدی' قاضی خالد وغیرہ کے نام معلوم ہو سکے۔ نیز عام لوگوں نے شکایت کی کہ پولیس والے گھروں کے اندر گھس کر عوام کی بے عزتی کرتے ہیں۔ یہاں کے عوام من حیثیت مجموعی انتظامیہ سے سخت نالاں تھے۔

اراکین وفد شہداء کے گھروں کو گئے۔ تنویر الاسلام (پنجاب والے) اور فضل حق کے ورثاء کو تسکین دی اور فاتحہ پڑھی۔ نظہیر السلام' جمیل احمد گیلانی' عبدالمجید ولد محمد یوسف' جان محمد' عبدالحق ولد فضل حق شہید سے بیانات لئے۔ انہوں نے کہا کہ 10 جولائی 1972ء کو بچوں کا ایک پرامن جلوس مین روڈ سے گذرا۔ ان کے عقب میں پولیس گاڑیاں جو تعداد میں چار تھیں آئیں۔ ایک ویگن بھی تھی۔ جس میں مختیار بیگ' ایس۔ ڈی ایم اور میر بخش ڈی ایس پی سوار تھے۔ جب ایس ڈی ایم کی گاڑی چوک سے آگے گذری تو اس نے گاڑی سے ہاتھ نکال کر پولیس کو فائرنگ کا حکم دیا۔ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف تھے جن پر گولیاں برسائی گئیں۔ ان میں تنویر الاسلام' فضل حق' محمد میاں اور محمد احمد شہید ہوئے۔ عبدالمجید ولد محمد یوسف زخمی ہوا۔ اسے چار گولیاں لگیں۔ وہ اپنے بچوں کو گھر کے اندر لانے کے لئے گھر سے باہر نکلا ہی تھا۔ جب کہ پولیس نے اس پر چاند ماری شروع کر دی' تنویر الاسلام ایک دکان کے سامنے گولی کا نشانہ بنا۔ اس علاقے کے تمام لوگ خوف وہراس میں مبتلا تھے اور انتظامیہ کی سخت شکایت کر رہے تھے۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چشمہ گوٹھ' ابراہیم گوٹھ اور ریڑی گوٹھ میں پیپلز پارٹی کے کارکن بنگالیوں کو سمندر کے راستے بنگال سمگل کرنے کے مذموم کاروبار میں ملوث تھے اور گراں قدر اجرت اس کام کی لیتے تھے۔ ان کو کشتیوں میں بٹھا کر سمندر کے عین وسط میں لوٹ لیا جاتا۔ پھر انہیں قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے۔

لانڈھی نمبر38-B ار یا گئے۔ وہاں پر احمد حسین ولد عوض' محلہ دھڑی' لاڑکانہ سے بیان لیا۔ اس نے کہا کہ لاڑکانہ سے اکثر لوگ بھاگ نکلے ہیں۔ کیونکہ ان کی عزت خطرے میں تھی۔ مزید برآں غریب آباد' لالوکھیت نمبر7 بلاک' کورنگی ٹاؤن' دہلی کالونی' نشتر بستی' گودرہ کیمپ' ڈرگ روڈ' شریف آباد اور کراچی کی مختلف جگہوں میں لاڑکانہ سے آئے ہوئے متاثرہ افراد مقیم ہیں۔ حکومت انہیں کیمپ لگانے کی اجازت نہیں دیتی اور وہ کسمپرسی کے عالم میں ہیں۔

لانڈھی کے علاقے ''K' 'کے' میں وفد پہنچا۔ وہاں پر وفد نے بلوچیوں کے دو جلے ہوئے کیمپ دیکھے۔ تمام لوگوں نے شکایت کی کہ پرانے سندھیوں کو پیپلز پارٹی کی سفارش پر حکومت اسلحہ وافر مقدار میں مہیا کر رہی ہے۔ اردو بولنے والوں کو یا نو آباد کاروں کو اسلحے کے لائسنس بالکل نہیں دیئے جاتے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پیپلز پارٹی کے کارکن مختلف طبقوں کے درمیان منافرت اور فسادات کی آگ بھڑکانے میں مصروف ہیں۔ چند دن پہلے پیرزادہ گروپ' پیپلز پارٹی کے چیئرمین ابرار الحسن نے بنگالی اور غیر بنگالی کے درمیان فساد کروانے کی کوشش کی تھی۔ جسے اس علاقے کے امن پسند لوگوں نے رکوا دیا۔ عوام نے یہ بھی شکایت کی کہ پولیس اور انتظامیہ کے تمام کاموں میں پیپلز پارٹی مداخلت کر رہی ہے۔ اسی پارٹی کے ایماء پر دوسری پارٹیوں کے افراد اور معزز شہریوں کو روزانہ تنگ کیا جاتا ہے۔

بعد ازاں وفد اسماعیل گوٹھ گیا۔ یہاں پر سندھی بھائی آباد ہیں۔ یہ علاقہ لانڈھی نمبر1 نزدیک اوپل لیبارٹریز واقع ہے۔ یہاں محمد موسیٰ ولد محمد ابراہیم قوم پھنور' طاہر' جاوا' مصری' عیسیٰ' احمد عثمان' ہمزہ' الیاس' ہارون' محمد ملنے' غلام محمد' عباس موسیٰ' جو زخمی ہوئے تھے ان کے بیانات لئے گئے۔'' انہوں نے کہا کہ اردو بولنے والوں کا جلوس 10 جولائی 1972ء کو یہاں آیا تھا۔ اور پیپلز پارٹی کے دفتر پر حملہ کیا۔ انہوں نے یہاں پچیس افراد کو زخمی کیا۔ جب پولیس آئی تو جلوس بھاگ گیا۔ آٹھ زخمی ہسپتال میں داخل کرائے گئے جو صحت یاب ہو چکے ہیں۔ یہ جلوس جماعت اسلامی کے ایماء پر نکالا گیا تھا کیوں کہ ان کے بیان کے مطابق جلوس جماعت اسلامی زندہ باد کے نعرے لگا

رہا تھا۔ قریب ہی اللہ داد گوٹھ اور جمال گوٹھ تھا۔ جہاں سے سندھی بھائی ان کی مدد کے لئے پہنچے۔ مگر جلوس منتشر ہو گیا تھا۔"

وفد یہاں سے لانڈھی کالونی گیا۔ وہاں یاسین خان ولد لعل خان، ناظم جمعیت السلام سے معلوم ہوا کہ یہاں پر 27 خاندان لاڑکانہ سے آئے ہوئے ہیں۔ کل 171 نفوس تھے۔ یہ لانڈھی کالونی کے بلاک نمبر 103 سے لے کر بلاک نمبر 130 تک اپنے عزیز و اقارب کے ہاں رہائش پذیر ہیں۔ لوگوں نے بتلایا کہ ایسے گھر بھی ہیں جہاں تیس تیس چالیس چالیس افراد پڑے ہوئے ہیں۔ یہاں کے ایس ڈی ایم ممتاز بیگ نے کیمپ لگانے سے منع کیا۔ کافی متاثر لوگ حیدر آباد میں بھی پڑے ہوئے ہیں۔

وفد ملیر کے ایریا H میں گیا۔ وہاں کیمپ کا معائنہ کیا۔ میاں خلیل الرحمٰن محلہ دھڑی لاڑکانہ سے معلوم ہوا کہ لاڑکانہ میں ان کی زندگی خطرے میں تھی۔ عبدالوحید کٹپر نے سندھیوں کو تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "اے غیور سندھیو تمہاری غیرت کو کیا ہوا۔ تمہاری بہنوں اور بہوؤں کی چھاتیاں کراچی میں کاٹی گئیں۔ ان سے ننگا ناچ کروایا گیا۔ تمہیں اپنی بہنوں کا بدلہ لینے کے لئے اردو بولنے والوں سے لینا چاہیئے۔" نو مسلم شیخ طبقہ اور عبدالوہاب ڈپٹی کمشنر نے بڑھ چڑھ کر سندھیوں کے جذبات بھڑکانے میں حصہ لیا۔ جی ایم سید حکومت کے ایماء پر ان کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکا رہا تھا۔ ان کی جانیں فوج نے بچائیں۔ پیپلزپارٹی نے ان کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسی طرح مجتبیٰ ولد صدیق سکنہ لاڑکانہ نے بتلایا کہ 13 جولائی 1972ء کو ساڑھے آٹھ بجے سندھی چپڑاسی غلام محمد نے اکاؤنٹنٹ کو کہا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ کیوں کہ سامنے والے مکان میں 200/250 آدمی جمع تھے۔ جانی جعفر اکاؤنٹنٹ سب سے پہلے باہر نکلے۔ 10/12 سندھیوں نے آکر ایک ہندو کلرک کو پکڑ لیا۔ اس نے جب کہا کہ وہ ہندو ہے تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ پھر وہ اس کے پاس آئے۔ اس نے کہا کہ وہ مسلمان ہے تو اسے پتھر مارنے شروع کئے۔ سخت زخمی ہو کر وہ گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ دس منٹوں بعد تقریباً مجھے ہوش آیا۔ دیوار کا سہارا لے کر کھڑا ہوا۔ دو راہ گیروں نے بھی سہارا دیا۔ بھٹو صاحب کے مکان کی طرف سے دو سندھی آئے۔ ان کے استفسار پر کہا کہ بس سے گرا ہوں۔ اس طریقے سے جان بچائی۔ لاڑکانے میں عتیق الرحمان کے گھر کو لوٹا گیا۔ اس کی کار جلائی گئی۔ انہوں نے مزید کہا کہ کسی سندھی لیڈر یا انتظامیہ سے کسی نے ان کی مدد نہ کی۔ وہ اپنے داماد کے ایک ہاری کے ہاں پناہ گزیں ہوا۔ مگر اس نے ڈر کے بارے گھر سے نکال دیا۔ پھر تھانے گیا۔ مگر کسی نے روپوٹ درج نہ کی۔ وہ لاڑکانہ واپس جانا نہیں چاہتے کیوں کہ ان کی جان خطرے میں تھی۔

ملیر کے علاقے میں اعجاز احمد ولد احمد علی اور محمد فاروق کی فاتحہ خوانی کی گئی۔ ان کے ورثاء نے بھی انتظامیہ کی سخت شکایت کی۔ بعد ازاں اس علاقے میں نیپ و جمعیت کے دفاتر منتقل لیا گیا۔ 12 جولائی 1972ء کو معلوم ہوا کہ سندھی جلوس نکالیں گے۔ اس وجہ سے وہ اپنے گھروں میں گھس گئے۔ باہر سے بھی کافی لوگ آئے۔ انہوں نے کافی لوٹ کھسوٹ کی۔ پھر ملٹری کا ٹرک آیا اور ان کی مدد سے وہ وہاں سے نکل کر کراچی پہنچے۔ انہوں نے انتظامیہ کی سخت شکایت کی اور کہا کہ تمام ہنگامے پیپلزپارٹی اور عبدالوحید کٹپر نے کروائے ہیں۔

بولٹن مارکیٹ میں نواب شاہ ولد سکندر شاہ آفریدی سے ملے۔ جس نے کہا کہ 10 جولائی 1972ء کو دن کے ڈیڑھ بجے چورنگی نمبر 10 کے قریب مشتعل لوگوں نے ان کی گاڑی نمبر 3891 پر حملہ کیا اور اسے تقریباً 1650 روپے کا نقصان پہنچایا۔

باب سوئم

اصل مسئلہ

انہی دوروں کے دوران 31 جولائی 1972ء کو ہوٹل انٹرنیشنل کراچی میں اردو بولنے والے چند رہنماؤں سے وفد کی ملاقات ہوئی۔ ان میں ذیل کے اصحاب شامل تھے۔

1- ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی
2- جی-اے مدنی
3- اکرم صاحب ولد علامہ مشرقی
4- میجر محمد آفتاب حسن
5- یاسین صاحب
6- زبیری صاحب
7- خواجہ قیوم
8- شمیم حیدر

بہ دوران گفتگو ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے فرمایا کہ معاہدہ زبان کے دوران وزیر اعلیٰ سندھ ممتاز بھٹو ایک فریق کی حیثیت سے پیش پیش تھے۔ سمجھوتہ جو ہوا ہے۔ اگر اس عملدر آمد ہوا اور حکومت سندھ اس پر قائم رہے تو پھر شاید کوئی تلخی پیدا نہ ہو۔ زبان کا مسئلہ اور اس بارے میں فسادات، صوبے کی اقتصادی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر صوبہ اقتصادی لحاظ سے ترقی کرے گا تو اس میں سب فریقوں کی بھلائی ہے۔ اردو دان اور سندھی بولنے والوں، سب کو لازم ہے کہ مل کر صوبے کو ترقی دیں۔ انہیں ارباب حکومت اور بعض سرکردہ افراد سے سخت شکایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس سمجھوتے سے کراچی کے لوگ خوش ہوں یا نہ بہرحال امن کے قیام کے لئے یہ معاہدہ نیک فال ہے۔ بشرطیکہ حکومت سندھ اس پر دیانت داری سے کام کرے۔

میجر آفتاب صاحب نے کہا کہ اب تک ارباب حکومت کی تقاریر۔

پتہ یہی چلتا ہے کہ اس سمجھوتے پر عملدر آمد کرنے میں سستی ہو گی۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے کہا یہ سمجھوتہ بہت اچھا ہے۔ لوگ تو باتیں کرتے ہیں۔ مگر ہمیں خیال رکھنا چاہئے کہ اس پر عملدر آمد نہ کرنے سے صوبہ بدامنی کا شکار ہو کے رہ جائے گا۔ جو لوگ بھی سندھ کو الگ مملکت بنانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس بارے میں جو بھی غلط بات کرے یا غلط قدم اٹھائے۔ حکومت اس کا تدارک کرے۔ صدر صاحب کو لازم ہے کہ اس سمجھوتے پر عملدر آمد کروائے وہ اپنے مشیروں' وزیروں اور دوستوں کو امن کی راہ میں حائل نہ ہونے دیں۔ صدر صاحب اور صوبائی حکومتوں کے بیانات متوازن ہونے چاہئیں تاکہ کسی فریق کو شکایت نہ ہو۔ صدر صاحب جب تقریر کرتے ہیں تو ان کا خیال ہوتا ہے کہ ان کی تقریر چھپی ہوئی ہوتی ہے اور دوسرے فریق اسے پڑھتے ہیں۔ عبدالحفیظ پیرزادہ کو انہوں نے کہا کہ اگر وہ غدار ہیں تو انہیں گولی مار دی جائے۔ لیکن اگر حکومت کی نظر میں ایسے لوگ ہوں جو سندھ دیش بنانے کی تحریک چلا رہے ہوں تو حکومت کو چاہئے کہ ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے کیونکہ ان کے حالات واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حکومت انتہاپسند تحریکوں کو چلانا چاہتی ہے۔ اگر شروع ہی سے حکومت متوازن بات کرتی تو یہ نوبت نہ آتی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ بزنجو صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ زبانوں کی رنجش کی وجہ سے نہیں ہے۔ لوگوں میں پچیس سال سے بداعتمادی کی فضا قائم ہے۔ حقیقت میں انگریزی نے اردو کی جگہ لی ہوئی ہے۔ اردو کو مرکز میں وہ مقام ملنا چاہئے جو عبوری آئین میں ہے۔ موجودہ حالت میں اردو برائے نام قومی زبان ہے۔ پاکستان کے استحکام اور قومیتوں کے رابطے کے لئے اردو کو رابطے کی مضبوط زبان بنانا اور سرکاری سطح پر اسے رائج کرنا نہایت ضروری ہے۔

ہم پاکستانیوں میں دو شوق ہونے چاہئیں۔ ایک تو مقامی زبان کو اپنی زبان سمجھیں' جیسے کہ گورنر تالپور صاحب' باہر کبھی اردو' کبھی سندھی' کبھی انگریزی بولتے ہیں۔ مگر گھر میں سرائیکی زبان بولتے ہیں۔ اس لئے جب تک اردو کو مرکزی مقام حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک لوگوں میں اس کا شوق نہیں پیدا ہو سکتا۔"

وفد نے ان رہنماؤں سے دریافت کیا کہ کراچی کو علیحدہ صوبہ قرار دینے کے بارے میں جو لوگ شرانگیز بیانات دے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا کیا خیال ہے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے کہا کہ کراچی سے سندھ کو 82 فیصد آمدنی ملتی ہے۔ مگر آج تک کراچی کا مزدور طبقہ بنیادی شہری حقوق و رعایات حاصل نہ کر سکا۔ کراچی کا علیحدہ صوبہ بنانے کے بارے میں بعض اذہان میں کچھ بات ہے۔ اگر کراچی سے آنے والی تمام آمدنی یہیں خرچ ہوتی تو مزدوروں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کبھی کراچی علیحدہ صوبہ کی تحریک کا خیال نہ کیا۔ کیوں کہ اگر شرپسند تقسیم و علیحدگی کی تحریک چلائیں گے تو شہر شہر، محلہ محلہ علیحدہ ہونے لگے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم حل چاہتے ہیں۔ اگر کراچی میں ایسی کوئی تحریک موجود ہے تو اس کے عوامل معلوم کرنے ہوں گے۔ وہ واقعات و حالات پتہ کرنا ہوں گے جن کی بناء پر یہ سلسلہ چلا۔ غریب اور غریب ہوتے گئے۔ تنگ و تاریک مکانات میں بنیادی حقوق کی محرومی کے باعث جانوروں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ کراچی کو پاکستان اور سندھ کا حصہ سمجھا جاوے۔ وہ تعلیمی انتظامات خود ہی کرتے رہتے ہیں۔ کم از کم آبادی کے لحاظ سے روپیہ خرچ ہونا چاہئے۔ کراچی کی بہت بڑی آبادی مزدوروں کی ہے۔ ان میں سندھی' پٹھان' پنجابی اور بلوچی سبھی شامل ہیں۔ اس سلسلے میں سندھی بھائیوں کو شکایت ہے کہ انہیں کارخانوں میں اور ملازمتوں میں کم نمائندگی دی گئی ہے۔ جواباً" انہوں نے کہا کہ اگر کارخانے والے ایک ہزار میل کی دوری سے آئے ہوئے آدمی کو ملازم رکھ سکتا ہے۔ تو دو سو میل کی دوری سے آئے ہوئے مزدوروں کو رکھنے میں اسے کیا عذر ہے۔ ملازمتوں میں سندھیوں کی کم نمائندگی ان کی تعلیم نہ حاصل کرنے کی وجہ سے ہے۔ اس میں ان کا کیا قصور۔ اگر کوئی شرپسند کہتا ہے کہ نو آبادکاروں کو یہاں ان ہندوؤں کی جائیدادیں ملیں ہیں جو پاکستان سے جا چکے ہیں۔ مزید بر آں وہ اپنی جائیدادیں ہندوستان میں چھوڑ آئے ہیں۔ ان کے عوض میں ان کو یہ ہندوؤں کی جائیدادیں ملیں ہیں۔ اگر سندھی بھائی ہندوؤں کو برداشت کر سکتے تھے تو انہوں نے مسلمانوں کو اپنا بھائی کیوں نہ سمجھا اور صوبے کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لئے تعاون نہ کیا۔ پھر نو آبادکاروں کی اکثریت کراچی کا مزدور طبقہ ہے۔ جنہوں نے 1947ء میں کراچی کی ڈھائی لاکھ کی آبادی کو آج چالیس لاکھ تک پہنچا دیا ہے۔ ان کے ہنرمند ہاتھوں نے یہاں کی مشینری سے لاکھوں ٹن پیداوار حاصل کر کے سندھ بلکہ تمام ملک کو اقتصادی طور پر مضبوط بنا دیا ہے۔

جی اے مدنی صاحب نے کہا کہ 1947ء میں قائداعظم نے کراچی کو فیڈرل ایریا بنایا جو سندھ سے علیحدہ رہا۔ ون یونٹ میں بھی کراچی علیحدہ ڈویژن رہا۔ انہوں نے کہا کہ ان کی طرف سے سرحد کے باشندوں کو خیرسگالی کا پیغام دیا جائے۔ انہوں نے ولی خان صاحب' مفتی محمود صاحب اور ارباب سکندر خان خلیل کا شکریہ ادا کیا کہ وہ خوش ہیں کہ خان عبدالولی خان اور مفتی محمود صاحب پاکستانی سطح پر مضبوط' جمہوری اور اصولی رہنما بن گئے ہیں۔ انہوں نے سرحد میں ہونے والی اصلاحات پر اطمینان کا اظہار کیا۔ جی اے مدنی نے کہا خان عبدالولی خان اور مفتی محمود صاحب کو چاہئے کہ وہ شیر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کا کردار انجام دیں۔ اور شرانگیزوں اور مفسدوں سے ملک کو بچائیں اور پاکستان کو متحد کر کے تمام صوبوں کو یکجا رکھیں۔ سندھ دیش کا نقصان صرف مہاجر کا نقصان نہ ہو گا بلکہ بنگال کی طرح اس کے اصل باشندے بھی پچھتائیں گے۔ اور اس کا نقصان تمام پاکستانیوں کے لئے برابر ہو گا۔ قائد وفد مولانا عبدالحکیم نے کہا کہ ہڑتالوں میں انتہاپسندوں سے کام نہ لیا

جائے۔ اور شرپسندوں کو اس میں گھسنے نہ دیا جائے۔ جو معاہدہ ہوا ہے اس پر حکومت اور عوام سب کو عمل کرنا چاہیئے۔

جی اے مدنی صاحب نے کہا کہ کراچی میں پٹھانوں کی قیادت متحد نہیں ہے۔ ان کے قائد بھی ہمارے ساتھ مل کر سندھ کی بہبودی کے لئے کام کریں۔ وفد کے رکن ولی محمد خان نے کہا کہ پٹھانوں کی نظر میں سندھی' مہاجر' بلوچی اور پنجاب سب بھائی بھائی ہیں جن کا کام بھائیوں کے درمیان تنازعات اور اختلافات مٹانا ہو گا اور اصلاح کرنا ہو گی۔ بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں جو شخص جس علاقے' صوبے میں بھی رہتا ہو' وہ پہلے مسلمان' پھر پاکستانی اور پھر اس صوبے کا باشندہ ہے۔ اگر وہ سندھ میں ہے تو سندھی' پنجاب میں ہے تو پنجابی' بلوچستان میں ہے تو بلوچی' اور اگر سرحد میں ہے تو پٹھان تصور کیا جائے گا۔ ہاں اگر کسی صوبہ میں کوئی نو آباد کار' اس صوبے کی سرزمین سے غداری کرتا ہوا پایا جائے تو وہاں کی حکومت پر لازم ہے کہ اسے کان سے پکڑ کر باہر نکال دے۔ ورنہ عام حالات میں پاکستان میں کوئی بھی یہ کہنے کا مجاز نہیں کہ فلاں صوبے سے نو آباد کاروں کو نکال دیا جائے۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب نے آخر میں کہا کہ خان عبدالولی خان اور مفتی محمود صاحب سندھ کے حالات میں دلچسپی لیں تاکہ مسلمانوں کے ہاتھوں کسی دوسرے مسلمان بھائی کو تکلیف نہ پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنے حالیہ معاہدہ سے کافی حد تک مطمئن ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ جب وہ پنڈی گئے تھے تو خان عبدالولی خان اور مفتی محمود نے ان کا بڑا احترام کیا تھا۔ اسی طرح ملک کو مضبوط بنانے کے لئے وہ سب خان عبدالولی خان اور مفتی محمود صاحب کے ساتھ پورا تعاون کریں گے۔

وفد نے مختلف مقامات پر استقبالیہ تقریبات میں لوگوں سے پرامن رہنے کی اپیل کی۔ انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل میں اتحاد انجمن آگرہ و ہزارہ کے اراکین کی طرف سے دیئے گئے استقبالئے میں وفد کے قائد نے ان کے مسائل پر روشنی ڈالی اور تلقین کی کہ وہاں پر آباد پختونوں پر لازم ہے کہ امن کمیٹیاں بنا کر صوبہ سندھ کے طول و عرض میں پھیلا دیں ان کو فسادات روکنے اور امن سے رہنے کی تلقین کی۔ کیوں کہ پاکستان اب مزید فسادات کا متحمل نہیں۔

باب چہارم

اندرون سندھ

2 اگست 1972ء کو وفد اندرون سندھ کے دورے پر روانہ ہوا۔ سب سے پہلے وھابی جی کے مقام پر ایک استقبالیہ تقریب میں وفد کے قائد مولانا عبدالحکیم نے وہاں کے مزدور کار طبقے کے مسائل پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے بتایا کہ اس علاقے میں 14/13 ہزار مزدور رہتے ہیں۔ جن کی محنت شاقہ سے اس علاقے کے کارخانے چلتے ہیں۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ان مزدوروں کو ابتدائی و بنیادی شہری حقوق و رعایتیں حاصل نہیں۔ ان مزدوروں نے شکایت کی کہ کارخانوں کے اندر دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے مزدوروں کو تنگ کیا جاتا ہے۔ اور ان کو ملازمتوں سے نکالنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ کارخانوں کے مالکان ہر رپورٹ اور ہر درخواست سندھی زبان میں لینا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی مزدور یا رکن ایسا نہ کرے تو اسے نوکری سے نکال دیا جاتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان فسادات کے دوران جہاں مزدور رات کو ڈیوٹی دینے کارخانے جاتے تھے تو راہ میں شرپسند' ان لوگوں کو مارنے کی کوششیں کرتے۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ انہوں نے یہ بھی شکایت کی کہ دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے مزدوروں کا جب حکومت چالان کر دیتی ہے تو معمولی معمولی باتوں پر مہینوں انہیں زیر حراست رکھا جاتا ہے۔ اور ان کی ضمانت تک نہیں لی جاتی ہے۔ انتظامیہ انہیں بری نظروں سے دیکھتی ہے۔ وفد کے روبرو بھی مقامی پولیس ان کو تنگ کرنا چاہتی تھی۔ مگر وفد کے اراکین کی مداخلت پر پولیس نے اپنے رویے میں تبدیلی کر لی۔ خدا جانے بعد میں پولیس نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہو گا؟

وہاں سے وفد گارو پہنچا۔ یہاں خوف و ہراس کی فضا قائم تھی۔ گارو سے ٹھٹھہ پہنچے۔ وہاں مفتی ظہیرالدین صاحب' ڈاکٹر محمد وحید خان' یوسف زئی' عبدالستار ولد حاجی عبدالکریم میمن کاٹھیاواڑی' عبدالرشید ولد عبدالرحمان شاہ' ہارون الرشید ولد اسماعیل کاٹھیاواڑی سے پتہ چلا کہ یکم جولائی 1972ء کو یہاں سندھی کے حق میں جلوس نکلا۔ اس واسطے 9 جولائی 1972ء کو منادی اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعے سے اطلاع دی گئی تھی۔ جلوس 5 بجے شام نکلا۔ یہاں کے ایک معزز آدمی سید قاضی الدین شاہ شیرازی جو کہ جی ایم سید کی پارٹی کے ہیں' کراچی جا رہے تھے لیکن سپرنٹنڈنٹ پولیس سومرو ٹھٹھہ خود اس کے مکان پر گئے اور انہیں جلوس میں شریک ہونے کے لئے استدعا کی۔ جلوس نے ڈپٹی کمشنر محمد علی شیخ اور مسٹر سومرو سپرنٹنڈنٹ پولیس کے روبرو ہارون اور حاجی عبدالستار کی دکانوں کو لوٹا۔ اس کے بعد قمر میڈیکل سٹور کو نقصان پہنچایا۔ پھر ایک شربت والے اسماعیل کی دکان کو توڑا۔ اخبارات کی دکان پر جا کر تمام اردو اخبارات جلا دیئے۔ تمام دکانوں سے اردو کے سائن بورڈ اتار لئے ایک دیسی شراب کی بھٹی جو ایک مہاجر کی تھی توڑ پھوڑ دی گئی۔ مگر وہاں انگریزی شراب کی ایک دکان جو ایک سندھی ہندو کی تھی کو محفوظ رکھا گیا۔ ایک سینما جس کا مالک چوہدری محمد شفیع ٹھیکیدار (پنجاب) ہے سینما کے اندر کا سامان توڑ پھوڑ دیا گیا۔ عبدالستار ولد حاجی عبدالکریم کو کلہاڑیوں' چھریوں اور ریوالور سے مسلح ہجوم نے دھمکی دی اور اس سے (ستائیس ہزار روپے نقد ایک ریڈیو 1100 روپے مالیت 15 تولے سونے کی چوڑیاں اور ایک گھڑی) کل مالیت اکتیس ہزار سے زائد بنتی ہے۔

چھین کر لے گئے۔ انہوں نے کہا کہ اس جلوس میں پی پی پی کے کارکن اور سندھ متحدہ محاذ کے انتہاپسند شامل تھے۔ عبدالرشید ولد عبدالرحمان شاہ کی دکان پر بورڈ اردو میں لکھا ہوا تھا۔ اس پر بسم اللہ شریف اردو رسم الخط میں لکھی ہوئی تھی۔ اس کو بھی ہجوم نے گرا کر پاؤں تلے روند ڈالا۔ ٹھٹھہ شہر میں چھ سو مہاجر ہوں گے۔ انہوں نے خوف و ہراس کے مارے اپنے بچے کراچی بھجوا دیئے تھے۔ اکثر مرد بھی چلے گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ سندھی بولنے کے باوجود بھی انہیں وہاں نہیں چھوڑا جا رہا۔ حاجی عبدالستار نے کہا کہ جب ہجوم ان کے گھر میں داخل ہوا تو مستورات ان کے سامنے زیورات پھینک کر الگ ہو گئیں۔ انہوں نے کہا اس تمام فساد کا بانی عبدالحمید میمن ممبر صوبائی اسمبلی تھا۔ اور پیپلز پارٹی کے کارکنوں نے اہم حصہ لیا۔ صدر بھٹو یہاں آئے تھے۔ مہاجروں نے ملنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ ڈپٹی کمشنر ٹھٹھہ نے دس منٹ 12.35 تا 12.45 دیئے تھے۔ مہاجروں نے چار افراد پر مشتمل وفد بھی ترتیب دے دیا تھا۔ ان میں ڈاکٹر یوسف زئی' بدیع الزمان' محبوب رضا صدیقی اور رشید شامل تھے مگر صدر صاحب نے ملاقات نہ کی۔ ہارون الرشید کا بیس ہزار کا نقصان ہوا۔ انہوں نے تھانے میں رپورٹ کی۔ پولیس نے چوری کی رپورٹ لکھی مگر چالان کسی کا نہ کیا۔ یہاں تمام مہاجروں نے کہا کہ وہ سندھی زبان بولتے ہیں۔ انہوں نے سندھی طور طریقے اپنا لئے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود انہیں نہ چھوڑا گیا۔ انہوں نے بتلایا ٹھٹھہ میں حکومت نے چھ ہزار لائسنس اسلحہ سندھیوں کو دے رکھا ہے اور غیر سندھی کو کوئی لائسنس نہیں دیا گیا۔ یہ کارروائی عبدالحمید جتوئی نے کی اور سب لائسنس انہوں نے دیئے ہیں۔ اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مہاجروں کی لڑکیوں کو اغواء کریں گے۔ اراکین وفد نے نقصانات کا بغور جائزہ لیا۔

سینما کو دیکھا جو پنجاب کے ایک صاحب کی ملکیت ہے اس کا 87400 روپے کا نقصان ہوا تھا۔ تمام مہاجر انتظامیہ کے ہاتھوں نالاں تھے۔ انہوں نے کہا یہ فساد حکومت کے اشارے پر ہوئے۔

ایک سندھی تیواری نے کہا کہ 10 جولائی 1972ء کو ایک مشترک جلوس نکالا اس میں اردو دان' اردو کے حق میں اور سندھی' سندھی زبان کے حق میں نعرے لگا رہے تھے وہ سب بھائیوں کی طرح رہنا چاہتے ہیں۔ یہ صرف افواہیں ہیں اور ملک دشمن عناصر ملک کو تباہ کرا رہے ہیں۔

یہاں سے وفد سجاول روانہ ہوا۔ راستے میں ملک شین خان کے گوٹھ گئے۔ وہاں کے حالات معلوم کئے۔ اس نے کہا کہ اس گوٹھ میں سب پختون رہتے ہیں۔ اور فسادات میں انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ وہاں سے سجاول گئے۔ مولوی نور محمد آف سجاول کے مدرسے میں سجاول کے تمام سندھی بھائیوں سے مولانا عبدالحکیم قائد وفد نے خطاب کیا انہوں نے موجودہ عبدالغفور صاحب سندھی' ناظم جمعیت العلمائے اسلام نے کہا کہ مہاجروں سے ان پڑھ اور کاروبار کے میدان میں استحصال کر کے معاشی لحاظ سے غلام بنا دیا ہے۔ اور ان کا انتہاپسند طبقہ اس پروپیگنڈا سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ وہاں سے روانہ ہو کر شام کے قریب گلارچی پہنچے۔ ہر طبقہ خیال کے لوگوں نے وفد کا استقبال کیا۔ قائد وفد نے خطاب کرتے ہوئے حاضرین کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اسلام کے لحاظ سے اور پاکستانی قوم کے لحاظ سے سرزمین سندھ پر رہنے والے چاہے وہ ایک سال سے رہ رہے ہیں یا سو سال سے سب بھائی بھائی ہیں۔ تقسیم کے بعد جو لوگ پاکستان کے مختلف حصوں سے یا ہندوستان سے آ کر یہاں آباد ہوئے سب بھائی بھائی ہیں۔ وہ حکومت کے منصوبوں اور سندھی عوام کے تعاون سے یہاں آباد ہوئے۔ جن لوگوں نے تجارت یا زراعت' تعلیم یا ملازمت میں اپنی محنت سے ترقی حاصل کی ہے ان کا پورے پاکستان پر احسان ہے۔ گلارچی کے باشندوں نے اپنی تکالیف کا ذکر کیا موجودہ ششماہی میں پانی نہیں دیا جا رہا ہے۔ گنے اور چاول کی فصلوں کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ وفد نے کافی دیہات اور چکوک کا دورہ کیا۔ گلارچی سے بدین تک تقریباً اسی (80) چکوک کے افراد کے نمائندے جو پنجاب' سندھ' سرحد اور بلوچستان غرضیکہ ہر صوبے کے باشندے تھے' وفد سے ملے۔ ان میں سید امیر شاہ ولد ضامن شاہ چک نمبر 45 حاجی عبدالکریم ولد یار محمد خان بروہی' صوفی نذیر چک نمبر 22 گلارچی' ولایت خان ولد صحبت خان چک نمبر 59' محمد زاہد ولد محمد حسین سکنہ پٹھان گوٹھ گوٹھ علاقہ بدین چک نمبر 46' چک نمبر 47 کے نو آباد کار محمد امین ولد داود' چک نمبر 57 مکرچی' گلارچی' سربلند خان ولد جمع خان چک نمبر 37 گلارچی وغیرہ سے معلوم ہوا کہ اس علاقے کے تمام نو آباد کاروں کے ساتھ حکومت اور انتظامیہ نہایت ناجائز کر رہی ہے۔ انہیں اپنے دفاع کے لئے اسلحہ یا لائسنس نہیں مل رہے۔ ان کی آبپاشی کے لئے پانی ہے نہ ہی پینے کے لئے اب انہوں نے محنت شاقہ سے زمینوں کو آباد کیا ہے تو انہیں کہا جاتا ہے کہ ان زمینوں سے نکل جائیں۔ تقاوی قرضے نہیں دیئے جاتے۔ ضمانت قبول نہیں کی جاتی' وڈیروں کی حکومت ہے۔ پولیس نو آباد کاروں کی شکایت نہیں سنتی۔ پٹھان گوٹھ کی مسجد سے ایک ہندو نے چوری کی ثبوت ملنے کے باوجود بھی اسے چھوڑ دیا گیا اور رپورٹ کرنے کے لئے مسلمان کا چالان کر دیا گیا تھانہ اور دفتروں میں رشوت ستانی کا دور دورہ ہے۔ وہ ہر قسم کی شہری سہولتوں سے محروم ہیں۔ انہیں شہریت (ڈومیسائل) کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاتا۔ راشن کارڈ نہیں دیئے جاتے۔ اگر کسی کے ذمہ ایک قسط بھی ہے تو اسے زمین سے دخلی کے نوٹس دیئے جاتے ہیں اکثر وڈیروں نے چور ڈاکو رکھے ہوئے ہیں۔ جو ان غریبوں کے مال مویشی چرا کے لے جاتے ہیں۔ تمام سندھیوں کو زبان کے مسئلے پر اکسایا جاتا ہے۔ روٹی' کپڑا اور مکان دینے کی بجائے انہیں سندھی زبان کے نام پر گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اراکین وفد نے جائزہ لینے کے بعد یہ تاثر پایا کہ نو آباد کاروں کی زندگی اجیرن ہے۔ انتظامیہ کی

سختی سے تقریباً 50 فیصد لوگ بھاگ گئے ہیں یا اپنی زمینوں کو چھوڑ کر دوسروں کی زمینوں پر اجارے پر کام کر رہے ہیں۔

اراکین وفد سندھیوں سے ملے۔ ان میں سے اکثر نے کہا کہ وہ غریب لوگ ہیں وڈیرے یا دوسرے معتبر لوگ ان کو جبراً اکسا کر فساد کرنے پر مجبور و آمادہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بخوشی اپنے نو آباد کار بھائیوں کے ساتھ مل کر رہنے پر تیار ہیں مگر وہ وڈیروں کے احکام سے مجبور ہیں۔ ایک (ڈومیسائل) فارم (شہریت کا فارم) دیکھنے سے پتہ چلا کہ والد' دادا کی جائے پیدائش کی نشاندہی کی گئی ہے۔ پس کوئی نو آباد کار شہریت کا سرٹیفکیٹ نہیں لے سکتا۔ یہ انہیں تنگ کرنے اور وہاں سے نکالنے کی سازش ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نو آباد کاروں کے بچوں کو سکولوں اور کالجوں میں داخلے نہیں دیئے جاتے انہیں صاف طور پر بتلایا جاتا ہے کہ وہ جا کر اپنے علاقے میں تعلیم حاصل کریں۔

وفد 3 اگست 1972ء کو 2 بجے دوپہر ٹنڈو محمد خان پہنچا۔ وہاں پر خوف و ہراس کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ تمام اردو بورڈوں پر پتھراؤ کیا گیا تھا۔ مسلم کمرشل بنک کے ملازم سے معلوم ہوا کہ انتہا پسند طالب علموں کے خیالات نو آباد کاروں کے حق میں بہت خراب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ غیر سندھی جو رہ رہے ہیں۔ انہیں یہاں سے جانا چاہیے۔ غیر سندھیوں نے اپنے بال بچوں کو یہاں سے نکال دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ خنجر شاخ سومرو موری پر ایک پورے خاندان کو جو کہ پنجاب کا تھا ان کی عورتوں' بچوں اور بوڑھوں کو زخمی کیا گیا جو ٹنڈو محمد خان کے ہسپتال میں ہیں۔

وفد یہاں سے حیدر آباد پہنچا۔ تھوڑی دیر کے قیام کے بعد ٹنڈو الہ یار پہنچا۔ وہاں پر ہر طبقہ خیال کے لوگوں کو قائد مولانا عبدالحکیم نے خطاب کیا اور انہیں پر امن رہنے کی تلقین کی۔

محمد حنیف خان ولد محمود خان نے کہا کہ 10 جولائی 1972ء کو سندھی پچاس پچاس کی ٹولیوں میں مسلح ہو کر آئے۔ دو آدمی مہاجروں میں سے شہید ہوئے۔ ایک کا نام کمال الدین تھا دوسرا اس کا بیٹا تھا۔ پولیس کی فائرنگ سے ایک سندھی بھی شہید ہوا۔ پولیس نے مہاجروں کے خلاف 148/307/302 ت پ کے تحت مقدمات دائر کئے۔ جب کہ مخالفین کے خلاف کوئی مقدمہ درج نہ ہوا۔ حالانکہ کمال الدین شہید کے گھر کی دو عورتیں بھی زخمی ہوئیں۔ مہاجروں سے اور چھ افراد بھی زخمی ہوئے۔ ان میں سے محمد عمر کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے۔ اور مسمیان قدیر' یعقوب' ارشاد فوٹو گرافر اور فتح محمد زخمی ہوئے۔ ان کی دکانیں لوٹی گئیں۔ آس پاس کے دیہات میں کافی فصلات و باغات کاٹے گئے۔ ان میں حاجی انصار کا باغ' سبحان اللہ' اللہ بخش کے باغات کاٹے گئے ہیں۔ ان کے بیانات لئے گئے۔ یہاں کے عوام نے بھی پولیس اور انتظامیہ کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے جی ایم سید کو آزاد چھوڑا ہوا ہے اور وہ فسادات کروانے پر تلا ہوا ہے۔ وفد نے خود دیکھا جب کہ وہ ٹنڈو الہ یار میں موجود تھا۔ جی ایم سید سڑک کے کنارے لاؤڈ سپیکر پر دھواں دھار تقریر کر رہا تھا۔

لوگوں نے یہ بھی کہا کہ صدر بھٹو ٹنڈو آلہ یار کے دورے پر آئے تو انصار و مہاجرین کی شکایت سن کر میر غلام رسول ممبر نیشنل اسمبلی (قومی اسمبلی) کو ثالث مقرر کر کے تصفیہ کرنے کے لئے کہا۔ 2 اگست 1972ء کو میر غلام رسول آئے تھے۔ فریقین کو بلایا۔ مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تھا۔ وہ 4 اگست کو 5 بجے شام پھر آئے۔ وہاں عوام میں خوف و ہراس پایا جاتا تھا۔ لوگ دوسرے دیہات سے وہاں آئے ہوئے تھے۔ وہ حملہ آوروں کے خوف سے لرزاں تھے۔

وفد راتوں رات ٹنڈو آدم پہنچا' وہاں کارکنوں نے میونسپل ریسٹ ہاؤس میں وفد کے ٹھہرانے کا بندوبست کیا تھا۔ لیکن وفد کے وہاں پہنچنے پر کارکنوں نے شکایت کی کہ ڈپٹی کمشنر سانگھڑ نے تحریری حکم کے ذریعے ریسٹ ہاؤس کے اندر وفد کے ساتھ عوام کی ملاقات پر پابندی لگا دی۔ بلکہ ریسٹ ہاؤس میں بڑے ہال میں بیٹھنے اور اسے استعمال کرنے پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ یہ نہایت افسوسناک بات تھی۔ کیونکہ دوسری طرف شرپسندوں کو اور انتہا پسند لوگوں کو بازاروں اور چوراہوں پر لاؤڈ سپیکر کے ذریعے کھلم کھلا زہر اگلنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ وہ پولیس کے تحفظ کی آڑ لے کر نفرت اور فسادات کے جراثیم پھیلا رہے تھے اور اس طرف امن کی بات کرنے والوں پر ریسٹ ہاؤس کے اندر بھی بولنے پر پابندی.....

ببیں تفاوت راہ از کجا تا بہ کجا

بہرحال 4 اگست 1972ء کی صبح کو عوام ٹنڈو آدم کی ایک جامع مسجد میں جمع ہو گئے۔ قائد وفد مولانا عبدالحکیم نے ان کے سامنے ایک پر اثر خطاب کیا۔ پر امن رہنے اور صبر کرنے کی تلقین کی۔ وہاں کے عوام پیپلز پارٹی اور انتظامیہ سے سخت نالاں تھے۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں پی پی پی کے اراکین قانون کا قطعاً احترام نہیں کرتے۔ ہر شریف آدمی کی عزت ان کے ہاتھوں میں ہر وقت خطرے میں رہتی ہے۔ عوام میں خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ پی پی پی کے ارکان اور پولیس جو طریقے استعمال کر رہے ہیں۔ ان سے کسی وقت بھی فساد ہو سکتا ہے۔

ٹنڈو آدم سے وفد روانہ ہو کر ہالہ پہنچا۔ جو محترمی طالب المولیٰ صاحب ممبر قومی اسمبلی کا گاؤں گا۔ وہاں کے عوام کو سخت خوف و ہراس میں مبتلا پایا گیا۔ مہاجرین و سندھی ایک دوسرے کے مکانات کی طرف بھی نہیں جا سکتے۔ وہاں پر قائد وفد نے مہاجرین کو خطاب کیا۔ پھر چوک میں آ کر تمام سندھی بھائیوں کو خطاب کیا۔ انہیں آپس میں بھائیوں کی طرح رہنے کی تلقین کی۔ مہاجروں کی طرف سے مقصود جنرل سیکرٹری انجمن نیو سندھی راجپوت سوشل سوسائٹی ہالہ' مولوی غلام رسول' صوبیدار (ریٹائرڈ) عبدالغفور' محمد رفیق' شفیع محمد' علی شیر' عبدالشکور' ریٹائرڈ جمعدار محمد بشیر۔

بیانات لئے گئے۔ ان سے پتہ چلا کہ 9 جولائی کو لاؤڈ سپیکر کے ذریعے ہالہ اور اس کے مواضعات میں بذریعہ لاؤڈ سپیکر اعلان ہوا کہ 9 جولائی کو جلوس نکالا جائے گا۔ جس کے ذریعے مہاجرین کی عورتوں کی بے عزتی کی جائے گی۔ یہ اعلانات روشن علی شاہ' طالب اور غلام رسول پنور کر رہے تھے یہ سٹوڈنٹس تھے۔ پی پی پی کے کارکن بھی جیپوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر جھنڈے لے کر غیر سندھیوں کے خلاف لوگوں کو اکسا رہے تھے۔ جب کہ مہاجروں نے عباس علی' مقصود علی' ریٹائرڈ ایس پی اور عبداللہ جان' مختار کار یعقوب خان اور ایس ڈی ایم قادر کو اطلاع دے دی تھی۔ مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی وہ ہالہ کی صورت حال کو بگڑتا ہوا دیکھتے رہے۔ 10 جولائی کو مہاجرین کا ایک وفد طالب المولی صاحب اسمبلی ممبر کے لڑکے خلیق الزمان عرف گل سائیں کے پاس مدد لینے گئے۔ لیکن انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ 10 جولائی کو دفعہ 144 کے نفاذ کے باوجود اس علاقے کے سندھی دیہاتیوں اور مقامی سندھیوں نے دو گروہ ترتیب دیئے ان کے پاس اسلحہ اور کلہاڑیاں بھی تھیں۔ ان کو اشتعال انگیز تقریروں کے ذریعے بھڑکایا گیا۔ مقرروں میں محمد یوسف' روشن شاہ اور یوسف انصاری پیش پیش تھے۔ تمام انتظامیہ موجود تھی۔ پہلے گروپ نے بازار لوٹنا شروع کیا۔ دوسرے گروپ نے محلّہ باہڑہ گلی پر حملہ کر دیا۔ مہاجروں نے پتھراؤ اور لاٹھیوں سے جلوس کو منتشر کر دیا' لیکن یہاں سے نکل کر دوسرے چوک پر جو مہاجر چوک کہلاتا ہے۔ سندھیوں نے مہاجروں پر حملہ کر دیا اور فائرنگ شروع کر دی۔ مہاجروں سے سابقہ فوجی فتح محمد شہید ہوا اور قاسم علی' محمد بشیر' سابق دفعدار نیک محمد' محمد شریف اور محمد ادریس زخمی ہوئے۔ ان لوگوں نے بتلایا کہ چار سندھی پولیس سپاہیوں یعنی مرتضیٰ' علیم' ستار اور صاحب خان رائفلیں لئے ہوئے تھے۔ اور ایس ایچ او کے پاس ریوالور تھا۔ انہوں نے سرکاری اسلحہ سے عوام پر گولیاں چلائیں۔ مقصود علی نے کہا کہ ایس ایچ او نے خود اس پر تین فائر کئے۔ ڈیڑھ گھنٹے تک لوٹ مار کا بازار گرم رہا۔ اس اثناء میں ایک سو سولہ دکانیں لوٹ لی گئیں۔ کھیتوں کی فصلوں کو تباہ کر دیا گیا۔ اور مقامی سندھی تمام مویشی لے گئے۔ وفد نے وہاں دیکھا کہ عطا محمد ولد رستم خان اور مقصود علی ولد رحیم داد سکنہ ہالہ کے ٹیوب ویلز سے پرزے بھی نکالے گئے تھے۔ ان واقعات کے بعد پولیس نے مقامی سندھیوں کی مدد سے ان کی ناکہ بندی کر دی ہالہ کے مہاجروں کے ذریعہ چند فوجیوں کو جب ان واقعات کا پتہ چلا تو وہ حیدر آباد سے موقع پر پہنچے۔ انہوں نے حکومت کو اطلاع دی۔ سندھ رینجر آئی مگر وہ بھی سندھیوں کی جانبدار نکلی۔ مہاجروں کی شکایت پر اب ڈیزرٹ رینجرز ہالہ میں مقیم ہے اور وہ ان کی کارکردگی سے مطمئن ہیں۔ 11 جولائی کو مہاجرین سے چار افراد کا وفد مخدوم طالب المولی کے بنگلے پر گئے۔ اس کے بیٹے گل سائیں سے شکایت کی' فریاد کی۔ انہوں نے جواباً" کہا (شہر لٹ گیا تو کیا ہوا شہر ہمارا ہی ہے نا۔ ہم جو کچھ کریں ہماری مرضی ہے۔)

ان لوگوں نے مقامی انتظامیہ سے شکایت کی۔ مقامی پولیس کا رویہ از ر قابل اعتراض رہا۔ تمام فسادات' انتظامیہ اور پولیس نے خود کروائے ہیں۔ ان کی زندگی اب بھی خطرے سے باہر نہیں۔ مقامی سندھیوں کو حکومت دھڑا دھڑ لائسنس دے رہی ہے اور انہیں ہر قسم کی رعایتوں اور شہری حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ انہیں ملازمتوں سے نکالا جا رہا ہے اور صاف اعلانات کئے جا رہے ہیں کہ غیر سندھی سندھ سے نکل جائیں۔ ہندو بھی مقامی سندھیوں کے ساتھ مل کر فسادات میں پورا حصہ بٹا رہے ہیں۔ ہالہ کے ہسپتال سے ایک غیر سندھی ڈاکٹر کو نکال دیا گیا۔ ہالہ میں ایک کمیٹی "سندھ سوجاگ" نامی بنی ہے جس کے پانچ ممبروں میں سے دو ہندو ہیں۔ جن کے نام "جام دانے" "پریس سیکرٹری' اور "نترل خزانچی" ہیں۔ ان لوگوں نے پی پی پی پر الزام لگایا کہ تمام فسادات یہ پارٹی کروا رہی ہے۔ کل بھی چند لڑکوں نے جلوس نکالا تھا۔ جو کہہ رہے تھے کہ جی ایم سید پر بم پھینکا گیا تھا۔ وفد نے بازار کا معائنہ کیا۔ یہاں سلیمان ہوٹل' ایک پھلوں کی دکان' محمد سلیم کی دکان' احمد حسین ترمذی' سابق حوالدار رحمت علی' سیٹھ محمد حسین بزازی' سیٹھ محمد رفیع ترمذی' قمرالدین' محمد شفیع' محمد ہاشم' علی محمد عثمان' سراج الدین' عبدالرحمان' اکرام الدین' محمد اصغر بزاوی' عبدالسلام' عبدالحسن' محمد یاسین' عاقل گھڑی ساز' فضل کریم صابر اور اسی طرح کی بے شمار دکانیں ٹوٹی پھوٹی ہوئی اور تباہ حال دیکھیں۔ لاکھوں روپے کا نقصان ہوا۔ بعد ازاں وفد فرنٹیئر ہوٹل میں سندھی طلباء سے ملا۔

محمد اسلم میمن (سندھی) اور عبدالرحمٰن میمن (سندھی) نے بتایا کہ ہالہ میں 10 تاریخ کو ایک احتجاجی جلوس بسلسلہ شہادت بشیر احمد انصاری سٹوڈنٹ فورتھ ائر (زراعت) ایگری کلچرل کالج' ٹنڈو جام سکنہ ہالہ اور محمد اسلم بی اے سکنہ دادو اور بشیر تینو سکنہ لاڑکانہ نکالا گیا۔ جن کے متعلق ٹنڈو جام کی مدینہ مسجد کے پیش امام نے کہا کہ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے تبرک کے طور پر تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ عبدالقادر شہید کو مہاجروں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اسی طرح اٹھارہ مزید لڑکوں کو بھی زخمی کر دیا۔ ان میں محمد عالم مرو' عبدالغنی' حسین چانڈیو ہسپتال میں ہیں۔ دو طالب علم صاحب پانبو اور عزیز ابڑو ابھی تک لاپتہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب ٹنڈو جام میں ان کے ساتھ یہ سلوک ہوا تو انہوں نے ہالہ پہنچ کر جلوس نکالا۔ اس جلوس پر مہاجروں نے باہڑ' مہاجر چوک میں پتھراؤ کیا اور گرم پانی پھینکا۔ مہاجروں سے محمد شریف' فتح محمد اور مقصود نے گولیاں بھی چلائیں۔ سندھیوں کے کافی آدمی زخمی ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ سندھیوں کو لسانی سمجھوتہ منظور نہیں کیوں کہ اسمبلی نے جو بل زبان کے بارے میں پاس کیا وہی جمہوری ہے اور عوام کو قبول ہے انہوں نے جی ایم سید کی بہت تعریف کی۔ محمود الحسن عثمانی کو برا بھلا کہا۔ انہوں نے کہا کہ یہ لوگ پچیس سال سے یہاں رہتے ہیں۔ اب تو انہیں اپنے آپ کو مہاجر نہیں کہلانا چاہئے۔ انہیں سندھی زبان سیکھ کر

سندھیوں کے ساتھ مکمل مل کر زندگی گذارنا چاہئے۔ نئے اور پرانے سندھیوں کا چکر نہیں ہونا چاہئے۔

ایک پٹھان چائے والے حاجی نور الحق ولد شیرین نے کہا کہ یہاں پٹھان لوگوں کو سندھیوں نے مدد دی ہے کسی پٹھان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اور کسی پٹھان کو کسی قسم کا خطرہ یا تکلیف درپیش نہیں ہے۔

وفد یہاں سے حیدر آباد پہنچا۔ لطیف آباد نمبر 10 کی جامع مسجد میں اراکین وفد نے بعد از نماز جمعتہ المبارک ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔

مولانا عبدالقیوم کانپوری نے کہا کہ لسانی جھگڑا کرنا در حقیقت حکومت کی ایک چال ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کا خیال معاشی بدحال سے ہٹانا چاہتی ہے۔ صدر بھٹو نے وڈیروں کو جائیداد ورثا میں تقسیم کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ جب وہ لوگوں کے لئے روٹی کپڑا مکان مہیا نہ کر سکے تو زبان کے مسئلے پر لوگوں کو آپس میں لڑوانے کی کوشش کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ لسانی جھگڑا نہیں ہے بلکہ واضح طور پر معاشی جھگڑا ہے اور اگر حکومت چاہے تو اسے بند کروا سکتی ہے۔ جی ایم سید کو سندھ رینجر کی حفاظت میں جابجا پھرایا جا رہا ہے۔ تاکہ وہ لوگوں میں منافرت پھیلائے۔ پنجاب سے آئے ہوئے وفد کی شکایت کی کہ انہوں نے پولیس کی معیشت میں اور انتظامی افسروں کے جلو میں گھوم پھر کر ڈاک بنگلوں اور کلبوں میں قیام و طعام کر کے ایک غلط رپورٹ پیش کی ہے۔

وفد نے بعد ازاں لطیف آباد نمبر 12 کا دورہ کیا۔ صوبائی اسمبلی کے پیپلز پارٹی کے رکن الٰہی بخش باہمن کے بنگلے راجپیر ہاؤس سے فائرنگ میں جتنے افراد شہید و زخمی ہوئے تھے ان سے ملاقات کی گئی۔ ان میں سے فاروق ولد جمالدار (شہید)' نثار ولد عبدالستار (شہید)' عبدالشکور شہید' حبیب شہید لطیف آباد نمبر 11 وغیرہ کے ورثاء سے مل کر فاتحہ پڑھی۔ وہاں سلیم خان خالد' بشیر محمد کے والد عبداللہ' عبدالرشید ولد ولایت خان (جس کی آنکھیں نکال دی گئیں ہیں) سے ملاقات کی۔ ان کے علاوہ زخمیوں سے بیانات لئے گئے۔ محمد حنیف ولد محمد ابراہیم لطیف آباد نمبر 12 (پبلشرز ہفت روزہ نسیم بہار) اور کئی لوگوں سے بیان لئے۔ پتہ چلا کہ 10 جولائی کو راجپیر ہاؤس کے سامنے سے ایک پرامن جلوس گذرا۔ الٰہی بخش باہمن ایم پی اے پی پی پی جو یہاں رہتا ہے' نے فائرنگ کھول دی۔ یہ واقعہ دن کو ساڑھے بجے ہوا۔ نو افراد شہید اور کئی زخمی ہوئے۔ اکثر لوگ بنگلے کے سامنے قیام پذیر جھگیوں میں شہید ہوئے۔ انہیں بلاوجہ زخمی کیا گیا۔ راجپیر ہاؤس سے ملٹری والوں نے گیارہ رائفلیں' ایک برین گن' دستی بم اور کافی آتشیں اسلحہ برآمد کیا۔ مگر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ یہاں کے ایس ایچ او الٰہی بخش جتوئی نے اس بنگلہ سے فائرنگ کی اور کافی بچوں کو شہید و زخمی کیا۔ ایک گواہ محمد حنیف نے کہا کہ اس کے روبرو جاوید نامی ایک بچے کو ایس ایچ او مذکور نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا اور ٹانگ سے اٹھا کر پولیس ٹرک میں ڈال دیا۔ نہ معلوم کہاں لے گئے۔ ملٹری جب آئی تو امن ہوا۔ ایس ایچ او مذکور بمعہ اپنے سپاہیوں کے فوج سے چھپ کر راجپیر ہاؤس کی پانی کی ٹنکی میں چھپ گیا۔ عوام نے پولیس' انتظامیہ اور پی پی پی سے سخت نفرت کا اظہار کیا۔ کیونکہ شہید ہونے والے سب غریب اور زخمی ہونے والے سب نادار تھے۔ حکومت نے آج تک کسی سے باز پرس نہ کی۔ بلکہ پریس ریلیز میں حکومت نے بتلایا کہ ہجوم نے راجپیر ہاؤس کو تباہ کر دیا۔ مگر اراکین وفد نے دیکھا کہ راجپیر ہاؤس ایک عالی شان عمارت کی شکل میں موجود ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے پولیس کا پہرا موجود ہے۔ (اس کے فوٹو بھی وفد نے لے کر اپنے پاس محفوظ رکھے) غریبوں نے شکایت کی کہ راجپیر ہاؤس سے خوشی منانے کے لئے ریڈیو اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعے باآواز بلند گانے لگائے جاتے ہیں اور ان کے زخموں پر نمک چھڑکا جاتا ہے اور دلوں پر نشتر چلائے جاتے ہیں۔ بلکہ دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ کہ اگر کسی نے زخمیوں یا شہداء کے متعلق کسی کو کچھ بتلایا تو اس کا برا حشر ہو گا۔ یہی وجہ تھی کہ اکثر عوام اور عمر رسیدہ افراد وفد کو صحیح بیان دینے سے ہچکچاتے تھے۔

وفد لطیف آباد نمبر 8 میں متاثرہ افراد کے کیمپ دیکھنے گیا۔ یہاں لاڑکانہ سے آئے ہوئے متاثرین تھے۔ اعظم میاں ولد اچھا میاں محلہ سید بازار لاڑکانہ' لعل دین ولد عبدالرحمان (استاد) لاڑکانہ' قاضی عظیم الدین ولد قاضی محی الدین منتظم اعلیٰ کیمپ سے بیانات لئے۔ منتظم اعلیٰ کیمپ نے کہا کہ اس کیمپ میں تین سو پچاس متاثرین ہیں جو شکار پور' احمد شاہ گوٹھ' نواب شاہ' ٹنڈو الہ یار کے مضافات سے آئے ہیں۔ متاثرین نے کہا کہ لاڑکانہ یا جہاں مقامی سندھی زیادہ ہیں۔ ان کی جان خطرے میں ہے۔ مستورات کی عزت کو تحفظ نہیں' مکانات لوٹے جا رہے ہیں۔ فصلیں اور باغات کاٹے جا رہے ہیں۔ لوگ سخت ہراساں ہیں' وہ گھروں کو واپس نہیں جا سکتے۔ انہوں نے پولیس انتظامیہ کی سخت الفاظ میں شکایت کی۔

وفد دوسرے کیمپ گیا۔ جس کے مینجر قاضی اختر حسین تھے۔ اس کیمپ میں 87 خاندان کے تقریباً چار صد افراد موجود تھے۔ وفد کو حافظ محمد اسماعیل سے معلوم ہوا کہ لاڑکانہ میں جملہ فسادات عبدالوحید کنٹیپر اور ڈپٹی کمشنر لاڑکانہ نے پی پی پی کی مدد سے کروائے ہیں۔ مہاجروں نے چونکہ قیوم مسلم لیگ کو ووٹ دیئے تھے۔ لہٰذا صدر بھٹو ان کی ذاتی رنجش کی بناء پر دربدر کرانے پر خوش ہیں۔ حاکم علی پنجابی ولد میٹھا سکنہ چودھری برکت علی گوٹھ تحصیل ٹنڈو محمد خان سے معلوم ہوا کہ 11 جولائی 1972ء کو اس کا تمام گوٹھ بمعہ سامان جلا دیا گیا۔ فصلیں کاٹی گئیں۔ میر اعجاز علی تالپور کے غنڈے انہیں تنگ کر رہے ہیں۔ وہ اپنی فریاد کے سلسلے میں پنجاب کے گورنر سے چھٹی بھی لایا جسے بذریعہ نمبر 3653 مورخہ 31 جولائی ڈپٹی کمشنر حیدر آباد نے اسسٹنٹ کمشنر ٹنڈو محمد خان کو بھیجا۔ مگر اب الٹا اسے قتل کی دھمکیاں!

رہی ہیں۔ اب وہ دربدر پھر رہا ہے۔ پنجاب سے آیا ہوا وفد سے نہ [illegible] کیونکہ وفد تو پولیس کے پہرے میں رہا تھا۔ انہوں نے غلط رپورٹ پیش کی۔ یہ پنجاب میں چک نمبر 204 تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد کا باشندہ تھا۔ اس نے کہا کہ فسادات سندھ میں پنجابیوں کا کافی نقصان ہوا ہے۔ فسادات میں اس علاقے میں نورالحسن، خالد ریاض، ابراہیم رمونو نائی، مراد ماچھی، صالح نوناری پیش پیش تھے۔

نماز مغرب و عشاء، مسجد واقع لطیف آباد میں ادا کی گئی۔ ایک اجتماع سے خطاب کیا گیا۔ اور پاکستان کی سلامتی کی دعائیں مانگی گئیں۔

5 اگست 1972ء کو وفد پھلیلی بریث آباد، قلعہ فقیر کا، پیر شاہی بازار سرے گاٹھ، نشاط ہوٹل نزد میمن ہسپتال گیا۔ پھلیلی میں امام علی شاہ ولد سید امان سندھی اور خواجہ محمد حنیف ولد محمد صدیق (اصلی باشندہ موضع میانی ضلع سرگودھا) بریث آباد کے محلے میں شہید ہوئے۔

عبدالحق نامی شخص نے بتلایا کہ 9 جولائی کو ساڑھے دس بجے مہاجروں نے اردو کی حمایت میں جلوس نکالا۔ سندھیوں کو بھی دکانیں بند کرنے کو کہا اور ہڑتال پر آمادہ کرنا چاہا۔ اسی کشمکش میں دونوں گروپوں میں فائرنگ شروع ہو گئی۔ اس سے امام علی شاہ ولد امان پھلیلی (حیدر آباد) شہید ہوا۔ عبدالرؤف ولد محمد شریف نے بیان میں کہا کہ خواجہ محمد حنیف (پنجابی) محلہ بریث آباد حیدر آباد 9 جولائی 1972ء کو مسجد ارائیں آیا اور وہاں فائرنگ سے شہید ہوا۔ مرزا جابر پر دعویٰ کیا گیا۔ مگر پولیس نے آج تک اسے گرفتار نہیں کیا۔ اس کے والد کو پولیس نے پکڑا تھا مگر بعد میں چھوڑ دیا۔

پھلیلی اور بریث آباد کے علاقے میں عبدالسلام ولد قمرالدین، اقبال جنرل سٹورز، وزیر کریانہ سٹورز، عبدالحمید ولد رحیم بخش جنرل سٹورز، فضل قادر ولد گل محمد، عبدالحق (سندھی)، حسین ولد دلاور خان (سندھی)، گل حسن فلور مل (سندھی)، مکھن ولد جاور (مہاجر)، قدرت علی ولد چندی خان سکول ماچھی (مہاجر) فقیر محمد ولد اللہ دین، محمود ولد احمد (سندھی) شیر فروش، شفیع ولد جمعہ (مہاجر)، محمد رمضان ولد علاؤ الدین (مہاجر)، کریم بخش ولد محمد بخش (مہاجر)، الصالحین ڈرائی کلینرز جس کا مالک عبدالحمید ولد محمد اسحاق ہے۔ عبدالرحمان ولد سبحان (مہاجر)، اسماعیل ولد لچھمن پان فروش (مہاجر) محمد اقبال ولد کلو مہاجر، شاہد میڈیکل سٹورز، محمد ابراہیم پان بیٹری فروش، غلام علی ولد جھیو ڈار (پنجابی)، مٹھائی فروش اصل محلہ انصاری تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ پنجاب سے ہے اور بشیر احمد پان فروش نے بیان دیا کہ 9 جولائی 1972ء کو مہاجروں نے اردو کی حمایت میں جلوس نکالا۔ سندھیوں سے بھی کہا کہ ہڑتال کر دیں۔ مگر سندھیوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ فریقین کے مابین فساد شروع ہوا۔ مہاجروں نے پتھراؤ کیا۔ فریقین میں فائرنگ ہوئی اور مندرجہ بالا تمام افراد کی دکانیں لوٹ لی گئیں۔

وفد ڈومنو روڈ گیا۔ میاں رسول بخش ولد حاجی محمد رحیم سندھی (نشاط [illegible] ہوٹل والے) نے بیان دیا کہ 9 جولائی کو اس کا ہوٹل بند تھا۔ مہاجروں کا ایک جلوس آیا اور انہوں نے اس کے ہوٹل پر پتھراؤ کیا۔ شیشے توڑے اور پھر ہوٹل کو جلا دیا۔ پولیس والے موقع پر موجود تھے۔ مگر وہ صرف تماشا کرتے رہے۔ وہ خود بھی ڈر کی وجہ سے قریبی سینما میں چھپ گیا۔ ہوٹل کا تمام سامان باہر پھینک دیا گیا۔ اس نے تھانے میں رپورٹ درج کروائی مگر کوئی شخص گرفتار نہ کیا گیا۔

وفد فقیر کے پیر کے علاقے گیا جہاں سندھ میڈیکل سٹورز کے ڈاکٹر محمد حسین سومرو ولد حافظ محمد عمر نے ملاقات کی۔ اس نے اپنے بیان میں کہا کہ 12 جولائی کو مہاجرین جلوس کی شکل میں اس کے کلینک کے قریب پہنچے اور کہا کہ یہ بھی سندھی ہے مارو۔ کلینک کے تمام شیشے توڑے گئے۔ جب اس نے مزاحمت کی تو مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔ اسے ڈرانے کی خاطر بندوق اٹھائی مگر مسجد کی طرف سے مشتعل ہجوم نے اس کے مکان پر چڑھ کر آگ لگا دی۔ پھر اس نے فائرنگ شروع کر دی۔ مگر کوئی زخمی نہ ہوا کیونکہ فائرنگ ہوائی تھی۔ اس نے پولیس کو بذریعہ ٹیلی فون اطلاع دی تو پھر پولیس آئی اور اس کی مزاحمت پر ہجوم وہاں سے منتشر ہوا۔ ڈاکٹر محمد حسین نے کہا کہ وہ سب بھائیوں کی طرح مل جل کر رہنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حسین کے متعلق یہ تاثر تھا کہ اس کی فائرنگ سے مجال الدین نامی شخص زخمی ہوا ہے۔ مگر ڈاکٹر محمد حسین کے کلینک کے پاس جب وفد پہنچا تو وہ جگہ بہت دور تھی۔ جہاں مجال الدین زخمی ہوا تھا۔ وہاں پر اسلام الدین ولد نظر محمد نے کہا کہ اس کا بھائی اپنا ٹھیلا بند کر رہا تھا کہ پولیس والوں نے سامنے سے گولی چلائی۔

وفد شاہی بازار گیا۔ وہاں عبدالحکیم اینڈ سنز کلاتھ مرچنٹ دکان نمبر 1812 جو سندھی تھا، سے ملاقات ہوئی۔ اس کی دکان کا دروازہ توڑا گیا تھا۔ اور دکان لوٹ لی گئی تھی۔ اس نے بیان دیا کہ 14 جولائی کو جب کہ اس کی دکان بند تھی۔ تقریباً 11 بجے یہ واقعہ کرفیو کے وقفہ کے دوران ہوا۔ اس کی دکان کے دروازے پر کچھ نشانات بھی پائے گئے۔

اس دن شام کو 5 بجے وفد کے اراکین لیاقت میڈیکل کالج ہسپتال حیدر آباد گئے۔ جہاں مختلف زخمیوں سے ملاقات کی۔ ان میں سے شاہ جہاں ولد آغا، اللہ بنو خان، شفیق الدین انصاری ولد محمد دین انصاری، معشوق علی ولد امام علی، ویکیو ولد یعقوب، گل محمد کھتری مصوری ولد محمد اسماعیل، عزیز احمد قریشی ولد عبدالحکیم اور مجال الدین سے ملے۔ ان میں اکثر 2 اگست 1972ء کو جی ایم سید کے جلسہ میں بم کے دھماکے سے زخمی ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ کسی نے بم گرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بلکہ سرخ رنگ کی ایک موٹر سائیکل پر ایک آدمی آیا۔ اس نے کچھ شے پھینکی جو اوپر سے روشنی کی شکل میں آتی ہوئی نظر آئی۔ روشنی کے ساتھ ہی دھماکہ ہوا۔ ان میں سے اکثر کے پاس پولیس اور انتظامیہ کے لوگ آئے تھے۔ جی ایم سید بھی آیا تھا۔ گل محمد

مصور نے کہا کہ وہ پی پی پی سے تعلق رکھتا ہے اور بھٹو صاحب کے بیانات نہیں پڑھے۔ جس پر وفد کے ایک رکن ولی محمد خان نے کہا کہ ہاں بھٹو صاحب نے یہ کہا ہے کہ جی ایم سید ان کے بزرگ بلکہ والد کے برابر ہیں۔ کھتری صاحب نے کہا کہ اراکین وفد کو جاننا چاہئے کہ جی ایم سید اور بھٹو صاحب کا پروگرام سندھ میں ایک ہی ہے۔ کھتری صاحب سے معلوم ہوا کہ اسے دیکھنے کے لئے ڈپٹی کمشنر حیدر آباد اور سپرنٹنڈنٹ پولیس حیدر آباد بھی آئے تھے۔ ہسپتال میں جی ایم سید کے بم کیس میں جتنے زخمی تھے وہ علاج معالجے کی طرف سے مطمئن تھے مگر ایک مہاجر جمال الدین (زخمی) کے بھائی نے کہا کہ ہسپتال میں ان کا علاج صحیح طریقہ سے نہیں ہو رہا۔ اس نے خدشہ ظاہر کیا کہ اس کا بھائی زندہ نہیں بچ سکتا۔

وفد کے اراکین نے ڈاکٹروں سے ایسے مریضوں کی سفارش کی اور کہا کہ طب کے پیشے میں دوستوں اور دشمنوں کے مابین تمیز کرنا اس باعزت پیشے کی بدنامی کا باعث بن سکتا ہے۔ ہسپتال کے ڈاکٹروں سے وفد نے ملاقات کی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ 8 جولائی سے 14 جولائی 1972ء تک ہسپتال میں 24 زخمی داخل ہوئے۔ جو ان ہنگاموں سے متاثر ہوئے تھے ان میں سے 5 ہسپتال میں چل بسے اور ان میں 4 سندھی تھے۔ دیگر زخمیوں سے غالب اکثریت سندھیوں کی بیان کی گئی۔ اراکین وفد کے اندازے کے مطابق ڈاکٹروں کے اس بیان میں مبالغہ ضرور تھا۔ انہوں نے 2 اگست 1972ء کو جی ایم سید کے جلسہ میں بم سے زخمی 8' 9 افراد ہسپتال پہنچائے گئے۔ ان میں سے ایک محمد پراچہ شہید ہوا۔ جو "پنجابی' سندھی سنگت" کا صدر تھا۔ شہیدوں میں انہوں نے کہا کہ عبدالقادر ہالے پڑو اور بشیر احمد متیو ٹنڈو جام زرعی یونیورسٹی کے طالب علم بھی تھا جو زخمی حالت میں آئے تھے۔

اس سلسلے میں وفد یہ کہنا ضروری سمجھتا ہے کہ ہالہ کے مقام پر سندھی طالب علموں نے جو بیان دیا کہ عبدالقادر ہالے پڑو کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ٹنڈو جام سٹیشن پر بطور تبرک مہاجروں میں تقسیم ہوا تھا وہ غلط نکلا بلکہ معاملہ برعکس تھا۔

حیدر آباد میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ موضع ڈنڈی جلالائی تحصیل ٹنڈو محمد خان میں چار پٹھان کپڑا فروشوں کو شہید کر دیا گیا۔ یہ اس لئے کہ ان کی لوگوں کے ذمے کچھ رقومات بقایا تھیں۔ جب وہ وصولی کے لئے آئے تو لوگوں نے فسادات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں شہید کر دیا۔

وفد بعد ازاں اراکین انجمن اتحاد کوہاٹ حیدر آباد کے استقبالیہ میں شرکت کرنے کے لئے گیا اور وہاں اتحاد و امن کے موضوع پر خطابات کئے۔

6 اگست 1972ء کو حیدر آباد میں وفد نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا وہاں سے پھر ٹنڈو آدم وفد پہنچا۔ مختلف طبقوں کے لوگوں سے ملا اور پرامن رہنے کی تلقین کی۔ ان میں سابق دفعدار محمد شریف ولد عنایت سلی خان' سابق دفعدار خورشید علی ولد قاسم علی خان نے کہا کہ 8 جولائی ...ء کو زرعی کالج کے طالب علموں نے جلوس نکالا۔ یہ نقاروں اور ڈھولکوں سے مرتب تھا۔ تمام اردو بورڈ توڑ ڈالے۔ مہاجر' بلوچ' پٹھان اور پنجابیوں کو گالیاں نکالتے رہے۔ اسی دن شام ساڑھے چار تقریباً چار ہزار لوگ مسلح ہو کر شہر کے باہر جمع ہوئے۔ شہریوں نے اپنا دفاع کیا۔ 9 جولائی 1972ء کو رات ساڑھے گیارہ بجے سندھی طالب علموں نے زرعی کالونی پر حملہ کیا۔ پروفیسر ڈاکٹر وارثی اور ہوٹل والے کو مجروح کیا' تمام غیر سندھیوں کا سامان لوٹ لیا۔ ایک پوسٹ مین کو بھی لوٹ لیا۔ جب انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے دفاع کے لئے پہرہ دیا۔ رات کو ڈیڑھ بجے میمن صاحب مختار کار بمعہ پولیس شہر میں آیا اور کہا کہ آرام سے سو جائیں۔ اگلے روز دو تین سو لڑکوں کا جلوس اسٹیشن پر آیا۔ انہوں نے اسٹیشن کالونی پر پتھراؤ شروع کیا۔ جس میں دو تین آدمی زخمی ہوئے۔ ان میں رفیق بھی شامل تھا۔ سندھیوں کا اپنی اپنی گولیوں سے ایک لڑکا سندھی شہید ہوا۔ اس کے بعد کرفیو نافذ ہوا۔ تو اس دوران میں بھی محمد مان عرف ملا کا گودام جلایا گیا۔ یہاں پر کافی لوگوں کے باغات اور فصلیں تباہ کی گئیں۔ متاثرین میں سابق دفعدار شریف' مقصود' محمد عمر' جنگ شیر' شمشیر شامل ہیں۔ شرپسندوں کے سرغنوں میں حاجی غلام لغاری' حاجی گوہر' وڈیرہ عثمان' وڈیرہ دکیا' میر محمد خان کامریڈ' نذر علی تالپور' قاضی فیض محمد ٹنڈو جام کا پٹواری محمد مان ابرار' وڈیرہ حسن نادر شامل ہیں۔ مزید برآں' زرعی کالج کے پرنسپل ڈاکٹر اے ایم میمن' پروفیسر کانگو' پروفیسر ڈاکٹر تنیو' پروفیسر ڈاکٹر نور نبی انصاری' دین محمد اکاؤنٹنٹ آفیسر اور بہت سے کلرک اور گریجویٹ بھی فساد کرنے والوں میں شامل تھے۔

ٹنڈو جام کے معززین نے کہا کہ جب ان کے باغات کٹوائے گئے تو وہ پولیس تھانے رپورٹ کے لئے گئے۔ جب کہ ٹنڈو جام کے مختار کار بھی وہاں موجود تھے مگر انہوں نے جواب دیا کہ یہاں انسانوں کے سر کٹ رہے ہیں ہم باغات کو کیا کریں۔ معلوم ہوا کہ اب کالج میں غیر سندھی پڑھائی نہ کر سکیں گے۔ انہیں کوئی تحفظ نہیں' ہنگاموں کے دوران مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں (صوبہ سندھ میں) تین ہزار سے زائد طلباء پر اثر پڑا۔ انہوں نے یہ بھی شکایت کی کہ حکومت اور انتظامیہ کا سلوک غیر سندھیوں سے سخت خراب ہے۔ ان کے لڑکوں کو کالجوں میں داخلے نہیں ملتے۔ پی ایچ ڈی کے لئے صرف لوکل سندھی لڑکے بھیجے جاتے ہیں۔ غیر سندھیوں کو نہ ڈومیسائل ملتا ہے اور نہ ہی انہیں اسلحہ کے لائسنس ملتے ہیں۔ انہوں نے کیپٹن عثمان علی جی عیسانی کی شکایت کی کہ ان فسادات میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ وہ حکومت سندھ کے ایڈیشنل چیف سیکرٹری ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ تیرہ صد آفیسر جو بھٹو صاحب نے نکالے تھے ان میں سے مقامی سندھیوں کو کام پر واپس بلا لیا گیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور انتظامیہ کے ہاتھوں یہ علاقہ سخت پریشانی میں مبتلا ہے۔

ٹنڈو جام سے واپسی پر وفد نے ذیل پاک سیمنٹ فیکٹری حیدر آباد کے

کارکنوں کی طرف سے دیئے گئے ایک استقبالئے میں شرکت کی اور وہاں کے لوگوں کو پرامن رہنے کی تلقین کی۔

مورخہ 7 اگست 1972ء کو پروگرام کے مطابق وفد میرپور خاص گیا۔ ہر طبقہ خیال کے لوگوں سے ملاقات کی۔ میرپور خاص سے سانگھڑ پہنچے۔ وہاں متعدد افراد اور مختلف گروہوں سے گفتگو ہوئی۔

سانگھڑ سے شہداد پور پھر نواب شاہ پہنچے۔ ضلع سانگھڑ کے علاقے میں پتہ چلا کہ پیر آف پگاڑو کی مہربانی سے یہ لوگو فسادات کی آگ سے محفوظ رہے۔ اگرچہ بعض دور افتادہ دیہات سے شکایات آئی تھیں کہ غیر سندھیوں کو تنگ کیا جارہا ہے اور لوگوں میں خوف و ہراس موجود تھا۔

عشاء کی نماز کے بعد نواب شاہ ریلوے اسٹیشن کی جامع مسجد میں وفد کے اراکین نے مختلف طبقہ خیال کے لوگوں سے خطاب کیا اور انہیں پرامن رہنے کی تلقین کی۔

8 اگست 1972ء کو وفد نے نواب شاہ بازار میں متاثرین سے ملاقات کی جن دکانوں کو فساد کے دوران لوٹا گیا یا نذر آتش کیا گیا۔ ان کا معائنہ کیا اور نقصانات کی تفصیل حاصل کی۔ جن میں گلاب مہاجر ولد محمد حسن' گاما واچ کمپنی' حاجی حبیب الرحمٰن' محمد رمضان برادرز' محمد ابراہیم ولد حاجی حبیب الرحمان' قریشی بادہ بھائی پنساری' قاضی سلام الدین' محمد امین ولد عبدالعزیز' دین محمد ولد علیم الدین' وہاب واچ کمپنی' ماڈرن واچ' فتح محمد ولد غلام محمد' عقیل واچ کمپنی' محمد بخش کپڑا فروش' فضل رحمان ولد عبدالرحمان (پٹھان) کراکری سٹورز' حفیظ الرحمان ولد فضل الرحمان (پختون) عبدالمالک ولد احمد دین قریشی (زخمی) جعفر حسین اور عبدالغنی اور ایک ویگن ایچ ڈی نمبر 8086 کے مالک محمد عباس فینسی کارنر سٹورز' حاجی مولا بخش' رحمت اللہ کمپنی' ڈینٹ واچ کمپنی' غلام حسین ولد محمد دین (زخمی) محمد یاسین ولد محمد دین (زخمی) محلہ غریب آباد اور ایک زنانہ (عورت) جو محلہ غریب آباد کی رہنے والی تھی سے وفد ملا۔ تمام متاثرین کے نقصانات کا جائزہ لیا۔ انہوں نے بتلایا کہ 9 جولائی 1972ء کو ڈیڑھ بجے دن جب کہ دفعہ 144 ضابطہ فوجداری نافذ تھا مضافات سے جلوس آیا جو مسلح تھا اور جلوس نے مقامی انتظامیہ کی مدد سے دکانات لوٹ لیں۔

وفد دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک گروپ مولانا عبدالحکیم صاحب کی زیر قیادت جامع مسجد گیا۔ اور اجتماع سے خطاب کیا۔ جب کہ وفد کے دو اراکین ولی محمد خان اور محمد عدیل خان نے نیشنل عوامی پارٹی سندھ کے آرگنائزر اور ضلع نواب شاہ کے صدر مسٹر رشید احمد ایڈووکیٹ کی قیام گاہ پر پارٹی کے کارکنوں سے خطاب کیا۔ اور انہیں ہدایت کی کہ نیشنل عوامی پارٹی کے منشور کے مطابق عوام کے مابین مصالحت اور امن پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ بعد ازاں ہر دو اراکین "سندھ بچاؤ پارٹی" کے دفتر گئے۔ وہاں سندھی بولنے والوں سے ملے اور ان سے فسادات کو ختم کروانے کی تلقین کی۔

وہاں سے وفد سکھر کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں لورو میں شہید عبدالرزاق سومرو کے رد عمل کے طور پر جو فسادات ہوئے ان کا جائزہ لیا۔ اسی دن صبح لورو میں تین پنجابیوں کی دکانوں کو لوٹ لیا گیا تھا۔ عوام میں اس وقت بھی خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ وہاں سے روانہ ہو کر وفد خیرپور پہنچا۔ وہاں حالات کچھ بہتر معلوم ہوئے وہاں سے وفد سکھر پہنچا۔ وہاں بھی پتہ چلا کہ شہر کے اندر یا مضافات میں کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں ہوا۔ عام لوگ مطمئن نظر آتے تھے۔ ہاں کاروباری طبقے میں مستقبل کے متعلق بے اطمینانی پائی جاتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سکھر سے باہر کچھ وڈیرے ہیں جو چوروں' ڈاکوؤں' لٹیروں اور اجرتی قاتلوں کو جمع کرتے رہتے ہیں اور انہوں نے ایک دفعہ سکھر والوں کو دھمکی بھی دی تھی کہ وہ یہ شہر لوٹیں گے۔ بلکہ محلے بھی تقسیم کر لئے ہیں۔ یہاں پر لاڑکانہ اور شکارپور کے کچھ خوشگوار واقعات کا علم ہوا۔ لاڑکانہ کی ایک لڑکی جس کی عصمت بچانے کے خود اس کے والد نے چھرا گھونپ دیا تھا۔ سکھر کے ہسپتال میں ابھی تک زیر علاج ہے۔

9 اگست 1972ء۔۔ شکارپور کے عوام میں سخت خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ وہاں کے شرپسند جس غیر سندھی دکاندار سے سودا خریدتے ہیں۔ جب وہ قیمت طلب کرتا ہے تو اسے کہتے ہیں "کیا تمہیں سندھ میں نہیں رہنا ہے۔" اسی طرح جب دکاندار تھانے میں رپورٹ کرے تو ان کی شنوائی نہیں ہوتی۔ باٹا کمپنی کے دکاندار نے کہا کہ پولیس اور انتظامیہ اس قسم کے فسادات کی ذمہ دار ہے۔ وہاں مقیم غیر سندھیوں نے اپنے بچے سندھ کے دیگر بڑے شہروں میں منتقل کر دیئے ہیں۔ اکا دکا غیر سندھی دکاندار اپنا کاروبار خوف و ہراس اور بے چینی کے عالم میں کر رہے ہیں۔

دوسرے دن وفد ساڑھے دس بجے صبح صدر بھٹو کے آبائی شہر لاڑکانہ پہنچا۔ تاکہ کراچی' حیدر آباد' نواب شاہ اور سکھر میں لوگوں نے لاڑکانہ کے متعلق جو بیان دیئے ہیں ان کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے۔ پتہ چلا کہ لاڑکانے کی آبادی تقریباً ستر ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ تقریباً پینتیس چالیس ہزار غیر سندھی تھے لیکن فسادات کی وجہ سے اس وقت غیر سندھی افراد تقریباً 4'5 ہزار باقی رہ گئے ہوں گے۔ مستورات تو 4'5 سو ہوں گی۔ وہ بھی یا بڑھیا یا چھوٹی بچیاں۔۔ جو لوگ غیر سندھی وہاں موجود ہیں وہ بھی نہایت خوف و ہراس اور بے چینی کے عالم میں زندگی گذار رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس شہر میں اکثریت ان سندھیوں کی ہے جو پاکستان بننے کے بعد اسلام لائے۔ ان کے علاوہ انہی کے رشتہ دار ہندو بھی شہر میں کافی تعداد میں رہتے ہیں۔ جو کافی بااثر ہیں۔ جب کراچی' حیدر آباد اور دوسرے علاقوں میں لسانی فسادات شروع ہوئے تو لاڑکانہ کے اردو دان طبقے نے یہ سوچا کہ یہاں اردو کے حق میں کوئی تحریک نہیں چلی اور وہ بخوبی سندھی لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ چونکہ یہ شہر صدر مملکت' وزیر اعلیٰ سندھ' سندھ اسمبلی کے سپیکر' وزیر مواصلات سندھ

دوسرے باثر سیاسی رہنماؤں کا شہر ہے جن میں اکثر حکومتی پارٹی میں ہیں۔ اس لئے یہاں کوئی فساد نہ ہوں گے۔ اگر اتفاق سے کوئی واقعہ ہوا بھی تو حکومت نہایت سختی سے قابو پالے گی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ امان اللہ شیخ اور سندھ یونیورسٹی جامشورہ کے دوسرے طلباء جن کا تعلق "جئے سندھ" تحریک سے ہے۔

لگنے سے ہلاک ہوگئی۔ ایک اور مہاجر کاٹھیاواری لڑکا غلہ منڈی میں آتشی مادے کے پھٹ جانے سے ہلاک ہوا۔ ایک اور شخص بھی زخمی ہوا۔ جس کا نام خلیل خان ہے۔ اس کے علاوہ پندرہ بیس زخمی ایسے بھی ہیں جو اب لاڑکانہ سے جا چکے ہیں۔ مضافات لاڑکانہ میں زخمی اور ہلاک ہونے والوں کی تفصیلات اس لئے معلوم نہیں ہو سکیں کہ خوف و ہراس کی وجہ سے لوگ شہر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ لوگوں نے یہ بھی شکایت کی کہ کرفیو کے دوران انتظامیہ نے صرف سندھیوں کو پاس جاری کئے۔

اسی روز شام کو سکھر میں شہریوں نے وفد کے اعزاز میں مقامی جمخانہ میں استقبالیہ دیا۔ جس میں وفد کے اراکین نے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کیا۔ اس استقبالئے میں مختلف سیاسی ذہن رکھنے والے لوگوں نے شرکت کی۔

10 اگست 1972ء کو فد پیر جی گوٹھ گیا۔ جہاں وفد کے اراکین نے حروں کے روحانی پیشوا اور پیر' پیر سکندر شاہ المعروف پیر پگاڑو سے ملاقات کی اور حالیہ فسادات میں ان کے اور ان کے مریدوں کے کردار اور اچھے رویہ کی تعریف کی۔

باب پنجم

تجزیہ

وفد فسادات سندھ کی ذمہ داری اور اس کی وجوہات کا تجزیہ مختصراً یوں کرتا ہے۔

1- صوبہ سندھ کی انتظامیہ (پولیس کے ایک سپاہی سے لے کر اعلیٰ افسران' صوبائی وزراء اور گورنر تک) کا غیرذمہ دارانہ اور جانبدارانہ رویہ۔

2- فسادات کی آگ پھیلانے والوں اور صوبائی انتظامیہ سے مرکزی حکومت کی چشم پوشی اور بروقت مضبوط اقدام کرنے سے پہلو تہی کرنا۔

3- پیپلزپارٹی اور پیپلز گارڈ جنہوں نے مصالحانہ فارمولے کے آرڈیننس نافذ ہونے اور صدر بھٹو کے دورے کے بعد بھی چند انتہاپسندوں کو اپنا آلہ کار بنا کر انتظامیہ کی رہنمائی میں صوبے کے ماحول کو جہنم زار بنانے کے لئے از سر نو دو طرفہ طوفانی دورے کئے اور حد سے زیادہ اشتعال انگیز منافرت پر مبنی

سرزد ہوتی رہیں۔

4- لسانی مسئلہ کے نام پر انتہا پسند عناصر نے انتظامیہ کے ایماء پر صورت حال کو بگاڑنے کے لئے اہم کردار ادا کیا ہے۔

5- وفد نے محسوس کیا کہ پیپلزپارٹی جس نے انتخابات کے دوران عوام سے بے تحاشا وعدے کئے تھے اقتدار مل جانے کے بعد اسے عملی جامہ پہنانا نہیں چاہتی۔ اس لئے صوبہ سندھ میں جھگڑے کے نام پر فسادات کروا کے عوام کی توجہ بنیادی مسائل سے ہٹا کر شر و فساد کی طرف مبذول کر دی۔

طریقوں سے انہیں پریشان کر رہی ہے۔ وہاں ہزاروں افراد کو یہ شکایت ہے کہ انتظامیہ انہیں بے گھر کرنے کے لئے ان کے کھیتوں پر پانی بند کر کے سمندر میں بہا دینا موزوں سمجھتی ہے۔ وفد نے خود دیکھا کہ اکثر کھیت اجڑ رہے ہیں۔

اس علاقے کے لوگ جو سالہا سال سے یہاں رہتے ہیں اور جو ہندوستان کی سرحد پر ہیں کو نہ تو اسلحہ کے لائسنس دیئے جاتے ہیں اور نہ ہی دیگر شہری سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ صوبہ سندھ میں ڈومیسائل سرٹیفکیٹ حاصل کرنا عوام کے لئے مشکل ترین مسئلہ بنایا گیا ہے۔ صوبہ سندھ کے صنعتی علاقوں میں خاص کر کراچی' حیدر آباد اور دھابے جی وغیرہ میں جہاں غریب مزدور کار طبقہ رہائش پذیر ہے' انہیں ہر قسم کی بنیادی شہری حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ وفد نے یہ تمام بستیاں خود دیکھیں' یہاں مزدور ناقابل گفتار خستہ حالی میں زندگی کے دن گذار رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی محنت شاقہ سے سنگلاخ زمین کا سینہ چیر کر سر چھپانے کے لئے جگہ تعمیر کی' مگر آج تک حقوق ملکیت سے محروم ہیں بلکہ انہیں شکایت ہے کہ ان کی آبادیوں کو حکومت منہدم کرنے کی دھمکیاں برابر دے رہی ہے۔ ان بستیوں پر سے بجلی کے تار گذارنے کے باوجود ان کو بجلی کی روشنی سے محروم رکھا گیا ہے۔ ان کے لئے نہ تو آب نوشی کا بندوبست ہے نہ تعلیم کا۔ صحت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صفائی کی کمی کے باعث اکثر بستیوں میں تعفن' بدبو اور گندگی کی وہ بہتات ہے جس میں ایک انسان گذرتے وقت منہ پر رومال رکھ لیتا ہے۔

وہاں ایسے ہی ماحول میں یہ بدنصیب مزدور اپنی زندگی کا معتدبہ حصہ' تباہی کے دہانے پر آنے والے اچھے دور کی آس میں گذار رہے ہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جن کی محنت شاقہ سے کراچی کے ہزاروں کارخانے چلتے ہیں۔ جنہوں نے ڈھائی لاکھ کی آبادی والے کراچی کو آج چالیس لاکھ کی آبادی والا عظیم تر شہر بنادیا ہے۔

وفد کو یہ دیکھ کر دکھ ہوا کہ بے کس اور بے بس مزدور بھی گولیوں کا نشانہ بنے' پٹھان کالونی میں کراچی میں پولیس نے جنازہ اٹھائے ہوئے غریب اور نہتے مزدوروں پر گولیوں کی بوچھاڑ کر کے ہلاکو خان اور چنگیز خان کے ظلم و تشدد اور بربریت کی یادیں تازہ کر دیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پٹھان کالونی میں چھیالیس افراد شہید اور سینکڑوں زخمی کر دیئے گئے۔ جن میں سات ماہ کا ایک بچہ اور اس کی شہید ماں بھی شامل تھی۔

اپنی تحقیقات کے دوران وفد کو یہ بھی پتہ چلا کہ کرفیو کے دوران پولیس نے گھروں میں گھس کر کئی بے گناہوں کو گولی کا نشانہ بنادیا۔ غرض کہ اراکین وفد کو اکثر و بیشتر اوقات اور مقامات پر بتلایا گیا کہ انتظامیہ نے فسادات برپا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اور وہ اپنا غیر جانب درانہ رویہ قائم نہ رکھ سکی۔

پیر پگاڑو اور بلوچیوں کا پرامن کردار ان تمام فسادات میں ایک شمع فروزاں کی مانند نظر آتا ہے۔ سانگھڑ ضلع میں عوام کی خوش قسمتی سے پیر پگاڑو رہتے رہیں۔ جنہوں نے اپنے امن پسندانہ رویئے کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام حروں کو ہدایت دی تھی۔ اس ضلع سے کسی فساد کی اطلاع نہ ملی۔

اسی طرح سندھ کا دانشور طبقہ امن کو قائم رکھنے کے لئے اہم کردار ادا کر رہا ہے نیز سندھ میں مقیم بلوچیوں نے بھی امن قائم کرنے کے لئے کافی جدوجہد کی ہے۔

باب ہفتم

تجاویز

1- لسانی جھگڑے کے نتیجے کے طور پر راولپنڈی میں صدر مملکت کی طرف سے طے شدہ مصالحتی فارمولے کو اس کی حقیقی روح کے مطابق عملی جامہ پہنایا جائے۔

2- انتظامیہ قطعاً غیر جانب دار ہو۔ ایسی تدابیر اختیار کی جاویں جن سے عوام محسوس کر سکیں کہ انتظامیہ بہرحال غیر جانب دار رہے گی۔

3- اشتعال انگیز لٹریچر مثلاً پوسٹر' پمفلٹ اور دیگر شر انگیز مواد کی اشاعت فی الفور روک دی جائے۔ اس بارے میں اخبارات و رسائل کو بھی واضح ہدایات دی جاویں کہ وہ بھی طبقاتی' لسانی اور فرقہ وارانہ تعصب کو بھڑکانے والے مضامین شائع نہ کریں۔

4- سندھ کے نشریاتی اداروں پر کڑی نگرانی رکھی جائے بعض اوقات ناداستگی میں ریڈیو والے ایسی خبر نشر کر دیتے ہیں جس سے فتنہ و فساد اور بھڑک اٹھتا ہے انہیں برادرانہ تعلقات قائم رکھنے والے پروگرام پیش کرنا چاہئیں۔

5- جابجا امن کمیٹیاں بنائی جائیں جو صوبہ بھر میں بھائی چارے کی فضا پیدا کرے۔ مشترکہ طوفانی دورے کئے جائیں۔ سندھی اور اردو دان حضرات ایک ہی پلیٹ فارم سے عوام کو خطاب کریں۔

6- صوبے میں اعتماد کی فضا پیدا کی جاوے۔ تا کہ نقل مکان کرنے والے متاثرہ افراد بااعتماد طریقے سے اپنے گھروں کو لوٹ سکیں۔ ان کے جانی اور مالی نقصانات کا ازالہ کیا جاوے۔

سندھ کی معیشت کو تباہی سے بچانے کے لئے زرعی اراضیات اور باغات وغیرہ کو کسی تعصب یا کسی اور وجہ سے ہرگز پانی بند نہ کیا جائے اور صوبوں کے اندر آباد پاکستانیوں کو بھائیوں کی طرح زندگی بسر کرنا چاہئے۔

تمت بالخیر

شکریہ

خصوصی شکریہ صوبہ سرحد کی عوامی حکومت کے وزیر اعلیٰ مولانا مفتی محمود صاحب کا جنہوں نے وفد کی تشکیل' ترتیب' پروگرام اور اس رپورٹ کی اشاعت کے لئے خصوصی طور پر رہنمائی فرمائی۔

انٹرویو سردار عطاء اللہ مینگل

انٹرویو: حسن عسکری فاطمی

(سردار عطاء اللہ مینگل بلوچستان کے ممتاز سیاسی رہنما ہیں۔ بلوچستان کے حالیہ بحران کے بعد صدر مملکت نے ان کی حکومت کو برطرف کر دیا۔ انہوں نے نیشنل عوامی پارٹی کے ٹکٹ پر 1970ء کا صوبائی انتخاب جیتا تھا۔ نیپ اور پیپلز پارٹی کے درمیان معاہدے کے بعد جناب غوث بخش بزنجو کو بلوچستان کا گورنر بنا دیا تھا۔ انہوں نے جناب عطاء اللہ مینگل کو کابینہ بنانے کی دعوت دی تھی۔ صوبہ سرحد میں نیپ اور جمعیت علمائے اسلام کی مخلوط حکومت کی طرح بلوچستان میں بھی مینگل حکومت کامیابی سے چل رہی تھی کہ اچانک قبائلی تصادم کا شوشہ چھوڑ دیا گیا اور عراقی سفارت خانے سے روسی اسلحہ کی برآمدی کے بعد بلوچستان میں نیپ کی حکومت توڑ دی گئی۔ اسلحہ کی برآمدگی اکبر بگٹی کی گورنر کے طور پر تقرری اور نیپ کے خلاف علیحدگی پسندی اور ملک توڑنے کے پروپیگنڈے سے جو صورت حال پیدا ہو گئی اس پر میں نے سردار عطاء اللہ مینگل سے ان کی کراچی کی قیام گاہ پر انٹرویو لیا میرے سوالات اور ان کے جوابات حاضر ہیں۔)

س:- نواب محمد اکبر بگٹی موجودہ گورنر بلوچستان سے لندن میں آپ کی کیا گفتگو ہوئی تھی؟ کیا آپ نے انہیں یقین دلایا تھا کہ وطن لوٹنے پر نیپ کی حکومت انہیں گرفتار نہیں کرے گی؟

ج:- میں نے اکبر بگٹی سے کہا تھا کہ آپ واپس وطن لوٹ چلیں کیوں کہ آپ کے بچے یہ محسوس کرتے ہیں گویا ہم نے آپ کو جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا ہے اگر آپ کو ہم لوگوں سے سیاسی اختلاف ہیں تو ان کی نوعیت اتنی سنگین نہیں ہے کہ ان اختلافات کی بنیاد پر آپ جلاوطنی کی زندگی گزاریں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ آپ کے بچے ہمیں مورد الزام ٹھہرائیں۔ میں نے ان سے پوچھا تھا کہ آخر آپ کو ہم سے اختلاف ہے کیا؟ اس کے جواب میں نواب اکبر بگٹی نے بس یہی اصرار کیا کہ ان کے بھائی احمد نواز بگٹی جب تک مستعفی نہیں ہوں گے میں وطن نہیں لوٹوں گا اس استعفیٰ پر اصرار کی وجہ تو انہوں نے مجھے نہیں بتائی۔ جہاں تک اکبر بگٹی کے لندن جانے کا تعلق ہے تو وہ صدر بھٹو کے ساتھ خود روس کے دورے پر گئے تھے اور پھر لندن جا کر بیٹھ رہے۔ جب میں نے ان سے گفتگو کی اور ان کی ناراضگی کا تجزیہ کیا تو میں نے یورپ سے واپس آنے کے بعد اخباری نمائندوں سے بھی یہی کہا تھا۔

س:- آپ کے اس نتیجہ پر پہنچنے کی بنیاد کیا ہے؟

ج:- بھٹو صاحب نے بلوچستان میں نیپ کا گورنر مقرر کرنے سے قبل محمد اکبر بگٹی سے ملاقات کے دوران کہا تھا کہ میں آپ کا نام گورنر کے طور پر تجویز کروں گا اور دیکھوں گا کہ آپ کے دوست آپ کی کس حد تک طرف داری اور حمایت کرتے ہیں۔ بہرحال بھٹو صاحب نے بگٹی کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ انہیں گورنر بنانا چاہتے ہیں مگر نیپ اس کی مخالفت کر رہی ہے۔ اس تاثر کے نتیجے میں بگٹی کے دل میں ہماری جانب سے غبار پیدا ہوا۔ لندن میں بگٹی صاحب سے گفتگو کے دوران مجھے اس غبار کا شدید احساس ہوا اور ان کی واپسی کی یہ شرط کہ احمد نواز بگٹی استعفیٰ دے مجھے فرضی اور بے وزن معلوم ہوئی۔ وطن نہ لوٹنے کے لئے یہ بہانہ دراصل اس لئے بنایا گیا تھا تاکہ وہ اس کی آڑ میں بھٹو صاحب سے کئے ہوئے وعدوں کی تکمیل کریں اور جب ان کے لئے میدان ہموار ہو جائے اور اسلام آباد سے انہیں سگنل ملے تو وہ پاکستان لوٹ آئیں۔ اور یہی ہوا بھی۔ جب اخبارات میں اس مسئلہ پر میرا بیان شائع ہوا تو بھٹو صاحب نے مجھے ٹیلی فون کیا۔ اور میرے خدشہ کی صفائی اس طرح کی، بھٹو صاحب نے کہا "تم یقین کرو ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے تم تو جانتے ہو کہ وہ پاگل سا شخص ہے بھلا میں کیوں اس سے کوئی بات کرنے لگا۔"

بگٹی صاحب کے وطن آنے سے چند روز قبل بھٹو صاحب نے غوث بخش بزنجو گورنر بلوچستان سے کہا تھا کہ اکبر بگٹی وطن آنا چاہتا ہے اس نے مجھے فون کیا ہے کہ میں آنا چاہتا ہوں مگر میں نے سوچا کہ اگر وہ یہاں آیا تو آپ کی پریشانیوں میں اضافہ کرے گا اس لئے میں نے اس کی آمد کو روک دیا ہے۔

غوث بخش بزنجو نے صدر بھٹو کے اظہار کے جواب میں کہا تھا کہ "ہمیں اکبر بگٹی کی واپسی پر کوئی پریشانی نہیں ہو گی وہ اس ملک کے شہری ہیں جب چاہیں آ جائیں۔ بھلا ہمیں ان کی واپسی پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

بات یہ ہے کہ اکبر بگٹی صاحب کو اپنی شخصیت منوانے کا ہمیشہ سے زبردست اشتیاق رہا ہے۔ نیشنل عوامی پارٹی نے انہیں مقام دینے کے معاملے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا مگر ان کے حصول جاہ کے جذبے کی کوئی حد نہیں تھی۔ حصول منصب و جاہ کو انہوں نے چھپانے کی بڑی کوشش کی اور ولی اللہ بن کر نیپ کو دعائیں دیتے رہے۔ مگر اپنے دل کی گہرائیوں کے ساتھ وہ نیپ کو اور نیپ کے رہنماؤں کو اپنا دم چھلا بنانا چاہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ نیپ ایک سیاسی جماعت ہے اور اس میں شریک لوگ سنجیدہ قسم کے ہیں وہ ان کی خواہش کی تکمیل میں ناکام رہے۔ حالانکہ ہم نے توازن برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی۔ ہم نے انہیں ہمیشہ ایک پرخلوص حریت پسند خیال کیا اور ان کی ان قربانیوں کی قدر کی جو ایوب خان کے زمانے میں انہوں نے جیل جانے کی صورت میں دیں۔

جب بھٹو صاحب نے کرسی صدارت سنبھال لی تو راولپنڈی میں نیپ کے رہنماؤں کو مذاکرات کے لئے بلوایا۔ وہ بلوچستان میں نمائندہ حکومت کے قیام پر بات کرنا چاہتے تھے۔ صدر بھٹو نے جن لوگوں کو مذاکرات کے لئے مدعو کیا تھا ان میں غوث بخش بزنجو، جناب خیر بخش مری اور میں شامل تھا۔

میں تو جانہ سکا لیکن ہم لوگوں نے نواب اکبر بگٹی کو پنڈی چلنے کو کہا کہ وہ بھی ساتھ چلیں' صدر سے مذاکرات میں اگر دعوت کے بغیر شرکت نہیں کرنا چاہتے تو نہ سہی کم از کم مذاکرات کے لئے ہمیں مشورے دے ہی دیں۔ اس پیش کش کو انہوں نے ٹھکرا دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فوجی گورنروں کو ہٹا دیا گیا تھا۔

میں اب محسوس کر رہا ہوں کہ صدر بھٹو کو نواب اکبر بگٹی کی نفسیات کا علم ہو گیا تھا اسی لئے انہوں نے دانستہ بگٹی کو نہ بلوایا اور اس اقدام کے ذریعے انہوں نے بالواسطہ طور پر ہمارے اور بگٹی کے دلوں میں فاصلہ ڈال دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اکبر بگٹی کی نفرت کا رخ بھٹو صاحب کی طرف ہو تا وہ ہم سے ناراض ہو گئے۔ اکبر بگٹی کو ان مذاکرات میں دانستہ نہ شامل کر کے انہیں ہمارے خلاف کرنے کے لئے نفرت کا بیج بو دیا گیا۔ اور ہمارے اور بگٹی صاحب کے درمیان تعلقات کی رسی بالاخر وہیں سے ٹوٹ گئی جہاں سے کمزور تھی۔ نیپ اور بھٹو صاحب کے درمیان سمجھوتہ نہ ہو سکا اور انہوں نے رئیسانی کو بلوچستان کو گورنر بنا دیا اور اکبر بگٹی کے خواب بکھر گئے۔ رئیسانی کے خلاف ایجی ٹیشن میں اکبر بگٹی پیش پیش تھے۔ یہاں تک کہ نواب اکبر بگٹی کی قیادت میں مظاہروں کے دوران یہ قابل اعتراض اور بے ہودہ نعرے بھی لگائے گئے۔

"اندرا گاندھی زندہ باد' جنرل اروڑا زندہ باد"

نیشنل عوامی پارٹی ایسے غیر ذمہ دارانہ نعروں میں فریق نہیں بن سکتی تھی۔ نیپ نے پوری سنجیدگی سے یہ طے کیا کہ وہ اور اس کے کارکن اس قسم کے نعروں میں شریک نہیں ہوں گے۔ اکبر بگٹی نے گل خان نصیر کو بھی اپنے ساتھ ان نعروں میں شریک کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے انکار کر دیا اس پر بگٹی صاحب بڑے نالاں ہوئے۔ انہوں نے نیپ کو ہجڑوں کی جماعت تک کہہ دیا۔ دراصل اکبر بگٹی صاحب اور عبدالحفیظ پیرزادہ کو جو وہاں گئے ہوئے تھے' یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ بلوچستان میں جو کچھ بھی ہیں اکبر بگٹی ہی ہیں انہیں کے پیچھے عوام کی قوت ہے اکبر بگٹی نے کئی بار اپنے دوستوں سے فخریہ انداز میں یہ بھی کہا کہ صدر بھٹو کہتے ہیں کہ اکبر بگٹی تم اگر میرے ساتھ ہو جاؤ تو پھر مجھے کسی کی کوئی پروا نہیں۔"

اپنی شخصیت اور اپنے پیچھے عوام کی قوت کو ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے مظاہروں میں شدت پیدا کی۔ انہوں نے قوت دکھانے کے مظاہرے صرف بلوچستان تک ہی محدود نہیں رکھے بلکہ انہوں نے اصغر خاں سے بھی ملاقاتیں کیں' نشتر پارک میں ان کے جلسے کی صدارت کی۔ انہوں نے اپنی سیاسی قوت کو نیپ سے علیحدہ ظاہر کرنے کے لئے بیانات دیئے ان ہتھکنڈوں سے انہوں نے بھٹو صاحب کو خفیہ سودے بازی پر آمادہ کر لیا اور ثابت کر دیا کہ وہ بکاؤ مال ہیں۔ انہیں ان کی قیمت ادا کر کے خریدا جا سکتا ہے۔

ہم سے اکبر بگٹی کی علیحدگی کا پس منظر یہ تھا جو ہم سمجھ سکتے ہیں۔ بگٹی صاحب نے ہماری مخالفت کی بنیاد پر بھٹو صاحب کی قربت حاصل کی مگر انہیں طویل امتحان سے گزرنا پڑا اور جب صدر بھٹو کو ان کی وفاداریوں کا یقین ہو گیا تو انہیں اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا۔

خفیہ علیحدگی پسند تنظیم کی حقیقت

س:- نواب اکبر بگٹی صاحب کا کہنا ہے کہ وہ آپ لوگوں اور نیپ کی علیحدگی پسند تحریک میں شریک تھے اور اس خفیہ تنظیم کے خزانچی تھے جس کو غیر ملکی طاقتیں بھاری رقمیں اور اسلحہ پہنچا رہی تھیں۔ آپ اس الزام کی تردید کیسے کر سکتے ہیں۔

ج:- اکبر بگٹی صاحب جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ کتنی احمقانہ بات ہے کہ وہ ایک عرصہ تک وطن دشمن تنظیم میں شریک کار رہے اور ان کی زبان اس تنظیم کے بارے میں اس وقت کھلی جب وہ ہمارے ذاتی طور پر خلاف ہو گئے۔ گویا اگر ان سے ہماری ذاتی بنیادوں پر علیحدگی نہ ہوتی تو وہ وطن دشمن تحریک کے پرخلوص فریق رہتے۔ اب بگٹی صاحب جو بڑے محب الوطن بنے پھرتے ہیں کیا ان سوالوں کا جواب دیں گے۔

1- وہ روس کے بعد عراق کی حکومت سے مذاکرات کرنے کے لئے کس حیثیت سے گئے تھے؟

2- کیا انہیں سرکاری طور پر صدر پاکستان نے بھیجا تھا؟ کیا وہ کسی کے لئے انٹیلی جینس کا فرض ادا کرنے گئے تھے؟ ہمیں ان کے عراق جانے کی خبر تک نہ ہوئی۔ خود صدر بھٹو نے ہم سے شکایت کی تھی کہ اکبر بگٹی عراق گیا ہے اس نے کس حیثیت میں عراقی حکومت سے گفتگو کی ہے؟ اگر وہ واپس آگیا تو میں اسے نہیں بخشوں گا۔ ہم نے صدر کی جانب سے اتنے سنگین الزام کو بھی محض بہتان سمجھا تھا اور ان کی وطن دوستی کی سند صدر مملکت نے مذکورہ الزام لگا کر انہیں جاری کی تھی جو حیرت انگیز طور پر اب ان کے اتنے معتقد بن گئے کہ انہیں گورنری کا تحفہ پیش کر دیا گیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ انعام اکبر بگٹی کو کس خدمت کے سلسلے میں عطا ہوا ہے۔ حکومت عراق سے کامیاب مذاکرات کرنے کے سلسلے میں یا آزاد بلوچستان کی نام نہاد اور بے بنیاد تحریک کا انکشاف کرنے کے صلے میں؟ جس کا بھانڈا وہ پہلے پھوڑ سکتے تھے! جہاں تک خفیہ تنظیم کے الزام کا تعلق ہے جس کے خزانچی ہونے کا وہ دعوی کرتے ہیں وہ بھاری رقم اور اسلحہ کہاں چلا گیا؟ اسے انہوں نے کیوں برآمد نہیں کر لیا؟

س:- لندن میں اکبر بگٹی کے اخراجات کیا آپ کے خیال میں حکومت پاکستان نے برداشت کئے؟

ج:- ایسا کہنے کے لئے میرے پاس کوئی ثبوت تو نہیں ہے مگر اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ اتنا عرصہ لندن میں رہے' بہترین ہوٹل میں رہے۔ اور انہوں نے پانی کی طرح دولت بہائی۔ ان کے سر پر حکومت کا ہاتھ ہے پاکستان کے سفارت خانے کو صدر کی واضح ہدایات تھیں کہ انہیں سرکاری تقریبات میں

مدعو کیا جائے۔

بھٹو بگٹی کو روس کیوں لے گئے تھے

س:۔ آپ کے خیال میں صدر بھٹو اکبر بگٹی کو اپنے ساتھ کس مقصد کے لئے روس کے دورے پر لے گئے؟

ج:۔ ان کو ساتھ لے جانے کے متعدد مقاصد ہو سکتے ہیں۔ تین مقصد تو بڑے واضح ہو چکے ہیں۔

1- بھٹو صاحب روس کی حکومت کو یہ بتا دینا چاہتے تھے کہ ان کو اکبر بگٹی کی حمایت حاصل ہے۔ دوسرے وہ ہم لوگوں کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ اگر نیپ نے ان کے ساتھ تعاون نہ کیا تو دوسرا شخص ان کے پاس موجود ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ اس بہانے اپنے مشن کی تکمیل کے لئے اکبر بگٹی کو مواقع فراہم کرنا چاہتے تھے۔ بھٹو صاحب نے خود غوث بخش بزنجو کے سامنے اعتراف کیا کہ اکبر بگٹی روس کے بعد افغانستان گیا' پھر واپس عراق گیا اور واپس لندن چلا گیا۔ مگر بھٹو صاحب نے ان کے دورے کی نوعیت پر بظاہر برہمی اور لاعلمی کا اظہار کیا حالانکہ اکبر بگٹی سے ٹیلی فون پر ان کی بات چیت ہوتی رہی اور باقاعدہ رابطہ رہا۔ صدر بھٹو کی کس کس بات کا ذکر کیا جائے۔ انہوں نے تو اکبر بگٹی پر یہ بھی الزام لگایا تھا کہ وہ عراقی حکومت سے آزاد بلوچستان کی تحریک کے لئے امداد حاصل کرنے گیا ہوا ہے مگر بعد میں بھٹو صاحب نے بڑی شعبدہ بازی کے ساتھ اکبر بگٹی کا میل اتار کر ہم پر چسپاں کر دیا۔

نیپ اور پیپلز پارٹی میں اختلاف کیوں؟

س:۔ نیپ اور پیپلز پارٹی کے درمیان نظریاتی ہم آہنگی ہے۔ معاہدہ شملہ اور بنگلہ دیش اور سوشلزم جیسے اہم مسائل پر اتفاق رائے کے باوجود باہمی رسہ کشی کا سبب کیا ہے؟

ج:۔ جہاں تک زبانی جمع خرچ کا تعلق ہے تو یہ ہم آہنگی واقعی موجود ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ پیپلز پارٹی کی قیادت اب گردن اٹھا کر یہ نہیں کہہ سکتی کہ جو کچھ اس نے کہا تھا اسے پورا بھی کر دیا ہے۔ منافقت کے معاملہ میں اس نے سارے ریکارڈ توڑ دیئے ہیں اور منافقت کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ میرے پاس اس لفظ سے زیادہ گہرا مفہوم ادا کرنے کے لئے متبادل لفظ موجود نہیں ہے۔

س:۔ کیا پیپلز پارٹی بنگلہ دیش تسلیم کرنے کے معاملہ میں سنجیدہ ہے؟

ج:۔ جی نہیں' آپ کسی وقت بھی اینٹی کلائمیکس کی توقع رکھیں۔ بہت ممکن ہے دوسرے نعروں کی طرح یہ بھی سیاسی اسٹنٹ ثابت ہو۔

س:۔ عراقی سفارت خانے سے روسی اسلحہ نکلا ہے۔ آپ روس کے بارے میں کیا کہنا پسند کریں گے۔

ج:۔ جب تک پورے حقائق سامنے نہ آ جائیں یہی کہا جائے گا کہ عراقی حکومت اس میں براہ راست ملوث ہے۔

س:۔ عراقی سفارت خانے سے روسی اسلحہ نکلا ہے۔ آپ روس کے بارے میں کیا کہنا پسند کریں گے؟

ج:۔ اسلحہ روسی تھا۔ مہر چیکوسلاوکیہ کی تھی' نکلا عراقی سفارت خانے سے اور اس میں ملوث پائے گئے مرکزی وزیر مملکت جنرل اکبر خان۔ ان متضاد حقائق کے یکجا جمع ہو جانے کی صورت میں کیا تبصرہ دوں؟

نیشنل عوامی پارٹی اور روس

س:۔ وہ کون سے حقائق ہیں جن کی بنیاد پر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ بلوچستان کی علیحدگی نہیں چاہتے خصوصاً اس پس منظر کے ساتھ کہ نیپ روسی نظریات کے لئے کام کرنے میں مشہور ہے اور اس کی تردید بھی نہیں کی گئی۔ ایسی صورت میں جبکہ نیپ روسی نظریات کا پرچار کرے جس نے ملک توڑنے میں بھارت کی بھرپور مدد کی' قوم آپ کی وفاداریوں پر کیوں کر یقین کر سکتی ہے؟

ج:۔ روسی نظریات سے نیپ کے نظریات کی مماثلت ایک اتفاق ہے ورنہ ہم اپنے مسائل اپنے علاقے کے لوگوں کی خواہشات کے مطابق حل کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں تک روسی ایجنٹ ہونے کا الزام ہے تو اس طرح کے الزامات سے ملک کی کون سی پارٹی بچی ہے اور کون سی بڑی سیاسی شخصیت کو غداری کی خطاب سے نہیں نوازا گیا۔ جہاں تک پاکستان اور پاکستانی قوم سے ہماری وفاداریوں کا تعلق ہے سماجی' سیاسی' معاشی اور جغرافیائی مجبوریاں ہمیں پاکستان کے ساتھ ہمیشہ متحد رکھیں گی۔ بلوچستان کی کل 14 لاکھ آبادی ہے۔ جس میں پانچ چھ لاکھ غیر بلوچی باشندے بھی شامل ہیں۔ یہ آبادی مفلوک الحال ہے۔ اس کے پاس نہ معاشی وسائل ہیں نہ منظم عسکری قوت۔ علیحدگی کے لئے مجبوراً" غیر ملکی طاقتوں سے امداد کی ضرورت پیش آئے گی۔ ایسی صورت میں اگر آزاد بلوچستان کی تحریک اٹھے گی اور غیر ملکی امداد کے بل بوتے پر ملک سے علیحدہ بھی ہو جائے تو بلوچستان کو روس' افغانستان اور ایران بانٹ کھانے کی کوشش کریں گے اور امریکہ اپنا زور لگائے گا۔ ظاہر ہے جب ایک علاقے کے خود مختار اور آزاد رہنے کی امید نہ ہو تو کوئی احمق ہی علیحدگی کے بارے میں سوچے گا کیونکہ ساتھ رہنے میں آزادی' تہذیب و تمدن اور ثقافت و زبان کو کوئی خطرہ نہیں۔ پھر سوال یہ ہے کہ ہمیں علیحدہ ہونے سے کون سے لڈو مل جائیں گے۔ اس وضاحت کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ سرزمین وطن ہماری نہیں ہماری آئندہ آنے والی نسلوں اور گزر جانے والے غیور آباؤ اجداد کا ورثہ ہے۔ ہمیں اس کی آزادی کا سودا کرنے کا حق ہی کہاں پہنچتا ہے۔

س:۔ کیا آپ اس بات کے لئے تیار ہیں کہ قوم کے اطمینان کے لئے نیپ کے معاملات کی اعلیٰ عدالتی تحقیقاتی کمیشن کے ذریعے تحقیقات کرائی جائے

اور اس کی حب الوطنی سے متعلق شکوک و شبہات دور کر لئے جائیں۔

ج:- جی ہاں، ہم اس کے لئے تیار ہیں بلکہ اس کے لئے بھی تیار ہیں کہ اس میں حزب اختلاف کے نمائندوں کو بھی شامل کر لیا جائے ہم تو کئی بار پہلے بھی اس کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ سانچ کو آنچ نہیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔

س:- افغانستان میں نائب روسی وزیر دفاع کی آمد روسی سفیر کی کابل یاترا اور پھر فوجی تیاریوں کا پس منظر کیا ہے؟

ج:- ایرانی وزیر خارجہ اور شہنشاہ ایران کی آمد و روانگی کا جو پس منظر ہو سکتا ہے وہی ان کی سرگرمیوں کا ہو گا۔ میں ان ہی غیر ملکی سرگرمیوں کے بند ہو جانے کے پیش نظر تو یہ کہتا ہوں کہ بلوچستان کے عوام کو تشدد کی راہ پر ڈالنے اور بلوچستان میں اپنی مرضی کی غیر نمائندہ حکومتیں قائم کر کے جو سیاسی بحران پیدا کئے جا رہے ہیں۔ ان سے غیر ملکی سازشوں کے لئے راہ ہموار ہو جائے گی۔ اور پھر غیر ملکی جارحیت سے ملک کو بچانا کسی کے بس میں نہیں رہے گا۔ کسی غیر ملکی طاقت کو تر نوالہ ملے گا تو وہ کیوں کر چھوڑ دے گی۔

روسی اسلحہ

س:- آپ کے خیال میں روسی اسلحہ کو آسانی سے ملک میں پہنچانے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

ج:- آج کل ایسے آلات عام ہیں کہ ان کی مدد سے بند تھیلوں اور صندقوں میں موجود اسلحہ کا سراغ مل جاتا ہے۔ اسلحہ برآمد ہونے سے پہلے شور بھی مچتا رہا کہ اسلحہ اسمگل کیا جا رہا ہے اور تقسیم کیا جا رہا ہے۔ پھر اتنی بڑی مقدار میں آنے والے اسلحہ کی بروقت کیوں پڑتال نہیں کی گئی؟ اس کی پڑتال کی ذمہ داری کس پر تھی، یہ لوگ خود طے کر لیں۔

س:- بلوچستان سے اب تک کوئی اسلحہ برآمد نہیں ہوا آئندہ چند روز میں اگر بلوچستان کے کسی حصہ سے اسلحہ برآمد ہو جائے تو؟

ج:- ہو جائے تو؟ کیا معنی ہم لوگوں کی گردن باندھنے کے لئے حکومت کے پاس اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ وہ پنجاب اور سندھ کے علاقوں سے اسلحہ کی بڑی مقدار خود بھجوا کر برآمد کرا دے۔ کیا اس حکومت کے لئے یہ کوئی مشکل کام ہے۔ اور ایسے میں جب کہ بلوچستان حکومت بھی بھٹو صاحب کے معتمد خاص کی ہو۔ جسے بہرحال اپنے ان دعوؤں کو سچ ثابت کرنا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ بلوچستان میں کہاں کہاں اور کس کس کے پاس اسلحہ ہے اور کیسے کیسے پہنچا ہے۔

س:- اگر ایسا ہوا تو کیا قبائلی اس الزام کو آسانی سے برداشت کر لیں گے جیسے نیپ کی حکومت نے اپنی معزولی کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیا ہے اور صحت جرم کو اپنے عملی سکوت کے ذریعے تقویت پہنچائی ہے؟

ج:- میرے خیال میں ایسے الزام کو مشکل ہی سے غیور قبائلی برداشت کر سکیں گے۔ ان پر تشدد کرنے یا انہیں پکڑنے کے لئے پولیس فورس یا ملیشیا

ناکامی رہے گی۔ جہاں تک فوج کی مداخلت کا تعلق ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ سیاست میں دخل اندازی کر کے اور سقوط مشرقی پاکستان کے بعد ان ہی غلطیوں کا اعادہ نہیں کرے گی۔

جمہوریت کا قتل اور عوامی رد عمل

س:- بلوچستان اور سرحد میں نیپ کی عوامی اور نمائندہ حکومتیں تھیں۔ مگر گورنروں کی برطرفیوں اور حکومتوں کے توڑ دیئے جانے پر لوگوں نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔ یہ خاموشی کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اکبر بگٹی نے گورنر بننے کے بعد حالات پر قابو پا لیا ہے اور بلوچستان کے عوام ان کے گورنر مقرر ہو جانے پر خوش ہیں؟

ج:- آپ اتنی جلدی رد عمل کی توقع کرتے ہیں۔ رد عمل ذرا ٹھہر کر بھی ہو سکتا ہے جہاں تک اکبر بگٹی کے حالات پر قابو پانے کا تعلق ہے تو یہ اس وقت تک طے نہیں کیا جا سکتا جب تک فوج بلوچستان میں موجود ہے۔

س:- آپ کسی تشدد آمیز رد عمل کی راہ روکنے کے لئے قوم و ملک کے مفاد میں کام کرنے کی ضرورت محسوس کر سکتے ہیں؟

ج:- ایوب خاں کے زمانے میں بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا تھا اس کے زخم ابھی تک مندمل نہیں ہو رہے ہیں۔ مرکزی حکومت کی عاقبت نااندیشی کی بناء پر پھر فوج وہاں رکھی گئی ہے فوج کی بھاری تعداد کو بلوچستان میں رکھ کر حکومت معلوم نہیں کیا تاثر دینا چاہتی ہے لوگوں پر اس کا تاثر اچھا نہیں بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں لوگوں کے ذہنوں کے پرانے نقوش نہ ابھر جائیں جو ابھی کچھ زیادہ دھندلے نہیں ہوئے ہیں۔ میں اپنی تقریروں میں بار بار لوگوں پر واضح کر رہا ہوں کہ فوج اپنی ہے اور اسے اپنے علاقوں میں نقل و حرکت کا حق ہے اور یہ کہ فوج سیاسی مداخلت نہیں کرے گی اور نہ مشرقی پاکستان کے سانحہ کے بعد قربانی کا بکرا بننا چاہے گی لیکن مجھے خوف ہے کہ ان علاقوں میں جہاں رسل و رسائل اور اخبارات کی پہنچ نہیں وہاں تک میری آواز اتنی تیزی سے نہ پہنچ سکے جس تیزی سے مرکزی حکومت لوگوں کے دلوں میں نفرت پھیلا رہی ہے۔ اللہ نہ کرے کہ ہماری مصالحانہ اور پر خلوص کوششیں ناکام ہوں۔

س:- آپ کے دور حکومت میں بھی سرداری نظام برقرار رہا اور لوگوں کو استحصالی نظام کی چکی میں پسنا پڑا اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

ج:- ہم نے سرداری نظام کا خاتمہ کرنے کا اعلان کر دیا تھا مگر مرکزی حکومت نے ہمیں روک دیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ مرکزی حکومت ہی اس سلسلہ میں اقدام کر سکتی ہے۔

س:- شہنشاہ ایران عید کے روز لاڑکانہ میں کسی ہنگامی ضرورت کے تحت آئے تھے آپ کا اندازہ کیا ہے؟

ج:- اس کی ہمیں ہوا بھی نہیں لگنے دی گئی اور حد یہ ہے کہ ہم پوچھنے کے

جواز بھی نہ تھے۔

س :۔ اگر اکبر بگٹی اور اسلم خٹک کی گورنری اور بھٹو صاحب کی صدارت میں اسمبلیاں توڑ کر انتخابات کرائے گئے تو آپ لوگوں کا کیا رد عمل ہو گا؟

ج :۔ ہم ایسا ہرگز نہیں کرنے دیں گے اگر ایسا کیا گیا تو ہمیں جمہوریت کی بحالی کے لئے تحریک چلانی پڑے گی۔

س :۔ آپ کس طرز پر تحریک چلائیں گے؟

ج :۔ یہ تو اس وقت طے کیا جائے گا جب مرکزی حکومت اقدام کرے گی۔

س :۔ ایوبی آمریت اور بھٹو صاحب کی عوامی حکومت میں آپ کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟

ج :۔ ایوب خان فوجی آمر تھا اور اپنی خواہشات کی تکمیل بھونڈے طریقے سے براہ راست طاقت کے استعمال کے ذریعہ کرنے کا عادی تھا مگر بھٹو صاحب سیاسی بازی گری کے کمالات دکھا کر وہی کام کر رہے ہیں۔ ایوب خان عوام کو اپنے خلاف باقاعدہ فریق سمجھ کر کارروائی کرتا تھا مگر بھٹو صاحب عوام کا ہمدرد بن کر اور ان کے حقوق کا نعرہ لگا کر عوام کے خلاف کام کرتے اور عوام کے خلاف سازش کرتے وقت عوام زندہ باد کا نعرہ لگاتے ہیں اور جب ملک کی سلامتی کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اللہ کا شکر ادا کر کے کہتے کہیں پاکستان بچ گیا اس اعتبار سے بھٹو اور ایوب خاں میں کوئی فرق نہیں کہ ایوب خاں لوگوں کو آلہ کار بنا کر انہیں اپنے آپ سے دور کر دیتا تھا۔ بھٹو صاحب بھی اسی روش پر گامزن ہیں۔

س :۔ آپ کی گرفتاری کے امکانات کب تک ہیں؟ کیا آپ کی دیکھ بھال شروع کر دی گئی ہے؟ آپ کے خیال میں حکومت کو کیا کسی خاص موقع کی تلاش ہے؟

ج :۔ مجھے موجودہ حکمرانوں سے کسی قسم کے شریفانہ اور اصولی رویئے کی توقع نہیں ہے۔ گرفتاری کا امکان اسی وقت پیدا ہو گیا تھا جب عراقی سفارت خانے سے اسلحہ برآمد ہوا تھا یہ ڈرامے کا پہلا سین تھا اور بلوچستان سے اسلحہ کی برآمدگی کے کلائمکس کے بعد ہماری گرفتاریاں ڈرامے کا آخری سین ہوں گی۔ میری نگرانی کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ حکومت اس وقت بھی مہربانی کرتی تھی جب میں وزیر اعلیٰ تھا حتیٰ کہ ایک روز ایک انٹیلی جنس آفیسر میرے گھر کے اندر آگیا تھا۔ ویسے اب روزانہ ایک فاکس ویگن کار میری گاڑی کا پیچھا کرتی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں کسی روز اس پیچھا کرنے والے سے کہوں گا کہ مجھے اپنی گاڑی میں لے جایا کرے تاکہ میرا پٹرول بچ جائے۔

نیپ اور قومیتیں

س :۔ ملک کے موجودہ حالات میں نیپ کے تصور قومیت سے قومی وحدت کو نقصان پہنچ رہا ہے تو آپ اس پر سختی سے جمے رہنے پر کیوں مصر ہیں؟

ج :۔ قیام پاکستان سے قبل وطن عزیز پانچ علیحدہ قومیتوں کا مسکن تھا۔ ان قوموں کی زبان، تہذیب و تمدن، معاشرت، روایات اور جغرافیائی حدود بھی علیحدہ علیحدہ تھیں۔ تحریک آزادی کی کامیابی کے بعد جب بنگال، سندھ، بلوچستان، سرحد اور پنجاب کے علاقوں پر مشتمل پاکستان معرض وجود میں آیا تو یہ توقع پیدا ہو گئی تھی کہ یہ پانچ قومیتیں جن کا دین مشترک ہے پاکستانی قومیت میں بتدریج ضم ہو جائیں گی۔ پاکستانی قوم کے اس تصور کو شروع شروع میں سب ہی نے تسلیم کر لیا لیکن لیاقت علی خاں کے بعد ملک میں جمہوریت، قومیتوں اور ان کے تہذیبی ثقافتی ورثے کے ساتھ ایسی سازشیں اور سیاسی اٹھکیلیاں کی گئیں کہ پاکستانی قومیت کا سحر ٹوٹنے لگا۔ ایک مخصوص مفاد پرست گروہ اور طبقہ نے جن میں بیوروکریٹس بھی شامل تھے چھوٹی قومیتوں کے حقوق غصب کرنے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد فوجی آمریت مسلط ہو گئی۔ اس کی جرات اتنی بڑھی کہ اس نے بڑی قومیتوں پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ حکمران ٹولے نے پانچوں صوبوں کے عوام کا استحصال کیا اور ان قومیتوں کے مفاد پرستوں کو اپنا آلہ کار بنا کر جمہوریت کی راہوں کو مسدود کر دیا۔ بلوچستان کا ہی ذکر نہیں سندھ کے رہنماؤں کو بھی ذلیل کیا گیا۔ قاضی فضل اللہ پر جھوٹا اور گھناؤنا مقدمہ بنایا گیا۔ علی احمد تالپور کی بھی توہین کی گئی۔ بلوچ رہنماؤں کو تو اس قدر نظر انداز کر دیا گیا تھا کہ باقی چار صوبوں کے عوام ان کے رہنماؤں اور اس علاقہ کے مسائل سے ہی آگاہ نہ تھے۔ ملازمتوں، بنیادی سہولتوں کی فراہمی میں بے حد زیادتیاں کی گئیں۔ اور چھوٹی قومیتوں میں خصوصیت کے ساتھ یہ احساس ابھرا کہ ان کی نجات اپنی علیحدہ قومیت منوانے ہی میں مضمر ہے۔ ہر علاقے میں اس کی تحریک شروع ہوئی اور ان علاقوں میں تحریک شدید تر ہو گئی جن علاقوں میں اس کو دبایا گیا۔ ایوب خان کے آمرانہ دور میں مذکورہ علاقوں کے لوگ اس نتیجہ پر پہنچ گئے تھے کہ وہ ہر صورت میں اپنی قومیت منوا کر رہیں گے۔ حتیٰ کہ دوسرے فوجی آمر کو وحدت مغربی پاکستان توڑنی پڑی۔

دراصل پانچ قومیتوں کا تصور سندھ، بلوچستان، سرحد، پنجاب اور بنگال کے عوام کی محرومیوں کی بنا پر شدت سے ابھرا جو بنگال میں تاریخی اور افسوسناک سانحہ کے بعد عملی شکل اختیار کر گیا اگر فوجی آمریت اور حکمران ٹولہ سندھیوں، بلوچوں، پٹھان اور پنجابیوں کی اس فطری خواہش کو سمجھ لیتا کہ وہ اپنی حدود میں اپنے تہذیب و تمدن زبان اور علاقے کی ترقی چاہتے ہیں یہ علیحدگی نہیں تو ملک ٹکڑے نہ ہوتا۔ آج بھی اگر اس دیرینہ خواہش کی تکمیل راہ نہ روکی جائے تو چھوٹی چھوٹی قومیتیں ایک بڑی پاکستانی قومیت میں بتدریج ضم ہو جائیں گی۔ میں آج ایسا کٹر بلوچ نہیں ہوں جیسا دس پندرہ سال قبل تھا۔ اسی طرح دوسرے علاقوں کے رہنما بھی بڑی قومیت کی طرف بتدریج بڑھ رہے ہیں۔ اس سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

س :۔ آپ کے خیال میں سقوط مشرقی پاکستان قومیت کو ہوا دینے کا برا نتیجہ نہیں ہے؟

ج:۔ مجھے یقین ہے کہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کو آمرانہ اقدام کے ذریعے کچلنے کی کوشش کی گئی ان کے جمہوری حق کو تسلیم کرنے سے بزور طاقت انکار کر دیا۔ اس شدید عمل کا رد عمل علیحدگی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اگر اس غلطی کو پھر دہرایا گیا تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا یہ پوری قوم کے سوچنے کی بات ہے۔

س:۔ نیپ کے پرچم میں پانچ ستارے قومیتوں کے اتحاد کی علامت ہیں۔ ایک قومیت علیحدہ ہو گئی اس کے باوجود پانچ تارے کس بات کی غمازی کرتے ہیں؟ کیا آپ متوقع ہیں کہ یہ قومیت پھر آملے گی اور اسی انتظار میں پرچم پر اس کی جگہ باقی ہے؟

ج:۔ نیپ کا مطالبہ ہے کہ بنگلہ دیش منظور کیا جائے۔ جس روز حکومت اسے تسلیم کرلے گی پرچم پر چار تارے رہ جائیں گے۔

س:۔ بنگلہ دیش منظور ہو جانے کی صورت میں بھی تارے کو پرچم سے ہٹانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لئے کہ بنگالی قومیت کے علاوہ بھی اردو قومیت موجود ہے؟ کیا پرچم میں ایک تارے کا اور اضافہ نہیں ہونا چاہئے؟

ج:۔ اردو قومیت کا جہاں تک معاملہ ہے یہ متنازعہ ہے کیوں کہ سندھ میں اردو بولنے والے اور سندھی بولنے والے برابر تعداد میں ہیں اور کسی علیحدہ علیحدہ علاقوں میں نہیں رہتے ضرورت ہے کہ اردو بولنے والوں کے پاس کوئی علاقہ ہو۔ جو ان کے پاس نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اردو بولنے والوں کو علیحدہ قومیت کا نعرہ وحدت مغربی پاکستان ٹوٹنے سے قبل لگانا چاہئے تھا اب یہ بعد از مرگ واویلا کے مترادف ہے۔

س:۔ کیا بروقت مطالبہ سے چوک جانے کے نتیجہ میں اردو بولنے کا حق محض اس کوتاہی کی بناء پر ختم ہو گیا؟

ج:۔ جی نہیں مگر اس وقت تحریک چلانے سے دونوں قومیتوں کو نقصان پہنچے گا اور دشمن اس کا فائدہ اٹھائیں گے۔ لہٰذا دونوں بھائیوں کو باہمی افہام و تفہیم کے ذریعے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہئے۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ ایک قومیت میں ضم ہو جائیں اگر سندھی بولنے والے وسیع القلبی کا مظاہرہ کریں تو میرے خیال میں اردو بولنے والے مہذب لوگ علیحدہ قومیت پر اصرار نہیں کریں گے۔

س:۔ سرائیکی قومیت کے بارے میں آپ کا موقف کیا ہے؟

ج:۔ یہ نعرہ بہاولپور سے لگایا گیا ہے اور وہ بہاولپور کو علیحدہ صوبہ بنانے کے مطالبہ پر محیط ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نعرے کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کوئٹہ کو علیحدہ صوبہ بنانے کی بات کرے۔ ہاں اگر یہ نعرہ سرائیکی زبان کی بنیاد پر ہو تو ہمارے پاس اس کی حمایت نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ خود اہل بہاولپور پر واضح نہیں ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔

س:۔ میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی کی گرفتاری پر آپ کا تبصرہ کیا ہے؟

ج:۔ میاں طفیل محمد محترم سیاسی رہنما ہیں آپ کی گرفتاری حکومت وقت کا ظالمانہ اقدام ہے تاکہ انہیں اور ان کی جماعت کو حزب اختلاف کی موثر رہنمائی سے روکا جائے۔ اصل میں اس بزرگ شخصیت کے ساتھ جو کچھ کیا گیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہم محسوس کرتے ہیں کہ جمہوریت اور قوم کے مفاد میں آواز بلند کرنے والے شخص کی عزت و آبرو' جان و مال محفوظ نہیں ہے خواہ کتنا ہی حب الوطن اور محترم کیوں نہ ہو۔ چوہدری ظہور الٰہی کو بھینس کی چوری میں گرفتار کیا گیا۔ ان لوگوں سے کیا بعید ہے کہ کل وہ مجھے بکری کی چوری کے الزام میں پکڑلیں۔

س:۔ ٹیلی وژن' ریڈیو اور ٹرسٹ کے اخبارات میں نیپ کے خلاف وطن دشمن علیحدگی پسندی اور اسلحہ اسمگل کرنے کے جو الزامات عائد کئے جا رہے ہیں۔ اس سرکاری پروپیگنڈے کا ازالہ آپ کیوں نہیں کر رہے؟

ج:۔ ابلاغ عامہ کے جن ذرائع سے ہمارے خلاف یک طرفہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے وہ حکمران جماعت کی تحویل میں ہیں۔ ہم سوائے اس مطالبہ کے کیا کر سکتے ہیں کہ حکومت ہمیں ان کی صفائی کا ان ذرائع سے موقع دے مگر اس جمہوری اور اصولی مطالبہ کو تسلیم کرنے کا حوصلہ پیپلز پارٹی اور اس کی قیادت میں کہاں سے آئے گا۔ یک طرفہ پروپیگنڈے کا سلسلہ سرکاری سطح پر نیپ ہی کے خلاف نہیں بلکہ حزب اختلاف کی دوسری جماعتوں اور شخصیتوں کے خلاف بھی ہو رہا ہے اور یہ کھلا ظلم ہے۔

(1973ء)

صوبائی خود مختاری

1973ء کے آئین میں

پاکستان کی آئین سازی کی تاریخ میں صوبائی خود مختاری ایک اہم مسئلہ بنی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آئین ساز شروع سے ہی اس نازک مسئلے کا تسلی بخش حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جن عناصر کی بنا پر 1971ء میں آئینی بحران پیدا ہوا' ان میں سے ایک عنصر یہ بھی تھا کہ اس وقت جو لوگ صاحب اختیار تھے' وہ یہ مسئلہ طے کرنے میں ناکام رہے۔ بالآخر 1973ء کے آئین کے تحت وفاق اور صوبوں کے درمیان اختیارات میں توازن پیدا کیا گیا اور اس سلسلے میں' وفاقی مجلس قانون ساز میں ہر صوبے سے تعلق رکھنے والی تمام بڑی بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کی رضامندی اس میں شامل تھی۔ اس آئین پر دستخط کرنے والوں میں پاکستان پیپلز پارٹی' قیوم مسلم لیگ' کونسل مسلم لیگ' کالعدم نیشنل عوامی پارٹی' جمعیت العلمائے پاکستان اور جمعیت العلمائے اسلام کے رہنما شریک تھے۔

موجودہ آئین ہر لحاظ سے بہترین وفاقی آئین ہے۔ اس میں صحیح معنوں میں ایک وفاقی آئین کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔ پروفیسر کے۔ سی۔ وھیئر (K.C. WHEARE) جن کو وفاقی طرز حکومت کے موضوع پر سب سے بڑی سند تسلیم کیا جاتا ہے' کے نزدیک حقیقی معنوں میں ایک وفاقی آئین کی یہ خوبیاں ہوتی ہیں۔

ایک وفاقی آئین کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس میں اختیارات کی تقسیم کا تعین کر دیا جاتا ہے اور باقی ماندہ اختیارات وفاق میں شامل وحدتوں کے لئے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔

دوسری خوبی آئین کی بالادستی ہے یعنی وفاقی اور صوبائی دونوں حکومتیں "مربوط اور برابر" ہوں اور ان کے اختیارات کا سرچشمہ خود آئین ہو۔

تیسری خوبی یہ ہے کہ وفاق میں شامل تمام وحدتوں کو ان کے رقبے اور آبادی سے قطع نظر دو ایوانوں پر مشتمل مجلس قانون ساز کے ایوان بالا میں مساوی نمائندگی دی جائے۔

چوتھی خوبی یہ ہے کہ آئین کی حفاظت اور ترجمانی کے فرائض انجام دینے کے لئے سپریم کورٹ موجود ہوتی ہے۔

فعال نظام حکومت

موجودہ آئین میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے کہ ان سے ایک فعال نظام حکومت قائم ہو گیا ہے۔ ایک ایسا نظام حکومت جس میں صوبائی حکومتیں زیادہ سے زیادہ خود مختار ہو گئی ہیں جب کہ وفاقی حکومت کو ایسے مؤثر اختیارات حاصل ہو گئے ہیں جن کے تحت وہ اہم قومی مفادات کا تحفظ کر سکتی ہے۔ 1973ء کے آئین میں موضوعات کی صرف دو فہرستیں ہیں' ایک وفاقی فہرست اور دوسری مشترکہ فہرست اور باقی ماندہ تمام اختیارات صوبوں کو تفویض کر دیئے گئے ہیں۔

1956ء اور 1962ء کے آئین نیز 1973ء کے عبوری آئین کے برعکس موجودہ آئین میں کوئی صوبائی فہرست شامل نہیں کی گئی۔ اس میں امریکی اور آسٹریلوی آئین میں موجود وفاقی اصول کو من و عن اپنایا گیا ہے۔ امریکی اور آسٹریلوی آئین میں صرف ایک فہرست شامل ہے جس میں وفاقی حکومت کے اختیارات کا تعین کر دیا گیا ہے اور اس میں جن اختیارات کا تعین نہیں کیا گیا ہے وہ سب اختیارات صوبائی حکومتوں کو تفویض کر دیئے گئے ہیں۔

یہ بات اتنی ہی اہم ہے کہ ہندوستان کے آئین کی تین فہرستیں ہیں یعنی وفاقی' مشترکہ اور صوبائی۔ لیکن اس میں باقی ماندہ اختیارات یونین گورنمنٹ کو تفویض کر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح ہندوستان کی مرکزی حکومت کو (جسے سرکاری طور پر یونین گورنمنٹ آف انڈیا کہا جاتا ہے) صوبائی حکومتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے مضبوط بنا دیا گیا ہے اور یہ امر وفاق کے حقیقی اصول کے سراسر منافی ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہو گا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ مجریہ 1935ء میں بھی جو ہندوستان اور پاکستان کی دونوں مملکتوں کا پہلا عبوری آئین تھا' باقی ماندہ اختیارات مرکزی حکومت کو تفویض نہیں کئے گئے تھے۔

1973ء کا آئین

1973ء کے آئین میں وفاقی فہرست دو حصوں میں مشتمل ہے۔ اس فہرست کے حصہ اول میں جن موضوعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں پاکستان کا دفاع اور اس سے متعلقہ معاملات' خارجہ امور' شہریت' ڈاک اور تار" کرنسی' غیر ملکی زرمبادلہ' درآمد و برآمد اور بعض ڈیوٹیاں اور ٹیکس شامل ہیں۔ ان موضوعات کی مجموعی تعداد 59 ہے۔ وفاقی فہرست کے حصہ دوم میں صرف آٹھ موضوعات شامل ہیں۔ مشترکہ فہرست میں 47 موضوعات شامل ہیں۔ جن کے بارے میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو قانون سازی کے مساوی اختیارات حاصل ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ 1973ء کے آئین میں جو موضوعات مرکز کو تفویض کئے گئے ہیں وہ دوسرے وفاقی آئین کے مقابلے میں بہت کم ہیں اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ کم از کم اس مرتبہ پاکستان کے آئین سازوں نے صحیح معنوں میں ایک وفاقی ڈھانچہ تیار کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ 1956ء کے آئین کے مقابلے میں' موجودہ آئین میں صوبوں کو قومی معاملات میں دخل دینے کا زیادہ استحقاق حاصل ہے۔ مثال کے طور پر معدنی تیل اور گیس جسے 1956ء کے آئین کی وفاقی فہرست کے حصہ دوم میں شامل

کیا گیا تھا' اب اسے اس وفاقی فہرست میں شامل کر دیا گیا ہے جس پر سینٹ کے ذریعے صوبوں کا خاصا کنٹرول ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہندوستان کی یونین گورنمنٹ کا 97 موضوعات پر کنٹرول ہے۔ (ہندوستان کے آئین کے تحت وفاقی مقننہ کو 97 موضوعات پر قانون سازی کے اختیارات حاصل ہیں) مزید برآں یونین گورنمنٹ کو باقی ماندہ اختیارات بھی حاصل ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 1973ء کے آئین میں پاکستان میں ہندوستان کے مقابلے میں صوبوں کو زیادہ اختیارات دیئے گئے ہیں اور انہیں بہت زیادہ صوبائی خود مختاری حاصل ہیں۔

صوبائی سرحدیں

ہندوستان کے آئین کے برعکس' موجودہ آئین میں صوبوں کی علاقائی سالمیت کو مناسب تحفظ دیا گیا ہے۔ ہندوستان کے آئین کے آرٹیکل 3 کے تحت پارلیمنٹ کے ایکٹ کے ذریعہ نیا صوبہ قائم کیا جا سکتا ہے یا موجودہ صوبوں کے رقبے' سرحدیں یا نام بدلے جاسکتے ہیں جب کہ ہمارے آئین میں صرف نئی ریاستوں یا علاقوں کو وفاق میں شامل کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے لیکن وفاقی حکومت کو کوئی نئی ریاست یا صوبہ بنانے یا موجودہ صوبوں کی سرحدوں میں رد و بدل کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ پس اس طرح آئین میں ایک ذیلی وفاقی یا وحدانی مملکت بنانے کے لئے پاکستان کے ایک یا ایک سے زیادہ صوبوں کو مدغم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ موجودہ صوبوں میں سے کسی کی موجودہ سرحدوں کو بھی تبدیل نہیں کیا جاسکتا تاوقتیکہ آئین کے آرٹیکل 239 (7) میں مذکور کارروائی پوری نہ کرلی جائے۔ یہ آرٹیکل درج ذیل ہے۔

"قومی اسمبلی آئین میں ترمیم کے لئے کوئی ایسا بل جس کا مقصد کسی صوبے کی سرحدوں میں تبدیلی کرنا ہو' اس وقت تک منظور نہیں کرے گی جب تک یہ بل اس صوبے کی اسمبلی کے مجموعی ممبروں کی کم از کم دو تہائی اکثریت کے ووٹوں سے منظور شدہ قرارداد کے ذریعے پاس نہ کیا گیا ہو۔"

صوبوں کے لئے مزید تحفظات

آئین کے تحت پہلی مرتبہ دو ایوانوں کی قانون ساز اسمبلی وجود میں لائی گئی ہے۔ اور پارلیمنٹ کے ایوان بالا کے طور پر سینٹ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کا مقصد چھوٹے صوبوں میں اس احساس کو تقویت پہنچانا ہے کہ ان کے حقوق کا پورا پورا تحفظ کیا گیا ہے۔ اب پارلیمنٹ کے دو ایوان ہیں۔ یعنی قومی اسمبلی اور سینٹ۔ وفاق کے اصول کے مطابق سینٹ میں تمام صوبوں کو ان کے رقبے اور آبادی سے قطع نظر مساوی نمائندگی دی گئی ہے۔ بہرحال یہ بات جاننا بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ ہندوستان کے آئین کے تحت راجیہ سبھا (ایوان بالا) میں صوبوں کو ان کی آبادی کی بنیاد پر نمائندگی دی گئی ہے۔

اس چھوٹے صوبوں کے مفاد پر زد پڑتی ہے اور یہ طریقہ کار وفاقی نظام کی روح کے منافی ہے۔ اس کے مقابل میں ہمارے آئین کے آرٹیکل 71 میں یہ درج ہے کہ اگر ان معاملات کے بارے میں جو وفاقی فہرست کے حصہ دوم یا مشترکہ فہرست مین شامل ہیں' قومی اسمبلی اور سینٹ کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہو جائے تو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں حاضر اور ووٹ دینے والے ممبروں کی کثرت رائے سے فیصلہ کیا جائے گا۔

آئین کے مذکورہ آرٹیکل کے مطابق وفاقی فہرست کے حصہ دوم میں شامل اداروں پر انتظامی کنٹرول مشترکہ مفادات کی ایک کونسل کو تفویض کیا گیا ہے۔ اس کونسل میں چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور وزیر اعظم کے نامزد کردہ چار وفاقی وزراء شامل ہیں اور جس کی خود وزیر اعظم یا ان کا نامزد کردہ شخص صدارت کرتا ہے۔ یہ کونسل ان موضوعات کے بارے میں جو وفاقی فہرست کے حصہ دوم میں شامل ہیں' پالیسیاں وضع کرتی ہے اور ان میں باقاعدگی پیدا کرتی ہے۔ کونسل پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہے جو قرارداد کے ذریعے کونسل کو ہدایات جاری کر سکتی ہے۔ کونسل کے فیصلوں کے خلاف پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں اپیل کی جاسکتی ہے۔ جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

کسی قدرتی ذریعے سے حاصل ہونے والے پانی کی تقسیم یا اس پر کنٹرول کے بارے میں اگر وفاق اور صوبوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو کونسل کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس تنازعہ کا فیصلہ کرے۔ کونسل ایسے تنازعات کا فیصلہ براہ راست کر سکتی ہے یا پھر صدر سے درخواست کر سکتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں سفارشات پیش کرنے کے لئے ماہرین کا ایک کمیشن مقرر کر دیں۔ وفاقی اور صوبائی حکومتیں مذکورہ کونسل کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کی پابند ہیں۔ کونسل کو جس تنازعہ کا فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے' اسے کسی عدالت میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔

اقتصادی پالیسیاں

قومی اقتصادی کونسل کو حکومت کی اقتصادی پالیسیوں کا رخ متعین کرنے کا کام سونپا گیا ہے۔ اس کونسل کی صدارت وزیراعظم کرتے ہیں اور جس میں ہر صوبے کا کم از کم ایک ممبر شامل ہوتا ہے۔ کونسل کا کام یہ ہے کہ ملک کے اقتصادی حالات کا بحیثیت مجموعی جائزہ لے اور مملکت کی پالیسی کے اصولوں کے مطابق حکومت کی مالیاتی' تجارتی' معاشرتی اور اقتصادی پالیسیوں کے بارے میں منصوبے بنائے۔

جیسا کہ پن بجلی اور قدرتی گیس کے وسائل زیادہ تر دو صوبوں میں موجود ہیں' اس لئے ان موضوعات کے لئے خصوصی گنجائش رکھی گئی ہے۔ وفاقی حکومت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ بڑے پیمانے پر بجلی پیدا کرنے کے لئے پن بجلی گھر یا تھرمل پاور اسٹیشن یا گرڈ اسٹیشن تعمیر کرے اور بین الصوبائی سطح پر بجلی کی ترسیل کے لئے لائنیں بچھائے۔ لیکن جن صوبوں سے قدرتی

گیس دستیاب ہوتی ہے ان کی ضروریات کو دوسرے علاقوں کے مقابلے میں فوقیت دی جائے۔

قدرتی گیس اور پن بجلی پیدا کرنے والے صوبوں کے مالیاتی مفادات کو تحفظ دینے کے لئے یہ بندوبست کیا گیا ہے کہ وفاقی ایکسائز ڈیوٹی اور قدرتی گیس کی رائلٹی کی رقوم جو وفاقی حکومت جمع کرتی ہے' ان صوبوں کو دی جائیں گی جہاں قدرتی گیس کے ذخائر واقع ہیں۔ اسی طرح وفاقی حکومت کو بڑے پیمانے پر بجلی پیدا کرنے سے جو خالص منافع ہو گا وہ اس صوبے کو ادا کیا جائے گا جہاں برقابی بجلی گھر واقع ہے۔

آئین کے تحت ایک قومی مالیاتی کمیشن قائم کیا گیا ہے جس میں وفاقی وزیر خزانہ اور صوبائی وزرائے مالیات شامل ہیں۔ یہ کمیشن ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی خالص آمدنی اور وفاقی حکومت کی منظور کی ہوئی رعایتی رقوم' صوبوں کے درمیان منصفانہ طریقے سے تقسیم کرنے کے لئے سفارشات مرتب کرے گا جنہیں وفاقی پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں میں پیش کرنا ہو گا۔

مرکز اور صوبوں کے تعلقات کا مسئلہ تیس سال سے زائد عرصہ تک ہماری آئین سازی کی تاریخ میں ایک بنیادی مسئلہ رہا ہے اور اس آئینی مسئلہ کو حل کرنے کے سلسلے میں ہماری ناکامی 1971ء میں ملک کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کا باعث بنی۔ اسی تاریخی پس منظر میں اگر دیکھا جائے تو آئین کے حصہ پنجم میں جو وفاقی اسکیم رکھی گئی ہے' وہ بلاشبہ اس آئین کا سب سے برتر مقصد ہے۔

اس طرح 1973ء کے آئین سازوں نے ایک ایسے حقیقی اور پائیدار وفاقی نظام کی ٹھوس بنیاد رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے جو وفاق کی تمام وحدتوں اور شہریوں کے لئے بلالحاظ ذات پات' رنگ و نسل' سیاسی استحکام' اقتصادی ترقی اور سماجی انصاف کا ضامن ہو گا۔

ضمیمہ۔اول

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین' 1973ء

جدول چہارم

(دفعہ 70(6))

قانون سازی کی فہرستیں

وفاقی قانون سازی کی فہرست

حصہ اول

امن یا جنگ میں وفاق یا اس کے کسی حصے کا دفاع' وفاق کی بری اور فضائی افواج اور کوئی دوسری مسلح افواج جو دفاع کی طرف سے بھرتی کی جائیں رکھی جائیں' کوئی مسلح افواج جو وفاق کی افواج تو نہ ہوں مگر جو وفاق کی مسلح افواج بشمول شہری مسلح افواج سے متعلق ہوں یا ان کے ساتھ مل کر کارروائی کر رہی ہوں' وفاقی سررشتہ سراغ رسانی دفاع' امور خارجہ یا پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی سلامتی سے متعلق ملکی مصلحتوں کی بنا پر اقتناعی نظربندی' اشخاص جو اس طرح نظربند کئے گئے ہوں یا وہ صنعتیں جو وفاقی قانون کی رو سے دفاعی مقاصد کے لئے یا جنگ جاری رکھنے کے لئے ضروری قرار دی گئی ہوں۔

2- بری' بحری اور فضائی فوجی تعمیرات' چھاؤنیوں کے علاقوں میں مقامی حکومت خود مختاری' مذکورہ علاقوں میں چھاؤنی کے ادارہ ہائے مجاز کی ہیئت ترکیبی اور اختیارات مذکورہ علاقوں میں رہائشی جگہ کا انضباط اور ان علاقوں کی حد بندی۔

3- امور خارجہ' دوسرے ملکوں کے ساتھ' تعلیمی اور ثقافتی معاہدوں اور سمجھوتوں کے بشمول' عہد ناموں اور معاہدوں پر عملدرآمد کرنا' تحویل ملزمان بشمول مجرمین اور ملزم اشخاص کو پاکستان سے باہر کی حکومتوں کے حوالے کرنا۔

4- قومیت' شہریت اور عطائے حقوق شہریت۔

5- کسی صوبے یا وفاق کے دارالحکومت سے یا میں نقل مکانی یا رہائش اختیار کرنا۔

6- پاکستان میں داخلہ اور پاکستان سے ترک وطن اور اخراج' بشمول اس سلسلہ میں پاکستان میں ایسے اشخاص کی نقل و حرکت کے انضباط کے جو پاکستان میں سکونت نہ رکھتے ہوں یا پاکستان سے باہر کے مقامات کی زیارت۔

7- ڈاک و تار' بشمول ٹیلی فون' لاسلکی' نشریات اور پیغام رسانی کے ایسے ہی دیگر ذرائع کے یا ڈاک خانے کا سیونگ بینک۔

8- کرنسی' سکہ بازی اور زر قانونی۔

9- زرمبادلہ یا چیک' مبادلہ ہنڈیاں' پرونوٹ اور اسی طرح کی دیگر دستاویزات۔

10- وفاق کا سرکاری قرضہ' بشمول وفاقی مجموعی فنڈ کی کفالت پر رقم قرض لینے کے' غیر ملکی قرضہ جات اور غیر ملکی امداد۔

11- وفاقی سرکاری ملازمتیں اور وفاقی پبلک سروس کمیشن۔

12- وفاقی پنشنیں یعنی وفاق کی طرف سے یا وفاقی مجموعی فنڈ سے واجب الادا پنشنیں۔

13- وفاق کا محتسب عامہ۔

14- وفاق کی رعایا کے لئے انتظامی عدالتیں اور ٹریبونل۔

15- کتب خانے' عجائب گھر اور اسی قسم کے ادارے جو وفاق کے زیر نگرانی ہوں یا اس کی طرف سے ان میں سرمایہ لگایا جاتا ہو۔

16- حسب ذیل اغراض کے لئے وفاقی ایجنسیاں اور ادارے' یعنی تحقیقات

ے لئے پیشہ ورانہ یا فنی تربیت کے لئے یا خصوصی تعلیم کی ترقی کے لئے۔

17- تعلیم، جہاں تک کہ پاکستان طلبہ کے غیر ممالک میں ہونے یا غیر ملکی طلبہ کے پاکستان میں ہونے کا تعلق ہے۔

18- جوہری توانائی بشمول:

(الف) معدنی وسائل کے جو جوہری توانائی پیدا کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

(ب) جوہری ایندھن کی پیداوار اور جوہری توانائی کے پیدا کرنے اور استعمال میں لانے کے لئے اور

(ج) شعاؤں کو برقانے کے۔

19- بندرگاہی قرنطینہ، ملاحوں کے اور بحری ہسپتال اور بندرگاہی قرنطینہ سے متعلق ہسپتال۔

20- بحری جہاز رانی اور جہازوں کی آمد و رفت، بشمول جوار بھاٹہ کے پانیوں میں جہاز رانی اور جہازوں کی آمد و رفت کے، بحری دائرۂ اختیار۔

21- بڑی بندرگاہیں، یعنی مذکورہ بندرگاہوں کا اعلان کرنا اور ان کی حد بندی کرنا اور ان میں ادارہ ہائے بندرگاہ کی تشکیل اور اختیارات۔

22- ہوائی جہاز اور ہوا بازی، ہوائی اڈوں کا اہتمام، ہوائی جہازوں کی آمد و رفت اور ہوائی اڈوں کا انضباط اور انتظام۔

23- روشنی کے مینار، بشمول لنگر انداز جہازوں جن میں مشعل روشن ہوں، اشارہ گاہوں اور بحری اور ہوائی جہازوں کی حفاظت کے لئے دیگر انتظامات کے۔

24- بحری یا ہوائی راستوں سے مسافروں اور مال کی نقل و حمل۔

25- حق تصنیف، ایجادات، نمونے، تجارتی نشانات اور تجارتی مال کے نشانات۔

26- افیون، جہاں تک برآمد کے لئے اس کے فروخت کا تعلق ہے۔

27- وفاقی حکومت کی متعین کردہ سرحدات کسٹم کے آرپار مال کی درآمد و برآمد، بین الصوبائی تجارت اور کاروبار، غیر ممالک کے ساتھ تجارت اور کاروبار، پاکستان سے برآمد کئے جانے والے مال کا معیار۔

28- بینک دولت پاکستان، بینکاری، یعنی ان کارپوریشنوں کی طرف سے بینکاری کے کاروبار کا انتظام جو ان کارپوریشنوں کے علاوہ ہوں جو کسی صوبے کی ملکیت یا نگرانی میں ہوں اور صرف اس صوبے کے اندر کاروبار کرتی ہوں۔

29- بیمہ کا قانون، سوائے جب کہ اس بیمہ کے متعلق ہو جس کی ذمہ داری کسی صوبے نے لی ہو، اور بیمہ کے کاروبار کے انتظام کو منضبط کرنا، سوائے جب کہ اس کاروبار کے متعلق ہو جس کی ذمہ داری کسی صوبے نے لی ہو۔ سرکاری بیمہ سوائے جس حد تک کسی صوبے نے اس کی ذمہ داری صوبائی اسمبلی کے اختیار قانون سازی کے اندر سی کسی امر کی وجہ سے لی ہو۔

30- اسٹاک ایکسچینج اور وعدہ بازار، جس کے مقاصد اور کاروبار ایک صوبے تک محدود نہ ہوں۔

31- کارپوریشنیں، یعنی تجارتی کارپوریشنیں بشمول بینکاری، بیمہ اور مالی کارپوریشنوں کی تشکیل کرنے، انہیں منضبط کرنے اور ختم کرنے کے، لیکن ان میں ایسی کارپوریشنوں جو کسی صوبے کی ملکیت یا کاروبار کرتی ہوں، یا انجمن ہائے امداد باہمی شامل نہیں ہیں، اور ایسی کارپوریشنیں کو تشکیل دینا، منضبط کرنا اور ختم کرنا، خواہ وہ تجارتی ہوں یا نہ ہوں جن کے مقاصد ایک صوبے تک محدود نہ ہوں لیکن ان میں یونیورسٹیاں شامل نہیں ہیں۔

32- قومی منصوبہ بندی و قومی معاشی ارتباط بشمول سائنسی و حرفتی تحقیق کی منصوبہ بندی اور ارتباط کے۔

33- سرکاری لاٹریاں۔

34- قومی شاہراہیں اور فوجی اہمیت کی سڑکیں۔

35- وفاقی مساحت بشمول ارضیاتی مساحت کے اور وفاقی موسمیاتی تنظیمیں۔

36- علاقائی سمندر سے باہر ماہی گیری اور ماہی گاہیں۔

37- وفاق کی اغراض کے لئے حکومت کے تصرف یا قبضہ میں تعمیرات، اراضی اور عمارات (جو بری، بحری یا فضائی فوج کی تعمیرات نہ ہوں) لیکن کسی صوبے میں واقع جائیداد کے سلسلے میں، ہمیشہ صوبائی قانون سازی کے تابع، بجز جس حد تک وفاقی قانون بصورت دیگر حکم دے۔

38- مردم شماری

39- ناپ اور تول کے معیار قائم کرنا۔

40- کسی صوبے سے متعلق کسی عملہ پولیس کے ارکان کے اختیارات اور دائرۂ اختیار کو کسی دوسرے صوبے کے کسی علاقے پر وسعت دینا۔ لیکن اس طرح نہیں کہ کسی ایک صوبے کی حکومت کی رضامندی کے بغیر اختیارات اور دائرۂ اختیار استعمال کرنے کا اختیار دے دیا جائے۔ کسی صوبے سے متعلق پولیس کے ارکان کے اختیارات اور دائرہ اختیار کو اس صوبے سے باہر ریلوے کے علاقوں پر وسعت دینا۔

41- صدر کے عہدے، قومی اسمبلی، سینیٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخابات، چیف الیکشن کمشنر اور الیکشن کمشنر۔

42- صدر، قومی اسمبلی کے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر، سینٹ کے چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین، وزیر اعظم، وفاقی وزراء، وزرائے مملکت کے مشاہرے، بھتہ جات اور مراعات، سینٹ اور قومی اسمبلی کے اراکین کے مشاعرے، بھتہ جات اور مراعات، اور ان اشخاص کو سزا جو اس کی کمیٹیوں کے روبرو گواہی دینے یا دستاویزات پیش کرنے سے انکار کریں۔

43- محصولات کسٹم، بشمول برآمدی محصولات کے۔

44- محصولات آبکاری بشمول نمک پر محصولات کے۔ لیکن ان میں الکحلی مشروبات، افیون اور دیگر نشہ آور اشیاء کے محصولات شامل نہیں

ہیں۔

45- وراثت جائیداد کی بابت محصول۔

46- جائیداد کی بابت محصول ترکہ۔

47- زرعی آمدنی کے علاوہ آمدنی پر محصول۔

48- کارپوریشنوں پر محصول۔

49- خرید و فروخت پر محصول۔

50- اثاثوں کی اصل مالیت پر محصول جس میں غیر منقولہ جائیداد پر اصل منافع پر محصول شامل نہیں ہے۔

51- جوہری توانائی پیدا کرنے کے لئے استعمال ہونے والے معدنی تیل' قدرتی گیس اور دھاتوں پر محصول۔

52- کسی پلانٹ' مشینری' منصوبہ' کارخانہ یا تنصیب کی پیداواری صلاحیت پر ان محصولات کی بجائے جن کی صراحت اندراجات 44' 47 اور 49 میں کر دی گئی ہے۔ یا ان میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد کی بجائے محصولات۔

53- ریل' بحری یا ہوائی جہاز سے جانے والے مال یا مسافروں پر انتہائی محصولات' ان کے کرایوں اور سامان پر محصول۔

54- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کی بابت فیسیں' لیکن ان میں کسی عدالت میں لی جانے والی فیسیں شامل نہیں ہیں۔

55- اس فہرست میں مندرجہ امور میں سے کسی کی بابت اور ایسی حد تک جس کی آئین کی رو سے یا اس کے تحت صریحاً" اجازت دی گئی ہے۔ عدالت عظمیٰ کے سوا تمام عدالتوں کا اختیار سماعت اور دائرۂ اختیار' عدالت عظمیٰ کے اختیار سماعت میں توسیع اور اس کو زائد اختیار تفویض کرنا۔

56- اس حصے میں مندرجہ کسی امر سے متعلق قوانین کے خلاف جرائم۔

57- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کی اغراض کے لئے تحقیقات اور اعداد و شمار۔

58- امور جو اس آئین کے تحت وفاقی مقننہ کے اختیارات قانون سازی میں یا وفاق سے متعلق ہیں۔

59- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کے ضمنی یا ذیلی امور۔

حصہ دوم

1- ریلویز۔

2- معدنی تیل اور قدرتی گیس' مائعات اور مادے جن کے خطرناک طور پر آتش گیر ہونے کا وفاقی قانون کے ذریعے اعلان کر دیا جائے۔

3- صنعتوں کی ترقی' جب کہ وفاقی قانون کے ذریعے وفاقی نگرانی میں ترقی' مفاد عامہ کی خاطر قرین مصلحت قرار دی جائے۔ ایسے ادارے' کارخانے' مجالس اور کارپوریشنیں جن کا انتظام یا اہتمام یوم آغاز سے عین قبل وفاقی حکومت کرتی تھی' بشمول ادارہ ترقی آب و برقیات مغربی پاکستان اور صنعتی کارپوریشن مغربی پاکستان کے' مذکورہ اداروں' کارخانوں مجالس اور کارپوریشنوں کے تمام منصوبہ جات' پراجیکٹ اور اسکیمیں' صنعتیں' پراجیکٹ اور منصوبے جو وفاق کی یا وفاق کی طرف سے قائم کردہ کارپوریشنوں کی کلیتہ" یا جزواً" ملکیت ہوں۔

4- مشترکہ مفادات کی کونسل۔

5- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کی بابت فیسیں لیکن ان میں کسی عدالت میں لی جانے والی فیسیں شامل نہیں ہیں۔

6- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر سے متعلق قوانین کے خلاف جرائم۔

7- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کی اغراض کے لئے تحقیقات اور اعداد و شمار۔

8- اس حصہ میں مندرجہ کسی امر کے ضمنی یا ذیلی امور۔

مشترکہ فہرست قانون سازی

1- فوجداری قانون' بشمول یوم آغاز پر مجموعہ تعزیرات پاکستان میں شامل جملہ امور کے' لیکن بہ اخراج وفاقی قانون سازی کی فہرست میں مصرحہ امور میں سے کسی سے متعلق قوانین کے خلاف جرائم کے اور بہ اخراج مدنی حکومت کی امداد کے لئے بحری' بری اور فضائی افواج کے استعمال کے۔

2- ضابطہ فوجداری' بشمول یوم آغاز پر مجموعہ ضابطہ فوجداری میں شامل جملہ امور کے۔

3- ضابطہ دیوانی' بشمول قانون میعاد سماعت اور یوم آغاز پر مجموعہ ضابطہ دیوانی میں درج جملہ امور کے' کسی صوبے یا وفاقی دارالحکومت میں محصولات اور دیگر سرکاری مطالبات کی بازیابی' جن میں بقایا جات مالگزاری اور مذکورہ طور پر قابل وصول رقوم جو اس صوبے سے باہر پیدا ہوئی ہوں' شامل ہیں۔

4- شہادت اور حلف' قوانین' سرکاری کاموں اور یادداشتوں اور عدالتی کارروائیوں کی منظوری۔

5- شادی اور طلاق' شیر خوار اور نابالغان' متبنیت۔

6- وصایا' بلاوصیت فوتیدگی اور وراثت' سوائے جہاں تک زرعی اراضی کا تعلق ہو۔

7- دیوالیہ پن اور دوالہ' مہتمن عام اور سرکاری امین۔

8- ثالثی

9- معاہدات بشمول شراکت' ایجنسی' معاہدات باربرداری اور معاہدات کی دیگر خاص صورتیں لیکن اس میں زرعی اراضی سے متعلق معاہدات شامل نہیں ہیں۔

10- وقف اور متولیان۔

11- زرعی اراضی کے علاوہ انتقال جائیداد' وثیقہ جات اور دستاویزات کی رجسٹری۔

12- انفصال بے جا قابل اراجع نالش' سوائے جس حد تک کہ وہ وفاقی فہرست قانون سازی میں مصرحہ امور سے کسی کی بابت قوانین میں شامل ہوں۔

13- قیدیوں اور ملزم اشخاص کو ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں منتقل کرنا۔

14- امن عامہ کے قیام یا معاشرے کے لئے ضروری رسد و خدمات برقرار رکھنے سے متعلق وجوہ کی بنا پر انتناعی نظربندی' اشخاص جن کو اس طرح نظر بند کیا جائے۔

15- وفاقی اختیار کے تحت نظربند کئے جانے والے اشخاص۔

16- وفاقی اور صوبائی حکومت سے متعلق حالات کے سلسلے میں ارتکاب کردہ بعض جرائم سے نمٹنے کے لئے کارروائیاں اور مذکورہ غرض کے لئے ایک جمیعت پولیس کا قیام۔

17- اسلحہ' آتشیں اسلحہ اور گولہ بارود۔

18- آتش گیر مادے۔

19- افیون' جہاں تک اس کی کاشت اور تیاری کا تعلق ہے۔

20- مفردات اور ادویات۔

21- زہر اور خطرناک ادویات۔

22- آدمیوں' جانوروں یا پودوں کو متاثر کرنے والی متعدی یا چھوت چھات کی بیماریوں یا کیڑوں کا ایک صوبے سے دوسرے صوبے تک پھیلنے سے روکنا۔

23- ذہنی بیماری اور ذہنی پسماندگی' بشمول ذہنی بیمار اور ذہنی پسماندہ کی پذیرائی یا علاج کے لئے مقامات کے۔

24- ماحول کی آلودگی اور ماحولیات۔

25- آبادی کی منصوبہ بندی اور سماجی فلاح و بہبود۔

26- مزدوروں کی فلاح و بہبود' محنت کی شرائط' پراویڈنٹ فنڈ' آجروں کی ذمہ داری اور کارکنوں کا معاوضہ' صحت کا بیمہ بشمول معذوری پنشنوں کے' بڑھاپے کی پنشن۔

27- انجمن ہائے مزدوراں' صنعتی اور مزدوروں کے تنازعات۔

28- دفاتر محنت' روزگار کے اطلاعاتی سرشتوں اور تربیتی اداروں کا قیام و انصرام۔

29- بوائلرز۔

30- کانوں' کارخانوں اور تیل کے چشموں میں محنت اور تحفظ کا انضباط۔

31- بیمہ بے روزگاری۔

32- میکانکی کل دار سفینوں سے متعلق اندرونی آبی راستوں پر جہازی ترسیل اور کشتی رانی اور مذکورہ آبی راستوں پر قواعد شارع عام' اندرون ملک آبی راستوں پر مسافروں اور مال کی نقل و حمل۔

33- میکانکی کل دار گاڑیاں۔

34- بجلی۔

35- اخبارات' کتابیں اور چھاپہ خانے۔

36- متروکہ جائیداد۔

37- قدیم اور تاریخی یادگاریں۔ آثار قدیمہ کے مقامات و کھنڈرات۔

38- تعلیم کی درسیات' نصاب' منصوبہ بندی' حکمت عملی' امتیاز کے مراکز اور معیار۔

39- اسلامی تعلیم۔

40- زکوٰۃ۔

41- نمائش کے لئے سینما کی فلموں کی منظوری دینا۔

42- سیاحت۔

43- قانونی' طبی اور دیگر پیشے۔

44- اس فہرست میں مندرجہ کسی امر کی بابت فیس' لیکن ان میں کسی عدالت میں وصول کی جانے والی فیسیں شامل نہیں ہیں۔

45- اس فہرست میں مندرجہ کسی امر کی اغراض کے لئے تحقیقات اور اعداد و شمار۔

46- اس فہرست میں مندرجہ کسی امر سے متعلق قوانین کے خلاف جرائم' ان امور سے کسی امر کے سلسلے میں جو اس فہرست میں درج ہیں' عدالت عظمیٰ کے علاوہ تمام عدالتوں کے اختیارات سماعت و اختیارات۔

8- اس فہرست میں مندرجہ کسی امر کے ضمنی یا ذیلی امور۔

ضمیمہ۔ دوم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین' 1956ء

(دفعہ 106)

وفاقی فہرست

1- پاکستان اور اس کے ہر حصے کا دفاع اور اس سے متعلقہ جملہ کارروائیاں اور امور وفاقیہ کی بحری' بری اور ہوائی افواج اور کوئی ایسی اور مسلح فوج جو وفاقی حکومت کی طرف سے بھرتی کی جائے یا رکھی جائے' ایسی مسلح افواج جو وفاقیہ کی افواج تو نہ ہوں مگر جو وفاقیہ کی مسلح افواج سے متعلق ہوں یا ان کے ساتھ مل کر کارروائی کریں۔

وفاقیہ کی دیگر مسلح افواج جن میں شہری مسلح افواج شامل ہیں۔ بحری' بری اور ہوائی افواج کی تعمیرات۔

دفاع سے متعلقہ صنعتیں' جوہری قوت اور اس کے پیدا کرنے کے لئے ضروری معدنی وسائل۔

چھاؤنیوں کے علاقوں کی حد بندی' چھاؤنیوں کے علاقوں میں مقامی

حکومت خود اختیاری۔ ایسے علاقوں میں کنٹونمنٹ اتھارٹی (چھاؤنی کے انتظامی اداروں) کی ہیئت ترکیبی، ان کے اختیارات اور فرائض (ایسے علاقوں میں رہائشی مکانوں کا کنٹرول جس میں کرایوں کا کنٹرول بھی شامل ہے)

اسلحہ، آتشیں اسلحہ، گولہ بارود اور بھک سے اڑ جانے والے مسالوں کی تیاری۔

2- امور خارجہ جن میں ایسے کل امور شامل ہیں جن کا تعلق پاکستان اور کسی غیر ملک کے درمیان تعلقات قائم کرنے سے ہو۔

سفارتی، قونصل اور تجارتی نمائندگی۔

بین الاقوامی ادارے

بین الاقوامی انجمنوں میں شرکت اور ان کے فیصلوں پر عملدرآمد۔

جنگ اور صلح

غیر ملکوں سے صلح نامے، کونشن، عہدنامے اور دیگر معاہدے کرنا اور ان پر عملدرآمد۔

غیر ملکیوں سے متعلق اختیارات سماعت اور اپنے علاقے سے باہر اختیارات سماعت، بین الاقوامی قوانین کے خلاف جرائم، عدالت بحری، سمندری ڈکیتیاں اور کھلے سمندر اور ہوا میں جرائم کا ارتکاب۔

پاکستان میں داخلہ

پاکستان سے ترک وطن اور اخراج، حوالگی ملزمان، پاسپورٹ، ویزا، پرمٹ اور اسی طرح کے دوسرے سرٹیفکیٹ پاکستان سے باہر زیارات کے مقامات اور پاکستان میں غیر ملکیوں کے لئے زیارات کے مقامات ہیں، ملاحوں سے متعلقہ اور سمندری ہسپتال۔

3- شہریت، قومیت حاصل کرنا اور غیر ملکی اشخاص۔

4- صوبوں کے درمیان اور غیر ملکیوں کے ساتھ تجارت اور کاروبار۔

سرحدات کسٹم پر مال کی درآمد و برآمد۔

5- کرنسی، سکہ جات اور زر قانونی، غیر ملکی سکے کا تبادلہ اور قابل خرید و فروخت دستاویزات، بینک دولت پاکستان، بنکاری (جس میں بنکاری امداد باہمی شامل نہیں ہے۔) جس کے مقاصد اور کاروبار ایک صوبے تک محدود نہ ہوں۔

6- وفاقیہ کا سرکاری قرضہ اور وفاقی مجموعی فنڈ کی کفالت پر رقم قرض لینا، غیر ملکی قرضے۔

7- اسٹاک ایکسچینج اور پیشگی سودے جن کے مقاصد اور کاروبار ایک صوبے تک محدود نہ ہوں۔

8- بیمہ اور کارپوریشن یعنی کارپوریشنوں کو شمیہ دار بنانا، باقاعدہ بنانا اور بند کرنا۔ وہ تجارت کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں۔ (لیکن ان میں امداد باہمی کی انجمنیں، یونیورسٹیاں، میونسپل اور مقامی ادارے شامل نہیں ہیں۔) جن کے مقاصد اور کاروبار ایک صوبے تک محدود نہ ہوں۔

9- کاپی رائٹ، پیٹنٹ، ڈیزائن اور ایجادیں، تجارتی مارکہ اور تجارتی مال کے چھاپ، پاکستان سے برآمد کئے جانے والے مال کے معیار۔

10- ناپ تول کے معیار مقرر کرنا۔

11- جہاز رانی، سمندری باربرداری (جس میں ساحلی باربرداری شامل ہے لیکن ایسی ساحلی باربرداری شامل نہیں جو ایک صوبے تک محدود ہو) ہوائی راستے، ہوائی اڈے، ہوائی جہاز اور ہوابازی اور ان سے متعلقہ جملہ امور، روشنی کے مینار اور بحری اور ہوائی جہازوں کی حفاظت کے دیگر انتظامات۔

12- بڑی بندرگاہیں یعنی بڑی بندرگاہیں قرار دینا اور ان کی حد بندی کرنا اور وہاں کی رپورٹ اتھارٹی کی ہیئت ترکیبی اور اس کے اختیارات، علاقہ واری سمندر کے باہر مچھلی پکڑنا اور مچھلیوں کا کاروبار۔

13- ڈاک اور پیغام رسانی کے جملہ ذرائع جن میں نشریات اور ٹیلی وژن شامل ہیں۔ ڈاک خانے کے سیونگ بینک۔

14- صنعتیں جو وفاقیہ کی یا اس کی قائم کردہ کسی کارپوریشن کی کلیتہ" یا جزوا ملکیت ہوں۔

15- معدنی تیل اور قدرتی۔

16- سپریم کورٹ کی ہیئت ترکیبی، نظام اختیارات سماعت اور دیگر اختیارات (جس میں اس عدالت کی توہین بھی شامل ہے) اور اس میں وصول کی جانے والی فیسیں اور وہ اشخاص جو سپریم کورٹ میں وکالت کرنے کے مجاز ہوں۔

17- مجلس ملیہ، صوبائی اسمبلیوں اور پریذیڈنٹ کے عہدے کے لئے انتخابات، انتخابی کمیشن۔

18- خفیہ اطلاعات اور تحقیقات کا مرکزی دفتر، پاکستان کے دفاع، امور خارجہ یا سلامتی کے لئے ضرر رساں امور کی بنا پر احتیاطی نظر بندی، وہ اشخاص جو اس طرح نظر بند کئے جائیں۔

19- مردم شماری، سروے پاکستان، ارضیاتی سروے پاکستان، موسمیاتی ادارے۔

20- وفاقیہ کی جائیداد جو کسی صوبے میں واقع ہو اور اس کی آمدنی۔

21- علمی تحقیقات اور علوم کی ترقی کے وفاقی ذرائع اور وفاقی ادارے، کتب خانے اور عجائب گھر جن کے مصارف وفاقیہ ادا کرے۔

22- وفاقی سروسیں اور فیڈرل پبلک سروس کمیشن، وفاقی پنشنیں۔

23- وفاقی حکومت کے پریذیڈنٹ، وزرا، وزرائے مملکت اور نائب وزراء اور مجلس ملیہ، قومی اسمبلی کے اراکین، اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کی تنخواہیں اور الاؤنس، کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل، اٹارنی جنرل اور صوبوں کے گورنروں کی تنخواہیں اور الاؤنس۔

پریذیڈنٹ اور گورنروں کے حقوق اور تحفظات۔

25- مجلس ملیہ اور اس کے اراکین اور کمیٹیوں کے اختیارات، خاص حقوق اور تحفظات، مجلس ملیہ کی کمیٹیوں کے روبرو گواہی دینے یا دستاویزات پیش کرنے کے لئے لوگوں کا حاضر کرانا۔

26- کسٹم ڈیوٹی (جس میں برآمدی محصولات شامل ہیں) چنگی (جس میں نمک کے محصولات شامل ہیں، لیکن الکحل کے مشروبات، افیون اور دیگر نشہ دار اشیاء کے محصولات شامل نہیں ہیں۔) کارپوریشن ٹیکس اور انکم ٹیکس، زرعی آمدنی کو چھوڑ کر، زرعی اراضی کو چھوڑ کر دیگر جائیداد کے متعلق محصول جاگیر اور محصول وراثت، زرعی اراضی کو چھوڑ اثاثوں سے متعلق اصل سرمایہ کی مالیت پر ٹیکس، خریداری اور فروخت کے ٹیکس، ریل، سمندر یا ہوا کے ذریعے آنے جانے والے سامان یا مسافروں پر ٹرمیل ٹیکس۔ اس قسم کے مسافروں اور سامان کے کرایوں کے پر ٹرمیل ٹیکس، معدنی تیل اور قدرتی گیس پر ٹیکس۔

27- فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر کی بابت فیسیں، ان فیسوں کو چھوڑ کر جو عدالتوں میں وصول کی جاتی ہیں۔

28- فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر کی بابت تحقیقات اور اعداد و شمار۔

29- فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر کی بابت سپریم کورٹ کو چھوڑ کر جملہ عدالتوں کے اختیارات سماعت اور دیگر اختیارات، فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر سے متعلقہ قوانین کے خلاف جرائم۔

30- جملہ امور جن کے متعلق دستور کے تحت پارلیمنٹ کو قانون سازی کا اختیار ہو اور ان سے متعلقہ امور۔

مشترکہ فہرست

حصہ اول

1- دیوانی اور فوجداری قانون جس میں قانون شہادت و ضابطہ قانون میعار سماعت، شادی اور طلاق کا قانون اور ننھے بچوں اور نابالغوں سے متعلقہ قانون شامل ہیں۔ متبنی بنانا، خاندان مشترکہ اور تقسیم جملہ امور جن کے متعلق یوم دستور کے عین قبل فریقین عدالتی کارروائیوں کے سلسلے میں اپنے مخصی قانون کے تابع تھے۔ وصیتیں، بلاوصیت مرجانا، وراثت اور منتقلی جائیداد (جس میں زرعی اراضی کی وراثت اور منتقلی شامل نہیں ہے۔) رجسٹریشن، دستاویزات، وثیقہ جات ثالثی، معاہدہ شراکت ایجنسی، دیوالیہ پن اور ناداری اور انفعال بیجا۔ قانون ارجاع نالش، قانونی اور طبی پیشے، توہین عدالت، ٹرسٹ اور سرکاری ٹرسٹیز۔

2- سائنس اور صنعتی تحقیقات۔

3- زہر اور خطرناک ادویہ۔

4- اخبارات، کتابیں اور مطبوعات، چھاپہ خانے۔

حصہ دوم

5- مالکوں اور ملازموں کے درمیان تعلقات، انجمن ہائے مزدوران صنعتوں اور مزدوروں سے متعلق تنازعات، مزدوروں کی بہبودی جس میں شرائط کار شامل ہیں، پراویڈنٹ فنڈ، مالکوں کی ذمہ داری، مزدوروں کا معاوضہ، معذوری اور پیرانہ سالی کی پنشنیں اور مراعات زچگی، مزدوروں کی پیشہ ورانہ اور فنی تربیت، معاشرتی تحفظ اور معاشرتی بیمے۔

6- بداعمالی کے انسداد کے قوانین۔

7- قیمتوں کا کنٹرول۔

8- مہاجرین کی امداد اور آباد کاری، متروکہ جائیداد کی تحویل، انتظام اور اختیار تصرف۔

9- اقتصادی اور معاشرتی منصوبہ بندی۔

10- تجارتی اور صنعتی اجارے، تجارتی کمپنیوں کی مشترکہ انجمنیں اور ٹرسٹ۔

11- بین الصوبائی ترک وطن اور بین الصوبائی قرنطینہ۔

12- لوہا، فولاد، کوئلہ اور معدنیات (معدنی تیل اور قدرتی گیس کو چھوڑ کر)

13- بنکاری اور بیمہ اور کارپوریشن وفاقی فہرست کے تابع۔

14- اسٹاک ایکسچینج اور پیشگی سودے وفاقی فہرست کے تابع۔

15- قدیم اور تاریخی یادگاریں جنہیں قومی اہمیت کی یادگاریں قرار دیا گیا ہو۔

16- اسلحہ، آتشیں اسلحہ، گولہ بارود اور بھک سے اڑ جانے والے مسالے وفاقی فہرست کے تابع۔

17- فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر کی بابت تحقیقات اور اعداد و شمار۔

18- فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر کی بابت فیسیں۔

19- فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر کی بابت سپریم کورٹ کو چھوڑ کر جملہ عدالتوں کے اختیارات سماعت اور دیگر اختیارات، فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر سے متعلقہ قوانین کے خلاف جرائم۔

صوبائی فہرست

1- عام امن و امان (لیکن اس میں سول حکومت کی امداد کے لئے بحری، بری یا ہوائی افواج یا وفاقیہ کی کسی اور مسلح فوج کا استعمال شامل نہیں ہے۔)

2- عدل گستری۔ سپریم کورٹ کو چھوڑ کر جملہ عدالتوں کی ہیئت ترکیبی اور نظام، کرائے اور مال کی عدالتوں کا ضابطہ، سپریم کورٹ کو چھوڑ کر جملہ عدالتوں میں وصول کی جانے والی فیسیں۔

3- پولیس جس میں مسلح پولیس، ریلوے پولیس اور دیہی پولیس شامل ہے۔

4- صوبے کے عملہ پولیس کے اختیارات اور علاقہ زیر اختیار کو بڑھا کر صوبے کے باہر کا کوئی علاقہ اس میں شامل کر دینا۔

5- صوبہ کی سلامتی اور عام امن و امان برقرار رکھنے کی وجوہ کی بنا پر احتیاطی نظربندی و اشخاص جن کو اس طرح نظربند کیا جائے۔

6- جیل خانے' اصلاحی جیل خانے' بورسٹل جیل خانے اور اسی طرح کے دیگر ادارے اور وہ لوگ جو ان میں قید کئے جائیں۔ دوسرے صوبوں کے جیل خانوں اور دیگر اداروں کو استعمال کرنے کے بارے میں متعلقہ صوبوں کے ساتھ انتظامات۔

7- قیدیوں کو ایک صوبے سے دوسرے صوبے منتقل کرنا' آوارہ گردی' جرائم پیشہ اور خانہ بدوش قبائل۔

8- اراضی یعنی اراضی سے متعلق حقوق' زمین پر قبضے کی شرطیں جن میں زمیندار اور کاشت کار کے تعلقات اور لگان کی وصولی شامل ہے۔ زرعی زمین کی منتقلی' انتقال حیثیت اور انتقال بذریعہ وراثت' زمین کو بہتر بنانا اور زرعی قرضے' نئے گاؤں بسانا۔

9- ان کارپوریشنوں کو جن کی صراحت وفاقی فہرست میں نہیں ہے یا جو یونیورسٹیاں نہیں ہیں' شخصیہ دار بنانا' باقاعدہ بنانا اور بند کرنا' غیر شخصیہ دار تجارتی ادارے' ادبی' سائنسی' مذہبی اور دیگر سوسائٹیاں اور انجمنیں انجمن ہائے امداد باہمی۔

10- مالگزاری جس میں مالگزاری کی تشخیص اور وصولیابی' اراضی سے متعلقہ کاغذات کا رکھنا' مالگزاری سے متعلق پیمائش اور اندراج حقوق اور انتقال مالگزاری شامل ہے۔

11- کورٹس آف وارڈز۔

12- تعمیرات' اراضی اور عمارتیں جو صوبے کی ملکیت ہوں یا اس کے قبضے میں ہوں۔

13- جائیداد کا جبریہ حاصل کرنا یا قبضہ میں لینا۔

14- زراعت جس میں زراعت کی تعلیم اور علمی تحقیق شامل ہے۔ پودوں کی ضرر رساں کیڑوں سے حفاظت اور بیماریوں سے بچاؤ۔

15- مقامی حکومت یعنی میونسپل کارپوریشنوں' امپرومنٹ ٹرسٹ' ڈسٹرکٹ بورڈوں' کان کنوں کی بستیوں کے انتظامی اور اداروں اور مقامی خود اختیاری حکومت یا دیہی نظم و نسق کی اغراض کے لئے دیگر مقامی اداروں کی ہیئت ترکیبی اور ان کے اختیارات۔

16- مویشیوں کی نسل کو باقی رکھنا' اس کی حفاظت کرنا اور اسے بہتر بنانا اور مویشیوں کا بیماریوں سے بچاؤ' حیوانات کے علاج کی تربیت اور علاج معالجہ۔

17- کانجی ہاؤس اور انسداد آوارگی مویشیاں۔

18- متعدی یا چھوت والی بیماریوں کو ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں پھیلنے سے روکنا۔

19- پانی جس میں آب رسانی' آب پاشی اور نہریں' نکاسی آب اور پشتے' پانی کے ذخائر اور آبی قوت شامل ہے' سیلاب کی روک تھام۔

20- تعلیم جس میں (یونیورسٹیاں' فنی تعلیم اور پیشہ ورانہ اور تربیت شامل ہیں۔)

21- کتب خانے' عجائب خانے' قدیم اور تاریخی یادگاریں۔

22- نباتاتی' حیواناتی اور بشریاتی سروے۔

23- اعلیٰ تعلیم یا علمی تحقیقات کے اداروں میں باہمی ربط قائم کرنا اور ان کے لئے معیار مقرر کرنا۔

24- تھیٹر' سینما' کھیل کود' تفریحات اور شفاخانے۔

25- نمائش کے لئے سینما فلموں کی منظوری۔

26- صحت عامہ اور صفائی' ہسپتال اور شفاخانے۔

27- اندراج پیدائش و اموات۔

28- ریلوے۔

29- مواصلات جن کی صراحت وفاقی فہرست میں نہیں ہے۔ سڑکیں' پل' گھاٹ اور دیگر ذرائع آمد و رفت' چھوٹی ریلیں' ٹرامیں' رسوں کے بنے ہوئے راستے' اندرون ملک کے آبی راستے اور ان پر آمد و رفت۔

30- جوار بھاٹے والے دریاؤں میں باربرداری اور جہازرانی۔

31- ساحلی باربرداری جو ایک صوبے کی بندرگاہوں تک محدود ہو۔

32- گاڑیاں جن میں کل سے چلنے والی گاڑیاں شامل ہیں۔

33- بندرگاہیں وفاقی فہرست کے اندراج نمبر 12 کے تابع۔

34- تدفین اور قبرستان' مردے جلانا اور مرگھٹ۔

35- معذور اور بے روزگار اشخاص کی امداد۔

36- زیارات وفاقی فہرست کے تابع۔

37- نشہ آور مشروبات یعنی ان کا پیدا کرنا' تیار کرنا' قبضے میں رکھنا' ان کی حمل و نقل' خریداری اور فروخت۔

38- افیون کی کاشت' تیاری اور فروخت۔

39- صنعتیں۔

40- فیکٹریاں اور بوائلرز۔

41- کانوں اور معدنیات کی ترقی کا انضباط وفاقی اور مشترکہ فہرست کے تابع۔

42- صوبے کے اندر تجارت اور کاروبار۔

43- مال کی پیداوار' تیاری' بہم رسانی اور تقسیم۔

44- منڈیاں اور میلے۔

45- ناپ تول کے پیمانے' معیار مقرر کرنے کو چھوڑ کر۔

46- نمک کی تیاری' بہم رسانی اور تقسیم۔

47- ساہوکاری اور ساہوکار' قرضوں کا بار کم کرنا۔

48- جنگلات۔

49- جنگلی جانوروں اور پرندوں کی حفاظت
50- جانوروں کو بے رحمی سے بچانا۔
51- کھانے پینے کی چیزوں اور دوسری چیزوں میں ملاوٹ۔
52- لاٹریاں۔
53- بازی لگانا اور جوا۔
54- مچھلی کا کاروبار۔
55- دفینے۔
56- بجلی۔
57- گیس اور گیس کے کارخانے۔
58- پیشے۔
59- سرائیں اور سرائے والے۔
60- صوبائی پبلک سروسیں، صوبائی پبلک سروس کمیشن۔
61- صوبائی پنشنیں۔
62- صوبے کے سرکاری قرضے۔
63- ایڈمنسٹریٹر جنرل۔
64- زکوے
65- خیرات اور خیراتی ادارے۔ خیراتی اور مذہبی اوقاف۔
66- پاگل پن، فتور دماغ جس میں وہ جگہیں شامل ہیں جہاں پاگلوں اور دماغی فتور میں مبتلا اشخاص کو رکھا جاتا ہے۔ اور ان کا علاج کیا جاتا ہے۔
67- صوبائی اسمبلی کے اراکین، اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کی تنخواہیں اور بھتے، صوبائی حکومت کے وزراء اور ایڈووکیٹ جنرل کی تنخواہیں اور بھتے۔
68- صوبائی اسمبلی، اس کے اراکین اور کمیٹیوں کے اختیارات، حقوق اور تحفظات، صوبائی اسمبلی کی کمیٹیوں کے روبرو گواہی دینے یا دستاویزات پیش کرنے کے لئے لوگوں کو حاضر کرنا۔
69- اوقاف اور مساجد۔
70- یتیم خانے اور محتاج خانے۔
71- زرعی آمدنی اور زرعی اراضی کی مالیت پر لگان
72- زرعی اراضی کی وراثت سے متعلق محصولات۔
73- اسٹامپ کے محصولات جن میں دستاویزات قابل خرید و فروخت اور بیمہ پالیسیوں کے محصولات اسٹامپ شامل ہیں۔
74- زرعی اراضی سے متعلق محصول جاگیر۔
75- اراضی اور عمارتوں کے ٹیکس۔
76- معدنیات سے متعلقہ حقوق کے ٹیکس وفاقی فہرست اور ان پابندیوں کے تابع جو پارلیمینٹ معدنی ترقی کے سلسلے میں قانون کے ذریعے عائد کرے۔
77- صوبے میں تیار کی ہوئی یا پیدا کی ہوئی حسب ذیل اشیاء کی چنگی یا پاکستان میں کسی اور جگہ تیار کی ہوئی یا پیدا کی ہوئی اسی طرح کی اشیاء پر ساوی یا کمتر شرح کے تلافی محصولات۔
(الف) انسانی استعمال کے لئے الکحل کے مشروبات۔
(ب) افیون، بھنگ اور بے ہوش کرنے والی دیگر ادویہ اور مسکرات، غیر مسکر ادویہ۔
(ج) دافع امراض اور سنگھار کے مرکبات جن میں الکحل یا اندراج ہذا کے ذیلی پیرا (ب) میں مذکورہ کوئی شے ملی ہوئی ہو۔
78- کسی مقامی حکومت کے علاقے میں صرف ہونے، استعمال ہونے یا فروخت ہونے والے مال کے داخلے پر ٹیکس۔
79- بجلی کے صرف یا اس کی فروخت پر ٹیکس۔
80- اشتہارات کے ٹیکس۔
81- اخبارات کی خرید یا فروخت پر ٹیکس۔
82- سڑک یا اندرون ملک کے آبی راستوں پر سے آنے جانے والے مال یا مسافروں پر ٹیکس۔
83- سڑک پر کلوں سے یا بغیر کلوں کے چلنے کے قابل گاڑیوں، اندرون ملک کے پانی پر چلنے والی لانچ اور اسٹیمر، ٹرامیں۔
84- جانوروں اور کشتیوں کا ٹیکس۔
85- ٹول
86- پیشوں، حرفوں، کام اور روزگار کے ٹیکس۔
87- محصولات فی کس۔
88- اشیائے تعیش کے ٹیکس جن میں تفریحات، تماشے، بازی لگانے اور جوئے کے ٹیکس شامل ہیں۔
89- ریلوں کے ذریعے آنے جانے والے سامان اور مسافروں پر مقامی چنگی۔
90- اسٹامپ ڈیوٹی سے متعلقہ وفاقی فہرست کے احکام میں مصرحہ دستاویزات کو چھوڑ کر دستاویزات کی اسٹامپ ڈیوٹی کی شرحیں۔
91- فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر سے متعلقہ قوانین کے خلاف جرائم۔
92- فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر کی بابت جملہ عدالتوں کے اختیارات سماعت اور دیگر اختیارات سپریم کورٹ کو چھوڑ کر۔
93- فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر کی بابت فیسیں جن میں عدالتوں میں وصول کی جانے والی فیسیں شامل نہیں ہیں۔
94- فہرست ہذا میں مندرجہ کسی امر کی اغراض کے لئے تحقیقات و اعداد و شمار۔

گورنر بلوچستان کا خطاب

(گورنر بلوچستان الحاج میر احمد یار خاں بلوچ نے بلوچستان اسمبلی سے 19 جون 1974ء کو کوئٹہ میں جو خطاب کیا تھا' اس میں بلوچستان کی صورت حال کا بھی ذکر کیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ بلوچستان کی اسمبلی اپنا فرض منصبی پورا کر رہی ہے اور عوام کی امنگوں کے مطابق ان کے مسائل کی طرف توجہ دے رہی ہے۔ مندرجہ ذیل میں اس تقریر کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں)

ہمیں جمہوریت کی راہ میں گوناگوں مشکلات کا سامنا ہے۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم ہزارہا برس سے قبائلی نظام کے تحت زندگی بسر کرتے چلے آئے ہیں۔ اس نظام کی بعض روایات لازمہ حیات بن گئیں۔ قبائلیت کو جمہوریت میں بدلنے کا کام اگرچہ آسان نہیں لیکن ناممکن بھی نہیں۔ میں نے اپنے سابق دور حکومت میں جمہوری نظام حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی۔ دیوان عام و دیوان خاص قائم کئے تھے۔ جمہوری اقدام کو اپنانے میں بلوچ عوام نے بھرپور تعاون کیا۔ اگر ماضی کی حکومتیں جمہوریت کی قائل ہوتیں اور ہمارے جمہوری تجربے پر ضرب نہ لگاتیں تو آج بلوچستان قابل رشک جمہوری روایات کا مظہر ہوتا۔ جہاں تک بلوچستان میں جمہوریت کے عمل و دخل کا تعلق ہے' پارلیمانی نظام حکومت کے تحت یہ اس علاقے کا پہلا تجربہ ہے۔ اگرچہ اس سلسلے میں کچھ مشکلات بھی پیدا ہوتی ہیں اور اس قسم کی مشکلات دنیا کے تقریباً ہر حصے میں پیدا ہوتی رہی ہیں۔ ان سے دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان مشکلات پر قابو پالیں گے۔

آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ جب آج سے ساڑھے پانچ مہینے پہلے میں نے گورنر بلوچستان کی حیثیت سے اپنا عہدہ سنبھالا' اس وقت حالت یہ تھی کہ ایک منتخب اسمبلی کی موجودگی میں بھی جمہوری عمل معطل تھا۔ وزیر اعلیٰ اور ان کے ساتھی وزیر بے کار بیٹھے تھے کیونکہ ان کو کام کرنے کا موقع نہیں دیا جا رہا تھا۔ میں نے سب سے پہلے کام یہ کیا کہ ان کو اپنے تمام تر آئینی اختیارات کے تحت اپنے فرائض انجام دینے کا موقع دیا۔ ان کے ساتھ مکمل طور پر تعاون کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بلوچستان کی اسمبلی اپنا فرض منصبی ادا کر رہی ہے اور عوام کی امنگوں کے مطابق ان کے مسائل کی طرف توجہ دے رہی ہے۔ سالانہ بجٹ پر بھی بحث و تمحیص ہو رہی ہے اور عوام کے نمائندے یہ بجٹ اپنی صوابدید کے مطابق منظور کر رہے ہیں حالانکہ اس سے قبل گزشتہ سال کا بجٹ صرف گورنر نے اپنے دستخطوں سے پاس کر دیا تھا۔

میری گورنری کے دور میں دنیا بھر کے سفارتی نمائندے یہاں تشریف لائے۔ وہ پشین گئے' زیارت گئے اور انہوں نے قلات کا بھی دورہ کیا۔ ان پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ بلوچستان میں امن و امان کی حالت اطمینان بخش ہے۔ اگرچہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ مکمل امن و امان ہے مگر حالات اس قدر تبدیل ہو گئے ہیں کہ وہ آزادی سے آئے اور انہوں نے بلوچستان کے لوگوں کو دیکھا اور اطمینان سے واپس گئے۔ ان سب نے مجھے شکریئے کے خطوط لکھے ہیں اور اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ چند ہی روز پیشتر کراچی سے بہت سے صحافی بھی یہاں تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بھی دو گھنٹے ملاقات کی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ بلوچستان میں جہاں بھی جانا چاہیں' جائیں اور اپنی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کریں۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ انہوں نے اطمینان کا اظہار کیا اور واپس جا کر اپنے اخبارات میں اپنے مشاہدات و تاثرات شائع کئے اور ملک کے دوسرے حصوں کے باشندوں کو اطمینان دلایا کہ اس علاقے کے بارے میں بعض عناصر نے جو غلط فہمیاں پیدا کر رکھی ہیں' وہ کسی حقیقت پر مبنی نہیں ہیں۔

میں وزیر اعظم بھٹو کا شکرگزار ہوں کہ وہ میرے ساتھ مکمل تعاون کر رہے ہیں۔ دوسری طرف مجھے اپنی حکومت کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جو یہاں کے حالات بہتر بنانے کے لئے میری مدد کر رہی ہے۔ اگر حالات اسی طرح صحیح رخ پر چلتے رہے تو انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب یہاں کی صورت حال معمولی پر آ جائے گی۔ کچھ مشکلات اور پیچیدگیاں اگرچہ اب بھی موجود ہیں لیکن صبر و تحمل سے اور صحیح طریقے سے کام کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم ان پر قابو پالیں گے۔

آپ جانتے ہیں کہ پاکستان تاریخ کے عظیم المیے سے دوچار ہونے کے بعد محض چار صوبوں میں محدود ہو کر رہ گیا۔ ایک قوم دو قوم میں بٹ گئی۔ مصائب کے پہاڑ ہم پر ٹوٹے' مضمحل و مایوس پاکستانی قوم جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں عزم نو سے سرشار ہوئی اور عظیم رہبر نے ملک کو اپنی دفعہ سے بہرہ مند کیا۔ ان کی رہنمائی میں ملک کے منتخب نمائندوں کی رائے سے ایک جمہوری آئین تیار کیا ہے۔ جس کے تحت مرکز اور قومی جمہوری ادارے وجود میں آئے۔ اسی آئین کی بدولت صوبائی خود مختاری کا پیچیدہ مسئلہ بھی حل ہوا۔ اس کے علاوہ 1971ء کی بھارتی جارحیت سے جو المناک مسائل پیدا ہوئے' قائد عوام نے ان مسائل کو بھی قومی وقار مجروح کئے بغیر کامیابی کے ساتھ حل کیا جس کے لئے قوم ان کی شکرگزار ہے۔ میں اس موقع پر تمام امن پسند پاکستانیوں سے اور اہل بلوچستان سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ مشکلات کو دور کرنے اور پاکستان کو ایک مستحکم اور خوش حال ملک بنانے کے لئے اپنے تمام اختلافات کو دور کر کے ان فرائض سے عہدہ برآ ہوں جو ہم سب پر عائد ہوتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہیں وزیر اعظم کے ہاتھ مضبوط کرنے چاہئیں اور پورے طور پر ان سے تعاون کرنا چاہئے۔ میں اعلانیہ کہتا ہوں کہ بھٹو صاحب ایک بڑے مدبر' سیاست دان اور اچھے منتظم ہیں۔ وہ پاکستان کی سربلندی اور پاکستانی عوام کی خوشحالی کے لئے بڑا کام کر رہے ہیں۔ خان لیاقت علی خان مرحوم سب سے اچھے اور قابل احترام لیڈر ہیں اور ہمیں ان سے پورے طور پر تعاون کرنا چاہئے۔ جمہوریت میں نکتہ چینی کی گنجائش ہوتی ہے لیکن ذاتی اور محض اور بے جا مداخلت کا کوئی جواز

نہیں کیونکہ ایسے طرز عمل سے پاکستان کو نقصان پہنچتا ہے اور پاکستان کے دشمن ہمارے انتشار اور محاذ آرائی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پاکستان ایک نازک دور سے گزر رہا ہے' لہٰذا ہم سب کو چاہئے کہ ہم سب ایک دوسرے کے ساتھ مل کر زندگی گزاریں اور بلکہ میں وزیراعظم بھٹو کو بھی یہ مشورہ دوں گا کہ وہ حزب اختلاف کے لئے نرمی اختیار کریں۔ وہ اس وقت جو کچھ کر رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انشاء اللہ بلوچستان کا سیاسی معاملہ بہت جلد حل ہو جائے گا اور تلخی اور کشیدگی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔

میں اس موقع پر بحیثیت ایک بلوچستانی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور پاکستانی عوام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مہربانی کریں' اس نازک موقع پر اس وقت پاکستان' جیسا کہ میں نے ذکر کیا' بڑے نازک دور سے گزر رہا ہے۔ یاد رکھیں اگر پاکستان ہے تو ہم آپ ہیں' پاکستان نہیں تو ہم بھی نہیں۔ پاکستان کے ساتھ ستر کروڑ مسلمانوں کی زیست و موت وابستہ ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پرامن زندگی گزاریں' عزت کی زندگی گزاریں' خوش حال زندگی گزاریں' دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑے ہوں تو اس کا ذریعہ صرف اور صرف پاکستان ہے۔ اگر پاکستان ہے تو دنیا کے تمام اسلامی ممالک محفوظ ہیں۔ پاکستان کے طفیل آپ نے دیکھا' دنیا کے تمام مسلمانوں کے نمائندے لاہور میں جمع ہوئے۔ یہ وہی خواب ہے جو سید جمال الدین افغانی مرحوم نے دیکھا تھا۔ جس کی نسبت علامہ اقبال مرحوم نے بہت کچھ بیان فرمایا۔ قائداعظم نے اس کی بنیاد ڈالی اور پھر بلامبالغہ میرے محترم' قوم کے لیڈر بھٹو صاحب نے عملی صورت میں اس خواب کی تعبیر پیش کی۔ یہی وہ بنیاد تھی جس پر پاکستان قائم ہوا تھا۔ پاکستان ایک متبرک چیز ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے' اس میں ہماری عزت ہے' اس میں ہمارا ایمان ہے' آبرو ہے' سب کچھ اس کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ اگر ایک مسلمان پاکستان سے باہر جا کر مسلمانوں کی حالت دیکھنا چاہتا ہے تو وہ ہندوستان جائے اور دیکھے کہ مسلمانوں کی کیا حالت ہے' وہاں کروڑہا مسلمان رہتے ہیں' وہ کس طرح زندگی گزارتے ہیں؟ اس لئے میری گزارش ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اس عظیم الشان امانت اور مہربانی کی قدر کریں' اس کی حفاظت کریں' اس کی خدمت کریں اور اخلاص کے ساتھ خدمت کریں۔ میں نے ابھی ذکر کیا ہے وزیراعظم بھٹو کے ساتھ میرے گہرے مراسم ہیں۔ میں ان کو ایک زمانہ سے جانتا ہوں۔ ان کے والد صاحب اور میرے والد صاحب دوست تھے۔ بھٹو صاحب بہت بڑے قابل انسان ہیں' نہ صرف پاکستان میں بلکہ میں اس دعویٰ میں حق بجانب ہوں کہ وہ تمام عالم اسلام میں قابل ترین انسان ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جس دن نیویارک سے بلا کر پاکستان کی حکومت ان کے ہاتھ میں دی گئی۔ کیا عالم تھا۔ آہ! ہندوستان ہم پر کس قدر غالب تھا۔ ہمارے ہزارہا قیدی اس کے قبضے میں تھے۔ ہمارے ملک کا آدھا حصہ اس نے علیحدہ کر دیا تھا۔ ہمارے علاقے اس کے قبضے میں تھے۔ ہندوستان ہمارا ازلی دشمن ہے۔ یہ آپ سے مخفی نہیں۔ آپ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ بھٹو صاحب نے کس تدبر' کس دانائی اور کس معاملہ فہمی کے ساتھ اتنے سارے معاملات صحیح طور پر نمٹا دیئے۔ آج ہمارے قیدی واپس آ گئے ہیں۔ ہمارے علاقے ہمیں مل گئے ہیں اور آج ہم مساوی حیثیت سے ہندوستان کے ساتھ بات کر رہے ہیں۔

بنگلہ دیش ہمارے سابق حکمرانوں کی غلط روی سے قائم ہوا۔ بھٹو صاحب کے تدبر اور معاملہ فہمی کی بدولت بنگلہ دیش کے ساتھ ہمارے تعلقات پھر سے قائم ہو گئے اور اب ہم اور زیادہ قریب آ رہے ہیں۔

آپ جو بھی کام کرتے ہیں' سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ اس کام کا اثر پاکستان پر کیا پڑے گا۔ اگر ہم ذاتی معاملات میں جاتے ہیں' پارٹی پالیٹکس میں جاتے ہیں' قبائلی مخالفت میں جاتے ہیں تو ہم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ سیاسی جمہوری نظام ہے۔ آج میں گورنر ہوں۔ مجھ سے پہلے تین گورنر آئے۔ میرے بعد بھی کئی آئیں گے جیسا کہ بھٹو صاحب نے کہا تھا۔ آئندہ شاید (ڈپٹی اسپیکر کی جانب اشارہ کر کے) اس قسم کا ایک آدمی گورنر بنے گا۔ آج کے وزراء کل نہیں ہوں گے' اور آ جائیں گے۔ اصل چیز پاکستان ہے۔

اب میں کچھ بلوچستان کی نسبت عرض کروں گا۔ بلوچستان کے معاملات بے حد پیچیدہ ہیں۔ یہ معاملات آج کے نہیں' جس دن ون یونٹ بنا تھا' یہاں کے حالات خراب ہوئے۔ بدقسمتی سے کسی نے ان پر توجہ نہیں دی ہے۔ کسی نے یہ کوشش نہیں کی کہ یہاں کے حالات استوار ہوں۔ جو کچھ ہوتا رہا' وہ ہمارے اور آپ کے سامنے ہے۔ مگر مجھے اس بارے میں فخر ہے کہ کسی بلوچ یا بلوچستانی نے پاکستان سے باہر جا کر یہ نہیں کہا کہ ہمیں یہ تکلیف ہے' یہ دکھ ہے۔ ہم نے کہا یہ ہمارا ملک ہے' ہم اس میں رہیں گے۔ اسی میں مریں گے' یہیں دفن ہوں گے۔ یہ ایک شرم کی بات ہے کہ ایک پاکستانی' ایک بلوچ یا بلوچستانی کسی اور ملک میں جا کر اپنی حکومت کے خلاف باتیں کرے۔

افغانستان کو بھی یہ بات سوچنی چاہئے کہ اگر پاکستان ہے افغانستان ہے۔ ہم اس وقت بھی افغانستان کو اقتصادی میدان میں کتنی مدد دے رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر افغانستان بھی نیک نیتی سے ہمارے قریب آتا۔ جیسے ایران ہے' دیگر عرب ممالک ہیں۔ ترکی ہے' ہمیں بے حد خوشی ہوتی مگر افسوس ہے کہ اس نے دوسرا رخ اختیار کیا۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ بالآخر وہ محسوس کرے گا اور اپنی موجودہ پالیسی ترک کر دے گا۔

بلوچستان میں اس وقت جو حکومت کام کر رہی ہے' آپ جانتے ہیں شب و روز عوام کی خدمت میں مصروف ہے۔ مشکلات بہت زیادہ ہیں۔ ایک مشکل پر قابو پاتے ہیں تو دوسری مشکل سامنے آ جاتی ہے۔ دوسری پر قابو پاتے ہیں تو تیسری کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بھی میرے وزیر اعلیٰ اور دیگر وزراء ثابت قدمی سے کام کر رہے ہیں۔ جہاں ان کی ضرورت ہوتی

ہے۔ وہ خود وہاں پہنچتے ہیں۔ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ میری کابینہ اچھی طرح کام کر رہی ہے۔

جام صاحب قابل آدمی ہیں' لائق آدمی ہیں۔ وہ حکمران بھی رہ چکے ہیں۔ بڑی محنت اور تندہی سے آپ کی خدمت کر رہے ہیں۔ نواب صاحب 'رئیسانی جس دن سے تشریف لائے ہیں' آپ جانتے ہیں۔ پیپلز پارٹی میں انہوں نے جان ڈال دی ہے۔ ان کے آنے سے پہلے یہاں پیپلز پارٹی کی جو حالت تھی' آپ سے مخفی نہیں۔ نواب صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ سب اسی میں مصروف عمل ہیں۔ اگر ایک طرف ہم نظام حکومت چلا رہے ہیں تو دوسری طرف ہم سیاسی میدان میں بھی کام کر رہے ہیں۔

مناسب ہو گا اگر یہاں میں نیپ سے متعلق اپنے بھائیوں سے بھی کچھ عرض کروں کہ وہ موجودہ طرز عمل چھوڑ دیں۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ ان کو چاہئے وہ قریب آئیں' ہمارے ساتھ بیٹھیں۔ ہم سب ایک ہی ملک کے لوگ ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کا ساتھ دینا ہے۔ ایک کرسی پر آج ایک آدمی بیٹھا ہے تو کل دوسرا بیٹھے گا۔ یہ جمہوری نظام ہے۔ یہ عمل جاری رہتا ہے۔ ان سے میری گزارش ہے کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں۔ وہ مجھے اور وزیراعظم بھٹو کو موقع دیں کہ ہم معاملات کو سدھاریں۔ ہم خود اسی کوشش اور خیال میں ہیں۔ ہم نے کئی میٹنگیں کی ہیں۔ مذاکرات کئے ہیں۔ انشاء اللہ ہم ان کے لئے ایک راستہ نکالیں گے' باعزت راستہ۔

آپ دیکھتے ہیں نت نئے واقعات ظہور میں آتے ہیں۔ بھارت کے ایٹمی دھماکے کا واقعہ' یہ بہت اہم واقعہ ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ بلکہ جب میں بھٹو صاحب سے ملوں گا تو میری گزارش ہو گی کہ ہر ایک پاکستانی اپنے کپڑے تک بیچے اور وہ رقم اٹامک انرجی کی توسیع و ترقی کے کام میں صرف کرے تاکہ ایک سال کے بعد ہم بھی ایک دھماکہ اس کے مغز پر کریں۔ ان کو بتا دیں کہ ہم بھی جواب دے سکتے ہیں۔

مگر میری گزارش ہے کہ آپ کے پاس ایک بہتر زبردست طاقت موجود ہے۔ جو ایٹم بم سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔ وہ آپ کا اسلام ہے۔ وہ قرآن ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید ہے کہ اللہ کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ ہم آپ کوشش کریں کہ اپنے ایمان کو مضبوط بنائیں' ہمیں کسی چیز سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ ہماری تاریخ ہماری اپنی ہے۔ اس سرزمین سے ایک ایک لاکھ بلوچ و پٹھان روانہ ہوتے ہیں تمام ہندوستان کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔

یہاں سے آپ کے 35 ہزار بلوچ مجاہد پانی پت گئے۔ جنہوں نے سوا لاکھ مرہٹوں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ جرات و شجاعت کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے۔ ہندوستان میں ایک ہزار سال مسلمانوں کی حکومت ہم لوگوں کی طاقت اور خدا کے فضل سے قائم رہی۔ واضح رہے کہ ہندو اس وقت اتنا طاقتور تھا کہ وہ جب میدان میں نکلتے تھے تو پانچ پانچ ہزار ہاتھیوں کے ساتھ آتے تھے۔ ہم ان کا مقابلہ تلوار سے کرتے تھے اور ان کو شکست فاش دیتے تھے۔ وہ کیا قوت تھی۔ وہ قوت قوت ایمانی تھی۔ آپ اپنی قوت کو بڑھائیں۔ قرآن کو پیش نظر رکھیں ہم دنیا میں ستر کروڑ مسلمان ہیں۔ جن کے پاس مال و دولت کی بھی کمی نہیں۔ مگر خدا ہمیں ایمان کی بدولت اس پر عمل کی توفیق دے۔

سرداری نظام کا خاتمہ

اسلام آباد-8 اپریل 1976ء

"چونکہ سرداری نظام' جو پاکستان کے بعض حصوں میں رائج ہے' ظالمانہ جاگیرداری اور قبائلی نظام کی بدترین یادگار ہے' جو انسانی وقار اور آزادی کی روح کے منافی ہونے کے باعث اسلام کے بتائے ہوئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مندرج جمہوریت اور مساوات کی روح کے خلاف ہے اور عوام کی اقتصادی ترقی کا مخالف ہے۔

اور چونکہ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے آرٹیکل 280 میں مذکور ہنگامی صورت حال کا اعلان نافذ العمل ہے۔

اور چونکہ قومی اسمبلی کا اجلاس نہیں ہو رہا ہے۔

لہٰذا اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 89 کے فقرہ (1) کے تحت دیئے گئے اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے ازراہ کرم مندرجہ ذیل آرڈیننس وضع کیا اور نافذ کیا۔

مختصر عنوان

1- یہ آرڈیننس' سرداری نظام کے آغاز اور اطلاق (کے خاتمہ) کا آرڈیننس مجریہ 1976ء کہلائے گا۔

2- یہ پورے پاکستان پر محیط ہو گا۔

3- اس کا نفاذ فوراً عمل میں آئے گا۔

تعریف

2- اس آرڈیننس میں تاوقتیکہ کوئی چیز موضوع یا سیاق و سباق میں اس کے برخلاف نہ ہو' سردار' سے مراد ایک ایسا شخص ہے جسے سردار' تمن دار یا قبیلہ کا سردار تسلیم کیا جاتا ہو یا جو شخص کسی رسم و رواج کے تحت یا کسی اور طریقے پر ان اختیارات میں سے کسی ایک اختیار کو استعمال کرتا ہو جن کا ذکر اس آرڈیننس کی دفعہ 3 میں کیا گیا ہے۔

سرداری نظام کا خاتمہ

3- اس آرڈیننس کے آغاز سے کسی رسم یا رواج کے باوجود' سردار نظام تصور کیا جائے گا اور کوئی شخص

(الف) ایسا کوئی عدالتی اختیار استعمال نہیں کرے گا جو واضح طور پر

کسی رائج الوقت قانون کے ذریعہ یا اس کے تحت اسے نہیں دیا گیا ہے' یا

(ب) کوئی نجی قید خانہ برقرار نہیں رکھے گا۔

(ج) سوائے اس گنجائش کے جو ضابطہ فوجداری 1898ء (1898ء کے ایکٹ 5) یا کسی دوسرے رائج والوقت قانون میں رکھی گئی ہے کسی شخص کو گرفتار نہیں کرے یا حراست میں نہیں رکھے گا' یا

(د) کسی شخص سے بلا اجرت مزدوری نہیں کرائے گا۔

(ہ) سردار ہونے یا پہلے رہنے کی بنا پر کوئی خراج یا کسی دوسری قسم کی ادائیگی' خواہ نقد یا جنس کی صورت میں ہو' کا مطالبہ یا وصولی نہیں کرے گا۔

استثناء

4- اس آرڈیننس میں مندرج کسی چیز کے باوجود' حکومت کسی شخص کو ایسی انفرادی خدمت کا الاؤنس منظور کر سکتی ہے جو وہ مناسب سمجھے اور ایسے شخص سے یہ مطالبہ کر سکتی ہے۔ ایسے فرائض انجام دے اور ایسے کام کرے۔ جس کی ہدایت حکومت کی طرف سے وقتاً" فوقتاً" دی جائے۔

تعزیر

5- جو کوئی بھی اس آرڈیننس کی کسی دفعہ کی خلاف ورزی کرے گا وہ دونوں میں سے کسی ایک قسم کی سزا کا موجب ہو گا اور یہ قید زیادہ سے زیادہ تین سال کے لئے ہوگی یا زیادہ سے زیادہ دس ہزار روپے کا جرمانہ ہو گا یا دونوں کی سزا دی جاسکتی ہے۔

سرداری نظام کا خاتمہ

(سرکاری اعلامیہ جو مورخہ 8 اپریل 1976ء کو کوئٹہ میں جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم پاکستان کے جلسہ عام سے خطاب کے بعد جاری ہوا۔)

عوامی حکومت نے اپنے آغاز ہی سے جمہوریت' آزادی مساوات' سماجی انصاف اور احترام انسانیت کے ان اصولوں کو جو اسلام نے بیان کئے ہیں اور جو پاکستان کے آئین میں مرتکز ہیں' ہمیشہ فروغ دیا ہے۔ گزشتہ چار سالوں کے دوران عوامی حکومت نے ملک بھر میں عوام کے ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے مسلسل جدوجہد کی ہے۔

بلوچستان اور پاکستان کے کچھ کم ترقی یافتہ علاقوں میں سرداری نظام نے (جو جاگیردارانہ نظام طرز کے قبائلی نظام کی بدترین باقیات سے تھا) عوامی حکومت کے ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کی کوششوں کو چیلنج کیا اور اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں۔ محدود مفادات رکھنے والے عناصر عام آدمی کی آزادی اور نجات کی مخالفت میں بغاوت تک پر اتر آئے۔ کچھ سرداروں نے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے اس عزم مصمم کہ ان علاقوں میں جہاں عوام کا استحصال ہو رہا ہے' عوام کو آزاد کرایا جائے' کو ناکام بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ عوامی حکومت نے ان عناصر کے چیلنج کا استقامت اور مکمل عزم سے سامنا کیا۔ گزشتہ چار سالوں کے دوران حکومت نے پسماندہ اور کچلے ہوئے عوام کی آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے زمین ہموار کی اور ایک بنیادی ڈھانچے کی تشکیل میں مصروف رہی تاکہ ایک ایسی مستحکم انتظامیہ کو بروئے کار لائے جو ان غریب اور (سابق میں) نظرانداز کئے گئے علاقوں میں حکومت کے اختیار و نظام کو نافذ کر سکے۔

اس عظیم تبدیلی کے لئے زمین ہموار کرلی گئی ہے اور ڈھانچہ بنا دیا گیا ہے اور اب حکومت اس پوزیشن میں ہے کہ وہ غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لئے عوام کی تمناؤں اور آرزوؤں اور عزم کا جواب دے سکے۔ آج جیسا کہ وزیراعظم نے اعلان کیا ہے' نفرت انگیز و مکروہ سرداری نظام ختم کر دیا گیا ہے اور اس کا نفاذ ابھی سے شروع کر دیا گیا ہے' اس ضمن میں صدر مملکت نے ایک آرڈیننس جاری کر دیا ہے۔ ایک عظیم انقلابی قدم ہے جس سے وزیراعظم بھٹو اور ان کی حکومت کی عوام کی اقتصادی بہبود اور سماجی ترقی کے نصب العین سے مکمل وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ کچھ علاقوں میں سردار لیویز (خاصہ داروں) پر کنٹرول رکھتے تھے اگرچہ حکومت ان لیویز کو معاوضہ ادا کرتی تھی۔ یہ لیویز اب بھی قانون کے نفاذ کے ادارے کی حیثیت میں برقرار رہیں گے لیکن اب یہ مکمل طور پر حکومت کے براہ راست کنٹرول میں حکومت کے احکام و اختیارات قائم کرنے کے سلسلے میں کام کریں گے۔

لیویز کو حکومت سے براہ راست وہی تنخواہیں اور الاؤنس ملیں گے جو انہیں پہلے ملتے تھے' یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ لیویز کی کل تعداد یعنی 5649 نفر میں سے 2960 نفر کو وفاقی حکومت تنخواہیں دیتی تھی اور بقایا 2689 افراد کو سروس الاؤنس حکومت دیتی تھی۔ انہیں یہ الاؤنس بدستور ملتا رہے گا اور حکومت وقتاً" فوقتاً" جو خدمات اور ڈیوٹی ان سے لینا مناسب سمجھے گی وہ انہیں تفویض کرے گی۔

سرداری نظام کا خاتمہ

(وزیراعظم بھٹو کا خطاب)

میرے عزیز دوستو' ساتھیو' بھائیو' بہنو' بزرگو!

السلام علیکم

26 تاریخ سے میں نے آپ کے صوبے کا موجودہ دورہ شروع کیا اور یہ دورہ کافی تفصیلی رہا ہے۔ اس وقت تک میں تین کنونشنوں سے خطاب کر چکا ہوں۔ سبی میں ہماری پارٹی کا کنونشن ہوا اور اس کے بعد خضدار میں اور بعد میں تین اور چار تاریخ کو کوئٹہ میں بھی ہماری جماعت کا کنونشن ہوا لیکن میں اپنی جماعت اور کنونشن کے لئے نہیں آیا ہوں کیوں کہ اگر میں یہاں پندرہ دن کے دورے کے لئے آیا ہوں تو میرا مقصد صرف یہ نہیں ہے

کہ میں اپنی جماعت کی تنظیم پر توجہ دوں' بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ بلوچستان کی سیاست کی موجودہ صورت حال کا بھی جائزہ لوں۔ اس کے علاوہ انتظامیہ اور حکومت کے ساتھ بھی میری باتیں ہوئیں اور اس کے سننے کے لئے یہاں کے گورنر' یہاں کے مشیر اور یہاں کے اعلیٰ سرکاری ملازم بھی موجود تھے۔ جتنا وقت ہم نے کونشن کو دیا کم از کم اتنا ہی وقت آپ کے کام' پبلک کے کام اور انتظامیہ کے مسائل کو بھی دیا۔ یہی سبی میں بھی ہوا۔ خضدار میں بھی ایسا ہی ہوا اور بعد میں میرے عزیز ساتھیو کوئٹہ میں بھی اس قسم کا رابطہ عوام کے ساتھ ہوا۔ یعنی ایک طرف جماعت سے رابطہ' ساتھ ہی دوسری طرف حکومت اور انتظامیہ کے جو مسائل تھے اور جو آپ کے مطالبات اور معروضات تھے اس پر غور کیا گیا اور کافی اہم فیصلے کئے گئے۔ کسی حد تک بڑے بنیادی فیصلے کئے گئے اور چھ تاریخ کو ان سب چیزوں پر ایک طرف جماعت کے مسائل اور دوسری طرف حکومت کے مسائل' تیسری طرف بلوچستان کی سیاسی صورت حال کے مسائل اور چوتھی طرف پاکستان کی سیاسی صورت حال پر گفتگو اور مذاکرات' بین الاقوامی باتیں دفاع اور ترقی کے ہر پہلو پر باتیں ہوئیں۔ چھ تاریخ کو ہمارے یہاں کوئٹہ میں میٹنگ ہوئی۔ وہ صبح سے لے کر شام تک چلی اور اس میں آپ کے گورنر' مشیر' سرکاری وزیر' وفاقی ملازم' صوبائی ملازم سب نے شرکت کی۔ اس کے بعد ان سب باتوں کو ختم کر کے پندرہ دن کے دورے کے بعد' پندرہ دن کے جائزے کے بعد' پندرہ دن کی انتظامیہ سے گفتگو کے بعد' پندرہ دن کی اہم اور خاص میٹنگ اور ملاقاتوں کے بعد' میں نے یہ محسوس کیا کہ اب میں آپ سے مخاطب ہوں' جانے سے پہلے آپ سے باتیں کروں اور آپ کے سامنے جو بلوچستان کی باتیں ہیں ان پر اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ آپ نے بڑی تکلیف اٹھائی ہے اور جلسے میں آئے ہیں۔ اس جلسے کو کامیاب کرنے کے لئے آپ نے جو تکلیف اٹھائی ہے میں جانتا ہوں۔ اس کا میں شکریہ ادا کر رہا ہوں' کیا ہے اور کرتا رہوں گا۔

میرے عزیز ساتھیو! میں نے کافی دورے کئے ہیں بلوچستان کے۔ جب سے ہماری حکومت اقتدار پر آئی ہے' ہر سال میں بلوچستان آتا ہوں۔ کبھی کبھی دو دفعہ کبھی کبھی تین دفعہ لیکن میرا یہ دورہ سب سے طویل رہا ہے۔ میرے ساتھیو اور دوستو! میں بلوچستان میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ کیا ہوا ہے بلوچستان میں؟ کیا ہوا ہے ماضی میں؟ کیا حال میں ہو رہا ہے اور کیا ہماری امیدیں ہیں مستقبل میں؟ ان چیزوں پر آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ ان چیزوں پر میں اپنی تقریر میں زور دینا چاہتا ہوں۔

میرے ساتھیو! میرے عزیز دوستو' میرے بھائیو اور بہنو!

جو پہلی بات ہے' جس بات کو ہمیں یاد رکھنا چاہئے جس بات کو ہمیں کسی صورت میں نہیں بھولنا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہم ایک نازک اور عبوری دور سے گزر رہے ہیں۔ ساری دنیا اس عبوری دور سے گزر رہی ہے لیکن یہاں پاکستان میں اور خاص کر بلوچستان میں ہم اس نازک اور عبوری دور سے گزر رہے ہیں۔ جو ماضی کا دور تھا وہ ختم ہو رہا ہے۔ ماضی کا دور جو مغلوں اور انگریزوں کے زمانے اور پاکستان کی 28 برس کی آزادی کی تاریخ سے اس ملک میں برقرار تھا۔ جو اس ملک میں چل رہا تھا۔ اب وہ دور ایک جھٹکے میں آ چکا ہے۔ اب وہ دور جو دو سو (200) سال بلکہ 200 سال سے زیادہ عرصہ سے چل رہا ہے وہ دور اب ایک عبوری شکل میں گزر رہا ہے اور اس کو آپ کسی صورت میں نہیں بھول سکتے۔ اس کو آپ کسی صورت میں نظرانداز نہیں کر سکتے۔ ماضی کا جو دور تھا اور اب حال میں ایک قسم کی شکل اختیار کر رہا ہے لیکن اس کا ڈھانچہ اب تک نہیں بن سکا ہے۔ ماضی کا جو ڈھانچہ تھا ماضی کی جو شکل تھی وہ اب ٹوٹ رہی ہے وہ پوری طرح نہیں ٹوٹی ہے' وہ ٹوٹ رہی ہے جو ماضی کی طاقت ہے وہ ٹوٹ رہی ہے' وہ کمزور ہو رہی ہے۔ وہ خطرے میں ہے لیکن ابھی وہ زندہ ہے' وہ بیمار ہے' تکلیف میں ہے' تفکرات میں ہے' لیکن وہ وقت گزر رہا ہے ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ وقت گزر رہا ہے اور اس وقت سے ہم اب تک نئے ڈھانچے کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ یعنی مخصوص لوگوں کی حکومت' مخصوص لوگوں کے حقوق اب آہستہ آہستہ ان سے چھین کر عوام کی طرف آ رہے ہیں۔ عوام کی جدوجہد کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ حقوق جو غریبوں کے اور مزدوروں کے' محنت کشوں کے حقوق تھے' جو ضبط کر کے مخصوص لوگوں نے' سرمایہ داروں نے' جاگیرداروں نے' سرداروں نے' بادشاہوں نے' شہزادوں نے اپنے ہاتھوں میں مخصوص کر لئے تھے اور جو عوام کا استحصال کر رہے تھے' اب کسی حد تک ان کے ہاتھوں سے نکل رہے ہیں مگر ان کے ہاتھوں سے نکل کر اب تک عوام کے ہاتھوں میں نہیں آئے ہیں اور یہ عبوری دور ہے کشمکش کا دور ہے۔ جناب جدوجہد کا نام ہی یہ ہے۔

انقلاب کا نام ہی یہ ہے کہ جب ایک نظام جو استحصال کا نظام ہے جو غریب دشمن نظام ہے جب اس کی جڑوں کو ہلایا جاتا ہے تو اس وقت انقلاب کی روح پیدا ہوتی ہے' انقلاب کا وقت آتا ہے۔ انقلاب اس کو کہا جاتا ہے جو موجودہ فرسودہ نظام ہے اس کو چیلنج کیا جائے اور اس کے بعد جو پرانی طاقت ہے ماضی کی طاقت جو کسی حد تک حال کی طاقت بھی ہے آخر وقت تک جنگ لڑتی ہے وہ اپنی آخری جنگ عوام سے لڑتی ہے۔ یہ ہر مرحلے پر ہوتا ہے' اب آخری جنگ ہو رہی ہے۔ جو سابقہ نظام تھا' جو گزشتہ نظام تھا اب عوام کے ساتھ اپنی آخری جنگ لڑ رہا ہے کیونکہ ہر جنگ میں عوام نے آہستہ آہستہ ان کو شکست دی ہے لیکن وہ وقت بھی تھا جب عوام کی قوت نہیں تھی' عوام کی طاقت نہیں تھی' اس وقت ایسا نظر آتا تھا کہ ان کو کوئی نہیں ہلا سکتا تھا۔ اس نظام کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا ہے کیوں کہ عوام بالکل بے بس تھے' عوام بالکل خاموش تھے' عوام کے پاس زبان نہ تھی' تو عوام کیسے منظم ہوتے۔ منظم ہونے کی ضرورت اس لئے تھی کہ عوام کو پیسا گیا تھا۔ عوام کے حلئے بگاڑے گئے تھے۔ کہا گیا تھا کہ ہماری طاقتیں ہمیشہ برقرار رہیں گی۔

اس قیادت کو کوئی نہیں ہلا سکے گا۔ یہ مظلوم عوام کیا کر سکیں گے۔ یہ لوگ جو پھٹے ہوئے کپڑوں میں آتے ہیں' مزدوری کرتے ہیں' یہ کسان' یہ غریب لوگ یہ جاہل ہیں۔ ان کے پاس تعلیم نہیں ہے' ان کے بچے بے پڑھے لکھے ہیں۔ یہ ہمارے ساتھ کیسے لڑ سکیں گے۔ اس زمانے میں جب عبوری دور نہیں تھا تو ان کی طاقت کا سایہ سارے ملک پر پھیلا ہوا تھا۔ کوئی ان کو چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی ان پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ وہ طاقت تھی رجعت پسندوں کی طاقت' سرداروں کی طاقت' نوابوں کی طاقت اور اس لئے وہ ایک ہی طاقت تھی۔ اس کے ساتھ دوسری طاقت جو اکثریت میں تھی جو عوام کی طاقت تھی' جو نظر نہیں آتی تھی' جو چھپی ہوئی تھی جس کو مستحکم نہیں کیا گیا تھا' جو بے زبان تھی' جو بے بس تھی' جو جاہل تھی' اس طاقت کو منظم کرنے کے لئے اس طاقت کو اکٹھا کرنے کے لئے' اس طاقت کو مضبوط بنانے کے لئے' ایک بڑا سیاسی وقت لگتا ہے۔ 28 برس تو ہمارے اس طرح گزرے کہ عوام کی جو صحیح طاقت ہے اس کو کیسے کھڑا کریں' کیسے رجعت پسند طاقت کا مقابلہ کریں۔ تو جناب اسی لئے یہ جماعت ہے' اسی لئے پاکستان پیپلز پارٹی بنی کہ ہم عوام کی طاقت کو کھڑا کریں۔ اس لئے ہم نے کہا کہ طاقت سرچشمہ عوام ہیں' اس لئے ہم نے آپ کو ایک نیا منشور دیا' اس لئے ہم نے اتنی کوشش کی کہ ہم اپنے منشور کو لے جائیں اور عوام میں سیاسی بیداری پھیلائیں اور عوام کو مستحکم کریں تو جناب یہ دوسری طاقت کھڑی ہوئی' یہ دوسری طاقت اٹھی' جب یہ دوسری طاقت اٹھی تو کشمکش اور چپقلش شروع ہوئی ہے' اس لئے پہلے اور کوئی طاقت مقابلہ پر تھی ہی نہیں۔

تو جناب عالی' میرے بھائیو اور بہنو! بلوچستان ایک نازک اور عبوری دور سے گزر رہا ہے۔ ماضی کی طاقت' ماضی کے نظام کے خلاف عوام کی طاقت' غریبوں کی طاقت' مزدوروں اور کسانوں کی طاقت کھڑی ہو چکی ہے اور سرداروں' جاگیرداروں' وڈیروں اور زمینداروں کے خلاف یہ تحریک اٹھ کھڑی ہوئی ہے اور جدوجہد جاری ہے اور اس کی تکمیل میں تھوڑا وقت لگے گا جیسے دو سال۔ اگر پرانا نظام صدیوں برقرار رہ سکتا ہے تو اس عبوری دور کو بھی دو تین چار سال تو لگیں گے۔ کچھ وقت تو بہرحال لگے گا اور اس وقت تک عوام کو اور قربانیاں بھی دینی پڑیں گی۔ عوام کو اور مستحکم ہونا پڑے گا اور بیداری کو پھیلانا پڑے گا۔ ہم کیا کر رہے ہیں؟ جناب آپ دیکھ رہے ہیں ہماری جو پالیسی ہے ایک طرف سے ہماری جنگ ہے' ہماری لڑائی ہے' ہمارے اختلاف ہیں وہ رجعت پسند ماضی کے نظام کے خلاف ہیں اور وہ جنگ اور وہ ہماری کشمکش آپ دیکھ چکے ہیں کہ الیکشن سے پہلے بھی الیکشن کے بعد بھی' وہ جاری ہے' وہ آپ کے ساتھ ہے۔ "آپ کے حق میں ہے۔ بلوچستان کی صورت حال یہ ہے کہ دو طاقتوں کا ٹکراؤ ہو رہا ہے۔ دو طاقتوں کی لڑائی ہو رہی ہے۔ ایک طرف مخصوص رجعت پسند سرمایہ دار' جاگیردار' سردار ہیں اور دوسری طرف عوام کی طاقت' عوام کی قوت اور عوام کی حکومت ہے جو ان کا ساتھ دے رہی ہے۔ یہی ایک پہلی چیز ہے۔ اب آپ کو کیسے کامیاب کریں؟ آپ کامیاب تو ہوں گے لیکن آپ کو جلدی کیسے کامیاب کریں؟ جلدی میں آپ کی کامیابی ایسے ہی ہو گی کہ بلوچستان میں اقتصادی ترقی ہو۔ اقتصادی ترقی کے لئے ہم نے جو کوشش کی ہے اس کی داستان میں یہاں کھولنا نہیں چاہتا۔ لیکن ہم نے آپ کو ترقی کے لئے بے حساب فنڈ دیئے ہوئے ہیں' آپ کے راستوں کے لئے' آپ کے ہسپتالوں کے لئے' آپ کے اسکولوں کے لئے' آپ کے کالجوں کے لئے' آپ کے پانی کے لئے' آپ کے ٹیوب ویل کے لئے' آپ کی بجلی کے لئے' آپ کے کارخانوں کے لئے۔

میرے دوستو! بلوچستان کے عوام یاد رکھیں کہ 1970ء میں بلوچستان کا بجٹ' جو بلوچستان کو رقم دی جاتی تھی وہ سرگودھا ڈویژن کے بجٹ کے برابر تھی۔ سرگودھا ڈویژن کو بھی دو کروڑ روپے دیئے جاتے تھے اور بلوچستان کو بھی دو کروڑ روپے دیئے جاتے تھے' اب آپ کو وسیع رقم مل رہی ہے۔ بلوچستان کا علاقہ بلوچستان کا صوبہ بھی وسیع صوبہ ہے۔ ایک لاکھ چالیس ہزار اسکوائر میل کا صوبہ ہے' اس لئے ایک طرف تو ہم توجہ دے رہے ہیں کہ ترقیاتی پروگرام بڑھتا جائے۔ ترقیاتی پروگرام کے ساتھ ہم تعلیم پر بڑا زور دے رہے ہیں چونکہ جو ماضی کا نظام تھا وہ آپ کو جاہل رکھنا چاہتا تھا' کیوں کہ وہ نظام وقت کے خلاف تھا لیکن ہم چاہتے ہیں کہ یہاں تعلیم پھیلے' یہاں تعلیم بڑھے۔ اس لئے چار سالوں میں گیارہ کالج یہاں کھولے گئے ہیں۔ ان پر تعمیری کام کیا گیا ہے۔ اور مری اور بگٹی اور جھالا وان اور ساراوان کے علاقے کے راستے کھل رہے ہیں' راستے بن رہے ہیں اور تعلیم کی سہولت ان کو دی جا رہی ہے اور وہاں مسجدیں بن رہی ہیں' ہسپتال بن رہے ہیں پانی کی تلاش کی کوشش ہو رہی ہے۔ تو جناب ساتھ ساتھ آپ کو اور آگے لے جانے کے لئے' آپ کو کامیاب کرنے کے لئے یہ سب جدوجہد ہو رہی ہے۔ ہماری توجہ ہماری کوشش تعلیم پر بھی ہے اور اقتصادی ترقی پر بھی ہے اور یہاں کے عوام کے آزاد کرنے کے لئے اور یہاں کے عوام کی زنجیروں کو توڑنے کے لئے بھی ہے۔ یہاں کے عوام کے استحصال کو ختم کرنے کے لئے ہم نے بلوچستان کی خواتین سے بھی کہا ہے کہ آپ بھی کام کریں' آپ بھی اس جدوجہد میں شریک ہوں' تو جناب یہ ہے ہماری دوسری بات۔

تیسری بات یہ ہے کہ جناب اس کے ساتھ ساتھ جمہوریت کے لئے بھی کوشش کی جا رہی ہے۔ میرے عزیز ساتھیو! اس کے ساتھ ساتھ جمہوری دور بھی ہے اور یہاں صوبائی خود مختاری بھی ہے۔

میرے دوستو! میں نے آپ سے عرض کیا ہے کہ ہم اس جدوجہد کو کامیاب کرنے کے لئے ایک طرف اپنی پوری توجہ دے رہے ہیں تعلیم کی طرف' علم کی طرف' اقتصادی ترقی کی طرف لیکن اقتصادی ترقی کے ساتھ ساتھ جمہوریت کے لئے بھی بڑی جدوجہد کی گئی ہے۔ ہم جمہوریت کے اہل ہیں۔ ہم جمہوریت چاہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں ہم نے بلوچستان کی خود مختاری

کے لئے بڑی جدوجہد کی ہے' آپ کو معلوم ہے کہ ماضی میں بلوچستان کو خود مختاری نہیں دی گئی تھی۔ بلوچستان کو پاکستان بننے سے پہلے خود مختاری نہیں دی گئی تھی۔ اور بلوچستان کو پاکستان بننے کے 24-25 برس گزرنے کے بعد بھی کوئی خود مختاری نہیں دی گئی تھی تو اب 1970ء کے بعد یہ پہلا موقع ہے آپ کو پوری تاریخ میں' بلوچستان کی پوری تاریخ میں' کہ آپ کو خود مختاری دی گئی اور کس دور میں آپ کو خود مختاری دی گئی تھی؟ آپ کو ایوب خان کے دور میں خود مختاری نہیں دی گئی تھی۔ آپ کو یحییٰ خان کے دور میں خود مختاری نہیں دی گئی تھی۔ آپ کو غلام محمد کے وقت میں خود مختاری نہیں دی گئی تھی۔ آپ کو لیاقت علی خان کے وقت میں خود مختاری نہیں دی گئی تھی۔ آپ کو محمد علی جناح کے وقت میں نہیں دی گئی تھی۔ آپ کو بوگرہ کے وقت میں خود مختاری نہیں دی گئی تھی۔ آپ کو سہروردی کے وقت میں خود مختاری نہیں دی گئی تھی۔ خود مختاری ہم نے بلوچستان کو اس دور میں' پاکستان پیپلزپارٹی کے دور میں دی ہے۔ یہ خود مختاری آپ کی تاریخ میں پہلی مثال ہے پہلی بار آپ کو خود مختاری دی گئی ہے اور جناب کس کو دی ہے خود مختاری؟ غیر بلوچیوں کو نہیں دی' غیر پٹھانوں کو نہیں دی' یہاں کے نمائندوں کو خود مختاری دی گئی۔ یہاں کے رہنے والوں کو خود مختاری دی گئی۔ آپ کا پہلا گورنر بلوچ نہیں تو بروہی' آپ کا دوسرا گورنر بلوچ نہیں تو بروہی' آپ کا چیف منسٹر بلوچ نہیں تو بروہی' آپ کا تیسرا گورنر بلوچ۔ آپ کا گورنر بروہی' جناب اپنی طرف سے ہم نے کوشش کی کہ خود مختاری ملے۔ ہماری کوشش تھی کہ جمہوریت بھی بحال رہے اور جمہوریت کامیاب رہے بلوچستان میں۔ اسی مقصد کے ساتھ ساتھ ہم نیپ کی حکومت کو اقتدار میں لائے۔ اسی لئے نیپ کو گورنری دی۔ اور نیپ کو چیف منسٹری دی۔ ایک عہدہ نہیں دونوں عہدے چیف منسٹر بھی نیپ کو دی گئی۔ گورنری بھی نیپ کو دی گئی۔ نیپ کی اکثریت نہیں تھی۔ اگر اکثریت ہوتی تو پھر نیپ کو جے یو آئی کے ساتھ مل کر حکومت کیوں بنانا پڑی۔ لیکن ہم نے پھر بھی اجازت دی' پھر بھی ہم نے صحیح سلوک کیا ان کے ساتھ' ان کو چیف منسٹری دی اور ان کو گورنری دی۔ ان کے گورنر کو مارشل لاء کے اختیارات دیئے' ان کو پوری خود مختاری دی۔ جناب میں نے اپنی تقریروں میں جھالا وان اور خضدار میں اور یہاں بھی کہا ہے کہ پھر اختلاف کس بات پر ہوا؟ حکومت بھی ہم نے ان کو دی۔ حکومت بھی وہ چلا رہے ہیں' 25 سال سے پاکستان میں انہوں نے کبھی بھی حکومت نہیں کی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد سے کبھی انہوں نے حکومت نہیں کی تھی جیلوں میں ہمیشہ رہے' قائد اعظم کی جیلوں میں رہے' قائد ملت کی جیلوں میں رہے' چوہدری محمد علی کی جیلوں میں رہے' سہروردی کی جیلوں میں رہے' بوگرہ کی جیلوں میں رہے' غلام محمد کی جیلوں میں رہے' فیروز خان کی جیلوں میں رہے' اسکندر مرزا کی جیلوں میں رہے' ایوب خاں کی جیلوں میں رہے۔ ہم نے تو انہیں رہا کیا۔ ہم نے ان پر سے پابندی ہٹائی۔ ہم نے انہیں حکومت دی۔ یہاں بھی اور سرحد میں بھی گورنری اور چیف منسٹری دی تو پھر ہم سے یہ کیوں لڑے؟ ہم نے کون سی غداری کی ان کے ساتھ؟ ہم نے کون سی بے وفائی کی ان کے ساتھ؟ ہم نے تو جناب ان کے ساتھ وہ سلوک کئے جو کبھی ماضی میں نہیں ہوئے تھے۔ پھر ہمارے ساتھ کیوں لڑے؟ کیوں کہ ان کی لڑائی میری ذات کے ساتھ نہیں تھی' کیوں کہ ان کی لڑائی' نیپ کی لڑائی میری پارٹی کے ساتھ نہیں تھی۔ ان کی لڑائی میری حکومت کے ساتھ نہیں تھی۔ ان کی لڑائی پاکستان کے خلاف تھی۔

انہوں نے پاکستان کی شروع سے مخالفت کی تھیں۔ کانگریس میں تھے پاکستان بننے کے بعد انہوں نے ایک نئی جماعت بنائی' نیپ جیسے ایک نیا نام دیا۔ اب این۔ ڈی۔ پی نام تو تبدیل ہو سکتا۔ لیکن رجحان تبدیل نہیں ہو سکتا ہے۔ کپڑے تو انسان اور پہن سکتا ہے۔ ٹوپی اور پہن سکتا ہے۔ لیکن جو ذہنیت ہے اس میں تبدیلی نہیں آتی۔ تو جناب ان کی مخالفت پاکستان کے ساتھ تھی۔ جناب ان کی مخالفت میرے ساتھ نہیں تھی۔ میری جماعت کے ساتھ نہیں تھی۔ میری پارٹی کے ساتھ نہیں تھی۔ اس کی مخالفت پاکستان کے ساتھ شروع سے تھی اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ پاکستان کے حامی ہوتے' پاکستان کے خیر خواہ ہوتے تو اب تک حکومت چلا سکتے تھے کون پھر ان کو ہٹانے والا تھا؟ لیکن جناب ان کے سیاسی نظریئے اور تھے۔ میں نے اپنی تقریروں میں کہا ہے کہ اگر آپ سیاست کا تجزیہ اقتصادی قانون کے مطابق کریں تو یہ ایک بنیادی بات ہے اقتصادیات کی۔ لیکن اگر آپ سیاسی تجویز کریں۔ اس بنیاد پر کہ تاریخ کا اثر اقتصادیات پر ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ان کی دوڑ' ان کی لڑائی' ان کی کوشش' ان کے نظریئے دو تھے۔ ایک ان کا سیاسی نظریہ تھا اور دوسرا ان کا اقتصادی نظریہ تھا۔ سیاسی نظریہ تھا کہ وہ پاکستان نہیں چاہتے تھے۔ وہ پاکستان کے مخالف تھے' وہ پاکستان کے دشمن تھے' یہ تھا ان کا سیاسی نظریہ' اس لئے انہوں نے پاکستان کے مخالفت کی تھی۔ اس لئے پاکستان بننے کے بعد بھی انہوں نے مخالفت کی اور آخر میں جب ان کو حکومت ملی' جب پاکستان کی حکومت ان کو ملی' جب پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کی حکومت ملی تو پھر بھی انہوں نے مخالفت کی پاکستان کی' پھر بھی وہ بیرونی ایجنٹ رہے۔ پھر بھی ان کا نظریہ جو تھا وہ پاکستان کا نہیں تھا۔ ان کا بیرونی نظریہ تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم جدوجہد کر رہے ہیں آزاد بلوچستان کے لئے۔ جناب آزاد بلوچستان کے لئے' آزاد بلوچستان کے لئے' وہ جو میں نے بات آپ سے شروع میں کی تھی۔ وہ اپنے نظریئے کو اپنے نظام کو اپنے رجعت پسند نظام کو برقرار اور سالم رکھنا چاہتے تھے۔ وہ اس نظام کو' رجعت پسند سرمایہ داری نظام کو اور جاگیردارانہ نظام کو اور سرداری نظام کو برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے پاکستان کے خلاف جدوجہد کی کیوں کہ پاکستان میں عوام کی قوت ان کے ساتھ کشمکش اور ٹکراؤ میں آچکی

تھی۔ تو یہ ایک طریقہ تھا کہ وہ خود کو بچائیں۔ بلوچستان آزاد کیسے ہو سکتا تھا؟ اگر یہ بلوچستان کو دوسرے ملک کا غلام بنانے کی تیاری میں تھے تو کیا بلوچستان آزاد ہو سکتا تھا؟ اگر ہندوستان کی بالا دستی بلوچستان پر ہو جائے یا کسی اور ملک کی بالا دستی بلوچستان پر ہو جائے تو کیا اس سے بلوچستان آزاد ہو گا' اور اگر افغانستان کی بالا دستی ہو تو بلوچستان آزاد ہو گا؟

اگر کسی اور ملک کی بالا دستی ہو تو بلوچستان آزاد ہو گا؟ نہیں کسی صورت میں نہیں۔ وہ بلوچستان کو اور غلامی میں لے جانا چاہتے تھے جیسے انہوں نے انگریزوں کو راستے بتائے تھے' جیسے یہ سردار انگریزوں کو کشمور' کندھ کوٹ اور ڈیرہ غازی خان سے سنڈیمن تک لے آئے تھے۔

بلوچستان میں کیوں لے آئے تھے انگریزوں کو کیوں کہ انگریزوں نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کے سرداری نظام کو برقرار رکھیں گے۔ اس لئے انگریزوں کے ساتھ انہوں نے معاہدے کئے۔ بلوچستان کے عوام کو انہوں نے پیسا۔ بلوچستان کے عوام کو انہوں نے انگریزوں سے پامال ہونے دیا اور انگریزوں نے بلوچستان کے عوام کو مارا کوٹا اور انگریزوں نے بلوچستان پر حکومت کی' عوام پر حکومت کی' لیکن سرداروں کو حاکم رکھا۔ ان کو حاکم رکھا اور اپنے علاقوں میں۔ ان کی حکومت کو انگریزوں نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اب انگریز چلے گئے ہیں' اب سردار ایک نئے دوست' ایک نئے ساتھی' ایک نئے حکمران کی تلاش میں ہیں جو انگریزوں کی طرح ان کی حکومت' ان کی سرداری برقرار رکھے۔ اور کون سی بیرونی حکومت ہے جو عوام کو تو پامال کرے' عوام کو تو پیس ڈالے لیکن اس کی سرداری کو' ان کے نظام کو برقرار رکھے؟ وہ دیکھ رہے ہیں' تلاش میں ہیں کہ کیا ہندوستان ہمیں اس قسم کا وعدہ دے گا؟ کیا افغانستان سے اس قسم کی ضمانت ملے گی؟ کیا کسی اور ملک سے ملے گی؟ جناب یہ آزادی بلوچستان کے لئے نہیں ہے۔ اس طرح بلوچستان آزاد نہیں رہ سکتا ہے۔ کیسے آزاد بلوچستان رہ سکتا ہے؟ آزاد بلوچستان آپ خود جانتے ہیں' نہیں رہ سکتا ہے۔ بلوچستان کی اتنی بڑی طاقت نہیں' اگر پاکستان کی طاقت نے' اگر پاکستان کی قوت نے یہ سازش کامیاب نہیں ہونے دی تو کیا کسی اور بڑی قوت کی مدد سے آزادی حاصل کرنی ہے؟ آزادی کس لئے؟ آپ آزاد ہیں۔ یہ آزاد بلوچستان کا جو نعرہ لگا رہے ہیں یہ خود اپنے نظام کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور بلوچستان کے عوام کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔ جیسے انگریزوں کے وقت میں آپ کو غلام رکھا گیا۔ ہاں میں چاہتا ہوں کہ بلوچستان میں غریب کی آزادی ہو۔ فرق یہ ہے کہ وہ نام لے رہے ہیں آزاد بلوچستان کا جس میں غلامی ہو گی' جس میں بالا دستی اور ملکوں کی ہو گی' لیکن میں کہتا ہوں کہ ہم چاہتے ہیں کہ غریب بلوچوں کی آزادی ہو' غریب بلوچ آزاد ہوں' غریب بلوچ کا استحصال ختم ہو' غریب بلوچ کے خلاف وہ جو استحصالی نظام ہے' جو رجعت پسند نظام ہے' جس نظام نے بلوچوں کو اتنا پیچھے رکھا ہے' اس کو ختم کرنے کی ہم آزادی چاہتے ہیں۔ آپ آزاد ہوں' یہ تو ہماری جنگ ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان میں آپ آزاد ہوں' پاکستان میں' ان سرداروں کی' ان جاگیرداروں کی جو زنجیریں آپ پر لگی ہوئی ہیں ان کو ہم توڑیں' ان کو ہم ختم کریں۔ ان کو ہم بالکل پامال کر کے پیس کر ان کا حلیہ بگاڑ کر آپ کو آزاد کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ عوام آزاد ہوں۔ وہ چاہتے ہیں کہ عوام آزاد نہ ہوں' لیکن وہ ایک نعرہ لگاتے ہیں کہ علاقہ آزاد ہو۔ علاقے آزاد نہیں ہوتے ہیں۔ مٹی آزاد نہیں ہوتی ہے۔ درخت آزاد نہیں ہوتے ہیں' پانی آزاد نہیں ہوتا ہے' آزاد ہوتے ہیں لوگ' انسان آزاد ہوتے ہیں جن میں روح ہے' جن میں تمنا ہے' جن میں کوشش ہے کہ ہم اپنی زندگی کو اور بہتر کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی آزادی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ بلوچوں کی' بروہیوں کی اور پٹھانوں کی آزادی ہو۔ میں آپ کی آزادی کے لئے لڑ رہا ہوں۔ وہ آپ کی غلامی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ میں پاکستان کا نام لے رہا ہوں۔ وہ آزاد بلوچستان کا نام لے رہے ہیں۔ کیوں کہ وہ آزاد بلوچستان نہیں چاہتے۔ ان کو معلوم ہے آزاد بلوچستان ہو نہیں سکتا ہے۔ وہ اپنے نظام کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں اور ایک اور بڑی حکومت نہیں تو ایک قریبی حکومت کو بالا دستی دینا چاہتے ہیں۔ کیا یہ ہمارے وقار کے خلاف نہیں ہے' کیا یہ ہماری عزت کے خلاف نہیں ہے' کیا یہ ہماری آزادی کی غیرت کے خلاف نہیں ہے کہ ہم ایک اور حکومت' بیرونی حکومت کو کہیں کہ ہمارے ملک کو آکر سنبھالو؟ ہمارے ملک کے اپنے مسائل ہیں۔ کیا ہم' آپ یہ چاہتے ہیں؟ نہیں۔ یہ ہماری حکومت' ہمارا دور' ہمارا وقت کسی صورت میں نہیں ہونے دے گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نہیں' نہیں کبھی نہیں' کسی صورت میں نہیں' کتنی بھی طاقتیں اکٹھی ہو جائیں یہ نہیں ہو گا۔

بلوچستان کی تباہی میں نہیں ہونے دوں گا۔ بلوچستان کے عوام کی تباہی میں نہیں ہونے دوں گا۔ میری جنگ ہے' میری لڑائی ہے ان سرداروں کے ساتھ' ان جاگیرداروں کے ساتھ' ان سرمایہ داروں کے ساتھ۔ یہ ہے جناب عبوری دور۔۔ اس عبوری دور میں' میں نے ابھی آپ کو بتایا کہ کیا ہے بلوچستان کی صورت حال' سیاسی صورت حال یہ ہے کہ وہ اپنے لئے لڑ رہے ہیں' وہ اپنے نظام کے لئے لڑ رہے ہیں' وہ خود اپنے نظام کو برقرار رکھنے کے لئے لڑ رہے ہیں۔ جیسے انگریزوں کو انہوں نے قبول کیا' ایسے بیرونی حکومتوں کو وہ قبول کرنا چاہتے ہیں۔ انگریز چلا گیا لیکن دوسری بیرونی حکومتیں نہیں چلی گئیں۔ اس لئے یہ ہے ان کی کوشش' یہ ہے ان کی تمنا' لیکن انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ اور پٹھانوں' بلوچوں' بروہیوں اور جو یہاں رہتے ہیں' آپ سب کی مدد کے ساتھ' آپ سب کی کوشش کے ساتھ' آپ سب کی ہمت کے ساتھ' آپ سب کے تعاون کے ساتھ' ان کی سازش کو ہم بالکل برباد کر دیں گے۔ جناب یہ ہے ساری کشمکش اور کوئی بات نہیں۔ تو یہ ہے سیاسی کشمکش لیکن سیاسی کشمکش ملی ہوتی ہے۔ اقتصادیات سے' کیوں کہ

یہ اپنی اقتصادیات کو برقرار رکھنے کے لئے سیاسی غلامی چاہتے ہیں سیاست اور اقتدار میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ اب آؤ میں آپ کو ثبوت دیتا ہوں۔ جب نیپ کی حکومت بنی تو میں نے نیپ کی حکومت کو کہا کہ ختم کرو شیشک کو تو انہوں نے کہا جناب عالی کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے ان سے کہا کہ ختم کرو شیشک کو تو انہوں نے کہا ہم کیوں شیشک کو ختم کریں؟ ہم شیشک کو ختم نہیں کریں گے۔ تو میں نے کہا کہ آپ کے منشور میں' نیپ کے منشور میں کہا گیا ہے' آپ غریب' محنت کشوں سے' غریب کسان صبح سے جو رات تک ہل چلاتا ہے' جو 24 گھنٹے کام کرتا ہے' جو اس پیداوار کو بڑھاتا ہے' آپ اپنی بٹائی لیتے ہیں' آپ کوئی محنت نہیں کر رہے ہیں' پھر بھی آپ کو بٹائی مل رہی ہے۔ بٹائی کے اوپر آپ شیشک بھی چاہتے ہیں اور چوہدراہٹ بھی چاہتے ہیں اور ظلم بھی روا رکھنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا لیکن آپ نے اپنے منشور میں کہا ہوا ہے کہ ہم شیشک کو ختم کریں گے تو اس وقت کی صوبائی حکومت' نیپ کی حکومت نے مجھ سے کہا یہ منشور جو ہے' یہ منشور پاکستان پیپلزپارٹی کا نہیں ہے۔ یہ منشور نیپ کا ہے اور اگر نیپ خلاف ورزی کرنا چاہتی ہے اپنے منشور کی تو اس میں آپ کا کیا جاتا ہے؟ یہ آپ کی بات کیسے بنی ہے؟ میں نے کہا کہ میری بات اس لئے بنی ہے' کیوں کہ میں وزیراعظم ہوں۔ اس وقت میں صدر تھا اور مجھے انصاف کرنا ہے سارے ملک کے ساتھ' اس لئے یہ میری بات ہے۔ انہوں نے کہا جناب کسی صورت میں ہم شیشک ختم نہیں کریں گے۔ یہ تو بٹائی ہے' تو میں نے کہا کہ اگر بٹائی ہوتی تو آپ کے منشور نے کیوں نہیں کہا کہ یہ بٹائی ہے اس لئے اسے ختم کریں گے؟ آپ نے اپنے منشور میں شیشک ختم کرنے کا وعدہ اس لئے کیا کیوں کہ آپ نے کہا کہ یہ بٹائی نہیں ہے۔ یہ بٹائی سے باہر ہے۔ تو جناب ان کی حکومت نے کہا کہ آپ کچھ بھی کریں ہم شیشک کو ختم نہیں کریں گے۔ میں نے کہا کہ یہ تو بغاوت ہے وفاقی حکومت کے ساتھ' اور یہ بغاوت ہے۔ اخلاقی بغاوت ہے۔ آپ کے منشور کے خلاف۔ کہتے ہیں وہ ہم جانیں اور بلوچستان کے عوام جانیں۔ جناب آپ جانتے ہیں کہ پھر نال میں' وڈ میں کتنے لوگ گرفتار کئے گئے؟ آپ تو کوئٹہ میں رہتے ہیں۔ جو لوگوں نے کہا کہ ہم شیشک نہیں دیتے' جن لوگوں نے کہا کہ آپ نے اپنے منشور میں وعدے کئے تھے جن لوگوں نے کہا آپ نے الیکشن کے دور میں تقریروں میں ہم سے وعدے کئے تھے اب آپ نے کیوں گرفتاریاں کیں؟ 90 آدمی صرف نال میں گرفتار ہوئے' ایک سو بیس کے قریب نوجوان وڈ میں گرفتار ہوئے۔ طالب علم' کسان کیا وہ بلوچ نہیں تھے؟ کیا وہ غریب نہیں تھے؟ ہاں غریب تھے اس وقت بلوچیت یاد نہیں آئی۔ جب غریب کو مارنا ہے تو پھر غریب نہ بلوچ ہے نہ پنجابی ہے نہ پٹھان ہے نہ سندھی' لیکن اگر کوئی فائدہ اٹھانا ہے تو اس وقت پھر یاد آتی ہے مذہبیت اور پنجابیت اور بلوچیت اور ہر چیز جب کارخانے بنانے ہوتے ہیں اور مفاد لینے ہوتے ہیں تو یہ وہ چیزیں یاد آتی ہیں۔ اس وقت جب انہوں نے بلوچیوں کو گرفتار کیا تو اس وقت خود میں نے کہا کہ ہمارا یہ اختلاف ہے۔ شیشک آپ نہیں لے سکتے۔ انہوں نے کہا ہم لیں گے۔ جناب یہ سیاسی اختلاف تھا۔

اب سن لو! اقتصادی اختلاف۔ پہلا اختلاف ہوا شیشک۔ ہم نے شیشک کو ختم کیا۔ ہم نے عشر کو ختم کیا۔ سرحد میں عشر کو ختم کیا۔ یہاں شیشک کو ختم کیا۔ اس کے بعد جناب زرعی اصلاحات ہوئیں۔ ہر شخص کی زمین کو کاٹنا پڑا۔ ہر شخص کی زمین کو کم کرنا پڑا۔ سارے ملک میں لوگوں نے فارم پر کرنے کی تحریری کارروائی کی۔ بلوچستان میں سرداروں نے زرعی اصلاحات کے فارم نہیں بھرے۔ اتنی مغروری' اتنی لاپرواہی کہ قانون سارے ملک کے لئے' قانون سازی دنیا کے لئے' لیکن سرداروں کے لئے قانون نہیں اور انہوں نے کہا نہیں ہم فارم نہیں بھرتے۔ یہاں زرعی اصلاحات نہیں ہوں گی۔ زرعی اصلاحات کس کے حق میں تھیں؟ میں خود تو زمین نہیں لے رہا تھا ان کی۔ میرے دوست تو زمین نہیں لے رہے تھے۔ یہ زمین بانٹنے والی تھی۔ تقسیم ہونے والی تھی غریبوں میں' بلوچیوں میں' پٹھانوں میں اور بروہیوں میں' بائیس سرداروں نے اب تک فارم نہیں بھرے ہیں زرعی اصلاحات کے۔ تو جناب یہ کیسے ہو کہ سارے ملک میں تو زرعی اصلاحات ہوں' بلوچستان میں اصلاحات نہ ہوں؟ بلوچستان کے سردار کیا قانون سے بھی اونچے ہیں؟ کیا ان کا درجہ اتنا اونچا ہے' اتنا چوٹی کا درجہ ہے کہ قانون آپ کے لئے' میرے لئے' ساری دنیا کے لئے ہے لیکن برہمنوں کے لئے قانون بھی نہیں اور زرعی اصلاحات بھی نہیں؟

زرعی اصلاحات ہوں گی خواہ یہ کتنے بھی تاؤ لگائیں اپنی مونچھوں پر۔ زرعی اصلاحات ہوں گی' ہر علاقے میں ہوں گی اور ہونے والی ہیں اور انشاء اللہ سارے بلوچستان میں ہوں گی کیوں کہ وہ زمین نہ مجھے ملے گی نہ میرے ساتھیوں کو ملے گی' نہ میرے دوستوں کو ملے گی' یہ زمین غریب مزدوروں کو' محنت کش ہاریوں کو اور کسانوں کو ملے گی۔ اس میں ہمارا کوئی مفاد نہیں ہے۔ جناب یہ دوسری بات ہے۔

تیسری بات پٹ فیڈر کی ہے۔ پٹ فیڈر کی بات پر سردار قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ جو غریب تھے وہ ان کو ہٹانا چاہتے تھے۔ پٹ فیڈر پر انہوں نے جھوٹی سندیں پیش کیں۔ جھوٹی سندیں' جعلی سندیں' انہوں نے پیش کیں ان کا یہ کوئی حق نہیں تھا۔ ہم ریکارڈ دیکھ چکے ہیں۔ یہ زمینیں ان کی نہیں ہیں۔ یہ زمینیں عمرانیوں کی نہیں' یہ زمینیں غریبوں کی ہیں۔ کہاں سے یہ پیدا ہو گئے' ڈیرا بگٹی سے' مری کے علاقے سے اور زہری علاقے سے؟ پٹ فیڈر کی سب زمینیں جھوٹی سندوں پر خان آف قلات کے انگوٹھے پر۔ جناب خان آف قلات کے انگوٹھے پر ہم سب ایک انگوٹھا پیش کر سکتے ہیں یہ خان کا انگوٹھا ہے۔ وہ خان کا انگوٹھا نہیں تھا' وہ خان کی سیل نہیں تھی۔ اس وقت تو خان کے ساتھ لڑائی تھی سرداروں کی سنڈیمن کے وقت میں۔ اب خان کی

منڈیں پیش کر رہے ہیں۔ تو تیسری لڑائی پٹ فیڈر پر ہوئی۔ چوتھی لڑائی سٹیلمنٹ پر ہوئی۔ سٹیلمنٹ یہ نہیں کرنا چاہتے تھے کیوں کہ یہ زرعی اصلاحات نہیں چاہتے تھے کہ جناب سٹیلمنٹ ہم نہیں کریں گے' پڑتال ہم نہیں کریں گے۔ بے باقی ہم نہیں کریں گے' کیوں نہیں کریں گے کیوں کہ یہاں کا مختلف علاقہ ہے۔ ارے کیسے مختلف علاقہ ہے؟ یہاں بھی پڑتال ہو سکتی ہے' یہاں بھی پٹواری نہیں جی یہاں پہاڑ ہیں۔ یہاں بڑا خطرناک علاقہ ہے۔ یہاں سٹیلمنٹ کیوں نہیں کرنا چاہتے تھے؟ اس لئے کہ زرعی اصلاحات کے فارم پر اختلافات تھا اور یہ سٹیلمنٹ نہیں کروانا چاہتے تھے۔ یہ تو ایک فریب سے حکومت چلوانا چاہتے تھے۔ جناب یہ ایک فریب سے حکومت چلوانا چاہتے تھے۔ ہم انہیں اس فریب سے حکومت نہیں چلوانے دیں گے۔ ہم نہیں چاہتے اس فریب سے حکومت چلے۔ انہوں نے قانون نافذ کیا۔ بلوچستان اسمبلی میں قانون نافذ کیا۔ قرارداد پاس کروائی کہ سرداری کو ختم کرو۔ یہ چاہتے تھے کہ یہ غیر قانونی قرارداد ہے کیوں کہ جب تک ایک قرارداد قانون کی شکل اختیار نہیں کر لیتی' وہ قرارداد محض ایک تجویز ہوتی ہے اس پر قانون کا زور نہیں ہوتا۔ تو جناب قرارداد پاس تو کروائی لیکن سردار وفاقی حکومت کے بھی ماتحت تھے اور صوبائی حکومت کے بھی ماتحت تو اس لئے ان کو کوئی اختیار نہیں تھا اور اگر اختیار تھا وہ قانونی اختیار تھا۔ وہ صرف صوبائی سرداری کو قانون کے ذریعے سے ختم کر سکتے تھے۔ وہ یہاں بھی عوام کو گمراہ کرنا چاہتے تھے کہ دیکھئے جی ہم تو سرداری کو ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن اس قرارداد سے سرداری ختم نہیں ہو رہی تھی۔ سرداری کیسے ختم ہو سکتی ہے۔ ایک قرارداد سے ایک ریزولیشن کے ذریعے سرداری کیسے ختم ہو سکتی ہے؟ سرداری نظام جو جابرانہ نظام ہے' جو استحصال زمینداروں سے بھی زیادہ کرتا ہے' جو استحصال جاگیرداروں سے بھی زیادہ کرتا ہے' جو استحصال نوابوں سے بھی زیادہ کرتا ہے۔ جو استحصال پیروں اور مخدوموں سے بھی زیادہ کرتا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں جاہل لوگ کہتے ہیں کہ ہم قرآن پر قسم اٹھائیں گے لیکن ہم سردار پر قسم نہیں اٹھائیں گے۔ یہ جہالت کی حد ہے۔ تو یہ سرداری نظام قرارداد کے ساتھ ختم کروا رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے قرارداد پاس کر دی۔ قانون آپ نے کیوں نہیں پاس کیا؟ میں نے ان سے پوچھا جہاں تک وفاقی سرداروں کا سوال ہے آپ کو قرارداد پاس کرنے کا اختیار ہی نہیں ہے۔ آپ کو اگر پاس کرنا ہی تھا تو قانون پاس کرتے صوبائی سرداری کا خاتمہ کرتے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو جی بس چونکہ ہمیں بنانا تھا ہم نے وعدے کئے تھے ہم نے باتیں کی تھیں ہم تو خود سردار ہیں۔ ہم سرداری نظام کو کیسے ختم کر سکتے ہیں؟ جیسے این ڈی پی کہتے ہے کہ ہم بھی سرداری نظام کو ختم کریں گے۔ جناب سرداری نظام کب سے شروع ہوا؟ سرداری نظام انگریزوں سے بھی پہلے شروع ہوا ہے۔ سرداری نظام مغلوں کے وقت میں تھا۔ سرداری نظام احمد شاہ ابدالی کے وقت میں تھا۔ سرداری نظام بابر اور ہمایوں کے وقت میں تھا۔ ان کی سرداری اس زمانے سے صدیوں سے برقرار ہے۔ مغلوں کی جرات نہیں تھی کہ سرداری نظام کو ختم کریں' اسے اور مضبوط کیا۔ انگریز نے کیا کیا؟ ظالم انگریز! تم سے زیادہ چالاک بڑے کم لوگ ملیں گے۔ لیکن ہم نے آپ کی چالاکی کو پہچان لیا ہے۔ اگر کسی چیز کو ختم کرنا ہے' اگر اس کا خاتمہ کرنا ہے' اگر اس کے خاتمے کا بیج ڈالنا ہے تو پہلے قانون کی ضرورت ہے۔ سرداروں کو قانونی تحفظ انگریزوں نے دیا۔ پہلے مغلوں کے وقت میں اور مرہٹوں کے وقت میں قانونی تحفظ نہیں تھا۔ سرداروں کے پاس اپنی قوت کا تحفظ تھا۔ لیکن انگریزوں نے سرداروں کو قانونی تحفظ دیا اور ان کو حکومتیں دیں۔ یہ آپ کا علاقہ ہے یہ "اے" علاقہ ہے۔ یہ "بی" علاقہ ہے۔ یہ "سی" علاقہ ہے۔ یہ تو سردار کا علاقہ ہے۔ یہاں ہم نہیں آئیں گے۔ یہاں کوئی نہیں جائے گا۔ معاہدے کئے سرداروں کے ساتھ۔ ٹریٹیز (Treaties) کیں سرداروں کے ساتھ اور ان کو کہا کہ ان علاقوں کی حفاظت آپ کریں گے۔ بولان کی حفاظت یہ سردار کرے گا اور علاقہ جھالاوان کی اور ساراوان کی حفاظت یہ سردار کریں گے۔ بگٹی' مری کے علاقے کی یہ۔ انہیں قانونی تحفظ انگریزوں نے دیا اور طاقتور کیا اور اس حد تک' پہلے تو ان کی قدرتی طاقت تھی۔ قدرتی طاقت قومیت کی' قابلیت کی' جہالت کی۔ اور انگریزوں نے آکر اس طاقت پر ایسی مہر لگائی کہ وہ مہر مٹ نہ سکے' ہٹ نہ سکے اور اس مہر کو کوئی توڑنے والا نہ ہوا۔ تو جناب اس لئے 150 سال سنڈیمن اور انگریزوں کی حکومت نے ان کی جڑوں کو مضبوط کیا' سرداروں کی جڑوں کو مضبوط کیا اور یہ سرداری نظام رہا۔ میرے ساتھیو! اور دوستو انگریزوں کے بعد یہ سرداری نظام پاکستان بننے کے وقت تھا' اس سرداری نظام کو کوئی بھی ہاتھ نہ لگا سکا۔ پاکستان کی 28 برس کی حکومت میں 28 برس پاکستان کے گزرے ہیں لیکن سرداری نظام کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا' کسی نے سرداری نظام کے خاتمے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک سرداری نظام کا کوئی خاتمہ نہیں ہوتا ہے تب تک بلوچستان کی آزادی' بلوچستان کے عوام غریبوں کی آزادی کسی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

تو جناب آج میں بڑی جرات سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ قانونی طریقے سے سرداری نظام کا خاتمہ آج ہو رہا ہے۔

سرداری نظام کا خاتمہ' آج سے کوئی سردار نہیں رہا پاکستان میں۔ سارے پاکستان میں ختم ہو گیا سرداری نظام' سارے پاکستان میں سرداری نظام ختم' خاتمہ۔ سب سے جابرانہ' سب سے ظالمانہ' سب سے بے ایمان نظام جو صدیوں سے چل رہا تھا۔ اس قانون کے ذریعے اس کا خاتمہ ہے۔ ختم کر دیا' اڑا دیا بالکل۔ اب جناب یہاں کے سردار' سردار نہیں رہے۔ مسٹر مسٹر نہیں تو جناب۔ اگر وہ سرداری چاہتے ہیں تو جائیں ہندوستان میں اور سردار جی کے ساتھ۔ سردار اگر اب بھی سردار ہیں تو جائیں اور سردار جی

کے ساتھ ملیں اور اگر سرداری چاہیں تو جائیں افغانستان اور سردار داؤد سے ملیں۔ اب سردار پاکستان میں نہیں رہے۔ اب سردار ہندوستان میں ہیں۔ اور سردار افغانستان میں ہیں۔ پاکستان میں سرداروں کا خاتمہ ہے' صرف افغانستان میں سردار ہے۔ صرف ہندوستان میں سردار ہے' تو اس لئے سرداروں کی لگن تھی۔ افغانستان کے ساتھ اور ہندوستان کے ساتھ کیوں کہ وہاں بھی سردار جی ہیں اور یہاں بھی سردار صاحب تھے' داؤد سرداری کو اس لئے وہ چاہتے تھے کہ وہ چاہتے تھے کہ داؤد بھی سردار تھا۔ یہ بھی سردار تھے اور ہندوستان کے ساتھ لگن اس لئے تھی کیوں کہ یہ بھی سردار تھے وہ بھی سردار جی تھے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آج ایک بڑا نیک روشن دن ہے۔ آج کے دن کو سلام کرو۔ یہ آپ کا دن ہے۔ اس میں آپ کی بڑی کامیابی ہوئی ہے۔ اور کل سارے پاکستان میں چھٹی ہو گی کیوں کہ یہ اصلاحات میں سب سے بڑی اصلاح ہوئی ہے۔ چار سال کی حکومت میں اس سے بڑی اصلاح نہیں ہوئی ہے۔ میں پروردگار کا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس گناہ گار کے وقت میں' اس گناہ گار کے دور میں' مجھے یہ عزت بخشی گئی۔ میں یہ دن دیکھ سکا۔ میں قدم اٹھا سکا ہوں۔ بلوچستان کے غریب عوام کی میں اس سے زیادہ کون سی خدمت کر سکتا ہوں کہ سرداری نظام کو جڑوں سے اکھاڑ کر قانونی طور سے ختم کیا جائے؟ جناب میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ سب سے زیادہ مبارکباد خان اعظم خان آف قلات کو دیتا ہوں کہ آپ کے وقت میں سرداری ختم ہوئی۔ دعا کریں کہ سرداری نیست و نابود ہو جائے۔ سرداری کا خاتمہ' سرداری نہ رہے۔ عوام کی حکومت رہے۔ غریبوں کی حکومت رہے۔ جمہوریت چلے۔ برہمنوں کی حکومت ختم ہو جائے اور تحفظ ہو غریبوں کا۔ آمین

اٹک سازش مقدمہ

ایس ایم ظفر کا بیان

اٹک سازش کیس میں ملزمان کے وکلائے صفائی میں معروف ماہر قانون جناب ایس ایم ظفر بھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب "میرے مشہور مقدمے" میں ایک باب اس سازش کے حوالہ سے بھی رقم کیا ہے۔ اس بات کے اہم اقتباسات حسب ذیل ہیں:

"جون 1973ء تک نہایت رازداری سے ایک اہم اور خفیہ مقدمے کی تفتیش مکمل کی جا چکی تھی۔ مقدمے میں ملوث ملزموں کو اٹک کے قلعے کی خصوصی جیل میں بڑی حفاظت اور سخت پہرے میں زیر حراست رکھا ہوا تھا۔ یہ ملزمان سب کے سب یا تو ریٹائرڈ فوجی افسر تھے یا فوج کے مختلف عہدوں پر فائز تھے۔ لیکن اب ایک مقدمے میں ملوث ہونے کی وجہ سے پابند سلاسل تھے۔"

9 جولائی 1973ء کو وفاقی حکومت کی جانب سے ایک جنرل کورٹ مارشل (فوجی عدالت) کے قیام کا حکم نامہ جاری ہوا۔ تمام ملزمان پہلی مرتبہ ایک فوجی عدالت کے سامنے پیش کئے گئے۔ ان کے خلاف الزام یہ تھا کہ انہوں نے ایک گہری اور خفیہ سازش کی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے اور ایک فوجی پریڈ میں، جس کی سلامی صدر مملکت کو لینی تھی، صدر مملکت، چیف آف دی آرمی سٹاف اور چند ایک دیگر اہم شخصیات کو اغواء کر کے حبس بے جا میں رکھ لیا جائے پھر قومی اسمبلی سے نئی حکومت کے انتخابات کے لئے کہا جائے اور اس عرصے میں حکومت کو انقلابیوں کی بنائی ہوئی پالیسی کے مطابق چلایا جائے۔

ان ملزموں میں سے چند ایک کی وکالت جناب منظور قادر کر رہے تھے اور کئی ایک ملزموں کی وکالت میں کر رہا تھا۔ میرے علاوہ اور بھی وکلاء صاحبان ملزمان کی جانب سے فوجی عدالت میں پیش ہو رہے تھے۔

ہمارا پہلا کام تو ان ملزموں سے اٹک جیل میں ملاقات کرنا تھا اور مقدمے سے متعلق واقعات معلوم کرنے تھے۔ میں نے کئی کئی دن بریفنگ حاصل کی۔ اور بڑی تفصیل سے نوٹس تیار کئے جب کہ جنرل کورٹ مارشل کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل محمد ضیاء الحق نے ملزموں سے رات کے وقت بھی ملنے کی اجازت دے دی تھی۔ چنانچہ کھانے کے بعد اٹک کے نیلے آسمان کے نیچے فرش پر بیٹھ کر مقدمے کے بارے میں ملک کے حالات پر اور ملزموں کی اجتماعی سوچ کے متعلق گفتگو ہوتی تھی۔ رات کو اٹک کی فضاء قدرے خنک ہوتی تھی اور قلعہ کی در و دیوار چاندنی میں بہت بھلی لگتی تھیں لیکن جو باتیں اپنے فوجی موکلوں سے میں نے سنی تھیں، ان سے میرے اندر کا پاکستانی بہت پریشان تھا۔ میں نے ملزموں سے کرید کرید کر ان کے دل کی باتیں معلوم کیں اور ان کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگایا۔ نیز ان سے بار بار سوالات کر کے ان کی گزشتہ کارروائی کے بارے میں آگاہی حاصل کی۔ معلوم یہ ہوا کہ مشرقی پاکستان میں افواج پاکستان کا بھارتی افواج کے سامنے ہتھیار ڈالنا ان فوجی نوجوانوں کے نزدیک ناقابل معافی گناہ تھا وہ سیاستدانوں اور فوجی افسروں کو یکساں طور سے قصوروار اور ذمہ دار ٹھہراتے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق بعض سیاسی شخصیتیں جو اقتدار میں تھیں، اس قیامت خیز ہنگامے اور ذلت و رسوائی کی ذمہ دار تھیں۔ علاوہ ازیں نالائق فوجی قیادت کی شباب و کباب کی محفلیں بھی اس کا باعث تھیں اور اس قیادت نے دفاع کے ہر شعبے سے غفلت برتی جب کہ افواج پاکستان کے نوجوان فوجی حب الوطنی کے جذبے میں ڈوبے ہوئے ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار اور میدان جہاد میں سب سے آگے آگے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق فوجی اور ملکی قیادت نے ان کے ساتھ دغا کی اس پر طرہ یہ کہ اتنے بڑے قومی المیہ کے رونما ہونے پر اس کے ذمہ دار لوگوں کا کسی نے کوئی محاسبہ نہیں کیا۔ بلکہ جو لوگ اس تمام واقعہ کے ذمے دار تھے، وہی قیادت سنبھالے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے محاسبہ ناممکن ہو گیا تھا۔ پھر جب نوجوان فوجی سپاہیوں نے دیکھا کہ ملک دولخت ہو جانے کے باوجود بھی نفسانفسی کا یہ عالم ہے تو ان کا ذہن اس سے بہت متاثر ہوا۔

اسی قسم کی شکایت اور درد فوجی سپاہیوں کے دل میں جاگزیں تھا جس نے انہیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ "کم از کم وہ کچھ تو کریں" وہ چاہتے تھے کہ اس واقعے کے اصل مجرموں کو بے نقاب کیا جائے اور افواج پاکستان کی عزت کو بحال کیا جائے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ملک میں تضاد بڑھتا جا رہا ہے جو آخر ملک و قوم کو لے ڈوبے گا۔ ملک کا نظام آسان اور قابل عمل بنایا جائے۔

مقدمے کی فائلوں کو بار بار پڑھنے اور ملزموں سے بتکرار گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ نوجوان ملزم فوجیوں میں سے کچھ لوگ تو اس طرح کی سوچ کے نتیجے میں انقلابی ہو گئے اور کچھ ایسے تھے جو صرف ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں اور باقی ابھی گومگو کی حالت میں تھے لیکن بلااستثناء یہ سب لوگ اسی جرم میں گرفتار کر لئے گئے کہ حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے؟ ان واقعات کے پس منظر میں ہماری وکالت یہ ہو سکتی تھی کہ اپنے موکلوں کو ان ملزمان کی فہرست میں سے نکال لیں جو اپنی سوچ میں بہت آگے جا چکے ہیں یا انہیں صرف سننے والوں یا ہاں میں ہاں ملانے والوں میں شامل ثابت کر سکیں تاکہ سازش کا الزام ثابت ہی نہ ہونے پائے۔

جب یہ طے پا گیا کہ فوجی عدالت انسٹھ (59) ملزموں کے خلاف مقدمے کی سماعت کر سکتی ہے تو استغاثہ کا پہلا اہم گواہ طارق رفیع عدالت میں پیش ہوا۔ اس گواہ نے سازش کے بارے میں بڑی تفصیل سے گواہی دی۔ کئی دنوں پر پھیلی ہوئی سازش کے سلسلے میں مختلف کڑیاں ترتیب وار بیان کیں۔ طارق رفیع استغاثہ کا اسٹار گواہ تھا۔ اس کے بیان دیتے ہی ہمیں یہ اندازہ ہو

گیا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی ذہانت اور حافظے کا مالک ہے۔ اس کی یادداشت بہت اچھی ہے۔ ہماری جرح میں بھی اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ گواہ نے جو بیان دیا ہماری جرح میں اس کی کہیں بھی قابل ذکر تردید نہ ہو سکی۔ ہم نے کئی دن تک اپنی جرح جاری رکھی اور گواہ سے کئی طریقوں اور زاویوں سے سوالات کئے۔ لیکن کہیں بھی اس سے کوئی بھول چوک نہ ہوئی۔ جب مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ گواہ کی یادداشت بہت پختہ اور تیز ہے اور وہ وہی واقعات بیان کر رہا جو اس کے جاننے اور سننے (دانست اور سماعت) میں آئے ہیں تو میں نے اپنی جرح کا رخ موڑ دیا۔ میں نے اب وہ جرح شروع کر دی جس میں واقعات سے ہٹ کر ملزموں کے اپنے اپنے کردار سے متعلقہ ان واقعات کے بارے میں کرید کرید کر پوچھنا شروع کر دیا جن کا بادی النظر میں سازش کی کہانی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جو صرف یہ بات واضح کرتے تھے کہ یہ ملزمان مشرقی پاکستان کے المیئے سے کتنے متاثر ہوئے تھے؟ اور ان ملزمان کے علاوہ دیگر فوجی حضرات بھی مشرقی کمانڈ پر کتنی سخت نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور کس کس طرح سے احتساب، تطہیر اور انصاف کی باتیں ہر فوجی میس میں کھانے کی میز پر بیٹھے مختلف گروہوں میں ہوا کرتی تھیں۔

جرح کے دوران اس مقدمے کے خدوخال واضح ہوتے چلے گئے اور ہم ایک تھیوری بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے دفاع کی جو تھیوری بنائی تھی وہ کچھ اس طرح سے تھی کہ افواج پاکستان بالعموم سقوط مشرقی پاکستان اور اس کے نتیجے میں اسی ہزار پاکستان کے فوجیوں کی گرفتاری کے باعث ایک شدید ردعمل اور ذہنی انتشار میں مبتلا تھی اور یہ بات عام تھی کہ فوج سے زیادتی نہیں بلکہ غداری ہوئی ہے۔ فوج کو جان بوجھ کر ذلیل کروایا گیا۔ باوجودیکہ نوجوان فوجی اپنے وطن کی ایک ایک انچ زمین پر سر دھڑ کی بازی لگانے اور اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار تھے اور انہوں نے مشرقی پاکستان کی مختصر اور بے ترتیب جنگ میں اپنا جذبہ جہاد اور سرفروشانہ طرز عمل ثابت بھی کر دیا تھا۔ نوجوان فوجی خیال کرتے تھے کہ آج فوج کے اعلیٰ افسروں کی نااہلی کے باعث فوجیوں کے بارے میں عوام میں یہ تاثر پھیلا ہوا ہے کہ ہم فوجی افسروں کو صرف پلاٹوں اور دوسری مراعات کے سوا کوئی فکر نہیں، ہم سب اسی کی دھن میں لگے ہوئے ذاتی مفادات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔

اس تنقید کے دوران کچھ فوجی افسروں نے جو بڑے جذباتی ہو گئے تھے، فوج میں تطہیر کی بات کی اور احتساب کا نعرہ بلند کیا۔ جب احتساب کی بات کا آغاز ہوا تو چند ایک نے کہا سیاستدان ان حضرات قابل مواخذہ ہیں اور چند ایک نے اعلیٰ حکام اور فوجی افسران بالا کی نااہلی اور بزدلی کے واقعات بیان کر کے ان کی بازپرس کا مطالبہ کیا۔

ہم نے اپنی جرح میں گواہان سے یہ بات بھی کہلوائی کہ ان دنوں ملک کی آئیڈیالوجی اور نظریئے پر بھی سخت باتیں ہوتی تھیں جن میں ایک نقطہ نظر یہ بھی تھا کہ ملک اب ان لیڈروں کے ہاتھ آ گیا ہے جو اسلام کو صرف یکے از ستون مملکت قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ ملک اسلام ہی کے نام پر بنا ہے۔ ہماری جرح کے نتیجے میں یہ بات واضح طور سے مسل پر آ گئی کہ مذکورہ بالا گفتگو عام ہو رہی تھی اور لوگ کہیں فرداً" فرداً" کہیں ٹولیوں کی صورت میں کھانے کی میز کے اردگرد جمع ہو کر اور کبھی پریڈ کے بعد کھیلوں کے موقعوں پر بھی اس طرح کی باتیں نہایت بے باکی سے کرتے رہتے تھے کہ نااہل فوجی قیادت نے پاکستان کی افواج کو دشمن کے ہاتھ ذلیل کروا دیا۔ اس بحث میں نہ صرف ملزمان بلکہ فوج کے افسر بھی حصہ لے رہے تھے۔ چنانچہ جب ملزمان کا عدالت میں بیان لیا گیا تو اس معاملے کو ہم نے مکمل کر بیان کیا۔ مثلاً کیپٹن سعید اختر ملک کے بیان کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

"میں نے جو کچھ کہا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اس کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ خود عدالت کا ہر رکن اس امر سے واقف ہے کہ ڈھاکہ کی شکست (سقوط ڈھاکہ) کے بعد کیسی کیسی گفتگو ہوا کرتی تھی بلکہ عدالت کے ارکان نے بھی ان باتوں کا ذکر انہی الفاظ میں اور اس انداز میں کیا ہوگا۔ جیسے ہم نے کیا تھا۔ بلکہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہ کہوں کہ مجھے ایک بھی ایسا افسر نہیں ملا جس نے ہماری بات کی اور ہماری تنقید کی مخالفت کی ہو اور جس نے خود ایسی تنقید نہ کی ہو۔

چند ایک نے دوسروں کے مدمقابل زیادہ سخت باتیں کیں لیکن یہ جذبات اور احساسات کا فرق تھا۔ میں نے آج عدالت میں بھی وہ تمام باتیں کہہ ڈالیں جو کلب کے کھانے کی میز پر اور گروہوں کے درمیان کیا کرتا تھا۔ میں نے یہ سب کچھ اس سے پہلے بھی اپنے افسران بالا کو سنایا ہے اور اپنے ماتحتوں کو بھی میں نے یہ سب کچھ لکھ کر دیا ہوا ہے۔"

ہماری تھیوری کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ جب ہائی کمان کو یہ پتہ چلا کہ تنقید اور اعتراضات اتنے عام ہو چکے ہیں تو انہوں نے اپنے معتمد افسروں کو اجازت دی کہ وہ اس نوعیت کی گفتگو میں خود بھی حصہ لیں اور تنقید کی ہمت افزائی کریں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ پانی کی سطح کہاں تک ہے۔

تھیوری کے اس حصے کو ہم نے جرح میں بڑی عمدگی سے گواہان استغاثہ سے منوا لیا اور یہ ثابت کیا کہ طارق رفیع اور اس کے بعد ایک دو اور افسران کو ان اعتراض کرنے والے اور زیادہ جذباتی پائے جانے والے فوجی افسروں میں گھل مل جانے کی ہدایت ملی اور ان حضرات نے بحث و تمحیص میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ کئی بار انہوں نے از خود یہ رائے دی کہ اب کچھ "کرنا چاہئے" اور اس طرح سے عام گفتگو کا رخ "کچھ کرنے" کی طرف پھر گیا۔

ہماری تھیوری کا تیسرا حصہ یہ تھا کہ جو ملزمان باقی افسروں کے مقابلے میں کچھ زیادہ حساس واقع ہوئے تھے اور انہوں نے شکست کی ذلت کو شدت سے محسوس کیا تھا وہ شاید اور کچھ عرصے تک اس طرح کی گفتگو کرتے رہتے اور یوں معاملہ ختم ہو جاتا لیکن جب انہی کے درمیان موجود اور افسران نے جنہیں اعلیٰ کمان نے ان میں شامل کر دیا تھا اکسایا اور کہا کہ "کچھ کرنا چاہئے"

تو اس تنقید نے جو منتشر تھی اور بے ربط بھی تھی' ایک سمت اختیار کر لی اور "حساب حساب" کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ اس طرح سارا ماحول "حساب حساب" کے نعرے سے گونج اٹھا جس کا ملزموں نے پورا پورا اثر قبول کیا۔

ہم نے اپنی جرح میں یہ بھی ثابت کیا کہ جس امر کو سازش کا نام دیا جا رہا تھا وہ پروگرام اس کھلے انداز میں طے پایا تھا کہ نہ وہ خفیہ تھا اور نہ سازش۔ ہم نے ایک سوال اٹھایا کہ سازش کیا اس طرح کی جاتی ہے؟ میرا یہ سوال میرے موکلوں کو پسند نہیں آتا تھا کیونکہ میرے کہنے کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ اناڑیوں کا کھیل دکھائی دیتا ہے' سازش نہیں۔

ہماری تھیوری کا آخری حربہ یہ تھا کہ ہمارے ملزمان کے بارے میں حکام کو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اور ان کی بہت سی بے ربط گفتگو کو تفتیش کے محکمے نے ایک بہت بڑی سازش بنا کر پیش کر دیا ہے

ہم نے تفتیش کے ذرائع پر بہت سخت اعتراضات کئے کہ اس طرح جاسوسی کا استعمال ہی ایک غلط مثال قائم کرتا ہے کیونکہ اس طرح سے فوجی افسران اس کوردی سپرٹ (Corps-de-spirit) کا مظاہرہ نہ کر سکیں گے جو فوج کے نظم و ضبط کے لئے ضروری ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو جائیں گے کہ ان میں کوئی جاسوسی نہ کر رہا ہو۔ کچھ ایسے ہوں گے جو اپنی کارکردگی دکھانے کے لئے از خود سازش کو ترتیب دینے کی کوشش کریں گے۔

تفتیش کے سلسلے میں ہم نے ملزموں سے اعتراف جرم کے بیانات حاصل کرنے پر سخت اعتراض کیا تھا کہ ان ملزموں کو قید تنہائی میں رکھا گیا ہے' ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی اور اس طرح سے کئی ماہ کی قید کے بعد اعتراف جرم کروایا گیا تھا۔

میں نے مقدمے کی آخری بحث میں بڑی درد مندی سے یہ اپیل کی کہ ان گواہوں کے بیانات کو قابل اعتبار نہ سمجھا جائے۔ جنہوں نے اپنے دوست افسروں کو یہ تاثر دیا کہ ان کے ساتھ ہیں جب کہ اصل میں "جاسوسی" کر رہے تھے۔ ہم نے کہا ان جیالوں کو جو اپنے ملک و قوم کے لئے جان دینا اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ قید تنہائی میں رکھنا ملک کے قانون کے خلاف تھا۔ اس طرح سے ان سے حاصل کردہ اعتراف جرم قابل ادخال شہادت نہیں۔ ہم نے اس امر کو خوب وضاحت سے بیان کیا کہ اگر ملزموں نے کوئی جرم کیا بھی ہے تو اس کی وجہ پر بھی غور کرنا عدالت کا فرض منصبی ہے۔ کیا ملزمان اپنے وطن کی محبت میں دیوانے تو نہیں ہو گئے تھے....

ہماری بحث ختم ہو گئی۔ جنرل ضیاء نے ہم سب وکلاء کو رات کے کھانے پر بلایا۔ عدالت کے تمام اراکین استغاثہ کے وکلاء اور نمائندگان' صفائی کے وکلاء کے علاوہ ہمارے جو مہمان وہاں موجود تھے' انہیں بھی دعوت دی۔ کھانے سے جب ہم لوگ فارغ ہوئے تو جنرل صاحب نے ہم سب کو بڑی گرمجوشی سے الوداع کہا۔ وہ بولے ہم نے آپ وکلاء صاحبان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ خاص طور سے جرح کا سلیقہ خاصا مشکل کام ہے۔ جب ہم سب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو جنرل صاحب مجھ سے مخاطب ہو کر بولے۔ اب دیکھیں کب سیاست پر گفتگو کا وقت ملتا ہے اور کب آپ سے ملاقات ہوتی ہے۔

اس مقدمے کا فیصلہ محفوظ رکھا گیا تھا۔ وہ مارچ 1974ء میں سنایا گیا۔ ایف بی علی اور علیم آفریدی کو عمر قید کی سزا اور دوسرے ملزمان کو کئی کئی برس کی مختلف سزائیں دیں گئیں۔ میرے موکلوں میں سے دو بری ہو گئے۔ ہم سب کا خیال تھا کہ راجہ نادر پرویز کو بھی عمر قید کی سزا ملے گی کیونکہ اس کے ذمے وزیراعظم کو اپنی حراست میں لینے کا کام تھا۔ لیکن اس کی سزا باقی دوسرے ملزموں کی بہ نسبت بہت نرم تھی۔ عدالت کا اس نتیجے پر پہنچ جانا کہ ملزموں نے حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کی تھی لیکن پھر بھی سزاؤں میں وہ سختی نہ تھی جو بغاوت یا سازش کے جرم میں ہوا کرتی ہے۔ اس سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ ہماری تھیوری کا وہ حصہ اپنا کام کر گیا جس میں یہ ثابت کیا کہ یہ سازش ایک مثبت تنقید کی بگڑی ہوئی ایک صورت تھی۔"

اعلان لاہور

دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس نے آٹھ ممالک پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے' جو کانفرنس کے رکن ترقی پذیر ممالک کی اقتصادی مشکلات دور کرنے کے طریقے وضع کرے گی۔ اس کمیٹی میں ان ممالک کے ماہرین شامل کئے جائیں گے اور ایک ماہ کے اندر اندر اس کا پہلا اجلاس جدہ میں ہو گا۔ اس کمیٹی کے قیام کا اعلان کانفرنس کے اختتام پر جاری ہونے والے "اعلان لاہور" میں کیا گیا ہے۔ کمیٹی الجزائر' مصر' کویت' لیبیا' پاکستان' سعودی عرب' سینیگال اور متحدہ عرب امارتوں کے ماہرین پر مشتمل ہو گی۔ اس کانفرنس کے اختتام پر دس نکات پر مشتمل اعلان جاری ہوا ہے۔ اس "اعلان لاہور" میں اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ بیت المقدس سمیت تمام مقبوضہ علاقوں کو اسرائیل سے آزاد کرانے کے لئے عربوں کو بھرپور امداد دی جائے گی اور وہ اس سلسلہ کے حصول کے لئے اپنے تمام مسائل بروئے کار لائیں گے۔ "اعلان لاہور" میں کہا گیا ہے کہ تمام اسلامی ممالک اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان کے عوام کے درمیان کبھی ختم نہ ہونے والے رشتوں کی بنیاد مساوات' اخوت' انسانی عظمت' نسلی امتیاز اور استحصال سے نجات اور ناانصافیوں کے خلاف جدوجہد کے لافانی اصولوں پر ہے۔ "اعلان لاہور" میں اس عزم کو دہرایا گیا کہ مسلمان ملک ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے اور اپنے اختلافات برادرانہ جذبے سے بات چیت کے ذریعے طے کریں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہوریہ افغانستان' جمہوریہ الجزائر' عوامی جمہوریہ بنگلہ دیش' جمہوریہ چاڈ' عرب جمہوریہ مصر' جمہوریہ گیبون' گیمبیا جمہوریہ گنی' گنی بساؤ' جمہوریہ انڈونیشیا' دولت ایران' سلطنت ہاشمیہ اردن' مملکت مراکش' مملکت سعودی عرب' مملکت کویت' جمہوریہ لبنان' عرب جمہوریہ لیبیا' ملائیشا' مالی' اسلامی جمہوریہ ماریطانیہ' جمہوریہ نائیجر' سلطنت اومان' اسلامی جمہوریہ پاکستان' عوامی جمہوریہ یمن' مملکت قطر' سینیگال' جمہوریہ صومالیہ' جمہوریہ سوڈان' عرب جمہوریہ شام' جمہوریہ تیونس' جمہوریہ ترکی' جمہوریہ یوگنڈا' متحدہ عرب امارتیں' عرب جمہوریہ یمن کے سربراہ' مملکت اور نمائندوں نیز فلسطین (تحریک آزادی فلسطین) اور جمہوریہ عراق کے نمائندوں نے جو مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کی' یہ کانفرنس لاہور میں 22 فروری سے 24 فروری تک ہوئی۔ عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل' موتمر عالم اسلامی کا وفد اور رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل مہمان کی حیثیت سے کانفرنس میں شریک ہوئے۔ لبنان کے لاٹ پادری نے بھی اس کانفرنس میں شرکت کی۔

اسلامی مملکتوں کے سربراہ' بادشاہ' نمائندے اور تنظیموں کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔

1- ہماری قوموں کے درمیان مشترکہ عقیدہ اٹوٹ رشتہ ہے' مسلمان قوموں کا اتحاد اور یک جہتی کی بنیاد۔ دوسری قوموں سے دشمنی یا نسل اور ثقافت کے امتیازات پر نہیں بلکہ مساوات' اخوت' اور انسانی وقار کے مثبت اور لازوال نظریوں پر ہے۔ اور یہ مثبت اور لازوال نظریہ ہے کہ انسان رنگ و نسل کے امتیاز اور استحصال سے آزاد ہوں اور ظلم و ناانصافی کے خلاف جدوجہد کی جائے۔

2- ہم ایشیا' افریقہ' لاطینی امریکہ کی قوموں کی مشترکہ جدوجہد کے ساتھ ہیں جو وہ سماجی اور اقتصادی ترقی کے لئے کر رہی ہیں۔ اور خوشحالی کے لئے دنیا کی تمام قوموں کی جدوجہد کے حامی ہیں۔

3- آزادی' سماجی انصاف پر مبنی عالمی امن کے لئے ہماری کوششیں دوسرے عقائد کے لوگوں سے تعاون اور آشتی کے جذبے سے کی جائیں گی۔ جو اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے۔

4- ہم یہ عزم کرتے ہیں کہ مسلمان ملکوں کے درمیان یکجہتی کو فروغ دیں گے اور اس کا تحفظ کریں گے ہم ایک دوسرے کی آزادی' علاقائی سالمیت کا احترام کریں گے۔ ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔ آپس کے اختلافات پرامن طور پر برادرانہ جذبے سے طے کریں گے اور جب کبھی ممکن ہو گا اس مقصد کے لئے برادر مسلم ملک یا ممالک کی مصالحانہ کوششوں سے استفادہ کریں گے یا ثالثی کے لئے ان کی خدمات حاصل کریں گے۔

5- ہم جنگ رمضان میں اسرائیل کی سرحدوں سے متصل عرب ملکوں اور تحریک آزادی فلسطین کے مجاہدانہ کردار اور عربوں کی جدوجہد اور مسلمانوں طرف سے ان کی حمایت کو جو اس فیصلہ کن مرحلے پر زیادہ نمایاں تھی' سراہتے ہیں۔

6- ہم اسلامی کانفرنس اور اس کے سیکرٹریٹ کی سرگرمیوں کو سراہتے ہیں۔ یہ سرگرمیاں مسلمان ملکوں کے درمیان گہرے اور برادرانہ تعاون اور ان کے دوسرے مشترکہ اقدامات کا ذریعہ ہوں گی۔

مشرق وسطیٰ کی موجودہ صورت حال پر غور کرنے کے بعد ہم اعلان کرتے ہیں۔

1- عربوں کا مقصد ان تمام ملکوں کا مقصد ہے' جو جارحیت کے مخالف ہیں' اور جو یہ برداشت نہیں کریں گے کہ طاقت کے استعمال کرنے والے کو صلے میں کوئی علاقہ یا دوسرے فوائد حاصل ہو جائیں۔

2- عرب ملکوں کی مکمل اور موثر حمایت کی جانی چاہئے تاکہ وہ ہر ممکن طریقے سے مقبوضہ علاقے واپس لے سکیں۔

3- فلسطینی عوام کا مقصد یہ عقیدہ رکھنے والے تمام لوگوں کا مقصد ہے کہ ہر

قوم کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے اور آزادی سے فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

4- مشرق وسطیٰ کے مسئلہ کا حل کرنے اور انصاف پر مبنی پائیدار امن قائم کرنے کے لئے ضروری اور بنیادی شرط یہ ہے کہ فلسطینی قوم کے مکمل قومی حقوق بحال کئے جائیں۔

5- عالمی برادری اور خاص کر ان مملکتوں پر جنہوں نے 1947ء میں عرب فلسطین کی تقسیم کرائی۔ فلسطینی کو اس ناانصافی سے نجات دلانے کی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی جو ان پر مسلط کی گئی ہے۔

6- بیت المقدس اسلام اور دوسرے آسمانی مذاہب کا سنگم رہا ہے' تیرہ سو سال سے زیادہ مسلمانوں نے بیت المقدس کو ان سب لوگوں کے لئے ایک امانت کے طور پر اپنے پاس رکھا جو اس کا احترام کرتے ہیں۔ مسلمان ہی اس کے محبت کرنے والے اور دیانتدار محافظ ہو سکتے ہیں۔ جس کی سیدھی سادی وجہ یہ ہے کہ صرف مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تینوں الہامی مذاہب کی جڑیں بیت المقدس میں ہیں۔ لہٰذا کوئی میثاق معاہدہ یا سمجھوتہ جو متبرک شہر یروشلم پر اسرائیلی قبضہ برقرار رکھنے کو تسلیم کرے یا جس کے ذریعے کسی غیر عرب ادارے یا مملکت کو شہر منتقل کیا جائے یا جس کے ذریعے اس مقدس شہر کو سودے بازی یا مراعات کا وسیلہ بنایا جائے۔ مسلمان ملکوں کے لئے ناقابل قبول ہو گا' بیت المقدس سے اسرائیل کا انخلاء مشرق وسطیٰ میں پائیدار امن کے لئے پہلی شرط ہے۔ جو تبدیل نہیں ہو سکتی۔

7- عرب ممالک خصوصاً لبنان' مصر' اردن اور شام اور عموماً دنیا کے عیسائی کلیساؤں نے بین الاقوامی رائے عامہ اور دنیا بھر کی مذہبی کانفرنسوں میں بیت المقدس اور فلسطین کے دوسرے مقدس مقامات پر عربوں کی بالادستی کی جس خوبی سے وضاحت کی ہے کانفرنس انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

8- اسرائیل نے مقبوضہ عرب علاقوں کی حیثیت کو تبدیل کرنے کے لئے جو اقدامات کئے ہیں اور خصوصی طور پر بیت المقدس کے متبرک شہر کی حیثیت کو جس طرح وہ تبدیل کر رہا ہے۔ یہ سب بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے اور اسلامی کانفرنس کے رکن ممالک خصوصی طور پر اور پوری اسلامی دنیا اس پر نفرت کا اظہار کرتی ہے۔ یہ کانفرنس ان تمام افریقی اور دوسرے ملکوں کے اس پروقار اور مثبت موقف کو بنظر استحسان دیکھتی ہے جو انہوں نے عرب مقاصد کی حمایت کے لئے اختیار کیا ہے۔

9- پائیدار اور منصفانہ امن کے قیام کے لئے جو کوششیں ہو رہی ہیں' ان کا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے کی اصل بنیاد پر توجہ مبذول کی جائے اور فوجوں کی واپسی کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ کہ یہ تمام عرب علاقوں سے اسرائیل کے مکمل انخلاء اور فلسطینی عوام کے مکمل حقوق کی بحالی کی جانب ایک قدم ہے۔

عالمی اقتصادی صورت حال بالخصوص اسلامی ملکوں کے اقتصادی حالات کا سربراہ کانفرنس میں صدر الجزائر' صدر لیبیا اور دوسرے سربراہان ملک کی طرف سے کی گئی تقاریر کی روشنی میں جائزہ لیتے ہوئے اور (1) اسلامی ملکوں میں غربت' بیماری اور جہالت کے خاتمے (2) ترقی یافتہ ممالک کی جانب سے ترقی پذیر ملکوں کا استحصال ختم کرانے (3) ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں یں تجارت کی شرائط کو بہتر شکل دینے اور خام مال اور مصنوعات کی درآمد کے اصول مرتب کرنے (4) ترقی پذیر ملکوں کی اپنے قدرتی وسائل پر مکمل بالادستی قائم کرنے (5) قیمتوں میں حالیہ اضافہ کے پیش نظر ترقی پذیر ملکوں کی تکلیف دور کرنے اور (6) مسلمان ملکوں کے درمیان اقتصادی تعاون بڑھانے کی ضرورت کے پیش نظر ایک کمیٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے' جو مندرجہ ذیل مقاصد کی تکمیل کے لئے راہیں متعین کرے گی۔ تاکہ رکن ملکوں کے عوام کے حالات زندگی بہتر ہو سکیں۔ یہ کمیٹی الجزائر' مصر' کویت' لیبیا' پاکستان' سعودی عرب' سینیگال اور متحدہ عرب امارتوں کے نمائندوں اور ماہرین پر مشتمل ہو گی۔ اس کمیٹی کو مزید ارکان شامل کرنے کا بھی اختیار حاصل ہو گا' اس کمیٹی کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنا کام جلد از جلد مکمل کر لے اور اپنی سفارشات اسلامی وزراء خارجہ کے آئندہ اجلاس میں پیش کر دے' تاکہ وہ فوری طور پر غور و خوض کے بعد انہیں عملی جامہ پہنا سکے۔ اس کمیٹی کا اجلاس جدہ میں ہو گا۔ اور اسے سیکرٹری جنرل طلب کریں گے۔ وہی اجلاس کی تاریخ مقرر کریں گے۔ یہ اجلاس اس کانفرنس کے ختم ہونے کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر بلایا جائے گا۔

اسلامی مملکتوں کے فرمانرواؤں' سربراہوں اور نمائندوں نے بیت المقدس' مشرق وسطیٰ اور فلسطینیوں کے مستقبل' مسلم یک جہتی فنڈ یا باہمی اقتصادی تعلقات اور ان کے فروغ اور دوسرے امور کے بارے میں جو قرار دادیں منظور کی ہیں' وہ اعلان لاہور کا جزو ہیں اور اس کا لازمی حصہ ہے۔

ان مشترکہ مقاصد کو فروغ دینے اور مکمل کرنے کے لئے کانفرنس کے شرکاء ممالک اقوام متحدہ اور دوسرے بین الاقوامی اداروں میں اپنے نمائندوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ متفقہ اور مشترکہ موقف اختیار کرنے کے لئے ایک دوسرے سے صلاح و مشورہ کریں۔

ختم نبوت

پر

قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ

اسلام آباد۔ 7 ستمبر 1974ء

قرارداد

قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی۔ قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ، ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام، لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے۔

(الف) کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے:۔

(اول) دفعہ 106 (3) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ 260 میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔

مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح:۔ کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ 260 کی شق (3) کی تصریحات کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہو گا۔

(ج) کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ، 1973ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد، 1974ء میں منتجہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

(د) کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

(قومی اسمبلی میں پیش کئے جانے کے لئے)

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مزید ترمیم کرنے کے لئے

ایک بل

ہر گاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

1- مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

(1) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ 1974ء کہلائے گا۔ (2) یہ فی الفور نافذ العمل ہو گا۔

2- آئین کی دفعہ 106 میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں، جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا، دفعہ 106 کی شق (3) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) درج کئے جائیں گے۔

3- آئین کی دفعہ 260 میں ترمیم

آئین کی دفعہ 260 میں شق (2) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی، یعنی:۔

"(3) جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔"

بیان اغراض و وجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے، اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ

وزیر انچارج

وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر

جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کی اس تقریر کا متن، جو انہوں نے قومی اسمبلی میں 7 ستمبر 1974ء کو کی تھی:

جناب اسپیکر!

میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلے پر ایوان کے ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلہ خیال کیا ہے' جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقہ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے یہ ایک قومی فیصلہ ہے' یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے' خواہشات' اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلے کی تحسین کی مستحق قرار پائے۔ اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلے کی تعریف و تحسین کا حقدار بنے۔ میرا کہنا یہ ہے یہ مشکل فیصلہ' بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت مشکل فیصلہ' جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ ایک پرانا مسئلہ ہے۔ نوے سال پرانا مسئلہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ اس سے ہمارے معاشرے میں تلخیاں اور تفرقے پیدا ہوئے' لیکن آج کے دن تک اس مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جا سکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا' ایک بار نہیں' بلکہ کئی بار' ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلے پر جس طرح قابو پایا گیا تھا' اسی طرح اب کی بار بھی ویسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اس سے پہلے کیا کچھ کیا گیا' لیکن مجھے معلوم ہے کہ 1953ء میں کیا کیا تھا۔ 1953ء میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا' جو اس مسئلے کے حل کے لئے نہیں' بلکہ اس مسئلے کو دبا دینے کے لئے تھا۔ کسی مسئلے کو دبا دینے سے اس کا حل نہیں نکلتا۔ اگر کچھ صاحبان عقل و فہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تشدد کر کے اس مسئلے کو حل کیا جائے۔ اور عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے' تو شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکل آتا' لیکن یہ مسئلے کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دب تو جاتا' اور پس منظر میں چلا جاتا' لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔

ہماری موجودہ مساعی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہم نے صحیح اور درست حل تلاش کرنے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ درست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے' غیر معمولی احساسات ابھرے۔ قانون اور امن کا مسئلہ بھی پیدا ہوا۔ جائیداد اور جانوں کا اتلاف ہوا۔ پریشانی کے لمحات بھی آئے۔ تمام قوم گزشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس پر کشمکش اور بیم و رجا کے عالم میں رہی۔ طرح طرح کی افواہیں کثرت سے پھیلائی گئیں' اور تقریریں کی گئیں۔ مسجدوں اور گلیوں میں بھی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا۔ میں یہاں اور اس وقت یہ دہرانا نہیں چاہتا کہ 22 اور 29 مئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلے کی وجوہات کے بارے میں بھی کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا' اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرے لئے اس وقت یہ مناسب نہیں کہ میں موجودہ معاملات کی تہہ تک جاؤں' لیکن میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کی توجہ اس تقریر کی طرف دلاؤں جو میں قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے 13 جون کو کی تھی۔

اس تقریر میں' میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کر لیا جاتا' جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت' اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علت غائی اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا۔ اس لئے میری حکومت کے لئے یا ایک فرد کی حیثیت میں میرے لئے مناسب نہ تھا کہ اس پر تیرہ جون کو کوئی فیصلہ دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے کئی ایک ایسے لوگ ملے جو اس مسئلے کے باعث مشتعل تھے۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی' ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کر دیتے جو کہ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اعلان کر دیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی داد و تحسین ملے گی اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوا دیا تو آپ اپنی زندگی کے سنہری موقعے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ یہ ایک انتہائی پیچیدہ اور بسیط مسئلہ ہے جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو نوے سال سے پریشان کر رکھا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لئے بھی پریشانی کا باعث بنا ہے۔ میرے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا' اور کوئی فیصلہ کر دیتا۔ میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے۔ پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ میری ناچیز رائے میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے۔ اور اکثریتی پارٹی کے رہنما ہونے کی حیثیت میں میں قومی اسمبلی کے ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلے کے حل کو قومی اسمبلی کے ممبروں کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں' اور ان میں

ہری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبر میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی ایک مواقع پر انہیں بلا کر اپنی پارٹی کے موقف سے آگاہ کیا' وہاں اس مسئلے پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ سوائے ایک موقع کے جب کہ اس مسئلے پر کھلی بحث ہوئی تھی۔

جناب اسپیکر! میں آپ کو یہ بتانا نامناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلے کے باعث اکثر پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلے پر جو فیصلہ ہوا ہے' میں اس کے نتائج سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے اس فیصلے کے سیاسی اور معاشی ردعمل اور اس کی پیچیدگیوں کا علم ہے' جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے' لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا۔ پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلے کو جمہوری طریقے سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لئے اولین اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے۔ چنانچہ ہمارے لئے فقط یہی درست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلے کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔ اس کے ساتھ ہی میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اصول کی بھی پوری طرح سے پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ ہم سوشلسٹ اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے' اس فیصلے میں ہم نے اپنے کسی بھی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ ہم اپنی پارٹی کے تین اصولوں پر مکمل طور سے پابند رہے ہیں۔ میں نے کئی بار کہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ ترین اصول' سماجی انصاف کے خلاف نہیں۔ اور سوشلزم کے ذریعے معاشی استحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیرمذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دور جدید میں رہتے بستے ہیں۔ ہمارا آئین کسی مذہب و ملت کے خلاف نہیں بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیئے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر و اعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کر سکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس امر کی ضمانت دی گئی ہے۔ میری حکومت کے لئے اب یہ بات بہت اہم ہو گئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاق' مقدس اسلامی فرض ہے۔ جناب اسپیکر! میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کسی شخص کے ذہن میں شبہ نہیں رہنا چاہئے۔ ہم کسی قسم کی غارتگری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جناب اسپیکر! گزشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس بڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ کئی لوگوں کو جیل میں بھیجا گیا اور چند اور اقدامات کئے گئے۔ یہ بھی ہمارا فرض تھا۔ ہم اس ملک پر بدنظمی کا اور نزاجی عناصر کا غلبہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ جو ہمارے فرائض تھے' ان کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ لیکن میں اس موقعے پر جب کہ تمام ایوان نے متفقہ طور سے ایک اہم فیصلہ کر لیا ہے' آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے' اور جب کہ اس مسئلے کا باب بند ہو چکا ہے' ہمارے لئے یہ ممکن ہو گا کہ ان سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ مناسب وقت کے اندر اندر کچھ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے گی اور انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ جنہوں نے اس عرصے میں اشتعال انگیزی سے کام لیا یا کوئی اور مسئلہ پیدا کیا۔

جناب اسپیکر! جیسا کہ میں نے کہا ہمیں امید کرنی چاہئے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند کر دیا ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں' یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں' یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے۔ جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں سارے ایوان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں' مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جا سکتا۔ اگر تمام ایوان کی جانب سے اور اس میں تمام پارٹیوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے بنانے میں ستائیس برس صرف ہوئے اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار وقت تھا جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے اسے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ اسی جذبے کے تحت' ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی کر لیا ہے۔

جناب اسپیکر! کیا معلوم کہ مستقبل میں ہمیں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے' لیکن میری ناچیز رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا' یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آ سکتے ہیں۔ جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ماضی کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے۔ پھر کہوں گا کہ یہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا گھر گھر میں اس کا اثر تھا' ہر دیہات میں اس کا اثر تھا' اور ہر فرد پر اس کا

اثر تھا۔ یہ مسئلہ سنگین سے سنگین تر ہوتا چلا گیا۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک خوفناک شکل اختیار کر گیا ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہی تھا‘ ہمیں تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہی تھا۔ ہم اس مسئلے کو ہائی کورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کر سکتے تھے یا اسے اسلامی سیکرٹریٹ کے سامنے پیش کیا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حتیٰ کہ افراد بھی مسائل کو ٹالنا چاہتے ہیں اور انہیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضرہ صورت حال سے نبٹنے کے لئے معمولی اقدامات کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے اس مسئلے کو اس انداز سے نبٹانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس مسئلے کو ہمیشہ کے لئے حل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔ اس جذبے کے تحت قومی اسمبلی ایک کمیٹی کی صورت میں خفیہ اجلاس کرتی رہی۔ خفیہ اجلاس کرنے کے لئے قومی اسمبلی کے پاس کئی ایک وجوہات تھیں۔ اگر قومی اسمبلی خفیہ اجلاس نہ کرتی‘ تو جناب! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام سچی باتیں اور حقائق ہمارے سامنے آ سکتے؟ اور لوگ اس طرح آزادی اور بغیر کسی جھجک کے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے؟ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں اخبارات کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں‘ اور لوگوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی ہیں۔ اور ان کی تقاریر اور بیانات کو اخبارات کے ذریعے شائع کر کے ان کا ریکارڈ رکھا جا رہا ہے تو اسمبلی کے ممبر اس اعتماد اور کھلے دل سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتے‘ جیسا کہ انہوں نے خفیہ اجلاسوں میں کیا ہمیں ان اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصہ تک احترام کرنا چاہئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی۔ لیکن ان باتوں کے اظہار کا ایک موزوں وقت ہے چونکہ اسمبلی کی کارروائی خفیہ رہی ہے‘ اور ہم نے اسمبلی کے ہر ممبر کو‘ ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پیش ہوئے یہ یقین دلایا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کو سیاسی‘ یا کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے گا۔ میرے خیال میں یہ ایوان کے لئے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک ظاہر نہ کریں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے لئے ممکن ہو گا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو آشکار کر دیں‘ کیوں کہ اس کے ریکارڈ کو دفن ہی کر دیا جائے‘ ہرگز نہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ بات ہو گی۔ میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اگر اس مسئلے کے باب کو ختم کرنے کے لئے اور ایک نیا باب کھولنے کے لئے نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لئے‘ آگے بڑھنے کے لئے اور قومی مفاد کو محفوظ رکھنے کے لئے اور پاکستان کے حالات کو معمول پر رکھنے کے لئے اس مسئلے کی بابت ہی نہیں بلکہ دوسرے مسائل کی بابت بھی‘ ہمیں ان امور کو رکھنا ہو گا۔ میں ایوان پر یہ بات عیاں کر دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے حل کو‘ دوسرے کئی مسائل پر تبادلہ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کے لئے نیک شگون سمجھنا چاہئے۔ ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ یہ حل ہمارے لئے خوشی کا باعث ہے‘ اور اب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام نئے قومی مسائل کو مفاہمت اور سمجھوتے کے جذبے کے تحت طے کریں گے۔

جناب اسپیکر! میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملے کے بارے میں مجھے جو احساسات تھے میں انہیں بیان کر چکا ہوں۔ میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے‘ یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے اور یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کر سکتا۔ اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس مسئلے کو دوامی طور پر حل کرنے کے لئے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہو سکتا تھا۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں‘ جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں۔ ہم یہ توقع بھی نہیں کر سکتے کہ اس مسئلے کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہو سکیں گے جو گزشتہ نوے سال سے حل نہیں ہو سکا۔ اگر یہ مسئلہ آسان ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا‘ تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہو گیا ہوتا‘ لیکن یہ نہیں ہو سکا۔ 1953ء میں بھی یہ ممکن نہیں ہو سکا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ 1953ء میں حل ہو چکا تھا‘ وہ لوگ اصل صورت حال کا صحیح تجزیہ نہیں کر سکے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہوں گے۔ اب میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المیعاد مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کر لیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ ناخوش ہوں گے ان کو یہ فیصلہ پسند نہ ہو گا‘ ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہو گا‘ لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضے کے طور پر اپنے آپ کو ان لوگوں میں سے شمار کرتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہئے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا اور ان کو آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہو گئی۔ مجھے یاد ہے جب کہ حزب مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انہوں نے ان لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے۔ ایوان اس یقین دہانی پر قائم ہے۔ یہ ہر پارٹی کا فرض ہے۔ یہ حکومت کا فرض ہے۔ حزب مخالف کا فرض ہے اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔ اسلام کی تعلیم رواداری ہے۔ مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ ہی نہیں کی بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔ اسلامی معاشرے نے اس تیرہ و تاریک زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا‘ جب کہ عیسائیت ان پر یورپ میں ظلم کر رہی

تھی اور یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ میں آ کر پناہ لی تھی۔ اگر یہودی دوسرے حکمران معاشرے سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے' تو پھر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے۔ ہم مسلمان ہیں' ہم پاکستانی ہیں' اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں' تمام لوگوں' اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔

جناب سپیکر! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ آپ کا شکریہ!

سپریم کورٹ کا فیصلہ

نیشنل عوامی پارٹی کے کالعدم قرار دینے کے بارے میں

راولپنڈی 30 اکتوبر 1975ء

میر غوث بخش بزنجو، ارباب سکندر خان خلیل، سردار عطاء اللہ مینگل اور نواب خیر بخش مری نے جو تحریری بیانات داخل کئے ہیں ان میں میر غوث بخش بزنجو کے تحریری بیان میں کم و بیش یہی طرز اختیار کیا گیا ہے کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں جو کچھ ہوا ہے وہ اس صورت حال کا نتیجہ ہے جو خود وفاقی حکومت اور برسراقتدار سیاسی پارٹی نے پیدا کی ہے۔

دوسروں نے پارٹی کے تحریری بیان کو اپنایا ہے لیکن وہ سب اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ وہ یا نیشنل عوامی پارٹی نظریہ پاکستان کی مخالف ہے یا چار قوموں کے تصور پر یقین رکھتی ہے۔

مسٹر بزنجو کے تحریری بیان کے مطابق خود پاکستان اور پاکستانی قوم، ملک کے مختلف علاقوں میں بسنے والی مختلف قومیتوں کی مشترکہ کوششوں اور تعاون سے وجود میں آئی۔ ان قومیتوں کے وجود سے نہ تو انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ انہیں نظرانداز کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اگر ان مختلف قومیتوں کو حقوق دینے سے انکار کیا گیا تو اس کا اثر صرف یہی ہو سکتا ہے کہ یہ قومیتیں اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے لڑنے پر مجبور ہوں اور اگر ضرورت پڑے تو اس کے لئے تشدد یا جنگ کریں۔ اس لئے اگر کوئی شخص ایسا کام کرے جو ان قومیتوں میں سے کسی ایک کے حقوق کے لئے ضرر رساں ہو یا اس سے انکار کرنے کے مترادف ہو تو وہ اصل میں انہیں ایک دوسرے کے خلاف اکسا رہا ہے۔ الزام لگایا گیا ہے کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کے عوام کو کھلم کھلا اکسا کر اور ان کے حقوق کو پامال کر کے وفاقی حکومت اور وفاقی وزراء ٹھیک یہی کام کرتے چلے آ رہے ہیں۔ نیشنل عوامی پارٹی نے اگرچہ چار یا پانچ قوموں کے تصور کا پرچار کبھی نہیں کیا ہے۔ تاہم یہ اس بات پر یقین رکھتی ہے اور ہمیشہ سے یقین رکھتی آئی ہے کہ پاکستان میں رہنے والی مختلف قومیتوں کے ساتھ مساوی شرکاء جیسا سلوک ہونا چاہئے اور ان کے حقوق برابر ہونے چاہئیں۔ یہی نیشنل عوامی پارٹی کے پروگرام کی بنیاد ہے۔

نیشنل عوامی پارٹی کے خلاف یہ الزام کہ یہ نظریہ پاکستان یا پاکستانی قومیت پر یقین نہیں رکھتی سرتاپا بے بنیاد ہے۔ بہرحال "نظریہ پاکستان" کا ڈھول جو اب پیٹا جا رہا ہے۔ محض ایک خیالی تصور اور بعد کی جدت کا ڈھول ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نظریہ ایک فکری تصور ہے لہٰذا چونکہ ہر فرد یا افراد کا ایک گروہ مختلف نقطہ ہائے نظر رکھ سکتا ہے۔ اس لئے ان کا نظریہ بھی مختلف ہو سکتا ہے۔ ایک فرد یا افراد کے ایک گروہ کے خیال میں جو چیز نظریہ پاکستان کی مخالف ہو سکتی ہے وہ دوسرے فرد یا دوسرے افراد کے گروہ کی نظر میں اس نظریہ کی بنیاد ہی ہو سکتی ہے۔ پیپلز پارٹی اور اس کی قیادت اس وقت جو نظریہ پیش کر رہی ہے۔ وہ اس نظریہ سے بالکل مختلف ہے جسے قائداعظم یا مسلم لیگ نے پیش کیا تھا۔

میر غوث بخش بزنجو بھی وفاقی حکومت لسبیلہ کے واقعہ کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا اصل سبب وہ مظالم تھے جو وفاقی فوجوں نے اس علاقے میں کئے اور محض اس سبب سے قبائلیوں کو اشتعال ہوا کہ وہ طاقت سے وفاقی فوجوں کی مزاحمت کریں۔ بلوچستان میں کبھی کوئی نجی لشکر نہیں تھا۔ جیسا کہ وفاقی حکومت نے جھوٹا الزام لگایا ہے وہ تو صرف بلوچستان کے عوام تھے جنہوں نے حکومت بلوچستان کی اس اپیل کا جواب دیا تھا کہ وہ امن و امان بحال کرنے میں مدد دیں۔ تاہم وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسلحہ خانوں سے اسلحے حاصل کئے گئے تھے۔ لیکن جیسا کہ جھوٹے اور معاندانہ طریقے پر الزام لگایا ہے نجی لشکروں میں تقسیم کرنے کے لئے نہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر صوبہ کی قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے استعمال کرنے کے لئے حاصل کئے گئے تھے۔

اسی طرح عدم تعاون اور محاذ آرائی سے متعلق الزامات کی تردید کی گئی ہے اور وفاقی حکومت اور وفاقی وزراء پر جوابی الزامات لگائے گئے ہیں کہ انہوں نے معاندانہ طریقے پر صوبہ کے اندر امن و امان کی صورت حال خراب کی اور بعض صورتوں میں روزمرہ نظم و نسق میں بلاواسطہ مداخلت بھی کی۔

میر غوث بخش بزنجو اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے کوئی ایسا کام کیا جو یا تو غیر آئینی یا بلوچستان کے گورنر کی حیثیت سے ان کے اختیارات کے دائرے سے باہر تھا جو ان کی برطرفی کا سبب بن سکتا تھا۔ ایسی برطرفی اس سہ فریقی معاہدے اور سمجھوتہ کی روح کے بالکل واضح طور پر منافی تھی جو مارچ 1972ء میں ہوا تھا۔ نیز یہ اس آئین کی دفعات کی بھی کھلم کھلا خلاف ورزی تھی جسے قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا۔ مسٹر بزنجو کے کہنے کے مطابق پارٹی پر دوبارہ پابندی حزب اختلاف کو ختم کرنے اور پاکستان میں "یک شخصی حکومت" قائم کرنے کے لئے راہ ہموار کرنے کے منصوبہ کا ایک حصہ ہے۔

جہاں تک قیام پاکستان کے وقت ان کے رویے کے متعلق ان کے خلاف لگائے گئے الزامات کا تعلق ہے، جس کا اظہار ایک تقریر سے ہوتا ہے جو 1947ء میں قلات کی مجلس قانون ساز میں کی گئی تھی، یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قلات کی مجلس قانون ساز میں جو کچھ کہا تھا وہ ایک ایسی آزاد مملکت کے آزاد شہری کی حیثیت سے کہا گیا تھا۔ جس نے اس وقت تک پاکستان سے الحاق نہیں کیا تھا لہٰذا اس موقع پر جو کچھ کہا گیا تھا اس کا شمار یہ رائے قائم کرنے کے لئے نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اب بھی نظریہ پاکستان یا

پاکستانی قوم کے تصور کے مخالف ہیں۔ یہ سوالات اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے جب مذکورہ تقریر کی گئی تھی اور نہ تو اس وقت کہی گئی کوئی بات یا کیا گیا کوئی کام موجودہ مقاصد سے متعلق ہو سکتا ہے۔

مسٹر بزنجو پر زور طریقے پر اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ ان کا یا نیشنل عوامی پارٹی کا کسی غیر ملکی حکومت سے کوئی رابطہ ہے یا یہ کہ پاکستان کے اندر کسی قسم کی بغاوت یا سرکشی یا دہشت پسندانہ سرگرمیاں شروع کرنے کے لئے انہیں کسی ایسی حکومت سے کوئی مدد یا اعانت حاصل ہوئی ہے جیسا کہ جھوٹے اور معاندانہ طریقے پر ریفرنگ اتھارٹی نے الزام لگایا ہے۔ محض یہ حقیقت کہ انہیں اور ان کی پارٹی کے بعض دوسرے لیڈروں کو اس ملک کے قومی دن کی تقریبات میں شرکت کرنے کی دعوت دی گئی تھی کوئی ایسا سبب نہیں ہے جس سے لازماً" یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکے کہ وہ اس ملک کے ایجنٹ ہیں یا اس ملک کی خارجہ پالیسیوں سے منسلک ہیں۔

نواب خیر بخش مری اپنے تحریری بیان میں پارٹی کے مجموعی تحریری بیان کو اپناتے ہیں اور اپنے آپ کو صرف ان الزامات کو جواب دینے تک محدود رکھتے ہیں جو ذاتی طور پر ان کے خلاف لگائے گئے ہیں۔ وہ دعوی کرتے ہیں کہ ان پر جو الزامات لگائے ہیں ان کی بنیاد واقعات کے مسخ کئے ہوئے بیان پر ہے ان کا مثبت مقدمہ یہ ہے کہ یہ تو وفاقی حکومت ہے جس نے:

"نیشنل عوامی پارٹی کو بدنام اور ملامت کرنے کی مہم کا آغاز کیا تھا تاکہ اس پر پابندی لگانے کے لئے مواد فراہم کرے کیوں کہ یہ ملک میں واحد موثر سیاسی قوت تھی جو پیپلز پارٹی کی قیادت کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی تھی اور موخر الذکر پارٹی اسے اپنی سب سے بڑی سیاسی مخالف سمجھتی تھی اور اپنے "نئے پاکستان" میں ایک شخص کی آمرانہ فاشی حکومت قائم کرنے کی راہ میں سنگین رکاوٹ سمجھتی تھی اور اسی مقصد کے پیش نظر اس نے ہمارے بیانات کو توڑ مروڑ کر سارے ذرائع اطلاعات سے پھیلانا شروع کیا۔"

اس کے باوجود ان کے کہنے کے مطابق اگر الزامات کو بادی النظر میں مان لیا جائے تو وہ کسی طریقے سے پاکستان کی خود مختاری اور سالمیت کے منافی کسی فعل کے ارتکاب کے مترادف نہیں ہوئے۔

یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ نواب خیر بخش مری بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کے صدر تھے۔

جہاں تک سردار عطاء اللہ مینگل کا تعلق ہے وہ بھی اپنے آپ کو ان الزامات کا جواب دینے تک محدود رکھتے ہیں جو ذاتی طور پر ان کے خلاف لگائے گئے ہیں۔ وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ صوبائی حکومتوں نے بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبے میں اقتدار سنبھالنے کے بعد وفاقی حکومت سے محاذ آرائی کے عمل کا آغاز کیا۔ یہ تو خود وفاقی حکومت تھی جس نے ساری آئینی موزونیت کو نظر انداز کر کے اور ساری آئینی دفعات کی خلاف ورزی کر کے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ان صوبوں کی صوبائی حکومتوں کو رسوا کرنے کی کوشش کی۔ یہ سہ فریقی معاہدے یا سمجھوتے کا احترام یا آئین کو لفظی اور معنوی اعتبار سے چلانے کے معاملے میں کبھی مخلص نہیں تھی۔

وہ اس بات سے بھی انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے یا ان کی حکومت نے یا ان کی پارٹی نے اپنے قول یا فعل سے نظریہ پاکستان یا پاکستانی قوم کے تصور کو قبول کرنے سے انکار کیا۔

اپنے تحریری بیان میں وہ وفاقی حکومت کی ان سرگرمیوں کی فہرست بھی پیش کرتے ہیں جن کا مقصد ان صوبوں میں مکمل بدامنی کی حالت پیدا کرنا تھا تاکہ صوبائی حکومت کو رسوا کیا جائے اور ان کی برطرفی کے اسباب فراہم کئے جائیں۔ لیکن جب صوبائی حکومتوں کی عاقلانہ اور دانشمندانہ کارروائیوں کی بدولت یہ کوششیں ناکام ہو گئیں تو وفاقی حکومت نے پارٹی پر پابندی لگانے کے لئے اپنی آخری گولی چلا کر اپنی کھلی دشمنی کا اعلان کر دیا ہے۔

ان کے کہنے کے مطابق لسبیلہ کا واقعہ وفاقی حکومت کا پیدا کردہ تھا اور یہ اس کے ناپاک منصوبہ کا حصہ تھا کہ بلوچستان کی صوبائی حکومت کے لئے کام کرنا ناممکن بنا دیا جائے۔ وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ انہوں لسبیلہ میں کسی نجی لشکر یا قبائلی لشکر کو استعمال کیا یا یہ کہ اس وقت ایسے کسی لشکر کا وجود تھا۔ ان کے کہنے کے مطابق انہوں نے "دیہی پولیس اور مقامی لوگوں سے صرف یہ کہا تھا کہ ان علاقوں میں مرکزی فوجوں کی غارت گری کو روکنے کی غرض سے امن و امان برقرار رکھیں۔ وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ صوبہ کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے انہوں نے مقامی لوگوں کو اکسایا کہ وہ وفاقی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھائیں۔

ارباب سکندر خاں خلیل کی طرح وہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ پاکستان کی سالمیت اور استحکام برقرار رکھنے میں مسٹر بھٹو اور ان کی وفاقی حکومت سے تعاون کرنے کے لئے نیشنل عوامی پارٹی اپنی ڈگر سے ہٹ گئی لیکن مسٹر بھٹو اور ان کی پارٹی نے ان دو صوبوں کی حکومتوں کو بدنام کرنے کی مستقل سازش کی کیوں کہ جب تک مذکورہ حکومتیں برقرار اقتدار رہیں وہ ان صوبوں میں اپنے آمرانہ اختیارات استعمال نہیں کر سکے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ صوبہ میں کھلی بغاوت کی فضا پیدا کرنے میں ایک غیر ملکی حکومت ان کی حکومت کو پرزور طریقے پر اکسا رہی تھی اور اس سلسلہ میں مدد کر رہی تھی وہ اس بات سے قطعی انکار کرتے ہیں کہ ان کا یا ان کی پارٹی یا ان کی حکومت کا مذکورہ حکومت سے کسی قسم کا تعلق تھا یا یہ کہ اس مذکورہ یا کسی غیر ملک یا حکومت سے اس قسم کی مدد یا اعانت جس کا الزام ریفرنگ اتھارٹی نے لگایا ہے یا کسی دوسری قسم کی مدد کبھی حاصل ہوئی۔

(اقتباسات)

سپریم کورٹ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی طرف
نیشنل عوامی پارٹی کو کالعدم قرار دینے کی کارروائی'
اٹارنی جنرل یحیٰ بختیار کی افتتاحی تقریر

عبدالغفار خان ہی وہ تنہا فرد نہیں جو پاکستان کی سرحدوں کے اندر رہ کر بھی ایک نئی مملکت ڈھالنے کے شیطانی کام پر لگے رہے جو مصروفیت شمال مغربی سرحدی صوبے میں انہوں نے اپنا رکھی تھی ٹھیک اسے نبھانے کے لئے ان کے بلوچی ثمی بلوچستان میں ان کے نقش قدم پر چل رہے تھے' ملک سے باہر پراسرار طور پر چھپے ہوئے پمفلٹ بعنوان "گولی کا جواب گولی" منسلکہ ایچ 36 حصہ سوئم الف' صفحہ 354/58 میں اجمل خٹک نیشنل عوامی پارٹی کے مفرور سیکرٹری جنرل کا یہ اعلان ہے: "..... خان آف قلات کے بھائی شہزادہ عبدالکریم نے دوسرے بلوچ سرداروں اور روایتی بلوچ فوج کی مدد سے اپنے بھائی کے خلاف اور خود پاکستان سے بغاوت کر دی ہے اور وہ افغانستان چلے گئے ہیں۔ غوث بخش بزنجو اور میر گل خان نصیر جو اس وقت کے قلات نیشنل پارٹی کے صدر اور سیکرٹری جنرل تھے' جیل بھیج دیئے گئے ہیں۔"

تاریخ بلوچستان کے مطابق جس کے مصنف میر گل خان نصیر ہیں' صفحات 523 و 524 منسلکہ 40 ای حصہ اول صفحات 345 تا 348 جناب غوث بخش بزنجو نے ریاست قلات کے دیوان عام میں ریاست کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے سلسلہ میں مذاکرات کے دوران 14 دسمبر 1947ء کو ایک زہریلی تقریر کی۔ انہوں نے ریاست کے پاکستان میں شامل ہو جانے کی تجویز کی شدید مخالفت کی اور اعلان کیا:

"قلات کو بلوچستان کہا جاتا تھا جو بلوچوں کا قومی وطن ہے۔ اس کے لئے یہ ناممکن ہے اور ناقابل قبول ہے کہ وہ پاکستان میں شامل ہو۔"

انہوں نے مزید کہا:

"ہم پاکستان کے ساتھ محض باعزت تعلقات رکھنے کو تیار ہیں لیکن کسی صورت میں اپنے اس مقام سے گر کر پاکستان میں شامل نہیں ہوں گے۔"

آگے چل کر انہوں نے یہ بھی کہا:

"جیسا کہ ایران اور افغانستان میں تہذیب اور قومیت مختلف ہے۔ بلوچوں کی بھی ایک علیحدہ تہذیب و ثقافت اور قومیت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم آزادی کو فراموش کر دیں اور دوسروں میں مدغم ہو جائیں۔ اگر قلات کے لئے مسلم ریاست ہونے کے باعث یہ ضروری تھا کہ وہ پاکستان میں ضم ہو جائے تو اسی اصول کے پیش نظر ایران اور افغانستان کی اسلامی مملکتوں کو بھی پاکستان کے ساتھ ضم ہو جانا چاہئے۔"

پنجاب اور سندھ کو یہ حیثیت نہ دیتے ہوئے غوث بخش بزنجو نے کہا:

"پنجاب اور سندھ میں کوئی ایک بڑی قوم آباد نہیں۔ یہاں لوگوں کے مختلف گروہ آباد ہیں جن کی اپنی کوئی تہذیب نہیں۔"

13 جون 1975ء کے اپنے تحریری بیان صفحہ 26/27 میں میر غوث بخش بزنجو نے اس تقریر کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے یہ تقریر ریاست کے ایک آزاد شہری کی حیثیت سے آزاد قلات ریاست کی پارلیمنٹ میں کی تھی۔ اپنے تحریری بیان میں وہ لمحہ بھر کے لئے بھی یہ تجویز پیش نہیں کرتے کہ وہ اس وقت غلطی پر تھے۔ یا انہوں نے نظریہ تبدیل کر لیا ہے۔ یا ان کے وہ جذبات اور احساسات نہیں ہیں جن کا اظہار انہوں نے اپنی تقریر میں کیا تھا۔

"جناب غوث بخش بزنجو نے اپنے تحریری بیان کے 21 ویں صفحہ پر جس کا پہلے ہی حوالہ دیا جا چکا ہے' اس بات سے انکار کیا ہے کہ نیپ نظریہ پاکستان پر یقین نہیں رکھتی۔ لیکن بعد میں وہ یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ جس نظریہ کے متعلق اس قدر ہنگامہ ہو رہا ہے وہ درحقیقت ایک فضول مشتبہ اور بعد میں پیدا کیا جانے والا نظریہ ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ اس کا تصور کس نے پیش کیا اور اس کا موجد کون ہے۔ وہ یہ بات بڑی وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ قائداعظم اور مسلم لیگ کے دوسرے رہنما اس نئے تصور سے کلی طور پر ناآشنا تھے۔ اور نہ قائداعظم نے اور نہ دوسرے مسلم لیگی رہنماؤں نے تحریک پاکستان اور مسلمانوں کے حقوق کے لئے جدوجہد کے دوران اس قسم کا نظریہ یا تصور پیش کیا تھا۔ وہ یہ کہتے ہوئے اپنی بات جاری رکھتے ہیں کہ جب تک قائداعظم زندہ رہے انہوں نے اس قسم کا نظریہ کبھی نہیں پیش کیا اور نہ ہی انہوں نے اپنی تقریروں میں اس کا ذکر کیا۔"

یہ غلط نہیں ہو گا اگر میں یہاں معزز عدالت کی توجہ بزنجو کے اس خطاب کی طرف دلا دوں جو انہوں نے نیپ کے کارکنوں سے کراچی میں کیا تھا۔ اور جو 2 اپریل 1972ء (منسلکہ ڈی 39 حصہ اول صفحہ 133) کو جنگ اخبار میں شائع ہوا تھا۔ انہوں نے کہا:

"1947ء کا پاکستان ٹوٹ چکا ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں مغربی پاکستان کی چار قومیتوں مثلاً پنجاب' سندھ' سرحد اور بلوچستان کے درمیان مستقبل میں تعلقات کے سوال کا فیصلہ کر لینا چاہئے۔"

مثال کے طور پر مکروہ پروپیگنڈے کی شدت کا اندازہ نام نہاد بلوچستان ڈیمو کریٹک موومنٹ کے ترجمان پیپلز فرنٹ لندن کے شماروں سے ہو جائے گا اور پتہ چل جائے گا کہ یہ نام نہاد تحریک جمہوری نہیں فسطائی ہے۔ (منسلکہ ای حصہ اول صفحات 283 تا 293) پیپلز فرنٹ کو ایک انٹرویو کے دوران (شائع کردہ خیبر میل پشاور مورخہ 28 دسمبر 1974ء

بحوالہ خبرا ے پی پی) مسٹر عبدالولی خان نے کہا:

"جو لوگ پہاڑوں کے اندر جا کر ہتھیاروں کی مدد سے صورت حال سے نمٹ رہے ہیں ان کی مدد کو بیلٹ بکس نہیں آئے گا اس کے لئے ایک ہی متبادل صورت ہے وہ یہ کہ گولی ہی مسائل کا تصفیہ کرے گی۔"

(مسلکہ ای 9 اول صفحہ 294)

جہاں تک بلوچستان سے قومی اسمبلی کی نشستوں کا تعلق ہے' یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ بلوچستان کے وہ علاقے جہاں انتظامی اعتبار سے درحقیقت نیشنل عوامی پارٹی کے سرداروں کا عمل دخل تھا وہاں حکومت کو انتخابات یا انتخابی فہرستوں کی تیاری کے معاملات پر کوئی کنٹرول نہیں تھا۔ مثال کے طور پر مری اور بگتی کے علاقہ میں ایک لاکھ چھبیس ہزار سے زائد ووٹروں کا اندراج ہوا تھا اور کہا جاتا ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی نے کیا جتن کر کے بلوچستان میں قومی اسمبلی کی 4 سے 3 نشستیں حاصل کیں اور کس طرح صوبائی اسمبلی کے انتخابات کے مقابلہ میں دوگنے سے زیادہ ووٹ اس کے حق میں ڈالے گئے۔

جناب غوث بخش بزنجو جو بعد میں بلوچستان کے گورنر بنے' معمولی فرق سے ممبر منتخب ہوئے تھے۔

جناب عبدالحئی بلوچ اور میر غوث بخش بزنجو محض اس وجہ سے منتخب ہو گئے کیوں کہ جہاں ان کے خلاف زیادہ تعداد میں ووٹ پڑے تھے وہ تین تین مخالف امیدوار کھڑے ہونے کے باعث بری طرح بٹ گئے۔

مرکزی حکومت سے عدم تعاون کے سلسلہ کی ایک کڑی بلوچستان اور شمال مغربی سرحد کی نئی صوبائی حکومتوں کے اس صاف انکار کا ایک قابل توجہ واقعہ ہے جو اسمگلنگ سے متعلق تھا۔ اسمگلنگ کی حوصلہ افزائی کر کے ان دونوں صوبائی حکومتوں کا غالباً" مقصد یہ تھا کہ ایک تیر سے دو شکار کئے جائیں۔ پہلا مقصد تو یہ تھا کہ مرکزی حکومت کے اختیارات اور وسائل کمزور پڑیں گے اور دوسرا یہ تھا کہ اسمگلنگ سے ہونے والی ناجائز آمدنی سے اسلحہ اور گولہ بارود کی خفیہ درآمد کے لئے فنڈ ہاتھ آ جائیں گے۔

بلوچستان حکومت کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ وہ پاکستان کوسٹ گارڈ (بحری ناکہ داروں) کی جائز سرگرمیوں میں جو ساحل مکران پر زبردست انتہائی اقدامات کی صورت میں جاری تھیں' رکاوٹیں ڈال رہی ہے۔ جب ان اقدامات سے نوے (90) لاکھ روپے کا ناجائز مال پکڑنے اور ضبط کرنے میں کامیابی ہوئی تو حکومت بلوچستان نے بڑی ڈھٹائی سے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ جنہوں نے وطن کی محبت سے سرشار ہو کر کوسٹ گارڈ کو بروقت اطلاع فراہم کی تھی۔ حکومت بلوچستان نے یہ غیر آئینی موقف اختیار کیا کہ کوسٹ گارڈز اس کی پیشگی اجازت حاصل کر کے ساحل مکران پر کام کریں۔

(مسلکہ ڈی 55 حصہ اول صفحہ 169 بلوچستان پر قرطاس ابیض)

بلوچستان کے وزیر اعلیٰ مسٹر عطاء اللہ خان مینگل نے پولیس پر دباؤ ڈالا کہ وہ ان کے قبائلی لشکروں کے استعمال کے لئے رائفلیں اور گولہ بارود فراہم کرے۔ امن عامہ برقرار رکھنے کے بہانے سے ایک نئی تنظیم دیہی محافظ قائم کی گئی جو 1200 افراد پر مشتمل تھی لیکن قبائلی لشکروں کو مسلح کرنے اور دیہی محافظ کی تنظیم قائم کرنے کا ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ ہے کہ ایسی ہر پارٹی کو دبایا جائے جو بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت کی پالیسیوں کی مخالفت میں ہو۔

ان اقدامات کا ایک اور مقصد یہ تھا کہ دوسرے صوبوں سے آ کر آباد ہونے والوں کو جنہیں پٹ فیڈر سے سیراب ہونے والی نہری کالونیوں میں زرعی ترقی کے لئے آباد کیا گیا تھا۔ بلوچستان سے نکال باہر کیا جائے۔ ان آباد کاروں پر قبائلی لشکروں نے حملے کئے اور فی الواقع دھونس' دھمکی اور سنگین جراحتیں پہنچانے کے بعد ایسی فضا پیدا کر دی گئی کہ وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے اپنے گھروں سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔

لشکروں کو مسلح کرنے کے ساتھ ساتھ بلوچستان کے دور افتادہ پہاڑی علاقوں میں غیر ملکی ماہروں کی مدد سے گوریلا جنگ کی تربیت کا آغاز بھی کیا گیا۔ اس تنظیم کے مقامی کمانڈر شیر محمد مری فنڈ کے حصول اور جدید ہتھیاروں کی فراہمی کی غرض سے کابل' بغداد' لندن اور مشرقی یورپ کے بعض دارالحکومتوں کے دورے پر گئے۔

بلوچستان کے بگتی قبیلہ کے سردار نواب اکبر بگتی نے 31 جنوری 1973ء کو لاہور میں اپنی پریس کانفرنس میں یہ انکشاف کیا کہ جب وہ لندن میں تھے تو مسٹر ولی خان' مسٹر عطاء اللہ مینگل اور نیشنل عوامی پارٹی کے دوسرے لیڈروں نے غیر ملکی ذرائع سے حاصل کردہ رقم اور امداد سے ایک "آزاد بلوچستان" کے قیام کے اپنے منصوبے بنائے تھے۔

(نوائے وقت' راولپنڈی' مورخہ یکم فروری 1973ء مسلکہ ڈی 109 حصہ سوئم صفحہ 130 تا 131)

بلوچستان میں جب لاقانونیت کا یہ دور تھا۔ 19 فروری 1973ء کو اسلام آباد میں عراقی سفارت خانہ میں غیر ملکی اسلحہ دریافت ہوا۔ یہ واقعہ نہایت تشویش ناک تھا۔ پاکستان کو جو خطرہ اس وقت لاحق تھا اس کی سنگینی کا کچھ اندازہ نیشنل عوامی پارٹی کے فوجی مشیر اور جنگی حکمت عملی کے ماہر ریٹائرڈ میجر جنرل جیلانی کی گرفتاری اور بلوچستان' سرحد' سندھ اور پنجاب میں جگہ جگہ ہتھیاروں کے برآمد ہونے کی بیشتر اطلاعات سے ہوتا ہے۔

بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت حزب اختلاف کو زبردستی ختم کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ جنوری 1973ء میں انہوں نے اپنا ایک دیہی محافظ دستہ لسبیلہ بھیجا جس کے نتیجہ میں سنگین تصادم ہوا اور سینکڑوں افراد ہلاک یا زخمی ہوئے۔ جاموٹ قبائلیوں پر جنہوں نے نیشنل عوامی پارٹی کو

ووٹ نہیں دیئے تھے' 26 دسمبر 1972ء کو مینگل' بزنجو اور دوسرے قبیلوں نے مل کر ہلہ بول دیا۔ اس مسلح کارروائی کی نگرانی خود مینگل صاحب کر رہے تھے۔ اس تصادم میں بیالیس جاموٹ قبائلی ہلاک ہوئے۔ املاک کا نقصان 26 لاکھ روپے تک پہنچا۔ تقریباً آٹھ ہزار جاموٹ قبائلیوں کو آس پاس کی پہاڑیوں میں پناہ لینا پڑی۔ جہاں لشکروں نے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ ان قبائل کی خوراک کی رسد منقطع کر دی گئی۔ تاکہ وہ مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیں۔ جاموٹوں کو واقعتاً جہنم میں جھونک دیا گیا کیونکہ مینگلوں سے ان کا قبائلی جھگڑا چلا آتا تھا اور انہوں نے 1970ء کے عام انتخابات میں نیشنل عوامی پارٹی کی مخالفت کی تھی۔

(منسلکہ ڈی ڈی 5 اول صفحہ 174)

بلوچستان میں بغاوت

اس کے بعد بلوچستان میں جو علاقے نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈروں کے قبائلی اثر میں تھے وہاں ہنگامے اور بدامنی پیدا کرائی گئی۔ نیشنل عوامی پارٹی کے زیر اثر انتظامیہ نے جو خصوصی لیویز (مسلح دستے) انتظامی ضرورت کے لئے بھرتی کئے تھے' ان کے ارکان اور قبائلی بندوقچی سرکاری اسلحہ خانوں سے جاری کردہ آتشیں اسلحہ لے کر فرار ہو گئے اور پاکستانی مسلح فوج کی چوکیوں پر چھپ چھپ کر حملے کرنے لگے۔ بسوں کو لوٹنے لگے وغیرہ وغیرہ۔ شروع میں بیشتر واقعات جھالا وان علاقہ تک محدود رہے اور اکا دکا واقعات مری علاقہ میں بھی ہوئے لیکن اگلے تین چار مہینے کے بعد اس بات کا اندازہ ہوا کہ ان سازشوں کا مقصد مواصلات کے سلسلوں اور اندرون و بیرون بلوچستان رسد کی نقل و حمل میں خلل ڈالنا تھا۔ 18 مئی 1973ء کو مری علاقہ میں تندوری کے مقام پر ایک سنگین واقعہ پیش آیا۔ بعض مری قبائلیوں نے حسب معمول پہرہ پر جانے والے دیر کے 8 اسکاؤٹوں کی ایک جماعت پر شب خون مارا اور انہیں خود کار ہتھیاروں سے زیر کر کے ان سے ان کے تمام ہتھیار چھین لئے۔

(منسلکہ ڈی ڈی 5 اول صفحہ 177)

اگلے سولہ مہینوں میں بلوچستان کی شورش دو بڑے علاقوں تک محدود رہی یعنی قلات کا جھالا وان سب ڈویژن اور ضلع سبی کا مری علاقہ (جو اب مری بگٹی ایجنسی کہلاتا ہے) ان علاقوں کی بیشتر آبادی تو پرامن رہی تاہم باغیوں میں کچھ ایسے سرغنہ تھے جو اپنے سرداروں کی پشت پناہی سے لاقانونیت کی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ ان باغیوں کی کل تعداد شروع میں تقریباً" 400 مینگل اور 500 مری تھی بعد میں یہ تعداد بڑھ کر ہزاروں تک پہنچ گئی۔ لیکن ان میں زیادہ تر اصل میں محض ہمدرد تھے جو ان اڑیل باغیوں تک رسد پہنچاتے تھے۔ یہ باغی عام طور پر 30 سے 50 آدمیوں تک کی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں کام کرتے تھے۔ اور پہاڑوں میں

ں کمین گاہوں کو اپنا اڈہ بنائے ہوئے تھے۔ فوج کو بعض ٹولیوں سے واسطہ پڑا تو پتہ چلا کہ ان میں سے بہت سی' خاصی تربیت یافتہ معلوم ہوتی تھیں اور ان کے پاس اسلحہ اور گولہ بارود کی بھی کمی نہ تھی۔

(منسلکہ ڈی ڈی 5 اول صفحہ 179)

عوام کے عملی تعاون کی بدولت نیز فوجی جوانوں کے اس ایثار و پامردی سے جس کے تحت وہ متمدن زندگی کے ثمرات بلوچستان کے غریب عوام کے گھروں تک پہنچانے کے لئے مصروف عمل تھے نیز جناب ذوالفقار علی بھٹو کی اس عظیم دانشمندی کی بدولت جس کا ثبوت موصوف نے باغی قبائلیوں کے لئے عام معافی کا اعلان کر کے کیا' بغاوت کے یہ شعلے آخر کار بجھا دیئے گئے جن کی چنگاریاں بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کی قیادت نے سلگائی تھی۔

اسی طرح بلوچستان میں بغاوت اور بم کے دھماکوں میں نیپ کے ملوث ہونے کا ثبوت حکومت پاکستان کے اکتوبر 1974ء کے اس موضوع پر جاری ہونے والے قرطاس ابیض سے واضح ہو جاتا ہے۔ (منسلکہ ڈی ڈی اول صفحات 155 تا 212) اسی قرطاس کے پیراگراف 83 میں مندرج ہے:

"یہاں یہ ضروری ہے کہ اس سازش کے شاخسانوں کا حوالہ دیا جائے جس کی قیادت کی نیپ جان بوجھ کر ایجنٹ بنی ہوئی ہے۔ اس حوالے کے بغیر ان کے عزائم کی تہہ تک پہنچنا مشکل ہے۔ بلوچستان اور شمال مغربی سرحدی صوبہ میں جو عناصر حکومت سے الجھے رہتے ہیں' صاف و صریح طور پر انہی بیرونی قوتوں سے امداد پاتے ہیں جو ان دونوں صوبوں کو پاکستان سے جدا کرانے کے درپے ہیں۔"

مختلف مقامات پر جو بم کے دھماکے ہوتے رہتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے قرطاس ابیض (منسلکہ ڈی ڈی اول صفحات 155 تا 212) میں صفحہ 52 پر مذکور ہے:

"ظاہر ہے کہ یہ سراسیمگی کی حرکتیں جو ایسے نازک وقت میں صرف غیر ملکی شہ پر ہی سرزد ہو سکتی ہیں۔"

10 فروری 1975ء تک کوئی ایک درجن سے زیادہ جانیں ضائع ہو چکی تھیں اور تقریباً" پچاس افراد جسمانی طور پر مستقلاً" اپاہج ہو کر رہ گئے تھے۔ اس قسم کے واقعات اپنے پیچھے قومی املاک کی بربادی کے نشانات چھوڑ گئے۔ ان بم کے دھماکے کرنے والوں نے انسانی جانوں' سرکاری عمارتوں' سرکاری دفتروں' سینما گھروں' ہوٹلوں' اخبارات کے دفتروں' موٹر کاروں' دکانوں اور مسجدوں کو اندھا دھند اپنا نشانہ بنایا ہے۔

حکومت نے خصوصی عدالتیں قائم کر کے اور نفاذ قانون کے ذمہ دار اداروں کو خاص اختیارات دے کر ان مجرموں کے خلاف پہلے ہی کارروائی شروع کر دی ہے۔ بعض مجرموں کو ان کی شرانگیز سرگرمیوں کی سزا بھی دی جا چکی ہے اور باقی بہت سے ایسے ہیں جن پر مقدمے چل

1813

ہے ہیں۔ بلوچستان نیپ کے جنرل سیکرٹری علی احمد کرد جیسے شخص کے خلاف کوئٹہ میں خصوصی عدالت 26 نومبر 1974ء کو حکم سزا سنا چکی ہے۔
(منسلکہ ایل 2 اول صفحہ 597)

سپریم کورٹ کا فیصلہ

نیشنل عوامی پارٹی کا تاریخی پس منظر

(a) "ہم پاکستان کے بھی خلاف ہیں ہماری خواہش ہے کہ ہندوستان کے اندر رہتے ہوئے ہمیں ایک آزاد پٹھان ریاست ملے۔"

(بحوالہ۔ مسٹر گاندھی کے نام مسٹر عبدالغفار خان کا خط: 8 جون 1947ء)

(b) "مجھے خدشہ ہے میں پاکستان کے لئے دوستانہ جذبات دل میں نہیں رکھتا۔ پاکستان کی بنیاد نفرت ...... بغض' کینے اور عداوت پر ہے۔ پاکستان امن اور دوستانہ انداز پر سوچ ہی نہیں سکتا۔ وہ پاکستانی عوام کو فرقہ وارانہ فسادات' جارحانہ حملوں اور جہاد کے ڈراؤنے خوابوں میں رکھ کر ان پر قابو حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

مسٹر عبدالغفار خان
(بحوالہ۔ کتاب مائی لائف اینڈ اسٹرگل)
صفحہ 209 اور 210

(c) "جن شخصیتوں سے یہ جماعت (نیپ) تشکیل پائی ہے۔ ان کا سیاسی روپ پاکستان دشمنی کی وضع بنانے کی اجازت نہیں دیتا تھا...... تاہم ان کا آخری نصب العین اپنے بدیشی آقاؤں کی دلی آرزوؤں کے عین مطابق پاکستان کو پارہ پارہ کرنا تھا۔"

مسٹر یحییٰ بختیار
اٹارنی جنرل آف پاکستان
(پاکستان کی عدالت عالیہ میں افتتاحی خطاب)

جیسا کہ نیشنل عوامی پارٹی نے خود اپنے تحریری بیانات میں کہا ہے' ریکارڈ پر لائی گئی شہادت کا مناسب اندازہ لگانے کی غرض سے یہ ضروری ہے کہ پہلے اس پارٹی کی تشکیل' اس کی پالیسیوں' اغراض و مقاصد کی تاریخ کی تصدیق کی جائے۔ پارٹی اور مسٹر عبدالولی خاں دونوں کے تحریری بیانات کے مطابق' جو اس نکتہ پر کم و بیش یکساں ہیں۔ 1956ء میں خان عبدالغفار کی قیادت میں خدائی خدمت گار' اس وقت کی حکمران جماعت' مسلم لیگ کی مخالفت میں دوسری پانچ پارٹیوں میں شریک ہوئے۔ تاکہ ایک جماعت بنائیں جسے پہلے نیشنل عوامی پارٹی آف پاکستان کا نام دیا گیا۔

جو چھ جماعتیں اس طرح ملیں اور انہوں نے ایک نئی سیاسی جماعت بنائی۔ وہ مندرجہ ذیل پر مشتمل تھیں۔

1- شمال مغربی سرحدی صوبہ سے خدائی خدمت گار' جن کی قیادت خان عبدالغفار کے ہاتھ میں تھی۔

2- پنجاب سے آزاد پاکستان پارٹی جس کی قیادت میاں افتخار الدین اور مسٹر محمود علی قصوری کے ہاتھوں میں تھی۔

3- سندھ محاذ' جس کی قیادت مسٹر جی۔ ایم سید اور شیخ عبدالمجید سندھی کر رہے تھے۔

4- سندھ ہاری کمیٹی جس کی قیادت مسٹر حیدر بخش جتوئی مرحوم کر رہے تھے۔

5- ورور (براوران) پختون آف بلوچستان' جس کی قیادت خان عبدالصمد خان اچکزئی مرحوم اور مسٹر ہاشم خاں غلزئی کر رہے تھے اور

6- عثمان گل (عوام جماعت) آف بلوچستان جس کی قیادت شہزادہ عبدالکریم خان آف قلات اور میر غوث بخش بزنجو کر رہے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بے جوڑ اور ناموافق عناصر جس خاص مشترکہ مقصد کے تحت یکجا ہوئے وہ ان کی طرف سے مغربی پاکستان کے ون یونٹ کی مخالفت تھی کیوں کہ ان کے کہنے کے مطابق اس کی وجہ سے مغربی پاکستان کے چھوٹے صوبوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ "انہیں ان کے آئینی' سیاسی اور اقتصادی حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے۔"

مذکورہ تحریری بیانات میں پروگرام کی مزید تفصیلات بلاشبہ نہیں دی گئی ہیں اور نہ ہی ریفرنگ اتھارٹی نے نیشنل پارٹی آف پاکستان کے تفصیلی پروگرام پر کوئی شہادت پیش کی ہے۔ لہذا یہ بات واضح نہیں ہے کہ آیا اس نئی جماعت نے صوبوں کے لئے مکمل سیاسی خود مختاری کا بھی دعویٰ کیا تھا۔

جو کچھ بھی ہو' اس جماعت کی تشکیل کرنے کے بعد' منتظمین نے مشرقی پاکستان کے ان سیاسی لیڈروں سے رابطہ قائم کیا جن کے ایسے ہی سیاسی خیالات تھے۔ اس کے نتیجے میں مولانا عبدالحمید خاں بھاشانی اور مسٹر محمود الحق عثمانی کی قیادت میں عوامی لیگ کے ایک دھڑے نے جو خود عوامی لیگ سے الگ ہوا تھا اور جس نے عوامی لیگ کے اندر بقول خود ایک ترقی پسند گروپ بنا لیا تھا جو بائیں بازو کے رجحانات رکھتا تھا اور مسٹر محمود علی سلہٹی کی قیادت میں ایک اور بائیں بازو کا گروپ گن تننتری دل' نیشنل پارٹی آف پاکستان سے مل گیا اور 1957ء میں ڈھاکہ میں نیشنل عوامی پارٹی بنائی۔

خود عوامی لیگ ایک اختلافی گروپ تھی جو مسلم لیگ سے علیحدہ ہوئی تھی اور مجیب الرحمان مرحوم اس گروپ کے ایک رکن تھے۔ اس کا ابتدائی نام عوامی مسلم لیگ تھا لیکن بعد میں جب ہندوؤں کو اس کی رکنیت میں داخل کیا گیا تو لفظ "مسلم" ترک کر دیا گیا۔ پھر اس کے بعد اس جماعت کے اندر بائیں بازو کا گروپ جس کی قیادت مولانا بھاشانی کر رہے تھے علیحدہ ہوا اور نیشنل عوامی پارٹی میں شامل ہو گیا۔ جس نے بھاشانی کو اس کا پہلا صدر منتخب کیا۔

یہ بات بلاشبہ صحیح ہے کہ بعض سیاسی لیڈر' جو نیشنل عوامی پارٹی کے بانی ارکان ہوئے' سابق مسلم لیگی تھے جو حزب اختلاف بنانے کے لئے مسلم لیگ سے علیحدہ ہوئے تھے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جب تک وہ اس طرح مسلم لیگ سے علیحدہ نہیں ہوئے تھے' وہ بھی نظریہ پاکستان پر یقین رکھتے تھے۔ ان میں

سے بعض مثلاً" جی۔ ایم۔ سید اور شیخ عبدالمجید سندھی بھی 1940ء میں لاہور میں منعقد ہونے والے کل ہند مسلم لیگ کے اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔ جس میں مشہور قرارداد پاکستان منظور ہوئی تھی لیکن یہ بات بھی اتنی ہی صحیح ہے اور ہم اس حقیقت کا عدالتی نوٹس لے سکتے ہیں کہ وہ سب حزب اختلاف کے نیزہ بردار بنے۔ مشرقی پاکستان میں جگتو فرنٹ بھی' جس نے مولانا عبدالحمید بھاشانی کی سرکردگی میں 1954ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو شکست دی تھی' ایساہی مجموعہ تھا جو صوبوں کے لئے مکمل خود مختاری کا مطالبہ کر رہا تھا۔

بعد میں اس جماعت میں مرحوم پیر صاحب مانکی شریف' مسٹر ثمین جان خاں' جو کسی وقت سرحد مسلم لیگ کے صدر رہے تھے۔ اور سرحد کے سابق مسلم لیگی ارباب عبدالغفور خاں اور ارباب سکندر خاں خلیل بھی شریک ہوئے۔ تاہم مسٹر عبدالولی خاں کا یہ دعویٰ استوار نہیں ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی کی قیادت مسلم لیگیوں پر مشتمل تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ کر کے مسٹر عبدالولی خاں اپنی تردید آپ کرتے ہیں کیوں کہ ان کے بقول وہی اشخاص تھے جو "مسلم لیگ کے صف اول کے لوگوں اور بااختیار اصحاب کی پالیسیوں" سے "مایوس" ہو کر پارٹی سے علیحدہ ہوئے۔ اور انہوں نے "مسلم لیگ کو خدا حافظ کہااور نیشنل عوامی پارٹی بنائی۔"

لہٰذا پارٹی اور خود مسٹر عبدالولی خاں کے اقرار کی بنیاد پر بھی نیشنل عوامی پارٹی' اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ مسلم لیگ' جس نے پاکستان بنایا تھا اور پھر برسراقتدار حکومت بنائی تھی' کی پالیسیوں کی مخالفت کی جائے۔

فاضل اٹارنی جنرل نے کہا ہے کہ "جن شخصیتوں نے پارٹی کی ترتیب کی تھی ان کا سیاسی رنگ و روپ پہلے ہی بتا رہا تھا کہ ان کا رویہ پاکستان دشمن رویہ ہے ...... تقسیم ہند کے بعد وہ تنگ نظری پر مبنی علاقائی دعووں کے علمبردار بن گئے ...... درحقیقت یہ میل' جیسا کہ بعد کے واقعات سے ظاہر ہوا' خدائی خدمت گاروں (سرخ پوشوں) اور دوسرے کانگریسیوں' جنہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی' کی تخریبی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے دھوکے کی ٹٹی تھی ...... مقصد بالآخر یہ تھا کہ اپنے غیر ملکی آقاؤں کی دیرینہ خواہش کے مطابق پاکستان کے ٹکڑے کئے جائیں۔" انہوں نے مولانا مودودی کا بھی حوالہ دیا ہے جنہوں نے پارٹی کی تشکیل کے تقریباً "فوراً" ہی بعد 5 نومبر 1957ء کو کہا تھا کہ نیشنل عوامی پارٹی کا نام بالکل ہی غلط رکھا گیا ہے حقیقت میں یہ ایک قوم دشمن تنظیم ہے جس کا مقصد ملک کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے۔"

ملاحظہ اقتباس آر۔ اے ڈبلیو 2/28 (186)

مسٹر ولی خاں کا تحریری بیان خود یہ انکشاف کرتا ہے کہ 1964ء تک بھی' خان عبدالغفار خان' مغربی پاکستان نیشنل عوامی پارٹی کے صدر تھے۔ لہٰذا یہ ان کی اس بات کو' جو بعد میں انہوں نے اپنے تحریری بیان میں کہی' کوئی تقویت نہیں پہنچاتا کہ خان عبدالغفار خاں ان کے باپ ہیں نہ کہ نیشنل عوامی پارٹی کے۔

یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ خان عبدالغفار خاں نے واشنگٹن پوسٹ کے نامہ نگار مسٹر جان سسلوف کو کابل میں جو انٹرویو دیا تھا' جو اسی اخبار کے 3 مارچ 1972ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا۔ اس میں خدائی خدمت گاروں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے خود دعویٰ کیا تھا کہ:

"ہم نے 1957ء میں پھر اس کا آغاز کیا اور میرا بیٹا عبدالولی خاں اس کا صدر بنا۔ اس کا نیا نام نیشنل عوامی پارٹی تھا۔"

مسٹر سسلوف اس پارٹی کے مقصد کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سراہتے ہیں:

"پارٹی کا مقصد قطعی آزادی کے ساتھ پختونوں کے لئے سیاسی نمائندگی رہا ہے۔"

اس انٹرویو کو پاکستان ٹائمز' راولپنڈی نے اپنے 14 اپریل 1972ء کے شمارہ میں شائع کیا۔ (اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 2/28 (77) اس کی تردید اب تک نہ تو مسٹر ولی خاں نے اور نہ خاں عبدالغفار نے کی ہے۔ تحریری بیان میں بھی اس سے انکار نہیں کیا گیا ہے اگرچہ یہ اخباری اطلاع منسلکہ ای۔ ای۔ 12 کے طور پر ریفرنس میں منسلک کر دی گئی تھی۔

خود تحریری بیان کی اصلی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ 1964ء تک اس پارٹی پر خان عبدالغفار خاں کا بڑا اثر تھا۔ ممکن ہے کہ 1968ء تک یہ اثر رہا ہو۔ جب مسٹر عبدالولی خاں نے نیشنل عوامی پارٹی کی صدارت سنبھالی۔

یہ بات بھی معنی خیز ہے جیسا کہ اس پارٹی نے اپنے تحریری بیان میں بتایا ہے کہ 1964ء میں نیشنل عوامی پارٹی نے مغربی پاکستان میں اس وقت اپنے صدر خاں عبدالغفار خاں کے ایماء پر خاں عبدالولی خاں کے گھر پر منعقد ہونے والے ایک جلسہ میں مخلوط مخالف جماعتوں (سی۔ او۔ پی) میں شریک ہونے کی قرارداد منظور کی اور پھر 1968ء میں جمہوری مجلس عمل (ڈی۔ اے۔ سی) کے پرچم تلے دوسرا مشترکہ محاذ بنایا۔ اس وقت تک خاں عبدالولی خاں' نیشنل عوامی پارٹی کے صدر بن چکے تھے۔ اور انہوں نے ون یونٹ ختم کرنے کے لئے ایک مہم کا آغاز کیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں آخرکار نومبر 1968ء میں پارٹی کے بہت سے کارکنوں کے ساتھ وہ گرفتار ہوئے۔

اگر یہ بات صحیح ہو' جیسا کہ خان عبدالغفار خاں نے دعویٰ کیا ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی' خدائی خدمت گاروں کا محض ایک نیا نام تھا' تو یہ جاننا ایک متعلقہ بات ہو جاتی ہے کہ خدائی خدمت گار تحریک خود کس طرح وجود میں آئی اور اس کے اغراض و مقاصد کیا تھے۔ بادشاہ (خان عبدالغفار خاں) کی خود نوشت سوانح عمری کے مطابق' جس طرح انہوں نے کے۔ بی۔ نارنگ کو بتائی اور جو "میری زندگی اور جدوجہد" کے نام سے شائع ہوئی۔ خان عبدالغفار خاں کہتے ہیں کہ جب 1929ء میں نادر خاں نے کابل کو دوبارہ فتح کیا تو اس کے

بعد شمال مغربی سرحدی صوبہ میں فتح کا جشن منایا گیا اور فتح کے جلوسوں سے انہوں نے خطاب کیا۔ ایک جوان آدمی انہیں دیکھنے آیا اور ان سے کہا کہ وہ ایک تنظیم کی بنیاد ڈالنا چاہتا تھا۔ جو "پختون لوگوں کی خدمت کے لئے وقف ہو اور اس طرح خدائی خدمت گار تحریک وجود میں آئی۔" ابتداء میں اس تحریک کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں رکھنا تھا لیکن جیسا کہ خود خان نے تسلیم کیا ہے کہ "بعد میں جب انگریزوں نے ہم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تو اس تحریک کے لئے سیاست سے الگ رہنا ناممکن ہو گیا۔"

مسٹر عبدالولی خاں خود اپنے تحریری بیان میں خدمت گاروں کو ایک سیاسی جماعت قرار دیتے ہیں صفحہ 80 پر وہ حقیقتاً یہ کہتے ہیں:

"ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے نیز اس جماعت کی حیثیت سے جس نے برطانوی سامراجیوں سے جنگ کی تھی۔ ان کا یہ پورا حق تھا کہ اس سلسلہ میں اپنی تجویز پیش کرتے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ہندوستان کی تقسیم کا مطلب ہندوستان کے مسلمانوں کی تقسیم اور ان مسلمانوں کی تقسیم تھا جن کا تعلق اقلیتی صوبوں سے تھا اور جو قیام پاکستان کے بعد بھی مسائل سے دوچار تھے چونکہ پاکستان کو مسلمانوں کے اکثریتی صوبوں میں قائم ہونا تھا۔ جہاں اکثریت میں ہونے کی وجہ سے انہیں ان مشکلات کا سامنا نہیں تھا ...... اور ٹھیک اسی سبب سے خدائی خدمت گاروں نے رائے شماری کرانے کی مخالفت کی چونکہ اگر دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ تقسیم ہونے کی صورت میں شمال مغربی سرحدی صوبہ' پاکستان میں شامل ہو گا۔ اس لئے رائے شماری کرانے کی کیا ضرورت تھی...... لیکن جب خدمت گاروں کے اعلان کے باوجود مسلم لیگ نے اصرار کیا کہ رائے شماری کرائی جائے تو خدائی خدمت گاروں نے مطالبہ کیا کہ اگر مسلم لیگ رائے شماری کرانے پر اصرار کرتی ہے تو رائے دہندوں کو ایک تیسرا انتخاب دیا جائے یعنی پشتونوں کی آزاد مملکت کے لئے ووٹ دینے کا حق' تاکہ یہ رائے شماری' حق خود اختیاری کا مکمل ذریعہ اظہار ہو۔"

صفحہ 83 پر دوسری جگہ وہ کہتے ہیں کہ:

"یہ خدائی خدمت گار ہی تھے جو تحریک آزادی کے ہراول دستہ میں تھے اور جنہوں نے انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ متحدہ محاذ بنا کر انگریزوں کی غلامی کے جوا کو اتار پھینکنے میں بالآخر کامیابی حاصل کی تھی اور اس طرح آزادی نیز پاکستان کے لئے راہ ہموار کی' کیونکہ انگریزوں کے جانے کے بعد ہی پاکستان وجود میں آ سکتا تھا۔"

خدائی خدمت گاروں کے لیڈر' خان عبدالغفار خاں نے 5 مارچ 1948ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں جو تقریر کی تھی' اس میں انہوں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ ان کا "خیال اور عقیدہ تھا کہ ہندوستان کی تقسیم نہیں ہونی چاہئے۔" انہوں نے اس وقت یہ بھی اعلان کیا تھا کہ ان کی "ایماندارانہ رائے ہے کہ ہندوستان کی تقسیم نہیں ہونی چاہئے' ہندوستان کی بانٹ نہیں ہونی چاہئے۔"

اس طرح یہ بات بالکل واضح ہے کہ خدمت گار' شمال مغربی سرحدی صوبہ میں خان عبدالغفار خاں کے زیر قیادت ہمیشہ سیاست کی صف اول میں رہے اور خان عبدالغفار خاں اور خدمت گار دونوں ہندوستان کی تقسیم کے قائل نہیں تھے۔ لہٰذا اگر خدائی خدمتگاروں کا نیا نام نیشنل عوامی پارٹی تھا' جیسا کہ عبدالغفار خاں نے مسٹر سسلوف کے ساتھ اپنے انٹرویو میں دعویٰ کیا ہے' تو فاضل اٹارنی جنرل یہ کہتے ہیں کہ جو بلاجواز نہیں ہے کہ صرف ایک نئے بھیس میں اور ایک نئے نام سے نیشنل عوامی پارٹی بھی وہی پارٹی ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ہندوستان کی تقسیم کا جواز نہیں تھا اور قائداعظم کا دو قومی نظریہ غلط تھا۔

تحریک پختونستان کی ابتدا

"یہ ایک آخری موقع تھا جب خان برادران نے کانگریس سے مذاکرات میں حصہ لیا لیکن جب انہوں نے یہ محسوس کر لیا کہ کانگریس نے انہیں بھڑیوں کے سامنے ڈال دیا ہے تو وہ پشاور واپس چلے گئے اور انہوں نے اپنے دوستوں سے مشورے کے بعد سرحد کی آزادی کا نعرہ لگا دیا۔"

مولانا ابوالکلام آزاد

انڈیا ونز فریڈم

"ہم نے پٹھانستان قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو تمام پٹھانوں کی ایک آزاد ریاست ہو گی۔"

مسٹر عبدالغفار خان

عوامی جلسہ سے خطاب۔ جون 1947ء

"میرا یہ یقین اور عقیدہ ہے کہ تمام لوگ جو اس ملک میں رہتے ہوں جو دریائے جہلم سے ہرات کے دور دراز علاقے میں دریائے آمو تک پھیلا ہوا ہے وہ افغانی ہیں۔ یہ سب کے سب پختون اور یہ ملک انہیں کا ہے۔"

مسٹر عبدالغفار خان

(بحوالہ۔ کتاب مائی لائف اینڈ اسٹرگل)

صفحہ 237

"عبدالولی خان کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک پختونستان کا تصور یہ ہے کہ پاکستان کے ایک ڈھیلے ڈھالے وفاق میں ایک خود مختار علاقہ ـــــ پختونستان کے لئے حقیقی آزادی ایک آخری چارہ کار ہو گی۔"

گارڈین رپورٹ

6 نومبر 1973ء

"پختونستان کا مطالبہ عبدالغفار خان کی جانب سے آنجہانی مسٹر ایم کے گاندھی کی تعلیمات کے زیر اثر پاکستان کے قیام کو شکست دینے کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔

مسٹر یحیٰی بختیار

اٹارنی جنرل پاکستان

یہ بات دیکھی جا سکتی ہے نیشنل عوامی پارٹی کے مختلف لیڈروں کے بیانات، جن کا حوالہ پہلے ہی دیا جا چکا ہے، یہ ظاہر کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ پارٹی کا دعوی برابر یہ رہا ہے کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کے لوگوں کا ایک خاص نسلی گروپ یعنی پختون یا پشتون ہے اور وہ پورے شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کے ایک بڑے حصہ پر مشتمل کم و بیش ٹھوس جغرافیائی علاقہ میں رہتے ہیں۔ لہٰذا انہیں یہ حق دیا جائے کہ وہ خود کو ایک علیحدہ سیاسی وجود کی صورت دیں جسے پختونستان کہا جائے گا اور اس سیاسی وجود کو حق خود اختیاری ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پارٹی کے لیڈر جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ پارٹی اس کی پابند ہے اور اگر ضرورت ہوئی تو وہ تشدد کے ذریعہ بھی اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، اس سے کم پر مطمئن نہیں ہوں گے۔ فاضل اٹارنی جنرل نے اسے تحریک پختونستان کی بنیاد قرار دیا ہے جو ان کے کہنے کے مطابق ناگزیر طور پر پاکستان کے ٹکڑے کر دے گی اور اس طرح یہ مملکت پاکستان کی خود مختاری اور سالمیت دونوں کے لئے مضر ہے۔

پختونستان کے مطالبہ کا ٹھیک ٹھیک مطلب کیا ہے اور یہ کس طرح وجود میں آیا؟ فاضل اٹارنی جنرل کے کہنے کے مطابق اس کا تصور یوں وجود میں آیا کہ جب خان عبدالغفار خاں نے یہ دیکھا کہ ہندوستان کی تقسیم کو قبول کر کے کانگریس نے "انہیں بھیڑیوں کے آگے ڈال دیا ہے۔" تو انہوں نے آنجہانی مسٹر ایم کے گاندھی کے ایماء پر قیام پاکستان کو ناکام بنانے کا منصوبہ بنایا۔

فاضل اٹارنی جنرل کہتے ہیں مطالبہ 'پختونستان' یا تو افغانستان کے ساتھ یا اس کے بغیر ایک علیحدہ آزاد مملکت کے مطالبہ سے کم کوئی چیز نہیں۔ دوسری طرف عبدالغفار خاں پر ڈی۔ جی ٹنڈلکر کی کتاب (صفحہ 456) کی عبارت کے مطابق، خان عبدالغفار خاں نے 5 مارچ 1948ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں اپنی پہلی تقریر میں اس مطالبہ کی وضاحت مندرجہ ذیل الفاظ میں کی تھی:

"ہمارے پٹھانستان کا کیا مطلب ہے میں ابھی آپ کو بتاتا ہوں۔ اس صوبہ میں بسنے والے لوگ سندھی کہلاتے ہیں اور ان کے ملک کا نام سندھ ہے۔ اسی طرح بنگال ہے۔ اسی طریقے سے شمال مغربی سرحدی صوبہ ہے۔ ہم ایک قوم ہیں اور پاکستان کے اندر ہماری سرزمین ہے۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ ملک کے نام کا محض ذکر کرنے سے لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ پختونوں کی سرزمین ہے۔ کیا یہ اسلام کے اصولوں کے تحت کوئی گناہ ہے؟ پٹھان تو فرقہ کا نام ہے اور ہم ملک کا نام پختونستان رکھیں گے۔ میں یہ وضاحت کر دوں کہ ہندوستان کے لوگ ہمیں پٹھان کہا کرتے تھے اور اہل فارس ہمیں افغان کہتے ہیں۔ ہمارا اصل نام پختون ہے۔ ہم پختونستان چاہتے ہیں اور ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں ڈیورنڈ لائن کے اس طرف کے سارے پٹھان، پختونستان میں مل جائیں اور متحد ہو جائیں آپ اس میں ہماری مدد کریں۔

یہ فیصلہ خدائی خدمت گاروں، پختون زلمے (خدائی خدمت گاروں کے جوانوں کی تنظیم) صوبہ سرحد کی کانگریس کمیٹی اور کانگریس کی پارلیمانی پارٹی کے مشترکہ اجلاس میں کیا گیا جو 21 جون 1947ء کو بنوں میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت صوبہ سرحد کی کانگریس کمیٹی کے صدر امیر محمد خان نے کی اور اس اجلاس نے متفقہ طور پر مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی کہ:

"سارے پختونوں کا ایک آزاد پٹھانستان قائم کیا جائے۔ اس مملکت کا آئین، اسلامی تصورات، جمہوریت، مساوات اور معاشرتی انصاف کی بنیاد پر بنایا جائے گا۔ یہ اجلاس سارے پٹھانوں سے اپیل کرتا ہے کہ اس محبوب مقصد کے لئے متحد ہو جائیں اور کسی غیر پختون غلبے کے آگے نہ جھکیں۔"

(اقتباس آر۔اے۔ڈبلیو19/9)

فاضل اٹارنی جنرل کا یہ کہنا ہے کہ اس پیش قدمی کے پیچھے کوئی چیز ایسی تھی جو کل ہند مجلس عاملہ کی طرف سے سرحد کانگریس کے منصوبے کی محض زبانی آشیرباد سے زیادہ تھی۔ یہ کہا گیا ہے کہ مسٹر گاندھی اور کانگریس نے بھی یقیناً پوشیدہ طور پر زیادہ ٹھوس شکل میں اس تحریک کی حمایت کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہوگی۔

پیارے لال اپنی کتاب "بھیڑیوں کے آگے ڈال دیا گیا" کے صفحہ 48 پر کہتے ہیں کہ 3 جون 1947ء کو جب کانگریس نے تقسیم کے منصوبے کے اصول کو تسلیم کر لیا تو خان عبدالغفار خاں نے مسٹر گاندھی سے کہا کہ "شمال مغربی سرحدی صوبے میں ایک خوفناک تقدیر ہمارا انتظار کر رہی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کیا کریں۔" اس پر مسٹر گاندھی نے اعلان کیا کہ:

"خاں صاحب عدم تشدد مایوسی نہیں جانتا۔ یہ آپ کی آزمائش کا وقت ہے ..... آپ یہ اعلان کر سکتے ہیں کہ پاکستان آپ کے لئے قطعی ناقابل قبول ہے اور آپ بدترین حالات کا مقابلہ کریں۔ ان لوگوں کے لئے کون سا خوف ہو سکتا ہے جو مرنے یا مارنے کا عہد کر چکے ہیں۔"

جب مسٹر گاندھی اور خان عبدالغفار خاں ایک دوسرے سے پھر کبھی نہ ملنے کے لئے 30 جولائی 1947ء کو علیحدہ ہوئے تو اس کے بعد بھی شمال مغربی سرحدی صوبے کے امور مہاتما کے ذہن کو پریشان کرتے رہے اور 26 ستمبر 1947ء کو پیارے لال کے کہنے کے مطابق مسٹر گاندھی نے پرارتھنا کے بعد ایک خطاب کے دوران یہ کہا کہ اگرچہ "وہ ہر قسم کے جنگ و جدال کے مخالف رہے ہیں لیکن اگر پاکستان سے انصاف حاصل کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔ اگر پاکستان اپنی ثابت شدہ غلطی پر نظر ڈالنے سے مسلسل انکار کرتا ہے اور اسے کم کر کے دکھاتا جاتا ہے تو ہندوستانی یونین کی حکومت کو اس کے خلاف جنگ کرنی پڑے گی۔"

پھر پیارے لال کے کہنے کے مطابق 17 نومبر 1947ء کو مہاتما نے خان عبدالغفار خاں کو خط لکھا کہ "وہ صوبہ سرحد کو چھوڑ دیں اور عدم تشدد کی تکنیک کو ہندوستان میں رہ کر آگے بڑھائیں۔" اور اس مشورے پر خط کا اختتام کیا کہ "آپ یہ کام یہاں میرے ساتھ یا دوسرے طریقے پر کر سکتے ہیں۔ دوسرا طریقہ کیا ہو سکتا ہے میں نہیں جانتا۔"

فاضل اٹارنی جنرل کے کہنے کے مطابق یہ باتیں واضح طور پر ظاہر کرتی ہیں کہ ولولہ سرحد پار سے حاصل ہو رہا تھا اور یہ محض زبانی حوصلہ افزائی اور حمایت تک محدود نہیں تھا بلکہ ضرورت پڑنے پر اس سے زیادہ تک پھیلا ہوا تھا اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے جو پیارے لال نے اپنی کتاب کے صفحہ 108 پر کہی ہے کہ خاں صاحب (خان عبدالغفار خاں) نے ان کے سامنے انکشاف کیا کہ:

"تقسیم ہند کے وقت گاندھی جی نے ان سے کہا تھا کہ اگر ان پر ظلم کیا گیا تو آزاد ہندوستان ان کی مدد کرنے میں نہیں چوکے گا' وہ وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ گاندھی جی اگر زندہ رہتے تو وہ کبھی ایسا نہیں ہونے دیتے۔ ہندوستان پر ان کی طرف سے اور گاندھی جی کی طرف سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کا کفارہ ادا کرے۔"

پیارے لال کے کہنے کے مطابق اس ملاقات میں خان صاحب (خان عبدالغفار خاں) کو یہ بات بھی یاد آئی کہ کانگریس کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں جب تقسیم ہند کا فیصلہ کیا گیا تو گاندھی جی نے ان سے کہا تھا کہ اگر ان کے ساتھ منصفانہ سلوک نہیں کیا گیا یا انہیں انتقام کا نشانہ بنایا گیا تو ہندوستان جنگ کرے گا۔ اور ہندوستانی حکومت کا یہ فرض ہو سکتا ہے کہ اگر پاکستان اپنے طور طریقوں کی اصلاح نہ کرے تو اسے آغاز جنگ کا سبب تصور کرے۔

"گاندھی جی کے بارے میں یہ اطلاع ہے کہ انہوں نے یہ بات خاں صاحب (خان عبدالغفار خاں) کے ایک قریبی عزیز کے سامنے دہرائی۔ جس نے آزادی کے بعد دہلی میں ان سے ملاقات کی۔ جب خاں صاحب (خان عبدالغفار خاں) نے ان سے کہا کہ "وہ افغان حکومت کی مرضی اور تعاون سے خدائی خدمت گار تحریک دوبارہ شروع کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔"

پیارے لال کے کہنے کے مطابق خان عبدالغفار خاں نے 1944ء میں کابل میں ان سے اپنے انٹرویو کے دوران یہ بھی کہا کہ:

"گاندھی جی نے تقسیم ہند کے وقت ان سے جو پختہ وعدہ کیا تھا اس کے پیش نظر ہندوستان کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ ان کے لئے وہ سب کچھ کرے جو اپنے کسی انتہائی اہمیت کے مسئلے میں کرتا ہے۔"

(ملاحظہ ہو صفحہ 111)

خان عبدالغفار خاں نے بھی جب انہوں نے گاندھی کے صد سالہ یوم پیدائش کے موقع پر ہندوستان کا دورہ کیا تھا تو 24 نومبر 1929ء کو ہندوستان کی پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اس بات کا اعادہ کیا تھا۔ غفار خاں (سرحدی گاندھی) سانگرہ کمیٹی نئی دہلی کے سیکرٹری کی طرف سے شائع کردہ تقریر کے سرکاری ریکارڈ (اقتباس آر۔اے۔ڈبلیو 10/19) کے مطابق خان نے یہ کہا کہ:

"مجلس عاملہ میں گاندھی جی اور میں نے آخر وقت تک تقسیم کی مخالفت کی لیکن کسی نے ہماری بات نہیں سنی جب تقسیم کے حق میں فیصلہ کر لیا گیا تو میں نے گاندھی جی سے کہا کہ 'آپ نے ہمیں بھیڑیوں کے آگے ڈال دیا ہے' اس کے بعد گاندھی جی نے مجھ سے کہا اگر آپ کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کیا جائے یا آپ پر ظلم کیا جائے تو ہندوستان آپ کے لئے جنگ کرے گا۔' اس کے بعد کیا ہوا اسے میں یہاں تفصیل سے بیان کرنا نہیں چاہتا۔ آپ اتنا ہی جانتے ہیں جتنا ہم۔ لیکن کیا میں آپ سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ ہماری مدد کرنا آپ کا اخلاقی فرض نہیں تھا؟"

اس باب کے خاتمے پر فاضل اٹارنی جنرل کہتے ہیں کہ جن تقریروں کا

حوالہ دیا گیا ہے وہ یا تو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تحریک پختونستان کا اصل تصور اور مقصد کیا ہے یعنی ایک مکمل آزاد مملکت کا قیام یا کم از کم ایسی مملکت جو اس پوزیشن میں ہو گی کہ دفاع، امور خارجہ اور کرنسی کے مقاصد کے لئے ایک بڑی یونین بنانے کے لئے دوسری مملکتوں سے معاہدہ کر سکے اگر تحریک پختونستان کے بانیوں کا یہی حقیقی منشاء تھا خواہ وہ غیر ممالک کی مدد سے یا اس کے بغیر ہو تو ایسی تحریک کا واضح مقصد پاکستان کے ٹکڑے کرنا تھا اور یہ کام بچے کھچے پاکستان کی خود مختاری اور سالمیت کو تباہ کر کے ہی کیا جا سکتا تھا۔

ایک پمفلٹ بہ عنوان "گولی کے بدلے گولی" (اقتباس آر اے ڈبلیو 6/9) میں جسے نیشنل عوامی پارٹی کے ایک آرگن انقلابی جمہوری محاذ لندن کے سمندر پار آفس کی طرف سے مسٹر اجمل خٹک نے شائع کیا جو اس پمفلٹ کے صفحہ نمبر 1 پر اپنے آپ کو "پاکستان عوامی پارٹی کا جنرل سیکرٹری" کہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل باتیں کہی گئی ہیں:-

"پختونوں اور بلوچوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ اپنے سندھی بھائیوں کے قطعی فیصلے کا انتظار کئے بغیر اور پنجاب کے خود غرض اور استحصالی ٹولہ کے عزائم اور ریشہ دوانیوں کا لحاظ کئے بغیر اپنے حق خود اختیاری کے لئے جدوجہد کا آغاز کریں ...... بلوچوں اور پختونوں کی یہ جدوجہد قومی حق خود اختیاری کی جدوجہد ہے۔ یہ سامراجیت کے ایجنٹوں اور رجعت پسندی کے نمائندوں کے خلاف جدوجہد ہے۔ یہ ایک طاقتور خون چوسنے والے اور دم گھونٹنے والے مرکز کے خلاف اور پاکستان میں رہنے والی مختلف قوموں کی سیاسی اور اقتصادی آزادی کے لئے جدوجہد ہے ...... ہم نہ تو پہلے جھگڑا محاذ آرائی چاہتے تھے اور نہ اب چاہتے ہیں۔ یہ تو پاکستان کے فوجی حکمرانوں نے ہمیں سرگرم انقلابی جدوجہد کی راہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ ہم یہ اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی ممتاز شخصیت، قوم یا تنظیم مداخلت کرنے کے لئے تیار ہو اور پاکستان کے حکمرانوں پر اپنا اثر استعمال کرے اور ترغیب دے کہ مذاکرات کے ذریعے ہمارے قومی حقوق تسلیم کرا دے تو ہم مذاکرات کے ذریعے اپنے سارے مسائل طے کرنے کے لئے ہمیشہ اور ہر وقت تیار ہیں۔"

ایک قرار داد میں جسے دسمبر 1974ء کی کسی تاریخ کو پشاور میں منعقد ہونے والے ایک جلسے میں سرحد نیشنل عوامی پارٹی کی صوبائی کونسل نے منظور کیا۔ آر۔اے ڈبلیو 5 مصطفیٰ کمال کے کہنے کے مطابق جو مذکورہ پمفلٹ کا پرنٹر تھا (اقتباس آر اے ڈبلیو 2/5) سرحد نیشنل عوامی پارٹی نے یہ الزام لگانے کے بعد کہ جن لوگوں نے پاکستان قائم کیا تھا وہ انگریزوں کے گماشتے تھے اور انگریزوں کے مفاد کے لئے کام کر رہے تھے۔ یہ الزام لگایا ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں نے چھوٹے صوبوں کو غلام بنائے رکھا اور پھر یہ مطالبہ کیا کہ ملک میں ایسا سیاسی نظام قائم کیا جائے جو ہر فرد کو اپنی پسند کا سیاسی۔ معاشرتی نظام قائم کرنے کی آزادی دے اور یہ کہ 1970ء کے انتخابات کے نتائج تسلیم کئے جائیں اور ان کی بنیاد پر بلوچستان اور سرحد کے صوبوں کی حکومتیں بحال کی جائیں۔ آخر میں یہ پمفلٹ بلوچوں کو یہ یقین دلاتا ہے کہ سرحد نیشنل عوامی پارٹی کی صوبائی کونسل بلوچوں کو ان کی جدوجہد اور مقصد کے حصول میں پوری حمایت بہم پہنچائے گی۔

فاضل اٹارنی جنرل کے کہنے کے مطابق یہ ساری باتیں بھی یہ انکشاف کرتی ہیں کہ پختونستان کے تصور میں ابھی تک کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ یہ ابھی تک وہی ہے جو پہلے تھا یعنی ایک آزاد مملکت کا مطالبہ، لہٰذا پارٹی اور مسٹر عبدالولی خان کی یہ بات جو انہوں نے اپنے متعلقہ تحریری بیان میں کہی ہے کہ پختونستان کا مطالبہ پاکستان کی سالمیت کے لئے کسی طرح بھی متناقض یا مضر نہیں ہے۔ نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈروں کے علانیہ بیانات سے تقویت حاصل کرتی ہوئی نہیں معلوم ہوتی۔ اگر سرحد نیشنل عوامی پارٹی کی صوبائی کونسل کی قرار دادوں کو بھی غور سے پڑھا جائے تو یہی مفہوم نکلتا ہے اگرچہ اس کے الفاظ زیادہ چالاکی کے ساتھ ایسے رکھے گئے ہیں کہ اصل مقصد پوشیدہ رہے۔

اگر پارٹی کے اس دعوے کا بغور جائزہ لیا جائے کہ تحریک پختونستان کا مقصد محض شمال مغربی سرحدی صوبے کا نام تبدیل کرنا ہے تو یہ حقیقت منکشف ہو گی کہ یہ بالکل ہی غیر مستحکم دعویٰ ہے کہ جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ اس تحریک پختونستان کا منصوبہ یہ ہے کہ پہلے ان علاقوں سے جو اب شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان پر مشتمل ہیں جہاں تحریک کے حامیوں کے کہنے کے مطابق پختون رہتے ہیں ایک نیا صوبہ وجود میں لایا جائے اور پھر مکمل سیلف گورنمنٹ کا حق دیا جائے جس میں مرکز کے پاس صرف تین شعبے باقی رہیں۔ یہ صوبے کا محض دوبارہ نام رکھنا نہیں ہے۔

فاضل اٹارنی جنرل نے یہ دلیل دی ہے کہ اگر یہ دعویٰ صوبے کا محض نام تبدیل کرنے تک محدود ہوتا تو ایسی تجویز کا آغاز آسانی سے اس وقت کیا جا سکتا تھا جب نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کی مخلوط حکومتیں ان دو صوبوں میں تھیں۔ اس دلیل میں وزن ہے۔ یہ حقیقت کہ ایسا نہیں کیا گیا واضح طور پر ظاہر کرتی ہے کہ منشاء محض نام تبدیل کرنے سے کچھ زیادہ ہی تھا۔

جو بھی ہو ان دو صوبوں سے ایک نئے صوبے کو وجود میں لانا اور اسے ایک نیا نام دینا بھی اس وقت تک ممکن نہیں ہو گا۔ جب تک آئین کے آرٹیکل نمبر 1 دفعہ (2) میں ترمیم نہ کی جائے نہ ہی کسی واحد صوبے کی مقننہ ایسا فیصلہ مسلط کر سکتی ہے جو دوسرے صوبے کے علاقوں پر اثر انداز ہو گا۔ لہٰذا ہم نیشنل عوامی پارٹی اور مسٹر عبدالولی خان کی یہ دلیل تسلیم نہیں کر سکتے کہ یہ ایک صوبے کا نام تبدیل کرنے سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ ہمارے خیال میں اس کے اور بھی نامبارک مضمرات ہیں جیسا کہ فاضل اٹارنی جنرل نے بجا طور پر بتایا ہے۔ اصل منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے علاقوں کو کاٹ کر

ایک نئی مملکت وجود میں لائی جائے۔ مرکز کے پاس صرف تین شعبے چھوڑ دینے کی تجویز سے انہی نتائج کا نقشہ ابھرتا ہے جو مشرقی پاکستان کی عوامی لیگ کے چھ نکاتی پروگرام کے ایسے ہی مطالبے کے نتیجے میں ماضی قریب میں بر آمد ہوئے لہٰذا ایسی چیز جس میں متفقہ طور پر منظور شدہ آئین کے تحت قائم کئے گئے وفاقی ڈھانچے کو تباہ کرنے کا رجحان ہو وہ نہ صرف آئین پر اثر انداز ہو گی بلکہ پاکستان کی سالمیت کو بھی متاثر کرے گی اور اس صورت میں یہ بات اور بھی سنگین ہو جاتی ہے۔ اگر ذہن میں ملک کو ٹکڑے کرنے کا نتیجہ ہو اور یہ بات تحریک پختونستان کے بانیوں کے دعوے کے مطابق آپٹ کرنے کی آزادی سے براہ راست پیدا ہوتی ہے۔ مذکورہ تحریک کا تصور پاکستان میں شمال مغربی سرحدی صوبے کے انضمام کی متبادل صورت کے طور پر پیدا ہوا اور ہمارے ذہنوں میں اس کے بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کے حامیوں کا اب یہ مقصد ہے کہ اس علاقے کو پاکستان سے پھر باہر نکال کر الٹ دیں۔

خود مختاری میں خارجی خود مختاری بھی شامل ہے' لہٰذا ڈیورنڈ لائن جیسی بین الاقوامی سرحدی لائن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی بات کرنا ایسا سوال ہو گا جو پاکستان کی سالمیت پر زبردست طریقے سے اثر انداز ہو گا۔

ہماری مزید یہ رائے ہے کہ اس شہادت پر' جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے' ریفرنگ اتھارٹی نے مسئلہ یا موضوعات کے پہلے اور دوسرے نکتوں کو جیسا کہ فاضل اٹارنی جنرل نے انہیں نام دیا ہے' کسی معقول شبہ سے بالاتر ثابت کر دیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ دکھانے کے لئے کافی شہادت موجود ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے لیڈروں نے مسلسل یہ کوشش کی ہے کہ نظریہ پاکستان پر عوام کے یقین کے بارے میں شبہات پیدا کریں اور اس طرح اس تصور کو جھٹلا کر اور اس کا تمسخر اڑا کر حتیٰ کہ یہ کہہ کر کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد وہ تصور غائب ہو گیا یا خلیج بنگال میں غرقاب ہو گیا' اس تصور کو تباہ کریں جو اس ملک کے قیام کی بنیاد بنا۔ ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ جس شہادت کا پہلے ہی حوالہ دیا جا چکا ہے وہ اس بات کا کافی انکشاف کرتی ہے نیشنل عوامی پارٹی کے چوٹی کے لیڈر ابھی تک پاکستان کے وجود کو پورے طور پر تسلیم نہیں کرتے اور جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی خود نوشت سرگزشت "ہندوستان کا حصول آزادی" میں کہا ہے' ابھی تک یہی سمجھتے ہیں کہ "شمال مغربی سرحدی صوبہ میں اپنی قیادت کو برقرار رکھنے کا واحد موقع یہی ہے کہ اس نظریہ کا پرچار کریں۔"

سرحد نیشنل عوامی پارٹی کی صوبائی کونسل کی 1974ء کی قرارداد (اقتباس آر اے ڈبلیو 2/5) جس میں ان بلوچوں کو پوری حمایت کی یقین دہانی کرائی گئی جو اس وقت قانون کے ذریعے قائم کردہ حکومت کے خلاف تشدد آمیز جھگڑے میں مصروف تھے' مزید یہ ظاہر کرتی ہے کہ نہ صرف لیڈر بلکہ پارٹی بھی اسی طریقے پر اور اسی مقصد کی خاطر کام کر رہی تھی۔

نیپ کا وطن دشمن کردار

"آزاد پختونستان کی کوئی بنیاد اور اصلیت نہیں ہے ...... بھارت میرا ملک ہے اور بھارتی میرے بھائی ہیں۔ ہم آج بھی ایک ہی قوم اور ایک ہی ملک کے افراد ہیں۔"

مسٹر عبدالغفار خان
ویکلی آرگنائزر' نیو دہلی' شمارہ اکتوبر
1968ء کی رپورٹ

"بچے کھچے پاکستان کو پاکستان کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ اب تو یہاں بس چار صوبے ہیں۔"

مسٹر عبدالولی خان
17 جولائی 1974ء کی پریس کانفرنس
منعقدہ اسلام آباد

"ہم پرانے کانگریسی ہیں اور ہم پاکستانی سامراجیوں کے خلاف مشترکہ جدوجہد کے لئے مرنے مارنے پر تیار ہیں۔"

مسٹر اجمل خٹک
جنرل سیکرٹری نیپ
15 مارچ 1975ء کو بلٹنز (بمبئی) کو
دیا جانے والا انٹرویو

"کالعدم نیپ کی اندرون ملک سرگرمیاں' عبدالغفار خاں کا افغانستان میں طویل قیام اور حال ہی میں پاکستان سے فرار ہونے کی کوشش' افغانستان کی اعانت مجرمانہ کے باعث اجمل خٹک کی کابل میں سرگرمیاں' عبدالولی خان کے کابل کے متعدد دورے اور کابل کے حکمرانوں کے اشتعال انگیز اور معاندانہ بیانات اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ نیپ نے پاکستان کے قیام کو دل سے قبول نہیں کیا۔ اس کے برعکس یہ جماعت اس ملک کی سالمیت کے خلاف مسلسل سرگرم عمل رہی ہے۔"

مسٹر یحیٰی بختیار
اٹارنی جنرل برائے پاکستان - سپریم کورٹ
آف پاکستان میں افتتاحی خطاب

اخذ کردہ نتائج

تاہم ہمارے لئے یہ ضروری نہیں کہ ان سوالات پر غور کریں کیوں کہ ہمارے موجودہ مقاصد کے لئے یہ دیکھنا کافی ہے کہ آیا پارٹی کے لیڈروں کی دھمکیوں کے مطابق پاکستان میں بہت بڑے پیمانے پر دہشت پسندی کی کارروائیاں واقعتاً" کی گئیں اور یہ کہ پارٹی نے نہ تو ان کارروائیوں کی مذمت کی اور سبوتاژ کی ان کارروائیوں سے خود کو علیحدہ کیا۔ ہمارے سامنے جو مواد پیش کیا گیا ہے اس کی بناء پر ہم یہ رائے قائم کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتے کہ نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے لیڈروں نے پاکستان کے وجود' سالمیت اور خود مختاری کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ نظریہ پاکستان پر عوام کے ایمان کے بارے میں شبہات پیدا کرنے کی مسلسل کوششیں کر رہے ہیں تاکہ اس تصور ہی کو ختم کیا جائے جو اس ملک کے قیام کی بنیاد تھا۔ وہ ہمیشہ چار / پانچ قومیتوں / قوموں کے نظریئے کا پرچار کرتے رہے ہیں تاکہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کی بالآخر علیحدگی کے لئے زمین اس بہانے سے ہموار کریں کہ ان صوبوں میں رہنے والے مختلف قومیتوں / قوموں کے حق خود اختیاری کا مطالبہ کریں' وہ آئین' قانون کی حکومت اور ملک میں جمہوری اداروں کو تباہ کرنے کی پالیسی کی وکالت کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے پاکستان کے اندر بڑے پیمانے پر دہشت پسندی' سبوتاژ اور تخریبی کارروائیاں کیں تاکہ شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کے علاقوں میں مملکت کی سلامتی' استحکام اور خود مختاری کی بیخ کنی کریں۔ اور یہ کہ نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے لیڈروں نے بلوچستان میں واقعتاً بڑے پیمانے پر بغاوت منظم کی تھی تاکہ مرکزی حکومت اور پاکستان کے باشندوں کو بلوچستان اور سرحد میں نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈروں کی خواہشات کے آگے سر جھکانے پر مجبور کریں۔

فاضل اٹارنی جنرل نے ہمارے سامنے چھٹے اور آخری موضوع پر بھی زور دیا ہے یعنی کہ نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے لیڈر ملک میں شورش اور افراتفری پیدا کرنے کے لئے پاکستان میں رہنے والے مختلف طبقوں کے لوگوں کے درمیان نفرت اور عداوت پیدا کرتے رہے ہیں تاکہ ملک کی سالمیت کی جڑیں کاٹیں۔

ہم اس سوال پر غور کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ کیوں کہ جیسا کہ ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں۔ پاکستان کا یہ تصور ہی کہ یہ ایک کثیر قومی مملکت ہے اور پاکستان میں رہنے والی ہر قومیت / قوم کو حق خود اختیاری ملنا چاہئے۔ اس بنیادی مفروضہ پر مبنی ہے کہ موجودہ پاکستان میں پنجاب سب سے زیادہ آبادی والا علاقہ ہے اس لئے دوسرے چھوٹے صوبوں پر حاوی ہونے کی کوشش کر رہا ہے اور اس طرح انہیں ان کے اس جائز حق سے محروم کرنا چاہتا ہے کہ وفاق میں ان کے ساتھ برابر کے شرکاء کا سلوک کیا جائے۔ پختونستان کے مطالبہ کی بنیاد اسی مفروضہ پر ہے کہ پنجابیوں کو سارے شعبوں ---- سیاسی اور اقتصادی ---- میں برتری حاصل ہے۔ یہی وہ تجویز ہے جو خان عبدالغفار خاں نے 1947ء میں پیش کی تھی۔ جیسا کہ اب ان کے خدشات سے ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے پیارے لال کو بتائے اور جو موخرالذکر نے اپنی کتاب "بھیڑیوں کے آگے ڈال دیا" (THROWN TO THE WOLVES) میں لکھا ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ چونکہ "خان عبدالغفار خاں پہاڑی علاقے کے رہنے والے ہیں اس لئے انہیں میدانی

علاقوں کے رہنے والوں کے غالب آ جانے سے سخت نفرت ہے۔" اور یہ کہ اس احساس میں "مزید شدت اس خوف سے پیدا ہوئی کہ اگر پٹھانوں کی خود مختاری تسلیم نہ کی گئی تو پاکستان کے ساتھ الحاق کا مطلب پنجابی مسلم سرمایہ دار مفادات کا غلبہ ہو گا۔" یہ بھی کہتا ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد اپنے ایک بیان میں خان عبدالغفار خاں نے کہا کہ:

ہمارے صوبے کو پنجابیوں نے الٹ دیا ہے اور وہ انتہائی کوششیں کر رہے ہیں کہ پٹھانوں کو آپس میں لڑائیں۔ فرقہ وارانہ تقسیم کے ذریعے پنجاب کا اچھا حصہ گنوانے کے بعد اب پنجابی' نواب اور بڑے سرمایہ دار ہمارے صوبے کے پیچھے پڑ گئے ہیں تاکہ اپنے نقصان کی تلافی کریں۔"

اس جذبے کا اعادہ اب بھی خود مسٹر ولی خان نے اپنی درخواست میں کیا ہے جو انہوں نے 5 جون 1975ء کو فنڈ کی منظوری کے لئے اس عدالت میں پیش کی ہے۔ اس درخواست میں انہوں نے کہا ہے کہ:

"اصل مقابلہ وفاق کی دو یونٹوں کے درمیان ہے جو اپنی آبادی کی برتری کی وجہ سے وفاق کے دوسرے صوبوں پر حاوی ہونے اور انہیں الٹ دینے کی کوششیں کر رہی ہیں۔"

اپنے تحریری بیان میں بھی صفحات 35 سے 44 تک مسٹر ولی خان نے سرحد اور بلوچستان کے صوبوں کے باشندوں کی مبینہ شکایات کی فہرست دی ہے۔ جس کا مقصد یہ تاثر دینا ہے کہ ان دو صوبوں کے ساتھ مرکزی حکومت اقتصادی اور مالی دونوں معاملات میں فرق و امتیاز برت رہی ہے۔"

ان الزامات کی موثر تردید شیخ عبدالرؤف' سیکرٹری خزانہ' حکومت پاکستان (آر اے ڈبلیو 30) نے کی ہے جنہوں نے حقائق اور اعداد و شمار پیش کر کے اس فریب کا پردہ چاک کیا ہے۔

دوسرے لیڈروں مثلاً" مسٹر خیر بخش مری اور سردار عطاء اللہ مینگل نے بھی مختلف تقریروں میں اسی قسم کے احساسات کا اظہار کیا ہے۔ مسٹر اجمل خٹک بھی اپنے پمفلٹ "گولی کے بدلے گولی" کے صفحہ 27 پر کہتے ہیں کہ چونکہ پنجاب میں پاکستان کی آبادی کا نصف سے زیادہ حصہ رہتا ہے اس لئے یہ ملک کی قسمت کا مالک ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ محض نظریئے پر مبنی قومیت کا پرچار کرتے ہیں۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پاکستان ایک قوم ہے اور یہی سبب ہے کہ "بلوچوں' پختونوں اور سندھیوں سے پنجابیوں کے ملنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں پنجاب" ملک کے بقیہ حصوں میں حق خود اختیاری کی تحریکوں کو کچلنے کے لئے ساری رقم "گولیاں اور سازشیں فراہم کرتا ہے۔"

پختونستان کا سارا تصور پنجاب کے خلاف نفرت کی اسی مہم پر قائم کیا گیا ہے اور جیسا کہ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں کیا۔ اسے یہ الزام لگا کر نمایاں کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اکثریتی صوبے چھوٹے صوبوں کو اقتصادی طور پر بالکل "نحیف" کر رہے ہیں اور انہیں ان کے جائز سیاسی

حقوق سے محروم کر رہے ہیں۔

تاہم اس نکتہ پر مزید بات کرنا غیر ضروری ہے کیوں کہ جیسا کہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے' ان بے شمار شہادتوں کے پیش نظر جو اب ریکارڈ پر آئی ہیں۔ تحریک پختونستان کا اصل منشاء اور بڑے پیمانے پر سبوتاژ' دہشت پسندی اور بغاوت کے ذریعے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے نیشنل عوامی پارٹی کی طرف سے کی گئی کوششوں کی غرض و غایت تاکہ پختونستان کی ایک آزاد مملکت وجود میں آ جائے۔ لہٰذا ہمیں یقین ہے کہ پارٹی پر لگائی جانے والی پابندی ہر لحاظ سے جائز ہے کیونکہ ایسی مملکت صرف اسی صورت میں قائم ہو سکتی ہے جب موجودہ مملکت کی خود مختاری اور سالمیت ختم کر دی جائے۔

تاہم اختتام پر پہنچنے سے پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کارروائی کے ایک مرحلہ پر جب نیشنل عوامی پارٹی نے واک آؤٹ کیا تھا' خان عبدالغفار خاں نے اس عدالت میں ایک درخواست دی تھی کہ انہیں گواہ کے طور پر بلایا جائے' کیوں کہ ان کے بقول ریفرنگ اتھارٹی ان کے خلاف بہت سے الزامات عائد کر رہی ہے۔ تاہم ہم نے فیصلہ کیا کہ ایسا کرنا ضروری نہیں کیوں کہ خان عبدالغفار خاں کا مقدمہ ہمارے یہاں نہیں تھا۔ اور ہم یہ نہیں چاہتے تھے کہ اگر ان کے خلاف الزامات ہیں تو انہیں اس مقدمہ میں اپنے فیصلہ کے مقاصد کے لئے استعمال کریں۔ اس سے قطع نظر اگر وہ نیشنل عوامی پارٹی کی طرف سے گواہ کی حیثیت سے پیش ہونا چاہتے تھے تو یہ پارٹی کا کام تھا کہ انہیں بلاتی۔ ہم نے صرف ان کے بیانات کے بعض اقتباسات کا حوالہ دیا ہے جو انہوں نے خود نوشت سوانح نگار کے۔ بی۔ نارنگ کو خود لکھوائے تھے جنہوں نے "میری زندگی اور جدوجہد" کے نام سے وہ خود نوشت سوانح حیات چھپوائی ہے۔ نیز ہم نے بعض دوسرے مستند بیانات جنہیں اس سے بیشتر کے سوانح نگاروں مسٹر پیارے لال اور مسٹر ڈی۔ ڈی۔ ٹنڈلکر نے ان سے منسوب کیا ہے' اور مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب "ہندوستان کا حصول آزادی" سے ان کے بعض خیالات کا حوالہ دیا ہے۔

یہ حوالے محض یہ تصدیق کرنے کے لئے دیئے گئے ہیں کہ ان کا تصور پختونستان کیا ہے اور تصور پختونستان کس طرح وجود میں آیا۔ اس کے سوا ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ ہم نے ان بنیادی تصورات پر شہادت کو یہ تصدیق کرنے کے لئے جانچا کہ آیا وقت گزرنے کے ساتھ اس تصور میں کوئی بنیادی تبدیلی ہوئی ہے۔ جیسا کہ اب مسٹر ولی خان اور پارٹی دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ موازنہ اس غرض سے نہیں کیا گیا ہے کہ خان عبدالغفار خاں کے خلاف کوئی فیصلہ ریکارڈ کیا جائے بلکہ اس لئے کیا گیا ہے موجودہ صورت میں ایک پارٹی کی حیثیت سے نیشنل عوامی پارٹی نے اپنے تصور پختونستان میں ترمیم کی ہے یا نہیں۔ ہم بلاشبہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو اسباب ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ان کی بنا پر اس تصور میں کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہیں ہوئی

اختتام پر پہنچنے سے پہلے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس بات کو ریکارڈ پر لائیں کہ ہم اس مدد کو سراہتے ہیں جو فاضل اٹارنی جنرل اور ان کے فاضل جونیئر رفقاء نے حکومت کے مقدمہ کو پیش کرنے میں بہم پہنچائی۔ ہم عدالت کے معاون وکیلوں کی اس گرانقدر مدد کو بھی سراہتے ہیں جو انہوں نے دوسری طرف کے نقطہ نظر کو ہمارے سامنے پیش کرنے کی راہ میں مشکلات کے باوجود دی۔ انہوں نے گواہوں پر جرح کر کے زبانی شہادت کا اندازہ لگانے میں ہماری مدد کی۔ اگرچہ انہیں ایسی ہدایات نہیں دی گئی تھیں جو عام طور پر ایسی جرح کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اس مقدمہ میں داخل کئے گئے تحریری بیان کی بنیاد پر جو کچھ ممکن حد تک کیا جا سکتا ہے وہ سب انہوں نے کیا۔

یہ ریفرنس ان مشکل ترین مقدمات میں سے تھا جو اس عدالت میں پیش کئے گئے اور یہ افسوس کی بات ہے کہ جس پارٹی پر پابندی لگانے کی کوششیں کی جا رہی تھی۔ اس نے اپنی مجلس عاملہ کی قرار دادوں کے باوجود کہ اس معاملہ کا دفاع کیا جائے' اپنے لیڈر کی پیروی کرنے کا فیصلہ کیا' اور عدالت سے واک آؤٹ کر گئی۔ اس سے ہمارا کام اور بھی مشکل ہو گیا لہٰذا ہمیں بھی خود اپنی ضرورت کے تحت بہت سے مواقع پر گواہوں پر جرح کے دوران مداخلت کرنی پڑی۔

اپنی تحقیقات کی روشنی میں جنہیں ہم نے پہلے ہی ریکارڈ کر دیا ہے۔ ہمارے لئے اس نتیجہ پر پہنچنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ نیشنل عوامی پارٹی سیاسی جماعتوں کے قانون (1962ء کا 3) کی دفعہ 6 کی ذیلی دفعہ (1) کے مفہوم کے اندر ایسے طریقے پر کام کر رہی تھی جو پاکستان کی خود مختاری یا سالمیت کے لئے مضر تھا لہٰذا اس نے اپنے آپ کو مذکورہ قانون کے تحت تحلیل کئے جانے کا مستوجب قرار دیا۔ اسی کے مطابق ہم ریفرنس کا جواب دیتے ہیں۔

دستخط: حمود الرحمٰن (چیف جسٹس)
دستخط: محمد یعقوب علی (جسٹس)
دستخط: صلاح الدین احمد (جسٹس)
دستخط: الیس انوار الحق (جسٹس)
میں اپنے نوٹ کے تحت اتفاق کرتا ہوں۔
دستخط: محمد گل (جسٹس)
دستخط: محمد افضل چیمہ (جسٹس)

(مورخہ راولپنڈی 30 اکتوبر 1975ء)

قومیتوں کے بارے میں نیشنل عوامی پارٹی کا موقف

ہمارے نزدیک پاکستان کی مختلف قومیتیں پاکستانی قوم کے اجزائے ترکیبی اور جزو لاینفک ہیں۔

مملکت پاکستان اور پاکستانی قوم خود ان مختلف قومیتوں کے رضاکارانہ اتحاد اور ان کی طرف سے اپنے معین اور متعین جغرافیائی حدود کے اشتراک کا نتیجہ ہے۔ ان نوعیتوں کے وجود سے انکار' پاکستان اور پاکستانی قوم کے وجود کے انکار کے مترادف ہے اور پاکستان میں انتشار اور بداعتمادی پیدا کرتا ہے۔ صرف یہ نہیں کہ یہ قومیتیں پاکستان کو وجود میں لانے کی ذمہ دار تھیں بلکہ یہی قومیتیں مملکت پاکستان کی بقا اور تحفظ کا ضامن ہیں۔ ان مختلف قومیتوں کو ایک دوسرے بلکہ قومیتوں کو اپنے حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد اور جنگ پر مجبور کرنا پاکستان کی سالمیت اور اتحاد کے خلاف واضح سازش سے کمتر نہیں۔

10- یہ درست نہیں کہ بلوچستان کی صوبائی حکومت نے وفاقی حکومت کے اقتدار کو للکارا۔ جہاں تک اس پیرے میں مذکور واقع کا تعلق ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ بلوچستان کی حکومت اور گورنر کی معلومات اور اطلاع کے بغیر کوسٹل گارڈ لسبیلہ کے مختلف علاقوں میں اچانک سرگرم عمل ہوا۔ یہاں تک کہ ڈپٹی کمشنر اور متعلقہ حکام کو اس کا علم نہیں تھا انہوں نے کئی بار مقامی لوگوں کے ٹرک اور باربرداری کے جانوروں کی دار گیری کی اور بعض مقامات پر لوگوں کے گھروں کی تلاشی لی اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق سپاہی مقامی روایات اور حالات سے بے خبر لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے کا باعث ہوئے اور لوگوں کو شارع عام پر زد و کوب کیا گیا۔ جس پر ڈپٹی کمشنر نے وزیر اعلیٰ بلوچستان کو اس کی اطلاع دی اور وزیر اعلیٰ نے ڈپٹی کمشنر کو ہدایت کی کہ وہ کوسٹل گارڈز کے حکام کو مطلع کریں کہ جب بھی وہ اپنا آدمی اندرون علاقہ بھیجیں تو مقامی انتظامیہ کو مطلع کر کے ان سے ایک ذمہ دار افسر ساتھ لیں تاکہ ان علاقوں میں کشیدگی پیدا نہ ہو۔

جہاں تک حکومت بلوچستان اور وزیر اعلیٰ بلوچستان پر اس الزام کا تعلق ہے کہ انہوں نے دانستہ طور پر امن و امان قائم کرنے والے اداروں کا ڈھانچہ تباہ کیا' غلط ہے۔ غالباً اس سے سائل کی مراد گورنر کانفرنس کے اس فیصلے کے مطابق ان زائد پولیس ملازمین کی اپنے صوبوں میں واپسی سے ہے جن کے وہ ملازم تھے اور جن کو وحدت مغربی پاکستان ٹوٹنے کے بعد عارضی طور پر بلوچستان میں رکھا گیا اور جنہیں بعد میں حکومت بلوچستان نے وفاقی اور متعلقہ صوبائی حکومتوں (پنجاب' سندھ' صوبہ سرحد) کے متفقہ فیصلے کے تحت واپس کیا اور جن کا تفصیلی ذکر پیرا نمبر9 میں درج ہے جس کی ذمہ داری کسی طرح حکومت بلوچستان یا وزیر اعلیٰ بلوچستان پر نہیں آتی۔

جہاں تک پرائیویٹ لشکر اور اسلحہ کی تقسیم اور اے آئی جی (A.I.G) پولیس کو فارغ کرنے کا سوال ہے اس کا تعلق اس واقعہ سے ہے جس کا میں نے پیرا نمبر9 میں تفصیلی ذکر کیا ہے۔

جب مسلح افراد کو بلوچستان میں تخریب کاری کے سرغنوں کے ذریعے لسبیلہ میں وفاقی حکومت کی سرپرستی میں مسلح تخریب کاری کے لئے بھیجا گیا اور ملیشیا نے وفاقی حکومت کی ہدایات کے تحت صوبائی حکومت کے احکامات کو عملی جامہ پہنانے اور امن و امان قائم کرنے سے انکار کر دیا تھا تو وزیر اعلیٰ بلوچستان نے دیہی پولیس کو امن و امان قائم کرنے کی ہدایت کی اور عوام سے اپیل کی کہ وہ امن و امان قائم کرنے میں ان کا ساتھ دیں جن کو بعد میں وفاقی حکومت نے زیر کنٹرول ذرائع ابلاغ اور وفاقی وزراء نے پرائیویٹ لشکر اور قبائلی لشکر کا نام دیا۔ ہتھیار اس لئے منگوائے گئے تھے کہ حالات کے مزید بگڑنے اور مزید ہتھیاروں کی ضرورت پڑنے پر پریشانی نہ ہو۔ جہاں تک اے آئی جی کو فارغ کرنے کا تعلق ہے یہ عجیب بات ہے کہ صوبے کا وزیر اعلیٰ اے آئی جی کو حکم دیتا ہے کہ فلاں مقدار اور فلاں جگہ پر اسلحہ مہیا کیا جائیں۔

ایک اے آئی جی وزیر اعلیٰ کے حکم کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔ میرے نزدیک اے آئی جی سے چارج دوسرے افسر کو حوالہ کرنے کا حکم وزیر اعلیٰ کی طرف سے ایک انتہائی نرم اور محتاط اقدام تھا۔ ظاہر ہے کہ جب تک وفاقی حکومت کی طرف سے اے آئی جی کی حوصلہ افزائی نہ ہوتی تو وہ حکم عدولی کی جرات نہیں کر سکتا تھا اور اب وفاقی حکومت کی طرف سے اے آئی جی کے اس اقدام کو سراہنا اور اس کی طرف داری سے اس بات کو مزید تقویت ملتی ہے کہ اے آئی جی یا ملیشیا نے جو کیا وہ وفاقی حکومت کے ایماء پر تھا۔ یہ غلط ہے کہ لسبیلہ کے واقعے میں 42 افراد مارے گئے تھے اور بڑے پیمانے پر لوٹ مار ہوئی تھی بلکہ اموات کی تعداد آٹھ سے زائد نہیں تھی۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان خود اس موقعہ پر پہنچے تھے کہ کہیں لاتعلق اور پرامن لوگوں کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہو۔ اس واقعہ میں جو آٹھ افراد مارے گئے تھے ان میں سے دو افراد ملیشیا کے تھے جو اس وقت ہلاک ہوئے جب ٹرک میں سوار جوان سے غلطی سے گولی چلی تھی۔ دو افراد حکومت اور دیہی پولیس کے مارے گئے اور چار تخریب کار مارے گئے اس تعداد اور لوٹ مار کو اس لئے بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا کہ وفاقی حکومت کو بلوچستان کی صوبائی حکومت کے خلاف کارروائی کرنے کا جواز میسر ہو' تخریب کاروں کے سرغنوں جام لسبیلہ اور اکبر بگٹی کے لئے فنڈز حاصل کرنے میں آسانی ہو اور ضلع لسبیلہ کو فوج کے حوالے کرنے کا بہانہ ملے۔

11- یہ غلط ہے کہ وفاقی حکومت کے ساتھ محاذ آرائی کی وجہ سے یا صوبہ

سرحد اور بلوچستان کے گورنروں کی طرف سے اپنی ذمہ داریوں سے لاپرواہی یا ان کو خاطر میں نہ لانے یا مختلف گرہوں یا فرقوں میں بے چینی پیدا کرنے اور بد انتظامی کی وجہ سے فوج بھیجی گئی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ وفاقی حکومت یہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ جب وہ اپنے پہلے سے تیار کردہ منصوبے کے تحت صوبے کی دستوری اور قانونی ہردلعزیز حکومت اور صوبہ سرحد اور بلوچستان کے گورنروں کو جو اپنی تمام زندگی ان لوگوں کی خدمت میں گزار چکے ہیں غیر آئینی طور پر برخاست کرے گی تو ان صوبوں کی بھاری اکثریت جنہوں نے نیشنل عوامی پارٹی کو ووٹ دے کر اقتدار میں لایا تھا وہ وفاقی حکومت کے اس غیر آئینی اور غیر جمہوری عمل کے خلاف احتجاج کریں گے۔ اس جمہوری احتجاج کے خلاف انتقامی اور مثالی تعزیری اقدام کے لئے پہلے سے فوج کو تیار کیا گیا تھا جو بلوچستان کے مختلف علاقوں میں اس وقت تک پہنچ چکی تھی جب کہ وفاقی حکومت اپنے کارندوں کے ذریعے انتشار پذیر اور امن سوز کارروائیوں سے مایوس ہو کر لسبیلہ میں برہنہ طاقت استعمال کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی اس لئے یہ درست نہیں کہ فوج گورنروں کے سہل کاری یا وفاقی حکومت کے احکامات اور اپنے فرائض منصبی سے روگردانی کی وجہ سے بھیجی گئی تھی۔

12- یہ غلط ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی نے پاکستان کے خلاف مسلح جدوجہد کا فیصلہ یا ارادہ کیا تھا اور نہ ہی سردار خیر بخش مری نے کسی مرحلے پر اپنے قبائلی لوگوں کو یہ ہدایت دی تھی کہ عنقریب بلوچستان کی صوبائی حکومت کو ہٹایا جائے گا۔ اس لئے وہ پاکستان اور وفاقی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھائیں اور سڑکیں نہ بنانے دیں۔

اصل صورت حال یہ ہے کہ جب بلوچستان کی دستوری حکومت کو آئین کے خلاف برطرف کیا گیا اور بلوچستان کے لوگوں نے اس کے خلاف اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور اپنے جمہوری حق کو استعمال میں لا کر احتجاج کیا تو وفاقی حکومت ان کو عبرت ناک سزا دینے کے لئے سول آرمڈ فورسز اور فوج کو حرکت میں لائی تاکہ لوگ مرعوب ہو کر اپنے حقوق کے مطالبے کی جرات نہ کریں۔

چونکہ موجودہ حکومت نو آموز کاروں پر مشتمل ہے اور وہ بلوچوں اور بلوچستان کی تاریخ اور روایات سے بیگانہ اور ناواقف ہیں اور ذہنی طور پر ہر مسئلے کا ہر جگہ حل محض طاقت کو سمجھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے تمام بلوچستان میں فوج اور سول آرمڈ فورسز کو پھیلایا' علاقوں کی ناکہ بندی کی' لوگوں تک راشن اور دوسرے ذرائع زیست پہنچنے کے تمام راستے مسدود کئے گئے جس کی وجہ سے بلوچستان کی حفاظت کی خاطر موجودہ حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھائیں۔

ظاہر ہے کہ جب لوگوں پر زندگی کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں۔ ان کی عزت و آبرو اور جان و مال محفوظ نہ ہوں' ان کے آئینی اور قانونی حقوق کو طاقت سے پامال کیا جائے تو ہر معزز اور غیرت مند شخص اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ وہ اپنی جان پر کھیل جائے اور یہی کچھ بلوچستان میں ہوا اور ہو رہا ہے۔ بلوچستان کے لوگوں نے نہ کسی شخص نہ کسی پارٹی کے اکسانے پر اور نہ خود کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت وفاقی حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھائے بلکہ وفاقی حکومت کی زیادتی اور عاقبت نااندیشی نے ان کو اس امر پر مجبور کیا کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی خاطر ہتھیار اٹھائیں۔

سردار خیر بخش مری کو کیسے علم ہو سکتا تھا کہ وفاقی حکومت' بلوچستان کی حکومت کو برطرف کر رہی ہے۔ یہ علم تو ان اشخاص کو ہی ہو سکتا تھا جو بلوچستان میں عنقریب ہونے والی تخریب کاری اور تباہ کاری کے منصوبے کے بانی تھے۔

13- یہ درست ہے کہ وفاقی حکومت نے 6 مارچ 1972ء کے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے صوبہ سرحد اور بلوچستان کے گورنروں کو ہٹا دیا اور بلوچستان کی آئینی حکومت کو آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے برطرف کیا گیا۔ صوبہ سرحد کی حکومت نے جمہوری اقدار کے احترام میں احتجاجاً" استعفیٰ دے دیا۔

14- یہ غلط ہے کہ جو قبائل نیشنل عوامی پارٹی کے زیر اثر تھے انہیں نیشنل عوامی پارٹی نے بغاوت پر آمادہ کیا۔

جیسا کہ میں نے پیرا نمبر 9 میں تحریر کیا ہے کہ وفاقی حکومت نے بلوچستان کے لوگوں کی زندگی اجیرن کر دی اور بلوچستان کے لوگوں کو ناقابل برداشت حد تک تنگ کیا اور ان کی اپنی عزت اور جان و مال کی حفاظت پر مجبور کیا کہ وہ ہتھیار اٹھائیں اور بلوچستان کے لوگوں کی اس ناگزیر صورت حال کو وفاقی حکومت نے پاکستانی عوام اور دنیا کے سامنے بڑھا چڑھا کر پیش کیا تاکہ وہ اپنے اس غیر آئینی اور غیر جمہوری عمل کو جو اس نے بلوچستان کی آئینی حکومت کو برطرف کرنے کے لئے کیا تھا درست اور صحیح ثابت کرے۔

15- یہ درست نہیں کہ نیشنل عوامی پارٹی نے وفاقی حکومت کے خلاف گالی گلوچ اور غیر مہذب کی مہم شروع کی تھی یا قائداعظم کی ہتک کی' یا ملک میں تشدد کا پرچار کرنے سے قانونی حکومت کو طاقت سے برطرف کرنے کی مہم شروع کی۔ نیشنل عوامی پارٹی گزشتہ اٹھارہ سالوں سے پاکستان کی سیاست میں نمایاں حیثیت سے سرگرم عمل ہے۔ نیشنل عوامی پارٹی نراجی اور تشدد کی سیاست پر یقین نہیں رکھتی اور اس کی لیڈر شپ سنجیدہ اور مہذب افراد پر مشتمل ہے جن کے نزدیک گالی گلوچ اور سبک سری معیوب ہے۔

پاکستان کی سیاست میں کردار کشی' سبک سری' غنڈہ گردی' سیاسی قتل' بے حرمتی اور غیر مہذب طریقہ کار کا سہرا پیپلز پارٹی اور اس کی لیڈر

شپ کے سر ہے۔ پاکستان کی سیاست میں پیپلز پارٹی کے نمودار ہونے سے قبل معزز شہریوں کی کبھی بھی تذلیل نہیں کی گئی۔ سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کی کردار کشی، جلسے جلوسوں میں غنڈہ گردی، دوسری سیاسی جماعتوں کے پرامن اور آئینی عمل کو تشدد کے ذریعے ناممکن بنانا، سیاسی قتل، گھیراؤ جلاؤ کا سہارا لے کر ملک بھر میں جمہوری عمل کو تشدد اور طاقت کے ذریعے ناممکن بنانا، امن و امان قائم کرنے والی قوتوں کو بلا روک ٹوک سیاسی غرض سے برہنہ طور پر استعمال میں لانے کا سہرا بھی پیپلز پارٹی اور اس کے رہنماؤں کے سر ہے۔ پیپلز پارٹی کے ملکی سیاست میں نمودار ہونے سے قبل پاکستان کی سیاست میں یہ سب کچھ دیکھنے میں نہیں آیا۔

سائل کا یہ الزام کہ نیشنل عوامی پارٹی تشدد کے پرچار کے ذریعے ملک کی قانونی حکومت کو طاقت سے ہٹانا چاہتی تھی کس قدر دیدہ دلیری کی بات ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی پر تو تشدد کا پرچار کر کے ملک کی قانونی حکومت کو طاقت سے ہٹانے کا الزام ہے۔ مگر پیپلز پارٹی کی وفاقی حکومت نے تشدد کے بدترین عمل یعنی فوجی کارروائی سے بلوچستان کی آئینی اور قانونی حکومت کو جو جمہوری عمل کے نتیجے میں عمل میں آئی تھی، برطرف کیا اور آج تک بلوچستان میں فوجی کارروائی اور ناگفتنی تشدد کا عمل جاری ہے۔

دارالعوام قلات میں بزنجو کی تقریر کا پس منظر

جہاں تک ضمیمہ E - 40 کا تعلق ہے اس میں مندرج تقریر کا پس منظر قلات میں انگریزوں کی آمد سے قبل کی تاریخ، انگریزوں اور قلات کے صد سالہ معاہدوں اور پاکستان کے قیام کے وقت قلات اور پاکستان کے تعلقات کی روشنی میں خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

1666ء میں بلوچوں کے قنبرانی قبیلے کی ایک نمایاں شخصیت میر احمد نے مملکت قلات کا سنگ بنیاد رکھا اور پہلے خان قلات کی حیثیت سے اس نے 1695ء تک اس آزاد اور خود مختار مملکت پر حکومت کی۔ خان میر نصیر خان اول کے دور تک جو 1750-1795ء تک کا زمانہ تھا، قلات جو اس وقت بلوچستان کے نام سے موسوم تھا اس میں موجودہ پاکستانی و ایرانی بلوچستان، ڈیرہ غازی خان، خان گڑھ (موجودہ جیکب آباد) کراچی اور ضلع داود کا کوہستانی علاقہ شامل تھا۔

انگریزوں نے فارورڈ پالیسی کے تحت 1839ء میں بلوچستان پر حملہ کر کے خان میر محراب خان کو شہید کیا اور اس کی جگہ میر شاہنواز خان کو جو خوانین قلات کے خاندان سے تھا، خان بنایا۔ مگر خان میر محراب کے لڑکے نصیر خان دوئم نے کئی لڑائیاں لڑ کر شاہنواز خان کو نکال کر دوبارہ اپنے والد کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔

انگریز نے جب محسوس کیا کہ بلوچوں سے لڑ کر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور وسط ایشیا کے ساتھ درہ بولان کے راستے تجارت قائم نہیں رکھ سکتا اور نہ وسط ایشیا کی تجارت جو اس وقت ساری کی ساری سونمیانی بندر سے ہوا کرتی تھی، ممکن ہوتی ہے تو اس نے خاندان میر نصیر خان کے ساتھ 1842ء میں معاہدہ کیا اور اس کے بعد 1947ء جب تک انگریز برصغیر پر قابض رہے ان کے تعلقات قلات کے ساتھ مختلف معاہدوں کی صورت میں رہے اور آخری معاہدہ 1876ء کا تھا جس میں سابقہ معاہدوں کی طرح قلات کی آزادی و خود مختاری کو بحال رکھا گیا۔ برصغیر میں نیپال اور قلات صرف دو ریاستیں ایسی تھیں جن کے تعلقات براہ راست حکومت برطانیہ کے ساتھ تھے اور ان کی آزادی و خودمختاری کو آخر تک انگریزوں نے بحال رکھا اور یہ دونوں ہندوستانی ریاستوں میں شمار نہیں ہوتے تھے۔

1947ء میں جب انگریزوں نے برصغیر کو چھوڑنے، ہندوستان اور پاکستان کی دو آزاد خود مختار ریاستیں قائم کرنے کا فیصلہ کیا تو 11 اگست 1947ء کو ایک اعلانیہ کے ذریعے جو دہلی سے نشر ہوا حکومت پاکستان نے حکومت قلات کی آزادی کو تسلیم کیا اور اس امر کو بھی تسلیم کیا کہ ریاست قلات ہندوستانی ریاست نہیں بلکہ اس کے تعلقات براہ راست حکومت برطانیہ کے ساتھ معاہدوں کے ذریعے ہیں۔

15 اگست 1947ء کو خان آف قلات (موجودہ گورنر بلوچستان) نے باقاعدہ رسمی طور پر ریاست قلات کی آزادی و خود مختاری کا اعلان کیا۔

14 دسمبر 1947ء کو یعنی اس اعلان کے کوئی چار ماہ بعد خان آف قلات نے ریاست کی پارلیمنٹ کے ہردو ایوانوں دارالعوام اور دارالامراء کے اجلاس طلب کئے اور پاکستان سے الحاق کا مسئلہ ہردو ایوانوں کے سامنے علیحدہ علیحدہ پیش کیا۔ چنانچہ دارالعوام کے باون نمائندگان اور دارالامراء کے سینتیس (37) ممبران نے متفقہ طور پر پاکستان سے الحاق کو مسترد کر دیا۔

ضمیمہ E - 40 میں مندرج تقریر ایک آزاد خود مختار ملک کے پارلیمنٹ کی کارروائی کا حصہ ہے جس کی آزادی و خود مختاری کو 11 اگست 1947ء کے اعلانیہ کے مطابق پاکستان نے تسلیم کر لیا تھا۔ اور مذکورہ اعلانیہ پر محمد علی جناح (قائداعظم) اور نواب زادہ لیاقت علی خان دونوں کے دستخط موجود ہیں۔

ملاحظہ ہو روئیداد (کارروائی) دہلی کانفرنس منعقدہ 4 اگست 1947ء جس میں حسب ذیل شرکاء تھے۔

1- لارڈ ماؤنٹ بیٹن وائسرائے ہند
2- لارڈ اسمے
3- قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان

4- نواب زادہ لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان
5- خان میر احمد یار خان (موجودہ گورنر بلوچستان)

ملاحظہ ہو اعلانیہ 11 اگست 1947ء جس میں حکومت پاکستان نے حکومت قلات کی آزادی و خود مختاری کو تسلیم کیا۔

چونکہ یہ دستاویزات حکومت پاکستان کے وزارت خارجہ اور میر احمد یار خان سابقہ خان آف قلات کی تحویل میں ہیں لہٰذا اس امر کا بندوبست کیا جائے کہ ان دستاویزات یا ان کی مصدقہ نقول عدالت میں پیش کی جائیں۔

16- اس پیرا میں وفاقی حکومت کے تمام عیبوں کو ہنر جتلا کر جو ثناء خوانی کی گئی ہے ان میں حقائق کا شائبہ تک نہیں۔

موجودہ وفاقی حکومت نے جب فوجی آمر جنرل یحییٰ خان سے اقتدار سنبھالا تو خود موجودہ وفاقی حکومت کا سربراہ تمام جمہوری روایات اور اقدار کو زیر پا کر کے سویلین چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے حکمران بنا اور وفاقی حکومت مطلق العنانیت کی سب سے بھدی اور برہنہ تشکل مارشل لاء سے چمٹ گئی اور ہنگامی حالات جیسے غیر جمہوری طریقہ کار کو دوام دیا گیا۔

ملک بھر کے احتجاج کے باوجود وفاقی حکومت اس وقت تک آمریت کے سب سے بڑے مظہر مارشل لاہ کو سینے سے لگائے بیٹھے رہی جب تک نیشنل عوامی پارٹی کی رہبری میں عوام کی رائے عامہ سے مجبور ہو کر بادل نخواستہ اسے مارشل لاء سے دست بردار ہونا پڑا۔ مگر ایمرجنسی کو ایک طرح سے قانونی شکل دے کر اب تک پاکستانی شہریوں کو ان کے اہم بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ جہاں تک جمہوری اداروں کو قائم رکھنے کے سلسلے میں وفاقی حکومت کے صبر و تحمل کے اظہار کا تعلق ہے۔ اس کی بہترین مثال بلوچستان کی دستوری و قانونی حکومت کو طاقت کے ذریعے برطرف کرنا مخالف جماعتوں کے اسمبلی ممبروں پر جھوٹے الزامات کے تحت مقدمے بنا کر ان کو اسمبلی کی ممبرشپ سے خارج کرنا اور ان کی جگہ پیپلز پارٹی کے ممبروں کو اسمبلیوں میں لانا۔ جمہوری و آئینی عمل کو روکنے کے لئے فوجی کارروائی کرنا۔ مخالف جماعتوں کے جلوسوں اور جلسوں کو تشدد اور غنڈہ گردی سے توڑنا، ملک بھر میں دفعہ 144 ضابطہ فوجداری کے ذریعے ہر سیاسی و آئینی سرگرمی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنا، مملکت کے ملازمین کو دستوری تحفظ سے محروم کر کے ان کی حیثیت کو نجی ملازموں کی حیثیت میں تبدیل کرنا، عدالتوں اور انصاف قائم رکھنے والے اداروں کے تقدس کو مجروح کرنا، اخبارات اور صحافت کا گلہ گھونٹنا، تمام ذرائع ابلاغ کے اداروں کو مخالف سیاسی جماعتوں اور رہنماؤں کی کردار کشی اور جھوٹے پراپیگنڈے کے لئے مجبور کرنا، ملک کے دستور و قانون میں ترمیم کر کے مخالف جماعتوں، افراد اور صوبوں میں انتقامی کارروائی کرنا، مملکت پاکستان کے چار وفاقی وحدتوں میں سے دو وحدتوں کی نمائندگی اور ملک بھر میں دستوری طور پر دوسری بڑی جماعت کو توڑنے کے اعلان سے بہتر اور بڑھ کر صبر و تحمل کا اور کیا نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ 15 فروری 1973ء کو نیشنل عوامی پارٹی اور جمیعت العلمائے اسلام کی مخلوط قانونی و دستوری حکومت کو برطرف کرنے کے بعد بلوچستان نیشنل عوامی پارٹی کے صدر، آل پاکستان نیشنل عوامی پارٹی کے بلوچستان میں سنٹرل کمیٹی، صوبائی اسمبلی، سینٹ اور نیشنل اسمبلی کے ممبروں کی اکثریت، بلوچستان کے سابق گورنر، وزیر اعلیٰ اور سینکڑوں اہم سیاسی کارکنوں کی گرفتاری جو اب تک جیل میں پڑے ہیں، بمباری کے ذریعے سینکڑوں لوگوں کا قتل عام اور ان کے گھروں کو خاکستر بنانا اور عوام کے لاکھوں روپے کے مویشی اور دوسرے ذرائع زیست کا لوٹ مار اور بربادی، وفاقی حکومت کے نزدیک نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے رہبروں کے خلاف کسی قسم کے اقدام نہ اٹھانے اور صبر و تحمل کا مظاہرہ ہے اور خوب مظاہرہ ہے۔

جہاں تک دستو سازی کا تعلق ہے، وفاقی حکومت پیپلز پارٹی اور اس کے رہنماؤں نے اپنی انتہائی کوششیں کیں کہ مارشل لاء قائم رہے اور دستور سازی کا کام شروع نہ ہو یہاں تک کہ قومی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کے 54 ارکان اسمبلی نے اپنے دستخطوں سے مارشل لاء کے قیام کی سفارش کی مگر عوام کے جمہوری دباؤ اور رائے عامہ کے سامنے مجبور ہو کر جب وفاقی حکومت دستور سازی کے لئے مجبور ہوئی تو اس میں بھی انتہائی لیت و لعل اور خود سری سے کام لیتی رہی۔ بالآخر جمہوری قوتوں سے عاجز آ کر مارشل لاء ہٹا کر ایک عبوری دستور بنایا گیا اور پھر اس عبوری برائے نام جمہوری دستور کی عمر دراز کرنے کی حتی المقدور کوششیں کی گئیں۔ کہیں مشکل سے جا کر ملک کی جمہوری قوتوں نے ان کو ایک مستقل آئین بنانے کے لئے مجبور کیا۔ ملک کو ایک مستقل آئین دینے اور اس کی تکمیل میں ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو جن میں نیشنل عوامی پارٹی کا طرز عمل سرفہرست تھا۔ ملک کی نازک صورت حال اور آمریت کو ختم کرنے کی غرض سے وفاقی حکومت اور پیپلز پارٹی کی بعض ایسی تجاویز کو ماننا پڑا جو ان کے بنیادی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں۔ موجودہ آئین کا متفقہ طور پر پاس ہونا خود مخالف جماعتوں کے صبر و تحمل اور ملک کو دستور دینے کی خواہش اور آمادگی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

17-18-19 نیشنل عوامی پارٹی کو توڑنے پر حکومت ہندوستان اور افغانستان کے ردعمل اور پراپیگنڈے کو نیشنل عوامی پارٹی کے ہمسایہ ممالک (ہندوستان اور افغانستان) سے روحانی تقویت اور مالی امداد حاصل کرنے کا ثبوت بتانا اور موجودہ وفاقی حکومت کا حکومت افغانستان اور ہندوستان سے اپنے تلخ تعلقات کو چھپانا بددیانتی سے کم نہیں۔ ہندوستان

اور حکومت افغانستان کا نیشنل عوامی پارٹی کی طرف داری حب علیؓ پر منحصر نہیں بلکہ بغض معاویہؓ کا نتیجہ ہے۔

اگر حکومت کسی دوسرے ملک کے غلط عمل کو اپنے مفاد کے پیش نظر اچھالتی اور برا کہتی ہے تو اس کو کسی جماعت یا فرد پر چسپاں کر کے اپنی مخالف جماعت یا فرد کے خلاف کارروائی کرنا بددیانتی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ درست نہیں کہ حکومت افغانستان' پاکستان اور موجودہ حکومت کی اس لئے مخالفت کر رہی ہے کہ اس کا نیشنل عوامی پارٹی سے کوئی رشتہ ہے۔ حقیقت حال یہ ہے 1834ء سے جب سے کہ رنجیت سنگھ نے دریائے سندھ سے اس پار افغانستان کے علاقوں کو میر دوست محمد سے چھین کر پنجاب کا حصہ بنایا اس وقت سے لے کر آج تک حکومت افغانستان ہر اس حکومت کی مخالفت کرتی آئی ہے جو اس علاقے پر قابض رہی ہے چاہے وہ سکھ تھے یا انگریز یا اب پاکستان ہے۔ پاکستان کے قیام اور اقوام متحدہ میں پاکستان کے داخلہ کے وقت جب کہ نیشنل عوامی پارٹی کا وجود نہیں تھا حکومت افغانستان نے پاکستان کی اقوام متحدہ میں شمولیت کی مخالفت کی اور پاکستان کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ افغانستان نے انگریزوں سے بار بار ان علاقوں کا مطالبہ کیا اور انگریزوں کے انکار پر اس نے اپنے تعلقات روس سے جوڑنے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں انگریزوں اور افغانستان کے درمیان تین جنگیں ہوئیں۔ افغانستان نے کسی دور میں ان علاقوں سے دستبردار ہونے کے تصور کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں اس کی جدوجہد جاری رہی۔

حکومت افغانستان کے کسی خاص طرز فکر و عمل کو نیشنل عوامی پارٹی کے تعلقات کا نتیجہ بنا کر پیش کرنا سوائے بہانہ جوئی کے اور کچھ نہیں۔

بلوچستان میں وفاقی حکومت کی جانب سے دانستہ جو بدامنی پیدا کی گئی' اگر افغانستان یا کوئی اور حکومت اس کا فائدہ اٹھاتی ہے تو اس کی ذمہ داری سوائے وفاقی حکومت کے کسی دوسرے پر عائد نہیں کی جا سکتی۔

یہی طرز عمل موجودہ حکومت کے پیشرؤں نے مشرقی پاکستان میں اختیار کیا۔ مشرقی پاکستان کے لوگوں کے آئینی اور جائز حق سے انکار کیا گیا اور وہاں کے لوگوں کے جمہوری احتجاج کو فوجی کارروائی اور طاقت سے دبانے کی کوششیں کیں جس کے نتیجے میں پاکستان ٹوٹ گیا بعینہ وہی طریقہ کار بلوچستان میں اختیار کیا گیا ہے۔ اور اس فطری قانون اور حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے کہ "آگ (ظلم و زیادتی) میں ہر وقت اور ہر جگہ جلانے کی طبعی خاصیت موجود ہے۔ جب بھی اس میں ہاتھ ڈالا جائے گا چاہے وہ بنگال ہو یا بلوچستان' وہ طبعی خاصیت کے تحت ضرور جلائے گا۔"

وفاقی حکومت کے وزراء اور ان کی طرح کے جاہل خوشامدی یہ کہتے نہیں تھکتے کہ مشرقی پاکستان ہماری قوت کے مرکز سے دور تھا وہاں فوجی کارروائی تسلی بخش طور پر نہیں ہو سکتی تھی اور ہندوستان نے روس کی سرپرستی کی بنا پر مداخلت کی۔ اس لئے ہم نے مشرقی پاکستان میں شکست کھائی۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر مشرقی پاکستان کے لوگوں کو طاقت سے دبایا جاتا تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟ اور مشرقی پاکستان کے لوگ آئندہ پاکستان میں کس جذبے سے رہتے؟ اس میں شک نہیں کہ طاقت کے بل بوتے پر نو آبادیاں سیاسی برتری اور مملکتوں کے سرحدی اور جغرافیائی حدود تو قائم اور مٹ سکتے ہیں۔ نئے غلام بنائے جا سکتے ہیں اور پرانے غلام آزاد ہو سکتے ہیں مگر قوت کے ذریعے سے اتحاد بھائی چارہ اور ایک قوم وجود میں نہیں آ سکتی۔ تاریخ کے ہر دور میں جب کسی قوم نے تاریخ کے عمل کے نتیجے میں جنم لیا ہے' ہمیشہ مشترکہ سود وزیاں' رضاکارانہ اتحاد اور ایک دوسرے کے حقوق و جذبات کے احترام اور حسن سلوک کا محتاج رہا ہے تلوار کے وار اور بندوق کی نالی میں یہ صلاحیت کبھی نہیں رہی کہ وہ ایک قوم کو جنم دے۔

20- اجمل خٹک نیشنل عوامی پارٹی کا جنرل سیکرٹری نہیں اور نہ اجمل خٹک افغانستان نیشنل عوامی پارٹی کے علم آگاہی یا ہدایات کے تحت گیا ہے۔ جب نیشنل عوامی پارٹی کو اجمل خٹک کے افغانستان چلے جانے کا علم ہوا۔ پارٹی نے اپنی پہلی سنٹرل کمیٹی کی میٹنگ میں اجمل خٹک کو نکال کر اس کی جگہ سید محمد قسور گردیزی کو نیشنل عوامی پارٹی کا سیکرٹری جنرل مقرر کیا۔ اس لئے نیشنل عوامی پارٹی اجمل خٹک کے کسی قول و فعل کی ذمہ دار نہیں۔

21- اس پیرے کا جواب خود خان عبدالولی خان دے رہے ہیں۔

22- یہ غلط ہے نیشنل عوامی پارٹی افغانستان کی مدد سے دھماکوں اور تخریب کاری یا حیات محمد خان شیرپاؤ کے قتل میں ملوث ہے۔ دراصل ان چیزوں سے نیشنل عوامی پارٹی کا کوئی تعلق نہیں۔

نیشنل' عوامی پارٹی کی تاریخ سیاسی قتلوں سے داغدار نہیں۔ پیپلز پارٹی خود اپنی اور اپنے معاونوں کی خبر لے اور گریبان دیکھے۔ خان عبدالولی خان اپنی چارسدہ کی تقریر میں خود بیان کر چکے ہیں۔

23- جتنے بھی اقبالی بیانات کروائے گئے ہیں وہ ڈر' لالچ اور بے پناہ اذیت رسانی یا اس کے ڈر کے نتیجے میں ہوئے ہیں۔ بلوچستان یا ملک کے کسی دوسرے حصے میں اقبالی بیان اخذ کرنے کا جو طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔ وہ کسی بھی ناکردہ گناہ کو تسلیم کرا سکتا ہے۔

وجوہات (Grounds)

1- وجوہات کی شق نمبر 1 میں صرف اس قدر درست ہے کہ پاکستان' عوام کے جمہوری ارادہ اور خواہش کے نتیجے میں وجود پذیر ہوا۔

جہاں تک نظریہ پاکستان کا تعلق ہے۔ اس کے بارے میں' میں نے ریفرنس کے جواب (9) کے جزو دوم میں تفصیلی بحث کی ہے۔ جس کے

دہرانے کی ضرورت نہیں۔

یہ غلط ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے راہنماؤں نے اس حقیقت اور یقین میں شک کیا یا اس کو مشکوک بنانے کی کوششیں کیں۔

مملکت پاکستان وجود پانے کی جو اساس سائل نے پیرا نمبر 1 میں دیا ہے، نیشنل عوامی پارٹی نے سختی کے ساتھ اس کی پابندی اور یقین اور اعتقاد کے پختہ کرنے میں شروع سے جدوجہد کی ہے۔

نیشنل عوامی پارٹی نے اپنی اٹھارہ سالہ سیاسی زندگی کے ہر موڑ پر اور کٹھن سے کٹھن تر دور میں عوام کے جمہوری ارادہ کے احترام میں بڑی سے بڑی قربانی دینے سے گریز نہیں کیا۔ آج بھی موجودہ حکومت اس جرم کی پاداش میں نیشنل عوامی پارٹی کے خلاف اپنی تمام تعزیری قوتوں کو روبکار اور جنبش میں لائی ہے۔

ایوب خان کے دور میں جب کہ موجودہ حکمران اس مطلق العنان حکمران کے وزیر اور کارندے کی حیثیت سے ان کی خدمت گزاری کے فرائض انجام دے رہے تھے تو نیشنل عوامی پارٹی کے راہنما عوام کے جمہوری ارادوں اور خواہش کے احترام میں اور جمہوریت کے تحفظ کے جرم میں جائیدادوں کی ضبطی اور قید و بند کی سزائیں بھگت رہے تھے۔

بلوچستان میں موجودہ حکومت کی طرح ایوب خان کے دور حکومت میں بھی جمہوریت اور عوام کے ارادہ کے احترام کے تحفظ کے جرم میں فوجی کارروائی، بمباری اور نسل کشی کا ہر حربہ استعمال میں لایا گیا۔

بلوچستان میں لوگوں کے گھروں کو بمباری سے جلا کر خاکستر بنایا گیا۔ ان کے مال مویشی اور دوسرے ذرائع زیست لوٹ مار اور غارت گری سے تباہ کئے گئے۔ لاکھوں روپوں کے مال مویشی پنجاب اور سندھ کی مختلف منڈیوں میں نیلام ہوئے قلی کیمپ جیسے فوجی کیمپوں میں سینکڑوں لوگ قید و بند اور مختلف قسم کی اذیتیں برداشت کرتے رہے۔ یہ سب کچھ لوگوں کے جمہوری ارادہ اور خواہش کی سرفرازی کے جرم کی پاداش میں ہمارے ساتھ ہوا۔ جب کہ موجودہ حکمران جن کی حیثیت اس ریفرنس میں سائل کی ہے اس وقت بھی ان ہمہ اختیار (مطلق العنان) فوجی آمروں کے بغل بچوں کی حیثیت سے جمہوریت کے حامی اور عوام کے جمہوری ارادہ و خواہش کا احترام کرنے والوں پر ظلم ڈھا رہے تھے اور آج بھی وہ لوگ ہم لوگوں کو جمہوری ارادہ کی مخالفت کے الزام میں مجرم ٹھہرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

2- پیرہ نمبر 2 سے انکار کیا جاتا ہے۔

3- پیرہ نمبر 3 کے اندر مندراج مواد سے انکار کیا جاتا ہے اس پیرے میں جہاں تک قومیتوں کا ذکر ہے، اس پر میں نے ریفرنس کے جواب میں پیرا نمبر 9 میں تفصیلی بحث کی ہے۔

4- پیرہ نمبر 4 میں مندرجات سے انکار کیا جاتا ہے۔

د- اس پیرے کے مندرجات سے بھی انکار کیا جاتا ہے اور ریفرنس کے جواب میں پیرا نمبر 16 میں اس کی وضاحت آچکی ہے۔

6- اس پیرے کے مندرجات سے انکار کیا جاتا ہے اور ریفرنس کے جواب میں اس کی تفصیل آچکی ہے۔

7- پیرہ نمبر 7 کے مندرجات کی صحت سے انکار کیا جاتا ہے۔ تفصیل پہلے دی جا چکی ہے۔

8- پیرہ نمبر 8 کے مندرجات کو تسلیم نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس کا بھی سختی سے انکار کیا جاتا ہے۔ آزاد بلوچستان اور پاکستان سے باہر پشتونستان سائل کی اپنی اختراع ہے۔ نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے کسی راہنما نے بھی آزاد بلوچستان اور پاکستان سے باہر پشتونستان کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

9- پیرہ نمبر 9 کے مندرجات سے انکار کیا جاتا ہے۔

العبد

میر غوث بخش بزنجو

نوٹ:- میں بیان کرتا ہوں کہ جملہ ضمنات مذکورہ بالا میرے علم و اطلاع سے درست ہیں۔

میر غوث بخش بزنجو

نیپ کا افغانستان کے ساتھ گٹھ جوڑ

افغان حکومت نے مسٹر آغا شاہی، سیکرٹری، وزارت امور خارجہ حکومت پاکستان کے دورے کو منسوخ کر کے بھی نیشنل عوامی پارٹی کی تحریک پختونستان اور بلوچستان میں بغاوت کے لئے اپنی سرگرم حمایت کا مظاہرہ کر دیا ہے، جو صدر داؤد اور وزیراعظم پاکستان کے درمیان سربراہی اجلاس منعقد کرنے کی غرض سے ابتدائی بات چیت کے لئے 15 فروری 1975ء کو کابل جانے والے تھے۔

افغان حکومت نے اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ اس نے حقیقتاً اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر کرٹ والڈ ہائم کو ایک خط (اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 1/31) لکھ کر اس صورت حال کو بین الاقوامی رنگ دینے کی کوششیں کیں، جن میں ان سے کہا گیا کہ وہ بین الاقوامی برادری کو اس بات کے لئے آمادہ کرنے کے اقدامات کریں کہ وہ حکومت پاکستان کو اس بات کا قائل کرنے کے لئے فوری اور ضروری اقدامات کرے کہ وہ بلوچستان میں اپنی پالیسی پر مزید عملدر آمد سے باز رہے، علاقہ میں امن و سلامتی برقرار رکھنے کے متعلق اپنے فرض اور ذمہ داری کو پورا کرے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی ختم کرے۔"

یہ خط (اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 1/31) اس نوٹ پر ختم ہوا کہ ایسے ہی پیغامات اسلامی مملکتوں کے سارے سربراہوں اور اسلامی ملکوں کی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل کو بھیجے گئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ وزیراعظم پاکستان نے اس خط کے جواب میں جو خط یکم اکتوبر 1974ء کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو لکھا تھا (ملاحظہ ہو اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 2/31) اس میں ان الزامات کی تردید کی جو اس خط میں لگائے گئے تھے اور افغان حکومت پر لازم لگایا کہ وہ "پاکستان میں بعض برگشتہ عناصر کی بڑی سرگرمی سے حوصلہ افزائی اور امداد کر رہی ہے کہ وہ قتل، لوٹ مار، سبوتاژ اور دہشت انگیزی کی کارروائیاں کریں۔" اس میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس علاقہ کی صورت حال "ہمارے اندرونی معاملات میں افغانستان کی مسلسل مداخلت اور مملکتوں کی علاقائی سالمیت اور خود مختاری کے احترام اور ان کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کے متعلق اصولوں کی خلاف ورزی کے سبب سے پیدا ہوئی ہے۔"

اس سلسلہ میں ایک طرف سردار داؤد اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اور دوسری طرف وزیراعظم پاکستان اور اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے درمیان جو خط و کتاب ہوئی اسے بھی آر۔ اے ڈبلیو 31/3-6 کے طور پر داخل کیا گیا ہے۔ ایک دوسرے خط میں بھی، جو مسٹر عزیز احمد وزیر مملکت، وزارت امور خارجہ نے لکھا (اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 7/31) اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی توجہ اس بات کی طرف دلائی گئی ہے کہ "پاکستان کے خلاف افغانستان کا رویہ جارحانہ ہے اور وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں بالکل ہی بلا جواز مداخلت کے لئے اقوام متحدہ کی آڑ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

سردار داؤد حقیقت میں یہ غلط تاثر قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بلوچستان کی سرحدوں پر پیدا ہونے والی صورت حال ویسی ہی تھی جیسی 1971ء میں مشرقی پاکستان میں تھی جب بہت سے پناہ گزین سرحد پار کر کے ہندوستان چلے گئے تھے۔ جو پناہ گزین مشرقی پاکستان سے ہندوستان چلے گئے تھے ان کی تعداد کے متعلق رپورٹوں کی درستی پر بحث کئے بغیر صرف یہ بتانا ضروری ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی موازنہ نہیں تھا کیوں کہ جو افغان باشندے صدر داؤد کے برسراقتدار آنے کے بعد افغانستان میں خوف و ہراس کی فضا پیدا ہونے کی وجہ سے حقیقتاً پاکستان میں داخل ہوئے تھے ان کی تعداد ان لوگوں سے کہیں زیادہ تھی جو بھاگ کر افغانستان گئے تھے۔ مسٹر کرٹ والڈہائیم کے نام مسٹر عزیز احمد کے خط کے مطابق (اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 7/31) سترہ ہزار سے زیادہ افغان سرحد پار کر کے پاکستان میں آئے تھے جب کہ اس کے مقابلے میں افغانستان کے دعویٰ کے مطابق 344 بلوچوں نے وہاں پناہ لی تھی، (ملاحظہ ہو اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 3/31) ان میں بلوچستان کے باغی سرداروں کے زیادہ تر عزیز و اقارب تھے جنہوں نے ایسا اس وجہ سے کیا تھا کہ افغان حکومت کو یہ بہانہ مل جائے کہ وہ بین الاقوامی تنظیموں کو اس مسئلے کی طرف متوجہ کرے۔

سپریم کورٹ کا فیصلہ
نیپ کی جانب سے تشدد کی وکالت

فاضل اٹارنی جنرل نے دوسری بہت سی تقریریں بھی ریکارڈ پر رکھی ہیں۔ جن میں مسٹر ولی خاں نے حیات محمد خاں شیرپاؤ مرحوم کو براہ راست دھمکیاں دیں۔ انہوں نے سردار عطاء اللہ مینگل کی ایک تقریر کا حوالہ دیا ہے جو انہوں نے 22 اپریل 1973ء کو مستونگ میں ایک جلسہ عام میں کی (اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 2/28 (208) اس تقریر میں انہوں نے اس وقت کی برسراقتدار حکومت کو غیر آئینی قرار دیا اور ان سرکاری ملازمین کو نتائج سے متنبہ کیا جو مذکورہ حکومت کے احکام کی تعمیل کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا "اگر ہمارے ساتھی، دوست اور طلباء رہا نہیں کئے گئے تو جیلوں کے انچارج افسروں کو عوام کے غیظ و غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

پھر 18 جولائی 1973ء کو ایک پریس کانفرنس میں جس کی خبر اسی تاریخ کے "جنگ" کوئٹہ میں شائع ہوئی (اقتباس آر اے ڈبلیو 35/6) سردار عطاء اللہ مینگل نے اعلان کیا۔

"حکومت نے آئین کی خلاف ورزی کی ہے اور عوام کو جمہوری حقوق سے محروم کیا ہے۔ ہم اس معاملے کو پہاڑوں میں طے کریں گے۔ اب ہماری جدوجہد اسمبلی میں نہیں ہوگی۔"

کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد بلوچستان میں بغاوت شروع ہوئی۔

جنگ کوئٹہ کے مطابق (اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 2/28 (183) 21 جولائی 1973ء کو ایوب سٹیڈیم کوئٹہ میں اپنی تقریر کے دوران سردار خیر بخش مری نے حکومت کو متنبہ کیا کہ عوام حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے۔ تقریر کا مکمل متن اور اس کی ٹیپ ریکارڈنگ بھی آر اے ڈبلیو 1/26 اور آر۔ اے۔ ڈبلیو 26/ایم۔ 1 کے طور پر پیش کر دی گئی ہے۔

ایک اخباری بیان میں جو جنگ، کوئٹہ مورخہ 11 فروری 1973ء میں شائع ہوا۔ (اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 2/28 (180) سردار خیر بخش مری کے بارے میں اطلاع ہے کہ انہوں نے اعلان کیا۔

"میں نواب اکبر بگٹی اور ان کے ٹولے پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ دشمن کو بلوچستان کے پہاڑوں میں دفن کر دیا جائے گا۔ بلوچستان کے عوام کو ان کے جمہوری حقوق سے محروم کرنے کی ساری کوششوں کا ڈٹ کا مقابلہ کیا جائے گا۔ ہم آخری فتح ہونے تک بلوچستان کے ہر انچ کے لئے لڑیں گے۔ بلوچستان میں مسلح افواج کو تعینات کر کے بگٹی اور قیوم، بھٹو ٹولے کی حمایت کے باوجود خوفناک نتائج سے نہیں بچ سکتے۔"

اس سلسلہ میں بند کمرے میں ہونے والے ایک جلسہ پر بھی بھروسہ لیا گیا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سردار عطاء اللہ مینگل کی حکومت کی برطرفی کے چار دن بعد کوئٹہ میں چیف منسٹر ہاؤس میں منعقد ہوا۔ الزام لگایا گیا ہے کہ اس جلسہ میں نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈر پورے صوبہ میں ہنگامہ کرنے کے ارادہ پر تبادلہ خیالات کرنے کے لئے اکٹھا ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں سردار خیر بخش مری جو اس وقت بلوچستان نیشنل عوامی پارٹی کے صدر تھے۔ مسٹر ہاشم غلزئی اور مسٹر عبدالوحید کرد' جو پاکستان سینٹ ارکان تھے اور نیشنل عوامی پارٹی کی مجلس عاملہ کے ارکان بھی شریک تھے۔

فاضل اٹارنی جنرل نے اس پمفلٹ پر بھی بھروسہ کیا ہے جسے مسٹر اجمل خٹک نے "گولی کے بدلے گولی" کے عنوان سے انگلینڈ میں جاری کیا جس میں مسٹر اجمل خٹک نے پاکستان میں سبوتاژ اور بموں کے دھماکوں کے ہونے والے 113 واقعات کا کریڈٹ لینے کا دعویٰ کیا ہے۔ فاضل اٹارنی جنرل کہتے ہیں ریفرنگ اتھارٹی ان میں سے 48 کی تصدیق کرتی ہے اور بموں کے دھماکوں اور سبوتاژ کی دوسری کارروائیوں کی ایک فہرست' جن کی تصدیق کی گئی ہے' (اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو 3/1 کے طور پر) پیش کی گئی ہے اس فہرست میں جنوری 1975ء کی مدت کے لئے مندرجہ ذیل 590 واقعات درج ہیں:

-1	شمال مغربی سرحدی صوبے اور قبائلی علاقوں میں دھماکے	180
-2	بلوچستان کے مینگل اور مری علاقوں میں سبوتاژ دہشت پسندی کے واقعات اور فائرنگ	136
-3	بلوچستان کے دوسرے علاقوں میں واقعات	19 + 34
-4	پنجاب میں دھماکے	21
-5	بلوچستان میں دھماکے	17
-6	سندھ میں دھماکے	1
-7	بلوچستان میں ذرائع مواصلات کو توڑنے کی کارروائیاں	59
-8	شمال مغربی سرحدی صوبہ اور قبائلی علاقوں میں فائرنگ اور سبوتاژ دہشت پسندی کی دوسری کارروائیاں	122

بلوچستان میں نیپ کی بغاوت

"بلوچستان میں پاک فوج کی موجودگی کا یہ مطلب ہو گا کہ انجام کار یہ صوبہ پاکستان کا ایک حصہ نہیں رہے گا...... مت بھولئے کہ اس صوبے سے دلچسپی رکھنے والی متعدد طاقتیں موجودہ صورت حال پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔"

مسٹر غوث بخش بزنجو

مباحثہ قومی اسمبلی' 25 مارچ 1973ء

"بلوچ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن اور پختون سٹوڈنٹس فیڈریشن کے انقلاب پسند نوجوانوں کی اکثریت (جس میں نیپ اور پختون زلمے کا جنگ جو طبقہ بھی شامل ہے) گولی کا جواب گولی سے دینے میں یقین رکھتی ہے۔ ان میں سے فعال عناصر یا تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر باقاعدہ جنگی کارروائیوں میں مصروف ہیں یا اپنے خفیہ حامی گروہوں کی مدد سے حکومت پاکستان کو دہشت زدہ کر رہے ہیں۔ جہاں تک باقی ماندہ کا تعلق ہے' وہ اس حکومت کو یونیورسٹیوں' سکولوں اور بازاروں میں پریشان کر رہے ہیں۔"

مسٹر اجمل خٹک

ص 22' پمفلٹ "بلٹ فار بلٹ"

"نیپ کی مسلح جدوجہد اور اس جماعت کی طرف سے قبائیوں کو بغاوت پر اکسانے کے ضمن میں یہ کہہ دینا کافی ہو گا کہ ان کے خفیہ ٹھکانوں سے بڑی بھاری تعداد میں مزید اسلحہ' جس میں طیارہ شکن ہتھیار بھی شامل ہیں' برآمد کرنے کا سلسلہ بدستور جاری ہے' جیسا کہ حال ہی میں مستونگ کے قریب ایک مقام پر ہوا ہے۔ یہ اسلحہ اور سامان جنگ افغانستان میں لایا گیا تھا اور اس کے ساتھ فارسی میں چھپی ہوئی وہ ہدایت بھی تھیں جو اصل میں افغان فوج کے سپاہیوں کے لئے چھاپی گئی تھیں۔"

مسٹر یحییٰ بختیار

اٹارنی جنرل فار پاکستان سپریم کورٹ

آف پاکستان میں افتتاحی تقریب

ریفرنگ اتھارٹی نے یہ دکھانے کے لئے شہادت پیش کی ہے کہ بلوچستان کے باغیوں کو افغان حکومت اسلحہ اور گولہ بارود سپلائی کر رہی ہے۔

بغاوت اور تخریب کاری کے سوال پر غور کرنے سے پہلے فاضل اٹارنی جنرل نے پہلے مختلف کتابوں کے حوالے سے ان اصلاحات کا صحیح مفہوم ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے قانون کی شدت کی کارروائیوں پر 1972ء ایڈیشن' فرینک کٹسن (FRANK KITSON) کی کتاب کا حوالہ دیا ہے جس میں فاضل مصنف نے "تخریب کاری" کا مفہوم بتایا ہے کہ "مسلح طاقت کے استعمال سے کم سارے غیر قانونی اقدامات جو کسی ملک کے باشندوں کا ایک طبقہ ان لوگوں کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے کرے جو اس وقت ملک پر حکمرانی کر رہے ہوں یا انہیں ایسے کام کرنے پر مجبور کرے جو وہ نہیں کرنا چاہتے۔"

اسی فاضل مصنف نے "بغاوت" کی تعریف یہ کی ہے کہ اس میں باشندوں کے ایک طبقے کی طرف سے مندرجہ بالا مقاصد کے لئے (تخریب کاری کے تحت) حکومت کے خلاف "مسلح طاقت کا استعمال" شامل ہے۔ اس تعریف کے مطابق "بغاوت" اور "تخریب کاری" دونوں ایک ہی ملک میں ایک ہی وقت میں ہو سکتی ہے اور دونوں میں سے کسی ایک یا دونوں کی حمایت کوئی ایسا غیر ملک کر سکتا ہے جو اس کا محرک ہو سکتا ہے۔

یہ تعریفیں اتنی وسیع ہیں کہ ان میں "روایتی جنگ کی چوکھٹ تک پہنچ جانے والا عملاً ہر قسم کا ہنگامہ" شامل ہے۔ حقیقت میں اسی مصنف نے ایسی تخریب کاری اور بغاوت کی جو مثالیں دی ہیں جن میں اقتصادی' سیاسی' نفسیاتی اور فوجی کارروائیاں شامل ہیں۔ ان سب کا مقصد کسی ملک میں مسلمہ حکومت کو اکھاڑ پھینکنا معلوم ہوتا ہے۔ چین کے چیئرمین ماؤزے تنگ کی مثال اعلیٰ درجے کی مثال کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ بلاشبہ ان کی اسکیم کے پیش نظر مقصد یہ تھا کہ ایک باقاعدہ انقلابی فوج کے ذریعے حکومت کو اکھاڑ پھینکا جائے اور یہ فوج گوریلا فوجیوں کے ساتھ مہم کی ایک طویل مدت تک کام کرتی رہی اور اس دوران ملک کی آبادی کو بھی "اس مقصد کی حمایت کے لئے باقاعدہ تربیت دی جاتی رہی اور منظم کیا جاتا رہا۔"

دوسری مثال جو پیش کی گئی ہے وہ قبرص کے جنرل گریواس کی ہے۔ بغاوت کی کارروائی کے منصوبے میں ان کا مقصد یہ تھا کہ "کشیدگی کے عمل کے ذریعے حکومت کی طاقتوں کو ہراساں و پریشان بعدہ' مشتعل کر کے اخلاقی فتح' حاصل کی جائے۔ انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ وہ گوریلوں کے ذریعے باقاعدہ فوجیوں کو شکست نہیں دے سکیں گے۔ لیکن انہیں یہ توقع تھی کہ ان کی مہم سے بالآخر قبرص کے سوال پر بین الاقوامی برادری کی توجہ مبذول ہو گی۔

الجیریا میں بھی مکمل پیمانے پر گوریلا کارروائی کے ذریعے میدان میں فرانسیسی فوج کو شکست دینے کا ابتدائی مقصد بھی تیزی سے ترک کر دیا گیا کیوں کہ قومی محاذ آزادی کو بھاری نقصانات اٹھانے پڑے۔ محاذ نے اپنے منصوبے کو بدل کر جنرل گریواس کا منصوبہ بنایا تاکہ مسلمہ طور پر قائم حکومت کو ممکن حد تک زیادہ سے زیادہ ہراساں کرے۔

جو کچھ بھی ہو' تخریب کاری اور بغاوت کے درمیان حد فاصل بہت ہی باریک ہے۔ "تخریب کاری غیر محسوس طور پر بغاوت میں ضم ہو جاتی ہے۔ جو پیمانے کے ایک سرے پر سبوتاژ کرنے والے یا دہشت گردی کرنے والے چھوٹے گروہوں کی سرگرمیوں پر محیط ہے لیکن جو عملی حالت میں پھیل کر مسلح آدمیوں کے بڑے گروپوں کی سرگرمیوں کو شامل کر لیتی ہے۔" اگر یہ گروپ تعداد میں زیادہ ہو جائیں اور اس حد تک مسلح ہو جائیں کہ حکومت کی طاقتوں کا مقابلہ کریں تو "بغاوت کثر خانہ جنگی میں ضم ہو جاتی ہے۔"

دوسرے فاضل مصنف ایڈورڈ ہیامس (Edward Hyamis) اپنی کتاب بنام "دہشت پسند اور دہشت پسندی" میں دہشت پسندی کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ "یہ برسراقتدار حکومت کو اکھاڑ پھینکنے یا اس حکومت کو اپنی پالیسیاں تبدیل کرنے پر مجبور کرنے کے ذریعے کے طور پر سیاسی جنگ بازوں کی طرف سے دہشت کا استعمال ہے۔" یہ فاضل مصنف دہشت پسندی کو دو قسموں میں تقسیم کرتا ہے۔ بلاواسطہ اور بالواسطہ۔ ان کے کہنے کے مطابق بالواسطہ دہشت پسندی اس بات پر مشتمل ہے کہ "ایک حکومت کے خلاف یہ مظاہرہ کر کے بدنام کیا جائے کہ یہ اپنے ہی عوام یا ان کی املاک کی حفاظت نہیں کر سکتی۔ امن و امان برقرار نہیں رکھ سکتی اور مختصر یہ کہ یہ اقتدار میں رہنے کے قابل قطعی نہیں ہے۔ دہشت پسند عمارتوں پر بم گرا کر یا انہیں آگ لگا کر، بینکوں کو لوٹ کر، صنعتی کارخانوں کو سبوتاژ کر کے، غیر ملکی سفیروں یا دوسرے ممتاز لوگوں کو اغواء کر کے ابتری پیدا کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ہنری اے کسنجر نے قومی حکمت عملی کے مسائل پر اپنی کتاب کے دیباچے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قومی حکمت عملی میں "ایسی پالیسی آتی ہے جو مغربی ممالک کے کہنے کے مطابق بغاوت سے نمٹنے کے لئے ہو جسے کمیونسٹ قومی آزادی کی جنگیں کہتے ہیں۔"

فاضل اٹارنی جنرل ان تعریفوں کو اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈر بھی اپنے ہی کھلم کھلا اعلانات کے مطابق قومی آزادی کی جنگ میں مصروف ہیں لہٰذا وہ بھی بغاوت کے مجرم ہیں اور دنیا کا کوئی ملک بغاوت کی ایسی کارروائیوں کی روک تھام کے لئے بروقت اقدامات کئے بغیر انہیں جاری رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

مندرجہ بالا تعریف کی روشنی میں فاضل اٹارنی جنرل نے یہ بھی بتایا ہے کہ اگرچہ سہ فریقی معاہدے اور سمجھوتے کے نتیجے میں اس وقت برسراقتدار حکومت نے معمول سے ہٹ کر ایک ایسی پارٹی کی سفارش پر جو کسی لحاظ سے بھی نہ تو وفاقی مقننہ میں اور نہ ہی بلوچستان اور سرحد میں صوبائی مجالس قانون ساز میں اکثریتی جماعت تھی بلوچستان اور صوبہ سرحد میں گورنر مقرر کئے تاہم اس طرح مقرر کردہ گورنروں نے وفاقی حکومت سے عدم تعاون کی پالیسی پر عمل کرنا شروع کیا جو بعد میں بڑھ کر محاذ آرائی اور کھلی خلاف ورزی کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔

اگرچہ گورنروں نے وفاقی حکومت سے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ وہ بعض شرائط کی تعمیل کریں گے لیکن انہوں نے ان شرائط کی خلاف ورزی کی اور ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ:

"قومی سالمیت کو برقرار رکھنے کی ہر کوشش کی جائے۔ نفاق پیدا کرنے والے رجحانات نہ صرف قوم کے لئے نقصان دہ ہیں بلکہ ہمارے بین الاقوامی تعلقات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں لہٰذا آزاد بلوچستان تحریک جیسی تحریکوں کو خواہ وہ ابتدائی درجہ میں ہی ہوں سختی سے دبا دیا جائے اور انہیں اس کی اجازت نہ دی جائے کہ وہ غیر ملکی طاقتوں خصوصاً دوست ملکوں سے ہمارے تعلقات پر اثر انداز ہوں۔" ملاحظہ ہو صدر پاکستان کا خط مورخہ 26 اپریل 1972ء بنام میر غوث بخش بزنجو (اقتباس آر-اے-ڈبلیو '2/20')

مسٹر بزنجو نے دوسرے دن اس خط کا جواب دیا اور ان شرائط کو منظور کیا۔

ایسا ہی دوسرا خط شمال مغربی سرحدی صوبے کے گورنر کو لکھا گیا تھا اور انہوں نے بھی مذکورہ شرائط منظور کی تھیں۔

سردار عطاء اللہ مینگل نے بھی وزیراعلیٰ بننے کے بعد اس وقت کے صدر کا ان کی کارروائی پر شکریہ ادا کیا تھا اور وفاقی حکومت سے پورا تعاون کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

صوبائی گورنروں اور وزرائے اعلیٰ کے پہلے اجلاس کے بعد 11 جون 1972ء کو ایک مشترکہ اعلان جاری کیا گیا تھا جس کی رو سے گورنروں نے اپنے صوبوں میں سیاسی امن کا وعدہ کیا اور اپنے بڑے مقاصد یہ بتائے "بین الاصوبائی ہم آہنگی جماعتی چپقلشوں سے قومی اتحاد کو علیحدہ رکھنا اور کارروائی کی مشترکہ پالیسی اختیار کرنا تاکہ قومی خوشحالی اور استحکام کا دور دورہ ہو۔" اس کے باوجود صرف نو دن بعد یعنی 20 جون 1972ء کو مسٹر ولی خان نے کہا کہ "میری پارٹی اور میں گورنروں کے معاہدے کے پابند نہیں ہیں اور دو مہینے بعد یعنی 31 اگست 1972ء کو لسبیلہ کے ڈپٹی کمشنر نے ساحلی گارڈوں کے ڈائریکٹر جنرل کے نام جو خط لکھا (اقتباس آر-اے-ڈبلیو '3/25(1)) اس میں یہ کہا گیا کہ:

"وزیراعلیٰ بلوچستان نے مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ آپ کو اطلاع دوں کہ آئندہ آپ کی فوج بلوچستان میں صرف اس وقت داخل ہو گی جب لسبیلہ ضلع کے کسی افسر کو اطلاع دے دی جائے اور اس سے اجازت حاصل کی جائے اور وہ یا تو خود ان کے ساتھ جائے گا یا اپنا نمائندہ بھیجے گا اگر اس کی خلاف ورزی کی گئی تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی......"

یہ خط اسسٹنٹ کمشنر حب کو بھی اس ہدایت کے ساتھ بھیجا گیا کہ اگر ساحلی گارڈ بغیر اطلاع کے بلوچستان میں داخل ہوئے تو وہ پولیس، بی آر پی اور لیویز کی مدد سے پارٹی کو گرفتار کر سکتے ہیں۔

ایک دوسری رپورٹ مورخہ 2 جولائی 1972ء (اقتباس آر-اے-ڈبلیو '20/6) کی مطابق بلوچستان کے بعض نیشنل عوامی پارٹی نواز حکام نے مقامی سول ایکس چینج سے فیکر سرکٹ کو اس غرض سے ہٹایا کہ جب آپریٹر ٹرنک کالوں کو سن رہا ہو تو بات چیت سننے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ کہا گیا ہے کہ یہ کام نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈروں نے کیا تاکہ وہ بلوچستان میں مرکزی حکومت کی ایجنسیوں کی سرگرمیوں سے باخبر رہیں۔

پٹ فیڈر کا واقعہ

ریفرنگ اتھارٹی نے الزام لگایا ہے کہ 27 نومبر 1972ء کو تقریباً 1000

مری قبائلیوں نے کچھ پکھیوں اور لاہڑیوں کے ساتھ خود کار ہتھیاروں سے مسلح ہو کر گوٹ محمد حسین اور کچھی ضلع کے پٹ فیڈر نہری علاقے کے بعض دوسرے دیہاتوں میں پنجابی آباد کاروں پر حملہ کیا۔ بہت سے لوگ جن میں بچے شامل تھے ہلاک کئے گئے۔ بہت سی عورتوں اور بچیوں کو اغواء کیا گیا۔ باقی لوگوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کیا گیا' فصلوں کو برباد کیا گیا' آباد کاروں کی زمین پر زبردستی قبضہ کیا گیا اور ان کی منقولہ جائیداد کو لوٹا گیا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ آباد کاروں نے قبائلیوں کے حملوں کے بارے میں صوبائی حکومت کے سامنے شکایت درج کرائی تھی اور اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ سے بھی ملے تھے کوئی اقدامات نہیں کئے گئے اس دہشت گردی کو ختم کرنے کے لئے وفاقی حکومت نے صوبائی حکومت کی درخواست پر فرنٹیئر کور کو حکم دیا کہ حملہ آور قبائل کو روکے اور 2 دسمبر 1972ء کو مری قبائلیوں کو انتباہ کیا گیا کہ وہ 14 دسمبر 1972ء کی صبح تک ان لوگوں کو حوالے کریں جو غیر قانونی کارروائیوں کے ذمہ دار تھے اور مغویہ اشخاص اور لوٹے ہوئے مال کو واپس کریں۔ قبائلیوں نے اس انتباہ کو نظر انداز کیا اور یہ جواب دیا کہ وہ صرف اپنے سردار یعنی خیر بخش مری کی ہدایات کی تعمیل کریں گے۔

پھر 28 نومبر 1972ء کو نیشنل عوامی پارٹی سے منسلک ایک تنظیم بلوچستان اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن نے پاکستان ویسٹرن ریلوے کے غیر بلوچ عملہ پر حملہ کیا اور ایک ریلوے گارڈ کو اغواء کیا۔ دوسرے دن کوئٹہ میں بلوچستان اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کا علاقائی صدر اور دوسرے بہت سے اشخاص کے ساتھ ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ کے دفتر میں داخل ہوا۔ ہیڈ کلرک کو زدو کوب کیا اور آفس سپرنٹنڈنٹ پر حملہ کیا سریاب ریلوے اسٹیشن کے دو اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹروں اور ایک پوائنٹس مین کو بھی نیشنل عوامی پارٹی کے ارکان نے اغواء کیا۔

مزید الزام یہ لگایا گیا ہے کہ بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کی صوبائی حکومت نے اپنے سیاسی مخالفوں کو بلاوجہ گرفتار کرنا شروع کیا اور پورے صوبے میں لاقانونیت کی صورت حال پیدا کی گئی جام صاحب لسبیلہ اور ان کے بیٹے نے ایک پریس کانفرنس بلائی جس میں نیشنل عوامی پارٹی کی صوبائی حکومت کی زیادتیوں کو بیان کیا۔ اس پر 30 دسمبر 1972ء کو جام صاحب لسبیلہ کے بیٹے کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا گیا۔ ایس۔ ایچ۔ او حب پولیس پوسٹ نے 21 جنوری 1973ء کو جام صاحب کے بیٹے کو اس کے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا اور ان سب کو جیل بھیج دیا گیا۔ سرکاری ملازمین کے سرکاری فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ ڈالنے کے الزام میں ضابطہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 186 اور 253 کے تحت مذکورہ شہزادہ یوسف کے خلاف ایک مقدمہ درج کیا گیا۔ مقامی جاموٹوں نے اپنے لیڈروں کی ان غیر قانونی گرفتاریوں کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے 22 جنوری 1973ء کو ایک جلوس نکالا لیکن مقامی پولیس اور لیویز نے ہوا میں فائرنگ کر کے اس جلوس کو منتشر کر دیا۔ اس کے بعد گرفتار شدہ اشخاص پر مقدمہ چلانے کے لئے ایک ٹریبونل کی تشکیل کی گئی۔ اس کا اجلاس بیلا جیل میں ہوا اور اس کا فیصلہ اسسٹنٹ کمشنر کو بھیجا گیا۔ جس نے فوراً 24 جنوری 1973ء کو فوج داری قانون (خصوصی دفعات) آرڈیننس کی دفعات 17 کے تحت شہزادہ یوسف کو مجرم قرار دیا اور اسے حکم دیا کہ ایک لاکھ روپے کی ضمانت اور اتنی ہی رقم کی دو ضمانتیں پیش کرے۔ چار دوسرے اشخاص کو بھی جو اس کے ساتھ گرفتار ہوئے تھے مجرم قرار دیا گیا اور ہر ایک کو دو سال کی قید بامشقت اور ایک ہزار روپے کے جرمانے یا عدم ادائیگی کی صورت میں مزید چھ ماہ کی قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔

بیلا کا واقعہ اور نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت کی برطرفی

23 جنوری 1973ء کو ایسے واقعات کی اطلاع ملی کہ جاموٹوں نے مبینہ طور پر ٹیلی فون کے تار کاٹ دیئے۔ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ سردار عطاء اللہ مینگل نے خود یہ حکم دیا کہ نجی اشخاص کو جو قیاس ہے کہ ان کے حامی تھے سرکاری اسلحہ خانہ سے ہتھیار مہیا کئے جائیں اور ان اشخاص تیز مقامی لیویز اور ایک نئی قائم کردہ دیہی محافظ فورس کے ساتھ اس وقت کے وزیر اعلیٰ نے ذاتی طور پر جاموٹوں کے خلاف کارروائی کی نگرانی کی۔۔ لیویز اور یہ مسلح اشخاص اس علاقے میں 17 اور 26 جنوری 1973ء کو جمع کئے گئے الزام لگایا گیا ہے کہ اس مرحلے پر دیہی محافظ فورس اور خصوصی لیویز کے علاوہ 1400 تا 1500 اشخاص جو 7 ایم ایم یا 302 رائفلوں سے مسلح تھے' وزیر اعلیٰ کے نجی لشکر کے افراد تھے۔ سردار عطاء اللہ مینگل اس کے سپریم کمانڈر تھے اور انہوں نے مختلف قبیلوں سے 18 دوسرے اشخاص کو نائب کمانڈر مقرر کیا تھا اور ہر ایک کو مختلف فرائض سونپے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے علاقے سے باہر نکلنے کے سارے راستوں کو بند کرنے کے بعد حملہ کیا۔ اس طریقے سے کوئی آٹھ ہزار جاموٹ جو بھاگ کر پہاڑوں میں چلے گئے تھے گھیرے میں لے لئے گئے۔ 42 اشخاص ہلاک ہوئے اور وزیر اعلیٰ کی ماتحتی میں (لشکروں) نے لوٹ مار کی۔ وزیر اعلیٰ نے بھی ذاتی طور پر حکم دیا کہ جاموٹوں کو اس وقت تک غذائی رسد بہم نہ پہنچائی جائے جب تک کہ وہ اپنے آپ کو ان کے حوالے نہ کر دیں۔ اس صورت حال میں 31 جنوری 1973ء کو وزیر اعلیٰ سے درخواست کی گئی کہ "اپنی کارروائی ختم کر دیں اور ضلع میں امن و امان کی صورت حال سول مسلح افواج کے حوالے کر دیں۔ وزیر اعلیٰ نے لیت و لعل سے کام لیا اور 3 فروری 1973ء تک کارروائی جاری رکھی لہٰذا وفاقی حکومت کے لئے اس کے سوا کوئی دوسرا چارہ کار نہ تھا کہ پاکستانی فوج کو ڈیفنس آف پاکستان رولز 1970ء کی دفعہ 3 کی ذیلی دفعہ (4) کے تحت یہ حکم دے کہ وہ ضلع لسبیلہ کا کنٹرول سنبھال لیں۔ وفاقی فوجوں کی کمان فرنٹیئر کور کے ڈی آئی جی کرنل محمد خان ملک کو دی گئی۔

انہوں نے بعد میں 5 فروری 1973ء کو اتھل اسلحہ خانہ کا معائنہ کیا لیکن وہ کوئی اسلحہ نہ پایا اور مقامی پولیس کے اسلحہ خانہ کے ریکارڈوں کی چیکنگ کے بعد یہ پتہ چلا کہ 260 رائفلیں اور گولہ بارود کے 34000 راؤنڈ نجی اشخاص کو بغیر کسی قانونی منظوری کے دیئے گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ دیہی محافظ فورس بھی جنہیں بلوچستان کے نیپ وزیر تعلیم میر گل خان نصیر کے سگے بھائی لیفٹیننٹ کرنل سلطان محمد خان کی کمان میں بھرتی کیا گیا تھا اور تربیت دی گئی تھی۔ اپنے ہتھیاروں کے ساتھ پہاڑوں میں روپوش ہو گئے تھے۔

ان ہی حالات کے تحت 10 فروری 1973ء کو صوبائی حکومت کو برطرف کرنا پڑا۔ بریگیڈیئر مظفر (آر۔ اے۔ ڈبلیو) نے اس واقعہ کی تفصیلی رپورٹ ریکارڈ پر رکھ دی ہے جو دستاویز آر۔ اے۔ ڈبلیو 28/1 کے طور پر ہے۔

اس میں مقامی حکام کا بیان ہے لیکن اس سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اس تاریخ سے سردار خیر بخش مری اور سردار عطاء اللہ مینگل کے قبیلوں کی طرف سے کھلی بغاوت کا آغاز ہو چکا تھا اور پھر صوبہ میں یکے بعد دیگرے تیزی سے سبوتاژ کے بہت سے واقعات ہونے لگے اور ان واقعات کی ایک فہرست کا حوالہ پہلے ہی دیا جا چکا ہے۔ ملاحظہ ہو دستاویز آر۔ اے۔ ڈبلیو 3/1 اور یہاں ان تفصیلات کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(ملاحظہ ہو صفحہ 127)

یہ واقعات یقیناً یہ انکشاف کرتے ہیں کہ تخریب کاری اور بغاوت کی کارروائیاں ساری جگہ پھیلی ہوئی تھیں اور تشویش ناک صورت اختیار کر رہی تھیں۔

بلوچستان میں بغاوت کے مراحل

فاضل اٹارنی جنرل نے بلوچستان میں بغاوت کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

1- 26 اپریل 1972ء تا 15 فروری 1973ء یہ وہ مدت تھی جس کے دوران نیشنل عوامی پارٹی کی مخلوط حکومت صوبہ میں برسر اقتدار تھی۔

2- 15 فروری 1973ء سے جون 1974ء کے وسط تک جب مسٹر ولی خان افغانستان کا وسیع دورہ کر کے پاکستان واپس آئے اور اٹارنی جنرل کے کہنے کے مطابق بغاوت اور تخریب کاری کی کارروائیاں اچانک بڑھ گئیں' اور

3- جون کے وسط سے نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی لگنے تک۔

جہاں تک پہلے دور کا تعلق ہے جو شہادت پیش کی گئی ہے وہ یہ دکھانے تک محدود ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈر عوام کو تشدد اور تخریب کاری پر اکسا رہے تھے۔ یہی وہ دور ہے جس کے دوران' ریفرنگ اتھارٹی کے کہنے کے مطابق' نیشنل عوامی پارٹی کے کارکنوں اور ارکان کو جنگجو قوت بننے کے لئے تیار کیا جا رہا تھا اور تربیت دی جا رہی تھی اور انہیں اسلحہ و بارود فراہم کیا جا رہا

ایک شخص مسمی شیر محمد مری عرف شیرو مری کو اس فورس کا کمانڈر مقرر کیا گیا۔ وہ ایک باغی اور نیشنل عوامی پارٹی کا کٹر لیڈر تھا جسے سردار خیر بخش مری اور سردار عطاء اللہ مینگل کی سرپرستی حاصل تھی' حتیٰ کہ مرکزی حکومت نے اسے گرفتار کرنے کے لئے ایک خفیہ پیغام بھیجا تو دونوں سرداروں نے اسے تحفظ دیا اور کوئٹہ سے کوہلو اسلحہ اور گولہ بارود سے لدے ہوئے ایک اونٹ کے ساتھ سبی میں میوند کے مقام پر اس کے پرانے کیمپ بھیج دیا۔ یہ اسلحہ سردار خیر بخش مری کے ذریعے کوئٹہ میں حاصل کیا گیا تھا۔ یہ اسلحہ ایک جیپ میں کوہلو لے جایا گیا اور وہاں سے اونٹ پر تھڈری لے جایا گیا۔

(ملاحظہ ہو دستاویز آر۔ اے۔ ڈبلیو 59/19)

جب وفاقی حکومت کی مسلح افواج لسبیلہ ضلع میں داخل ہوئیں تو گورنر مسٹر بزنجو نے بھی اعلان کیا کہ وہ طاقت کا استعمال کر کے بلوچستان میں فوجی یونٹوں کے داخلے کی مزاحمت کریں گے۔

گورنر اور حکومت بلوچستان کی برطرفی کے بعد قبائلی لشکر' جیسا کہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے بھاگ کر پہاڑوں میں چلے گئے اور وہاں انہوں نے مسلح افواج کی چوکیوں پر چھپ چھپ کر گولیاں چلانا شروع کیں۔ ابتداء میں بیشتر واقعات جھلاوان علاقے تک محدود رہے لیکن بعد میں باغیوں کی سرگرمیاں دوسرے علاقوں میں بھی پھیل گئیں اور تشویشناک صورت اختیار کر گئیں۔

ان سرگرمیوں کی تفصیلات مسٹر محمد عیسیٰ آر۔ اے۔ ڈبلیو 19 نے مہیا کی ہیں تاہم ان کی بیشتر شہادت ایسی اطلاعات پر مبنی ہیں جو الیکٹرانک طریقوں سمیت کھلے اور چھپے ذرائع استعمال کر کے اکٹھا کی گئیں۔ چونکہ یہ گواہ' اسلام آباد میں مرکزی انٹیلی جنس بیورو کے سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں' اس لئے انہیں بلوچستان میں ہونے والے واقعات کا کوئی ذاتی علم نہ تھا سوائے ان اطلاعات کے جو ذیلی بیوروز سے ان تک پہنچائی جاتی تھیں۔ انہوں نے بہت سی دستاویزات بھی پیش کی ہیں جو منجملہ دیگر چیزوں کے ان نوٹوں پر مشتمل ہیں جو مختلف مقامات پر واقع ذیلی بیوروز سے ملنے والی رپورٹوں کو اکٹھا کر کے اور ان کا مطالعہ کر کے مرکزی انٹیلی جنس بیورو مختلف وزارتوں اور دیگر اداروں کے لئے تیار کرتا ہے نیز اصلی اخباری رپورٹیں' مانیٹر کی ہوئی ریڈیو رپورٹیں اور مغربی ممالک سے موصول ہونے والی کتابیں اور اخبارات میں ہم نے شہادت کے قواعد نرم کر کے غیر ممالک سے اکٹھا کی ہوئی اخباری رپورٹوں اور مواد کا حوالہ دیا ہے چونکہ یہ واقعات کی ہم عصر رپورٹیں ہیں جنہیں اس مرحلہ پر ثابت کرنا مشکل ہو گا۔ مدعا علیہ پارٹی اور اس کے لیڈروں کو بھی نوٹس دیا گیا تھا کہ انہیں درخواست میں منسلک کر کے ان کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔ یہ تو مدعا علیہ نے اور نہ ان لیڈروں نے اپنے تحریری بیان میں ان کی درستی پر اعتراض کیا ہے۔

تاہم ایک دوسرے گواہ مسٹر محمد اشرف اصغر' تحصیلدار بکار خاص' بورڈ

ہف ریونیو کوئٹہ (آر۔اے۔ڈبلیو' 14) نے جو خود دیکھا اس کی براہ راست شہادت ہمارے سامنے پیش کی ہے وہ مئی 1973ء میں تحصیل قلات میں منگوچر میں نائب تحصیلدار کی حیثیت سے تعینات کئے گئے۔ ان کے فرائض میں ایک فرض یہ تھا اس علاقے میں فوجداری مقدمات کی تفتیش کریں۔ ایک بس جو 30 جون 1973ء کو کوئٹہ سے قلات سورو پہاڑی علاقے میں آ رہی تھی اسے لوٹنے کے مقدمہ کی تفتیش کرتے ہوئے انہیں باغیوں نے گھیر کر اغوا کر لیا۔ ان کے بیان کے مطابق انہیں باغیوں کے لیڈر کے پاس لے جایا گیا جسے انہوں نے پہچان لیا کہ وہ قلات کے شہزادہ عبدالکریم کا بیٹا سلیمان ہے' اس کیمپ پر انہوں نے بلوچستان اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سابق صدر خیر جان بلوچ' قلات کے ایک باشندہ نواب جان مینگل زئی اور تقریباً دو سو دیگر اشخاص کو بھی پہچان لیا۔ ان کے کہنے کے مطابق یہ اشخاص مینگل قبیلہ کے تھے اور ان کا تعلق بلوچستان کی نیشنل عوامی پارٹی سے بھی تھا۔ انہیں اگلی صبح کو رہا کر دیا گیا۔ انہوں نے اس معاملہ کی اطلاع تحصیلدار کو اور قلات میں متعین فوجی حکام کو دی۔

(دستاویز آر۔اے۔ڈبلیو' 3/14)

اگست 1973ء میں ان کا تبادلہ نائب تحصیلدار کی حیثیت سے خضدار ہوا اور پھر فوراً ہی بعد وہ تحصیل کے تحصیلدار انچارج بنا دیئے گئے' وڈھ سردار عطاء اللہ مینگل کا آبائی شہر ہے۔ انہیں اس جگہ یہ دیکھنے کا ذمہ دار بنایا گیا کہ ان علاقوں میں حملہ آور باغیوں کو خوراک فراہم نہ کی جائے چونکہ انہوں نے موثر اقدامات کئے۔ اس لئے ان کے بہت سے دشمن پیدا ہو گئے۔ اور نومبر 1973ء میں ان کا تبادلہ وڈھ سے منگوچر کر دیا گیا۔

4 دسمبر 1973ء کو قلات کے ڈپٹی کمشنر نے انہیں خضدار بلایا۔ وہ شام کی بس سے منگوچر سے خضدار روانہ ہوئے وہاں ڈپٹی کمشنر نے انہیں ایک خفیہ مشن دیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ پھر وڈھ جائیں۔ وہ 6 دسمبر 1973ء کو وڈھ روانہ ہوئے۔ لیکن جب وہ 6 دسمبر 1973ء کو ایک ٹرک پر جس کا مالک ایک شخص مسمی محمد پناہ تھا وڈھ سے واپس خضدار جا رہے تھے تو واہر کے علاقے میں 19 یا 20 کے قریب باغیوں نے ان کے ٹرک کو روک لیا۔ انہیں پھر اغواء کیا گیا اور تین دن اور تین راتیں پیدل اور اونٹ پر سفر کرنے کے بعد انہیں قلات ضلع کی تحصیل اور یناچ کے سور گڑھ علاقہ کے ایک مقام بنام ڈھروگی لایا گیا وہاں انہیں باغیوں کے کمانڈر جن کا نام سردار مہراللہ مینگل ہے اور جو سردار عطاء اللہ مینگل کے بھائی ہیں' کے سامنے پیش کیا گیا اس موقع پر باغیوں نے انہیں تقریباً ایک سال تک حراست میں رکھا۔ اس حراست کے دوران انہوں نے بہت سی تنظیمیں دیکھیں اور انہوں نے سردار عطاء اللہ مینگل کے ایک دوسرے بھائی سردار ضیاء اللہ مینگل' سردار عطاء اللہ مینگل کے بیٹے منیر احمد' محمد امین اور محمد چکی' سردار عطاء اللہ مینگل کی بیوی کے بھائی اور بہت سے دوسرے لوگوں کو پہچانا' انہوں نے بتایا ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ آدمیوں کو تربیت دی جا رہی تھی اور پھر مارچ تا اپریل 1974ء پندرہ پندرہ آدمیوں کی جماعتیں سبوتاژ اور تخریبی کارروائیاں کرنے کے لئے بلوچستان اور سندھ کے مختلف مقامات پر بھیجی جاتی تھیں۔ اپنے مشن سے واپس آنے کے بعد وہ سردار مہراللہ مینگل کو رپورٹیں دیتے تھے۔ جب رپورٹیں دی جاتی تھیں تو وہ وہاں موجود ہوتے تھے انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ 50 روپے اور 100 روپے کے کرنسی نوٹوں کی شکل میں بہت سی رقمیں کیمپ میں وصول ہوتی تھیں۔ اور یہ رقمیں کیمپ میں راشن اور دیگر سامان فراہم کرنے کے لئے فراخدلی سے خرچ کی جاتی تھیں۔ جو لوگ کیمپ میں اطلاعات پہنچاتے تھے انہیں بھی رقم دی جاتی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص مسمی خدا بخش مینگل وڈھ اور کراچی سے عموماً راشن' اسلحہ اور گولہ بارود لایا کرتا تھا۔ انہوں نے کیمپ میں کی جانے والی تقریریں بھی سنیں جن میں سردار عطاء اللہ مینگل کی خدمات کی تعریف کی جاتی تھیں کہ انہوں نے بلوچستان کو پنجابیوں سے نجات دلائی اور ون یونٹ کو توڑا۔ انہیں یہ علم ہوا کہ اب ان اشخاص کا مشن بلوچستان کو پاکستان سے آزاد کرانا تھا۔ انہیں یہ باتیں اس لئے معلوم ہو سکیں کہ کیمپ میں ان سے باورچی کا کام لیا جاتا تھا۔ نتیجہ کے طور پر انہیں کیمپ کے اندر چلنے پھرنے کی خاصی آزادی تھی۔

تاہم نومبر 1974ء میں جب مرکزی حکومت نے اس علاقہ میں فوجی کارروائی کا آغاز کیا تو سردار مہراللہ مینگل ایک چھوٹی جماعت کے ساتھ کیمپ سے نکل کر سندھ کی طرف چلے گئے اور دوسروں کو ہدایت کی کہ یہاں ٹھہرے رہیں لیکن جب فوجی کارروائی کی وجہ سے خطرہ بڑھا تو باغیوں نے ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت شروع کی اور نومبر کے آخری ہفتہ کے لگ بھگ وہ ایک جگہ پر پہنچے جس جگی کہتے ہیں۔ اس وقت کیمپ میں صرف 15 یا 16 اشخاص رہ گئے تھے باقی چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس مرحلے پر گواہ کسی صورت سے 23 اور 24 نومبر 1974ء کو پہنچا۔ جہاں فرسٹ بٹالین' ایس ایس جی کے کرنل یعقوب کی کمان میں ایک یونٹ واقع تھی اس نے بٹالین کے کمانڈر کے سامنے اپنے اغوا' نظربندی اور فرار کی پوری رپورٹ پیش کی۔

اس گواہ نے یہ بھی بتایا کہ جب حکومت نے 14 اپریل 1974ء کو ریڈیو پر عام معافی کا اعلان کیا تو سردار مہراللہ مینگل نے اس سے کہا کہ انہوں نے اپنے بعض آدمیوں کو وڈھ میں ایک پوسٹر لگانے کے لئے بھیجا جس میں ان کے مطالبات درج تھے۔ یہ پوسٹر ہاتھ سے لکھا گیا تھا۔ اور خاص مطالبات یہ تھے کہ ان کے لیڈروں کو رہا کیا جائے اور پاکستان کی فوج کو اس علاقہ سے واپس بلایا جائے۔

اس گواہ کو ان انکشافات کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو اس نے کئے ہیں' عدالت کے معاون وکیلوں اور اس عدالت نے کچھ تفصیل سے جانچا ہے اور وہ آزمائش پر پورا اترا لہٰذا ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اس کی

شہادت کا یقین نہ کریں جس میں صداقت کا اثر ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ بات اور گواہ مسٹر محمد موسیٰ (آر۔اے۔ ڈبلیو' 19) کے ذریعے اٹارنی جنرل کی طرف سے پیش کردہ رسمی شہادت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا تھا وہ اگر کھلی بغاوت نہیں تو بغاوت ضرور تھی اور اس لئے حکومت کے لئے یہ کہنے کا سبب ہے کہ ایسی بغاوت پاکستان کی خود مختاری اور سالمیت کے لئے سنگین طور پر مضر تھی۔

مرکزی حکومت کی ذمہ داری

جیسا کہ سر مورس گیری جے نے نماردروت مجدار بنام شہنشاہ کے مقدمہ (اے۔ آئی۔ آر 1942ء ایف سی صفحہ 22) میں کہا "ہر حکومت کا یہ اولین اور بنیادی فرض ہے کہ امن و امان کا تحفظ کرے کیوں کہ امن و امان ساری تہذیب اور انسانی خوشی کی ترقی کے لئے ضروری شرط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات یہ فرض اس طریقے پر پورا کیا گیا ہے کہ علاج مرض سے بدتر ہوتا ہے لیکن ذمہ داری کے معاملہ میں اس کی حیثیت اس لئے ختم نہیں ہو جاتی کہ جن لوگوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے انہوں نے اسے برے طور پر انجام دیا ہے---- مملکت کا یہی جواب ان لوگوں کے لئے ہے جو اس پر حملہ کرنے یا اسے برباد کرنے کی غرض سے اس کے سکون میں خلل ڈالتے ہیں تاکہ عام ہنگامہ پیدا ہو اور بدامنی کو فروغ ہو یا جو دوسروں کو ایسا کرنے پر اکساتے ہیں۔

اگر اس فرض کے سلسلے میں یہ صحیح پوزیشن ہے جو کسی ملک میں قانون کے ذریعے قائم کردہ حکومت پر بغاوت اور تخریب کاری کو روکنے کے لئے عائد ہوتی ہے تو مسٹر بزنجو اور سردار عطاء اللہ مینگل نے اپنے تحریری بیان میں جو دلائل پیش کئے ہیں کہ انہیں خود مرکزی حکومت کی غیر آئینی کارروائیوں کی وجہ سے بدامنی پیدا کرنے کی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا' ان کا کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا۔

ہم فاضل اٹارنی جنرل کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ صوبائی حکومت کو یہ کہنے کا حق نہیں تھا کہ وفاقی حکومت کی قوتیں اپنے حسب معمول فرائض کی بجا آوری کے سلسلے میں کسی صوبے میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتیں جب تک وہ صوبہ ایسا کرنے کی اجازت نہ دے۔ ایسا دعویٰ صاف طور پر غیر آئینی اور بالکل ہی نامناسب ہے ایک بار جب صوبائی خود مختاری کی حدود متعین کر دی گئی ہیں اور شعبوں کو صوبوں اور مرکز کے درمیان تقسیم کر دیا گیا ہے تو کسی صوبائی حکومت کو یہ حکم دینے کا حق نہیں ہے کہ وفاقی حکومت کی ایجنسیاں مرکز کے تحت باقاعدہ آنے والے موضوعات سے متعلق اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے کسی صوبہ کے اندر داخل نہیں ہو سکتیں یا نقل و حرکت نہیں کر سکتیں۔ ایسا کرنے کی کوشش کا مطلب صاف طور پر یہ ہے کہ خود آئین کو تباہ کرنے یا صوبہ کی مکمل آزادی گاڑھوی کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے لہٰذا ہم یہ بات تسلیم نہیں کر سکتے کہ بلوچستان کی صوبائی حکومت اس قوت کی مزاحمت کر کے جو وفاقی حکومت اس صوبے میں اگر تقریباً ایک مسلح بغاوت نہیں تو بغاوت کو فرو کرنے کے لئے استعمال کر رہی تھی' اپنی ہی سرگرمیوں کے میدان میں قانونی طور پر کام کر رہی تھی۔

بلوچستان کی بغاوت میں نیشنل عوامی پارٹی کا ملوث ہونا

یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ تحریری بیانات میں لسبیلہ اور پٹ فیڈر کے واقعات سے انکار نہیں کیا گیا در حقیقت یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ پولیس کے اسلحہ خانے سے مقامی لوگوں میں اسلحہ تقسیم کیا گیا تھا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ ان علاقوں میں پیدا ہونے والی امن و امان کی صورت حال پر قابو پانے کے لئے یہ کیا گیا تھا۔ فاضل اٹارنی جنرل قدرتی طور پر سوال کرتے ہیں کہ امن و امان کی صورت حال کس نے پیدا کی تھی اگر اس سے ان کی مراد وفاقی قوتوں کا داخلہ ہے جو امن و امان کا تحفظ کرنے کے لئے گئی تھیں تو تحریری بیان میں جو تسلیم کیا گیا ہے اس کا صاف مفہوم بغاوت کا اقرار کرنا ہے۔ لہٰذا یہ ریفرنگ اتھارٹی کے مقدمہ کو ثابت کر دیتا ہے۔

ہمارے خیال میں اس دلیل میں بڑی قوت ہے اور اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے اگر بلوچستان میں حقیقت میں اس قسم کی کارروائیاں واقع ہوئیں جن کا الزام ریفرنگ اتھارٹی نے لگایا ہے تو وہاں جو کچھ کیا گیا وہ آئین کو تباہ کرنے اور ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا گیا تھا مسٹر محمد اشرف (آر۔ اے۔ ڈبلیو' 14) کی شہادت سے یہ صاف طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ پہاڑوں میں جو کیمپ قائم کیا گیا تھا۔ جس کی دھمکی سردار عطاء اللہ مینگل نے پہلے دی تھی وہ حقیقت میں باغیوں کا کیمپ تھا جو نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈروں کے بغاوت کے منصوبے پر عمل کر رہے تھے تاکہ ایک آزاد بلوچستان کے قیام کا مقصد حاصل کریں۔ ریکارڈ پر جو شہادت پیش کی گئی ہے اس کی بناء پر ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں کوئی پس و پیش محسوس نہیں کرتے کہ بلوچستان میں بڑے پیمانے پر بغاوت اور تخریب کاری ہو رہی تھی اور اس کی تنظیم اور رہنمائی نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈر کر رہے تھے۔ یہ بات بھی کہ نیشنل عوامی پارٹی کے صرف چند لیڈر اس میں شامل ہوں گے اور ایک پارٹی کی حیثیت سے نیشنل عوامی پارٹی اس میں شریک نہیں تھی ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہے کیوں کہ اصغر نے شہادت دی ہے کہ اس نے کیمپ میں بیشتر اشخاص کو پہچانا کہ وہ نیشنل عوامی پارٹی کے ارکان تھے اور مینگل قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے' ہمارے سامنے خود پارٹی کی قراردادیں بھی ہیں جن میں باغیوں کی حمایت کی گئی ہے اور انہیں "بہادر حریت پسندوں" کا نام دیا گیا ہے۔

پہلی قرارداد نیشنل عوامی پارٹی کی مرکزی مجلس عاملہ کی ہے جو 3 اور 4 مئی 1975ء کو کوئٹہ میں ہونے والے ایک اجلاس میں منظور کی گئی۔ (دستاویز

- اے - ڈبلیو' 107/19) اس اجلاس میں مجلس عاملہ نے شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کی حکومتوں کی برطرفی پر مرکزی حکومت پر سخت حملہ کیا۔ حالانکہ شمال مغربی سرحدی صوبے میں نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت کو برطرف نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس نے بلوچستان میں حکومت کی برطرفی سے ہمدردی کے طور پر استعفےٰ دیا تھا۔ اس نے ان کارروائیوں کی بھی مذمت کی جو مرکزی حکومت نے بلوچستان میں کیں اور آئین کے متعلق یہ کہا کہ یہ "ایک شخص کی حکومت کو بچانے اور سامراجی اور دیسی مفاد پرستوں کا تحفظ کرنے کی ایک تدبیر ہے۔" اور پھر ایک طرف لوگوں سے کہا کہ "آئین کو جمہوری بنانے کے لئے جدوجہد جاری رکھیں۔" اور دوسری طرف مرکزی حکومت سے کہا کہ ابتری کے عمل" کو روکے اور " دہشت کا راج" ختم کرے جو بلوچستان میں پچھلے ڈھائی ماہ سے جاری ہے۔ تاہم یہ تسلیم کرتی ہے کہ سبب خواہ کچھ ہو' بلوچستان میں "مکمل ابتری اور انتشار" اور "ہنگامہ" کی حالت طاری ہے۔

دوسری قرار داد نیشنل عوامی پارٹی کی مرکزی مجلس عاملہ کی ہے جس کا اجلاس 15 اور 16 مئی 1973ء کو لاہور میں منعقد ہوا (اقتباس آر-اے-ڈبلیو' 108/19) اس اجلاس میں مرکزی مجلس عمل نے اپنے اس خیال کا اعادہ کیا کہ بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت کی برطرفی غیر آئینی تھی۔ اس نے مرکزی حکومت کی مذمت کی اور بلوچستان سے مسلح افواج کی فوری واپسی کا مطالبہ کیا۔ مرکزی مجلس عاملہ نے اپنے صدر (مسٹر عبدالولی خان) کو بھی یہ اختیار دیا کہ اپنے مطالبات کی حمایت میں رائے عامہ ہموار کرنے کی غرض سے پورے ملک میں "یوم بلوچستان" منانے کے لئے ایک تاریخ کا اعلان کیا۔

اس کے بعد مرکزی مجلس عاملہ کی ایک قرار داد ہے جو 4 اگست 1973ء کو اسلام آباد میں منعقدہ اجلاس میں منظور ہوئی (اقتباس آر- اے- ڈبلیو' 106/19) اس کا تعلق خاص طور پر اس صورت حال سے ہے جو بلوچستان نیشنل عوامی پارٹی نواز حکومت کی برطرفی کے بعد پیدا ہوئی یہ قرار داد بلوچستان میں مرکزی حکومت کی کارروائی کو "فوج اور بلوچستان کے باشندوں کے درمیان محاذ آرائی" قرار دیتی ہے اور عوام سے اپیل کرتی ہے کہ وہ "اور بھی مضبوطی سے متحد ہو جائیں اور بھٹو حکومت اور امریکی سامراج کے زرہ پوش مکا کو کچل دیں جو عوام کو ان کی زندگی اور آزادیوں سے محروم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔" اور امید کرتی ہے کہ "بلوچی باشندے اور پاکستانی باشندے اپنی سلامتی کے اس عظیم خطرے سے کامیاب ہو کر نکلیں گے اور ان کے دشمنوں کو ایک بار پھر زمین بوس ہونا پڑے گا۔"

آخیر میں مرکزی مجلس عاملہ کی ایک اور قرار داد ہے جو 6/7 اور 8 جولائی 1974ء کو کوئٹہ میں منعقدہ ایک اجلاس میں منظور ہوئی (اقتباس آر- اے- ڈبلیو' 105/19) اس اجلاس نے 15 مئی 1974ء کے بعد بھی جب عام معافی کا اعلان کیا گیا تھا' "بلوچستان کے باشندوں کے خلاف کئے گئے سفاکانہ اقدامات پر اپنے غم کے گہرے جذبات کو ریکارڈ پر رکھا اور پھر بھی یہ اپنے بہادر بھائیوں کو ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہے کہ انہوں نے جمہوریت کے پرچم کو بلند کیا اور خون کی پیاسی شخصی حکومت کے ایک ٹولے کے وحشیانہ حملہ کی حقارت کے ساتھ خلاف ورزی کی۔" اس کے بعد قرار داد یہ کہتی ہے

"جو قیمتی خون وہ لوگ بہا رہے ہیں وہ رائیگاں نہیں جائے گا۔ یہ اس آمرانہ دور حکومت کی بنیادوں کو ہلا دے گا' بلوچستان کے باشندے جمہوریت' بنیادی حقوق' عوام کی حاکمیت اور صوبائی خود مختاری کے مقاصد کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اس طرح وہ پاکستان کے خود وجود کے لئے لڑ رہے ہیں اور اس جدوجہد میں پاکستان کے سارے باشندے ان کے پیچھے ہیں۔ لہٰذا یہ اجلاس انہیں یقین دلاتا ہے کہ ان کی فتح نہ صرف یقینی ہے بلکہ اب قریب ہے۔ یہ اجلاس سرحد' پنجاب اور سندھ کے باشندوں کو بھی مشورہ دیتا ہے کہ وہ دلیر بلوچ باشندوں کے نقش قدم پر چلیں اور اس جدوجہد میں شریک ہوں جس کا آغاز انہوں نے کیا تاکہ جمہوریت' صوبائی خود مختاری' قانون کی حکومت اور عوام کی حاکمیت کا مشترکہ مقاصد حاصل کریں۔"

اس اجلاس میں منظور شدہ ایک دوسری قرار داد میں مرکزی مجلس عاملہ نے حکومت سے یہ بھی کہا کہ مندرجہ ذیل اشخاص کی کتابوں پر سے پابندی ہٹائے۔

-1	حبیب جالب	-2	اجمل خٹک
-3	جی ایم سید	-4	شیخ ایاز
-5	حیدر بخش جتوئی	-6	میر گل خان نصیر
-7	یوسف لودھی		

یہ بات دیکھی جا سکتی ہے کہ مسٹر اجمل خٹک' نیشنل عوامی پارٹی کے جنرل سیکرٹری تھے اور اب تک جنرل سیکرٹری ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور میر گل خان نصیر نیشنل عوامی پارٹی کی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔

مرکزی مجلس عاملہ کی ایک اور قرار داد بھی جو 13 تا 15 اپریل 1974ء کو اسلام آباد میں منعقدہ ایک اجلاس میں منظور ہوئی (اقتباس آر- اے- ڈبلیو' 104/197) اس اجلاس نے بھی بلوچستان کے باشندوں کے خلاف "فوجی کارروائی" کے جاری رکھنے پر سخت تشویش کا اظہار کیا اور نیشنل عوامی پارٹی کے سارے یونٹوں سے کہا کہ وہ بلوچ باشندوں کی حمایت میں ایک زبردست مہم چلائیں اور یہ مطالبہ کریں کہ فوجی اور دوسری مسلح فورسز واپس بلائی جائیں اور سارے بلوچ لیڈروں اور کارکنوں کو غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے تاکہ صورت حال کو معمول پر لانے کے لئے سازگار فضا پیدا ہو۔

نیشنل عوامی پارٹی نے اسی اجلاس میں عزم کے ساتھ اعلان کیا کہ:

"یہ پارٹی اپنی اس مسلسل اعلان کردہ پالیسی سے نہیں ہٹی ہے کہ مرکز کو صرف دفاع' امور خارجہ' کرنسی اور مواصلات دیا جائے اور نیشنل عوامی

رٹی یک طرفہ طور پر ایسے معاہدے کی پابند نہیں رہے گی جس کی دوسری پارٹی پہلے ہی خلاف ورزی کر چکی ہے' نیشنل عوامی پارٹی ایک بار پھر حکومت کو متنبہ کرتی ہے کہ ملک کے عوام اور نیشنل عوامی پارٹی' پاکستان کے مختلف صوبوں کے حقوق پر کسی قسم کی دست اندازی کی اجازت نہیں دے گی۔"

اس اجلاس نے حکومت سے یہ بھی کہا کہ خان عبدالغفار خان کی نقل و حرکت پر سے ساری پابندیاں فوراً اٹھائے۔

اس اجلاس نے یہ بھی اعلان کیا کہ:

"بلوچستان کے باشندوں کی جمہوری جدوجہد جاری رہے گی اور تیز ہو گی اور مجلس عاملہ سارے جمہوریت پسند عوام سے اپیل کرتی ہے کہ وہ بلوچستان کے برسرپیکار افراد کے ساتھ مستحکم طور پر صف بندی کریں کیوں کہ ان کی جدوجہد فاشزم وغیرہ کے خلاف ہے۔"

مجلس عاملہ نے بالآخر "بلوچستان کے بہادر لڑنے والوں سے کہا کہ وہ اپنی جمہوری جدوجہد کو جاری رکھیں اور تیز کریں کیوں کہ صداقت اور انصاف ان کے حق میں ہے اور ان کی جنگ یقینی طور پر فتح و کامرانی سے سرفراز ہو گی۔"

ان قرار داد کا ترجمہ اردو میں بھی کیا گیا ہے اور نیشنل عوامی پارٹی کے تمام ارکان میں تقسیم کیا گیا (ملاحظہ ہو' ترجمہ شدہ ایسی کاپی محمد عیسیٰ خان' آر-اے-ڈبلیو 19 نے پیش کی ہے جسے اقتباس آر-اے-ڈبلیو' 104/19 کے طور پر رکھا گیا ہے۔)

ہمارے خیال میں یہ قرار دادیں شبہے کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑتیں کہ بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا تھا اس کی مکمل حمایت نیشنل عوامی پارٹی بہ حیثیت جماعت کر رہی تھی۔ پارٹی نے خود بلوچستان کے "بہادر لڑنے والوں" کو سلام کیا۔ ان کو ہر قسم کی مدد کا یقین دلایا اور ان سے کہا کہ اس جدوجہد کو جاری رکھیں لہٰذا کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ پارٹی کے صرف چند گمراہ لیڈر مرکزی مجلس عمل اور پارٹی کی منظوری یا علم کے بغیر ان تخریبی سرگرمیوں میں مصروف تھے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا نہیں تھا۔

عدالت کے ایک معاون وکیل مسٹر سردار خان نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قرار دادوں کی ان سائیکلو اسٹائل کاپیوں کی صداقت ثابت نہیں ہوئی ہے ہم اس خیال کو مسترد کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ کاپیاں انٹیلی جنس برانچ کی تحویل سے آ رہی ہیں لیکن ہمیں یہ شک کرنے کے لئے کوئی وجہ نظر نہیں آ رہی کہ یہ قرار دادوں کی اصلی کاپیاں ہیں جو مجلس عاملہ کے اجلاسوں میں منظور ہوئیں انہیں ارکان میں گشت کرایا گیا تھا۔ جن کی فہرست ایک گشتی مراسلے کے ساتھ منسلک ہے جسے پارٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر قسور گردیزی نے جاری کیا تھا۔ انہیں 15 ٹمپل روڈ لاہور میں واقع مرکزی دفتر کے ایماء پر بھی چھاپا گیا تھا لہٰذا اس شہادت کو مسترد کرنے کی کوئی وجہ ہمیں نظر نہیں آتی۔ یہ مرکزی مجلس عمل کی قرار دادوں کی صحیح کاپیاں ہیں جنہیں پولیس کی انٹیلی جنس برانچ نے اپنے حسب معمول فرائض کی بجا آوری کے دوران حاصل کیا تھا۔

پارٹی کے یہ دعوے بھی کہ چونکہ یہ ایک جمہوری تنظیم ہے لہٰذا اسے اپنے لیڈروں کی انفرادی کارروائیوں کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔ اس عدالت میں پیش آنے والے واقعہ سے جھٹلائے جا چکے ہیں۔ ایک طرف تو پارٹی کی قرارداد واضح ہدایت کرتی ہے ریفرنس کا دفاع کیا جائے اور پارٹی کے صدر کو کوئی اختیار نہیں دیتی کہ کارروائیوں سے الگ ہو جائے۔ تاہم جب مسٹر ولی خان نے واک آؤٹ کیا اور عدالت کی کارروائیوں سے الگ ہوئے تو پارٹی نے بلا جھجک اور صدر کے رویے کی منظوری دینے کے لئے کوئی تازہ قرار داد منظور کئے بغیر ان کی پیروی کی لہٰذا پارٹی کے لئے یہ کہنا فضول ہے کہ یہ اپنے صدر اور دوسرے لیڈروں کے اقوال و اعمال کی پابند نہیں ہے جب کہ یہ ثابت نہ کر دے کہ اس نے ان کی نامنظوری کے لئے قرار دادیں منظور کیں یا یہ وضاحت کر دے کہ وہ پارٹی کے خیالات کی نمائندگی نہیں کرتی۔

فاضل اٹارنی جنرل کے کہنے کے مطابق 1974ء - 1975ء کے دوران سرحد' بلوچستان' پنجاب اور سندھ کے صوبوں میں اور قبائلی علاقوں میں سبوتاژ' دہشت پسندی' ذرائع مواصلات میں خلل اندازی اور بموں کے دھماکوں کی کارروائیاں جن کی تفصیل اقتباس آر-اے-ڈبلیو' 3/1 میں دی گئی ہے' الگ تھلگ کارروائیاں نہیں تھیں بلکہ دہشت پسندی کی ایک سوچی سمجھی سکیم کو ظاہر کرتی تھیں جس کے پیچھے افغانستان حکومت کی مالی امداد سے کابل میں بیٹھے ہوئے مسٹر اجمل خٹک کا دماغ تھا اور افغان حکومت نے کھلم کھلا اعلان کیا تھا کہ:

"پٹھانوں اور بلوچوں کے خلاف حکومت پاکستان کی طرف سے طاقت اور اسلحہ کے استعمال سے افغانستان بے تعلق نہیں رہ سکتا۔"

اس منصوبے کے مطابق مسٹر اجمل خٹک نے پہلے ان قبائلی طلبہ کو پاکستان کے خلاف منظم کرنے پر توجہ مرکوز کی جو یا تو خوشحال خان کالج یا افغانستان کے دوسرے کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور ان کے ذہن میں پختونستان کا تصور جاگزیں کیا گیا۔

اس کے بعد افغان حکومت کی مدد سے انہیں پلوں کو اڑانے' مواصلاتی نظاموں کو تباہ کرنے' طیارہ شکن اقدامات اور پاکستان میں پختونستان کے حق میں پراپیگنڈہ کرنے کی تکنیک کی تربیت دی گئی' اس سکیم میں کم و بیش اس طرز کی حکمت عملی اختیار کی گئی جو بنگلہ دیش کے قیام کے لئے 1971ء میں اختیار کی گئی تھی۔

ریفرنگ اتھارٹی نے ان سرگرمیوں سے نیشنل عوامی پارٹی کا تعلق بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں یہ بتایا ہے کہ جب مسٹر عبدالولی خان 15 جون 1974ء کو افغانستان کے راستے سے پاکستان واپس آئے تو اس کے فوراً بعد اس کی سرگرمیوں کی رفتار تیز ہو گئی۔ مجموعی فہرست

(اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو' 3/1) کے مطابق جون 1974ء کے وسط سے نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی لگنے تک بلوچستان کے صرف مری علاقے میں 44 واقعات' مینگل علاقے میں گیارہ واقعات اور بلوچستان کے دوسرے علاقوں میں 15 واقعات ہوئے' 20 جون 1974ء اور 26 جون 1975ء کے درمیان بلوچستان میں ذرائع مواصلات میں خلل ڈالنے کے 47 واقعات ہوئے اور تین دن کے اندر یعنی 27 جولائی 1974ء اور 31 جولائی 1974ء کے دوران بلوچستان میں ذرائع مواصلات میں خلل ڈالنے کے 47 واقعات ہوئے اور تین دن کے اندر یعنی 27 جولائی 1974ء اور 31 جولائی 1974ء کے دوران بلوچستان میں بموں کے 5 دھماکے ہوئے۔ جون 1974ء کے وسط سے 9 جنوری 1975ء تک بلوچستان میں سبوتاژ اور دہشت پسندی کے واقعات بشمول بموں کے دھماکے اور ذرائع مواصلات میں خلل اندازی کی کل تعداد 122 ہوئی۔ ریفرنگ اتھارٹی کے کہنے کے مطابق ان واقعات میں اکتوبر 1974ء تک جب کہ قرطاس ابیض (اقتباس آر۔اے۔ڈبلیو' 6(4) جاری کیا گیا تھا۔ حکومت کی طرف مندرجہ ذیل نقصانات ہوئے۔

		ہلاک ہونے والوں کی تعداد	زخمیوں کی تعداد
-1	باقاعدہ فوج کا عملہ	87	93
-2	سول مسلح افواج	34	79
-3	بلوچستان ریزرو پولیس	21	16
-4	منسلک سویلین	2	3

اسلحہ اور گولہ بارود کے بڑے ذخیرے بھی ان باغیوں کی نشاندہی پر مستونگ اور زہری گھاٹ علاقوں سے برآمد کئے گئے جو اس مدت کے دوران پکڑے گئے تھے (ملاحظہ ہو اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو' 3/6 اور آر۔ اے۔ ڈبلیو' 1/29) ان برآمدگیوں پر شبہ نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ریفرنگ اتھارٹی نے ان کی باقاعدہ تصویریں پیش کی ہیں۔

(ملاحظہ ہو اقتباس آر۔اے۔ڈبلیو' 1/29)

بدقسمتی سے ریفرنگ اتھارٹی نے جو الزامات لگائے ہیں کہ مسٹر اجمل خٹک نے پاکستان میں اس بڑے پیمانے کی بغاوت کو منظم کرنے اور اس پر عملدرآمد کرانے میں کردار ادا کیا۔ وہ زیادہ تر ذرائع کی رپورٹوں پر مبنی ہیں ہم اس سبب سے قبول نہیں کر سکتے کہ وہ سنی سنائی شہادتیں ہیں۔ بعض شہادتیں بھی انٹیلی جنس رپورٹوں اور رودادوں پر مشتمل ہیں جو محکمہ انٹیلی جنس وزیراعظم اور دوسرے حکام کے لئے تیار کرتا ہے چونکہ یہ بھی ماتحت عملہ انٹیلی جنس بیورو سے موصول ہونے والی اطلاعات پر مبنی ہیں اور بیورو نے انہیں ایسے ذرائع سے حاصل کیا جو بتائے نہیں گئے ہیں لہٰذا ان کی وہی حیثیت ہے اور ان پر بھی وہی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد سنی سنائی باتوں پر ہے۔

تاہم واقعات کی فہرست یعنی اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو' 2/1' بلوچستان میں ہونے والے بہت سے واقعات کی حقیقی رپورٹ ہے ان پر پورا بھروسہ کیا جا سکتا ہے کیوں کہ انہیں حکومت کے افسران نے تیار کیا ہے اور ایک بہت ہی ذمہ دار آفیسر نے انہیں ثابت کر دیا ہے۔

بلوچستان میں بغاوت سے متعین جو دستاویزات آر۔ اے۔ ڈبلیو' 19 کے سلسلے کے طور پر رکھی گئی ہیں جن کی طرف ہم پہلے ہی اشارہ کر چکے ہیں ان کی بھی وہی حیثیت ہے اور ان پر بہ آسانی بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

ان کے علاوہ اس پمفلٹ (اقتباس آر۔ اے۔ ڈبلیو' 9/6) پر بھی بھروسہ کیا گیا ہے جسے مسٹر اجمل خٹک نے "گولی کے بدلے گولی" کے عنوان سے انگلستان میں جاری کیا' اس میں مسٹر اجمل خٹک نے خود 113 واقعات کے کریڈٹ کا دعویٰ کیا ہے لیکن حکومت نے صرف 58 واقعات کی تصدیق کی ہے۔

ہماری رائے میں یہ باتیں فاضل اٹارنی جنرل کی اس بات کو کافی حد تک ثابت کرتی ہیں کہ بغاوت اتنے بڑے پیمانے پر تھی کہ قانون کے ذریعے قائم شدہ کوئی حکومت خاموش تماشائی کی حیثیت سے نہیں رہ سکتی تھی اور باغیوں کو اپنی سبوتاژ اور تخریبی کارروائیاں جاری رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ حکومت کا یہ اہم فریضہ تھا کہ ان کارروائیوں کو روکے خواہ وہ اس کے لئے طاقت کا استعمال ہی کرنا پڑے۔

تاہم یہ سوال باقی رہتا ہے کہ ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے نیشنل عوامی پارٹی بغاوت کی ان بڑے پیمانے کی کارروائیوں کی ذمہ دار یا ان میں ملوث یا ان سے منسلک تھی یا نہیں اور کس حد تک تھی۔ ہم نے نیشنل عوامی پارٹی کی مرکزی مجلس عاملہ کی قراردادوں کا پہلے ہی اس غرض سے حوالہ دیا ہے کہ ان کارروائیوں کی مذمت کرنے کی بجائے انہوں نے ان کا جواز ثابت کیا اور اپنے "بہادر لڑنے والوں" کو نصیحت کی کہ وہ اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔

ان باتوں سے قطع نظر فاضل اٹارنی جنرل نے ان فیصلوں پر بھی بھروسہ کیا ہے جو بلوچستان اور سرحد کے صوبوں میں خصوصی عدالتوں کے سامنے پیش کردہ مقدمات میں دیئے گئے ہیں۔ (اقتباسات آر۔ اے۔ ڈبلیو' 18/1' (19-1) اور یہ ثابت کیا ہے ان مقدمات میں جن میں مجرموں کو سزا سنائی گئی ان میں سے بعض یا تو نیشنل عوامی پارٹی یا پختون زلمے یا پشتونستان سٹوڈنٹس فیڈریشن یا بلوچستان اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے ارکان تھے۔ ایک حالیہ مقدمے میں یعنی مقدمہ نمبر 17 بابت 1975ء (مملکت بنام نثار محمد خان اور دوسرے) ایک ملزم جسے مجرم قرار دیا گیا اسفندیار ولی ہے جو شاہی باغ تحصیل چارسدہ کے خان ولی خان کا بیٹا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جنہیں بعض گواہوں نے بلوچستان اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے لیڈروں کی حیثیت سے شناخت کیا جو اس صوبے میں نیشنل عوامی پارٹی کے جوانوں کا دستہ (یوتھ ونگ) ہے۔

اگر ہم ان فیصلوں میں بیان کئے گئے حقائق کی تکرار کو استعمال کریں تو

جو کچھ فاضل اٹارنی جنرل نے کہا ہے وہ کسی شک و شبے کے بغیر ثابت ہو جاتا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بتایا ہے ہمیں ان فیصلوں کو محض ایک محدود مقصد کے لئے استعمال کرنے کا حق ہے یعنی وہ یہ کہ یہ تصدیق کریں کہ مجرم کون تھے اور آخری نتیجہ کیا ہوا۔ اس لئے ہم ان فیصلوں میں مندرج دوسرے مواد کو استعمال نہیں کر سکتے۔

جو کچھ بھی ہو، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان فیصلوں کو خارج کرنے کے بعد بھی ریکارڈ یہ دکھانے کے لئے کافی ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی کے لیڈروں کی دھمکیوں کے مطابق بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی کی حکومت اور بلوچستان اور سرحد میں نیشنل عوامی پارٹی کے گورنروں کی برطرفی کے بعد ان صوبوں میں بہت بڑے پیمانے پر بغاوت کا آغاز کیا گیا۔ افغانستان سے خان عبدالولی خان کی واپسی کے بعد جون 1974ء کے وسط سے آگے بغاوت کی ان کارروائیوں میں بلاشبہ تیزی آگئی۔ اس بات پر بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ سبوتاژ اور دہشت پسندی کے سلسلے میں گرفتار ہونے والے اشخاص سے ملنے والی اطلاعات کے نتیجے میں مختلف جگہوں سے اسلحہ کے بڑے ذخیرے بھی برآمد ہوئے۔ ہمارے پاس یہ بات بھی ریکارڈ میں ہے کہ مسٹر اجمل خٹک نے اپنے پمفلٹ "گولی کے بدلے گولی" میں سبوتاژ اور دہشت پسندی کی ان کارروائیوں کے لئے کریڈٹ کا دعویٰ کیا ہے ہم نے اب بھی دیکھا ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی کی مرکزی مجلس عاملہ نے کارروائیوں کی مذمت کرنے کے بجائے اپنے کارکنوں کو یہ نصیحت کی کہ جدوجہد جاری رکھیں اور باغیوں کے کارناموں کی تعریف کی جن کو انہوں نے "بہادر لڑنے والے" قرار دیا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بغاوت اتنے بڑے پیمانے پر تھی کہ لیڈروں کی دھمکیوں کے مطابق یہ تقریباً کھلی بغاوت کے برابر تھی۔ اس شہادت پر ہمیں یقین ہے کہ ایک پارٹی کی حیثیت سے نیشنل عوامی پارٹی لاقانونیت کی ان کارروائیوں سے چشم پوشی کر رہی تھی اور ان کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی لہٰذا ان کارروائیوں کے جرم میں شریک تھی۔ اب یہ بات کہتے ہوئے سنی نہیں جا سکتی کہ یہ کارروائیاں محض ان کے بعض گمراہ لیڈروں کی تھیں اگر ایسا ہی تھا تو مجلس عاملہ کو کم از کم ان کی مذمت کرنی چاہئے تھی اور بغاوت اور تخریب کاری کی ایسی کارروائیوں سے خود کو الگ کر لینا چاہئے تھا۔

ان کارروائیوں میں افغان حکومت کے رویہ سے یا اس سوال سے ہمیں کوئی تعلق نہیں کہ وہ پاکستان میں بغاوت کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی یا نہیں۔ لیکن پہاڑیوں میں باغیوں کے چھپائے ہوئے ذخیروں سے اسلحہ اور گولہ بارود کی بڑی مقدار میں دریافت اس نتیجہ پر پہنچانے کے لئے کافی ہے کہ یہ چیزیں کسی غیر ملک سے آ رہی تھیں۔ وہ چیزیں پاکستان میں تیار نہیں کی گئی تھیں۔ مسٹر ولی خان کا یہ دعویٰ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ چونکہ اسلحہ اور گولہ بارود خود صوبہ سرحد میں تیار ہوتا ہے اس لئے انہیں باہر سے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ جو اسلحہ برآمد کیا گیا تھا وہ سب مقامی طور تیار کردہ نہیں تھا۔

افغانستان میں خوشحال خان کالج کے وجود کے بارے میں حکومت پاکستان کو بخوبی علم تھا اور یہ بات بھی اچھی طرح معلوم تھی کہ قبائلی علاقوں کے جوان آدمیوں کو افغانستان کے اس کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا جاتا تھا تاہم ہم ذریعہ کی رپورٹ کو قبول نہیں کر سکتے۔ جو یہ انکشاف کرتی ہے۔ مسٹر اجمل خٹک اس کالج کے طلباء کو پختونستان کے حق میں لڑنے کے لئے تیار کر رہے تھے، انہیں سبوتاژ کی کارروائیاں کرنے اور اسلحہ کا استعمال کرنے کے لئے افغانستان کے مراکز میں تربیت دی جا رہی تھی اور ایک غیر ملکی حکومت انہیں اسلحہ فراہم کر رہی تھی۔ اگر حکومت کو اس بات کی اطلاع تھی تو پاکستان سے طلباء کو اس کالج میں جانے سے روکنے کے لئے اسے اقدامات کرنے چاہئیں تھے۔

تاہم اس سلسلے میں ہم اس بات کا حوالہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتے جو ایک غیر ملکی مبصر جیمس ڈبلیو اسپین نے اپنی کتاب "پٹھان سرحدی زمین" میں اس کالج کے بارے میں کہی ہے یہ درخشاں عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

"اس سلسلے میں "پختونستان" کے انتہائی خطرناک آلات میں سے ایک کابل میں خوشحال خان اسکول ہے یہ اسکول شہر کے مضافات میں ایک پہاڑی کے دامن میں مغل شہنشاہ بابر کے مزار کے قریب واقع ہے۔ 1954ء میں اس میں چھ سال سے اٹھارہ سال کی عمر تک کے 500 طلباء تھے۔ مزید برآں کچھ زیادہ عمر کے سو لڑکے خوشحال خان ہوسٹل میں رہتے تھے لیکن کابل میں مختلف کالجوں میں پڑھتے تھے۔"

"تقریباً ان تمام لڑکوں کو افغان حکومت کی طرف سے فراہم کردہ اسکالر شپ کے ذریعے تعلیم، خوراک اور رہائش مہیا کی جاتی ہے۔ ان میں سے بیشتر کا تعلق پاکستان میں قبائلی علاقہ سے ہے۔"

افغانستان کے جو دوسرے تعلیمی ادارے وزارت تعلیم کے کنٹرول میں ہیں ان کے برعکس خوشحال خان اسکول براہ راست قبائل کے ماتحت ہے یہاں جو سہولتیں مہیا کی گئی ہیں اور تعلیم و تدریس کا جو معیار ہے وہ غالباً افغانستان میں بہترین ہے۔ ذریعہ تعلیم پشتو ہے۔ اور پٹھانوں کی تاریخ، ادب اور روایات پر زور دیا جاتا ہے۔ ثانوی درجوں کے عام مضامین اور انگریزی اور اسلامیات کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

سارے طلبا اجتماعی طور پر ایسے ماحول میں رہتے ہیں جس پر پٹھان ثقافت کی گہری چھاپ ہے۔ سارے اہم قبیلوں کے لڑکے دوستانہ مساوات کی بنیاد پر ساتھ بیٹھتے ہیں جسے ان کے آباؤ اجداد نہ جانتے تھے اور نہ سوچ سکتے تھے۔ پختون ولی کے روایتی تصورات جو گھروں میں ابتدائی طور پر قبیلوں کے درمیان جھگڑوں کے معنی استعمال کئے اور سمجھے جاتے ہیں ان کی تعلیم یہاں پٹھان قوم کے مضمون میں دی جاتی ہے۔

کم از کم خوشحال خان اسکول میں ایک حقیقی پٹھان قومیت کو ترقی دی گئی

ہے۔ بڑی احتیاط سے اس کی نشوونما کی جا رہی ہے اور لڑکوں میں ان کے انتہائی اثر قبول کرنے والی عمر میں ایک اہم اور متقاضی مقصد کا احساس پیدا کیا جاتا ہے۔ بعض پاکستانی ملک (Maliks) جو پختونستان کے مخالف ہیں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے لڑکوں کو اپنے ورثے میں آزاد تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس اسکول میں بھیجتے ہیں کیوں کہ یہ اس سے بہتر ہے جو وہ لائن کے پاکستانی جانب حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ اس خیال کو تسلیم نہیں کرتے کہ ان کے بیٹے کوئی ایسا سیاسی تصور حاصل کر سکتے ہیں جو ان کے اپنے تصور کے خلاف ہو۔

"یہ عقیدہ مشکوک ہے۔ لڑکے لازماً اپنے علاقوں کے فرقوں میں لیڈروں کے طور پر ابھریں گے۔ جوں جوں گروپ در گروپ کی صورت میں لڑکے اسکول سے نکلیں گے وہ اپنے استحقاق کی بنا پر مسلسل اہمیت کی طاقت بنیں گے اور ان ملکوں سے کہیں آگے ہوں گے جو اب "پختونستان" تحریک کی قیادت کر رہے ہیں اور جن کی سیاسی مصلحت کے بہت ہی ترقی یافتہ احساس کی وجہ سے یہ ممکن ہے کہ وہ کسی صورت سرحدی مسئلے کا ایسا حل قبول کر لیں جو یا تو راولپنڈی اور کابل کے لئے تسلی بخش ہو اور خوشحال خان اسکول کا آغاز چاہے کتنا ہی مصنوعی رہا ہو۔ اس کے نتائج خود قبائل سے باہر کسی شخص کے قابو سے باہر ہو سکتے ہیں۔"

سپریم کورٹ آف پاکستان راولپنڈی
ریفرنس نمبر1-
1975ء
زیر دفعہ 6(2) پولیٹیکل پارٹیز ایکٹ 1962ء
اسلامی جمہوریہ پاکستان
بنام عبدالولی خان۔ بیان منجانب میر غوث بخش بزنجو

میرا بیان حسب ذیل ہے:

قبل ازیں کہ میں حوالہ (Reference) اور وجوہات میں مندرج الزامات اور مواد کا جواب دوں، میں عدالت عظمی کے نوٹس میں یہ امر لانا چاہتا ہوں کہ حوالہ (Reference) کے تفصیلی طور پر جواب دینے اور ضمیوں (Annexures) کے شامل کرنے کی تمام سہولتوں سے محروم ہوں۔

اگست 1973ء سے جیل میں ہوں، اس لئے میں اپنا یہ حق محفوظ رکھنا چاہتا ہوں کہ جب عدالت عظمی مجھے یہ سہولت مہیا کرے گی تو مجھے تفصیلات اور ضمیوں کو شامل کرنے کی اجازت ہونی چاہئے۔

یہ کہنا بے جا ہو گا کہ حوالہ اور وجوہات کے تمام الزامات کا تعلق محض چند افراد سے ہے جن میں سے بعض کا تعلق نیشنل عوامی پارٹی سے ہے اور بعض کا نہیں ہے۔

نیشنل عوامی پارٹی پر نہ حوالہ میں اور نہ وجوہات میں کوئی الزام ہے البتہ بہ وزن غزل ہر جگہ نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے رہبروں کا نام ضرور دہرایا گیا ہے مگر کہیں بھی نیشنل عوامی پارٹی کے دستور العمل کا کوئی ذکر نہیں۔

حوالہ بیان کردہ وجوہات میں نیشنل عوامی پارٹی کے صرف پانچ ممبروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے تین پر انہی الزامات سے بعض الزامات کے تحت مختلف عدالتوں میں مقدمات پیش ہیں۔ جن کا حوالہ یا وجوہات میں ذکر لانا، عدالت کی کارروائی میں مداخلت اور ان مقدمات پر بالواسطہ اثر انداز ہونے کے مترادف ہے۔

نیشنل عوامی پارٹی کو اس کے لاکھوں ممبروں اور حامیوں کے انفرادی عمل کا کس طرح ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے جن کا نیشنل عوامی پارٹی سے کوئی واسطہ نہیں نیز ان واقعات کو جو نیشنل عوامی پارٹی کے وجود میں آنے سے دس سال قبل واقع ہوئے ہیں، نیشنل عوامی پارٹی کے حساب میں ڈالا گیا ہے۔ اس طرح پاکستان بننے سے قبل کے واقعات گھسیٹ گھساٹ کر نیشنل عوامی پارٹی سے متعلق اور غیر متعلق اشخاص کے توسط سے نیشنل عوامی پارٹی کے کھاتے میں شامل کئے گئے ہیں۔

یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ بحیثیت نیشنل عوامی پارٹی کے بانی ممبروں میں سے ایک نیشنل عوامی پارٹی کے پس منظر، اس کے اجزائے ترکیبی، ملک کے اس وقت کے معروضی حالات کے پیش نظر نیشنل عوامی پارٹی کی ضرورت اور اس کے بنیادی اغراض و مقاصد کا ذکر کروں۔ نیز اس حقیقت پر بھی مختصر روشنی ڈالوں کہ موجودہ حکومت نے نیشنل عوامی پارٹی پر کیوں پابندی لگانا ضروری سمجھا۔

پاکستان بننے کے کچھ عرصہ کے بعد قائداعظم وفات پا گئے اور اس کے بعد جلد نواب زادہ لیاقت علی خان کو انگریز کی پروردہ نوکر شاہی نے قتل کیا، جس کے بعد پاکستان کلیتہ "نوکر شاہی کے قبضے میں چلا گیا۔

لیاقت علی خان کے قتل اور نوکر شاہی کے عوام کے اقتدار پر قبضہ کا اصل مقصد پاکستان کو بغیر کسی رکاوٹ کے کلیتا" مغربی سامراج کی نو آبادی ملک کے کہنہ مشق جاگیرداروں اور نودولتے طفیلی سرمایہ داروں اور ان کے بیرونی آزمودہ کار سرپرستوں کے استحصال کی آماجگاہ بنانا تھا۔

حکمرانی کے آداب سے ناواقف اجرتی تابعدار نوکر شاہی نے صرف عوام و ملک کی دولت کے لوٹ کھسوٹ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مغربی سامراج اور سرمایہ دار کے ایجنٹ کی حیثیت سے ملک کو مختلف جنگی معاہدوں میں جکڑ کر اس کی آزادی و خود مختاری کو بے معنی بنا دیا۔ پاکستان کی حیثیت بین الاقوامی برادری میں ایک آزاد خود مختار مملکت سے گھٹ کر سامراج کی جھولی بردار بنی اور عملی طور پر پاکستان سامراج کی نو آبادی میں تبدیل ہوا۔

پاکستان اپنے عظیم ہمسایوں روس اور چین کے خلاف جاسوسی اور سازشوں کے اڈہ اور ہندوستان کی غیر جانبداری، جمہوریت اور مغربی سامراج سے سرکشی کے خلاف نکیل کے طور پر استعمال ہونے لگا۔

ان تابعدار اجرتی حکمرانوں کے طرز حکمرانی کا نچوڑ یہ تھا کہ خود اور بیرونی سرمایہ دار سے ملک اور عوام کا استحصال کرنا، مغربی سامراج کے ایجنٹ کی حیثیت سے سامراج کی ترتیب دی ہوئی۔ بین الاقوامی حکمت عملی اور منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا اور اپنے ہمسایوں کے خلاف مخبری کے فرائض سرانجام دینا تھا۔

حکمران طبقے کے اس طرز عمل سے ہمارے تمام چھوٹے بڑے ہمسایہ ممالک ہم سے نالاں و بیزار ہو گئے۔ روس و چین جیسے طاقتور ہمسایہ ممالک پاکستان کو ایشیاء کے قلب میں ناسور کا پھوڑا سمجھنے لگا۔

ملک کے اندر غربت و افلاس، بدانتظامی و بد اعتمادی، خود پروری و اقربا پروری، بے انصافی و نااہلی کی وجہ سے انتشار، بے اطمینانی اور بد اعتمادی کی جو فضا پیدا ہوئی تھی یہ اس وقت اپنے انتہا کو پہنچی جب 1955ء میں بین الاقوامی سامراج کی خواہش اور تقاضوں کو پورا کرنے اور ملک کے اندر نوزائیدہ طفیلی سرمایہ داد اور بیرونی سرمایہ دار کے بے روک ٹوک استحصال کی راہ سے تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کی خاطر مشرقی بنگال کی عددی۔ اکثریت اور موجودہ نئے پاکستان میں مختلف وحدتوں کی خود اختیار کو مملکت پاکستان کو اتحاد و سلامتی کے

نام پر ٹھکانے لگا دیا گیا۔ وحدت مغربی پاکستان اور برابری کی سکیم (Parity Scheme) کو بروئے کار لا کر ملک میں انتشار اور پاکستان کی شکست و ریخت کا بیج بویا گیا۔

چنانچہ ان حالات نے ملک کے ان تمام مخلص و دیانت دار سیاسی کارکنوں' صاحب فراست و بصیرت افراد کو جو انگریز سامراج کے خلاف آزادی کی جدوجہد میں صف اول کے ہر دستے میں شامل تھے اس امر پر مجبور کیا کہ پاکستان کی آزادی' سالمیت اور وقار کے تحفظ کے لئے ایک ایسی تنظیم بنائیں جو ملک کے حکمران ٹولے کی چیرہ دستیوں اور نا اہلیوں سے ملک کو نجات دے۔

چنانچہ 1956ء میں لاہور میں موجودہ پاکستان کے تمام حصوں سے جنگ آزادی کے مخلص سپاہی جمع ہوئے اور انہوں نے ایک تنظیم کی بنیاد ڈالی جس کے اجزائے ترکیبی ذیل تھے:

اجزائے ترکیبی

1- صوبہ پنجاب سے "آزاد پاکستان پارٹی"
2- صوبہ سندھ سے "سندھ محاذ" و "سندھ ہاری پارٹی"
3- صوبہ سرحد سے "خدائی خدمت گار"
4- صوبہ بلوچستان سے "استمان گل" و "درور پشتون"

مندرجہ بالا سبھی جماعتیں ملک میں بگڑے ہوئے حالات کے پیش نظر اپنی انفرادیت کو ختم کر کے ایک جماعت میں مدغم ہوئیں جس کا نام "پاکستان نیشنل پارٹی" رکھا گیا۔

انہی حالات سے متاثر ہو کر مولانا بھاشانی اور ان کے ساتھی مسٹر سہروردی کے ساتھ اختلاف کر کے عوامی لیگ سے علیحدہ ہوئے اور "بھاشانی گروپ" کے نام سے کام کرنا شروع کیا۔

پاکستان نیشنل پارٹی اور عوامی لیگ (بھاشانی گروپ) کے رہبروں نے اس امر کو محسوس کیا کہ اگر ملک میں ایک موثر تنظیم کو جنم دینا ہے تو یہ ضروری ہے کہ ملک کے دونوں حصوں میں اس کا عمل دخل ہو۔

چنانچہ 1957ء میں پاکستان نیشنل عوامی پارٹی اور عوامی لیگ (بھاشانی گروپ) کے اتحاد سے "پاکستان نیشنل عوامی پارٹی" نے جنم لیا۔ نیشنل عوامی پارٹی کے اکثر و بیشتر کارکن اور رہبر آل انڈیا مسلم لیگ اور پاکستان مسلم لیگ کے صف اول کے کارکنوں میں سے تھے۔ اس جماعت کے چار بنیادی مقاصد حسب ذیل ہیں۔

اغراض و مقاصد

1- مملکت پاکستان کی سالمیت' آزادی و خود مختاری کی حفاظت۔
2- پاکستان کے لئے ایک غیر جانبدارانہ' آزاد و غیر وابستہ خارجہ پالیسی کی تشکیل۔
3- پاکستان سے اندرونی و بیرونی اقتصادی و سیاسی استحصال کو ختم کرنا۔
4- وحدت مغربی پاکستان کو ختم کر کے نئے سرے سے لسانی بنیادوں پر صوبوں کی تشکیل اور ہر بالغ شہری کے حق ووٹ کو محفوظ کرنا۔

نیشنل عوامی پارٹی پر موجودہ حکومت اور اس کے پیش رو کی طرف سے پابندی لگانے کی وجہ

یحییٰ خان حکومت اور موجودہ حکومت کی طرف سے نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی اور اس کے رہبروں کے خلاف بے بنیاد اور خود ساختہ اور تراشیدہ الزامات کی وجہ یہ ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی مطلق العنانیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔

جنرل یحییٰ خان اور ان کے ہمرکابوں کی عاقبت نااندیشانہ فکر و عمل کے نتیجے میں جب پاکستان ٹوٹ گیا تو جنرل یحییٰ خان نے عوام کے غیض و غضب سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ملک کے باقی ماندہ چار صوبوں کا اقتدار اپنے نامزد نائب وزیر اعظم اور نمائندہ خصوصی مسٹر ذوالفقار علی بھٹو چیئرمین پیپلز پارٹی کے حوالے کر دیا۔ بجائے اس کے کہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو جمہوری طریقوں اور جمہوری اداروں کے ذریعے ملک کا اقتدار سنبھالتے' انہوں نے فوجی طریقہ کار کو ترجیح دی اور فوجی حاکمیت میں ایک نئے اور انوکھے باب کا اضافہ کیا کہ ایک سویلین مارشل لاء حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے سربراہ مملکت بنے۔ یہ عمل خود حکمران پارٹی کے ذہن کا آئینہ دار تھا کہ وہ باقی ماندہ پاکستان میں کس قسم کی حکومت اور نظام رائج کرنا چاہتی تھی۔

نیشنل عوامی پارٹی پر سے پابندی ہٹانے کی وجہ

موجودہ حکمرانوں کے ہمہ اختیاری کی راہ میں اگر کوئی رکاوٹ تھی تو وہ پاکستان نیشنل عوامی پارٹی تھی جس پر جنرل یحییٰ خان نے اس لئے پابندی لگائی تھی کہ وہ جنرل یحییٰ خان کی ملک دشمن اور عاقبت نااندیشانہ پالیسیوں اور اقدامات کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ چونکہ ملک کی باقی کے بارے میں یحییٰ خان کے ہمنوا اور معاون تھے اور جنرل یحییٰ خان نے پاکستان نیشنل عوامی پارٹی پر ملک دشمنی کا الزام لگا کر اس پر پابندی عائد کی تاکہ پاکستان کی سالمیت اور اتحاد کی طرف داری میں جو واحد صدائے حق بلند ہو رہی تھی اسے خاموش کیا جائے۔

مسٹر بھٹو اس صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے ان کا خیال تھا کہ وہ نیشنل عوامی پارٹی سے پابندی ہٹا کر اور حکومت میں نیشنل عوامی پارٹی کو پیپلز پارٹی کا طفیلی بنا کر محاذ آرائی کو ٹال دیں گے اور ملک میں ہمہ اختیار طرز نظام کو خوش اسلوبی سے نافذ کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

چنانچہ نیشنل عوامی پارٹی پر سے پابندی ہٹانے کے بعد نیشنل عوامی پارٹی

کے صدر کو مرکز میں دو وزارتوں کی پیشکش کی گئی اور حکومت میں شمولیت کی دعوت دی گئی مگران کی توقع کے خلاف نیشنل عوامی پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ نیشنل عوامی پارٹی اس وقت تک حکومت میں شمولیت اور پیپلز پارٹی کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگی جب تک مارشل لاء نہ ہٹایا جائے یا مارشل لاء ہٹانے کے لئے ایک قریبی متعین تاریخ مقرر نہ کی جائے۔ جمہوریت بحال نہ ہو اور جمہوری عمل اور اداروں کو دوبارہ روبکار نہ لایا جائے۔ یہ وہ نکتہ تھا جہاں سے پاکستان نیشنل عوامی پارٹی اور موجودہ حکمرانوں کے درمیان مخالفت شروع ہوئی۔ اس کے بعد حکومت نے نیشنل عوامی پارٹی کے ساتھ جتنے بھی سمجھوتے کئے وہ سب اس غرض کے پیش نظر تھے کہ نیشنل عوامی پارٹی کو عوام سے کاٹ کر ملک میں ہمہ اختیار کی راہ ہموار کی جائے مگر جب برسر اقتدار حکمرانوں نے محسوس کیا کہ نیشنل عوامی پارٹی کی بجائے وہ خود عوام سے کٹتے جا رہے ہیں تو انہوں نے نیشنل عوامی پارٹی کے رہبروں کی کردار کشی اور نیشنل عوامی پارٹی پر جھوٹے الزامات تراشنا شروع کئے۔

بلوچستان اور سرحد سے نیشنل عوامی پارٹی کے گورنروں کو معاہدہ کے برخلاف برخاست کرنا' بلوچستان کی دستوری اور آئینی حکومت کو دستور کی خلاف ورزی کر کے برطرف کرنا' بلوچستان میں بڑے پیمانے پر فوج کشی' لندن پلان اور عراقی سفارشات خانے سے برآمد شدہ روسی اسلحہ کے بے بنیاد الزامات نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے رہنماؤں پر ملک دشمنی کا الزام اور ہندوستان اور افغانستان اور غیر متعلقہ واقعات سے نیشنل عوامی پارٹی کا تعلق بنا کر نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی لگانے اور اسے توڑنے کا جواز پیدا کیا گیا۔

جواب حوالہ

اس سارے حوالے میں نیشنل عوامی پارٹی کے خلاف ایک سطر تک موجود نہیں البتہ اس کے پانچ ممبروں کے خلاف چند خود ساختہ و تراشیدہ الزامات ضرور لگائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ حوالہ میں جو بھی مواد ہے وہ قطعی غیر متعلق ہے۔ ریفرنس میں عائد کردہ الزامات اور مواد کا بالترتیب فقرہ وار جواب مندرجہ ذیل ہے:

1- یہ درست ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی عرصہ دراز سے ملک کی سیاست میں سرگرم عمل ہے۔ 1957ء سے نیشنل عوامی پارٹی پاکستان کی سالمیت' آزادی اور جمہوریت کے تحفظ اور جمہوری اداروں کی تکمیل کے لئے جدوجہد کرتی رہی ہے۔

2- یہ درست ہے کہ بتدریج جمہوری اداروں کو ختم کرنے کے پیش نظر پولٹیکل پارٹیز ایکٹ میں ترمیم کر کے 10 فروری 1975ء کو نیشنل عوامی پارٹی کو توڑنے کا حکومت نے اعلان کیا تھا مگر یہ درست نہیں کہ اس عمل کا نیشنل عوامی پارٹی کے کس اقدام سے تعلق تھا۔ جو ملک کی سالمیت اور خود مختاری کے منافی تھا۔

پیرا نمبر1 میں خود سائل نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ عرصہ دراز سے نیشنل عوامی پارٹی ملک میں سرگرم عمل تھی۔ مگر اس طویل عرصہ میں یعنی 1957ء سے آج تک کسی حکومت یا حکمران نے نیشنل عوامی پارٹی سے اختلاف کے وجود (جو کہ ہمیشہ حکمرانوں کی مطلق العنانیت کی راہ میں کھڑی رہی) ملک کی سالمیت اور خود مختاری کے خلاف نیشنل عوامی پارٹی پر کام کرنے یا سرگرم عمل رہنے کا الزام نہیں لگایا۔

پہلی مرتبہ 1971ء میں جنرل یحییٰ خان نے نیشنل عوامی پارٹی پر اس لئے پابندی لگائی کہ نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے رہنماؤں اور کارکنوں نے پاکستان توڑنے میں یحییٰ خان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ سختی کے ساتھ اور نمایاں طور پر یحییٰ خان کا مشرقی پاکستان میں طاقت کے استعمال اور سیاسی مسئلے کے فوجی حل کی مخالفت کی۔ نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے رہنما اور کارکن بجا طور پر اس پر فخر کر سکتے ہیں کہ انہوں نے پاکستان کی سالمیت اور اتحاد کا تحفظ کیا اور اپنے فرض منصبی کو پورا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور ان سے جو کچھ بھی ممکن تھا انہوں نے پاکستان کو توڑنے کی پالیسیوں کے خلاف کیا۔ یحییٰ خان کی طرف سے نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی' نیشنل عوامی پارٹی کی وطن دوستی کا درخشاں ثبوت ہے۔

3- یہ درست ہے کہ مسٹر عبدالولی خان ایم این اے نیشنل عوامی پارٹی کے صدر ہیں مگر سائل کا محض مسٹر عبدالولی خان ایم این اے کو حوالہ (Refrence) میں مسئول الیہ بنانا غلط ہے کیوں کہ مسٹر عبدالولی خان نیشنل عوامی پارٹی نہیں ہیں۔ نیشنل عوامی پارٹی ایک ملک گیر تنظیم ہے جس کے لاکھوں اراکین و معاونین ہیں۔ اس جمہوری تنظیم کا مقتدر اعلیٰ اس کی قومی کونسل ہے جو 300 ارکان پر مشتمل ہے اور اس کی طرف سے پارٹی کی انتظامی و سیاسی امور کی نگرانی پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے حوالے ہے جو کہ قومی کونسل کی ذیلی کمیٹی ہے۔ ہماری پارٹی کے دستور العمل اور روایات کے تحت اس کا صدر دوسری جماعتوں مثلاً پاکستان پیپلز پارٹی کی طرح ہمہ اختیار نہیں بلکہ وہ ہر مسئلہ میں مرکزی کمیٹی اور کونسل کے تابع ہے۔

(ملاحظہ ہو' دستور العمل نیشنل عوامی پارٹی)

4- یہ درست ہے کہ 1971ء میں جنرل یحییٰ خان نے پارٹی پر پابندی لگائی تھی مگر یہ غلط ہے کہ اس پابندی کی وجہ پارٹی کا پاکستان کی سالمیت اور تحفظ کے بارے میں مضرت رساں اور متعصبانہ عمل تھا بلکہ حقیقت حال یہ تھی کہ نیشنل عوامی پارٹی نے جنرل یحییٰ خان اور اس کے ہم رکابوں کی ان مجرمانہ پالیسیوں اور عمل کی جن کے نتیجے میں مشرقی پاکستان نے بنگلہ دیش کی صورت اختیار کی' شدید مخالفت کی تھی۔

یہ بھی غلط ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی شروع ہی سے ملکی مفادات کے خلاف کام کرتی رہی ہے اگر ایسا ہوتا تو یحییٰ خان کی پیش رو حکومتیں اور

حکمران' جو کم از کم یحییٰ خان سے کہیں زیادہ وفادار تھے' ہماری پارٹی کے خلاف کوئی قدم اٹھاتے۔ یہ بھی غلط ہے کہ نیشنل عوامی پارٹی کے رہنماؤں نے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی اور اب تک اپنے آپ کو پاکستان کے وجود سے ہم آہنگ نہ کر سکے یا انہوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جہاں تک عبدالغفور خان کا تعلق ہے وہ 1964ء سے پارٹی رکن ہی نہیں اور اس وقت سے لے کر آج تک ان کا پارٹی سے کوئی تعلق نہیں۔

5- یہ درست ہے کہ 20 دسمبر 1971ء کو مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے جنرل یحییٰ خان سے اقتدار سنبھالا تو اس نے نیشنل عوامی پارٹی سے پابندی ہٹائی مگر یہ درست نہیں کہ ان کا مقصد نیشنل عوامی پارٹی کو ایک اور موقعہ دینا تھا تاکہ نیشنل عوامی پارٹی خلوص نیت اور قومی مسائل سے اتصال اور اتحاد کے بارے میں نظرثانی کرکے اپنی نیک نیتی ثابت کرے۔ اصلی صورت حال یہ ہے کہ پیپلزپارٹی اور اس کے رہنماؤں نے نیشنل عوامی پارٹی سے پابندی ہٹا کر نیشنل عوامی پارٹی کو قومی مسائل سے مربوط ہونے کا موقعہ نہیں دیا بلکہ اپنے آپ کو قومی مسائل سے وابستہ کرنے کی راہ ہموار کی۔ جنرل یحییٰ خان کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان ٹوٹ گیا تھا اور افواج شکست اور ہتھیار ڈالنے کی شرمساری سے دوچار تھیں' ملک کا ہر فرد یحییٰ خان اور اس کے ہمنواؤں کے خلاف برافروختہ تھا۔ جس سے پی پی پی اور مسٹر بھٹو مبرا نہ تھے۔

اس صورت حال میں نیشنل عوامی پارٹی کی مخالفت اور دشمنی مول لینا جو باقی ماندہ پاکستان کے چار صوبوں میں سے دو صوبوں میں اکثریت اور اثر و رسوخ کی مالک تھی' ممکن نہ تھا۔ یہ پیپلزپارٹی اور مسٹر بھٹو حکمت عملی کے مطابق نہ تھا۔

حکمران اچھی طرح سے واقف تھے کہ ان نازک اور غیر یقینی حالات میں اگر حکمران جماعت (پی پی پی) نیشنل عوامی پارٹی کے خلاف محاذ آرائی کرتی تو ان کا آسانی سے ملک کے اقتدار پر قبضہ ممکن نہیں تھا۔ کیوں کہ یحییٰ خان کے رفیق ہونے کی وجہ سے وہ عوام میں مشکوک تھے اور انہوں نے نیشنل عوامی پارٹی پر سے پابندی ہٹا کر اس نازک صورت حال میں ایک اہم محاذ آرائی سے گریز کیا۔

6 اور 7- یہ درست نہیں کہ اس وقت کے صدر نے ملک میں جمہوریت کو دوبارہ قائم کرنے اور از سر نو جمہوری اداروں کو رواج دینے کے لئے تمام سیاسی جماعتوں کا تعاون ایک عبوری دستور بنانے کے لئے حاصل کرنے کی کوشش کی۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسٹر بھٹو اور اس کے رفقاء آخری وقت تک مارشل لاء کو جاری رکھنے کے عمل اور تصور سے چمٹے رہے اور یہ حقیقت بھی ملک کے عوام سے پوشیدہ نہیں کہ ملک سے مارشل لاء ہٹانے اور ایک عبوری دستور کے نفاذ کے لئے عوام نے نیشنل عوامی پارٹی کی رہنمائی میں حکمرانوں کو مجبور کر دیا۔

یہ درست ہے کہ 7 اپریل 1972ء کو عبوری دستور قومی اسمبلی میں اتفاق رائے سے منظور ہوا مگر اس کا سہرا حزب اختلاف کے سر ہے۔ جنہوں نے مارشل لاء اور مطلق العنانیت سے ملک کو نجات دلانے اور اتحاد کی خاطر اپنے بعض بنیادی اصولوں کو پس پشت ڈال کر اس اہم کام کو سرانجام دیا جیسے کہ نیشنل عوامی پارٹی اور پیپلزپارٹی کا معاہدہ (6 مارچ 1972ء) ثابت کرتا ہے۔ نیشنل عوامی پارٹی ملکی سالمیت اور اتحاد کو ہر بات پر اہمیت دیتی ہے۔

8- 6 مارچ 1972ء کے معاہدہ کے تحت پیپلزپارٹی نے اس حقیقت کو تسلیم کیا تھا کہ بلوچستان اور صوبہ سرحد میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کی مخلوط پارلیمانی پارٹی واضح اکثریت کی حامل ہے اور اس مخلوط پارلیمانی پارٹی کو ان دو صوبوں میں حکومت بنانے کا دستوری حق حاصل ہے۔ اس معاہدے کے وقت صوبائی حکومتیں وجود میں نہیں آئی تھیں اور تمام صوبوں میں گورنروں کی حکومتیں قائم تھیں۔ نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کے اس مطالبے کو تسلیم کیا گیا کہ ان کو گورنر مقرر کرکے حکومت ان کے حوالے کی جائے۔

یہ درست ہے کہ اس وقت کے صدر نے متذکرہ خط لکھا تھا' چونکہ اس خط کا مواد نیشنل عوامی پارٹی کے اصولوں کے خلاف نہ تھا اس لئے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا گیا۔

یہ درست ہے کہ گورنروں کی تقرری کے بعد بلوچستان اور صوبہ سرحد میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کی (جن کی متذکرہ اسمبلیوں میں اکثریت تھی) مخلوط حکومتیں قائم ہوئیں۔

9- پیرا نمبر 9 کا جواب ذیل کے دو حصوں پر مبنی ہے:

1- بلوچستان اور صوبہ سرحد کی صوبائی حکومتوں کی وفاقی حکومت سے مبینہ محاذ آرائی اور اپنی دستوری ذمہ داریوں سے مبینہ طور پر پہلو تہی اور خلاف ورزی۔

2- نظریہ پاکستان اور پاکستانی قومی تشکیل کی تائید و حمایت سے انحراف' چار قومی نظریئے کی زبان' نسلی اور نسبی بنیادوں پر تشہیر اور حمایت اور وفاقی حکومت کے خلاف بلوچ اور پشتون قومیتوں کے حصول حق خود ارادیت کی خاطر محاذ آرائی۔

1- بلوچستان اور صوبہ سرحد کی صوبائی حکومتوں کی وفاقی حکومت سے مبینہ محاذ آرائی اور اپنی دستوری ذمہ داریوں سے مبینہ طور پر پہلو تہی اور خلاف ورزی۔

یہ درست نہیں کہ بلوچستان اور صوبہ سرحد کی صوبائی حکومتیں سنبھالنے کے بعد ان صوبائی حکومتوں نے مرکز سے محاذ آرائی کی پالیسی شروع

کی اور اپنی دستوری ذمہ داریوں کی خلاف ورزی کی۔

حقیقت حال یہ ہے کہ بلوچستان اور صوبہ سرحد کی صوبائی حکومتوں نے نہیں بلکہ وفاقی حکومت نے اپنی تمام دستوری اور قانونی ذمہ داریوں کو زیرپا کر کے ان دو صوبائی حکومتوں کو ناکام بنانے کے لئے محاذ آرائی ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شروع کی جس کی تفصیل ذیل ہے:

1- نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کی صوبہ سرحد و بلوچستان کی صوبائی اسمبلیوں میں واضح اکثریت کے باوجود پانچ ماہ تک وفاقی حکومت دستور کے خلاف اپنے گورنروں اور مارشل لاء ایڈ منسٹریٹروں کے ذریعے ان صوبوں میں حکومت چلاتی رہی اور اکثریتی پارٹی کو حکومت حوالے نہیں کی حالانکہ جن دو صوبوں میں (پنجاب و سندھ) پیپلزپارٹی کی اکثریت تھی وہاں روز اول سے ہی حکومت اکثریتی جماعت کے حوالے کی گئی۔ جب بعد از خرابی بسیار عوام کے دباؤ اور حالات کے تقاضوں سے مجبور ہو کر مرکزی حکومت کو بلوچستان اور صوبہ سرحد میں اکثریتی پارٹی کو حکومت حوالے کرنی پڑی تو اسی روز سے وفاقی حکومت نے صوبائی حکومتوں کو ناکام بنانے کی سازش کو بھی عملی جامہ پہنانا شروع کیا' بظاہر وفاقی حکومت تعاون اور ہمکاری کا شوروغل مچا رہی تھی مگر اندرونی طور پر وہ تمام ذرائع جو وفاقی حکومت کے پاس مہیا ہو سکتے تھے۔ ان کو ہر دو صوبوں کی حکومتوں کو ناکام بنانے کی خاطر استعمال کرتی رہی۔

2- تمام سیکرٹریوں اور محکموں کے سربراہ بلوچستان میں براہ راست مرکز یا پنجاب و سندھ سے متعلق تھے جن پر پیپلزپارٹی کی حکومتیں قائم تھیں۔ ان ملازموں کی ترقی و تنزلی کا تعلق ان حکومتوں سے تھا۔ خاص کر ملازموں سے دستوری تعاون لے جانے کے بعد ان اعلیٰ و ادنیٰ افسران کی حیثیت سے نجی خدمت گاروں سے زیادہ بہتر نہیں رہی۔ اس لئے وہ ہر وقت اپنے فرض منصبی بجالانے کے لئے مرکز کے اشاروں اور ہدایات کے منتظر رہتے اور علی الاعلان صوبائی حکومتوں (سرحد و بلوچستان) سے تعاون نہ کرنے کا عملی اقدام اور اعلانیہ طور پر صوبائی حکومتوں کے احکامات کو نظرانداز کرتے رہے۔

3- ان اعلیٰ افسروں کو جو مرکز' پنجاب اور سندھ سے متعلق تھے' یہ یقین دلایا گیا کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان کی حکومتیں چند روز کے لئے ہیں۔ اس لئے ان سے اپنے آپ کو وابستہ کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔

4- صوبہ سرحد اور بلوچستان میں ہر وقت مرکزی وزراء کا تانتا لگا رہتا تھا اور وہ بغیر کسی پردہ داری کے نمایاں طور پر صوبائی حکومتوں کے خلاف مختلف طبقوں میں ان کی خواہش اور ضرورتوں کے مطابق ان کو سبز باغ دکھاتے' صوبائی حکومتوں کے خلاف آمادہ کرتے اور ساتھ ہی اگر یہ وزراء عوام کو یہ بھی یقین دلاتے کہ عنقریب بھٹو صاحب ان حکومتوں کو ختم کر دیں گے۔ بعض مواقع پر تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان وزراء کا فرض اولین یہی ہے کہ وہ ان مذکورہ صوبائی حکومتوں کو ناکام بنائیں۔

5- ان وفاقی وزراء نے ان دو صوبوں میں امن عامہ کو خراب کرنے کی خاطر بلوچستان اور سرحد میں ان لٹ بندوں (Midmen) کو ابھارا کہ جو اراضیات ان کے پاس بٹائی کی شرائط کے تحت ہیں ان پر قبضہ کرلیں اور مالکان اراضی کو ان کے حقوق سے محروم کریں اس طرح چھوٹے بڑے مالکان زمین اور ان لوگوں کے درمیان جو مختلف بٹائی کی شرائط کے تحت ان زمینوں کو آباد کر رہے تھے' دست و گریباں کردیا اور ان لٹ بند آباد کاروں کو جو کسان (ہاری) اور مالکان زمین کے درمیان آباد کاروں کے فرائض انجام دے رہے تھے' کاشت کار اور کسان (ہاری) کا نام دے کر ان کی پشت پناہی کی گئی۔ حالانکہ سندھ اور پنجاب میں اس حقیقی کاشت کاروں کی تختی سے سرکوبی کی جو مالک زمین کا مالکانہ ادا نہیں کرتے تھے۔ وفاقی حکومت کو بارہا کہا گیا کہ اس طرح سے امن عامہ میں خلل اور فساد کا ہونا یقینی ہے اس کا بہتر اور صحیح طریقہ یہ تھا کہ زمینداری کی تنسیخ کا اعلان کر کے زمین حکومت اپنے قبضے میں لے لیتی اور پھر بین الاقوامی طور پر آزمودہ اور تسلیم شدہ طریقہ کار کے مطابق زمین کسانوں میں تقسیم کی جاتی جیسا کہ سندھ اور پنجاب میں حکومت نے زمینداری کو محدود کرنے کے بعد زائد زمین کو قبضے میں لے کر تقسیم کرنے کے اس آزمودہ کار طریقے کو اختیار کیا۔ ہمارے مشورہ اور بار بار تجویز کے باوجود حکومت نے اس پر کان نہیں دھرا کیوں کہ حکومت کو زمینداری کی تنسیخ یا کسانوں کو زمین دینے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ان کا واحد مقصد لوگوں کو آپس میں لڑا کر بلوچستان میں امن عامہ خراب کرنا تھا۔ اس لئے انہوں نے ہمارے تعاون اور پیشکش کا کوئی جواب نہیں دیا۔ یہی صورت حال صوبہ سرحد میں بھی پیدا کی گئی۔

6- پٹ فیڈر میں مرکزی وزراء کے ذریعے مقامی لوگوں کو پنجابی آباد کاروں کے خلاف اکسا کر فساد کروا دیا اور پھر تمام ذرائع ابلاغ کو حرکت میں لا کر اس خود پیدا کردہ فساد کو اس طرح پیش کیا گیا کہ بلوچستان کی حکومت پنجابیوں کو بلوچستان سے نکالنا چاہتی ہے اور اس بات کی انتہائی کوششیں کی گئیں کہ بلوچوں اور پنجابیوں کو کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر علاقوں میں بھی لڑایا جائے مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

پٹ فیڈر میں گو وہ وقتی طور پر مقامی لوگوں کو آپس میں اور پنجابی آباد کاروں سے لڑانے میں کامیاب ہوئے اور اس میں ایک شخص مرا اور کچھ لوٹ مار بھی ہوئی مگر حکومت پاکستان نے بہت جلد اس سازش پر قابو پالیا اور اسے مزید بڑھنے سے روکا۔

7- خان عبدالصمد خان مرحوم کے ذریعے پشتون اور بلوچوں کو لڑانے کی کوششیں کی گئیں اور اس سلسلے میں بڑے پیمانے پر روپیہ صرفہ کیا گیا۔

8- اکبر بگٹی کے توسط سے ان کے لڑکے سلیم بگٹی کو اس کام پر آمادہ کرایا کہ وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کو مسٹر احمد نواز بگٹی (جو صوبائی وزیر تھے) استعفیٰ دینے پر مجبور کرے۔ چنانچہ خان محمد کلپر بگٹی کی قیادت میں پچاس سے زائد

بگٹیوں کو مسلح کر کے بلوچستان سیکرٹریٹ بھیجا گیا تاکہ فساد اور کشت و خون ہو اور اکبر بگٹی جس کو لندن اس غرض کے لئے بٹھایا گیا تھا کہ موقع آنے پر اس کو واپس بلا کر ان دوسرے تخریب کاروں کے سرغنہ کی حیثیت سے بلوچستان میں سرگرم عمل کیا جائے۔ جن کو اس سے قبل وفاقی حکومت نے قانون شکنی اور بدامنی پھیلانے کے لئے سرگرم کیا تھا۔

9- سردار دودا خان زرکزئی (صدر قلات مسلم لیگ) کو ہتھیار اور مالی امداد دے کر آر سی ڈی روڈ اور جھالاوان کے علاقے میں متعین کیا گیا تھا۔ یہاں تک اس نے آر سی ڈی روڈ پر حکومت پاکستان کے افسران تک کو روک کر ان کی تلاشیاں لینی شروع کیں جب حکومت بلوچستان نے اس کی گرفتاری کے وارنٹ نکالے تو صدر نے باقاعدہ چیف سیکرٹری کے ذریعے اس کو راولپنڈی بلایا اور اسے تحفظ دیا اور پھر کراچی میں اس وقت تک اس کو بٹھایا جب تک کہ بلوچستان کی قانونی حکومت کو برطرف نہ کیا گیا۔

10- میر نبی بخش زہری اور کوئلہ اور سنگ مرمر کے دوسرے کان مالکوں کے ذریعے بلوچستان اور خصوصاً کوئٹہ شہر میں افراتفری پھیلانے کی کوششیں کی گئیں اور نبی بخش زہری جھالاوان میں سردار دادو خان کو تخریب کاری کے لئے ہتھیار راشن وغیرہ مہیا کرتا تھا۔ جب بلوچستان حکومت نے اس کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے تو اس کو کراچی میں تحفظ دیا گیا اور جب بلوچستان حکومت نے اس کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے تو اس کو کراچی میں تحفظ دیا گیا اور حکومت بلوچستان کے بار بار مطالبے پر حکومت سندھ اس کے لئے تیار نہیں ہوئی کہ حکومت بلوچستان کے جاری کردہ وارنٹ کو پذیرائی بخشے۔ یہاں تک کہ گورنر بلوچستان کی موجودگی میں وفاقی وزیر داخلہ نبی بخش زہری کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نیشنل اسمبلی کے برآمدے میں دانستہ طور سے بے نیازی اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتا رہا۔

11- جام لسبیلہ غلام قادر کو لسبیلہ میں تخریب کاری کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ جب جام لسبیلہ کے خلاف بلوچستان کی حکومت نے ان تخریب کاریوں اور دوسرے مقامات میں وارنٹ نکالا تو اس کو بھی کراچی میں رکھا گیا' یہاں تک کہ حیدر آباد کے ایک جلسہ عام میں مسٹر بھٹو نے جو اس وقت صدر مملکت تھے' برسرعام اپنی تقریر میں کہا کہ یہ جام صاحب جو سامنے بیٹھ کر سگریٹ کے دھوئیں پھینک رہا ہے اگر میں نہ ہوتا تو یہ اس وقت جیل میں ہوتا۔

12- بلوچستان اور صوبہ سرحد میں جن مجرموں کے خلاف صوبائی حکومتوں نے مختلف مقدمات کے سلسلے میں وارنٹ نکالے تو وفاقی حکومت نے انہیں تحفظ دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان کی حکومتیں وفاقی حکومت اور حکومت سندھ کے نزدیک پاکستان کے صوبوں کی حکومتیں نہیں بلکہ دو ایسی متحارب حکومتیں ہیں جن کے مخالفوں اور ان کے مجرموں کو پناہ دینا ان کے لئے لازمی تھا۔

13- جب شہزادی اشرف پہلوی صدر پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے بلاوے پر کوئٹہ آئیں تو ملک کے تمام صوبوں کے گورنر' مرکزی وزراء بھی صدر کے ساتھ کوئٹہ آئے' وزیر داخلہ قیوم خان اپنے ہمراہ سرحد سے چالیس کے قریب اپنے رضاکاروں نے فائرنگ کر کے ایک نوجوان کو شہید کیا اور عین اس وقت جب شہزادی گورنر ہاؤس میں ڈنر پر جانے کے لئے تیار تھیں تو ایک بہت بڑا جلوس لاش لے کر گورنر ہاؤس پہنچا۔ شہر سے لے کر گورنر ہاؤس تک کسی نے نہ اس جلوس کو روکا اور نہ اس کی اطلاع وزیر اعلیٰ یا کسی دوسرے وزیر کو دی۔ ظاہر ہے کہ یہ سوائے وزیر داخلہ اور وفاقی حکومت کی منشاء کے ممکن نہیں تھا۔ اس اقدام کا مقصد یہ تھا کہ شہزادی اشرف پہلوی کو یہ بتایا جائے کہ بلوچستان کی حکومت نااہل ہے اور حالات پر اس کی گرفت یا قابو نہیں۔

14- اکبر بگٹی کو لندن سے منگوا لیا گیا تاکہ وہ اپنی مطلوبہ تخریب کاری کا کردار سرانجام دے سکے۔ چنانچہ جب اکبر بگٹی کراچی ائرپورٹ پر اترے تو ان کی حفاظت اور پیشوائی کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ اس نے ملک واپس پہنچ کر یہ شور مچانا شروع کیا کہ بلوچستان کی حکومت اور نیشنل عوامی پارٹی پاکستان کے خلاف بیرونی ممالک سے ہتھیار منگوا رہے ہیں اور بہت بڑے پیمانے پر بلوچستان میں ہتھیار آچکے ہیں اور بلوچستان کے مختلف علاقوں میں چھاپہ مار ٹریننگ کیمپ کھلے ہوئے ہیں اور بڑے پیمانوں پر وہاں رضاکار چھاپہ مار جنگ کی تربیت لے رہے ہیں۔

اکبر بگٹی کے لئے باقاعدہ پیپلز پارٹی اور وفاقی حکومت کے ایماء پر جلسے ترتیب دیئے گئے اور لاہور میں بڑے پیمانے پر ایک جلسہ منعقد کیا گیا اور اکبر بگٹی نے اس ترتیب دادہ جلسے میں خوب گلا پھاڑ پھاڑ کر بیرونی ہتھیاروں کی بلوچستان میں آمد' چھاپہ ماروں کی تربیت اور عنقریب چھاپہ مار تحریک کے شروع ہونے کا واویلا کیا اور دعویٰ کیا کہ اگر بلوچستان کی حکومت کو ہٹا کر اس کو موقع دیا جائے تو وہ اپنے تمام تر دعوؤں کو درست ثابت کرے گا مگر جب بلوچستان کی دستوری حکومت کو غیر آئینی طور پر برخاست کر کے حکومت اکبر بگٹی کے سپرد کی گئی تو ازاں بعد نہ تو چھاپہ مار رضاکاروں کے تربیتی کیمپوں کی نشاندہی کی گئی اور نہ ہی بیرونی ہتھیار برآمد کئے جا سکے۔

15- جب عراقی سفارت خانے سے ہتھیار برآمد کئے گئے تو اس امر کو بڑے زوروں سے اچھالا گیا کہ ہتھیار بلوچستان میں تقسیم کرنے کے لئے لائے گئے ہیں۔ ان ہتھیاروں کو روسی ہتھیار بتایا گیا اور تمام ملک میں ان کی نمائش کی گئی اور یہ تاثر دیا گیا کہ بلوچستان میں بغاوت کی تیاریوں میں روس کا ہاتھ ہے۔

16- لندن پلان کا ڈرامہ رچا کر اس کے ذریعے نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے رہبروں کی کردار کشی کی گئی۔

17- گورنر کانفرنس کے طے شدہ فیصلوں کے مطابق مختلف صوبوں کے ان ملازموں کو جو حکومت بلوچستان کے ملازم نہیں تھے' بلکہ وحدت مغربی

پاکستان کے ٹوٹنے پر ان کو زائد (Surplus) کرکے بلوچستان میں رکھا گیا تھا واپس کیا گیا جو وفاقی حکومت پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کے مشترکہ اور متفقہ فیصلے کا نتیجہ تھا، کو پنجابیوں میں نفرت پھیلانے کی خاطر تمام ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لایا گیا اور پراپیگنڈے سے ملک میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ بلوچستان کی حکومت نے تمام پنجابیوں کو ملازمت سے علیحدہ کیا ہے حالانکہ گورنر کانفرنس کا متذکرہ فیصلہ تمام صوبوں میں زائد ملازمین کے بارے میں یکساں طور پر نافذ العمل تھا۔

18- مرکزی حکومت خود براہ راست لاکھوں من چاول کا پرمٹ بطور سیاسی رشوت چمن کے لئے جاری کرتی رہی جو کہ افغان سرحد پر ایک معمولی سا قصبہ ہے۔ یہ پراپیگنڈہ کرنے کی کوشش کی گئی کہ حکومت بلوچستان سمگلنگ کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

19- بلوچستان میں دیہی پولیس کے نام سے گورنر کانفرنس کے فیصلے کے مطابق صوبائی حکومت نے ایک فورس بھرتی کی، مگر بعد میں جب بلوچستان کی حکومت کو برطرف کیا گیا تو وفاقی وزراء نے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ بلوچستان کی حکومت نے ایک پرائیویٹ لشکر بنایا تھا۔ جس کو وہ پاکستان کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے حالانکہ وہی پولیس اس وقت بلوچستان پولیس ریزرو (B.P.R) کے نام سے موجود ہے۔ صرف اس کے کمانڈ کرنل سلطان کو علیحدہ کیا گیا اور بعد میں اس کو گرفتار کیا گیا۔ صرف فورس کا نام تبدیل کیا گیا حالانکہ وہ پہلا نام یعنی دیہی پولیس بھی وفاقی حکومت کی تجویز کے مطابق گورنر کانفرنس میں طے ہوا تھا۔

20- صوبہ سرحد اور بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کی مخلوط حکومت کے برسراقتدار آتے ہی ان ہردو صوبوں میں امن و امان کا جو موثر ذریعہ تھا (یعنی سول آرمڈ فورسز) جو پاکستان بننے سے قبل ان دو صوبائی حکومتوں کے لئے مخصوص تھی اور آئی جی فرنٹیر کور گورنر سرحد کا سیکرٹری ہوتا تھا اور ڈی آئی جی بلوچستان کے اے جی جی (A.G.G) کا سیکرٹری ہوتا تھا اس فورس کو صوبوں کے اختیار سے لے کر ہردو صوبوں کو امن عامہ قائم کرنے کی موثر قوت سے محروم کر دیا گیا اور اپنے سوچے سمجھے تخریب کاری کے منصوبوں کو بلا روک ٹوک عملی جامہ پہنانے کی راہ ہموار کی۔

21- جب وفاقی حکومت کی یہ تمام کارروائیاں ناکام ہوئیں اور وہ بلوچستان میں بڑے پیمانے پر امن عامہ میں خلل ڈالنے میں ناکام ہوئی اور بلوچستان میں عمل رکاوٹ پیدا نہ کر سکی تو آخر میں تمام پردوں سے برہنہ ہو کر ہرچہ بادا باد کے مصداق آخری داؤ لگانے پر آمادہ ہو گئی۔

چنانچہ اس سازش کی ابتداء اس طرح کی گئی کہ جام غلام قادر کے لڑکے یوسف کو جو لسبیلہ میں پیپلز پارٹی کا صدر تھا، بمعہ بلوچستان میں پیپلز پارٹی کے صدر (امان اللہ گچکی) کے اس لئے بیلہ بھیجا گیا کہ وہ اپنے آپ کو گرفتار کرائیں تاکہ باقی منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ مسٹر یوسف کے خلاف پہلے سے الف 124 کے تحت حکومت بلوچستان کے وارنٹ تھے جن کو کراچی میں رکھا گیا تھا۔ جب لسبیلہ میں داخل ہوئے تو پولیس نے ان کو روکا اور مسٹر امان اللہ گچکی نے پولیس افسروں کو گالی گلوچ کی اور مسٹر یوسف کی گرفتاری کی مزاحمت کر کے حکام کے فرائض منصبی میں مداخلت کی اور افسران کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اسے حراست میں لے لیں۔ اس کے فوراً بعد اصل منصوبہ بروئے کار لایا گیا۔

نبی بخش زہری، جام غلام قادر خان، سردار داود خان زرکزئی اور اکبر بگٹی کے زیر سرپرستی (جو بلوچستان کے مختلف علاقوں میں وفاقی حکومت کی طرف سے تخریب کاری کے سرغنہ تھے) جاموٹ و دیگر قبائل کے چند لوگوں کو ہتھیار دے کر لسبیلہ میں فساد کرانے کے لئے بھیجا گیا۔ ان تخریب کاروں نے اپنا سب سے پہلا نشانہ دائرہ کے قریب ٹیلی فون اور ٹیلی گراف لائن کو بنایا اور یہ اعلان کیا گیا کہ اگر جام یوسف کو رہا نہیں کیا گیا تو اسے زبردستی رہا کرا لیں گے اور حکومت کو اس امر کا نوٹس دیا گیا۔ صوبائی حکومت نے ان تخریب کاروں کی سرکوبی کے لئے ملیشیا کو حکم دیا کہ وہ ان کو گرفتار کریں۔ پہلے تو ملیشیاء نے ان کا تعاقب کیا، تخریب کاروں نے ملیشیاء پر فائرنگ کی، مگر دوسرے روز بجائے اس کے کہ ملیشیاء تخریب کاروں کا پیچھا کرتی واپس اپنے ہیڈ کوارٹر (بیلہ شہر) آ گئی۔ جب ان سے وزیر اعلیٰ نے تخریب کاروں کا پیچھا کرنے کو کہا تو انہوں نے واشگاف الفاظ میں بتایا کہ ہم کو ہمارے مرکز سے حکم ملا ہے کہ ہم ایسا نہ کریں اب اس نازک صورت حال میں وزیر اعلیٰ عجیب مشکل سے دوچار ہوئے۔ ایک طرف علاقے میں امن و امان اور حکومت کا وقار داؤ پر تھا تو دوسری طرف وہ واحد موثر قوت (یعنی سول آرمڈ فورس جو نیم صدی سے زائد عرصہ سے بلوچستان میں امن و امان قائم رکھنے کا ذریعہ تھا) اس نے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی سے انکار کیا۔ مجبوراً وزیر اعلیٰ نے دیہی پولیس کو جس کے جوان اب تک مختلف مقامات پر زیر تربیت تھے منگوایا اور مقامی لوگوں سے بھی اپیل کی گئی کہ وہ امن قائم کرنے اور تخریب کاروں کی سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لئے ان کا ساتھ دیں۔

جب دیہی پولیس اور عوام نے ان تخریب کاروں کا پیچھا کیا اور ان کے سرپرستوں کو یقین ہو گیا کہ وہ اب عوام کی قوت کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے ہیں تو وفاقی حکومت نے فوج کو لسبیلہ میں داخل ہونے کا حکم دیا، حکومت بلوچستان کی طرف سے لسبیلہ میں فوج کی مداخلت پر احتجاج اور گورنر کی مخالفت پر ایک طرف فوج کا لسبیلہ میں داخل ہونے سے انکار ہوتا رہا اور دوسری طرف مزید فوج لسبیلہ بھیجی جاتی رہی بلکہ سارے بلوچستان میں مختلف جگہوں پر فوج اور ملیشیا کی آمد کی خبریں آنے لگیں اور تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعے بلوچستان دیہی پولیس اور ان چند رضا کاروں کو جو وزیر اعلیٰ کی اپیل پر امن قائم کرنے کے لئے اس کی مدد کرنے آئے تھے، پرائیویٹ لشکر اور قبائلی لشکر کا نام دے کر ملک کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ وزیر اعلیٰ نے اپنے

قبائلی مخالفت کی بنا پر لسبیلہ پر حملہ کر دیا ہے۔ حالانکہ جب پولیس نے لاہور میں ہڑتال کی اور بے قابو ہوئی اور لوگوں نے اس کو فرو کیا تو ان کے اس اقدام کو لاہور کے لوگوں کی سیاسی بیداری اور جمہوری شاہکار بنا کر پیش کیا گیا۔ مگر جب بلوچستان کی دیہی پولیس کا پرائیویٹ لشکر اور جن لوگوں نے رضاکارانہ طور پر حکومت کی مدد کی انہیں قبائلی لشکر کا نام دیا گیا۔ یہ یک بام و دو ہوا کا طریقہ کار پیپلزپارٹی کی طرز حکمرانی کا مخصوص پہلو ہے۔ سندھ میں اگر سینکڑوں لوگ لسانی فسادات میں بے گھر ہوتے ہیں اور مرتے ہیں اور اس پر کراچی کے لوگ صوبائی حکومت کو مستعفی ہونے کو کہتے ہیں تو اس کے جواب میں تمام مرکزی وزراء بیک زبان یہ کہتے ہیں کہ دستوری حکومت سے استعفے کے اس قسم کا مطالبہ جمہوری اقدار کے خلاف ہے۔ مگر جب مرکزی حکومت بلوچستان میں اپنے تخریب کاروں کی پشت پناہی میں فوج بھیج کر صوبے کے ایک ضلع کو فوج کی باقاعدہ تحویل میں دیتی ہے اور اس کے بعد بلوچستان کی دستوری حکومت کو برخاست کرتی ہے تو اس کو بلوچستان کی حکومت کی امن عامہ قائم کرنے میں ناکامی اور نااہلی کا نام دے کر تمام آداب کو پس پشت ڈال کر اپنے اس آئینی اقدام کو بروقت کارروائی کا نام دیا جاتا ہے۔

22- بلوچستان کی آئینی حکومت برطرف کرنے کے بعد بلوچستان کے مختلف علاقوں میں عوام کے جمہوری احتجاج کے خلاف اور ان کے آئینی حقوق کو سلب اور پامال کرنے کی غرض سے فوجی کارروائی کا آغاز کیا گیا۔ جس کا پہلے سے وفاقی حکومت نے اہتمام کیا تھا۔

23- 1970ء کے عام انتخابات میں بلوچستان سے پاکستان پیپلزپارٹی کا ایک بھی ممبر صوبائی یا قومی اسمبلی میں منتخب نہیں ہو سکا تھا۔ مگر آج بلوچستان کی صوبائی اسمبلی میں پیپلزپارٹی کی اکثریت ہے اور بلوچستان میں پیپلزپارٹی کی حکومت ہے اور سینٹ میں بلوچستان سے اس جماعت کے تین ارکان ہیں۔ یہ اکثریت کیسے اور کہاں سے آئی؟ حالانکہ بلوچستان میں دوبارہ عام انتخاب نہیں ہوئے۔ ظاہر ہے کہ صوبائی اسمبلی میں یہ اکثریت سینٹ میں پیپلزپارٹی کے ممبروں کی موجودگی میں غیر آئینی طریقہ کار' برہنہ طاقت اور سیاسی رشوت کے نتیجے میں پیپلزپارٹی کو حاصل ہوئی ہے۔ نیشنل عوامی پارٹی کے ممبروں پر جھوٹے مقدمات بنا کر ان کی نشستیں خالی کی گئیں اور پھر بلا مقابلہ اپنے نمائندوں سے ان کی جگہیں پر کی گئیں نیز اسمبلی میں دوسری جماعتوں اور آزاد ممبروں کو گن اینڈ گولڈ (Gun and Gold) کے ذریعے ہمنوا بنایا گیا۔ اس سے بڑھ کر دستور کی خلاف ورزی اور بے حرمتی کیا ہو سکتی ہے۔

24- نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت کی مخلوط حکومت کو غیر آئینی طور پر برخاست کرنے کے بعد اور اکبر بگٹی اور جام غلام قادر کو وفاقی حکومت کی طرف سے نیشنل عوامی پارٹی کی دستوری حکومت کے خلاف تخریب کاروں کے سرانجام دینے کے صلے میں بالترتیب گورنر اور وزیر اعلیٰ بلوچستان مقرر کیا گیا۔

جام غلام قادر کا بحیثیت وزیر اعلیٰ تقرر' آئین کی آرٹیکل (3) 13 کی صریحاً" خلاف ورزی تھی' حالانکہ دستور کے مذکورہ آرٹیکل کے تحت وزیر اعلیٰ کی تقرری کے لئے کل ممبران اسمبلی کے اکثریتی اعتمادی ووٹ حاصل کرنا لازمی ہے جس کی کوئی پروا نہیں کی گئی۔ مورخہ 6 جون 1973ء کو 12 ممبران صوبائی اسمبلی کے دستخطوں سے جو آرٹیکل کی منشا یعنی 1/4 کی بجائے اسمبلی کی قطعی اکثریت تھی' وزیر اعلیٰ جام غلام قادر اور اس کی حکومت کے خلاف دستور کی آرٹیکل (2) 54 کے تحت عدم اعتماد کی تحریک پیش کی گئی جسے نظر انداز کیا گیا اور صوبائی اسمبلی کی موجودگی میں صوبائی بجٹ آرڈیننس کے ذریعے آئین میں ترمیم کر کے پاس کیا گیا جو کہ آرٹیکل 125 کی منشا کے خلاف ہے۔

اب میں ان واقعات کا مختصر ذکر کروں گا کہ نیشنل عوامی پارٹی نے کس حد تک جمہوریت کی بحالی' ملک کی سالمیت اور اتحاد کے لئے وفاقی حکومت سے تعاون کیا۔ ان دونوں صورتحال کو سامنے رکھ کر یہ معزز عدالت خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ کس نے اپنی دستوری ذمہ داریوں کو نظر انداز کیا اور کس نے محاذ آرائی شروع کی۔

1- جب مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اختیار سنبھالا تو اس نے نیشنل عوامی پارٹی کے صدر خان عبدالولی خان کو بلا کر تعاون کے لئے کہا۔ مسٹر عبدالولی خان نے جمہوریت کی بحالی اور باقی ماندہ پاکستان کی سالمیت اور اتحاد کی خاطر غیر مشروط طور پر بھٹو سے تعاون کا اعلان کیا۔

2- عبوری دستور اور پھر موجودہ دستور کی تشکیل میں نیشنل عوامی پارٹی نے سوائے ان مواقع کی جہاں جمہوری اقدار کی نفی ہوتی تھی' ہر منزل پر تعاون کیا۔

3- صدر کے بیرونی دوروں پر اپنے اہم ممبران کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت دی تاکہ بیرونی ممالک کی حکومتوں پر واضح ہو کہ صدر کو سارے ملک کا اعتماد حاصل ہے۔

4- جب صدر کی حیثیت سے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ہندوستان گئے تو صوبہ سرحد کے گورنر (جو کہ نیشنل عوامی پارٹی کے اہم رکن ہیں) ان کے ہمراہ شملہ گئے۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان دونوں کی اسمبلیوں نے جہاں پر نیشنل عوامی پارٹی کی اکثریت اور حکومتیں تھیں' اعتماد کی قراردادیں پاس کیں۔

5- شہزادی اشرف پہلوی کی آمد پر باوجود ناموافق حالات کے اور وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان کی شرارت کے حالات کو اعتدال پر رکھا۔ اور صدر کی خواہش کے مطابق سب کچھ عمل در آمد ہوا۔ ظاہر ہے کہ عام حالت میں بھی اگر بلوچستان کی حکومت نہ چاہتی تو یہ سب کچھ ممکن ہی نہیں تھا۔

6- جب صدر ذوالفقار علی بھٹو نیشنل عوامی پارٹی کے دور حکومت میں صوبہ سرحد یا بلوچستان میں آئے ہیں' گورنر تمام وزراء اور نیشنل عوامی پارٹی کے

ہزاروں کارکنوں نے انہیں خوش آمدید کہا ہے اور ان کا استقبال کیا ہے' کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ نہیں ہے جس کو صدر نے محسوس کیا ہو۔

7- تمام مسائل میں' چاہے وہ قومی تھے یا بین الاقوامی' نیشنل عوامی پارٹی نے وفاقی حکومت کے ساتھ تعاون کیا ہے۔

8- شملہ معاہدہ کے موقعہ پر نیشنل عوامی پارٹی تھی جن نے نیشنل اسمبلی میں واضح اور نمایاں طور پر حکومت سے تعاون کیا۔

نظریہ پاکستان اور پاکستانی قومی تشکیل کی تائید و حمایت سے انحراف' چار قومی نظریے کی زبان' نسب اور نسل کی بنیاد پر تشہیر اور حمایت اور وفاقی حکومت کے خلاف بلوچ اور پشتون قومیتوں کے حصول حق خودارادیت کی خاطر محاذ آرائی۔

سائل کی طرف سے الزام کہ نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے راہبروں نے نظریہ پاکستان کی تائید و حمایت میں اپنے عمل اور قول سے گریز کیا ہے' سرتاپا بے بنیاد اور حقیقی طور پر غلط ہے بلکہ جس نظریہ پاکستان کا اس وقت ڈھول پیٹا جا رہا ہے یہ مفسد' مبہم' من گھڑت' بعد کا خود تراشیدہ تصور ہے' جس کے بارے میں اب تک معلوم نہ ہو سکا کہ کس کی اختراع اور ایجاد ہے۔ مملکت غیر ذی شعور جغرافیائی حدود کا ایک مخصوص اور متعین خطہ ہوتا ہے۔ نظریہ فکر انسانی کے نتیجے میں جنم پاتا ہے اس فکر اور قدر کی صلاحیت کا سوائے انسان کے کسی اور مخلوق نے ابھی تک نمایاں طور پر ثبوت پیش نہیں کیا۔ انسانی سوچ اور شعور مختلف ہوتا ہے اور نظریہ چونکہ فکر کا نتیجہ ہوتا ہے اس لئے ہر فرد گروہ یا جماعت کے نظریہ کا یکساں ہونا ممکن نہیں۔ مملکت کا نظریہ دراصل اس میں آباد اس گروہ فرد یا جماعت کا نظریہ ہوتا ہے جو مملکت کے اقتدار پر قابض ہو۔ ایک جمہوری مملکت میں مختلف جماعتوں کی اقتدار کے لئے جدوجہد حقیقت میں مختلف نظریوں کا تصادم ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک' مملکت کی بھلائی اپنے نظریہ میں دیکھتا اور سمجھتا ہے اور یہی انداز فکر حقیقت میں جمہوریت کی جان ہے۔ وحدانی نظریہ کا تخیل حقیقت میں بادشاہت وہمہ اختیاریت اور مطلق العنانیت کی جبریت کا مظہر ہوتا ہے۔ پیپلزپارٹی اس کی حکومت اور اس کے راہنما ہر اس تصور اور خیال کو بے اختیار سینے سے لگانے کو بے تاب ہوتے ہیں جس میں ہمہ اختیاریت کی کوئی رمق ہو۔ ورنہ جو لوگ برصغیر کی جدوجہد آزادی سے وابستہ اور تحریک پاکستان سے متعلق تھے' جن میں خود قائداعظم اور دوسرے مسلم لیگی رہنما شامل ہیں۔ وہ نظریہ پاکستان کے اس نووارد تصور سے قطعی ناآشنا اور بیگانہ تھے۔

سردار خیر بخش مری (ایم پی اے)

میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ نیپ کی طرف سے مفصل بیان پہلے ہی داخل کیا جا چکا ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جسے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں پیپلز پارٹی کی حکومت نے پولٹیکل پارٹیز ایکٹ 1962ء مجریہ 1962ء کے سیکشن 6 کے تحت پاکستان کی خود مختاری اور سالمیت کے منافی کام کرنے والی جماعت قرار دیا ہے۔ میرے خیال میں یہ کافی ہوتا لیکن حکومت کی طرف سے دائر کردہ ریفرنس میں نیپ کے خلاف کوئی خاص الزام نہیں تھا جو لگایا گیا ہے بلکہ ریفرنس میں بیان کنندہ سمیت نیپ کے چند رہنماؤں پر الزامات لگائے گئے ہیں۔ اور انہیں نیپ کے چوٹی کے رہنما کہا گیا ہے اس لئے پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی ہدایت کے مطابق بیان کنندہ کے خلاف جو الزامات لگائے گئے ہیں ان کا جواب ذیل ہے۔

(الف) نیپ کے مرکزی رہنماؤں پر ریفرنس کے پیرا 9 میں جو الزامات اٹھائے گئے ہیں۔ ان کا انحصار بعض دستاویزات ڈی 1-ڈی 28-ڈی 29-ڈی 30 اور ڈی 3 پر ہے۔ جن میں بیان کنندہ کی سرگرمیوں اور بیانات کا ذکر ہے۔

(ب) اور پیرا 12 اور 14 میں کہا گیا ہے کہ بیان کنندہ نے اپنے قبیلے کے افراد سے کہا کہ وفاقی حکومت بلوچستان میں نیپ کی حکومت کو ختم کر کے اپنی فوج اور پولیس ان کے علاقے میں بھیج کر ان کے رسم و رواج میں مداخلت کرے گی۔ اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ مسلح ہو کر حکومت کے مقابلے میں ڈٹ جائیں چنانچہ نیپ کے رہنماؤں نے بلوچستان کے قبیلوں میں بااثر ہونے کے سبب اس علاقے میں بغاوت کی سی کیفیت پیدا کر دی اور حکومت نے صورت حال پر قابو پانے کے لئے اس علاقے میں فوج بھیج دی۔ ان الزامات کے سلسلہ میں دستاویز نمبر 15 کے (K)16 کے (K)17 کے (K)19 کے (K) اور ڈی ڈی (بلوچستان کے متعلق قرطاس ابیض) پر انحصار کیا گیا ہے جو حکومت پاکستان نے 19 اکتوبر 1974ء کو شائع کیا تھا۔

بیان کنندہ ان الزامات کا جواب دینے کے لئے سب سے پہلے بیان کرتے ہوئے دستاویز ڈی 1 کا حوالہ دیتا ہے اس میں بیان کنندہ کی کوئٹہ میں کیم جولائی کی مبینہ تقریر کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ اگر ساری تقریر کو پڑھا جائے تو اس میں بھٹو کے حامی پنجابی گروہ سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ بھٹو حکومت کی پالیسیوں سے پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کا احساس کریں۔ اس کے بعد ڈی 28 اور ڈی 31 میں بھی بیان کنندہ کے مبینہ بیانات میں جیسا کہ حکومت کے متعلق اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اس نے نیپ کو بدنام کرنے اور گالیاں دینے کی مہم شروع کی تاکہ اس پر پابندی لگانے کا جواز بنایا جائے۔ کیوں کہ نیپ ہی ملک کی واحد موثر سیاسی جماعت ہے جو ملک میں پیپلز پارٹی کے مقابلے میں سیاسی قوت بن سکتی ہے اور پیپلز پارٹی کی قیادت ملک میں جو آمریت قائم کرنا چاہتی ہے اور اپنے نئے پاکستان میں فسطائی راج قائم کرنا چاہتی ہے اس کی راہ میں صرف یہی جماعت روکن بن سکتی ہے چنانچہ اس مقصد کے تحت ہماری تقریروں اور بیانات کو توڑ مروڑ کر اخبارات اور ابلاغ عامہ کے دوسرے ذریعوں سے پیش کیا گیا اور ان سب باتوں کے باوجود ہمارے بیانات پاکستان کی سلامتی اور خود مختاری کے خلاف نہیں ہیں۔

حکومت نے دستاویزات کے (K)14 اور کے (K)18 پر انحصار کیا ہے۔ اور دستاویز کے (K)16 محمد اشرف نائب تحصیلدار کا بیان ہے۔ اس شخص نے اپنے بیان میں بیان کنندہ کا ذکر تک نہیں کیا اس لئے میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ دستاویزات کے (K)16- کے (K)17- کے (K)18 چند افراد کے اقبالی بیان ہیں جن کے ساتھ غیر انسانی سلوک کر کے اور جبر و تشدد کے ذریعے ان سے یہ بیانات حاصل کئے گئے ہیں اگر انہیں عدالت میں بلایا جائے تو وہ خود بتائیں گے کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ اور ان لوگوں نے ان پر تشدد کیا جو آج مادر وطن کے محافظ ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس لئے یہ مبینہ اقبالی بیانات ناقابل اعتماد ہیں جہاں تک ڈی ڈی (بلوچستان کے متعلق قرطاس ابیض) کا تعلق ہے اسے حکومت نے ہمیں گرفتار کرنے کے ایک عرصہ بعد شائع کیا تاکہ حکمران طبقے نے بلوچستان کے پر امن باشندوں پر جو ظلم و تشدد کیا اسے حق بجانب ثابت کرے اور حکومت کے چہرے پر بدنما داغوں کو دھویا جا سکے۔

دستخط بیان کنندہ

سردار عطاء اللہ مینگل (ایم-پی-اے)

نیشنل عوامی پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی ہدایت کے مطابق کہ میں حوالہ: ----- (Reference) کے صرف ان نکات کا جواب دوں جن کو مجھ سے متعلق کیا گیا ہے۔

چنانچہ میں حوالہ میں مندرج ان الزامات کا ذیل میں جواب پیش کرتا ہوں:

(الف) حوالہ ہذا کے پیرا نمبر 9 میں مندرج الزامات غلط ہیں۔ یہ درست نہیں کہ بلوچستان اور صوبہ سرحد میں حکومتیں سنبھالنے کے بعد ان صوبائی حکومتوں نے مرکز سے محاذ آرائی کی پالیسی شروع کی اور اپنی دستوری ذمہ داریوں کی خلاف ورزی کی۔ اصل صورت حال یہ ہے کہ بلوچستان اور سرحد کی صوبائی حکومتوں نے نہیں بلکہ خود وفاقی حکومت نے اپنی تمام دستوری اور قانونی ذمہ داریوں کو زیر پا کر کے ان دو صوبائی حکومتوں کو ناکام بنانے کے لئے محاذ آرائی ایک باقاعدہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت شروع کی جس کی تفصیل ذیل ہے۔

1- نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کی صوبہ سرحد و بلوچستان کی صوبائی اسمبلیوں میں واضح اکثریت کے باوجود پانچ ماہ تک وفاقی حکومت دستور کے خلاف اپنے گورنروں اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں کے ذریعے ان صوبوں میں حکومت چلاتی رہی اور اکثریتی پارٹی کو حکومت حوالے نہیں کی حالانکہ جن دو صوبوں میں (پنجاب و سندھ) پیپلز پارٹی کی اکثریت تھی وہاں روز اول سے ہی حکومت اکثریتی جماعت کے حوالے کی گئی۔ جب بعد از خرابی بسیار عوام کے دباؤ اور حالات کے تقاضوں سے مجبور ہو کر مرکزی حکومت کو بلوچستان اور صوبہ سرحد میں اکثریتی پارٹی کو حکومت حوالے کرنی پڑی تو اسی روز سے وفاقی حکومت نے صوبائی حکومتوں کو ناکام بنانے کی سازش کو بھی عملی جامہ پہنانا شروع کیا' بظاہر وفاقی حکومت تعاون اور ہمکاری کا شور و غل مچا رہی تھی مگر اندرونی طور پر وہ تمام ذرائع جو وفاقی حکومت کے پاس مہیا ہو سکتے تھے۔ ان کو ہر دو صوبوں کی حکومتوں کو ناکام بنانے کی خاطر استعمال کرتی رہی۔

2- تمام سیکرٹریوں اور محکموں کے سربراہ بلوچستان میں براہ راست مرکز یا پنجاب و سندھ سے متعلق تھے جس پر پیپلز پارٹی کی حکومتیں قائم تھیں۔ ان ملازموں کی ترقی و تنزلی کا تعلق ان حکومتوں سے تھا۔ خاص کر ملازموں سے دستوری تعاون لے جانے کے بعد ان اعلیٰ و ادنیٰ افسران کی حیثیت سے نجی خدمت گاروں سے زیادہ بہتر نہیں رہی۔ اس لئے وہ ہر وقت اپنے فرض منصبی بجالانے کے لئے مرکز کے اشاروں اور ہدایات کے منتظر رہتے اور علی الاعلان صوبائی حکومتوں (سرحد و بلوچستان) سے تعاون نہ کرنے کا عملی اقدام اور اعلانیہ طور پر صوبائی حکومتوں کے احکامات کو نظر انداز کرتے رہے۔

3- ان اعلیٰ افسروں کو جو مرکز' پنجاب اور سندھ سے متعلق تھے' یہ یقین دلایا گیا کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان کی حکومتیں چند روز کے لئے ہیں۔ اس لئے ان سے اپنے آپ کو وابستہ کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔

4- صوبہ سرحد اور بلوچستان میں ہر وقت مرکزی وزراء کا تانتا لگا رہتا تھا اور وہ بغیر کسی پردہ داری کے نمایاں طور پر صوبائی حکومتوں کے خلاف مختلف طبقوں میں ان کی خواہش اور ضرورتوں کے مطابق ان کو سبز باغ دکھاتے' صوبائی حکومتوں کے خلاف آمادہ کرتے اور ساتھ ہی اگر یہ وزراء عوام کو یہ بھی یقین دلاتے کہ عنقریب بھٹو صاحب ان حکومتوں کو ختم کر دیں گے۔ بعض مواقع پر تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان وزراء کا فرض اولین یہی ہے کہ وہ ان مذکورہ صوبائی حکومتوں کو ناکام بنائیں۔

5- ان وفاقی وزراء نے ان دو صوبوں میں امن عامہ کو خراب کرنے کی خاطر بلوچستان اور سرحد میں ان لٹ بندوں (Midmen) کو ابھارا کہ جو اراضیات ان کے پاس بٹائی کی شرائط کے تحت ہیں ان پر قبضہ کر لیں اور مالکان اراضی کو ان کے حقوق سے محروم کریں اس طرح چھوٹے بڑے مالکان زمین اور ان لوگوں کے درمیان جو مختلف بٹائی کی شرائط کے تحت ان زمینوں کو آباد کر رہے تھے' دست و گریباں کر دیا اور ان لٹ بند آباد کاروں کو جو کسان (ہاری) اور مالکان زمین کے درمیان آباد کاروں کے فرائض انجام دے رہے تھے' کاشت کار اور کسان (ہاری) کا نام دے کر ان کی پشت پناہی کی گئی۔ حالانکہ سندھ اور پنجاب میں اس حقیقی کاشت کاروں کی سختی سے سرکوبی کی جو مالک زمین کا مالکانہ ادا نہیں کرتے تھے۔ وفاقی حکومت کو بارہا کہا گیا کہ اس طرح سے امن عامہ میں خلل اور فساد کا ہونا یقینی ہے اس کا بہتر اور صحیح طریقہ یہ تھا کہ زمینداری کی تنسیخ کا اعلان کر کے زمین حکومت اپنے قبضے میں لے لیتی اور پھر بین الاقوامی طور پر آزمودہ اور تسلیم شدہ طریقہ کار کے مطابق زمین کسانوں میں تقسیم کی جاتی جیسا کہ سندھ اور پنجاب میں حکومت نے زمینداری کو محدود کرنے کے بعد زائد زمین کو قبضے میں لے کر تقسیم کرنے کے اس آزمودہ کار طریقے کو اختیار کیا۔ ہمارے مشورہ اور بار بار تجویز کے باوجود حکومت نے اس پر کان نہیں دھرا کیونکہ حکومت کو زمینداری کی تنسیخ یا کسانوں کو زمین دینے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ان کا واحد مقصد لوگوں کو آپس میں لڑا کر بلوچستان میں امن عامہ خراب کرنا تھا۔ اس لئے انہوں نے ہمارے تعاون اور پیشکش کا کوئی جواب نہیں دیا۔ یہی صورت حال صوبہ سرحد میں بھی پیدا کی گئی۔

6- پٹ فیڈر میں مرکزی وزراء کے ذریعے مقامی لوگوں کو پنجابی آباد کاروں کے خلاف اکسا کر فساد کروا دیا اور پھر تمام ذرائع ابلاغ کو حرکت میں لا کر اس خود پیدا کردہ فساد کو اس طرح پیش کیا گیا کہ بلوچستان کی حکومت پنجابیوں کو بلوچستان سے نکالنا چاہتی ہے اور اس بات کی انتہائی کوششیں کی گئیں کہ بلوچوں اور پنجابیوں کو کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر علاقوں میں بھی لڑایا جائے مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

پٹ فیڈر میں گو وہ وقتی طور پر مقامی لوگوں کو آپس میں اور پنجابی آباد کاروں سے لڑانے میں کامیاب ہوئے اور اس میں ایک شخص مرا اور کچھ لوٹ مار بھی ہوئی مگر حکومت پاکستان نے بہت جلد اس سازش پر قابو پالیا اور اسے مزید بڑھنے سے روکا۔

7- خان عبدالصمد خان مرحوم کے ذریعے پشتون اور بلوچوں کو لڑانے کی کوششیں کی گئیں اور اس سلسلے میں بڑے پیمانے پر روپیہ صرف کیا گیا۔

8- اکبر بگٹی کے توسط سے ان کے لڑکے سلیم بگٹی کو اس کام پر آمادہ کرایا کہ وہ اپنے قبیلے کے لوگوں کو مسٹر احمد نواز بگٹی (جو صوبائی وزیر تھے) استعفیٰ دینے پر مجبور کرے۔ چنانچہ خان محمد کلپر بگٹی کی قیادت میں پچاس سے زائد بگٹیوں کو مسلح کر کے بلوچستان سیکرٹریٹ بھیجا گیا تاکہ فساد اور کشت و خون ہو اور اکبر بگٹی جس کو لندن اس غرض کے لئے بٹھایا گیا تھا کہ موقع آنے پر اس کو واپس بلا کر ان دوسرے تخریب کاروں کے سرغنہ کی حیثیت سے بلوچستان میں سرگرم عمل کیا جائے۔ جن کو اس سے قبل وفاقی حکومت نے قانون شکنی اور بدامنی پھیلانے کے لئے سرگرم کیا تھا۔

9- سردار دودا خان زرکزئی (صدر قلات مسلم لیگ اور اب پیپلز پارٹی میں شامل ہو چکے ہیں) کو ہتھیار اور مالی امداد دے کر آر سی ڈی روڈ اور جھالاوان کے علاقے میں متعین کیا گیا تھا۔ یہاں تک اس نے آر سی ڈی روڈ پر حکومت پاکستان کے افسران تک کو روک کر ان کی تلاشیاں لینی شروع کیں جب حکومت بلوچستان نے اس کی گرفتاری کے وارنٹ نکالے تو صدر نے باقاعدہ چیف سیکرٹری کے ذریعے اس کو راولپنڈی بلایا اور اسے تحفظ دیا اور پھر کراچی میں اس وقت تک اس کو بٹھایا جب تک کہ بلوچستان کی قانونی حکومت کو برطرف نہ کیا گیا۔

10- میر نبی بخش زہری اور کوئلہ اور سنگ مرمر کے دوسرے کان مالکوں کے ذریعے بلوچستان اور خصوصاً کوئٹہ شہر میں افراتفری پھیلانے کی کوششیں کی گئیں اور نبی بخش زہری جھالاوان میں سردار داود خان کو تخریب کاری کے لئے ہتھیار راشن وغیرہ مہیا کرتا تھا۔ جب بلوچستان حکومت نے اس کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے تو اس کو کراچی میں تحفظ دیا گیا اور جب بلوچستان حکومت نے اس کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کئے تو اس کو کراچی میں تحفظ دیا گیا اور حکومت بلوچستان کے بار بار مطالبے پر حکومت سندھ اس کے لئے تیار نہیں ہوئی کہ حکومت بلوچستان کے جاری کردہ وارنٹ کو پذیرائی بخشے۔ یہاں تک کہ گورنر بلوچستان کی موجودگی میں وفاقی وزیر داخلہ نبی بخش زہری کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نیشنل اسمبلی کے برآمدے میں دانستہ طور سے بے نیازی اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتا رہا۔

11- جام لسبیلہ غلام قادر کو لسبیلہ میں تخریب کاری کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ جب جام لسبیلہ کے خلاف بلوچستان کی حکومت نے ان تخریب کاریوں اور دوسرے مقامات میں وارنٹ نکالا تو اس کو بھی کراچی میں رکھا گیا' یہاں تک کہ حیدر آباد کے ایک جلسہ عام میں مسٹر بھٹو نے جو اس وقت صدر مملکت تھے' بر سر عام اپنی تقریر میں کہا کہ یہ جام صاحب جو سامنے بیٹھ کر سگریٹ کے دھوئیں پھینک رہا ہے اگر میں نہ ہوتا تو یہ اس وقت جیل میں ہوتا۔

12- بلوچستان اور صوبہ سرحد میں جن مجرموں کے خلاف صوبائی حکومتوں نے مختلف مقدمات کے سلسلے میں وارنٹ نکالے تو وفاقی حکومت نے انہیں تحفظ دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان کی حکومتیں وفاقی حکومت اور حکومت سندھ کے نزدیک پاکستان کے صوبوں کی حکومتیں نہیں بلکہ دو ایسی متحارب حکومتیں ہیں جن کے مخالفوں اور ان کے مجرموں کو پناہ دینا ان کے لئے لازمی تھا۔

13- جب شہزادی اشرف پہلوی صدر پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے بلاوے پر کوئٹہ آئیں تو ملک کے تمام صوبوں کے گورنر' مرکزی وزراء بھی صدر کے ساتھ کوئٹہ آئے' وزیر داخلہ قیوم خان اپنے ہمراہ سرحد سے چالیس کے قریب اپنے

رضا کاروں نے فائرنگ کر کے ایک نوجوان کو شہید کیا اور عین اس وقت جب شہزادی گورنر ہاؤس میں ڈنر پر جانے کے لئے تیار تھیں تو ایک بہت بڑا جلوس لاش لے کر گورنر ہاؤس پہنچا۔ شہر سے لے کر گورنر ہاؤس تک کسی نے نہ اس جلوس کو روکا اور نہ اس کی اطلاع وزیر اعلیٰ یا کسی دوسرے وزیر کو دی۔ ظاہر ہے کہ یہ سوائے وزیر داخلہ اور وفاقی حکومت کی منشاء کے ممکن

نہیں تھا۔ اس اقدام کا مقصد یہ تھا کہ شہزادی اشرف پہلوی کو یہ بتایا جائے کہ بلوچستان کی حکومت نااہل ہے اور حالات پر اس کی گرفت یا قابو نہیں۔

14- اکبر بگٹی کو لندن سے منگوا لیا گیا تا کہ وہ اپنی مطلوبہ تخریب کاری کا کردار سرانجام دے سکے۔ چنانچہ جب اکبر بگٹی کراچی ائرپورٹ پر اترے تو ان کی حفاظت اور پیشوائی کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ اس نے ملک واپس پہنچ کر یہ شور مچانا شروع کیا کہ بلوچستان کی حکومت اور نیشنل عوامی پارٹی پاکستان کے خلاف بیرونی ممالک سے ہتھیار منگوا رہے ہیں اور بہت بڑے پیمانے پر بلوچستان میں ہتھیار آ چکے ہیں اور بلوچستان کے مختلف علاقوں میں چھاپہ مار ٹریننگ کیمپ کھلے ہوئے ہیں اور بڑے پیمانوں پر وہاں رضاکار چھاپہ مار جنگ کی تربیت لے رہے ہیں۔

اکبر بگٹی کے لئے باقاعدہ پیپلز پارٹی اور وفاقی حکومت کے ایماء پر جلسے ترتیب دیئے گئے اور لاہور میں بڑے پیمانے پر ایک جلسہ منعقد کیا گیا اور اکبر بگٹی نے اس ترتیب دادہ جلسے میں خوب گلا پھاڑ پھاڑ کر بیرونی ہتھیاروں کی بلوچستان میں آمد' چھاپہ ماروں کی تربیت اور عنقریب چھاپہ مار تحریک کے شروع ہونے کا واویلا کیا اور دعویٰ کیا کہ اگر بلوچستان کی حکومت کو ہٹا کر اس کو موقع دیا جائے تو وہ اپنے تمام تر دعوؤں کو درست ثابت کرے گا مگر جب بلوچستان کی دستوری حکومت کو غیر آئینی طور پر برخاست کر کے حکومت اکبر بگٹی کے سپرد کی گئی تو ازاں بعد نہ تو چھاپہ مار رضاکاروں کے تربیتی کیمپوں کی نشاندہی کی گئی اور نہ ہی بیرونی ہتھیار برآمد کئے جا سکے۔

15- جب عراقی سفارت خانے سے ہتھیار برآمد کئے گئے تو اس امر کو بڑے زوروں سے اچھالا گیا کہ ہتھیار بلوچستان میں تقسیم کرنے کے لئے لائے گئے ہیں۔ ان ہتھیاروں کو روسی ہتھیار بتایا گیا اور تمام ملک میں ان کی نمائش کی گئی اور یہ تاثر دیا گیا کہ بلوچستان میں بغاوت کی تیاریوں میں روس کا ہاتھ ہے۔

16- لندن پلان کا ڈرامہ رچا کر اس کے ذریعے نیشنل عوامی پارٹی اور اس کے رہبروں کی کردار کشی کی گئی۔

17- گورنر کانفرنس کے طے شدہ فیصلوں کے مطابق مختلف صوبوں کے ان ملازموں کو جو حکومت بلوچستان کے ملازم نہیں تھے' بلکہ وحدت مغربی پاکستان کے ٹوٹنے پر ان کو زائد (Surplus) کر کے بلوچستان میں رکھا گیا تھا' واپس کیا گیا جو وفاقی حکومت پنجاب' سندھ' سرحد اور بلوچستان کے مشترکہ اور متفقہ فیصلے کا نتیجہ تھا' کو پنجابیوں میں نفرت پھیلانے کی خاطر تمام ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لایا گیا اور پراپیگنڈے سے ملک میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ بلوچستان کی حکومت نے تمام پنجابیوں کو ملازمت سے علیحدہ کیا ہے حالانکہ گورنر کانفرنس کا متذکرہ فیصلہ تمام صوبوں میں زائد ملازمین کے بارے میں یکساں طور پر نافذ العمل تھا۔

18- مرکزی حکومت خود براہ راست لاکھوں من چاول کا پرمٹ بطور سیاسی رشوت چمن کے لئے جاری کرتی رہی جو کہ افغان سرحد پر ایک معمولی سا قصبہ ہے۔ یہ پراپیگنڈہ کرنے کی کوشش کی گئی کہ حکومت بلوچستان سمگلنگ کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

19- بلوچستان میں دیہی پولیس کے نام سے گورنر کانفرنس کے فیصلے کے مطابق صوبائی حکومت نے ایک فورس بھرتی کی' مگر بعد میں جب بلوچستان کی حکومت کو برطرف کیا گیا تو وفاقی وزراء نے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ بلوچستان کی حکومت نے ایک پرائیویٹ لشکر بنایا تھا۔ جس کو وہ پاکستان کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے حالانکہ وہی پولیس اس وقت بلوچستان پولیس ریزرو (B.P.R) کے نام سے موجود ہے۔ صرف اس کے کمانڈر کرنل سلطان کو علیحدہ کیا گیا اور بعد میں اس کو گرفتار کیا گیا۔ صرف فورس کا نام تبدیل کیا گیا حالانکہ وہ پہلا نام یعنی دیہی پولیس بھی وفاقی حکومت کی تجویز کے مطابق گورنر کانفرنس میں طے ہوا تھا۔

20- صوبہ سرحد اور بلوچستان میں نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام کی مخلوط حکومت کے برسراقتدار آتے ہی ان ہر دو صوبوں میں امن و امان کا جو موثر ذریعہ تھا (یعنی سول آرمڈ فورسز) جو پاکستان بننے سے قبل ان دو صوبائی حکومتوں کے لئے مخصوص تھی اور آئی جی فرنٹیئر کور گورنر سرحد کا سیکرٹری ہوتا تھا اور ڈی آئی جی بلوچستان کے اے جی جی (A.G.G) کا سیکرٹری ہوتا تھا اس فورس کو صوبوں کے اختیار سے لے کر ہر دو صوبوں کو امن عامہ قائم کرنے کی موثر قوت سے محروم کر دیا گیا اور اپنے سوچے سمجھے تخریب کاری کے منصوبوں کو بلا روک ٹوک عملی جامہ پہنانے کی راہ ہموار کی۔

21- جب وفاقی حکومت کی یہ تمام کارروائیاں ناکام ہوئیں اور وہ بلوچستان میں بڑے پیمانے پر امن عامہ میں خلل ڈالنے میں ناکام ہوئی اور بلوچستان میں عمل رکاوٹ پیدا نہ کر سکی تو آخر میں تمام پردوں سے برہنہ ہو کر ہرچہ بادا باد کے مصداق آخری داؤ لگانے پر آمادہ ہو گئی۔

چنانچہ اس سازش کی ابتداء اس طرح کی گئی کہ جام غلام قادر کے لڑکے یوسف کو جو لسبیلہ میں پیپلزپارٹی کا صدر تھا' بمعہ بلوچستان میں پیپلزپارٹی کے صدر (امان اللہ گچکی) کے اس لئے بیلہ بھیجا گیا کہ وہ اپنے آپ کو گرفتار کرائیں تاکہ باقی منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔ مسٹر یوسف کے خلاف پہلے سے الف 124 کے تحت حکومت بلوچستان کے وارنٹ تھے جن کو کراچی میں رکھا گیا تھا۔ جب لسبیلہ میں داخل ہوئے تو پولیس نے ان کو روکا اور مسٹر امان اللہ گچکی نے پولیس افسروں کو گالی گلوچ کی اور مسٹر یوسف کی گرفتاری کی مزاحمت کر کے حکام کے فرائض منصبی میں مداخلت کی اور افسران کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اسے حراست میں لے لیں۔ اس کے فوراً" بعد اصل منصوبہ بروئے کار لایا گیا۔

نبی بخش زہری' جام غلام قادر خان' سردار داود خان زرکزئی اور اکبر بگٹی کے زیر سرپرستی (جو بلوچستان کے مختلف علاقوں میں وفاقی حکومت کی طرف سے تخریب کاری کے سرغنہ تھے) جاموٹ و دیگر قبائل کے چند لوگوں کو ہتھیار دے کر لسبیلہ میں فساد کرانے کے لئے بھیجا گیا۔ ان تخریب کاروں نے اپنا سب سے پہلا نشانہ دائرہ کے قریب ٹیلی فون اور ٹیلی گراف لائن کو بنایا اور یہ اعلان کیا گیا کہ اگر جام یوسف کو رہا نہیں کیا گیا تو اسے زبردستی رہا کرا لیں گے اور حکومت کو اس امر کا نوٹس دیا گیا۔ صوبائی حکومت نے ان تخریب کاروں کی سرکوبی کے لئے ملیشیا کو حکم دیا کہ وہ ان کو گرفتار کریں۔ پہلے تو ملیشیاء نے ان کا تعاقب کیا' تخریب کاروں نے ملیشیاء پر فائرنگ کی' مگر دوسرے روز بجائے اس کے کہ ملیشیا تخریب کاروں کا پیچھا کرتی واپس اپنے ہیڈ کوارٹر (بیلہ شہر) آ گئی۔ جب ان سے وزیر اعلیٰ نے تخریب کاروں کا پیچھا کرنے کو کہا تو انہوں نے واشگاف الفاظ میں بتایا کہ ہم کو ہمارے مرکز سے حکم ملا ہے کہ ہم ایسا نہ کریں اب اس نازک صورت حال میں وزیر اعلیٰ عجیب مشکل سے دوچار ہوئے۔ ایک طرف علاقے میں امن و امان اور حکومت کا وقار داؤ پر تھا تو دوسری طرف وہ واحد موثر قوت (یعنی سول آرمڈ فورس جو نیم صدی سے زائد عرصہ سے بلوچستان میں امن و امان قائم رکھنے کا ذریعہ تھا) اس نے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی سے انکار کیا۔ مجبوراً" وزیر اعلیٰ نے دیہی پولیس کو جس کے جوان اب تک مختلف مقامات پر زیر تربیت تھے منگوایا اور مقامی لوگوں سے بھی اپیل کی گئی کہ وہ امن قائم کرنے اور تخریب کاروں کی سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لئے ان کا ساتھ دیں۔

جب دیہی پولیس اور عوام نے ان تخریب کاروں کا پیچھا کیا اور ان کے سرپرستوں کو یقین ہو گیا کہ وہ اب عوام کی قوت کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے ہیں تو وفاقی حکومت نے فوج کو لسبیلہ میں داخل ہونے کا حکم دیا' حکومت بلوچستان کی طرف سے لسبیلہ میں فوج کی مداخلت پر احتجاج اور گورنر کی مخالفت پر ایک طرف فوج کا لسبیلہ میں داخل ہونے سے انکار ہوتا رہا اور دوسری طرف مزید فوج لسبیلہ بھیجی جاتی رہی بلکہ سارے بلوچستان میں مختلف جگہوں پر فوج اور ملیشیا کی آمد کی خبریں آنے لگیں اور تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعے بلوچستان دیہی پولیس اور ان چند رضا کاروں کو جو وزیر اعلیٰ کی اپیل پر امن قائم کرنے کے لئے اس کی مدد کرنے آئے تھے' پرائیویٹ لشکر اور قبائلی لشکر کا نام دے کر ملک کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ وزیر اعلیٰ نے اپنے قبائلی مخالفت کی بنا پر لسبیلہ پر حملہ کر دیا ہے۔ حالانکہ جب پولیس نے لاہور میں ہڑتال کی اور بے قابو ہوئی اور لوگوں نے اس کو فرو کیا تو ان کے اس اقدام کو لاہور کے لوگوں کی سیاسی بیداری اور جمہوری شاہکار بنا کر پیش کیا گیا۔ مگر جب بلوچستان کی دیہی پولیس کا پرائیویٹ لشکر اور جن لوگوں نے رضاکارانہ طور پر حکومت کی مدد کی انہیں قبائلی لشکر کا نام دیا گیا۔ یہ یک بام و دو ہوا کا طریقہ کار پیپلزپارٹی کی طرز حکمرانی کا مخصوص پہلو ہے۔ سندھ میں اگر سینکڑوں لوگ لسانی فسادات میں بے گھر ہوتے ہیں اور مرتے ہیں اور اس پر کراچی کے لوگ صوبائی حکومت کو مستعفی ہونے کو کہتے ہیں تو اس کے جواب میں تمام مرکزی وزراء بیک زبان یہ کہتے ہیں کہ دستوری حکومت سے استعفے کے اس قسم کا مطالبہ جمہوری اقدار کے خلاف ہے۔ مگر جب مرکزی حکومت بلوچستان میں اپنے تخریب کاروں کی پشت پناہی میں فوج بھیج کر صوبے کے ایک ضلع کو فوج کی باقاعدہ تحویل میں دیتی ہے اور اس کے بعد بلوچستان کی دستوری حکومت کو برخاست کرتی ہے تو اس کو بلوچستان کی حکومت کی امن عامہ قائم کرنے میں ناکامی اور نااہلی کا نام دے کر تمام آداب کو پس پشت ڈال کر اپنے اس آئینی اقدام کو بروقت کارروائی کا نام دیا جاتا ہے۔

22- بلوچستان کی آئینی حکومت برطرف کرنے کے بعد بلوچستان کے مختلف علاقوں میں عوام کے جمہوری احتجاج کے خلاف اور ان کے آئینی حقوق کو سلب اور پامال کرنے کی غرض سے فوجی کارروائی کا آغاز کیا گیا۔ جس کا پہلے سے وفاقی حکومت نے اہتمام کیا تھا۔

23- 1970ء کے عام انتخابات میں بلوچستان سے پاکستان پیپلز پارٹی کا ایک بھی ممبر صوبائی یا قومی اسمبلی میں منتخب نہیں ہو سکا تھا۔ مگر آج بلوچستان کی صوبائی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کی اکثریت ہے اور بلوچستان میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور سینٹ میں بلوچستان سے اس جماعت کے تین ارکان ہیں۔ یہ اکثریت کیسے اور کہاں سے آئی؟ حالانکہ بلوچستان میں دوبارہ عام انتخاب نہیں ہوئے۔ ظاہر ہے کہ صوبائی اسمبلی میں یہ اکثریت سینٹ میں پیپلز پارٹی کے ممبروں کی موجودگی میں غیر آئینی طریقہ کار' برہنہ طاقت اور سیاسی رشوت کے نتیجے میں پیپلز پارٹی کو حاصل ہوئی ہے۔ نیشنل عوامی پارٹی کے ممبروں پر جھوٹے مقدمات بنا کر ان کی نشستیں خالی کی گئیں اور پھر بلا مقابلہ اپنے نمائندوں سے ان کی جگہیں پر کی گئیں نیز اسمبلی میں دوسری جماعتوں اور آزاد ممبروں کو گن اینڈ گولڈ (Gun and Gold) کے ذریعے ہمنوا بنایا گیا۔ اس سے بڑھ کر دستور کی خلاف ورزی اور بے حرمتی کیا ہو سکتی ہے۔

24- نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیت کی مخلوط حکومت کو غیر آئینی طور پر برخاست کرنے کے بعد اور اکبر بگٹی اور جام غلام قادر کو وفاقی حکومت کی طرف سے نیشنل عوامی پارٹی کی دستوری حکومت کے خلاف تخریب کاروں کے سرانجام دینے کے صلے میں بالترتیب گورنر اور وزیر اعلیٰ بلوچستان مقرر کیا گیا۔

جام غلام قادر کا بحیثیت وزیر اعلیٰ تقرر' آئین کی آرٹیکل (3) 13 کی صریحاً" خلاف ورزی تھی' حالانکہ دستور کے مذکورہ آرٹیکل کے تحت وزیر اعلیٰ کی تقرری کے لئے کل ممبران اسمبلی کے اکثریتی اعتمادی ووٹ حاصل کرنا لازمی ہے جس کی کوئی پروا نہیں کی گئی۔ مورخہ 6 جون 1973ء کو 12 ممبران صوبائی اسمبلی کے دستخطوں سے جو آرٹیکل کی منشا یعنی 1/4 کی بجائے اسمبلی کی قطعی اکثریت تھی' وزیر اعلیٰ جام غلام قادر اور اس کی حکومت کے خلاف دستور کی آرٹیکل (2) 54 کے تحت عدم اعتماد کی تحریک پیش کی گئی جسے نظر انداز کیا گیا اور صوبائی اسمبلی کی موجودگی میں صوبائی بجٹ آرڈیننس کے ذریعے آئین میں ترمیم کر کے پاس کیا گیا جو کہ آرٹیکل 125 کی منشا کے خلاف ہے۔

اب میں ان واقعات کا مختصر ذکر کروں گا کہ نیشنل عوامی پارٹی نے کس حد تک جمہوریت کی بحالی' ملک کی سالمیت اور اتحاد کے لئے وفاقی حکومت سے تعاون کیا۔ ان دونوں صورتحال کو سامنے رکھ کر یہ معزز عدالت خود فیصلہ کر سکتی ہے کہ کس نے اپنی دستوری ذمہ داریوں کو نظرانداز کیا اور کس نے محاذ آرائی شروع کی۔

1- جب مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اختیار سنبھالا تو اس نے نیشنل عوامی پارٹی کے صدر خان عبدالولی خان کو بلا کر تعاون کے لئے کہا۔ مسٹر عبدالولی خان نے جمہوریت کی بحالی اور باقی ماندہ پاکستان کی سالمیت اور اتحاد کی خاطر غیر مشروط طور پر بھٹو سے تعاون کا اعلان کیا۔

2- عبوری دستور اور پھر موجودہ دستور کی تشکیل میں نیشنل عوامی پارٹی نے سوائے ان مواقع کی جہاں جمہوری اقدار کی نفی ہوتی تھی' ہر منزل پر تعاون کیا۔

3- صدر کے بیرونی دوروں پر اپنے اہم ممبران کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت دی تاکہ بیرونی ممالک کی حکومتوں پر واضح ہو کہ صدر کو سارے ملک کا اعتماد حاصل ہے۔

4- جب صدر کی حیثیت سے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ہندوستان گئے تو صوبہ سرحد کے گورنر (جو کہ نیشنل عوامی پارٹی کے اہم رکن ہیں) ان کے ہمراہ شملہ گئے۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان دونوں کی اسمبلیوں نے جہاں پر نیشنل عوامی پارٹی کی اکثریت اور حکومتیں تھیں' اعتماد کی قرار دادیں پاس کیں۔

5- شہزادی اشرف پہلوی کی آمد پر باوجود ناموافق حالت کے اور وزیر داخلہ خان عبدالقیوم خان کی شرارت کے حالت کو اعتدال پر رکھا۔ اور صدر کی خواہش کے مطابق سب کچھ عمل در آمد ہوا۔ ظاہر ہے کہ عام حالت میں بھی اگر بلوچستان کی حکومت نہ چاہتی تو یہ سب کچھ ممکن ہی نہیں تھا۔

6- جب صدر ذوالفقار علی بھٹو نیشنل عوامی پارٹی کے دور حکومت میں صوبہ سرحد یا بلوچستان میں آئے ہیں' گورنر تمام وزراء اور نیشنل عوامی پارٹی کے ہزاروں کارکنوں نے انہیں خوش آمدید کہا ہے اور ان کا استقبال کیا ہے' کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ نہیں ہے جس کو صدر نے محسوس کیا ہو۔

7- تمام مسائل میں' چاہے وہ قومی تھے یا بین الاقوامی' نیشنل عوامی پارٹی نے وفاقی حکومت کے ساتھ تعاون کیا ہے۔

8- شملہ معاہدہ کے موقعہ پر نیشنل عوامی پارٹی تھی جن نے نیشنل اسمبلی میں واضح اور نمایاں طور پر حکومت سے تعاون کیا۔

یہ درست نہیں کہ بلوچستان کی حکومت نے وفاقی حکومت کے اقتدار کو للکارا جہاں تک پیرا نمبر 10 میں متذکرہ واقعے کا تعلق ہے اس کی حقیقت یہ

ہے کہ بلوچستان کی حکومت اور گورنر کی معلومات اور اطلاع کے بغیر کوسٹل گارڈ (Coastal Guard) لسبیلہ کے مختلف علاقوں میں اچانک اور اپنے دائرہ اختیار سے زیادہ سرگرم عمل ہوئے۔ یہاں تک کہ ڈپٹی کمشنر اور دوسرے متعلقہ حکام کو اس کا علم نہیں تھا۔ انہوں نے کئی مرتبہ مقامی لوگوں کے ٹرک اور باربرداری کے سامان کی تلاشی شروع کی اور بعض مقامات پر لوگوں کے گھروں کی تلاشی لی گئی۔

اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق سیاسی مقامی روایات اور حالات سے بے خبر لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کرنے کا باعث بنے اور لوگوں کو شارع عام پر زدو کوب کیا گیا۔ جس پر ڈپٹی کمشنر نے مجھے اطلاع دی اور میں ڈپٹی کمشنر کو ہدایت کی کہ وہ کوسٹل گارڈ کے حکام کو مطلع کریں کہ جب بھی وہ اپنے آدمی اندرون علاقہ بھیجیں تو مقامی انتظامیہ کو مطلع کرکے ان سے ایک ذمہ دار افسر ساتھ لیں تاکہ ان علاقوں میں کشیدگی پیدا نہ ہو۔

جہاں تک مجھ پر اس الزام کا تعلق ہے کہ میں نے دانستہ طور پر امن و امان قائم کرنے والے اداروں کا ڈھانچہ تباہ کیا' سراسر غلط ہے۔ غالباً" اس سے سائل کی مراد "گورنر کانفرنس کے اس فیصلے کے مطابق ان زائد پولیس ملازمین کی اپنے صوبوں کو واپسی سے ہے جن کے وہ ملازم تھے اور جن کو وحدت مغربی پاکستان کے ٹوٹنے کے بعد عارضی طور پر بلوچستان میں رکھا ہوا تھا۔ اور جنہیں بعد میں حکومت بلوچستان نے وفاقی اور متعلقہ صوبائی حکومتوں (پنجاب' سندھ' سرحد) کے متفقہ فیصلے کے تحت واپس کیا اور جن کا تفصیلی ذکر میں نے پہلے ہی کیا ہے جس کی ذمہ داری کسی بھی صورت میں حکومت بلوچستان پر نہیں آتی۔

جہاں تک پرائیویٹ لشکر اور اسلحہ کی تقسیم اور اے آئی جی (A.I.G) پولیس کو فارغ کرنے کا سوال ہے اس کا جواب حسب ذیل ہے۔

جب مسلح افراد کو بلوچستان میں تخریب کاری کے سرغنوں کے ذریعے لسبیلہ میں' وفاقی حکومت کی سرپرستی میں تخریب کاری کے لئے بھیجا گیا اور ملیشیا نے وفاقی حکومت کی ہدایت کے تحت صوبائی حکومت کے احکامات کو عملی جامہ پہنانے اور امن و امان قائم کرنے سے انکار کر دیا تو میں نے دیہی پولیس کو امن و امان قائم کرنے کی ہدایت کی اور عوام سے اپیل کی کہ وہ امن و امان قائم رکھنے میں میری حکومت کا ساتھ دیں۔ جن کو بعد میں وفاقی حکومت کے زیر کنٹرول ذرائع ابلاغ اور وفاقی وزراء نے پرائیویٹ لشکر اور قبائلی لشکر کا نام دیا۔ ہتھیار اس لئے منگوائے گئے کہ حالات کے مزید بگڑنے اور مزید ہتھیاروں کی ضرورت پڑنے پر پریشانی نہ ہو۔ جہاں تک اے آئی جی (A.I.G) کو فارغ کرنے کا تعلق ہے یہ عجیب بات ہے کہ صوبے کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے 'سنگین حالات میں' میں اے آئی جی کو حکم دیتا ہوں کہ امن عامہ قائم کرنے کے لئے فلاں مقدار میں اور فلاں جگہ پر اسلحہ مہیا کیا جائے اور اے آئی جی میرے حکم ماننے سے صاف انکار کرتا ہے۔ میرے نزدیک اس صورت حال میں اے آئی جی سے چارج دوسرے آدمی کے حوالے کرنے کا میرا حکم ایک انتہائی نرم اور محتاط قدم تھا۔ ظاہر ہے "کہ جب تک اے آئی جی کو وفاقی حکومت کی طرف سے حوصلہ افزائی نہ ہوتی تو وہ حکم عدولی کی جرات نہیں کر سکتا تھا اور اب وفاقی حکومت کی طرف سے اے آئی جی کے اس اقدام کو سراہنا اور اس کی طرف داری سے اس بات کو مزید تقویت ملتی ہے کہ اے آئی جی یا ملیشیا نے جو کچھ کیا وہ وفاقی حکومت کے ایماء پر تھا۔

یہ غلط ہے کہ لسبیلہ کے واقعہ میں بیالیس آدمی مارے گئے تھے اور بڑے پیمانے پر لوٹ مار ہوئی تھی جبکہ ہلاک ہونے والوں کی کل تعداد آٹھ سے زیادہ نہ تھی۔

میں خود موقعہ پر پہنچا تاکہ لاتعلق اور پرامن لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ ہونے دوں۔ اس واقعہ میں جو آٹھ افراد مارے گئے تھے ان میں سے دو ملیشیا کے تھے جو اس وقت ہلاک ہوئے جب ملیشیا کے ٹرک میں سوار ایک جوان سے غلطی سے گولی چلی تھی۔ حکومت اور دیہی پولیس کے دو افراد مارے گئے اور چار تخریب کار ہلاک ہوئے۔ اس تعداد اور لوٹ مار کو اس لئے بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا کہ وفاقی حکومت کو بلوچستان کی صوبائی حکومت کے خلاف کارروائی کرنے کا جواز میسر آسکے۔ تخریب کاروں کے سرغنوں' جام لسبیلہ اور اکبر بگٹی کے لئے فنڈز مہیا کرنے میں آسانی ہو اور ضلع لسبیلہ کو فوج کے حوالے کرنے بہانہ ملے۔

3- میرے خلاف جتنے الزامات لگائے گئے ہیں وہ سب سراسر غلط' بے بنیاد اور بناوٹی ہیں۔ جن کا حقیقت سے دور کا واسطہ نہیں۔

چنانچہ اس معزز عدالت سے استدعا ہے کہ وہ وفاقی حکومت کے حوالہ اور اس حکم کو جس کے ذریعے نیشنل عوامی پارٹی پر پابندی لگائی گئی ہے' غیر قانونی قرار دے کر منسوخ کرنے کا حکم صادر کرے۔

العبد

سردار عطاء اللہ مینگل

نوٹ میں حلفاً" بیان کرتا ہوں کہ جملہ ضمنات مذکور بالا میرے علم اور اطلاع سے درست ہے۔"

سردار عطاء اللہ مینگل

بلوچستان پر قرطاس ابیض

1- پچھلے اڑھائی برسوں سے بلوچستان کی صورت حال حکومت پاکستان کے لئے تشویش کا مرکزی نکتہ رہی ہے۔ اس صورت حال میں مسئلہ بنیادی طور پر سیاسی نہیں بلکہ سماجی، معاشی اور انتظامی ہے۔

2- یہ اس لحاظ سے سیاسی نہیں ہے کہ بلوچستان کے سٹیٹس اور وفاق کے دوسرے تین صوبوں کی صورت حال میں کوئی فرق ہے۔ بلوچستان کو بھی پنجاب، سندھ اور سرحد صوبوں ہی کی طرح سیاسی خود مختاری حاصل ہے۔ نہ ہی یہ اس لحاظ سے سیاسی ہے کہ بلوچستان میں آئینی عمل کو دبایا گیا ہے یا اس پر اجنبی حکمران مسلط رہے ہیں۔

3- یہ مسئلہ سماجی اس لئے ہے کیوں کہ بلوچستان میں معاشرے کا جاگیردارانہ اور قبائلی ڈھانچہ پاکستان کے کسی بھی دوسرے حصے سے زیادہ مضبوط رہا ہے۔ کوئی بھی حکومت اس وقت تک عوام کے بلوچستان کی فلاح و بہبود پر اپنی تشویش کا اظہار نہیں کر سکتی، جب تک کہ وہ انہیں بہت مصمم طریقے سے جاگیردارانہ بندشوں سے آزاد کرنے کا عہد نہ کرے۔ بلوچستان کو قرون وسطیٰ کے زمانے سے نہ نکالنا صوبے کے عوام سے دھوکہ ہے۔

4- بلوچستان کا مسئلہ معاشی اس لئے ہے، کیوں کہ بلوچستان صدیوں سے پس ماندہ رکھا گیا ہے۔ اس کا مسئلہ ایک ترقی کرتے ہوئے ملک کے غیر ترقی یافتہ حصہ کا مسئلہ ہے۔ کوئی بھی حکومت اس وقت تک عوامی مینڈیٹ کو پورا کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتی جب تک کہ یہ بلوچستان اور ملک کے دوسرے حصوں میں تفاوت کو دور نہ کر دے۔ بلوچستان کے عوام کو کسی آئینی تبدیلی کی بجائے سڑکوں، بجلی، سکولوں اور ہسپتالوں کی ضرورت ہے۔

5- یہ مسئلہ انتظامی اس لحاظ سے ہے کیوں کہ دوسرے صوبوں کے برعکس بلوچستان میں انصاف اور شہری انتظامیہ کے تقاضے پورے نہیں ہوئے ہیں۔ تاہم بلوچستان میں ترقی کی بنیادی شرط ایک انتظامی بالائی ڈھانچے کی تعمیر میں مرہے۔

6- یہ سماجی، معاشی اور انتظامی مسئلہ مسخ کیا گیا ہے اور اس کی ذمہ دار شرائط کو بہت برے طریقے سے ان عناصر نے استعمال کیا ہے جو کہ نہ تو پاکستان اور نہ بلوچستان کی ترقی چاہتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ بلوچستان میں ذرائع نقل و حمل کے فقدان، اس کی جغرافیائی کیفیت اور خطے اور بلوچستان کے مری مینگل علاقوں میں تحریک ابھارنے کے لئے اس کے نسبتاً جزیرہ قسم کی علاقائی صورت سے فائدہ اٹھایا ہے۔

7- اس تحریک اور ابھار کے دو پہلو تھے۔ ایک تو ان طاقتوں کی اشتعال انگیزی جو کہ پاکستان کے حصے بخرے کرنا چاہتے ہیں۔

اگرچہ غیر ممالک میں دشمن قوتوں نے اس کے نتیجے میں ہونے والی بدامنی کی دروغ گوئی سے نمائندگی نہیں کی اور اس کا نتیجہ پاکستان کی حکومت اور عوام کی نفرت کے علاوہ کچھ نہیں نکلا۔ تاہم حکومت کو یہ مسئلہ درپیش ہے کہ وہ آسان راستہ اپنائیں یعنی رجعت پسند اور علیحدگی پسند عناصر کو خوش کریں اور بلوچستان کی ترقی کے حق سے دستبردار ہو جائیں یا ترقی کی قوتوں کو مضبوط کریں اور بلوچستان کے جائز حقوق کو حاصل کریں۔ یہ حقوق نہ صرف آئینی ہیں بلکہ ان کا حصہ پاکستانی سیاسی معاشی اور دانش وارانہ زندگی بھی بنتا ہے۔

8- اپنے فرائض کا شعور رکھتے ہوئے حکومت نے موخر الذکر راستہ اپنایا ہے۔

9- صورت حال کو صحیح تناظر میں سمجھنے کے لئے اس کے پس منظر اور وجوہاتی واقعات کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے۔

پس منظر

10- بلوچستان پاکستان کا سب سے کم عمر، سب سے زیادہ رقبے اور سب سے کم آبادی والا صوبہ ہے۔ یہ سب سے کم عمر اس لئے ہے کیوں کہ علاقائی طور پر ایک مکمل بلوچستان اپریل 1972ء کے عبوری آئین کے اعلان کے بعد پاکستان کا حصہ بنا۔ نو آبادیاتی دور میں پاکستان کے دوسرے صوبوں کا انتظام گورنر اور ایک نمائندہ کابینہ کے سپرد تھا، لیکن بلوچستان کے معاملات گورنر جنرل اور چیف کمشنر کے کم درجہ کے ایجنٹ کے سپرد تھے۔ آزادی کے 23 سال بعد اسے یہ عنوان دیا گیا، لیکن پھر بھی اسے صوبہ کا مکمل درجہ اس

وقت نہیں دیا گیا جب جولائی 1970ء میں مغربی پاکستان کا ون یونٹ کا انتظامی ڈھانچہ ختم کر دیا گیا۔ شہری انتظامیہ کی ترقی کے لئے سندھ' پنجاب اور سرحد کی نسبت بلوچستان کو بہت ہی کم وقت ملا۔ درحقیقت بہت حالیہ وقتوں تک بلوچستان تین حصوں میں تقسیم تھا۔ ایک تو عام شہری انتظامیہ کے کنٹرول میں تھا جس میں پولیس مشینری کا خاکہ بھی موجود ہے جب کہ دوسرا سیاسی تحصیلوں کے نظام کے سپرد ہے' جس میں علاقے کے قبائلی سرداروں کی طرف سے دی گئی لیویز پولیس کا کام سرانجام دیتی ہے۔ جبکہ تیسرا حصہ ناقابل رسائی وسیع علاقوں پر مشتمل ہے جس میں قبائلی سرداروں کے علاوہ کوئی انتظامیہ نہیں ہے اور ان قبائلی سرداروں کا انصاف ایک قرون وسطی کا نظام تھا اور انہیں اپنے قبائلیوں پر مطلق العنان حاکیت حاصل تھی۔

11- بلوچستان کا علاقہ 134000 مربع میل سے کچھ زیادہ ہے جو کہ پاکستان کے کل خطے کا 40 فیصد بنتا ہے۔ حالیہ دنوں تک وفاق یا صوبائی حکومتوں کا عدالتی سکہ بلوچستان کے 134 مربع میل سے زیادہ نہیں چلتا ہے اور یہ صوبے کا ایک ہزارواں حصہ بنتا ہے۔ اس چھوٹے سے جزیرے میں کہ جہاں پر قومی پینل اور شہری قوانین اور عوامل لاگو ہوتے ہیں' سے باہر انتظامی مشکلات کو دنیا کے بہت ہی زیادہ بنجر صحراؤں کی وسعت کا سامنا ہے۔

ان طویل' بنجر اور تقریباً" بے آب و گیاہ پہاڑی سلسلوں نے جو کہ صحرا میں ایک ہاتھ کی کئی انگلیوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں نہ صرف ایک جزیریائی قبائلی نفسیات پیدا کی ہے بلکہ اس کیفیت نے لوگوں کو عہد جدید میں شامل ہونے سے روک رکھا ہے۔ ان سخت طبعی حالات نے ایک عام شہری انتظامیہ کے قیام اور سماجی معاشی ترقی کے عمل کو آسان نہیں بننے دیا ہے۔ آبادی کے کم گنجان پن سے جو کہ ایک مربع میل میں 18 آدمیوں پر مشتمل ہے' نے سماجی ارتکاز کو کمزور کیا ہے' ایک برادری ہونے کے شعور کی ترقی کو نقصان پہنچایا ہے اور اس طرح اس نے ان قبائلی سرداروں کو مضبوط کیا ہے جن کی طاقت اور سہولتیں اپنے عوام کی فلاح و بہبود سے بالاتر ہیں۔

12- 1981ء کی مردم شماری کے مطابق بلوچستان کی آبادی 4ء3 ملین ہے۔ نسلی طور پر یہ زیادہ گروہوں پر مشتمل ہے' اپنی اپنی علیحدہ زبان اور روایات کے ساتھ اہم نسلی گروہ بلوچ' بروہی اور پٹھان ہیں۔" بلوچ کافی قبیلوں میں بٹے ہوئے ہیں جن میں سے زیادہ اہم مینگل' مری' بگٹی' محمد حسنی' زہری' بزنجو اور رئیسانی ہیں۔ اگرچہ صوبے اور ایک کل کے طور پر قوم کے ایک بڑے حصے اور صوبے کے اتحاد کے دائرہ کار میں ان قبیلوں کا اتحاد ایک اہم مقصد ہونا چاہئے لیکن بنیادی طور پر ان کے ماخذ ایک جیسے نہیں ہیں۔ کچھ کہانیوں کا خیال ہے کہ ان قبائل کا ماخذ عرب یا ایسپو ہے۔ بعض کے خیال میں یہ ایرانی بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ ایک قبیلہ نوشیروانی تو لازمی طور پر ایرانی النسل ہے۔ مری اور بگٹی کرد ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ بروہیوں کے ساتھ' بلوچ صوبے کے مرکزی اور مغربی حصوں میں رہتے ہیں۔

13- بروہی قبیلے زیادہ تر قلات ڈویژن کے اونچائی کے سارا واں اور جھالاوان علاقوں میں رہتے ہیں۔ لیکن بلوچ قبیلوں کی طرح وہ چاغی اور مکران میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بالخصوص اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ان کی زبان دراوڑی خاندان سے تعلق رکھتی ہے' ابھی تک بروہیوں کے ماخذ کا تعین نہیں ہوا ہے۔ ان کی اپنی وضاحت کے مطابق بروہی کا لفظ ایک گمنام پیشرو براہو سے نکلا ہے (جو کہ ابراہیمؒ کی ایک بدلی ہوئی شکل ہو سکتا ہے) اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے چچا امیر حمزہؓ کی اولاد میں سے تھے۔

14- بلوچستان الاصل اہم پٹھان قبیلے کاکڑ' ترین اور شیرانی ہیں۔ وہ شمالی پٹی میں رہتے ہیں اور صوبے کے سب سے زیادہ بہتر حصے کوئٹہ ڈویژن میں بھاری اکثریت کے ساتھ بستے ہیں اور معاشی اور دوسری سماجی سرگرمیوں میں فعال ہیں۔

15- اہم قبیلوں میں تاجک' ترکمان اور ہزارہ بھی ہیں جو کہ صدیوں پہلے بلوچستان میں ہجرت کر کے آئے ہوں گے۔ وہ ابھی تک اپنی اپنی زبانیں بولتیں ہیں۔ دوسرے ایسے نسلی گروہ جو کہ تعداد میں کم ہیں وہ جاموش' لاسی' گجر اور دوسرے غیر بلوچ قبیلے ہیں جو کہ کچھی اور لسبیلہ اضلاع میں رہتے ہیں۔ جٹ بھی ہیں جو کاشت کاری کرتے ہیں۔ مکرانی مچھیرے اور آباد کار (پنجابی' گلگتی اور مہاجر) بھی ہیں جو کہ بڑے شہروں میں رہتے ہیں۔

16- بلوچستان کی بڑی زبانیں بلوچی' بروہی' پشتو اور جاٹکی ہیں۔ تقریباً" ایک تہائی آبادی بلوچی بولتی ہے۔ سارا وان اور جھالاوان کے علاقوں میں بروہی بولی جاتی ہے۔ جب کہ جاٹکی ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں کئی مقامی لہجے شامل ہیں۔ جاٹکی بولنے والے دو بڑے گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں جن میں سے ایک طرف سندھی زبان سے مشابہت پائی جاتی ہے اور دوسری طرف پنجابی کے مغربی لہجہ لاندھا کے اثرات ہیں۔ جاٹکی بکھری ہوئی ہے' اور کچھی' لسبیلہ اور برخان میں بولی جاتی ہے۔

17- ہمارے مقالے کے موضوع بلوچستان کی صورتحال کا یہ بڑی سطح کا جغرافیائی اور گروہی پس منظر ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صورت حال ایک علاقے سے دوسرے علاقے، قبیلہ با قبیلہ، مسائل با مسائل تبدیل ہوتی ہے۔

بہت ساری مثالوں میں وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت زیادہ تیز سماجی معاشی ترقی کے اعلیٰ ترجیحی پروگراموں پر کام کر چکی ہیں اور کر رہی ہیں اور تمام صوبے یا ملک کے لئے قانون کے یکساں نفاذ اور زیادہ موثر اور جڑی ہوئی انتظامیہ کے لئے کام کر رہی ہیں۔ کچھ علاقوں میں قبیلوں اور ان کے سرداروں نے اس مقصد کے لئے مکمل تعاون کیا ہے۔ لیکن کچھ سردار جو کچھ اپنے قبائل کو جدا اور اپنی زمینوں کو سڑکوں، سکولوں، ڈسپنسریوں، بجلی، ٹیوب ویلوں، صنعتوں اور غیر شخصی انتظامیہ کے اثرات سے آزاد دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنے قبائلیوں کو اپنا غلام دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور انہوں نے ان سہولیات کے خاتمے پر اپنا ردعمل ظاہر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہی تبدیلی کے لئے وہ رکاوٹ تھا جس کا نتیجہ بلوچستان کے کچھ حصوں میں ترقی اور رجعت کی طاقتوں کے مابین مخاصمت میں نکلا۔

42- اکتوبر 1972ء تک بلوچستان کے کچھ حصوں میں مسائل کے اشارے مل رہے ہیں۔ کچھ قبائلی سرداروں نے وفاقی حکومت کو اپنے خدشات سے آگاہ کیا تھا۔ وہ نیپ کے مخالف تھے اور انہیں خدشہ تھا کہ نیپ اپنے سب مخالفوں کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ دوسرے کئی لوگوں کی طرح جاموٹوں کے سلسلے میں یہ بات صحیح ہے جن کا کہ مینگلوں سے جھگڑا چل رہا تھا اور جنہوں نے 1970ء میں نیپ کے مخالف ووٹ دیا تھا۔ دسمبر 1972ء کے دوران بلوچستان کی این اے پی غالب حکومت نے لسبیلہ میں دھڑا دھڑ گرفتاریاں شروع کر دیں جس سے جاموٹوں نے یہ تاثر لیا کہ انہیں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جب ان کے کچھ رہنما گرفتار ہوئے تو زبردست مظاہرے ہوئے۔ اسی بنیاد پر اور یہ بہانہ بنا کر جاموٹوں نے ٹیلیفون کی کچھ تاریں کاٹ دی ہیں۔ وزیر اعلیٰ سردار عطاء اللہ مینگل نے اپنی ذاتی نگرانی میں جاموٹ قبیلے کے خلاف تعزیری کارروائی کا فیصلہ کیا۔ 26 دسمبر 1972ء کو وہ مینگلوں، بزنجو اور دوسرے نو قبائل کے لشکروں کی قیادت کرتے ہوئے میدان میں آ گئے۔ یہ لشکر اپنے آپ کو رضا کار کہتے تھے۔ قبائلی سرداروں کی ان ذاتی فوجوں نے بہت دیدہ دلیری سے جاموٹوں کو لوٹا اور ان پر حملے کئے۔ 42 جاموٹ قتل کر دیئے گئے۔ تقریباً 26 ملین کی جائیداد کا نقصان کیا گیا۔ تقریباً 8000 جاموٹوں کو قریبی پہاڑیوں میں پناہ لینی پڑی جو کہ قبائلی لشکروں اور بی ڈی ایم (BDM) فورسز کے گھیرے میں تھیں۔ قبیلے کی غذا کی سپلائی کاٹ دی گئی تاکہ وہ ہتھیار پھینک دیں۔ وزیر اعلیٰ نے ذاتی طور پر حکم دیا کہ جاموٹوں کو اس وقت تک غذا مہیا نہ کی جائے جب تک کہ وہ ضلعی انتظامیہ کے سامنے گھٹنے نہ ٹیک دیں۔ ایک حکومت کی طرف سے یہ طریقہ صحیح نہیں تھا کہ وہ بنیادی طور پر امن و امان کے اس مسئلے کو یوں حل کرتی۔ بلکہ اسے شہری انتظامیہ کی امداد کے لئے بلائی گئی باقاعدہ یا وفاقی افواج کی مدد سے حل کیا جا سکتا تھا۔ مینگل انتظامیہ کا لسبیلہ صورتحال کو نبٹنے کا طریقہ اس بات کی دلالت کرتا تھا کہ سرداری نظام اپنے آپ پر اصرار کر رہا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے مینگل قبیلے کے سردار ہونے کے ناطے جاموٹ اغراف کو ذاتی مخاصمت اور مسئلہ بنایا۔

43- زیادہ تر یہ وہ صورت حال تھی جس میں وفاقی حکومت اپنی ذمہ داریوں سے آنکھیں چرا کر ہی خاموش رہ سکتی تھی۔ لسبیلہ میں ہونے والے واقعات کو ایک مکمل قبائلی جنگی میدان میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ 31 جنوری 1973ء کو وزیر اعلیٰ کو اپنا آپریشن ختم کرنے اور صوبے میں امن و امان کی صورت حال کو شہری مسلح دستوں کے حوالے کرنے کو کہا گیا۔ یہ حکم جاموٹوں کے گھیراؤ کو ختم کرنے، لسبیلہ سے قبائلی لشکروں اور بی ڈی ایم فوجوں کو نکالنے اور حکومتی اسلحہ کو پولیس کے حوالے کرنے پر بھی لاگو ہوتا تھا۔ تاہم وزیر اعلیٰ نے پس و پیش کی۔ گورنر بزنجو نے لسبیلہ کے متاثرہ علاقے میں فوج یا وفاقی حکومت کے مسلح دستوں کے آزادانہ کام کرنے سے بچنے کے لئے کافی کوششیں کیں۔ جو کچھ انہوں نے ذاتی طور پر کیا کھلے بندوں انہوں نے اس سے لاتعلقی کا اظہار کیا جب وفاقی حکومت نے بلوچستان کے وزیر اعلیٰ کو اپنا آپریشن ختم کرنے کو کہا تو لسبیلہ میں امن و امان کی صورتحال کو برقرار رکھنے کے لئے فوج کے دستے بھیجنے کا فیصلہ بھی کیا گیا تھا۔ یہ فیصلہ اس وقت کیا گیا جب بلوچستان کے گورنر نے خود یہ درخواست کی کہ صورتحال کو کنٹرول کرنے کے لئے فوجیں بھیجی جائیں۔ بعد میں گورنر بزنجو نے صورتحال کو گڈمڈ کرنے کی کوشش کی۔ وہ ان فوجوں کو بلوچستان کے وزیر اعلیٰ کے ماتحت دیکھنا چاہتے تھے۔ یعنی درحقیقت وہ جاموٹوں کو گھروں میں واپس آنے سے روکنا چاہتے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وقت مقامی انتظامیہ کو نہ

صرف وزیر اعلیٰ کے غیر قانونی منصوبوں میں استعمال کرنے کا ہتھیار بنالیا' بلکہ انہوں نے اپنے علاقوں میں وفاقی فوجی دستوں کو بھی غلط اطلاعات پہنچانی شروع کی۔ مثال کے طور پر فرنٹیر کور کے ڈپٹی انسپکٹر جنرل جو کہ امن و امان کی صورتحال کے ذمہ دار تھے' کو بیلہ کے تحصیلدار نے 4 فروری 1973ء کو بتایا کہ قبائلی لشکروں کو جاری کردہ اسلحے کو واپس لیتے ہوئے اوتھل آرمری میں جمع کروا دیا گیا ہے۔ لیکن جب ڈی آئی جی نگرانی کے لئے 5 فروری 1973ء کو صبح صبح اوتھل پہنچے تو انہیں وہاں کوئی اسلحہ نظر نہیں آیا۔

44- اس صورت حال میں وفاقی حکومت کے پاس لسبیلہ ضلع کو پاکستانی فوج کے حوالے کر دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔ یہ 9 نومبر کو ہوا اور ایک دن بعد فوج نے حالات پر مکمل قابو پالیا۔ پہاڑوں میں چھپے ہوئے لوگوں کو پاکستانی ایئرفورس کی جانب سے 9 ٹن غذا پھینکنے کے ساتھ ساتھ فوج اور شہری انتظامیہ کی مدد سے غلے کی 162 بوریاں متاثرہ علاقوں میں پہنچائی گئیں۔ سردار عطاء اللہ مینگل اور ان کے حکام کے تاخیری حربوں کی وجہ سے (مینگل لشکر) علاقے میں ان ہتھیاروں سمیت داخل ہو گئے جو کہ انہیں حکومت نے جاری کئے تھے۔ کوئٹہ کے خصوصی لیویز کے 100 اراکین اور 130 دوسرے لیویز یا دیہی محافظ بھی فراہم ہو گئے۔ یہی لوگ اور بکھرے ہوئے لشکر تھے جو کہ مسلح افواج کی چوکیوں پر حملے' راستہ روکنے' بسوں کو لوٹنے اور ٹیلیفون کی تاروں کو کاٹنے کے زیادہ تر ذمہ دار تھے اور اسی طرح کے اقدامات نے بعد میں پاکستانی فوج سے بڑی مخاصمت کی صورت اختیار کی۔

45- چونکہ وفاقی حکومت کے دستے لسبیلہ میں داخل ہوئے تو گورنر بزنجو کے اس بیان کا سنجیدگی سے نوٹس لیا گیا کہ وہ بلوچستان میں فوجی یونٹوں کی مخالفت کریں گے۔ ان کی آئینی پوزیشن صوبے میں صدر کے ایجنٹ والی تھی اور کوئی بھی حکومت اس طرح کی بات برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ قبائلی جھگڑوں کو ختم کرنے' باہمی جنگ میں مصروف قبائل کو متحد کرنے اور ان کو مذاکرات کے لئے اکٹھا کرنے اور صوبے کے دوسرے نسلی گروہوں کو اکٹھا کرنے کی بجائے' گورنر کی پالیسیاں بلوچستان میں قبائلی کشمکش' عمومی بے چینی اور بدامنی کو ہوا دے رہی تھیں۔ صدر نے گورنر کو عہدہ سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔"

مینگل بنام بھٹو

سابق وزیراعظم اور صوبائی سیکرٹری داخلہ سے مینگل کی خط و کتابت

سابقہ حکومت مینگل کے مرنے کا انتظار کر رہی تھی؟

بلوچستان کے سابق وزیراعلیٰ سردار عطاء اللہ مینگل حیدر آباد سنٹرل جیل میں عارضہ قلب کے مریض ہونے کے سبب شدید بیمار تھے۔ سیاسی اختلافات سے قطع نظر ایک شہری اور قومی سطح کے سیاستدانوں کی حیثیت سے ان کی خواہش تھی کہ حکومت ان کا علاج کرائے۔ اپنی اس خواہش کے پیش نظر بھٹو حکومت کے وقت میں سردار عطاء اللہ مینگل نے اپنے علاج کے لئے محکمہ داخلہ سندھ کو متعدد خطوط تحریر کئے تھے ایک خط انہوں نے سابق وزیراعظم بھٹو کا نام بھی تحریر کیا تھا۔ ان خطوط کے جواب میں محکمہ اخلہ سندھ کے نام بھی تحریر کیا تھا۔ ان خطوط کے جواب میں محکمہ داخلہ سندھ کا آخری خط انہیں 10 جولائی 1976ء کا تحریر کردہ موصول ہوا تھا۔ لیکن سردار عطاء اللہ مینگل کو اپنے 15 جولائی کے جوابی خط کا جواب ایک سال گزرنے کے بعد بھی موصول نہیں ہوا تھا۔ جس میں ان سے اس بات کا عدہ کیا گیا تھا کہ حکومت فوری طور پر ان کے علاج کے لئے امریکہ سے ایک اہر قلب کو پاکستان بلائے گی۔

ان کے بھٹو حکومت کے درمیان جو خط و کتابت ہوتی رہی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

بھٹو کے نام خط

برائے فوری توجہ
مسٹر ذوالفقار علی بھٹو
وزیراعظم پاکستان

میری عارضہ قلب سے متعلق میڈیکل رپورٹیں ان ڈاکٹروں کے پاس موجود ہیں جنہوں نے اسیری کے زمانے میں میرا علاج کیا ہے۔ ڈاکٹروں کی یہ رائے ہے کہ میرے دل کی سرجری صرف اسی وقت کی جائے جب ANGIOGRAPHY REPORT حاصل ہو جائے لیکن ANGIOGRAPH کا آلہ پاکستان میں دستیاب نہیں ہے۔

اب تک میرا علاج ARAL کے ذریعہ کیا گیا ہے لیکن اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میڈیکل آپریشن کے علاوہ میرے دل کا کوئی اور علاج ممکن نہیں ہے۔

اس لئے میں یہ بات آپ کے نوٹس تک لانا چاہتا ہوں کہ براہ کرم میرے علاج کے لئے بیرونی ممالک خصوصاً امریکہ میں انتظام کیا جائے۔ جہاں پر جراحت قلب کے آپریشن زیادہ مہارت کے ساتھ انجام دیئے جاتے ہیں۔

میں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ اگر میرے دل کے لئے فوری جراحت کا انتظام نہ ہو سکا تو میرے جان سے گزرنے کے حقیقی خطرات موجود ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی حکومت اس بات کی ذمہ داری قبول کرنا پسند نہیں کرے گی۔

سردار عطاء اللہ مینگل
حیدر آباد جیل 18 مئی 1976ء

سیکرٹری داخلہ کا خط

منجانب محمد خان جونیجو سیکرٹری محکمہ سندھ
بنام سردار عطاء اللہ مینگل معرفت سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل حیدر آباد۔

1- آپ کے خط 18 مئی 1976ء کے حوالے سے میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آپ کو اپنے علاج کے لئے باہر جانے کا موقعہ فراہم کیا گیا تھا لیکن آپ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔

2- آپ کو مرکز امراض قلب جناح اسپتال کراچی میں علاج کے مقصد سے رکھا گیا اور اس میں آپ کو بہترین ماہرین کی خدمات بھی فراہم کی گئیں۔

3- آپ کو یاد ہو گا کہ مرکز امراض قلب سے آپ کو منتقل کرنے کے بعد محکمہ داخلہ کے آرڈر کے تحت دوبارہ مرکز میں منتقل کرنے کے احکامات جاری کر دیئے گئے تھے۔ لیکن آپ نے اپنے 25 اپریل کے خط کے ذریعہ وہاں منتقل کئے جانے یا ضروری طبی معالجے سے انکار کر دیا چونکہ آپ حیدر آباد میں رہنا چاہتے تھے جہاں آپ کی ایئر کنڈیشنڈ رہائش کا انتظام کیا گیا ہے۔

4- آپ کو معلوم ہے کہ آپ پر "غداری" کے الزام کے تحت مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔ اس لئے آپ کو اس وقت ملک سے باہر علاج کے لئے بھیجنا ممکن نہیں ہو گا۔

5- بہر طور پر آپ کے کیس کی خصوصی نوعیت کو دیکھتے ہوئے حکومت اس بات پر تیار ہے کہ آپ کے علاج کے لئے آپ کی پسند کے کسی بھی ڈاکٹر کو سرجری کے لئے بیرونی ملک سے بلایا جائے۔

6- اس لئے آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ اپنی پسند کے ڈاکٹر کے نام بتائیں تاکہ انہیں آپ کے علاج کے لئے فوری طور پر باہر سے بلایا جا سکے۔

محمد خان جونیجو
سیکرٹری محکمہ داخلہ سندھ

مینگل کا خط جونیجو کے نام

سیکرٹری محکمہ داخلہ سندھ
بتوسط سپرنٹنڈنٹ جیل حیدر آباد

آپ کے 20 مئی کے خط کے حوالے سے مجھے یہ کہنا ہے کہ:

1- یہ کہنا غلط ہے کہ میں نے بیرونی ممالک میں علاج کروانے کی سہولت سے

فائدہ اٹھانے سے انکار کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس تجویز کو قبول کیا تھا اور اس مقصد کے لئے مجھ کو کراچی لایا گیا۔ اور امراض قلب کے مرکز میں رکھا گیا تاکہ باہر جانے کے انتظامات ہو سکیں لیکن اس دن سے آج تک میری خواہش کے باوجود میری جان بچانے کے لئے کوئی اقدامات نہیں کئے گئے۔

2- آپ نے وہ وجوہات اپنے خط میں نہیں دی ہیں جن کی وجہ سے میں نے کراچی جانے سے انکار کیا ہے اپنے خط کے چوتھے پیرے میں میرے باہر نہ بھیجنے کی یہ عجیب و غریب وجہ بیان کی ہے کہ میں غداری کے مقدمہ میں ماخوذ ہوں اگر میں زندہ نہ رہا تو یہ مقدمہ کس پر چلائیں گے۔

3- آپ کے خط کے پانچویں پیرے میں جو پیش کش کی گئی ہے' اس کے جواب میں میں ان ماہرین قلب کے نام دے رہا ہوں جو میں حاصل کر سکتا ہے۔

M.E.DEBAKEY,M.D.MOUSTEN TAXAS

اگر متذکرہ ڈاکٹر انکار کر دیں تو آپ دوسرے امریکی ماہرین قلب کے نام ڈاکٹر غفاری جتوئی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے کوئی بھی قابل ذکر ماہر قلب امریکہ میں اپنے کام کو چھوڑ کر اپنے مددگاروں اور سامان کے ساتھ صرف ایک آپریشن کے لئے کراچی نہیں آئے گا۔ اس لئے ڈاکٹر کے ناموں کے سلسلے میں آپ کا یہ اصرار مجھے ایک ڈھونگ نظر آتا ہے جس کے ذریعہ آپ اس علاج کو مزید ٹالنا چاہتے ہیں جس کی مجھے اشد ضرورت ہے۔

سردار عطاء اللہ مینگل

ایک اور خط

6 جولائی 1976ء

18 مئی 1976ء کو میں نے حکومت کی توجہ اپنی گرتی ہوئی صحت اور عارضہ قلب کی جانب مبذول کرائی تھی کہ میرے دل کے آپریشن کا انتظام کرایا جائے۔ اس کے جواب میں آپ کا ٹیلیفون آیا تھا اور اس کے بعد آپ کا خط جس میں آپ نے امریکی ماہرین قلب کے نام معلوم کئے تھے اور کہا تھا کہ حکومت ایک ماہر ڈاکٹر کو پاکستان بلانے کے لئے تیار ہے۔

اپنی طرف سے میں پہلے ہی ان ڈاکٹروں کے نام فراہم کر چکا ہوں۔ اور حکومت میرے دل کے آپریشن کی ذمہ داری قبول کر چکی ہے۔ اگر مزید تاخیر ہوئی تو میں یہ سمجھوں گا کہ حکومت مجھے راستے سے ہٹانے کے لئے ایسا کر رہی ہے۔

سردار عطاء اللہ مینگل

مینگل کو جونیجو کا جواب

10 جولائی 1976ء

منجانب محمد خان جونیجو

جس طرح آپ نے کہا تھا متعلقہ ڈاکٹروں کے نام حسب ذیل ہیں۔

1- DR. M.E. DEBAKEY

2- DR. WARREN TAYLER

3- DR. DINT MASON

مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کو مطلع کروں کہ حکومت آپ کو ایک ماہر قلب کی خدمات فراہم کرنے کو تیار ہے جنہیں اپنے ساز و سامان کے ساتھ پاکستان بلوایا جائے گا۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنی پسند کے لحاظ سے ان ڈاکٹروں کے نام تحریر کیجئے تاکہ ان سے فوری رابطہ قائم ہو سکے۔ براہ کرم جلد سے جلد اپنی رائے سے مطلع کیجئے۔

محمد خان جونیجو

سیکرٹری حکومت سندھ

آخری خط

حیدر آباد جیل

15 جولائی 1976ء

میں اپنے پچھلے خط میں اپنے اندیشوں کا اظہار کر چکا ہوں۔ اس لئے اس نکتے کی وضاحت دوبارہ ضروری نہیں سمجھتا۔ تینوں ڈاکٹروں کے نام میرے ہی تجویز کردہ ہیں اس لئے ان میں کوئی بھی میرے لئے قابل قبول ہو گا۔ ان حضرات کے انکار کی صورت میں ڈاکٹر جتوئی کے سفارش کئے ہوئے ناموں میں سے کوئی بھی میرے لئے قابل قبول ہو گا اگر میں ان کی اہلیت سے مطمئن ہوا۔

سردار عطاء اللہ مینگل

(سیکرٹری داخلہ کے نام 15 جولائی کے اس خط کے بعد سردار عطاء اللہ مینگل کو کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔)

ڈاکٹر مبشر بنام بھٹو

قومی متحدہ محاذ اور عوامی جمہوریت

(ڈاکٹر مبشر حسن نے پاکستان پیپلز پارٹی کے سیکرٹری جنرل کے عہدے سے استعفیٰ کے ساتھ جو دستاویز منسلک کی تھی اور جسے ڈاکٹر مبشر صاحب نے صیغہ راز میں رکھا' ذیل میں اسے شائع کیا جا رہا ہے۔ مذکورہ دستاویز ڈاکٹر صاحب کا سیاسی اختلافی نوٹ تھا جو استعفیٰ کی بنیاد بنا۔)

قومی اتحاد میں شامل نو جماعتوں نے عام انتخابات کے نتائج کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے الزام لگایا ہے کہ حکومت نے پولنگ میں بڑے پیمانے پر دھاندلی کی ہے اور الیکشن کمیشن اپنے فرائض ادا کرنے میں

ناکام رہا ہے۔ اپوزیشن کی جماعتیں مصر ہیں کہ ان کا حکومت سے اور الیکشن کمیشن سے اعتماد اٹھ گیا ہے۔ وہ حکومت اور انتخابات کی مشینری کو مسترد کرتے ہوئے مطالبہ کر رہی ہیں کہ وزیر اعظم کو استعفیٰ دے دینا چاہئے اور عدلیہ اور فوج کی نگرانی میں دوبارہ عام انتخابات منعقد کرانے چاہئیں۔ یوں لگتا ہے کہ اپوزیشن پارٹیوں کو اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ اب ان کے سیاسی عزائم اور معاشی مقاصد کی تکمیل قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں اپوزیشن کی نشستوں پر بیٹھنے سے نہیں ہو سکی۔ انہوں نے حکومت سے مذاکرات کی پیش کش کو رد کر دیا ہے۔ وہ احتجاج کرنے کے لئے سڑکوں پر نکل آئی ہیں۔

اپوزیشن کی جماعتوں کی طرف سے جنگ کا طبل بج گیا ہے۔ ان کے اعلان جنگ کی پشت پر اصل قوت پاکستان کی صنعتی اور تجارتی برادری کی ہے۔ بدنام بائیس خاندانوں کی قیادت میں چھوٹے اور بڑے کارخانوں کے مالکان تاجر' ٹھیکیدار' ٹرانسپورٹر' آڑھتی اور کمیشن ایجنٹ محاذ آرائی پر تل گئے ہیں۔ چونکہ ان میں ہنگامہ آرائی کی سیاست چلانے کے لئے سیاسی پختگی اور تنظیم کی کمی ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی جنگ لڑنے کے لئے دقیانوسی ملاؤں اور درمیانہ طبقے کے بعض رجعت پسند عناصر کی خدمات حاصل کی ہیں۔ وہ یہاں تک مجبور ہونے لگتے ہیں کہ انہوں نے صوبہ سرحد کے جاگیرداروں کے اس عنصر تک سے غیر قدرتی اتحاد قائم کر لیا ہے۔ جس نے وفاقی حکومت کے خلاف صوبائیت کا زہر کامیابی سے پھیلا رکھا ہے۔

صنعتی و تجارتی برادری اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے شروع کی ہوئی اور نیک شگونوں سے عاری' اس جدوجہد کا اصل مقصد پنجاب اور سندھ کے جاگیردار حکمرانوں اور ان کے سرحدی اور بلوچستانی ساتھیوں سے سیاسی قوت چھین لینا ہے۔ پاکستان اور اس کے صوبوں کی نمایاں طور پر جاگیردار حکومتوں نے اپنی پانچ سال اور تین ماہ کی حکمرانی کے دوران صنعتی اور تجارتی برادری کی بے پناہ نفرت مول لے لی ہے۔ چنانچہ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ جاگیردار حکمرانوں سے بڑے سرمایہ داروں کا تضاد ایک ٹھوس سیاسی جنگ کی صورت اختیار کرنے لگا ہے اور پاکستان کے دستور کے ان حصوں کو رد کیا جا رہا ہے جو الیکشن یعنی اس طریق کار سے متعلق ہیں کہ جن کے ذریعے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ حکمران طبقات کا کون سا حصہ ریاستی مشینری پر قابض ہو گا۔ یہ وہی دستور ہے جسے دستور ساز اسمبلی نے چند ہی سال پہلے متفقہ طور پر منظور کیا تھا اور جس پر قومی اتحاد کے ان رہنماؤں نے جو گذشتہ اسمبلی کے رکن تھے دستخط کئے تھے۔ اب وہ اس سے منحرف ہو گئے ہیں۔ سرمایہ دار طبقے کی طرف سے دستور کی عام انتخابات سے متعلقہ دفعات پر عدم اعتماد کا اظہار حکمران طبقوں میں بنیادی اور گہرے اختلافات کی غمازی کرتا ہے۔

آج کے بین الاقوامی حالات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ملک کی سنگین صورت حال سنگین تر نظر آتی ہے۔ بڑی طاقتوں کی عالمی رقابتوں کی علامتیں ہر طرف نظر آ رہی ہیں۔ چھوٹے ملکوں کی سیاست میں بیرونی دخل اندازی عام ہو گئی ہے۔ بین الاقوامی معاشی اور سیاسی عدم استحکام کے پیش نظر بڑی طاقتوں کی باہمی کشیدگی میں اضافے کے امکانات بڑھ رہے ہیں۔ عالمی سطح پر ایسے واقعات رونما ہونے کا خدشہ ہے کہ جو پاکستان جیسے ملکوں کو اشد ضروریات مثلاً غذائی اجناس' فوجی سامان' تیل' کیمیکلز' فولاد' مشینری' دواؤں' دھاتوں اور غیر ملکی زرمبادلہ کی فراہمی کو متاثر کریں گے اور اس طرح ان ملکوں کے معاشی و سیاسی حالات درہم برہم کر دیں گے۔ دراصل اس وقت ساری دنیا ایک خطرناک عدم تحفظ اور عظیم تبدیلی کے مرحلے کی گرفت میں ہے۔ مشرق وسطیٰ میں حالات سدھرنے کے امکانات نظر نہیں آ رہے ہیں بلکہ دو ایک سال میں نوبت ایک اور ایسے دھماکے تک پہنچ سکتی ہے کہ جس کے سیاسی اور معاشی اثرات پوری دنیا پر مرتب ہوں گے۔ جنوب مشرقی ایشیا میں انقلابی جدوجہد ایسی شدت اختیار کرتی جا رہی ہے کہ جس کے سیاسی زلزلوں کے جھٹکے پورے ایشیا میں محسوس کئے جائیں گے۔ انقلاب کی لہر یقیناً وہاں سے مغرب کی جانب بڑھے گی اور اس کا روکنا ناممکن ہو گا۔ ہمارے ہمسایہ ملکوں کی سیاسی فضا میں زبردست تبدیلیاں ہوں گی۔ مظلوم محنت کش عوام کے شعور میں فیصلہ کن اضافے ہوں گے اور بالآخر جنوب مشرقی ایشیا میں انقلابی جدوجہد کی کامیابی کا بھارت پر زبردست اثر پڑے گا۔ بھارت کی اندرونی صورت حال بنیادی طور پر دگرگوں ہے اور جب اس کا جائزہ بین الاقوامی عوام کی روشنی میں لیا جائے تو بھارت کے پاکستان اور بنگلہ دیش کے تعلقات سے متعلق پیش گوئی کرنا آسان نظر نہیں آتا۔ مختصر یہ کہ بیرونی حالات ہماری اندرونی معاشی اور سیاسی صورت حال پر پہلے سے بہت زیادہ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

محل وقوع کے اعتبار سے پاکستان کی حیثیت اور اہمیت ایسی ہے کہ متعدد بیرونی طاقتوں کو اس کے اندرونی حالات میں گہری دلچسپی ہے۔ لیکن ان تمام بیرونی عوامل کی کار فرمائی اور حالات کی تیز رفتاری کے باوجود پاکستان کے عوام الناس کا سیاسی شعور ابھی تک بلند نہیں ہوا جتنا کہ ہونا چاہئے تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ 1977ء کے حیران کن جدید دور میں بھی پاکستان کی اندرونی سیاست پر جاگیردار طبقے کی بلا شرکت غیرے حکمرانی ہے اور اس غیر پیداواری طبقے کے مقابلے میں پیداواری طبقوں کی بجائے سامراج کا طفیلی سرمایہ دار بے رجعت پسند عناصر کی وساطت سے برسرپیکار ہے۔ درمیانہ طبقہ ہٹا ہوا ہے۔ اس کا ایک حصہ ظاہری طور پر جاگیردار طبقے کا ساتھ دے رہا ہے۔ خاص طور پر وہ کہ جس کی آمدنی' رسوخ یا عزت کا انحصار براہ راست حکومت پر ہے۔ لیکن یہ خلوص دل سے حکومت کے ساتھ نہیں ہے۔ درمیانے طبقے کا دوسرا بڑا حصہ جس کی ذریعہ آمدنی کا تعلق تجارت و نجی صنعت سے ہے جس کی آمدنی' رسوخ یا عزت کی راہ میں حکومت کی پالیسیاں حائل ہیں اور جو سالوں سے قصبوں اور شہروں میں رہائش رکھتا ہے' اپوزیشن پارٹیوں کی کھلم کھلا حمایت

کر رہا ہے۔ درمیانہ طبقے کے باقی ماندہ افراد تذبذب اور غیر یقینی کا شکار ہیں ماسوا ان کے کہ جو شعوری طور پر ترقی پسند اور عوام دوست ہیں اور جن کو موجودہ صورت حال پر خطر اور سنگین نظر آ رہی ہے۔

پنجاب اور سندھ میں پیداواری طبقے یعنی مزدور اور کسان طبقے معاشرتی اور تنظیمی طور پر کمزور و نحیف ہیں اور فی الحال اس قابل نہیں ہیں کہ بگڑتے ہوئے قومی بحران میں قیادت سنبھالنے کا کردار ادا کر سکیں۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں علاقوں اور مردان' پشاور اور ہزارہ کے ان علاقوں کے علاوہ کہ جہاں خوانین اور مزارعین کے درمیان جاگیرداری نظام کے رشتے قائم ہونے کی وجہ سے سیاست کی نوعیت جاگیرداری ہے بیشتر علاقے ایسے ہیں کہ جہاں کے غریب عوام نہایت مظلوم اور پسماندہ ہیں۔ ان کا گزارہ بھیڑ بکری پالنے اور دور دراز علاقوں میں نوکری اور مزدوری کرنے پر ہے۔ ہزارہ' پشاور' مالاکنڈ' ڈیرہ اسماعیل خان' کوئٹہ' قلات اور سبی ڈویژنوں کے غریب ترین علاقوں کے عوام مقامی خوانین سرداروں' تمن داروں اور اسی قسم کے دوسرے ظالموں سے تنگ آئے ہوئے ہیں اور یہ ان سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ لوگ ترقی پسند' محب الوطن اور عوام دوست قیادت کے فقدان کی وجہ سے مقامی ملا کی گمراہ کن قیادت میں سیاسی' معاشی اور معاشرتی ظلم و جبر سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی طبقاتی جدوجہد ابھی تک صحیح خطوط پر شروع نہیں ہوئی اور ان کی طرح سوات' مکران' چترال' لسبیلہ اور دوسری جگہ کے غریب عوام کی مقامی اور قومی ظالموں کے خلاف جدوجہد ابھی تک فیصلہ کن مرحلے سے دور ہے۔

کراچی' جو معاشی و معاشرتی لحاظ سے پاکستان کا سب سے ترقی یافتہ شہر ہے اور جس کی معیشت کا بیشتر انحصار صنعت و تجارت پر ہے' جاگیردارانہ حکومت وقت کے خلاف سیاسی جدوجہد میں سب سے آگے ہے۔ جس شدت کے ساتھ کراچی کے مختلف زبانیں بولنے اور مختلف ثقافتوں کے حامل عناصر اس جدوجہد میں حصہ لے رہے ہیں۔ اس سے کم از کم یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ان کی جدوجہد کی اصل بنیاد محض لسانی' ثقافتی' فرقہ وارانہ یا مذہبی نہیں ہے۔ دراصل یہ عناصر مقامی بڑے سرمایہ داروں کے ساتھ مل کر شعوری یا غیر شعوری طور پر جاگیردار حکمرانوں سے برسرپیکار ہیں۔ چونکہ صنعتی اور تجارتی حلقوں کا جاگیردارانہ طرز حکومت سے پورے ملک میں تضاد ہے۔ اس لئے جس جگہ صنعت و تجارت کا زور زیادہ ہے۔ اسی نسبت سے اس جگہ جاگیرداروں کے خلاف جدوجہد تیز ہے۔ یہ موجودہ بحران کی مسلمہ اور ناقابل تردید حقیقت ہے۔

7 مارچ کے انتخابات کے نتیجے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہروں میں بالعموم حکومت کے خلاف ووٹ پڑے۔ کراچی' حیدر آباد' پشاور' کوئٹہ' ملتان' لائلپور اور گوجرانوالہ میں نشستیں ہاری گئیں۔ لاہور کی نشستیں بڑی مشکل سے جیتی گئیں۔ لاہور میں جیت ترقی پسندانہ خطوط پر زبردست انتخابی مہم چلانے کا نتیجہ تھا۔ اس کے باوجود شہر کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو یہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ وزیروں کے حلقوں میں دھاندلی نہیں کی گئی۔ چھوٹے شہروں میں حکومت کی مخالفت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اپوزیشن دور دراز کے ضلعوں کے بہت سے تجارتی قصبوں میں بھی ہنگامہ آرائی کرنے میں کامیاب رہی ہے۔

قومی اسمبلی کے لئے جس طرح ووٹ پڑے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام بڑے سرمایہ داروں' درمیانہ طبقے کے ایک بڑے حصے' نچلے درمیانہ طبقوں کے ایک حصے اور مزدوروں و غریب کسانوں کے ایک حصے نے حکومت کے خلاف ووٹ ڈالے۔ سرکاری ملازمین کی دل برداشتگی کی وجہ صرف یہی نہیں کہ تنخواہیں کم ہیں اور ہنگامہ آرائی زیادہ ہے بلکہ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وزراء اور اعلیٰ حکام ان سے توہین آمیز سلوک کرتے ہیں۔ غریب عوام نے بالعموم اور کچی آبادیوں کے رہنے والوں نے بالخصوص نیز چھوٹے دکانداروں' چھابڑی والوں' اقلیتوں اور عورتوں نے حکومت کو ووٹ دیئے۔ ماسوائے صوبہ سرحد اور کراچی کے جہاں ان غریب طبقوں پر معاشی وجوہ کے علاوہ بعض دوسرے محرکات بھی اثر انداز رہے۔ سرحد کے بعض علاقوں میں تو نہایت ہی مظلوم' غریب اور پسماندہ عوام نے غریب ملاؤں کی قیادت میں پیپلزپارٹی کے بڑے بڑے جغادری جاگیردار خوانین اور امیروں کے برج الٹا دیئے۔ اس کی وجہ طبقاتی تضاد کے علاوہ مقامی ملائیت کے غلبہ میں بھی مضمر تھی۔ سرحد کے مقابلتاً" خوشحال علاقوں میں حکومت کی انتخابی شکست اس حقیقت کی مظہر ہے کہ مقامی جاگیرداروں کے ایک ٹولے نے حکومت کے خلاف صوبائیت کا زہر کامیابی سے پھیلا رکھا ہے۔

پنجاب اور سندھ میں غریب کسانوں نے پیپلزپارٹی کو ووٹ تو دیئے لیکن یقیناً اس حد تک نہیں جس کی حکومت کو توقع تھی۔ جس حد تک حکومت کو کسانوں کی حمایت حاصل نہیں ہو سکی۔ وہ کسانوں کی جاگیردار کے خلاف اور جاگیردار کے زیر اثر انتظامی مشینری کے خلاف ان کی نفرت کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ اس مایوس اور بے دلی کا بھی عکس ہے۔ جو کسانوں کو زرعی اصلاحات پر عملدر آمد نہ کرنے سے ہوئی ہے۔ اگر زرعی اصلاحات فی الحقیقت بنیادی نوعیت کی ہوتیں اور ان پر مخلصانہ طور پر اور صحیح معنوں میں عمل کیا جاتا تو غریب کسان پورے زور شور سے حکومت کی حمایت کرتے۔

آبادی کے جو طبقے حکومت کے خلاف گئے ان کی یوں نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

1- بڑے اور چھوٹے مل مالکان (سابقہ اور موجودہ)
2- بڑے تاجر' آڑھتی اور کمیشن ایجنٹ
3- ٹھیکیدار' بس مالکان اور مالی سپلائی کرنے والے
4- حکومت اور تجارتی اداروں کے ملازمین
5- وکیل' ڈاکٹر' پروفیسر اور دوسرے پیشہ ور۔

6- دائیں بازو کے بعض صحافی اور ادیب

7- بہت سے کسان اور محنت کش جو معاشی اصلاحات سے اس لئے مطمئن نہ ہو سکے کہ ان پر عمل خلوص نیتی سے نہیں بلکہ نیم دلی سے کیا گیا

8- ملاؤں کی قیادت میں سرحد کے بارانی اور غریب ترین علاقوں کے غریب عوام

9- قومیائے گئے سکولوں کے سابق مالکان اور ان سے فوائد حاصل کرنے والے دوسرے افراد

سرمایہ دار طبقے کے نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اس کی حکومت سے شکایات حقیقی اور ٹھوس ہیں۔ مثلاً

1- اس کے صنعتی اور مالی اداروں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا ہے اور بعض تجارتی اور درآمد و برآمد کے کاروبار کو قومیا لیا گیا ہے۔

2- قیمتوں' تنخواہوں' اجرتوں اور پیداوار کی حد مقرر کر کے مارکیٹ کے آزاد عمل میں مداخلت کی گئی ہے۔

یہ تو معاشی حکمت عملی کے بعض ایسے پہلو ہیں جنہوں نے آبادی کے مقابلتاً قلیل حصے ہی کو متاثر کیا ہے اور نچلے درمیانہ طبقے کو بنیادی طور پر متاثر نہیں کیا تاہم اپوزیشن درج ذیل امور کی بناء پر تقریباً تمام طبقوں اور خاص طور پر شہروں کی آبادی میں خاصی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔

3- شہروں میں اور شاہراہوں پر جان و مال کے عدم تحفظ میں اضافہ ہو گیا۔ یہ بڑھتی ہوئی غنڈہ گردی کا نتیجہ ہے جس کی سرپرستی جاگیردار ٹولے نے کی ہے اور ان کے نمائندہ بعض وزیروں اور افسروں نے بھی کی ہے اور بڑے رسہ گیروں اور سمگلروں نے بھی۔

4- بدعنوانی اور رشوت ستانی جس کی بدنامی کی لپیٹ میں بعض وزراء تک آ گئے۔

5- عدلیہ کی مشینری کا درست کام نہ کرنا اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں غیر معمولی تاخیر ہونا۔

6- سرکاری کارخانوں و تجارت' صنعت اور مواصلات کے نظام میں خامیاں۔

7- تعلیمی نظام کے بارے میں والدین کا عدم اطمینان۔

8- درمیانہ طبقوں کے افراد کے دلوں میں دیانت اور اہلیت کی پوری قدر نہ کرنے والے بعض نیم تعلیم یافتہ ارباب بست و کشاد کے خلاف نفرت۔

9- سرمایہ داروں' جاگیرداروں' تاجروں' صنعت و تجارت کے انتظامی عہدے داروں اور بعض وزیروں کے ناقابل برداشت حد تک شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ۔

10- انکم ٹیکس اور دوسرے ٹیکسوں اور واجبات کی وصولی کرنے والوں کا غلط برتاؤ۔

11- بلدیاتی انتظام میں بدنظمی' شہروں میں بجلی' پانی' صفائی وغیرہ کے انتظامات کے نقائص۔

12- شہری ٹرانسپورٹ میں ناقابل برداشت بدنظمی۔

13- بڑے شہروں میں مکانوں کے بڑھتے ہوئے کرائے اور بڑے مالکان کا کرائے داروں سے تشدد اور ظلم کا سلوک۔

14- پیشہ ورانہ تربیت یافتہ نوجوانوں کی قابلیت اور معیاری کام کے اعتراف سے گریز۔

15- دفتری کاموں میں تاخیر اور سرخ فیتے کا چکر۔

ہر طبقے کی حکومت کا ساتھ نہ دینے کی وجوہات الگ الگ تھیں۔ جس حد تک جس طبقے کو بھی حکومت سے شکایت ہوئی اسی حد تک اس نے اپوزیشن کا ساتھ دیا۔ نیا سرمایہ دار طبقہ نہ صرف معاشی عدم تحفظ کی وجہ سے سخت پریشان اور نالاں ہے کہ اس کے ایک قدامت پسند حصے پر احساس بھی غالب آ گیا ہے کہ اس کے روایتی' معاشرتی' اخلاقی اور ثقافتی ڈھانچوں کو سنگین خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ طبقہ ایسے نعروں کی حمایت میں شد و مد سے اٹھ کھڑا ہوا ہے جو آج اس کے اپنے کاروباری و سرمایہ داری مفاد کے خلاف ہیں جہاں تک روایتی' معاشرتی' اخلاقی اور ثقافتی اقدار کو خطرے کا تعلق ہے تو یہ بظاہر خطرہ نچلے درمیانہ طبقے نے زیادہ محسوس کیا ہے اور اسے ملا نے ہوا دی ہے۔ ملا کہتا ہے کہ معاشرے کی روایتی اقدار کو سامراج اور سرمایہ داری سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے بلکہ یہ خطرہ سوشلزم کی جانب سے ہے۔ وہ کہتا ہے کہ معاشرے کی ہر برائی سوشلزم کی پیداوار ہے' اس کا سامراج' سرمایہ داری اور جاگیرداری سے کوئی تعلق نہیں۔ ملا کی "نظریاتی جنگ" سامراج' سرمایہ داری اور جاگیرداری کے ابلیسی نظام سے نہیں ہے بلکہ وہ سوشلزم کے موہوم خطرے سے برسرپیکار ہے۔ دیکھا جائے تو موہوم خطرے کا یہ احساس پاکستانی معاشرے کے تمام رجعت پسند عناصر میں یکساں طور پر موجود ملے گا۔ یہ جاگیرداروں میں بھی ہے اور قبائلی نظام کے وابستگان میں بھی۔

چنانچہ یہ سمجھے بغیر کہ روایتی اقدار کے ڈھانچے کو خطرہ باہر سے سامراجی اثرات اور اندرون ملک سرمایہ دار نظام کے ابھار سے پیدا ہوا ہے۔ جاگیرداروں اور ذرائع ابلاغ میں ان کے خوشامدی افسروں نے ملا سے بھی زیادہ ملا بننے کا کھیل شروع کر دیا۔ انہوں نے دقیانوسیت' رجعت پسندی اور روایت پرستی کے مظاہرے دل کھول کر کئے اور اس طرح پاکستان میں علم و دانش کے فروغ کو بے حد نقصان پہنچایا۔ اس وقت حالت یہ ہے کہ غیر معقولیت کی فضا پائی جاتی ہے۔ نقطہ نگاہ دھندلایا ہوا ہے اصل مسائل کے بارے میں انتشار پایا جاتا ہے۔ اور معروضی حقیقت نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے۔ یہ نتیجہ ہے ثقافتی و نظریاتی شعبوں میں رجعتی اور دقیانوسی قوتوں کو کھلی چھٹی دینے کا۔ اگر جدید اور سائنسی خیالات کی تبلیغ سے گریز نہ کیا جاتا

تو مظلوم عوام کی علمی اور روحانی قوتیں اجاگر ہوتیں۔ اور روشنی اور ترقی کا ایک نیا باب شروع ہوتا۔ اس منافقانہ پراپیگنڈے کا مزید لازمی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پچھلے دو سالوں میں شہری آبادی میں حکومت کا اعتماد حیران کن حد تک ضائع ہوا ہے حکومت خواہ اس کو کتنے ہی پہلو بدل بدل کر بیان کیوں نہ کرے۔ شہری آبادی کی خاصی تعداد یہ سننے تک کی روادار نہیں کہ انتخابات میں دھاندلی نہیں ہوئی۔ یہی حال ناقابل یقین افواہوں کا ہے۔ گلی کوچے کا عام آدمی بھی انتہائی ناقابل یقین افواہ پر بھی ایمان لانے کو تیار رہتا ہے۔

اگر آج کے پاکستان کے حالات کو دنیا کی تاریخ میں محفوظ بڑی معاشرتی جنگوں کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ پاکستان کے صنعتی و تجارتی طبقے اور جاگیردار طبقے کے مابین موجودہ تضاد لاینحل ہے۔ دونوں میں صلح کے امکانات نہیں ہیں۔ ان کی باہمی نفرت و عداوت میں ایک دوسرے کے خلاف جدوجہد کے دوران اضافہ ہونا یقینی ہے۔ یہ دونوں طبقات ایک دوسرے کے خاتمے کے لئے سرگرم عمل رہیں گے۔ تاریخ کا سبق یہ ہے کہ اس زندگی اور موت کی طبقاتی کشمکش میں جاگیردار طبقے کی شکست ناگزیر ہے۔ جاگیردار کی بقاء کا انحصار اس کے اور مزارع کے درمیان بٹائی کے رشتے پر ہے۔ اب یہ رشتہ ڈیزل انجن اور بجلی کے ٹیوب ویل کا حملہ برداشت نہیں کر سکتا۔ جاگیردار اور مزارع دونوں ختم ہو جائیں گے۔ پیداوار کے لئے ایک نئے رشتے کا ابھرنا یقینی ہے۔ ناعاقبت اندیش جاگیردار موجودہ پیداواری رشتے کے تحت زرعی پیداوار کرانے کے قابل نہیں ہے اور وہ دوسری معاشی' معاشرتی اور سیاسی ذمہ داریاں بھی نہیں نبھا سکتا۔ وہ صنعتی اور تجارتی طبقوں کی شکایت بھی رفع نہیں کر سکتا۔ جاگیردار فراہمی و رسد' اجرت و قیمت' آجر و مزدور اور مال کی پیداوار و تقسیم' ریل' بجلی' آب رسانی و نکاس' ٹیلی فون' ورکشاپ' صنعت' بینکاری اور جدید ذرائع ابلاغ عامہ کے مسائل کا حل ڈھونڈھنے سے بھی قاصر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مسائل کا تعلق صنعتی اور تجارتی دنیا سے ہے جاگیردارانہ دنیا سے نہیں۔

پچھلے زمانے میں جاگیردار زمین کے تنازعات اور دیہی زندگی کے مسائل تو حل کر سکتا تھا۔ لیکن موجودہ زمانے میں جاگیردار کی بالادستی والے معاشرے سے غنڈہ گردی' رشوت' نالائقی' ضیاع' دھونس اور دھاندلی ختم نہیں کی جا سکتی۔ اچھے سے اچھے اقدامات کی کامیابی خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔ عمل در آمد کرتے وقت اعلیٰ سے اعلیٰ تجاویز اور منصوبے مسخ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جب تک جاگیردار کی سیاسی اور معاشی قوت کو نہ توڑا جائے یہ ممکن نہیں ہے کہ ان مسائل کا حل ڈھونڈھ لیا جائے جو اس معاشی اور سیاسی قوت کی پیداوار ہیں۔

اقتدار کی موجودہ جنگ میں سرمایہ دار طاقتور ہوتا جا رہا ہے۔ وہ اپنی سیاسی سوجھ بوجھ میں اضافہ کرتا جا رہا ہے اور زیادہ سے زیادہ متشدد ہوتا جا رہا ہے۔ اسے غیر معمولی معاشی خوشحالی میں ضرورت سے زیادہ حصہ مل چکا ہے۔ پھر بھی وہ حکومت کا تختہ الٹنے کا تہیہ کر چکا ہے۔

اگر سرمایہ دار کلی یا جزوی طور پر برسراقتدار آ گیا تو وہ بھی قومی معیشت کو کسی طور پر چلا نہیں سکے گا۔ اس کے لئے افسر شاہی' جاگیرداری اور سامراج پر تکیہ کرنا لازمی ہو گا۔ یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ معیشت اور سیاست چلانے میں اس کا کردار منفی ہو گا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آج کل اقتدار سے باہر رہ کر معیشت کو درہم برہم اور سبوتاژ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ یقیناً وہ اس کی اہلیت بھی رکھتا ہے اور اس کے پاس اس کی قوت بھی ہے بالخصوص اس لئے کہ سرمایہ دار کی مخالفت کے لئے جاگیردار کی زیر قیادت قائم شدہ اتحاد کمزور تر ہوتا جا رہا ہے۔ شہری آبادی کے حکومت سے روز بروز زیادہ بددل ہونے کے امکانات ہیں۔ ابھی تک جو لوگ حکومت کا ساتھ دے رہے ہیں ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اپوزیشن کے مقابلے میں حکومت کمتر برائی کی حامل ہے۔ جاگیردار بہ حیثیت طبقہ مکمل طور پر منتشر ہو چکا ہے۔ اس کا خاتمہ ناگزیر ہے۔ یہ ڈوبتا جا رہا ہے۔ اور ڈوب ہی کے رہے گا۔ مستقبل میں اگر کوئی معاشی بحران آیا تو توازن سرمایہ دار کے حق میں ہونے کا امکان ہے۔ شہری زندگی کے مفلوج ہونے کا خطرہ ہے۔ اور یہ بھی خطرہ ہے کہ پاکستان زندگی اور موت کی ایک اور کشمکش کا شکار ہو جائے گا۔ جاگیردار بالکل اس قابل نہیں رہا ہے کہ قومی معیشت کو چلا سکے اور پاکستان کے عوام کی صحیح سیاسی اور معاشرتی رہنمائی کر سکے۔

پاکستان کا مستقبل سنگین ترین خطرے میں ہے قومی صورتحال ایک ایسی سمت جاتی دکھائی دے رہی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ فوج کی وطن کا دفاع کرنے کی صلاحیت بری طرح متاثر ہو جائے۔ عدلیہ کی صلاحیت کار ختم ہو کر رہ جائے۔ پولیس امن و امان برقرار نہ رکھ سکے۔ کارخانہ دار اپنا کارخانہ چلا نہ سکے۔ صنعتی مزدور معمولی معاوضہ تک وصول نہ کر سکے اور اسے آج کل جو تھوڑے بہت حقوق حاصل ہیں وہ ان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ کسان اپنی محنت کے عوض روکھی سوکھی حاصل نہ کر سکے۔ طالب علم کے لئے تعلیم جاری رکھنا دشوار ہو جائے۔ ادب کی تخلیق کسی ادیب کے بس کی بات نہ رہے اور کوئی بھی صحافی سچ بولنے کے قابل نہ رہے' وغیرہ وغیرہ۔ یہ خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ ملکی دفاع اور معیشت کو فروغ دینے کے اعلیٰ قومی مقاصد ثانوی حیثیت اختیار کر جائیں گے۔ ملک کی فضاء زیادہ سے زیادہ علاقائی' نسلی فرقہ وارانہ اور لسانی تنازعات کے لئے سازگار ہوتی جا رہی ہے۔ جاگیردار حکومت کرنے کے قابل نہیں رہا۔ اور سرمایہ دارانہ اس کا اہل ہے نہ اس کے لئے اسے مناسب تربیت ہی میسر آ سکی ہے۔ مزید برآں تاریخی رجحانات اتنے ہی سرمایہ دار کے خلاف ہیں جتنے جاگیردار کے خلاف ہیں۔ جدید نو آبادیت بالادستی اور توسیع پسندی کے اس دور میں ایک پسماندہ ملک روایتی سرمایہ داری کا راستہ اختیار کر کے ترقی اور خوشحالی حاصل نہیں کر سکتا۔

پاکستان کی حالیہ تاریخ سے سبق ملتا ہے کہ اگر حکمران طبقوں نے ملک کے مختلف علاقوں کے عوام کے موجودہ غیر معاندانہ تضادات کو بروقت اور خوش اسلوبی سے حل نہ کیا تو یہ علاقائی تضادات اس حد تک شدید ہو سکتے ہیں کہ نوبت تصادم تک پہنچ جائے اور اس کا نتیجہ ایک اور جغرافیائی تقسیم کی صورت میں سامنے آئے۔ بنگلہ دیش کا ظہور ان مضمرات کی بخوبی نشاندہی کرتا ہے۔ ملک کی جبری تقسیم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایک علاقے کے معاشرتی و معاشی مسائل کو حل کرنا ایسی حکومت کے لئے ممکن نہیں ہوتا جس پر کسی دوسرے علاقے کے معاشرتی و معاشی مفادات کا غلبہ ہو۔ نیز اگر کسی علاقے پر دوسرے علاقے کے مفادات کا غلبہ ہو یا اس علاقے کی آبادی کو ایسے غلبے کا احساس ہو تو اس کی ساری آبادی بالاخر شدت سے علیحدگی کا مطالبہ کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ محب وطن عناصر کراسے اچھی طرح سمجھ ہی نہیں لینا چاہئے بلکہ بروقت سمجھنا چاہئے کہ پاکستانی معاشرے کے جو تضادات اس کی بقاء کے لئے خطرہ بن گئے ہیں ان کا حل کرنا فوری اور سب کے لئے ایک مقدس فریضہ ہے۔ نئے اور پرانے سندھی، پٹھان اور بلوچ، پنجابی اور پٹھان، پنجابی اور سندھی جیسے علاقائی اور نسلی تنازعات کے متعلق اس وقت یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابھی ان میں معاندانہ شدت نہیں آئی۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ان میں ایسی شدت آ نہیں سکتی۔ ان میں مضمر خطرات کو بھانپنا اور ان کا سدباب کرنا وقت کا اشد ترین تقاضا ہے۔ وقت گزر گیا تو کف افسوس ملنے سے کچھ نہیں بنے گا۔

ہماری تاریخ کے موجودہ مرحلے میں علاقائی، ثانوی تضادات کو حل کرنا ممکن ہے لیکن یہ مجرد اور کھوکھلے نعروں سے حل نہیں ہو سکتے۔ انہیں فراست و تدبر سے حل کرنا ہوگا۔ اور فراست و تدبر کا تقاضا یہ ہے کہ دو بدیہی حقیقتوں کو پوری طرح پیش نظر رکھا جائے ایک حقیقت بیرونی دشمن کی ہے جو ہمارے ہر اندرونی تضاد سے فائدہ اٹھانے کی ہمہ وقت کوشش کرتا ہے اور دوسری اندرونی دشمن کی ہے جو گذشتہ تین سال سے علاقائی تعصب پھیلا کر اپنے ناپاک مقصد کی تکمیل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ قومی اہمیت کی سرفہرست حقیقت یہ ہے کہ ملک کی ساری آبادی چند گمراہ اور ناقابل اصلاح افراد کے سوا، اچھی طرح سمجھتی ہے کہ پاکستان کے تحفظ اور سلامتی کے بنیادی مسئلہ کا تعلق اس سے ہے کہ ہم ہندوستان کی توسیع پسندی کے بارے میں کیا حکمت عملی اختیار کرتے ہیں۔ ریاست جموں و کشمیر کا تنازعہ اور پاکستان کا خود مختار و آزاد مملکت کے طور پر زندہ رہنے کا حق ایسے بنیادی معاملات ہیں جو پاکستان کی روح کی اتھاہ گہراہوں کو متاثر کرتے ہیں۔ علاوہ بریں خواہ جاگیردار شاہی اس سے ہزار آنکھیں بند کرے۔ اہل پاکستان کو پوری طرح یقین ہے کہ ملک میں زمین کے مسئلے کو اولیت حاصل ہے، پاکستانی معاشرے میں سب سے زیادہ مظلوم، سب سے زیادہ پسماندہ طبقہ کسانوں کا ہے اور یہ آبادی کا غالب اکثریتی طبقہ ہے اور اس کے مقابلے میں سب سے زیادہ جابر طبقہ جاگیرداروں کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسان کو جاگیرداری نظام کے چنگل سے آزاد کرانا ملک کو ناقابل شکست حد تک طاقتور بنانے کے مترادف ہے۔

اس وقت تمام طبقات کے ترقی پسند، روشن خیال اور محب وطن عناصر کا مقدس ترین فریضہ ہے کہ وہ مادر وطن کے دفاع، نشوونما اور ترقی کے لئے متحد ہو کر اٹھ کھڑے ہوں۔ وقت کا بنیادی اور اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ ملک کا سیاسی اقتدار ان ظالموں اور استحصالیوں کے پاس نہ ہو کہ جنہیں تاریخ رد کر چکی ہے۔ صرف پیداواری طبقوں اور ان کے سچے حلیفوں کا متحدہ محاذ ہی ملک کی موجودہ سنگین صورتحال سے نمٹ سکتا ہے اور صرف یہی متحدہ محاذ پاکستان کی سالمیت اور آزادی کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اگر پاکستان کے ترقی پسند، روشن خیال اور محبت وطن عناصر خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں تو یہ عوامی متحدہ محاذ حسب ذیل رہنما اصولوں کی بنیاد پر قائم ہو سکتا ہے۔

1- پاکستان کے نظریہ قومیت کو فروغ دینا چاہئے اور تمام ترقی پسندانہ خیالات اور اقدامات ملک دوستی، حب الوطنی پر مبنی ہونے چاہئیں تاکہ پاکستان آزاد و خود مختار ملک کی حیثیت سے ناقابل شکست بن جائے۔

2- ملک کے مکمل دفاع کے لئے قومی مسلح افواج کی نگرانی میں ایسی مقامی دفاعی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو غریب کسانوں، محنت کشوں اور تمام طبقات کے محب وطن عناصر پر مشتمل ہوں۔ ان کمیٹیوں کی امداد سے قومی سطح پر عوامی ملیشیا کو ترتیب دینے کا پروگرام شروع کیا جائے۔

3- پاکستان کی خارجہ حکمت عملی کا بنیادی مقصد یہ ہونا چاہئے کہ علاقائی توسیع پسندی، سامراجی غلبے اور بالادستی کے خلاف ملک کی خود مختاری و آزادی کا تحفظ ہو سکے۔

4- مزدور لیڈروں سمیت سارے سیاسی قیدیوں کو رہا کیا جائے۔ شہری آزادیاں جاری و ساری کی جائیں۔ شہریوں کے بنیادی حقوق کے منافی قوانین کو منسوخ کیا جائے۔

5- ملکی وحدت اور سالمیت کو نقصان پہنچائے بغیر جہاں تک ممکن ہو معاشی طور پر پسماندہ علاقوں کو سیاسی خود مختاری دی جائے۔ مقامی ثقافت کے فروغ پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ تمام علاقائی زبانوں کو تحفظ دیا جائے۔ اور ان کے نشوونما کی ضمانت بہم پہنچائی جائے۔ قومی ترقی میں معاشی طور پر پسماندہ علاقوں کو ترجیح دی جائے۔ قومی معاملات میں ان کی شرکت حقیقی اور مکمل ہونی چاہئے۔

6- جاگیرداری کا خاتمہ کیا جائے اور غریب کسانوں کو اس لعنت سے نجات دلائی جائے۔ علیحدگی پسندی اور صوبائیت پرستی کی جاگیرداری بنیادوں کو بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ ختم کر دیا جائے۔ غیر زرعی علاقوں میں جاگیرداری سے بھی پرانا سیاسی معاشرتی اور معاشی استحصال نظام کا خاتمہ کر کے ان کے غریب و پسماندہ عوام کو ہر لحاظ سے آزاد کرایا جائے اور ان علاقوں کی پوری

طرح سے معاشی، معاشرتی، تعلیمی اور تکنیکی امداد کی جائے اور ان کی ثقافت اور انفرادیت کا تحفظ کیا جائے۔

7- جاگیرداری کے خاتمے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کی ضرورت ہے۔

(الف) بٹائی کا جو سلسلہ بڑے غیر حاضر جاگیرداروں کا رائج کردہ ہے اور اس کی جو بھی صورت صوبہ سرحد اور بلوچستان میں رائج ہے اسے یکسر ختم کر دیا جائے۔

(ب) ایسے مالکان زمین کی جو واقعی خود کاشت کرتے ہیں اور مستقلاً" وہیں رہتے ہیں۔ حوصلہ افزائی کی جائے اور انہیں پورا تحفظ دیا جائے۔ ان کے لئے زمین کی حد ملکیت کا تعین خاندانی بنیاد پر کیا جائے۔ ساری فالتو زمینیں بے زمین کسانوں میں بلامعاوضہ تقسیم کی جائے۔

(ج) جو لوگ سرکاری ملازمت، بیماری یا بڑھاپے یا کسی اور معقول وجہ سے خود کاشت کرنے سے معذور ہیں ان کے مفاد کا مناسب تحفظ کیا جائے۔

(د) چھوٹے مالکان زمین کو ان کے گذارے کے لئے مزید زمین دی جائے اور درمیانے درجے کے مالکان زمین کو رعایتیں دی جائیں۔

8- درمیانہ درجہ کے کاروباری اور چھوٹے کارخانہ دار کے مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ سٹور والوں، دکانداروں اور چھوٹے صنعتی یونٹوں کے مالکوں کی پوری امداد کی جائے اور انہیں کسی بھی طرح ہراساں نہ کیا جائے۔ درمیانے اور چھوٹے سرمایہ دار کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ان سے کی گئی بے انصافیوں کی تلافی کی جائے۔ اور اس سرمایہ داری کا خاتمہ کیا جائے جو غیر ملکی استحصالی سرمایہ کار کے گماشتے پیدا کرتی ہے یا افسر شاہی کو سرمایہ دار بناتی ہے۔ قومی معیشت کی بنیاد خود انحصاری پر رکھنی چاہئے۔

9- بے حد آمدنی حاصل کرنے اور بے حساب دولت جمع کرنے کے حق پر پابندی لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اسے روکا جائے یہ حد اتنی کم ہونی چاہئے کہ دولت کا ضیاع اور غیر ضروری استعمال نیز شاہ خرچی اور تعیش کا امکان ختم ہو کے رہ جائے۔

10- شہروں میں محنت کشوں کو اور دیہات میں کسانوں کو حقیقی سیاسی قوت حاصل ہونی چاہئے۔ انتظامیہ، عدلیہ ٹیکس وصول کرنے اور سرمایہ تقسیم کرنے کا موجودہ نو آبادیاتی سلسلہ ختم کر دیا جائے کیوں کہ اس کی رو سے تمام متعلقہ اختیارات اوپر کے چھوٹے سے حلقے میں مرکوز ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ ختم کر کے محنت کشوں اور تمام طبقات کے ترقی پسند عناصر پر مشتمل عوامی جمہوریت کا نظام قائم کیا جائے۔ تمام دیوانی اور فوجداری اختیارات ماسوائے ان اختیارات کے جو قومی سلامتی سے متعلق ہوں۔ عدلیہ کا نیا عوامی نظام قائم کر کے اس کی تحویل میں دے دینے چاہئیں۔ ہر جگہ مقامی کیٹیاں قائم کی جائیں۔ جو مزدوروں، کسانوں اور دوسرے سارے طبقات کے ترقی پسند عناصر کے حقیقی نمائندوں پر مشتمل ہوں۔ ان کیٹیوں کے دائرہ اختیار میں وہ تمام منصوبے ہوں جو خوراک، صحت، اشیائے خوردنی کی تقسیم، تعلیم، مقامی ٹرانسپورٹ وغیرہ سے متعلق ہوں۔ ان کی منصوبہ بندی انہیں روبعمل لانے کے طریقوں اور ان کے انتظام کا مسئلہ بھی پوری طرح ان کیٹیوں کے دائرہ کار میں ہونا چاہئے۔ بڑے صنعتی اداروں، بڑے زرعی فارموں اور ریلوے، بجلی، نہروں وغیرہ جیسے قومی اداروں میں محنت کشوں کے لئے صحیح جمہوری اور موثر کردار کی بنیاد رکھی جائے۔

11- پاکستان کی عورتوں کو جاگیردارانہ نظام کی زنجیروں سے پوری طرح آزاد کرایا جائے۔ انہیں مساوی سیاسی، معاشرتی اور معاشی حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ ہر طبقہ کی عورتوں کی مکمل آزادی اور عزت افزائی کے بغیر قوم کی حقیقی ترقی اور خوشحالی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

12- تمام مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے اپنے عقیدے کے مطابق چلنے کی پوری آزادی حاصل ہونی چاہئے اور کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح نہ ہونے دیا جائے۔

13- ہر اس ثقافتی، تخلیقی اور عملی سرگرمی کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے جو نوے فیصد سے زیادہ آبادی کے مفادات کا تحفظ کرے اور ان کو فروغ دے۔

ترقی پسند اور محب وطن صحافیوں، ادیبوں، شاعروں، استادوں اور دوسرے دانشوروں کو پوری امداد دی جائے۔ تاکہ وہ عوامی جمہوریہ کے قیام میں موثر کردار ادا کر سکیں۔

سرکاری، نیم سرکاری اور پیشہ ور ملازمین کی شرائط ملازمت درج ذیل طریق سے بدل دی جائیں اور ان کی نگرانی کے لئے درج ذیل مشینری قائم کرنی چاہئے تاکہ:

(الف) وہ اعلیٰ معیار کا کام بلاخوف اور بلا رو رعایت کر سکیں۔

(ب) ان کے خلاف انکوائری اور اس کا فیصلہ نیز دوسرے انضباطی کارروائیوں کا فیصلہ عدل و انصاف سے ہو سکے۔

14- طلبہ کو پورا تحفظ ملنا چاہئے اور انہیں ملکی معاملات میں شرکت کا حق دینا چاہئے۔ ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے کہ وہ غریب کسانوں، محنت کشوں اور تمام طبقات کے ترقی پسند عناصر کو متحرک و منظم کریں۔

ان اصولوں کی بنیاد پر قائم شدہ وسیع ترین عوامی متحدہ محاذ ایک ایسی قومی حکومت کی تشکیل کرے جو سامراج نواز، عوام دشمن اور وطن فروش، جاگیرداروں، اور گماشتہ سرمایہ داروں کے اثر و رسوخ سے بالاتر ہو۔ صرف ایسی حکومت ہی وطن عزیز کی سالمیت و آزادی کی ضامن ہو سکتی ہے اور ملک کے سارے علاقوں کو صحیح معنی میں یکساں ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن کر سکتی ہے۔ اگر خدانخواستہ ملک میں معدودے چند بڑے جاگیرداروں کا غلبہ رہا یا کسی فوجی ٹولے کی آمریت مسلط ہو گئی یا مٹھی بھر گماشتہ سرمایہ داروں کی سیاسی بالادستی قائم ہو گئی یا عنان اقتدار کلی یا جزوی طور پر بھارت نواز عناصر کے ہاتھ میں چلی گئی تو علاقہ پرستی کا بھوت ناگزیر طور پر دھماکہ چوکڑی مچائے گا، اور سارے اندرونی اور بیرونی دشمن اس سے فائدہ اٹھا کر ہمارے وطن کو برباد کر دیں گے۔

سینیٹر میک گورن چیئرمین سب کمیٹی برائے امور مشرق قریب اور جنوبی ایشیا کی رپورٹ

(اپریل 1976ء میں امریکہ کے سینٹر جارج میک گورن چیئرمین سب کمیٹی برائے امور مشرق قریب اور جنوبی ایشیاء نے پاکستان اور بھارت اور بنگلہ دیش کا دورہ کیا تھا۔ پاکستان کے دورے کے دوران انہوں نے وزیراعظم بھٹو اور دیگر سرکاری حکام سے تفصیلی ملاقاتیں کی تھیں۔ سینیٹر میک گورن نے اپنے اس دورے کی رپورٹ امریکی سینٹ کی کمیٹی برائے امور خارجہ کو پیش کی۔ اس رپورٹ کو ہم من و عن شائع کر رہے ہیں)

1971ء کی مشکل جنگ کے بعد جس میں پاکستان کو مشرقی پاکستان (حالیہ بنگلہ دیش) سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اس وقت سے حکومت پاکستان شدید قسم کے سماجی' اقتصادی اور سیاسی مسائل سے دوچار ہے۔

جنگ میں شکست اور مشرقی پاکستان کے چھن جانے کے نتیجے میں پرانی حکومت کو سبکدوش ہونا پڑا۔ جنگ کے بعد کی صورت حال میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے مارشل لاء کے زیر سایہ قیادت سنبھالی۔ جنگ کے بعد مہینوں میں انہوں نے فوج کی تنظیم نو کی۔ سول سروس کی تطہیر کی اور کئی اصلاحات نافذ کرنے کے لئے اقدامات کئے۔ اپریل 1972ء میں پاکستان کی پہلی براہ راست منتخب شدہ قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کیا اور مارشل لاء ختم کیا۔ مسٹر بھٹو نے صدارت کا حلف اٹھایا۔ ان کی قیادت میں اتفاق رائے سے ایک نیا دستور وجود میں آیا۔ جس کے تحت حکومت کا ڈھانچہ بنایا گیا جو پاکستان کو نئے سرے سے قوت بخش سکے۔ نیا دستور اگست 1973ء میں نافذ ہوا اور مسٹر بھٹو ایک مضبوط مرکزی حکومت کے وزیراعظم بنے۔

اب جنگ کے بعد کے پانچویں سال کی ابتداء میں کئی متاثر کرنے والی کامیابیاں حاصل کی ہیں گو کہ جن امریکیوں اور پاکستانیوں سے ہماری گفتگو ہوئی ان کے خیال میں کئی مسائل حل طلب ہیں اور کئی مسائل اور شدید ہو گئے ہیں۔

جنگ کے وقت سے پاکستان کی حکومت اپنے عالمی رابطوں کو مضبوط بنانے کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہی ہے۔ اس کوشش میں عرب دنیا' چین اور امریکہ سے تعلقات کو خصوصی اہمیت دی جا رہی ہے۔ مسٹر بھٹو "دو طرفہ تعلقات" کی پالیسی کی وضاحت کر رہے ہیں۔ اس کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ تمام ممالک سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی جائے اور کسی بھی ملک یا گروہ کی تمام پالیسیوں کی حمایت نہ کی جائے۔

ماضی قریب میں پاکستان نے اپنے کھوتے ہوئے حصے "بنگلہ دیش" سے تعلقات کو ترقی دینے میں خصوصی طور پر دلچسپی لی ہے۔ جب پچھلی 15 اگست کو شیخ مجیب الرحمان کو بنگلہ دیش میں قتل کر دیا گیا تو پاکستان نے نئی فوجی حکومت کو ایک دن کے اندر تسلیم کر لیا۔

بنگلہ دیش سے جوش و خروش اور تیزی کے ساتھ دوستی بڑھانے میں ہندوستان کی طرف سے جو خدشے ہو سکتے تھے انہیں اچھی طرح سمجھتے ہوئے مسٹر بھٹو نے بنگلہ دیش سے تعلقات کو بہتر بنانے کے سلسلے میں وہ رویہ اختیار کیا جو مبصرین کی نگاہ میں محتاط اور منصفانہ تھا۔ ہم پاکستان ہی میں تھے کہ بنگلہ دیش کے سفیر آئے جن کا گرمجوشی سے استقبال کیا گیا۔ بعد میں ہم بنگلہ دیش میں تھے جب پاکستانی سفیر وہاں پہنچے اور ان کا پرتپاک استقبال ہوا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنگلہ دیش سے نئے تعلقات کے نتیجے میں ہندوستانی حکومت کو جو شدید دشواریاں پیش آ سکتی ہیں ان کا پاکستانیوں کو بخوبی اندازہ ہے۔ پاکستانی حکام کا دعویٰ ہے کہ ان کی نیت یہ ہے کہ پورے برصغیر میں خوشگوار تعلقات قائم ہوں اور ہمیں بتایا گیا کہ پاکستان بنگلہ دیش کے معاملے میں کوئی ایسی کارروائی نہیں کرنا چاہتا جس کے نتیجے میں اس کے اور ہندوستان کے درمیان تعلقات خطرے میں پڑیں۔

اسلام آباد اور نئی دہلی کے درمیان کئی مسائل باقی ہیں۔ 1971ء کی جنگ کے بعد کئی مثبت اقدامات ہوئے ہیں۔ جنگ اور جنگ سے پیدا ہونے والے چند مسائل مثلاً" ہندوستان میں تقریباً" نوے ہزار فوجیوں اور شہریوں کا مسئلہ حل ہو گیا ہے لیکن ابھی تک تعلقات میں سرد مہری ہے۔ اور کئی معاملات میں کشیدگی باقی ہے۔ دونوں فریقوں نے ڈاک اور ٹیلیفون کے رابطوں کی بحالی پر سمجھوتہ کر لیا ہے لیکن سفارتی تعلقات جیسے اہم مسائل کا حل ہونا باقی ہے۔ ایک دوسرے کی طرف سے خوف اور بداعتمادی پائی جاتی ہے۔ ہمیں اسلام آباد اور دہلی میں دونوں جگہ یہی بتایا گیا کہ اس بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ دوسرا فریق اس وقت جنگ کی تیاریوں میں لگا ہوا ہے۔

اس مسلسل فوجی اور محاذ آرائی کے خوف کے نتیجے میں ہندوستان اور پاکستان دونوں کو اپنے مجموعی بجٹ کا بہت بڑا حصہ خرچ کرنا پڑ رہا ہے۔ پاکستان کی معیشت بہت کمزور ہے اس کی مجموعی قومی پیداوار تقریباً" 12ء5 بلین ڈالر ہے بجٹ 3ء5 بلین ڈالر ہے۔ اس میں سے 700 ملین ڈالر دفاع کے لئے نکل جاتا ہے۔ 1ء5 ملین جاری مصارف کے لئے اور اس طرح ترقیاتی بجٹ صرف 1ء3 بلین ہے۔

پاکستان اپنی برآمدات سے تقریباً" ایک بلین ڈالر کماتا ہے۔ اس وقت درآمدات 2ء2 بلین ڈالر سالانہ تک پہنچ چکی ہے اور ان میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ مشرق وسطیٰ کی 1973ء کی جنگ کے بعد سے تیل کی درآمدات 60 ملین ڈالر سے بڑھ کر 400 ملین ڈالر سے بھی زیادہ ہو گئی ہیں۔ بیرونی امداد اور خاص طور پر تیل برآمد کرنے والے ممالک کی امداد کے بغیر پاکستان کو اپنے ترقیاتی پروگراموں میں بہت زیادہ کمی کرنی پڑتی ہے۔ اور درآمدات کی حد کو گھٹانا پڑتا۔ تیل پیدا کرنے والے ممالک نے تقریباً" ایک بلین ڈالر دینے کا وعدہ کیا اور 1975ء کے مالی سال میں پاکستان کو 500 ملین

ڈالر دیئے۔

امریکہ 175 ملین سے 200 ملین ڈالر تک سالانہ امداد دیتا رہا ہے۔ اس امداد کی آدھی سے زیادہ پی ایل 480 کے تحت گیہوں اور خوردنی تیل کی صورت میں ہوتی ہے۔ غیر ملکی قرضوں کی رقم 6 بلین ڈالر سے زیادہ ہے اور زرمبادلہ کی کمائی کا ایک چوتھائی سے زیادہ سود کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے۔

پاکستانی اپنے اطراف کی دنیا کو دیکھتے ہوئے اور سیاسی جغرافیائی شہ رگ کو محسوس کرتے ہوئے کئی شکوک و شبہات کا اظہار کرتے ہیں۔ انہیں یقین نہیں ہے کہ افغانستان سے تعلقات جن میں آج تلخی اور اختلافات کھلے ہوئے ہیں ان میں نرمی آسکتی ہے اور خوشگوار بقائے باہمی کی فضاء پیدا ہو سکتی ہے۔ صرف افغانستان ہی کو ایک فوجی خطرہ نہ سمجھتے ہوئے پاکستانی افغانستان اور سوویت یونین کے لمبی مدت کے منصوبوں کی طرف سے بھی فکر مند رہے ہیں۔ اسی طرح وہ ہندوستان کی طرف دیکھتے ہیں اور سرحدوں پر ہندوستانی ڈویژنوں کی تعداد گنتے رہتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہندوستان کسی وقت بھی چڑھ دوڑے گا۔ ان اندیشوں نے پاکستان کو اپنے پڑوسیوں سے پرانے مسائل کے حل کی کوششوں میں مستعد بنا دیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ مغرب اور عرب ریاستوں سے اخلاقی اور مالی امداد کی توقع کرتا ہے۔

پاکستان نے جلد ہی سلسلہ جنبانی کی کہ امریکہ سے غیر مہلک فوجی سازو سامان کی ترسیل پر سے پابندی ہٹائی جائے اور تقریباً" ایک سال قبل امریکہ نے یہ پابندی ہٹالی۔ پاکستانیوں نے اسلحہ کے لئے درخواستوں میں امتیاز برتا ہے۔ اس وقت سے اسلحہ کی خریداری زیادہ تر غیر مہلک سازو سامان اور پرزہ جات تک رہی ہے۔ اس سے باہر صرف ایک چیز یعنی چند TOW ٹینک شکن مزائل اور لانچرز ہیں۔

پاکستانی امریکہ سے ہتھیاروں کی حسب معمول اور مسلسل فراہمی کی خواہش رکھتے ہیں مگر صبر سے کام لینے پر بھی آمادہ نظر آتے ہیں۔ 1974ء میں 26 ملین اور 1975ء میں 46 ملین ڈالر کی فروخت ہوئی۔ لیکن طیاروں کا معاملہ ایک اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ پاکستان ایک ترقی یافتہ قریبی' فضائی مدد (CLOSE AIR SUPPORT) والے طیارے کا مطالبہ کرتا ہے۔ ایک قسم جس کی نشاندہی کی گئی ہے وہ A-7 ہے۔ ابھی تک امریکی سفارت خانہ یہ کہتا ہے کہ وہ نیا طیارہ خریدنے کے بارے میں پاکستانیوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرے گا۔ میرے خیال میں امریکہ کو اسی پالیسی پر عمل پیرا رہنا چاہئے۔ جس کا اعلان پابندی ہٹاتے وقت کیا گیا تھا اور اسے برصغیر میں اشتعال انگیز فوجی تیاریوں میں نہ تو حصہ لینا چاہئے نہ اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ پاکستانیوں کے لئے سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایسی فوجی طاقت تیار کرے جو انتہائی مضبوط دفاعی فوج ہو اور ہر حملہ آور کا منہ پھیر سکے۔ بہرحال پاکستان کے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ وہ ایسی فوج تیار کر سکے جو اس کے ہمسایوں کے لئے خطرہ بن سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ برصغیر میں اخراجات بڑھ جائیں گے اور فوجی طاقت کے روزبروز بڑھتے رہنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔

ان فوجی سوالات کے ساتھ ہی ساتھ ایک اور سوال جو ان مسائل سے قریبی تعلق رکھنے والا ہے۔ وہ سوال پاکستان کا ایٹمی ترقیاتی پروگرام ہے۔ آج کل پاکستان اپنے ایٹمی توانائی کے پروگرام کو تیزی کے ساتھ ترقی اور وسعت دینے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ اور 1980 سے 1990ء کے دوران 12 سے 14 ہلکے پانی کے بجلی پیدا کرنے والے ری ایکٹروں کی خریداری کا منصوبہ ہے۔

اس کے علاوہ پاکستان ایک ری پروسیسنگ پلانٹ بھی خریدنا چاہتا ہے۔ امریکہ یہ کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان کو ری پروسیسنگ پلانٹ کی خریداری روکنے پر آمادہ کرے کیوں کہ یہ جوہری ہتھیاری سازی کے پروگرام میں بنیادی نوعیت کا اقدام ہو سکتا ہے۔ یہی بات نہیں ہے کہ ایٹمی ری پروسیسنگ کے لئے بھاری رقم کی ضرورت پڑے گی۔ اور یہ بات ایک ایسے ملک کے لئے جو مسلسل خسارے میں ہو بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے بڑی حد تک استحکام میں خلل پڑ سکتا ہے۔

ہندوستان کے پروگرام کی طرف سے پاکستان کو جو اندیشے ہیں اس میں مجھے پاکستان سے ہمدردی ہے مگر تمام متعلقہ فریقوں کے مفاد کا تقاضہ یہ ہے کہ ایٹمی ہتھیاروں کے چکر میں دولت ضائع نہ کی جائے اور امریکہ اور دوسرے ایٹمی ممالک کو بڑی سختی کے ساتھ یہ کوشش کرنی چاہئے کہ پاکستان اور ہندوستان ایٹمی توانائی اپنانے کے بارے میں مزید کوئی اقدام نہ کریں۔

داخلی صورت حال

ایسا لگتا ہے طاقتور اور قابل لیڈر مسٹر بھٹو کی شخصیت کا طلسم اس وقت بھی باقی تھا جب انہوں نے 1971ء کی جنگ کے بعد اقتدار سنبھالا۔ انہوں نے اس ملک کی قیادت سنبھالی جو منتشر' حیران اور پست حوصلہ ہو چکا تھا۔ اور اس ملک کو دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا کرنے میں مرکزی کردار انجام دیا۔ شاید ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے 1971ء کی جنگ کے بعد پاکستان کی خود اعتمادی کو بحال کیا اور عالمی برادری میں اس کی ساکھ اور وقار کو بحال کیا۔

ان کامیابیوں سے آگے دیکھتے ہوئے مبصرین کی نظر میں یہ بات آتی ہے کہ مسٹر بھٹو کا حکمرانی کا ہاتھ بڑا سخت ہے اور کئی ایک یہ یقین رکھتے ہیں' سختی میں زیادتی سے مطلق العنانی کا رجحان ظاہر ہوتا ہے۔ کچھ مبصرین کا خیال یہ ہے کہ پاکستان کا نیا دستور' جسے مسٹر بھٹو نے اتفاق رائے سے منظور کروانے کی کوشش کی اور منظور کروالیا۔ ایک نئے سیاسی ڈھانچے کی ابتداء سے زیادہ اس مطلق العنانیت کا خاتمہ ہے جو آزادی کے وقت سے پاکستان کی خصوصیت بن گئی تھی۔ بھٹو اور وہ لوگ جن کی وہ حمایت کرتے ہیں انتخابات

جیتنے کی خواہش اور صلاحیت رکھتے ہیں۔ طریقے چاہے جائز ہوں یا ناجائز' اور اقتدار پر قابض رہنا چاہتے ہیں۔ مسٹر بھٹو جن لوگوں کو قومی تحفظ کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں انہیں وہ جیلوں میں ڈال سکتے ہیں اور انہوں نے ڈالا ہے اور انہیں ضمانت کے حق سے محروم کر دیا ہے۔ مسٹر بھٹو پر تنقید کرنے والے اس بے پناہ ترقی کی نشاندہی کرتے ہیں جو پولیس کی تین شاخوں' سنٹرل انٹلی جنس' سنٹرل پولیس اور سنٹرل سیکوریٹی فورس مین کی شکل میں عمل میں آئی ہے۔

عنان اقتدار پر مسٹر بھٹو کی شخصی گرفت کی وجہ سے حکومت کی توانائیوں کا تیز رفتار اظہار ممکن ہوا ہے جب کہ مسٹر بھٹو کسی خاص پروگرام کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔

اس کی وجہ سے کئی اہم پروگرام بنے گو کہ مبصرین محسوس کرتے ہیں کہ اس قسم کی قیادت کئی مواقع پر ترجیحات میں جلد جلد تبدیلی اور بعض اوقات عدم تسلسل کا باعث بنتی ہے۔ مسٹر بھٹو نے ابھی تک ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دیرپا سیاسی اداروں کے قیام کے سلسلے میں کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا ہے نہ ہی ان کا کوئی جانشین سامنے ہے۔

پاکستان کے امراء کے لئے وفاقی حکومت کی ملازمت کافی عرصے سے ایک اچھا ذریعہ معاش تھا۔ پاکستان کے محکمہ خارجہ کی بہتر کارکردگی کے پیچھے یہی عنصر کارفرما رہا تھا اور اسی کی وجہ سے سرکاری محکموں میں باصلاحیت افراد کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ بہرحال حکومت بھی تبدیلیاں کرنے والی حکومت نہیں ہے۔ مسٹر بھٹو اختیارات کو اپنی ذات اور اپنے چند مخصوص مشیروں کے گروہ تک محدود رکھنے کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ اس طرح دوسرے افسر واضح احکامات اور اختیار کے بغیر رہ جاتے ہیں۔

پاکستان میں مقامی حکومتی ادارے (GOVERNMENT LOCAL) نسبتاً پسماندہ ہیں اور جمہوریت کی جڑیں برائے نام ہیں۔ مبصرین یقینی طور پر سمجھتے ہیں کہ اس صورت حال کو تبدیل کرنے کے لئے بھٹو حکومت نے کچھ نہیں کیا۔ حکومتی سروسیں جیسی کہ وہ ہیں اسلام آباد سے شروع ہو کر صوبوں سے ہوتی ہوئی ضلع کی سطح تک پہنچتی ہیں۔ لیکن اگر حکومت مختلف معاملات میں ٹھوس ترقی کرنا چاہتی ہے تو اسے اپنے بنیادی ڈھانچے پر محنت کرنی پڑے گی۔

ان تمام باتوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دیہاتوں میں بڑی تبدیلیاں نہیں ہوئی ہیں۔ غذا اور غذائیت دونوں کے توازن میں اضافہ ہو رہا ہے۔ گو یہ تصور کیا جاتا ہے کہ ساٹھ فیصد آبادی کو مناسب غذا میسر نہیں ہے۔ عالمی غذائی پروگرام جو پاکستان میں شروع ہونے والا ہے' اس کے نتیجے میں یہ صورت حال بہتر ہو سکتی ہے۔ مگر مبصرین کا خیال ہے کہ یہ پروگرام پاکستان کو بہت زیادہ اور بڑی تیزی سے مشکلات دے گا جس کے لئے پہلے سے معقول تیاری نہیں کی گئی ہے۔

حکومت پاکستان کی بڑی مشکلات میں سے ایک بڑی مشکل لمبی مدت کی منصوبہ بندی معلوم ہوتی ہے۔ یہاں کچھ سوالات ہیں۔ آیا منصوبہ بندی کرنے والوں کو قیادت تک مناسب رسائی حاصل ہے؟ اور آیا عملی فیصلوں میں لمبی مدت کے منصوبوں پر ضروری توجہ دی جاتی ہے؟ حکومت بیرونی مہارت کی طرف ضرورت سے زیادہ جھکاؤ رکھ سکتی ہے۔ یہ مہارت چاہے کسی سفارت خانے یا کسی بین الاقوامی ایجنسی کا عملہ مہیا کرے۔ اور اس طرح ایک اہل اور موثر نوکر شاہی تیار کرنے کے مسئلے سے بچ جائے۔

مہارت' حکومت کا ایک شدید مسئلہ ہے۔ اساتذہ' ماہرین اور نیم ماہرین کے غیر ممالک جانے کا سلسلہ جاری ہے۔ اس صورت حال نے انتظامی ڈھانچے میں باصلاحیت افراد کی شدید کمی پیدا کر دی ہے۔ جیسے جیسے حکومت کے سلسلے میں نتیجے کی طرف اترا جائے یہ مسئلہ شدید سے شدید پایا جائے گا۔

ایران' سعودی عرب اور خلیج کی ترقی پذیر اقوام' پاکستانیوں کو ملازم رکھنے میں خاص خوشی محسوس کرتی ہیں۔ شاید کئی عرب ریاستوں کی فضائی افواج پاکستانیوں کے بغیر اپنا کام بھی نہ چلا سکتیں۔ عرب ریاستیں یہ سمجھتی ہیں کہ مسلم پاکستانیوں کی طرف سے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کا امکان نہیں ہے۔ جب کہ کہیں اور سے مزدوروں کی در آمد کی صورت میں اس کا امکان رہے گا اسی لئے ہمیں تمام عرب ریاستوں میں پاکستانی نائی' مالی' دھاتوں کا کام کرنے والے' درزی اور ملازمین نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہو سکتا ہے کہ ابو ظہبی میں مقامی لوگوں سے زیادہ پاکستانی نکل آئیں۔

باہر جانے کی اور بھی مثالیں ہیں۔ ایک مبصر نے فراصا" کہا کہ اگر پاکستانی چلے جائیں تو برطانیہ کی صحت عامہ کی سروس کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔

پاکستانیوں کو پتہ ہی نہیں ہے کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہئے۔ وہ ماہر اعلیٰ سول ملازمین کو عالمی اداروں سے واپس بلانے کی بات کرتے ہیں تا کہ حکومت کو مضبوط بنایا جائے لیکن کوئی یہ نہیں جانتا کہ یہ کیسے کیا جائے۔ غیر ممالک کی حوصلہ شکنی کی تمام کوششیں ناکام رہی ہیں چند مبصرین یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو ابتدائی اور درمیانہ درجے کی تعلیم پر زیادہ اور اعلیٰ تعلیم اور پوسٹ گریجویٹ اداروں پر کم رقم صرف کرنی چاہئے۔

جہالت اب بھی اسی فیصد ہے اور پچاس فیصد سے کم بچے پرائمری اسکولوں میں ہیں حکومت پچاس لاکھ بچوں پر تقریباً" سولہ ڈالر فی کس سالانہ کے حساب سے خرچ کر رہی ہے۔ یہ امریکہ میں خرچ ہونے والی رقم کا کل ایک فیصد ہے اور پاکستان کا قریب ترین ہمسایہ ایران اس سے بیس گنا زیادہ خرچ کر رہا ہے۔ یہ بات عام طور پر تسلیم کی جاتی ہے۔ کہ فوجی خدمات کا تصور پاکستان میں عام نہیں ہے۔ صرف فوج کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ پاکستان کی خدمت پر زور دیتی ہے۔ سماجی اعتبار سے پاکستان ابھی

تک خاندان اور قبیلے سے بندھا ہوا ہے سماجی مساوات ابھی دور کی بات ہے۔

مسٹر بھٹو نے جب اقتدار سنبھالا تو تقریباً بیس صد صنعت کو قومی ملکیت میں لے لیا جس سے سرمایہ داروں کی طاقت کو توڑنے میں مدد ملی لیکن دیہات کے مالداروں پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ جو لوگ تجارت اور کاروبار میں طاقتور تھے ان کا بال بیکا نہیں ہوا صرف صنعت کاروں کا طبقہ ایسا تھا جسے شدید نقصان پہنچا۔ اس کے نتیجے میں پچھلے سالوں میں پاکستانی صنعت نے خاطر خواہ ترقی نہیں کی ہے۔ بڑے بڑے منصوبے حکومتی اداروں کے ہیں۔ نجی صنعت کو چھوٹا رکھا تاکہ قومی ملکیت میں لینا ممکن نہ ہو اور دولتمند پاکستانی غیر منقولہ جائیداد بھی کم رکھتے ہیں کہیں قومی ملکیت میں نہ چلی جائے۔

زرعی میدان میں پاکستان بجا طور پر خود کفیل ہونے کی توقع کر سکتا ہے۔ پچھلے دس سالوں میں گندم کی پیداوار چار ملین .شلز سے بڑھ کر ساڑھے سات ملین .شلز تک پہنچ گئی ہے۔ اس کے باوجود ڈیڑھ ملین .شلز کی کمی رہ جاتی ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ گندم کے معاملے میں خود کفیل ہونے کے لئے نہری پانی میں اضافہ کرنا ضروری ہے۔ فارم کی سطح پر پانی کا کنٹرول اور انتظام اور کھاد کا صحیح اور خاطر خواہ استعمال ہونا ضروری ہے۔ لیکن تین بڑے کھاد کارخانے قائم کئے جا رہے ہیں۔ جو 1977ء میں پیداوار شروع کریں گے۔ پاکستان کو توقع ہے 1980ء تک نائٹروجن میں خود کفیل ہو جائے گا۔ اس کے بعد بھی فاسفیٹ درآمد کرنی پڑے گی۔

دوسری قوموں کے مقابلے میں پاکستان میں نہری زمین پر گندم کی فی ایکڑ پیداوار اب بھی بہت کم ہے۔ ہندوستانی پنجاب کے مقابلے میں یہ پیداوار اب بھی بہت کم ہے۔ مصر سے چالیس فیصد کم اور نیدرلینڈ سے پچیس فیصد کم ہے۔ دوسرے ممالک میں دوسرے اجناس کی پیداوار پاکستان کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ دو انتہائی اہم برآمدی اجناس روئی اور چاول کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ لیکن پاکستان اس سے بہتر نتائج حاصل کر سکتا ہے۔ پاکستان کی چاول کی پیداوار ہندوستانی پنجاب کے مقابلے میں زیادہ ہے لیکن مصر اور اسپین کے مقابلے میں آدھی ہے۔ روئی کی پیداوار مصر کے مقابلے میں چالیس فیصد ہے۔ اسرائیل اعلیٰ درجہ کی نہری ٹیکنیک کے ذریعہ تین گنا پیدا کرتا ہے۔

پیداوار کا بہت بڑا حصہ تین ملین ایکڑ نہری زمین سے حاصل ہوتا ہے۔ جب تربیلہ ڈیم کام کرنا شروع کرے گا تو نہری زمین کا رقبہ اور پانی کا بہاؤ بڑھ جائے گا اس سے پیداوار میں تیزی سے اضافہ ہو گا۔ پھر بھی یہ ظاہر ہے کہ پاکستان کو کافی غذائی اجناس پیدا کرنے کے لئے کافی لمبا فاصلہ طے کرنا ہے۔ گندم کے لئے بارانی زمین رکھ کر باقی زمین پر دوسری اور خاص طور پر غیر ملکی زرمبادلہ کمانے والی فصلیں اگائی جائیں۔ پاکستان کے پاس تقریباً دس ملین ایکڑ قابل کاشت بارانی زمین ہے۔ ان میں تقریباً ڈھائی تین ملین ایکڑ پر سالانہ بیس انچ یا اس سے زیادہ بارش ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں امریکہ فی ایکڑ ساٹھ .شلز پیداوار عام ہے۔ پاکستان میں فی ایکڑ پیداوار تقریباً آٹھ .شلز ہے۔

جہاں تک بجلی اور پانی کا تعلق ہے نئے تربیلا ڈیم سے بہت زیادہ توقعات وابستہ ہیں ہم نے یہ ڈیم دیکھا۔ یہ دنیا میں مٹی کا سب سے بڑا بند ہے۔ تربیلا ڈیم پانی اور بجلی دونوں فراہم کر سکے گا۔ اس پر کام 1968ء سے شروع ہوا اور اسے پچھلے سال اور اس سے پچھلے سال سے نہروں کو پانی فراہم کرنا تھا۔ لیکن ذخیرے نے کام نہیں کیا۔ جس کی وجوہات ابھی تک موضوع بحث بنی ہوئی ہیں۔ بظاہر تقریباً ساٹھ ہزار باشندوں کو نہیں ہٹایا گیا جو ڈیم کے ذخیرے کے تحت آنے والی ایک سو مربع میل زمین پر آباد تھے۔ اور انہیں ڈوبنے سے بچانے کے لئے ذخیرے سے پانی چھوڑنا پڑا۔ پانی کا یہ اخراج منصوبے میں شامل نہیں تھا اور وہ سرنگیں جو پانچ میل فی گھنٹہ کے حساب سے پانی خارج کرنے کے لئے بنائی گئی تھیں اس وقت پھٹ گئیں جب ان میں ایک سو پانچ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پانی چھوڑا گیا۔ اس کے نتیجے میں پینسٹھ ملین ڈالر کا نقصان ہوا جس میں سے دس ملین ڈالر امریکہ فراہم کر رہا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ اس سال سے ذخیرہ سے کاشت کے لئے پانی کی فراہمی شروع ہو جائے گی۔ اور بجلی گھر کے بھی اس سال سے کام شروع کرنے کی امید ہے۔ اور مجموعی طور پر دو ہزار ایک سو میگاواٹ بجلی فراہم ہو گی۔ ڈیم کے منصوبے پر اس وقت تک تقریباً ایک ملین ڈالر خرچ ہو چکے ہیں۔ تربیلا ڈیم طاس سندھ منصوبے کا آخری حصہ ہے۔ امریکہ کل لاگت کا تیس فیصد سے زیادہ فراہم کر رہا ہے۔ کل لاگت تقریباً ڈھائی ملین ڈالر ہے۔ پورا منصوبہ پاکستان کے نہری پانی کی مقدار میں اسی فیصد اضافہ کرے گا اور بجلی کی پیداوار چار گنا بڑھ جائے گی۔

تربیلا اور دوسرے متعلقہ منصوبے اس وقت تک پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ زراعت کے لئے پانی کے کنٹرول میں بہتری نہ پیدا کی جائے۔ حکومت نے ابھی تک اس مسئلے پر کسی بڑے پیمانے پر توجہ نہیں دی ہے۔ دیہاتوں میں بجلی پہنچانے کی انتہائی شدید ضرورت ہے۔ (پاکستان کے چالیس ہزار دیہاتوں میں سے دس فیصد سے بھی کم دیہاتوں میں بجلی پہنچی ہے) اور مزید دیہی سڑکوں کی سخت ضرورت ہے۔ (صرف آدھے دیہاتوں تک سڑک کا راستہ ہے۔)

سبز انقلاب نے پاکستان پر بڑا نمایاں اثر ڈالا ہے۔ پھر بھی کئی مسائل باقی ہیں۔ مثال کے طور پر ناکافی توسیعی خدمات جو کہ غذا کی پیداوار میں اضافہ کی رہنمائی میں بہت کچھ کر سکتی ہے۔ ان کے پاس گاڑیوں کی کمی ہے۔ اس طرح عملاً توسیعی کارکنوں کے لئے کئی فارموں تک پہنچنا انتہائی مشکل ہے۔ پاکستان میں جہاں جہالت کا اوسط اسی فیصد سے زیادہ ہے کسان کے لئے مشکل ہے کہ وہ توسیعی کارکن کی بات سمجھے یا اسے اپنی بات سمجھائے۔

اسی طرح دیہی صحت اور پرائمری اسکول کی تعلیم جیسی مدوں پر بہت ہی

کم رقم صرف کی جاتی ہے۔ دیہی صحت کی مد پاکستان پچاس ملین آبادی کے لئے بارہ ملین ڈالر صرف کرتا ہے۔ پاکستان کے لئے ڈاکٹروں کو دیہات میں جانے کی ترغیب دینا بہت مشکل ثابت ہوا ہے۔ وہ ڈاکٹر جو مالی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں انہیں آلات کی نایابی دواؤں کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہیں کوئی سواری نصیب نہیں ہوتی کہ وہ بڑے پیمانے پر زیادہ مریضوں کا علاج کر سکیں۔ ملک کو ضرورت ہے کہ نرسوں اور مددگار نرسوں کی تربیت کو تیز کرے۔ پاکستان میں لوگ ذیابیطس' اپنڈکس' دل کے دورے اور دوسرے امراض سے مر رہے ہیں جن کا علاج مغرب میں روزمرہ کی بات ہے۔

آج کل ہر چار میں سے ایک پاکستانی بچہ پانچ سال کی عمر سے پہلے مرجاتا ہے گو چیچک کا خاتمہ کیا جا چکا ہے دوسرے پروگرام مثلاً" ملیریا کے بارے میں پہلے کامیاب رہے اور پھر ناکام ہو گئے۔ دیہاتوں میں صاف پانی پہنچانے کی کوششیں زیادہ سنجیدہ اور فائدہ مند ہو رہی ہیں لیکن ابھی تک دیہاتوں میں غلاظت کی صفائی کا نام بھی نہیں سنا گیا ہے۔ تقریباً" اسی فیصد پاکستانی ستر ملین دیہات میں آباد ہیں۔

مسٹر بھٹو کی حالات پر گرفت محسوس ہوتی ہے۔ اور انہوں نے اپنے ملک کے اہم مسائل پر توجہ دینا شروع کر دی ہے۔ ایک مثال یہ ہے کہ مسٹر بھٹو آبادی منصوبہ بندی کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔ ملک ڈھائی سنٹ ماہانہ لاگت پر پیدائش پر قابو پانے کے وسائل سے پٹا پڑا ہے۔ لیکن بچہ پیدا کرنے کے قابل جوڑوں میں سے صرف دس فیصد انہیں استعمال کرتے ہیں۔ برصغیر میں ایک قدیم تصور یہ ہے کہ ایک جوڑے کے چھ بچے ہونے چاہئیں تین لڑکے تین لڑکیاں۔ ایک لڑکا مرجائے گا اور ایک چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اور ایک بڑھاپے میں ماں باپ کی خدمت کرنے کے لے رہ جائے گا۔ پیدائش پر قابو کو کامیاب بنانے کے لئے غریب دیہاتیوں اور کم خوشحال پاکستانیوں کو یہ بتانا پڑے گا کہ شرح اموات میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ اور یہ کہ ایسے حکومتی ادارے ہیں اور اقتصادی ترقی ہو رہی ہے کہ اگر انہیں ان کے بچوں کی طرف سے دیکھ بھال کی ضمانت نہ ہو تب بھی انہیں فاقوں سے مرنے کے لئے نہیں چھوڑا جائے گا۔

منشیات کے ذریعے پیدائش پر قابو پانا بہت مشکل ہے کیونکہ یہ مسئلہ عقائد اور مذہبی نظریات کے خلاف ہے۔ لیکن اگر پیدائش پر قابو پانے میں کامیابی نہیں ہوتی ہے تو پاکستان کبھی بھی زرعی اعتبار سے کامیاب نہ ہو گا اور خود کفالت کا خیال ایک چھلاوہ کی طرح ایک خوفناک چیز بن جائے گا۔ دوسری طرف اگر حکومت امریکہ اور دوسری اقوام کی طرف سے ملنے والی بیرونی امداد سے مسلسل کامیابی حاصل کرتی ہے تو پاکستان ایک موثر اور خود کفیل قوم بن سکتا ہے۔

پاکستان چھوڑتے وقت میرے احساسات یہ تھے کہ گو پاکستان چند بڑے علاوہ مسلسل مسائل سے دوچار ہے پھر بھی وہ بالاخر نسبتاً خوشحالی کی راہ پر گامزن ہے خطرے کی علامتیں بھی ہیں جیسے مطلق العنانیت' باصلاحیت نوکر شاہی کی کمیابی اور بڑی مالی مشکلات۔

آئین میں چوتھی ترمیم کی وضاحت

جناب معراج خالد

وفاقی وزیر قانون و پارلیمانی امور

18 نومبر 1975ء

آئین میں چوتھی ترمیم کی وضاحت

پاکستان کا دستور ایک مقدس دستاویز ہے۔ جس کی روشنی میں ہم نے تحریک پاکستان کے مقاصد کی تصدیق کی ہے۔ ان مقاصد کے حصول کی خاطر ہم نے اپنی قومی زندگی کے معاشی' معاشرتی' تہذیبی اور سیاسی میدانوں میں بہت تبدیلیاں لانی ہیں۔ جن کو لائے بغیر ہم برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کے بنیادی تصورات کے مطابق انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلامی عدل و مساوات کی خوبیاں پیدا نہیں کر سکتے۔ اپنے قومی نصب العین کو پالینے کی اس کوشش کے دوران ہمیں بے شمار تجربات کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان کی روشنی میں ہمیں اس آئین میں مختلف مواقع پر ترامیم کرنی ہوں گی لیکن اس آئین کا وفاقی اور پارلیمانی ہونا اور بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ اور عدلیہ کی آزادی اور بالادستی کو برقرار رکھنا ناقابل تبدل رہے گا۔ آئین میں قومی سلامتی اور وحدت کے اصول کے تحت شہری آزادیوں کی پوری پوری ضمانت مہیا کی جا چکی ہے۔ اور تمام قوم اس عہد کی پابند ہے کہ ان پر کوئی حرف نہ آئے۔ چوتھا ترمیمی بل ان بنیادی تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر منظور کیا گیا ہے۔

آئین کا چوتھا بل ان ضروری ترامیم کو لانے کے لئے منظور کیا گیا ہے جو عوام کے وسیع تر مفادات کی روشنی میں ناگزیر تھیں اور ان ترامیم کے ذریعے قانون ساز اداروں کے کام کو سہل تر بنا دیا گیا ہے تاکہ عزیز مقصد حاصل کیا جا سکے۔

اسی طرح اقلیتوں کے حقوق کی بازیابی کی خاطر قومی اسمبلی میں ان کے لئے چھ نشستوں کا تعین کیا گیا ہے اور پنجاب اسمبلی میں اقلیتوں کی تین نشستوں میں اضافہ کر کے پانچ تک بڑھا دی گئی ہیں۔ اس بل کی رو سے یہ بھی طے کر دیا گیا ہے کہ ملک کے اندر کوئی ایسی ایسوسی ایشن (Association) یا یونین نہیں بنائی جا سکتی جس سے پاکستان کی سلامتی پر زد پڑتی ہو۔ اسی طرح پریس (Press) کی آزادی کو آئین میں موجود پابندیوں کی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ تجربے کی بنا پر یہ ضروری ہو گیا تھا کہ پارلیمنٹ اپنے ایام کار کی تشریح کر دے تاکہ تضاد اور ابہام باقی نہ رہے اور وہ اپنے پیش نظر قانون سازی کے کام کو تسلی سے سرانجام دے سکے۔

پاکستان کے آئین کی رو سے ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کو کلی طور پر اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی شخص کی طرف سے کسی جرم کے ارتکاب پر اسے ضمانت پر رہا کر سکے۔ لیکن آئین کے تحت یہ پہلے ہی سے طے کیا جا چکا ہے کہ آئین کے بنیادی اصول کے مطابق امتناعی نظر بندی کے جو قوانین بھی نافذ العمل ہیں یا نافذ کئے جائیں گے۔ ان کے تحت کسی شخص کو نظر بند کرنے کا حکم جاری کیا جا سکے گا۔ موجودہ نظام کے ذریعے عدالت عالیہ کے اس اختیار کی صرف اس حد تک توضیح کر دی گئی ہے کہ وہ انتظامیہ کو امتناعی نظر بندی کے قانون کے تحت حکم جاری کرنے سے نہ روکے اور اگر کسی فرد کو امتناعی نظر بندی کے قانون کے تحت نظر بند کیا جائے تو اسے عدالت عالیہ ضمانت پر رہا نہ کرے۔ بلکہ آئین کے تقاضوں کے عین مطابق اسے جو کلی اختیار حاصل ہے وہ انتظامیہ کے کسی ایسے حکم کو اگر غلط سمجھے تو اسے کالعدم قرار دے دے اور اس شخص کو ضمانت پر رہا نہ کرے۔ بلکہ انتظامیہ کے حکم کو معطل کر دے اور اسے رہا کر دے یہ محض انتظامیہ اور عدلیہ کے اختیارات کے درمیان موجودہ قانون کے تحت جو تفریق اور امتیاز پہلے سے موجود ہے اس کی تشریح ہے اور ان کی اپنے اپنے دائرہ کار کی وضاحت ہے۔

دوسری ترمیم جو اس بارے میں کی گئی ہے وہ بھی عدالت عالیہ کے اس اختیار کی نہ صرف وضاحت ہے بلکہ عدالت عالیہ کے اختیار کو استعمال کرنے کے طریق کار کی بھی تشریح ہے۔ جو عدالت عالیہ سرکاری واجبات کی تشخیص اور وصولی کے سلسلے میں عارضی حکم امتناعی جاری کرنے کی مجاز ہے۔ یہ ناگزیر ضرورت اس لئے پیدا ہوئی ہے کہ ایسے عناصر جن کے ذمے آج تک گزشتہ کئی سالوں سے کروڑوں روپے سرکاری واجبات کی صورت میں واجب الادا ہیں لیکن انہوں نے عدالت ہائے عالیہ سے عارضی حکم امتناعی حاصل کر لئے اور ان کا فیصلہ نہ کیا جا سکا اور نتیجہ کے طور پر حکومت اس گراں قدر رقوم سے محروم ہو گئی جن کے ذریعے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کی جا سکتی۔ اس لئے یہ ترمیم اس حد تک کی گئی ہے کہ عدالت ہائے عالیہ' وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت یا کوئی لوکل اتھارٹی کسی شخص سے اپنے واجبات کی وصولی کا مطالبہ کرتی ہے اور اگر کوئی نادہندہ شخص عدالت عالیہ سے رجوع کرتا ہے کہ اس سے واجب الادا رقم وصول نہ کی جائے تو عدالت عالیہ اسے آئین کی رو سے طے کردہ طریق کار کے مطابق عارضی حکم امتناعی جاری کر دے۔ لیکن اس کی میعاد صرف ساٹھ روز ہو۔ جس کے بعد اگر اس سلسلہ کا تصفیہ نہ کیا جا سکے تو وہ حکم کالعدم تصور کیا سکے۔ اس ترمیم کے نتیجے کے طور پر نادہندگی کے ایسے تمام مقدمات جلد طے ہو سکیں گے اور نادہندہ فریق خود عدالت عالیہ سے فیصلہ حاصل کرنے کی درخواست کرنے پر مجبور ہو گا اور دوسری طرف حکومت کے جائز واجبات کی وصولی قلیل مدت میں ہو سکے گی۔ دفعہ 199 میں اسی ترمیم کے ذریعے پہلے شیڈول کے پارٹ اول میں مندرج اقتصادی اصلاحات سے متعلقہ قوانین سے متاثرہ افراد بھی اگر عدالت ہائے عالیہ سے رجوع کریں تو ان کی درخواستوں پر بھی عدالت ہائے عالیہ کے عارضی حکم امتناعی کے اجرا کے لئے بھی ساٹھ

روز کی مدت کا تعین کیا گیا ہے تاکہ عوام کے مفادات کی خاطر جو انقلابی اقدامات کئے جا چکے ہیں ان کے مفید معاشی نتائج سے عوام کو فرد یا افراد محروم نہ کر سکیں۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ عدالت ہائے عالیہ کے مقدمات کے تصفیہ کے لئے پہلے ہی غیر معمولی بوجھ ہے اور حکومت ان کے کام کو آسان بنانے کے لئے اس سے پیشتر بھی ان کی انتظامی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مکمل تعاون کر رہی ہے اور پہلے بھی عدالت ہائے عالیہ نے مزید دشواری محسوس کی تو حکومت اس کو حل کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لے گی۔ آئین میں ایسے تمام قوانین کو پہلے سے تحفظ دیا جا چکا ہے جن کے تحت عوامی مفادات کے حصول کو ناگزیر سمجھا جا چکا ہے اور اقتصادی اصلاحات کے تحت قومی سرمایہ' دولت اور ذرائع ملکیت کو چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے کی بجائے عوام کی دسترس میں دینے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

موجودہ ترمیمی بل میں ترامیم کے ذریعے اقتصادی اصلاحات کے ایسے قوانین کو جو مستقل تحفظ دیا جا چکا ہے ان کی جدول اول میں مزید تشریح اور تخصیص کر دی گئی ہے تاکہ قانون ساز ادارے باقی ماندہ قوانین کو بنیادی حقوق کے مطابقہ ڈھالنے میں دقت محسوس نہ کریں۔

حکومت پاکستان

وزارت قانون وپارلیمانی امور

(شعبہ قانون)

حقوق نسواں کمیٹی برائے پاکستان کی رپورٹ

(حصہ اول)

1976ء

قانونی اصلاحات

ابتدائیہ

1- وزیراعظم پاکستان نے پاکستان کے اٹارنی جنرل جناب یحیٰ بختیار کی زیر صدارت 31 جنوری 1976ء کو حقوق نسواں کمیٹی برائے پاکستان قائم کی تھی۔ حسب ذیل اشخاص بطور ارکان مقرر کئے گئے تھے۔

1- بیگم نسیم جہاں' ایم این اے
2- بیگم ریحانہ سرور' ایم پی اے
3- بیگم سمیہ عثمان فتح' سابق سینیٹر
4- بیگم رشیدہ پٹیل وکیل قائمہ' حکومت پاکستان
5- بیگم نسیمہ سلطانہ اکموت' ایڈووکیٹ
6- آنسہ فضیلہ عالیانی' ایم پی اے
7- جناب ڈی ایم اعوان' ایڈووکیٹ جنرل پنجاب
8- جناب غلام علی میمن' ایڈووکیٹ جنرل سندھ
9- مفتی محمد ادریس' ایڈووکیٹ جنرل شمالی مغربی سرحدی صوبہ
10- بیگم زری سرفراز' مردان
11- جناب محمد حیات جونیجو' ایڈووکیٹ' کراچی
12- مسز مریم حبیب' مدیر شعبہ خواتین پاکستان ٹائمز لاہور
13- مسز میرا تیلوس' پرنسپل ہمنیرڈ کالج برائے خواتین لاہور

2- (الف) محکمہ تعلیم پنجاب کی ڈاکٹر مسز پروین شوکت علی کو کمیٹی کے مشیر کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا۔

(ب) جناب سی۔ اے۔ رحمان بھٹی' جوائنٹ سیکرٹری اور جناب جی۔ ایس۔ گھانگھرو ڈپٹی سیکرٹری' شعبہ قانون کو بالترتیب کمیٹی کے سیکرٹری اور اضافی سیکرٹری کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔

3- کمیٹی کے امور مفوضہ حسب ذیل ہیں۔

1- پاکستان کی خواتین کی معاشرتی' قانونی اور معاشی حالت کو بہتر بنانے کے خیال سے قانونی اصلاحات کے لئے تجاویز پر غور کرنا اور انہیں اصولی صورت میں پیش کرنا اور نان نفقہ' بچوں کی تحویل وغیرہ جیسے معاملات میں دادرسی حاصل کرنے کے لئے زیادہ مستعد قانونی چارہ جوئی کے لئے احکام وضع کرنا۔

2- پاکستانی خواتین کی معاشرتی حیثیت کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کرنا۔

3- ان کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے سفارشات کرنا۔

موجودہ دور میں ان اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین کو بھی جو کام کرنے کی خواہش مند ہیں' حکومت کی ملازمتوں' سرکاری اور دیگر دفاتر میں پائے جانے والے ماحول اور حالات کار کے ساتھ خود کو ہم آہنگ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ مشکل ہی سے کوئی پیشہ ان کے لئے کھلا ہوا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ اسکول ٹیچر' کالج لیکچرار' نرسیں یا ڈاکٹر بن جائیں۔

4- پاکستانی خواتین کی حیثیت اور حالات کو بہتر بنانے کے لئے کوئی تجاویز جو کمیٹی پیش کر سکے۔

4- کمیٹی نے اب تک حسب ذیل مقامات اور تواریخ پر اجلاس منعقد کئے ہیں۔

لاہور	10-2-1976
	11-2-1976
راولپنڈی	5-3-1976
	6-3-1976
کراچی	26-3-1976
	27-3-1976
راولپنڈی	12-4-1976
	13-4-1976
	14-4-1976
لاہور	22-5-1976
	23-5-1976
مری	18-6-1976
	19-6-1976
	20-6-1976

5- آنسہ فضیلہ عالیانی' ایم پی اے' کوئٹہ نے کراچی کے ایک اجلاس میں شرکت کی۔

عام

6- اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور وضع کرتے وقت عوامی حکومت نے خواتین کے حقوق پر' جو کل آبادی کا 47 فیصد ہیں' پوری توجہ دی ہے۔

7- زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کے حصہ لینے کے حق کی ضمانت یہ حکم (دستور کی دفعہ 25) وضع کر کے دی گئی ہے کہ صرف جنس کی بنیاد پر کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ دفعہ 27 میں جنس کی بنیاد پر ملازمتوں میں امتیازات کے خلاف مخصوص تحفظات مہیا کئے گئے ہیں۔

8- حکمت عملی کے اصول مرتب کرتے ہوئے دستور وضع کرنے والے' خواتین کے حقوق سے بخوبی آگاہ تھے اور اس لئے دفعہ 34 میں صریحی طور پر قرار دیا گیا ہے کہ قومی زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کی مکمل شرکت کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کئے جائیں گے۔

9- خاندان کے تحفظ پر خصوصی زور دیا گیا ہے' اس ضمن میں یہ ہے کہ دفعہ 35 کے ذریعے یہ قرار دیا گیا ہے کہ مملکت ازدواج' خاندان' ماں اور بچے کو

تحفظ مہیا کرے گی۔ ملازمت میں عورتوں کو مناسب تحفظ فراہم کرنے کی ضرورت کو بھی دفعہ 37 کی شق (5) میں یہ حکم وضع کر کے پیش نظر رکھا گیا ہے کہ مملکت ملازمت میں خواتین کے لئے انتفاع زچگی کی ضمانت دے گی اور یہ کہ خواتین کو ایسے پیشوں میں ملازم نہیں رکھا جائے گا جو ان کی صنف کے لئے مناسب نہ ہوں۔

10- کمیٹی نے پہلے قانونی اصلاحات پر غور کرنا شروع کیا' اس ضمن میں مسلم عائلی قوانین آرڈیننس' عدالت ہائے عائلی ایکٹ اور اندراج ازدواج' نان نفقہ' بچوں کی تحویل' طلاق' خلع وغیرہ سے تعلق رکھنے والے دیگر' متعلقہ قوانین پر نظر ثانی کی گئی' متعدد تبدیلیوں کی سفارش کی گئی ہے جو کہ بعد کے پیروں میں ان تبدیلیوں کی سفارش کرنے کی وجوہ کے ساتھ تفصیلاً" پیش کی گئیں ہیں۔

11- کمیٹی کا کام ابھی جاری ہے' پہلی رپورٹ' جو پیش کی جارہی ہے۔ عائلی قوانین اور خواتین پر اثر انداز ہونے والے دیگر قوانین سے متعلق سفارشات سے بحث کرتی ہے اسے اس مرحلے پر' حسب ہدایت' حکومت کے زیر غور دیگر قانونی اصلاحات کے ساتھ شامل کرنے کے لئے زیر غور لانے کے خیال سے پیش کیا جارہا ہے۔

12- کمیٹی کو ابھی دیگر موضاعت پر جو خصوصی طور پر معاشی اور معاشرتی میدان میں خواتین کے حقوق اور حیثیت سے متعلق ہیں' غور و خوض مکمل کرنا باقی ہے۔ زندگی کے مختلف حلقوں سے عورتوں کی کافی تعداد کے بیان لئے گئے ہیں تاکہ ان مسائل اور مشکلات کو دریافت کیا جائے جو خواتین کے قومی زندگی کے تمام میدانی ہائے عمل میں اور زیادہ حصہ لینے میں مانع ہیں۔

13- تحقیقات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور کمیٹی کافی مقدار میں معلومات جمع کرنے کی غرض سے گواہوں کے انٹرویو لینا چاہتی ہے' جس کی بنیاد پر معقول سفارشات کی جاسکیں۔ اس کام کو مکمل کرنے میں مزید دو یا تین ماہ لگیں گے۔

14- زندگی کے مختلف حلقوں کی خواتین پر اثر انداز ہونے والی قانونی اصلاحات اس حقیقت کے پیش نظر ضروری خیال کی گئی تھیں کہ قوانین میں کچھ سنگین رخنے ہیں جن میں ترمیم کرنا ضروری ہے۔ مزید بر آں پاکستان کی خواتین کی طرف سے ایسی قانونی اصلاحات کے بھی مطالبات بھی ہیں جو حالات زندگی کو بہتر بنانے میں مدد دے سکیں اور خواتین کی حیثیت کو بلند کر سکیں۔

15- مسلم عائلی قوانین آرڈیننس جو 1961ء میں وضع کیا گیا تھا' ان خواتین کو جنہیں ازدواجی مسائل در پیش ہیں۔ پیش آنے والی تکالیف کو دور کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

16- وہ قانون جو پندرہ سال پیشتر وضع کیا گیا تھا۔ اس کی بنیاد اولاً" بنیادی جمہوریتوں کے نظام پر رکھی گئی تھی جو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے اور ازدواج' طلاق' نان نفقہ اور بچوں کی تحویل سے متعلق قوانین کو موجودہ دور کی زندگی کے معاشرتی اور معاشی حالات کا مقابلہ کرنے کی غرض سے ترمیم کرنا ضروری ہے۔

17- کمیٹی نے حسب ذیل قوانین کے لئے ترامیم پر غور کیا' جن میں سے ہر ایک پر اگلے پیروں میں بحث کی گئی ہے۔

1- مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء
2- مغربی پاکستان عدالت ہائے عائلی ایکٹ 1964ء
3- ولیان و نابالغان ایکٹ 1890ء
4- طلاق ایکٹ 1869ء
5- ازدواج عیسائیان ایکٹ 1872ء
6- مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء
7- مجموعہ تعزیرات پاکستان
8- مغربی پاکستان سماجی تحفظ ملازمین آرڈیننس 1965ء
9- مغربی پاکستان انتفاع زچگی آرڈیننس 1958ء
10- سیاسی جماعتوں کا ایکٹ 1962ء
11- مغربی پاکستان مالیہ اراضی آرڈیننس 1967ء

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء

18- اس آرڈیننس کے تحت' لوکل کونسل کے چیئرمین کی طرف سے بعض فرائض انجام دیئے جانے کا حکم دیا گیا ہے۔ صوبہ مغربی پاکستان کے انفساخ اور فرمان بنیادی جمہوریتیں 1959ء کے منسوخ ہونے سے پیشتر یہ فرائض فرمان بنیادی جمہوریتیں 1959ء کے تحت قائم کردہ مختلف لوکل کونسلوں کے چیئرمینوں کی طرف سے سرانجام دیئے جاتے تھے۔

19- فرمان بنیادی جمہوریتیں 1959ء کی منسوخی کے بعد' لوکل کونسلوں کے چیئرمینوں کا وجود ختم ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں یہ ہوا کہ نئی صوبائی حکومتوں نے جو صوبہ مغربی پاکستان کے انفساخ کے بعد وجود میں آئی تھیں' نے آرڈیننس کی دفعہ 2 (ب) کے تحت حاصل شدہ اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے متبادل انتظامات کئے۔

20- صوبہ سندھ میں' سول ججوں کو آرڈیننس کی دفعہ 2 (ب) کی اغراض کے لئے اعلان نمبر ایس۔ او۔ کے ڈی اے '4-2/71 مورخہ 7 مارچ 1972ء کے مطابق چیئرمین مقرر کیا گیا۔ صوبہ پنجاب میں' ڈپٹی کمشنروں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ صوبائی اسمبلی کے ارکان اور قومی اسمبلی کے ارکان کو آرڈیننس کے تحت چیئرمین کے فرائض انجام دینے کے لئے اعلان نمبر او۔ ایس۔ ڈی۔ ایل جی /72/18' مورخہ 12 جون 1972ء کے ذریعے مقرر کریں۔ بلوچستان میں صوبائی حکومت نے ڈویژنوں کے کمشنروں کو اختیارات تفویض کئے کہ وہ اعلان نمبر 1-71/21 ایل جی (5) مورخہ 15 جون 1971ء کے مطابق آرڈیننس

کے تحت چیئرمین کے فرائض انجام دینے کے لئے اشخاص کا تقرر کریں' کمشنروں نے چیئرمین کے فرائض ٹاؤن کمیٹیوں کے ناظموں' میونسپل کمیٹی کوئٹہ کے افسر اعلیٰ اور صوبے میں تحصیل داروں اور نائب تحصیلداروں کے سپرد کئے ہیں۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ میں اعلان نمبر ایس او (ایل- جی- آئی)- 8 (20) /71' مورخہ 20 اگست 1971ء کے ذریعے جسے اعلان نمبر ایس او (ایل- جی- آئی) ایچ ڈی- 8 (20) /71 وی' مورخہ 30 نومبر 1971ء کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے' چیئرمین کے فرائض ٹاؤن کمیٹیوں کی صورت میں ناظموں کو' میونسپل کمیٹیوں کی صورت میں افسران اعلیٰ اور یونین کونسل کی صورت میں افسران مالگزاری کے سپرد کئے گئے ہیں۔

21- مذکورہ بالا صورت حال سے یہ پتہ چلتا ہے کہ 1961ء کے آرڈیننس کے احکام کے نفاذ کے معاملے میں چاروں صوبوں کے مابین کوئی یکسانیت نہیں ہے۔ صوبہ سرحد میں چیئرمین کے فرائض عدالتی عہدیداروں کے سپرد کئے گئے ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس سول جج کے حکم کے خلاف جو اس آرڈیننس کے تحت چیئرمین کے فرائض انجام دے رہا ہو' نگرانی کی اپیل کلکٹر کے سامنے کی جاتی ہے۔ صوبہ پنجاب میں آرڈیننس کے تحت چیئرمین کے فرائض عوام کے منتخب نمائندوں کی طرف سے انجام دیئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں پھر بھی ان کی طرف سے دیئے گئے احکام کے خلاف نگرانی کلکٹر کی طرف سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ کمیٹی کا یہ خیال ہے کہ وہ سول جج جو پہلے سے عائلی عدالتوں کی صدارت کر رہے ہیں اور ان ازدواجی معاملات میں سے اکثر کے بارے میں کارروائی کرتے ہیں جن پر عدالت ہائے عائلی ایکٹ 1964ء محیط ہے' اس آرڈیننس کے تحت لوکل کونسلوں کے چیئرمینوں کے فرائض انجام دینے کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہوں گے۔ اس طرح نہ صرف اس معاملے میں ملک بھر میں یکسانیت پیدا ہو جائے گی۔ بلکہ فریقین کے لئے اس آرڈیننس کے تحت قانونی چارہ جوئی کے لئے عدالتی افسروں تک رسائی حاصل کرنا آسان ہو گا۔

22- کمیٹی حسب ذیل سفارش کرتی ہے:

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کو یکساں طور پر تمام صوبوں میں نافذ کیا جائے اور مذکورہ آرڈیننس کے تحت یونین کونسل کے چیئرمین کے فرائض عائلی عدالتوں کو تفویض کر دیئے جائیں۔

یہ ضروری ہے کہ ازدواج اور اس کا اندراج' انفساخ ازدواج' اور تعداد ازدواج پر پابندی سے متعلق تمام معاملات' عائلی عدالتوں کے اختیار سماعت میں ہونے چاہئیں جو ان معاملات کا تصفیہ بلا شرکت غیرے اور بہ عجلت کریں۔ پس کمیٹی اس بات کی پرزور سفارش کرتی ہے کہ مذکورہ آرڈیننس کی اس طرح ترمیم کی جائے کہ اس میں چیئرمین / یونین کونسل کی جگہ "عائلی عدالت" پڑھا جائے۔

23- جیسا کہ پہلے ہی اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ موجودہ انتظام کے تحت' اس آرڈیننس کے تحت پیدا ہونے والی نگرانی کی درخواستوں کا تصفیہ' آرڈیننس کی دفعات 6(4) اور 9(2) کی رو سے ضلع کلکٹر کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ مقامی کونسل کے چیئرمین کے فرائض عائلی عدالتوں کو تفویض کئے جانے کے بعد' جو عدالتی افسر کی زیر صدارت ہوتی ہیں' یہ قدرے بے ضابطہ ہو گا کہ اس آرڈیننس کے تحت اختیارات نگرانی کلکٹر کے ہی پاس رہنے دیئے جائیں۔

24- مناسب طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آرڈیننس کے تحت نگرانی کی درخواستوں کے تصفیہ کے لئے ضلع ججوں کو اس طریقے سے اختیار دیا جائے جس طرح کہ وہ مجموعہ ضابطہ دیوانی 1908ء کی دفعہ 115 کے تحت عام دیوانی مقدمات میں کرتے ہیں۔

25- پس کمیٹی حسب ذیل سفارشات کرتی ہے۔

مسلم عائلی قوانین' آرڈیننس 1961ء کے تحت پیدا ہونے والی نگرانی کی درخواستیں کلکٹر کی بجائے ضلع جج کو پیش کی جائیں۔

26- کمیٹی کی طرف سے یہ بھی محسوس کیا گیا ہے کہ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کے تحت مغربی پاکستان قواعد کے قاعدہ 21 کے احکام میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ ان قاعدہ میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ کوئی عدالت اس آرڈیننس یا قواعد کے تحت کسی جرم کی سماعت نہیں کرے گی' بجز اس کے کہ یونین کونسل کی طرف سے تحریری درخواست پر ایسا کرے۔ چونکہ یونین کونسل کے اختیارات کسی ہیئت مجاز کو سپرد نہیں کئے گئے ہیں' اس لئے نہ تو آرڈیننس اور نہ ہی قواعد نافذ کئے جا رہے ہیں۔ درحقیقت' فرمان بنیادی جمہوریتیں 1959ء کی تنسیخ سے بے شمار قانونی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں ہیں۔ بدقسمتی سے جب فرمان بنیادی جمہوریتیں 1959ء کے تحت قائم کردہ بنیادی جمہوریلیوں کو منسوخ کرنے کا فیصلہ کیا گیا تو اس آرڈیننس کے احکام کی جانب توجہ مبذول نہیں کی گئی' صوبائی حکومتوں نے اس آرڈیننس کے تحت چیئرمین کے فرائض کی انجام دہی کے لئے بعض انتظامات کئے ہیں۔ لیکن اس بارے میں کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا کہ اس آرڈیننس کے تحت یونین کونسل کے فرائض کون انجام دے گا' اس آرڈیننس میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے جس کے تحت یونین کونسل کے فرائض کسی دوسری ہیئت مجاز کو تفویض کئے جا سکیں' چیئرمین یونین کونسل کے فرائض انجام نہیں دے سکتا۔ عدالت عالیہ لاہور کی طرف سے پی ایل جے 1975ء اور سی آر سی (لاہور) 426 میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ لفظ "چیئرمین" "یونین کونسل" کے مترادف نہیں ہے۔

27- مزید دیکھا گیا ہے کہ اس آرڈیننس کے تحت وضع شدہ قواعد کا قاعدہ 21' قرار دیتا ہے کہ اس آرڈیننس یا قواعد کے تحت جرم کا استغاثہ صرف یونین کونسل کی طرف سے داخل کیا جا سکتا ہے اور چونکہ یونین کونسلوں کو ختم کر دیا گیا ہے اور ایسا کوئی حکم وضع نہیں کیا گیا ہے جس کی رو سے اس کا نعم البدل قائم کیا جائے جو ان کے فرائض انجام دے' چیئرمین کی حیثیت سے مقرر کردہ کسی شخص کی طرف سے کوئی استغاثہ' مجاز نہیں ہو گا اور متعلقہ

عدالت اس کی سماعت کرنے کی مجاز نہیں ہے۔

28- اس قانونی صورت حال کے پیش نظر یہ بات صرف ظاہر ہے کہ فرمان بنیادی جمہوریتیں 1959ء کی تنسیخ کے بعد قاعدہ 21 غیر موثر ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ایسے اقدامات کئے جائیں کہ محولہ بالا قاعدہ موثر بہ نفاذ ہو جائے۔

29- کمیٹی نے یہ محسوس کیا ہے کہ اس آرڈیننس اور قواعد کے تحت آنے والے جرائم کی نسبت استغاثہ دائر کرنے کے معاملہ کو بعض مقرر کردہ حکام مجاز پر چھوڑ دینے کی بجائے یہ بہتر ہے کہ ایسا حکم وضع کیا جائے جو فریق ناراض کو عدالت مقتدر کے روبرو استغاثہ پیش کرنے کے قابل بنا دے۔ اس سے نہ صرف ایسے مقدمات میں قانونی صورت حال کی غیر یقینی دور ہو جائے گی بلکہ اس سے آرڈیننس کے ان احکام کو نفاذ کرنا ممکن ہو جائے گا جو مذکورہ بالا بیان کردہ قانونی صورت حال کے پیش نظر غیر موثر ہو گئے ہیں۔

30- لہٰذا کمیٹی حسب ذیل سفارشات کرتی ہے۔

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کے تحت مغربی پاکستان قواعد کے قاعدہ کے 21 میں مناسب طور پر ترمیم کی جائے تاکہ اس آرڈیننس یا قواعد کے تحت کس جرم کا استغاثہ فریق ناراض کی طرف سے براہ راست دائر کیا جا سکے۔

31- ازدواجی معاملات میں طویل مقدمہ بازی خانگی زندگی پر مضر طور پر اثر انداز ہونے والے اہم عوامل میں سے ایک ہے۔

32- کمیٹی نے یہ دیکھا ہے کہ انفساخ ازدواج کے لئے کسی مقدمہ کے' جب وہ کسی مسلم خاتون کی طرف دائر کیا گیا ہو' فیصلہ قطعی میں کافی وقت درکار ہوتا ہے اگرچہ اس کی سماعت خصوصی ضابطہ کار پر عمل کرتے ہوئے عائلی عدالت کی طرف سے کی جاتی ہے۔ زوجہ کی طرف سے آغاز کردہ مقدمہ بازی میں اس تاخیر سے وہ نہ صرف غیر یقینی کی حالت میں دوچار ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات' وہ معاشی لحاظ سے مکمل طور پر تباہ و برباد بھی ہو جاتی ہے۔

33- شوہر' آرڈیننس کی دفعہ 7 کے تحت زوجہ کو ایک نوٹس' چیئرمین کو ایک نقل کے ساتھ جاری کرنے کے زیادہ آسان طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے رشتہ ازدواج کو 90 دن کی مدت کے اندر ختم کر سکتا ہے۔ دوسری طرف' زوجہ کو' اگرچہ یہ قانون شریعت کے تحت خلع کی حقدار ہے اور شوہر کو جس سے وہ علیحدگی کی متمنی ہے' معاوضہ دینے کو تیار ہے' انفساخ ازدواج کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے عدالت کے روبرو پیش ہونا پڑتا ہے۔ قانون شریعت کے تحت ایک زوجہ جو اصول خلع کے تحت انفساخ ازدواج کی طلبگار ہو یعنی جب کہ وہ یہ الزام عائد کرے کہ شوہر اور زوجہ' اللہ کی متعین کردہ حدود کے اندر نہیں رہ سکتے ہیں اور یہ کہ وہ شوہر کو علیحدگی کے لئے معاوضہ دینے کو تیار ہے۔ اپنے حق کے استعمال کے لئے عدالت یعنی قاضی کے سامنے جانے پر مجبور نظر نہیں آتی ہے۔ شعرانی اپنی کتاب "المیزان الکبریٰ" جلد دوم' صفحہ 117 میں کہتا ہے:

"ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ عورت' اگر وہ اپنے خاوند کو محض اس کی بدصورتی اور بدکرداری کی وجہ سے ناپسند کرتی ہو۔ معاوضہ کی ادائی کے بعد خلع کا حق رکھتی ہے۔"

یہاں تک کہ اگر اس کے ناپسند کرنے کی کوئی وجہ نہ بھی ہو' اور بلکہ کسی وجہ کے بغیر خاوند اور بیوی دونوں خلع پر رضامند ہوں' تو یہ جائز ہے اور اس کی مذمت نہیں کی گئی ہے۔

34- جب کہ زوجین کی باہمی رضامندی سے خلع واقع ہو جائے' جو کہ اصطلاحی طور پر "مبارات" کہلاتا ہے' تو قاضی کو کسی حوالہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ قرآن پاک کے مطابق وہ اپنی خلاصی یا "اپنی رہائی" حاصل کر سکتی ہے' اور یہ بات صاف ہے کہ یہ الفاظ اس کے آزادانہ حق کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہاں سورہ البقرہ کی آیت 229 کا حوالہ دینا بر محل ہو گا جس کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی نے اس طرح کیا ہے:

"اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ (چھوڑنے کے وقت) کچھ بھی لو (گو) اس میں سے (سہی) جو تم نے ان کو (مہر) میں دیا تھا۔ مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو قائم نہ کر سکیں گے' سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہو گا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑائے۔"

جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول اور ثابت بن قیس کے بارے میں ایک مشہور حدیث ہے۔ (جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے) روایت حسب ذیل ہے:

"ایک دن وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا' یا رسول اللہ! میں اور ثابت ایک ساتھ نہیں رہ سکتے ہیں۔ میں نے اس کو دیکھا آتے ہوئے چند آدمیوں کے ساتھ' وہ سب سے زیادہ کالا تھا' ان لوگوں میں اور سب سے زیادہ کوتاہ قد تھا اور سب سے زیادہ بدصورت تھا۔ قسم خدا کی میں عیب نہیں لگاتی ہوں اس کی دین داری میں اور نہ اخلاق میں۔ لیکن میں اس کی بدصورتی کی وجہ سے اس سے نفرت کرتی ہوں خدا کی قسم اگر مجھے خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں اس کے منہ پر تھوک دیتی جب وہ میرے پاس آئے (مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی شکل سے نفرت کرتی تھی) یا رسول اللہ! آپ دیکھتے ہیں کہ میں کتنی خوبصورت ہوں جب کہ ثابت بہت بدصورت آدمی ہے۔ میں اس کے نیک برتاؤ اور خوبی دین میں کچھ عیب نہیں لگاتی حالت اسلام میں کفر (ناشکری) کو برا جانتی ہو۔"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اپنے شوہر کا باغ لوٹا دے گی جو ثابت نے اسے بطور مہر دیا تھا تو اس نے جواب دیا "ہاں اور کچھ زیادہ بھی اگر اس کا مطالبہ کرے۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"اماالزیادہ فلا" اس سے زیادہ نہیں جو اس نے تجھے دیا تھا۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا کہ باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔" انہوں نے ایسا ہی کیا۔

متذکرہ بالا حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ یہ زوجہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ خلع کے ذریعے انفساخ ازدواج طلب کرنے کے لئے اپنا حق ثابت کرے۔ کیوں کہ جو کچھ اسے کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہ ہے کہ شادی کے وقت اس نے شوہر سے جو کچھ حاصل کیا ہو اسے واپس کرنے کے لئے اپنی رضامندی ظاہر کرے یا اسے اس کا معاوضہ دے۔ یہ ناقابل تصور ہے کہ بیوی کو شوہر کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا جائے جب کہ دونوں خداوند تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حدود کی پابندی نہیں کر سکتے ہوں۔ کسی تیسرے شخص کی مداخلت خواہ وہ کوئی قاضی ہو یا ثالث' صرف اسی وقت ضروری سمجھی جا سکتی ہے جب کسی ایسے معاوضہ کی نسبت کوئی تنازعہ ہو جو بیوی کو اپنے شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے دینا ہو۔

35- کمیٹی کا یہ خیال ہے کہ ایسی کوئی وجہ نہیں ہے کہ کسی مسلمان زوجہ کو یہ ثابت کرنے کے لئے کسی عدالت کے روبرو جانے کے لئے مجبور کی جائے کہ وہ اور اس کا شوہر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں زندگی نہیں گزار سکتے اور یہ کہ شوہر کو معاوضہ کی ادائی پر انفساخ ازدواج کے لئے کوئی حکم اس کی طرف سے صادر کیا جائے' خلع کے ذریعہ اپنے شوہر سے علیحدگی طلب کرنے کا حق قانون شریعت میں اسے میسر ہے اور یہ تقاضہ وقت ہے کہ اس حق کو قانونی طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ لہٰذا کمیٹی سفارش کرتی ہے

آرڈیننس کی دفعہ 8 کو دوبارہ وضع کیا جائے تاکہ جب زوجہ خلع کے ذریعہ اپنے شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کی طلبگار ہو' تو اسے چاہئے کہ وہ چیئرمین کو ایک نوٹس دے (جو کمیٹی کی پیش کردہ سفارشات کی روشنی میں عائلی عدالت کا افسر صدارت کنندہ ہو گا) کہ اس معاوضہ کی رقم کا تعین کیا جائے جو وہ اپنے شوہر کو ادا کرے گی۔

چیئرمین' معاوضہ کے رقم کا تعین کرنے کے بعد آرڈیننس کی دفعہ 7 میں وضع کردہ مصالحتی کارروائی کا آغاز کرے گا اور اگر مصالحت ناکام ہو جائے' تو نوٹس کی تاریخ سے نوے دنوں کے انقضا یا وضع حمل کے بعد جو بھی بعد میں ہو' شادی فسخ ہو جائے گی۔

کمیٹی مزید سفارش کرتی ہے کہ خلع کے لئے معاوضہ متعین کرنے کے معاملہ میں اپیل کا ایک حق ہونا چاہئے۔

36- یہ دیکھا گیا ہے کہ شوہر کی طرف سے طلاق کی صورت میں زوجہ کو اکثر اوقات مہر کی وصولی اور جہیز کی واپسی کے لئے شوہر کے ساتھ طویل مقدمہ بازی میں الجھنا پڑتا ہے۔ بیشتر صورتوں میں جب کہ زوجہ کسی جائیداد کی مالک نہ ہو یا معاش کے لئے جداگانہ وسائل نہ رکھتی ہو' اس کے لئے عدالت سے چارہ جوئی کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بے چاری زوجہ مفلس و نادار ہو جاتی ہے۔ پورے ملک میں شاید ہی کوئی ایسا ادارہ ہے جو ایسی عورتوں کی خبر گیری کرتا ہو۔

37- اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان شوہر کو قانون کے تحت بیوی کو طلاق دینے کا حق میسر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ قانون اسے تاکید کرتا ہے کہ جونہی "طلاق" موثر ہو جائے اس کا مہر ادا کر دیا جائے۔ بدقسمتی سے آرڈیننس یا کسی دوسرے قانون میں کوئی مخصوص حکم وضع نہیں کیا گیا ہے جس میں شوہر کو حکم دیا گیا ہو کہ جونہی طلاق موثر ہو جائے وہ زوجہ کو فی الفور مہر ادا کر دے یا جہیز واپس کر دے۔

38- کمیٹی یہ محسوس کرتی ہے کہ اگر قانون میں اس مضمون کا کوئی حکم وضع کر دیا جائے تو اس سے ان عورتوں کی حالت بہتر بنانے میں مدد ملے گی جو طلاق کے بعد مفلس و بے نوا ہو جاتی ہے۔ اس پر غور کیا گیا ہے کہ طلاق کے بعد شوہر کی زوجہ کو مہر ادا کرنے اور جہیز واپس کرنے کی دیوانی ذمہ داری کے علاوہ' شوہر کو فوجداری مقدمہ قائم کئے جانے کا مستوجب بھی ٹھہرایا جائے۔ اگر وہ مہر کی ادائیگی یا جہیز کی واپسی سے قاصر رہے لہٰذا کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ:

طلاق کے موثر ہونے پر' اگر شوہر ایک ماہ کے اندر مہر ادا نہ کرے اور یا اس کا جہیز واپس نہ کرے' تو اسے تین ماہ کی مدت تک کے لئے قید محض' یا جرمانہ یا دونوں سزاؤں کا مستوجب قرار دیا جائے۔

39- بعض صورتوں میں طلاق کے بعد شوہر کی طرف سے زوجہ کو مہر کی ادائیگی گذر اوقات کا معقول ذریعہ مہیا کرنے سے قاصر رہتی ہے کیوں کہ شادی کے وقت مقرر کردہ مہر کی رقم صرف برائے نام ہوتی ہے۔ زوجہ طلاق کے بعد دوران عدت نان نفقہ کی حقدار ہے۔ لیکن عدت کا زمانہ ختم ہو جانے کے بعد اس کے پاس بسر اوقات کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا ہے۔

40- کمیٹی شوہر کو قانون کے تحت میسر طلاق کے حق پر کچھ پابندیاں عائد کرنے کے سوال پر بھی غور کرتی رہی ہے کیوں کہ خاصی زیادہ صورتوں میں دیکھا گیا ہے کہ شوہر بغیر کسی مناسب اور معقول سبب کے اپنے طلاق کے حق کو استعمال کر کے رشتہ ازدواج ختم کر دیتا ہے۔ بعض اوقات' شوہر کی طرف سے (بستر مرگ پر بھی) یہ حق اس خیال کے پیش نظر استعمال کیا جاتا ہے کہ اس کی موت کے بعد بیوی کو اس کی جائیداد میں سے حصہ کا دعویٰ کرنے سے محروم کر دیا جائے۔ خاص طور پر جب کہ زوجہ کی کوئی اولاد نہ ہو۔ کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ شوہر کی طرف سے استعمال کردہ طلاق کے حق کو یہ حکم وضع کر کے روکا جائے کہ زوجہ کو مہر کی ادائیگی اور جہیز کی واپسی کے علاوہ' شوہر کو حکم دیا جائے کہ اسے معاوضہ بھی دے جبکہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ پانچ سال سے زیادہ اس کی بیوی کی حیثیت سے رہ چکی ہو' لہٰذا کمیٹی سفارش کرتی ہے:

اگر زوجہ شادی کے بعد 5 سال یا زیادہ کے لئے اپنے شوہر کے ساتھ رہ چکی ہو' تب شوہر کی طرف سے طلاق کے موثر ہو جانے کی صورت میں' وہ

شوہر کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میں 1/8 حصہ وصول کرنے کی مستحق ہو گی۔

41- اس کے علاوہ جس کی ماقبل پیرے میں سفارش کی گئی ہے' کمیٹی یہ محسوس کرتی ہے کہ طلاق کے بعد اپنی بیوی کو نان و نفقہ دینے کی شوہر کی ذمہ داری عدت کا زمانہ گزرنے کے بعد ختم نہیں ہونی چاہئے۔

42- جیسا کہ اس سے پہلے دیکھا گیا ہے کہ ایسی صورتوں میں جہاں سابق بیوی کے پاس کوئی علیحدہ و جداگانہ ذریعہ معاش نہیں ہوتا ہے اور اس طرح عدت کا زمانہ گزرنے کے بعد اسے سنگین معاشی اور مالی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ موجودہ قانون کے تحت' شوہر کو آزادی ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے خواہ وہ اس کے ساتھ کتنی ہی مدت کے لئے رہ چکی ہو۔ عمر رسیدہ عورتوں کی صورت میں' شوہر کی طرف سے استعمال کردہ طلاق کے حق کا نتیجہ واقعی سخت اذیت کی صورت میں نکلتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس عمر میں اس کے لئے دوسری شادی کرنا ممکن نہ ہو اور اسی طرح اس کے لئے یہ بھی ممکن نہ ہو کہ اپنی معاش خود کمائے۔

43- کمیٹی کا یہ خیال ہے کہ شوہر کی طرف سے طلاق کے حق کا خود اختیاری استعمال کسی حد تک روکا جا سکتا ہے اگر شوہر کو حکم دیا جائے کہ وہ ایک خاص مدت کے لئے اپنی سابق بیوی کا مالی بوجھ اٹھائے۔ کمیٹی سفارش کرتی ہے:

شوہر کی طرف سے طلاق کی صورت میں اسے حکم دیا جاتا ہے کہ عدت کے زمانے کے علاوہ وہ شادی شدہ زندگی کے ہر سال کے لئے ایک ماہ کے حساب سے شمار کی جانے والی مدت کے لئے اپنی سابق زوجہ کو نان و نفقہ ادا کرے۔

مغربی پاکستان عدالت ہائے عائلی ایکٹ 1964ء

کمیٹی کو یہ معلوم ہوا ہے کہ عدالت ہائے عائلی ایکٹ 1964ء (جس کا حوالہ بعدازیں اس ایکٹ کے طور پر دیا گیا ہے) کے تحت عائلی امور مثلاً" طلاق' مہر' نان و نفقہ اور ولایت سے متعلق جھگڑوں کو طے کرنے کے لئے قائم کردہ عائلی عدالتوں کا ادارہ زیادہ سودمند ثابت ہو سکتا ہے اگر ان کے طریق عمل کی اصلاح کے لئے چند قدم اٹھائے جائیں۔ اس ایکٹ میں بیان کردہ ضابطہ کار کے مطابق عدالت کے افسر صدارت کنندہ کو حکم دیا گیا ہے کہ شہادت قلمبند کرنے سے پہلے اور بعد میں فریقین کے درمیان مفاہمت یا مصالحت کرانے کے لئے وہ کوشش کرے۔

45- افسر صدارت کنندہ کی کوششیں صرف اس صورت میں کامیاب ہو سکتی ہیں جب کہ وہ پختہ کار اور تجربہ کار حاکم عدالت ہو کیوں کہ تب ہی وہ فریقین کو سمجھوتہ کر لینے پر آمادہ کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداً" میں اس ایکٹ کی دفعہ 4 میں یہ حکم وضع کیا گیا تھا کہ وہ شخص جو ضلع جج ہو یا رہ چکا ہو یا سینئر سول جج یا سول جج درجہ اول ہو یا رہ چکا ہو عائلی عدالت کے جج کی حیثیت سے مقرر کیا جا سکے گا۔ بعد میں اس حکم میں اس طرح ترمیم کر دی گئی کہ کوئی بھی سول جج عائلی عدالت کے جج کی حیثیت سے مقرر کیا جا سکے گا۔

46- کمیٹی یہ محسوس کرتی ہے کہ اس ایکٹ کی دفعہ 4 کے اصل احکام بحال کر دینے چاہئیں تاکہ عائلی عدالتوں کا کام سینئر سول ججوں یا سول ججوں درجہ اول کے سپرد کیا جا سکے کیوں کہ اس سے قانون کے خاص مقاصد یعنی زوجین کے درمیان مصالحت کرانے کے حصول میں امداد ملے گی۔ لہٰذا' یہ سفارش کی جاتی ہے:

عدالت ہائے عائلی ایکٹ' 1964ء میں مناسب ترمیم کی جائے جس میں یہ حکم دیا جائے کہ ان جگہوں پر جہاں ایسے جج موجود ہوں عائلی عدالت کا کام سینئر سول ججوں / سول ججوں درجہ اول کے سپرد کیا جائے۔

47- یہ دیکھا گیا ہے کہ عائلی عدالتوں کے افسران صدارت کنندہ کو بلا شرکت غیرے عائلی عدالتوں کا کام نہیں دیا جاتا ہے بلکہ عام دیوانی کام بھی سپرد کیا جاتا ہے۔ یہ انتظام یقینی طور پر خاندانی تنازعات کو تیزی سے طے کرانے میں مد نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ عائلی عدالتوں کے ذریعہ سماعت کردہ مقدمات تصفیہ کے لئے اس ایکٹ کے بیان کردہ خصوصی ضابطہ کار پر عمل کرنے کے بعد کافی طویل مدت لیتے ہیں۔

48- قانونی اصلاحات کمیشن نیز کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ عائلی قانون کے مقدمات کے لئے کل وقتی عائلی عدالتیں ہونی چاہیں۔ اوپر بیان کردہ وجود کے پیش نظر یہ کمیٹی بھی مذکورہ بالا تجویز سے اتفاق کرتی ہے اور سفارش کرتی ہے :

جہاں کہیں ضروری ہو عائلی قوانین کے تحت پیدا ہونے والے مقدمات کے تصفیہ کے لئے وقتی عائلی عدالتیں قائم کی جائیں۔

49- نکاح کے اندراج اور اس سے متعلق ریکارڈ کی نگہداشت کا نظام اور جس پر فی الحال ملک میں عمل ہو رہا ہے' تسلی بخش نہیں ہے۔ یونین کونسلوں کے خاتمہ کے بعد' نکاح کے اندراج سے متعلق ریکارڈ سے نقول حاصل کرنے کا مسئلہ زیادہ سنگین ہو گیا ہے۔ چونکہ کمیٹی نے تجویز کیا ہے کہ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کے تحت "چیئرمین" کے فرائض عائلی عدالتوں کے افسران صدارت کنندہ کو سونپ دیئے جائیں' لہٰذا یہ مناسب ہے کہ عائلی عدالتوں کے جج نکاح کے اندراج سے متعلق ریکارڈ بھی رکھیں۔ کمیٹی بحسبہ سفارش کرتی ہے:

نکاح کے اندراج اور انفساخ اندراج سے متعلق تمام ریکارڈ عائلی عدالتوں کو منتقل کر دیا جائے۔ جن کو آئندہ مذکورہ ریکارڈ کی نگہداشت کرنے کا اختیار دیا جائے۔

50- جیسا کہ پہلے ظاہر کیا گیا ہے مہر اور نان و نفقہ کے معاملات میں کارروائی عام طور پر بہت طویل ہوتی ہے۔ ایسے مقدمات میں عرضی گذار یا مدعی ہمیشہ عورت ہوتی ہے۔ اسے حقیقی دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خاص کر جب کہ

اس کے پاس کوئی جداگانہ وسائل نہ ہوں۔ یہ بات بھی غیر معمولی نہیں ہے کہ طول طویل مقدمہ ذریعے قابل سماعت ہے۔ جو کارروائی کے زیر تجویز ہونے کے دوران شوہر کی طرف سے املاک کی فروخت کو روکنے سے قاصر ہے۔

52- کمیٹی کو یہ ضروری معلوم ہوا ہے کہ عائلی عدالت کے پاس بھی' ایسے مقدمات میں جہاں اسے اندیشہ ہو کہ اس کے حکم یا ڈگری کو کسی فریق کی طرف سے املاک کی فروخت کے ذریعہ یا بصورت دیگر زائل کر دیا جائے گا۔ فیصلہ سے قبل عارضی حکم امتناعی یا قرقی املاک کی شکل میں درمیانی دادرسی منظور کرنے کے عام دیوانی عدالتوں جیسے اختیارات ہونا چاہئیں۔ اس لئے کمیٹی کی یہ سفارش ہے کہ:

مجموعہ ضابطہ دیوانی 1908ء کے حکم نمبر38 (قرقی قبل از فیصلہ) اور حکم نمبر39 (عارضی حکم امتناع) میں شامل احکام کے مماثل احکام اس ایکٹ میں وضع کئے جائیں تاکہ عدالتیں موزوں صورتوں میں حکم امتناعی یا حکم امتناعی تاکیدی کے ذریعے درمیانی دادرسی منظور کرنے کے قابل ہو سکیں۔

53- ان مختلف تجاویز کے علاوہ جو اوپر بیان کی گئی ہیں' کمیٹی کا یہ خیال ہے کہ قانون میں کوئی ایسا حکم وضع کیا جانا چاہئے جس کے تحت عائلی عدالت کو' نفقہ کی بازیابی کے مقدمہ میں نفقہ ادا کرنے کے مستوجب شخص کو یہ حکم دینے کا اختیار ہو کہ وہ ہر مہینے ایسی رقم جو عدالت کی طرف سے عارضی طور پر متعین کی گئی ہو عرضی گذار کو نفقہ کے طور پر ادائیگی کے لئے جمع کرائے۔ اس سے نہ صرف نفقہ ادا کرنے کا مستوجب شخص کارروائی کو غیر ضروری طور پر طول دینے سے باز رہے گا بلکہ عرضی گذار بھی ناواجب مالی پریشانیوں سے محفوظ رہے گا۔

54- یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ بعض صورتوں میں فریقین کے درمیان اختلاف محض اس نفقہ کی رقم کے متعلق ہوتا ہے جو نفقہ ادا کرنے کے مستوجب شخص کی طرف سے واجب الادا ہے مثال کے طور پر جبکہ دعویٰ کسی شخص کے بچوں کی طرف سے کیا گیا ہو۔ ایسی صورتوں میں عدالتوں کے لئے یہ بڑی حد تک حق بجانب ہو گا کہ نفقہ ادا کرنے کے مستوجب شخص کو حکم دیں کہ وہ ہر مہینے ایسی رقم جو عدالت کی طرف سے عارضی طور پر متعین کی گئی ہو عرضی گذار کو نفقہ کے طور پر ادا کرنے کے لئے عدالت میں جمع کرائے۔

55- اس امر کو یقینی بنانے کے لئے نفقہ ادا کرنے کا مستوجب شخص عدالت کے حکم کی تعمیل کرے' یہ حکم وضع کیا جا سکتا ہے کہ عدم ادائیگی کی صورت میں اس کا حق جواب دہی قطع کر دیا جائے گا۔ ان خطوط پر ایک حکم مغربی پاکستان تحدید کرایہ شہری آرڈیننس 1959ء کی دفعہ 13 (6) کے تحت پہلے ہی موجود ہے۔ لہٰذا کمیٹی حسب ذیل سفارش کرتی ہے:

"عائلی عدالت کے پاس مغربی پاکستان تحدید کرایہ شہری آرڈیننس 1959ء کی دفعہ 13 (6) میں مذکورہ اختیارات کے مماثل اختیارات ہونے چاہئیں تاکہ مقدمہ کا قطعی تصفیہ ہونے تک زوجہ اور بچوں کو ادا کرنے کے لئے شوہر کی آمدنی اور اثاثہ جات کو مدنظر رکھتے ہوئے عدالت کی طرف سے عارضی طور پر متعین کردہ رقم کی ادائیگی کا حکم دے سکے اور شوہر کی طرف سے عدم ادائیگی کی صورت میں اس کا حق جواب دہی قطع کیا جا سکے۔

56- عدالتوں کی طرف سے مقدمات کے' خاص طور ان کے جو خاندانی جھگڑوں سے متعلق ہوں' جلد تصفیہ پر زیادہ زور ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اعلیٰ عدالتیں ہمیشہ عدالتوں کی طرف سے مقدمات کی بہ عجلت سماعت پر زور دیتی رہی ہیں اور اس سلسلہ میں وقتاً" فوقتاً" ہدایات بھی جاری کی جاتی ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ یہ انتظامی ہدایات بعض اوقات موثر ثابت نہیں ہوتی ہیں۔

57- کمیٹی یہ محسوس کرتی ہے کہ مقدمات کے بہ عجلت تصفیہ کے لئے بعض احکام اس ایکٹ کے تحت وضع شدہ قواعد میں وضع کئے جائیں کیوں کہ اس سے لازمی طور پر عائلی عدالت کی طرف سے مقدمات کی تیز رفتاری سے سماعت یقینی ہو جائے گی۔ اس لئے کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ قواعد میں حسب ذیل امور کو نافذ العمل کرنے کے لئے ترمیم کی جائے:

(الف) جب کہ کوئی مقدمہ چھ ماہ کی مدت تک غیر تصفیہ شدہ رہے تو عائلی عدالت کے جج تاخیر کی وجہ سے توضیع عدالت عالیہ کو پیش کریں۔

(ب) عائلی عدالتوں کی طرف سے قابل سماعت مقدمات کی سماعت ہر روز ہونی چاہئے اور اس صورت میں کہ کسی التواء کی اجازت دی جائے تو اس کے اسباب قلمبند کئے جائیں۔

58- اس ایکٹ کی جدول میں مقدمات کی سات اقسام کا ذکر کیا گیا ہے جو کسی عائلی عدالت کی طرف سے قابل سماعت ہیں۔ جہیز کی واپسی کا مقدمہ اس جدول میں شامل نہیں ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک عورت کو اپنے انفساخ ازدواج کے بعد مہر اور جہیز کی نسبت قانونی چارہ جوئیاں علیحدہ علیحدہ عدالتوں میں دائر کرنا پڑتی ہیں۔ عائلی عدالت جہیز کی واپسی کے لئے اس کے دعوے کی سماعت نہیں کر سکتی ہے۔ اور اس مقصد کے لئے اسے ایک عام عدالت دیوانی میں مقدمہ دائر کرنا پڑتا ہے۔ اپنے مہر کی رقم کی بازیابی اور نفقہ کی ادائیگی کے لئے اسے عائلی عدالت میں مقدمہ دائر کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورتوں میں جو مشکل ایک عورت کو پیش آتی ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

59- کمیٹی کا یہ خیال ہے کہ اس ایکٹ میں یہ ایک سنگین خلا ہے کہ اس جدول میں جہیز کی واپسی کے مقدمات شامل نہیں ہیں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس ایکٹ کی دفعہ 23 کے احکام سے جو کسی عائلی عدالت کے مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کے احکام کے مطابق درج شدہ شادی کے جواز پر اعتراض کرنے میں مانع ہیں ایک شدید الجھن پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب کبھی کسی عائلی عدالت کے روبرو کسی کارروائی میں شادی کے جواز کے بارے

میں کوئی سوال پیدا ہوتا ہے تو فریقین اس سوال کے تعین کے لئے کسی عدالت دیوانی میں جانے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ ایکٹ میں ایک اور خلا ہے جسے دور کیا جانا چاہئے۔

60- تاہم کسی عائلی عدالت کے پاس تمام مقدمات میں شادی کے جواز کو متعین کرنے کے لئے بلا شرکت غیرے اختیار سماعت نہیں ہونا چاہئے۔ کیوں کہ ایسے مقدمات ہو سکتے ہیں جو بلا شرکت غیرے عائلی عدالت کے ذریعے قابل سماعت نہ ہوں اور پھر بھی ان مقدمات میں شادی کے جواز کا سوال پیدا ہو جائے۔ مثال کے طور پر' وراثت سے متعلق کسی مقدمہ میں متوفی کے ورثا یہ عذر پیش کرسکتے ہیں کہ اس عورت کی جو متوفی کی بیوہ ہونے کا دعوی کرتی ہے۔ اس سے باضابطہ طور پر شادی نہیں ہوئی تھی یا یہ کہ شادی متوفی کی زندگی ہی میں فسخ ہوگئی تھی۔ ایسی صورت میں شادی کے جواز یا قیام کے سوال کو عام عدالت کی طرف سے متعین کرنے کے لئے چھوڑ دینا چاہئے جو وراثت سے متعلق مقدمہ کا تصفیہ کرنے کی اہل ہے۔ لہٰذا' کمیٹی حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے:

(الف) اس ایکٹ کی دفعہ 23 کو حذف کردیا جائے۔

(ب) عدالت ہائے عائلی ایکٹ کی جدول میں جہیز اور شادی سے متعلق تمام تنازعات علاوہ ان کے جو وراثت سے متعلق مقدمات میں پیدا ہوں' شامل کرنے کے لئے ترمیم کی جائے۔

61- تجربہ سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ اس ایکٹ میں شامل فریقین کے درمیان مصالحت یا مفاہمت سے متعلق احکام زیادہ موثر ثابت نہیں ہوئے ہیں۔ کیوں کہ فریقین جب ایک مرتبہ عدالت میں جانے کا فیصلہ کرلیتے ہیں تو وہ عام طور پر اپنے تنازعات مفاہمت کے ذریعے طے کرنے میں تامل کرتے ہیں۔ خواہ ایسے سمجھوتے کے لئے کوششیں عدالت کے افسر صدارت کنندہ کی طرف سے کی جائیں۔ اس لئے عملی طور پر اس ایکٹ کی دفعات 10 اور 12 میں شامل احکام کو محض ایسی رسمی کارروائی سمجھا جاتا ہے جو عدالتوں کے افسران صدارت کنندہ کو پوری کرنا ہوتی ہے۔

62- کمیٹی کا یہ خیال ہے کہ فریقین کے درمیان مفاہمت کرانے کے امکانات عدالت کے اندر کے مقابلے میں عدالت کے باہر زیادہ ہیں اگر کوششیں اس علاقے کے جس سے فریقین تعلق رکھتے ہوں۔ چند ایماندار' فارغ البدل اور غیر جانب دار باعزت اشخاص کی طرف سے کی جائیں۔ ہر ایک ضلع میں ضلع جج کا ایسے اشخاص کی ایک فہرست تیار کرنا مشکل کام نہیں ہے۔ ان اشخاص کو جنہیں افسران بہبود کے نام سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔ عائلی عدالت کی طرف سے حکم دیئے جانے پر مصالحت کنندہ کے طور پر کام کرنے کے لئے تیار کرنا چاہئے۔ بحسبہ کمیٹی کی سفارش ہے کہ:

شوہر اور زوجہ کے درمیان عدالت سے باہر مصالحت کے لئے عدالت ہائے عائلی ایکٹ میں احکام وضع کئے جائیں۔ عائلی عدالت فریقین کی طرف سے مشترکہ درخواست پر ان اشخاص میں سے کسی ایک کو جس کا نام ضلع جج کی تیار کردہ افسران بہبود کی فہرست میں موجود ہو' مصالحت کنندہ کے طور پر کام کرنے کے لئے نامزد کرے۔ بایں طور پر نامزد کردہ شخص کو حکم دیا جائے کہ ایک ماہ کے اندر اپنی مصالحتی کوششوں کی کامیابی یا ناکامی کے بارے میں عدالت کو رپورٹ پیش کرے۔ اس صورت میں کہ وہ اپنی مصالحتی کوششوں میں ناکام ہو جائے' اسے نہ تو اہل گواہ سمجھا جائے اور نہ اس کی رپورٹ کو شہادت کا حصہ بنایا جائے۔

63- اس ایکٹ کی دفعہ 13 میں کسی عائلی عدالت کی طرف سے صادر کردہ ڈگری کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں قرار دیا گیا ہے کہ ڈگری زر نقد کی صورت میں زر ڈگری مالیہ اراضی کے بقایا کے طور پر وصول کیا جاسکتا ہے۔ عائلی عدالت اپنی صادر کردہ ڈگری کی تعمیل بھی کرا سکتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے کسی ایسی ڈگری کی تعمیل کے لئے کوئی طریقہ وضع نہیں کیا گیا ہے۔ اس صورت میں کہ مذکورہ ڈگری ضلع جج کی طرف سے کسی عدالت دیوانی میں منتقل کردی جائے تو اس کی تعمیل کے طریقہ کے بارے میں کوئی دقت نہیں ہوتی ہے کیوں کہ عدالت دیوانی مجموعہ ضابطہ دیوانی 1908ء میں ڈگریوں کی تعمیل کے لئے وضع کردہ طریقہ کار پر عمل کرنے کی پابند ہے۔

64- تاہم' عائلی عدالت مذکورہ بالا طریقہ کار پر عمل نہیں کرسکتی ہے کیوں کہ مجموعہ ضابطہ دیوانی کے احکام اس کے روبرو کارروائی پر اطلاق پذیر نہیں ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ عائلی عدالت کی صادر کردہ کس ڈگری کی تعمیل کے طریقے کے بارے میں کوئی حکم وضع کیا جائے۔ لہٰذا کمیٹی سفارش کرتی ہے:

عدالت ہائے عائلی ایکٹ 1964ء کی دفعہ 13 میں ترمیم کی جائے تاکہ کسی عائلی عدالت کی صادر کردہ ڈگری کی اس کی طرف سے کسی عدالت دیوانی کی ڈگری کی طرح تعمیل کرائی جاسکے۔ ڈگری زر نقد کی صورت میں رقم کو مالیہ اراضی کے بقایا کے طور پر وصول کرنے کی موجودہ چارہ جوئی کو متبادل چارہ جوئی کے طور پر برقرار رکھا جائے۔

65- اگرچہ انفساخ ازدواج مسلمانان ایکٹ 1939ء کے تحت بے رحمی کو انفساخ ازدواج کے لئے عذر قرار دیا گیا ہے اور اصطلاح "بے رحمی" کو محض جسمانی تشدد تک محدود نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسے طرز عمل کے ذریعے بے رحمی پر بھی وسعت دے دی گئی ہے۔ ایسی مثالیں کم نہیں ہیں کہ جن میں شوہر اپنی بیوی کو اس کے والدین اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے ملنے سے روک کر اس کی زندگی کو اذیت ناک بنا دیتا ہے اور پھر بھی زوجہ کسی عدالت سے یا تو شوہر کے خلاف کسی تعزیری کارروائی کی صورت میں یا انفساخ ازدواج کے لئے ڈگری کی صورت میں کسی دادرسی کے حاصل کرنے سے قاصر رہتی ہے۔

66- اس امر کا واضح سبب یہ ہے کہ وہ شوہر کے خلاف اسے اس کے والدین یا عزیزوں سے ملنے کی اجازت دینے سے انکار کے لئے قانون کے

تحت کوئی تعزیری کارروائی نہیں کر سکتی ہے۔ اس طرح اس کے لئے اس بات کو بے رحمی کی حیثیت سے ثابت کرنا دشوار ہوتا ہے جس سے وہ انفساخ ازدواج کی ڈگری کی مستحق ہو جائے۔

67- کمیٹی نے اس معاملے پر غور کیا ہے اور اس سے اندازہ ہوا ہے کہ ایسے حالات میں زوجہ کو شوہر کے خلاف عدالت فوجداری میں چارہ جوئی کا حق ملنا چاہئے۔ عدالت کی طرف سے اس کی سزایابی کی صورت میں' زوجہ کو عذر بے رحمی کی بنا پر انفساخ ازدواج طلب کرنے دیا جائے۔ اس لئے کمیٹی سفارش کرتی ہے:-

"جب کہ شوہر یا اس کے رشتہ دار دانستہ طور پر زوجہ کو اس کے والدین' بچوں' بھائیوں یا بہنوں سے ملنے سے روکیں تو اسے ایسا جرم قرار دیا جائے جو تین ماہ کی مدت تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہو۔ مذکورہ بالا جرم کے لئے شوہر کی سزایابی کی صورت میں' زوجہ اسے انفساخ ازدواج کے لئے عذر کے طور پر پیش کر سکے گی۔"

ولیان و نابالغان ایکٹ 1890ء

68- کافی بڑی تعداد میں ایسے جھگڑے جو عدالتوں کے سامنے آتے ہیں' وہ بچوں کی ولایت یا تحویل کے معاملے سے متعلق ہوتے ہیں۔ کسی نابالغ کی ولایت کا سوال عدالت اس قانون شخصی کے جس کے تابع وہ نابالغ ہو' احکام اور نیز نابالغ کی بہبود کو مد نظر رکھتے ہوئے طے کرتی ہے۔ نابالغ کی تحویل کے معاملے میں بھی نابالغ پر قابل اطلاع قانون شخصی کے اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے۔ کسی مسلمان نابالغ کی ولایت یا تحویل کے مقدمے میں ماں کے دعوے کو باطل کیا جا سکتا ہے' اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ غیر اخلاقی زندگی گزار رہی ہے یا برے کردار کی عورت ہے۔ بدقسمتی سے' عورت کے خلاف یہ عذر ان مقدمات میں مسلسل پیش کیا جاتا ہے۔ جب کہ کوئی تنازعہ بچوں کی ولایت یا تحویل کی نسبت ہو' صرف چند صورتوں میں بد چلنی یا بد کرداری کے الزامات ثابت ہوتے ہیں اور زیادہ تر صورتوں میں یہ الزامات جھوٹے ثابت ہوئے ہیں' قطع نظر اس حقیقت کے کہ آیا عورت مقدمے میں آخر کار کامیاب ہوتی ہے یا ناکام' اس کی شہرت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ اگرچہ مجموعہ تعزیرات میں ایسے احکام موجود ہیں جن کے تحت جھوٹے الزامات عائد کرنے والے شخص پر' استغاثہ پیش کئے جانے پر' عدالت مقدمہ چلا سکتی ہے۔ تاہم دیکھا گیا ہے کہ ایسے مقدمات میں عدالت عموماً" کوئی کارروائی نہیں کرتی ہے اسلام میں عورت پر بدچلنی کی جھوٹی تہمت لگانے کی مذمت کی گئی ہے اور اس سلسلے میں سورہ نور کی آیت 4 کے حسب ذیل ترجمہ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے:

"اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں پاک دامنوں کو' پھر نہیں لاتے چار شاہد' پس مار دو ان کو اسی کوڑے' اور مت قبول کرو ان کی شہادت کبھی۔"

69- نابالغوں کی ولایت یا تحویل کے مقدمات میں عورتوں کے خلاف جھوٹے الزامات پر پابندی عائد کرنے کی غرض سے' یہ ضروری ہے کہ معاملے کی سماعت کرنے والی عدالت کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ سماعت مقدمہ کے اختتام پر ایسے الزامات عائد کرنے والے شخص کو فوراً" سزا دے سکے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس طرف سے عورت پر عائد کئے جانے والے الزامات جھوٹے ہیں۔ لہذا' کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ:

"بچوں کی ولایت یا تحویل سے متعلق مقدمات میں اگر کسی عورت کی پاکدامنی یا کردار پر' الزامات عائد کئے جائیں اور اگر ایسے الزامات جھوٹے ثابت ہوں تو عدالت کو یہ اختیار ہونا چاہئے کہ وہ متعلقہ فریق کو اظہار وجوہ کا موقع دینے کے بعد چھ ماہ کی مدت تک قید محض یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دے سکے۔"

70- کمیٹی نے ایک عیسائی خاتون کی طرف سے پیش کردہ ایک تجویز پر غور کیا ہے کہ ولیان و نابالغان ایکٹ 1890ء (نمبر 8 بابت 1890) کی دفعہ 5 (1) میں قرار شدہ' کسی ایسے نابالغ کی ذریت / جائیداد کے ولی یا ولیوں کے تقرر کا حق جو یورپی / برطانوی رعیت ہو' پاکستان میں سکونت پذیر عیسائیوں کو بھی حاصل ہونا چاہئے۔ اس تجویز کی حمایت میں یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ وہ حالات جن کے تحت یورپی / برطانوی رعیت اور برصغیر حمایت ہوں۔ پاک و ہند میں مقیم عیسائیوں پر بھی کے لئے علیحدہ قانون کا جواز تھا' اب تبدیل ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ وہی قانون جس کے تابع یورپی / برطانوی رعیت ہے' پاکستان میں سکونت پذیر عیسائیوں پر بھی اطلاق پذیر ہونا چاہئے۔ یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ولیان و نابالغان ایکٹ کی دفعہ 5 (1) میں الفاظ " یورپی / برطانوی رعیت " کے بعد الفاظ "یا پاکستانی عیسائی یا پاکستان میں سکونت پذیر عیسائی" شامل کر دیئے جائیں۔

71- کمیٹی اصولی طور پر اتفاق کرتی ہے کہ یورپی نژاد عیسائیوں اور پاکستان میں سکونت پذیر عیسائیوں پر قوانین کے اطلاق میں کوئی امتیاز نہیں ہونا چاہئے۔ کمیٹی کو یہ بھی معلوم ہے کہ مجوزہ ترمیم کسی عیسائی بچے کی ماں کو وصیت کے ذریعے ولی کے تقرر کا اختیار دے گی جو کہ دوسری صورت میں موجودہ قانون کے تحت اسے حاصل نہیں ہے۔ لیکن ولیان و نابالغان ایکٹ 1890ء کی دفعہ 5 (1) کی ترمیم تن تنہا کافی نہیں ہو گی کیوں کہ مذکورہ ایکٹ کے بعض دیگر احکام کی مناسب ترمیم بھی درکار ہے' جن میں یورپی / برطانوی رعیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ لہذا کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ:

ولیان و نابالغان ایکٹ 1890ء کی دفعہ 5 (1) کی اس طرح ترمیم کی جائے کہ الفاظ "یورپی / برطانوی رعیت" کے بعد' الفاظ "یا پاکستانی عیسائی یا پاکستان میں سکونت پذیر عیسائی" شامل ہو جائیں۔ اس ترمیم کے نتیجہ کے طور پر مذکورہ ایکٹ کی دفعات 6' 15 اور 19 کی بھی مناسب ترمیم کی جائے جن میں الفاظ "یورپی / برطانوی رعیت" استعمال ہوئے ہیں۔

طلاق ایکٹ 1869ء

72- کمیٹی کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی ہے کہ طلاق ایکٹ 1869ء کے احکام پر نظرثانی کی جائے کیوں کہ یہ قانون تقریباً 100 سال سے زیادہ عرصہ قبلہ وضع ہوا تھا۔ اور اس وقت سے ملک میں معاشرتی حالات ایک عظیم تبدیلی سے گزر چکے ہیں۔ انگلستان میں طلاق سے متعلق قانون بنیادی طور پر تبدیل ہو چکا ہے جب کہ طلاق ایکٹ میں احکام ویسے ہی ہیں جیسا کہ 1969ء میں تشکیل دیئے گئے تھے۔

73- یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ماقبل مذکورہ ایکٹ کی دفعہ 2 کی ترمیم کی جائے تاکہ مذکورہ ایکٹ کے تحت دادرسی صرف ان اشخاص کو مہیا ہو سکے جن کی شادی کی رسم عیسائیوں پر قابل اطلاق قوانین ازدواج کے تحت انجام پائی ہو اور دوسری صورت میں نہیں۔

74- کمیٹی نے احتیاط سے اس تجویز پر غور کیا ہے اور اس کی تائید کرنا مشکل ہے' کیوں کہ مذکورہ ایکٹ کی دفعہ 2 میں مجوزہ ترمیم بعض قانونی پیچیدگیاں پیدا کر دے گی۔ موجودہ قانون کے تحت' کسی غیر عیسائی سے شادی شدہ کوئی عیسائی مذکورہ ایکٹ کے تحت' اس ایکٹ میں مذکورہ بعض شرائط کے تحت دادرسی حاصل کر سکتا ہے۔

75- مجوزہ ترمیم ایسے شخص کو اس ایکٹ کے تحت دادرسی کرنے سے محروم کر دے گی کیوں کہ فریقین کی شادی کی رسم عیسائیوں پر قابل اطلاق ازدواجی قوانین کے مطابق انجام پذیر نہیں سمجھی جا سکتی' ایسے اشخاص کے لئے کسی دیگر قانون کے تحت ازدواجی مقدمات میں دادرسی حاصل کرنا قانونی طور پر ممکن نہیں ہو سکے گا۔ کمیٹی نے یہ بھی دیکھا ہے کہ مجوزہ ترمیم معاشرتی حالات میں کسی تبدیلی سے متعلق نہیں ہے۔ جس کی بنا پر طلاق ایکٹ میں ترمیمات کرانے کے لئے صورت حال بیان کی گئی ہے۔

76- طلاق ایکٹ' 1869ء میں مجوزہ دیگر ترمیم اس ایکٹ کی دفعہ 10 سے متعلق ہے۔ اس کی نشاندہی کی گئی ہے کہ موجودہ قانون کے تحت انفساخ ازدواج کے لئے کسی خاوند کو یہ عذر حاصل ہے کہ بیوی نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ دوسری طرف' بیوی انفساخ ازدواج اس عذر پر طلب کر سکتی ہے کہ شادی کی رسم ادا ہونے کے بعد سے اس کا خاوند اپنا عیسائیت کا عقیدہ کسی اور مذہب کے عقیدے سے تبدیل کر چکا ہے اور کسی دوسری عورت کے ساتھ شادی کی رسم انجام دے چکا ہے یا یہ کہ اس نے سنگین نوعیت کی بدکاری کا ارتکاب کیا ہے' یا یہ کہ اس نے زنا بالجبر' لواطت یا وحشیانہ پن کا ارتکاب کیا ہے۔

77- اس کی نشان دہی کی گئی ہے کہ شوہر کی طرف سے طلاق کی' درخواست کی صورت میں اسے صرف یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ بیوی نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ جب کہ بیوی کو زنا کی بنیاد پر انفساخ ازدواج طلب کرنے کے لئے یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ یہ اس ایکٹ میں مصرحہ بدکاری کی سنگین ترین شکلوں میں سے ایک ہے۔ یہ عدم مساوات خواتین کے مفاد کے لئے نقصان دہ سمجھی گئی ہے۔ کمیٹی کی توجہ اس موضوع پر اس قانون کی طرف دلائی گئی ہے جس پر انگلستان میں عمل کیا جاتا ہے۔ جہاں شوہر اور بیوی دونوں ایک جیسی بنیادوں پر انفساخ ازدواج طلب کر سکتے ہیں۔ ماسوائے اس کے کہ بیوی' زنا بالجبر' لواطت یا وحشیانہ پن کی بنیادوں پر بھی انفساخ ازدواج حاصل کرنے کی مستحق ہے۔

78- کمیٹی نے طلاق ایکٹ کی دفعہ 10 کی ترمیم کے لئے تجویز پر غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اگرچہ انگلستان میں اختیار کیئے گئے ازدواجی مقدمات ایکٹ 1973ء کی طرز پر اس قانون میں کوئی بنیادی تبدیلی کرنا ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے کافی معقول وجہ موجود ہے' جن کا موجودہ قانون کے تحت طلاق کے معاملے میں کسی عیسائی خاتون کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے ہمیشہ یہ بات آسان نہیں ہوتی کہ عدالت سے دادرسی کا استحقاق حاصل کرنے کے لئے سنگین نوعیت کی بدکاری ثابت کر سکے۔ کمیٹی کے سامنے یہ بجا طور پر تجویز کیا گیا ہے کہ شوہر کو بھی یہ استحقاق حاصل ہونا چاہئے کہ بیوی کے بغیر کسی معقول عذر کے تین سال یا اس سے زیادہ مدت تک کے لئے چھوڑ بھاگنے کی بنیاد پر شادی فسخ کرا سکے۔ ایک عیسائی بے رحمی ملی ہوئی بدکاری کی بنیاد پر انفساخ ازدواج کا حکم حاصل کرنے کا مستحق ہے' لیکن بے رحمی کی وسعت غیر واضح ہے۔

79- کمیٹی نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہو گا اگر اصطلاح "بے رحمی" جس طرح کہ انفساخ ازدواج مسلمانان ایکٹ 1939ء میں اس کی تعریف کی گئی ہے' طلاق ایکٹ کی اغراض کے لئے بھی اختیار کر لی جائے۔ خلاصہ یہ کہ کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ طلاق ایکٹ 1869ء کی دفعہ 10 میں جسے ذیل میں نشان (الف) پر نقل کیا گیا ہے' نشان (ب) پر دیئے گئے طریقے پر ترمیم کر دی جائے:

(الف) "10- کوئی شوہر سول جج کی عدالت میں ایک درخواست پیش کر سکتا ہے' جس میں یہ دادرسی چاہی گئی ہو کہ اس کی شادی اس بنا پر فسخ کر دی جائے کہ اس کی رسم ادا ہونے کے بعد سے اس کی بیوی زنا کی مجرم رہی ہے۔

کوئی زوجہ سول جج کی عدالت میں ایک درخواست پیش کر سکتی ہے۔ جس میں یہ دادرسی چاہی گئی ہو کہ اس کی شادی اس بنا پر فسخ کر دی جائے کہ اس کی رسم ادا کرنے کے بعد سے اس کا شوہر اپنا عیسائیت کا عقیدہ کسی دوسرے مذہب کے عقیدے سے تبدیل کر چکا ہے اور کسی دوسری عورت کے ساتھ شادی کی رسم انجام دے چکا ہے:

یا ناجائز بدکاری کا'

یا بدکاری کے ساتھ دو ازدواجی کا'

یا بدکاری کے ساتھ کسی دوسری عورت سے شادی کا'

یا زنا بالجبر' لواطت یا وحشیانہ پن کا'
یا ایسی بے رحمی ملی ہوئی بدکاری کا جو بغیر کسی بدکاری کے' اسے تعلقات زن و شو سے طلاق کا مستحق بنا دیتی ہے۔
یا بغیر کسی معقول وجہ کے دو سال یا زیادہ کے لئے چھوڑ بھاگنے کے ساتھ بدکاری کا مجرم رہا ہے۔

ہر ایسی درخواست' اتنے واضح طور پر کہ جتنا کہ معاملے کی نوعیت اجازت دے ان امور واقعہ کو بیان کرے گی جن پر مذکورہ شادی فسخ کرانے کے دعویٰ کی بنیاد رکھی گئی ہو۔"

(ب) "10- کوئی شوہر سول جج کی عدالت میں ایک درخواست پیش کر سکتا ہے' جس میں یہ دادرسی چاہی گئی ہو کہ اس کی شادی اس بنا پر فسخ کر دی جائے کہ اس کی رسم ادا ہونے کے بعد سے اس کی بیوی زنا کی مجرم رہی ہے۔

کوئی زوجہ سول جج کی عدالت میں ایک درخواست پیش کر سکتی ہے۔ جس میں یہ دادرسی چاہی گئی ہو کہ اس کی شادی اس بنا پر فسخ کر دی جائے کہ اس کی رسم ادا کرنے کے بعد سے' اس کا شوہر اپنا عیسائیت کا عقیدہ کسی دوسرے مذہب کے عقیدے سے تبدیلی کر چکا ہے اور کسی دوسری عورت کے ساتھ شادی کی رسم انجام دے چکا ہے:

یا بدکاری کا'
یا دو ازدواجی کا'
یا دوسری عورت سے شادی کا' یا زنا بالجبر' لواطت یا وحشیانہ پن کا'
یا بے رحمی کا'
یا بغیر کسی معقول عذر کے تین سال یا اس سے زیادہ مدت کے لئے چھوڑ بھاگنے کا مجرم رہا ہے۔

ہر ایسی درخواست' اتنے واضح طور پر کہ جتنا کہ معاملے کی نوعیت اجازت دے ان امور واقعہ کو بیان کرے گی جن پر مذکورہ شادی فسخ کرانے کے دعویٰ کی بنیاد رکھی گئی ہو۔"

تشریح

"اس دفعہ میں شوہر بے رحمی کا مجرم متصور ہو گا' اگر وہ ......

(الف) عادتاً بیوی کو مارے یا بے رحمی کے برتاؤ سے اس کی زندگی کو اذیت ناک بنا دے خواہ مذکورہ برتاؤ جسمانی بدسلوکی شمار نہ ہو' یا

(ب) شہرت بد رکھنے والی عورتوں سے تعلق رکھے یا بدنام زندگی گزارے یا

(ج) بیوی کو غیر اخلاقی زندگی گزارنے پر مجبور کرنے کی کوشش کرے' یا

(د) بیوی کی جائیداد فروخت کرنے کی کوشش کرے یا اسے اس پر اس کے قانونی حقوق استعمال کرنے سے روکنے کی کوشش کرے' یا

(ہ) بیوی کو اس کے مذہبی عقیدے یا معمول کی تعمیل سے روکے۔"

ازدواج عیسائیان ایکٹ 1872ء

80- ازدواج عیسائیان ایکٹ' 1872ء میں عبارت "عیسائیان" کی تعریف ان اشخاص کے طور پر کی گئی ہے جو عیسائی مذہب کے پیروکار ہوں عبارت "دیسی عیسائی" میں ایکٹ کے مطابق برصغیر پاک و ہند کے دیسی باشندوں کی' جنہوں نے عیسائیت اختیار کر لی تھی' عیسائی اولاد شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مذکورہ نو مذہب بھی۔

81- کمیٹی کو ایک عرضداشت موصول ہوئی ہے کہ لفظ "دیسی" پاکستان کے عیسائیوں کے لئے پرانا حقارت آمیز اور توہین آمیز ہے' یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ ملک پر غیر ملکی حکومت کے دور میں جب کہ یہ قانون وضع کیا گیا تھا' ایسی عبارت کے استعمال کی کوئی معقول وجہ ہو سکتی تھی' لیکن اب آزادی کے بعد یہ ضروری ہے کہ یہ حقارت آمیز لفظ قانون سے خارج کر دیا جائے۔ یہ تجویز کیا گیا کہ عبارت "دیسی عیسائی" میں سے لفظ "دیسی" خارج کر دیا جائے۔

82- کمیٹی نے اس ترمیم کے الجھاؤ پر غور کیا ہے' معاملہ اتنا آسان نہیں ہے۔ کیوں کہ مجوزہ ترمیم اگر عمل میں لائی جائے' تو اس ایکٹ کے تمام مقصد میں خلل انداز ہو گی' دیسی عیسائیوں اور دوسرے عیسائیوں کی شادیوں کو منضبط کرنے کے لئے الگ ابواب موجود ہیں' اگر لفظ "دیسی" عبارت "دیسی عیسائیوں" سے خارج کر دیا جائے۔ تو وہ ابواب جو بصورت دیگر عیسائیوں پر قابل اطلاق ہیں' دیسی عیسائیوں پر قابل اطلاق ہو جائیں گے اور وہ ابواب جو دیسی عیسائیوں پر قابل اطلاق ہیں' حشو و زائد ہو جائیں گے۔

83- کمیٹی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تجویز کے پیچھے جو مقصد ہے اسے "دیسی عیسائیاں" کی بجائے کوئی مناسب عبارت تبدیل کرنے سے' اور اسے ایک موزوں تعریف دے کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جس میں لفظ "دیسی" کے استعمال سے احتراز کیا گیا ہو' کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ:

"ازدواج عیسائیان ایکٹ 1872ء میں....

(1) لفظ "دیسی عیسائیان" جہاں کہیں بھی آئے' کی بجائے الفاظ "پاکستان میں سکونت پذیر عیسائی" تبدیل کر دیئے جائیں اور

(2) اور عبارت "پاکستان میں سکوت پذیر عیسائی" میں برصغیر پاک و ہند کی سکونت رکھنے والے اشخاص کی جنہوں نے عیسائیت اختیار کی ہو' عیسائی اولاد اور ایسے نو مذہب بھی شامل ہیں۔"

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء

84- ہمارے قانونی نظام کے تحت فعل بے جا کے خلاف کارروائی پر کا

قانونی پابندی نہیں۔ حتیٰ کہ ایسی صورتوں میں بھی جہاں کسی قصور وار کے خلاف عدالت فوجداری میں مقدمہ چلایا جائے۔ کوئی ناراض شخص عدالت دیوانی میں معاوضہ کا دعوے اس حالت میں بھی دائر کر سکتا ہے کہ اس شخص پر جس نے قصور کا ارتکاب کیا ہو کسی عدالت فوجداری میں مقدمہ چلایا گیا ہو اور سزا دی گئی ہو۔

85- تاہم عام معمول میں دیکھا گیا ہے کہ ناراض فریق شاذ ہی عدالت دیوانی سے ملزم شخص سے معاوضہ کے دعوی کے لئے رجوع کرتا ہے کیوں کہ دیوانی چارہ جوئی گراں قدر مصارف کی حامل ہی نہیں بلکہ مہلت طلب بھی ہوتی ہے' بعض صورتوں میں جہاں قصور وار پر کسی جرم کا ارتکاب کرنے کے لئے عدالت فوجداری میں مقدمہ چلایا جائے۔ فریق ناراض کو معاوضہ کی ادائیگی کے طور پر دادرسی مہیا کرنے کی خاطر قانون ضابطہ میں حکم وضع کیا گیا ہے۔ جن پر فوجداری عدالتیں عمل پیرا ہیں جس سے عدالتوں کو ملزم شخص کو یہ حکم دینے کا اختیار مل جاتا ہے کہ وہ اس سزا کے علاوہ جو تعزیری قانون کے تحت اسے دی گئی ہو معاوضہ بھی ادا کرے' اس ضمن میں مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 544 الف کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جس سے عدالت کو بعض ایسے مقدمات میں معاوضہ منظور کرنے کا اختیار حاصل ہے جن میں ملزم کو ایسے جرم کے لئے سزا ہوئی ہو جس کے ارتکاب میں کسی شخص کی موت واقع ہو گئی ہو یا اسے ضرب یا زخم شدید آیا ہو یا کسی جائیداد کو ضرر پہنچا ہو یا اس کا نقصان یا اتلاف ہوا ہو۔ ایسے احکام نفع بخش ہیں کیوں کہ وہ مانع ثابت ہوتے ہیں اور نیز ناراض فریق کو دیوانی عدالتوں کے دروازے پر دستک دینے سے محفوظ رکھتے ہیں۔

86- بد قسمتی سے عورتوں سے متعلق کئے جانے والے جرائم مثلاً" زنا بالجبر اور عورت کی بے حرمتی کا یہ احکام احاطہ نہیں کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسی عورت کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ جس کی آبرو پر اس وقت دھبہ لگ جاتا ہے جب اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا جائے یا اس کی بے حرمتی کی جائے۔ ایسے مقدمات میں بے چاری جرم کی شکار معاوضہ کے دعوی کے لئے عدالت سے رجوع نہیں کرتی کیوں کہ وہ ویسے ہی روحانی کرب سے دوچار ہونا نہیں چاہتی جس میں سے وہ فوجداری مقدمہ کے دوران گذر چکی تھی۔ جس میں اسے ملزم کے وکیل کی بلا امتیاز جرح کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ بنابریں کمیٹی حسب ذیل سفارش کرتی ہے:

"مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 544 الف میں مناسب ترمیم کی جائے تاکہ زنا بالجبر یا عورت کی بے حرمتی کرنے کے جرم کے لئے کسی شخص کو سزا دینے والی عدالت اس عورت کو معقول معاوضہ دلا سکے جس کی نسبت ارتکاب جرم ہوا ہو۔"

مجموعہ تعزیرات پاکستان

87- پاکستان میں عورت کی معاشرتی اور معاشی حیثیت کو بہتر کرنے کے سوال پر عام بحث کے دوران یہ محسوس کیا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں شادی شدہ عورت کی راہ میں ایک اہم رکاوٹ ایک منصوبہ بند خاندان کا عدم موجود ہے۔

88- بچوں کی کثیر تعداد کے ساتھ خاتون خانہ کے لئے خاندان کی آمدنی میں اضافہ کی خاطر باہر کام کرنا ناممکن ہے۔ کمیٹی نے خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر تفصیل سے غور کیا ہے اور کمیٹی کی طرف سے عورتوں سے متعلق معاشی اور معاشرتی مسائل کا تفصیلی جائزہ مکمل کرنے کے بعد کچھ ٹھوس تجاویز کی جائیں گی۔

89- یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اکثر صورتوں میں شادی شدہ عورت' جملہ احتیاطی تدابیر کرنے کے باوجود' حاملہ ہونے سے بچنے سے قاصر رہتی ہے۔ ہمارے قانونی نظام کے تحت اسقاط حمل جائز نہیں ماسوائے جب کہ یہ کسی عورت کی زندگی بچانے کے لئے نیک نیتی سے کیا گیا ہو' یہ عام احساس پایا جاتا ہے کہ اسقاط حمل کو قانونی طور پر جائز قرار دیا جائے کیوں کہ تمام دنیا میں عورتوں کی طرف سے ایسا ہی مطالبہ پیش کیا جا رہا ہے۔

90- کمیٹی نے اس سوال پر غور کیا ہے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اگرچہ پاکستان جیسے ملک میں اس مطالبہ کو منظور کرنا ممکن نہیں لیکن پھر بھی اسقاط حمل کے جرم کی وسعت کو کم کرنے کی کافی وجوہ موجود ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ عملی طور پر نااہل معالجوں اور نیم تربیت یافتہ دائیوں کو بھاری رقوم ادا کر کے غیر قانونی اسقاط حمل کرائے جاتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں اسقاط حمل غیر مفید صحت حالات میں کرایا جاتا ہے جو یا تو عورت کے لئے مہلک ثابت ہوتا ہے یا اس کی صحت پر بری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔

91- اسقاط حمل کے جرم کی وسعت کو محدود کر دینے کی صورت میں ان غیر قانونی کارروائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیوں کہ حاملہ عورتیں ہسپتالوں اور سند یافتہ ڈاکٹروں سے علاج کروا سکیں گی' ایسی بہت سی صورتیں ہیں جن میں نہ صرف حاملہ عورت کی جسمانی صحت کو درپیش سنگین خطرہ کا تدارک ضروری ہے۔ بلکہ اس کی ذہنی صحت کو بھی مذکورہ خطرہ سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ ایسی صورتیں میں اسقاط حمل قطعی ضروری ہو سکتا ہے۔

92- بنابریں کمیٹی کا خیال یہ ہے کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 312 میں حسب ذیل ترمیم ہونی چاہئے۔

(الف) دفعہ 312 میں دوسری مرتبہ آنے والے لفظ "عورت" کے بعد الفاظ "یا اس کی جسمانی یا ذہنی صحت کو درپیش سنگین خطرہ کے تدارک کے لئے" شامل کر دیئے جائیں اور

(ب) دفعہ 312 میں ایک اور تشریح کا اضافہ کر دینا چاہئے جس میں یہ قرار دیا گیا ہو کہ اس دفعہ کی اغراض کے لئے 120 دن سے کم کا جنین بچہ تصور نہیں کیا جائے گا۔

مغربی پاکستان سماجی تحفظ ملازمین آرڈیننس 1965ء

93- ملک میں صنعت کے فروغ اور روز افزوں ترقیاتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ عورت کو ایک نمایاں کردار ادا کرنا ہے۔ پہلے ہی سے بہت سی عورتیں کارخانوں، صنعتی اداروں اور تجارتی تنظیموں میں ملازم ہیں۔ ملازم عورت کو درپیش مسائل ان مسائل سے مختلف نہیں ہیں جن کا سامنا مرد ملازمین کو کرنا پڑتا ہے۔

94- تاہم، بعض لحاظ سے ان کے مخصوص مسائل کو حل کرنے کے لئے خصوصی توجہ درکار ہے۔ جو صرف اس صورت میں ممکن ہے جب کہ سماجی تحفظ ملازمین کے ادارے کی مجلس منتظمہ میں، ملازم عورتوں کو جائز نمائندگی دی جائے۔ مغربی پاکستان سماجی تحفظ ملازمین آرڈیننس 1965ء کی دفعہ 5 میں، ملازم عورتوں کی لازمی نمائندگی کا کوئی حکم وضع نہیں کیا گیا ہے۔

95- کمیٹی محسوس کرتی ہے کہ اس حکم میں موزوں طریقہ پر ترمیم ہونی چاہئے۔ لہٰذا، حسب ذیل سفارش کی جاتی ہے:

"کارکن عورتوں کے خاص مفاد کے تحفظ کے لئے، مغربی پاکستان سماجی تحفظ ملازمین آرڈیننس 1965ء کی دفعہ 5 میں اس طرح ترمیم کر دی جائے کہ سماجی تحفظ کے ادارے کی مجلس منتظمہ میں کم از کم دو عورتوں کی نمائندگی کا حکم وضع ہو سکے۔"

96- جیسا کہ پہلے ہی ذکر کیا گیا ہے کہ گھروں میں عورتوں کی ضرورت سے زیادہ مصروفیات، بالخصوص جب کہ ان کو چھوٹے بچوں کی نگہداشت کرنی پڑتی ہو، گھروں سے باہر کل وقتی یا جزو وقتی ملازمت کرنے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے اور ملک میں سرکاری پرورش گاہوں اور دن کے وقت دیکھ بھال کے مراکز کی عدم موجودگی ان عناصر میں سے ایک ہے جو عورتوں کی ایسی ملازمت کرنے کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ جن میں سے وہ اپنی معاشرتی و معاشی حیثیت کو بہتر بنانے میں مدد لے سکتی ہوں۔

97- محنت کش ماؤں کے لئے بچوں کی سرکاری پرورش گاہوں اور نرسریوں کی اشد ضرورت ہے۔ مزدوروں کے لئے قائم کردہ سماجی تحفظ کے ادارے ایسے کارخانوں یا صنعتی اداروں میں یا ان کے نزدیک، جن میں عورتیں ملازم ہوں، سرکاری پرورش گاہوں اور دن کے وقت دیکھ بھال کے مراکز کے قیام کو اپنے ہاتھ میں لے سکتے ہیں۔

98- کمیٹی حسب سفارش کرتی ہے:

سماجی تحفظ ملازمین آرڈیننس 1965ء کے تحت سماجی تحفظ سکیم کے ذریعے، تمام شہروں میں سرکاری پرورش گاہوں، دن کے وقت دیکھ بھال کرنے والے مراکز اور نرسریوں کے قیام کے لئے اہتمام کیا جائے۔

مغربی پاکستان انتفاعات زچگی آرڈیننس 1958ء

99- ایک دوسرا عنصر جو محنت کش عورتوں کی راہ میں رکاوٹ ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ بالعموم ملک کے اندر بیشتر صنعتی و تجارتی اداروں کی طرف سے ان کو انتفاعات زچگی بہم نہیں پہنچائے جاتے ہیں بعض اوقات آجر ایسی عورت کو چھٹی نہیں دیتے جو حاملہ ہونے کی وجہ سے اپنے فرائض منصبی انجام نہیں دے سکتی ہے ان کے لئے ایسی صورتوں میں آسان ترین راستہ ملازم عورت کو ملازمت سے سبکدوش کر دینا ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں جہاں اجر ایسی عورت کو رخصتی زچگی عنایت کرنے کی مہربانی کرتا ہے تو وہ رخصت کی مدت کا معاوضہ ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے۔

100- کارخانوں میں ملازم عورتوں کی صورت میں ان کو مغربی پاکستان انتفاعات زچگی آرڈیننس 1958ء کے تحت انتفاع زچگی دیئے جاتے ہیں لیکن ایسے تجارتی و صنعتی اداروں میں کام کرنے والی عورتوں کی صورت میں، جو کارخانے کی اس تعریف میں نہیں آتے جو قانون کارخانہ جات 1934ء کی دفعہ 2 کی شق (ی) میں دی گئی ہے۔ ایسے انتفاعات میسر نہیں ہیں۔

101- کمیٹی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اس امر کا کوئی جواز نظر نہیں آتا کہ ایسی صنعتی و تجارتی اداروں میں کام کرنے والی عورتوں کو انتفاعات زچگی کیوں نہ میسر ہوں جہاں پر دس سے زیادہ افراد کام کرتے ہیں تاہم، کمیٹی ایسے انتفاعات کو، بلا روک ٹوک وسعت دینے سے خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام پر اس کے اثرات سے آگاہ ہے اس کے خیال میں ایسے انتفاعات تین سے زائد زچگیوں کے لئے نہیں دینے چاہئیں۔

102- لہٰذا، کمیٹی سفارش کرتی ہے:

مغربی پاکستان انتفاعات زچگی آرڈیننس 1958ء کی مناسب طور پر ترمیم کی جانی چاہئے تاکہ کارخانوں کی ملازم عورتوں کو میسر انتفاعات زچگی ایسے صنعتی اور تجارتی اداروں میں ملازم عورتوں کو بھی میسر ہوں جن میں دس سے زیادہ اشخاص ملازم ہیں۔ یہ انتفاعات زچگی تین سے زائد زچگیوں کے لئے نہیں دیئے جانے چاہئیں۔

قوانین مجالس مقامی

103- کمیٹی کے سامنے یہ صورت حال پیش کی گئی ہے کہ ملک میں موجود حالات کے پیش نظر ایک عورت کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی انتخاب میں عام نشست کے لئے کامیابی کے ساتھ حصہ لے سکے کیوں کہ اس کے لئے رائے دہندوں کے سامنے اپنا نقطہ نظر اس طرح پیش کرنے کی خاطر ان تک طرح رسائی حاصل کرنا مشکل ہے جس طرح کہ مقابلہ کرنے والے مرد کر سکتے ہیں۔

104- ہمارے معاشرتی حالات کے تحت عورت کا انتخابی مہم کے سلسلے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ آزادانہ آنا جانا بالعموم پسندیدگی کی نظر سے نہیں

دیکھا جاتا ہے۔ مزید برآں انتخابات کے لئے کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے جو کہ ایک متوسط طبقہ کی عورت بمشکل ہی برداشت کر سکتی ہے عام نشست کے لئے مقابلہ کرنے میں مانع دوسرا عنصر یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ابھی تک مروجہ سماجی حالات میں عورتیں رائے دہی کے سلسلے میں اپنی آزادانہ رائے استعمال نہیں کر سکتیں۔ کیوں کہ ان کی پسند پر ان کے مرد و رشتہ دار ہمیشہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

105- چنانچہ یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ اگرچہ دستور کے تحت عورتوں کو مساوی حقوق' یہاں تک کہ نمائندہ مجالس کے انتخابات میں حصہ لینے کے معاملے میں بھی' دیئے گئے ہیں لیکن عام نشستوں کے لئے عورتوں کے انتخابات میں حصہ لینے کو قبول کرنے کا ابھی مناسب وقت نہیں آیا ہے۔ کچھ عرصے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ملک میں جملہ نمائندہ مجالس میں عورتوں کے لئے نشستیں مخصوص کی جائیں۔

106- کمیٹی کے سامنے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حکومت مقامی اداروں میں عورتوں کی معقول نمائندگی کی کمی ہماری سیاسی زندگی میں عورتوں کی قلت کا اصل سبب ہے۔ نچلی سطح پر عورتوں کی نمائندگی اعتماد کا احساس اور سیاسی اداروں میں شرکت میں دلچسپی پیدا کرے گی۔

107- لہٰذا' کمیٹی سفارش کرتی ہے:

مقامی سرکاری اداروں کی عمل کاری میں حصہ لینے کے لئے عورتوں کو اہل بنانے کی خاطر' قانون کے ذریعے یہ قرار دیا جانا چاہئے کہ ہر مقامی سرکاری اداروں کی کل رکنیت کا 25 فیصد عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ نیز یہ بھی قرار دیا جانا چاہئے کہ کسی مقامی سرکاری ادارہ کی ہیئت ترکیبی خراب نہیں ہو گی اگر کسی وجہ سے عورتوں کے لئے بایں طور پر مخصوص کردہ نشستوں میں سے ایک یا زیادہ خالی رہ جائیں۔"

سیاسی جماعتوں کا ایکٹ 1962ء

108- یہ امر بالکل واضح ہے کہ پاکستان کی سیاسی تاریخ کے دوران خواتین کی سیاسی زندگی میں عہدے کے لئے مقابلہ کرنے اور عام نشستوں کے لئے انتخاب لڑنے کے لئے حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے۔ رائے دہندگان خواتین امیدواروں کی موجودگی کے عادی نہیں ہیں۔ خواتین میں ابھی تک عام انتخاب لڑنے کے لئے (تجربے اور) اعتماد کی کمی ہے۔ انتخاب بہت مہنگے ہوتے ہیں لہٰذا صرف مٹھی بھر اپنے طور پر امیر خواتین ہی قانون سازی کے عہدوں کے لئے آرزومند ہو سکتی ہیں۔ ابھی تک کوئی عورت پاکستان میں کسی قانون ساز اسمبلی کے لئے عام حلقہ انتخاب سے منتخب نہیں ہوئی ہے۔ خواتین نے اپنی تنظیموں کے ذریعے مخصوص نشستوں کے لئے خواتین کے موجودہ بالواسطہ انتخاب کے طریقے کار پر عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے۔

109- لہٰذا' کمیٹی خواتین کی سیاسی زندگی میں شرکت کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے حسب ذیل اقدامات کی سفارش کرتی ہے۔

"ان نشستوں کے علاوہ جو پہلے ہی سے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں دستور کے تحت خواتین کے لئے مخصوص ہیں' سیاسی جماعتوں کے ایکٹ میں اس طرح کی ترمیم کی جائے کہ ہر سیاسی جماعت کے لئے لازمی قرار دیا جائے کہ اگر وہ دس یا اس سے زائد امیدوار کھڑے کرے تو ایسے امیدواروں میں سے کم از کم 10 فیصد خواتین ہونی چاہئیں۔

مغربی پاکستان مالیہ اراضی ایکٹ 1967ء

110- قانون شریعت کے مطابق خواتین بھی مردوں کی طرح متوفی شخص کے اثاثہ جات میں ایک خاص حصہ بطور ورثہ پانے کی حق دار ہیں۔ اس قاعدے میں مقامی رسم و رواج کے مطابق تبدیلی کر دی گئی تھی جس کی رو سے وارث عورت کا حق وراثت تسلیم کیا جانا ختم کر دیا گیا تھا۔ ملک کی آزادی کے فوراً بعد اس صورت حال کی اصلاح کرنے کے لئے اقدامات کئے گئے اور کسی مسلمان متوفی کی چھوڑی ہوئی جائیداد کی جانشینی یا وراثت سے متعلق امور کے لئے قانون شریعت اسلامی کے اطلاق کو نافذ کرنے کے لئے ضروری قانون سازی کی گئی تھی۔

111- یہ قوانین خاصے عرصہ سے نافذ العمل ہیں لیکن عملی طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ خواتین اب تک متوفی کی جائیداد سے اپنا جائز حصہ نہیں پاتی ہیں اور خاص طور پر جہاں کہ یہ زرعی اراضی ہو' کیوں کہ متوفی کے مرد یا تو خواتین ورثا کے وجود کے بارے میں اطلاع دبا لیتے ہیں یا بصورت دیگر حکام' مالگزاری کے روبرو ناجائز دباؤ کے ذریعے ان سے یا ان کی طرف سے ایسے بیانات حاصل کر لیتے ہیں کہ خواتین ورثا جائیداد میں اپنے حصے سے مرد ورثہ کے حق میں دستبردار ہو گئی ہیں۔ اکثر صورتوں میں خواتین ورثا کو مرد رشتے داروں کے اثر سے ایسے بیانات قلمبند کرانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

112- کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ خواتین ورثا کے حقوق کے تحفظ کے لئے مناسب اقدامات کئے جانے چاہئیں اور اس سلسلے میں حسب ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔ وراثت سے متعلق داخل خارج اندراجات کی تصدیق افسر مالگزاری ان صداقت ناموں کی بنیاد پر کرے جو عدالت دیوانی کی طرف سے جاری کئے گئے ہوں۔ جن میں متوفی مالک کے وارثوں کے نام درج ہوں۔

113- اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ خواتین ورثا کے مفاد کا متوفی شخص کی چھوڑی ہوئی زرعی اراضی کے علاوہ جائیداد کی صورت میں بھی تحفظ کیا جائے۔

اس کے لئے کمیٹی حسب ذیل سفارش کرتی ہے۔

کسی حاکم مجاز کو کسی عورت کی طرف سے خواہ ورثہ میں پانے پر یا بصورت دیگر' کسی جائیداد میں ترک کرنے کے مضمون کا کوئی بیان قابل قبول نہیں کرنا چاہئے تاوقتیکہ مذکورہ بیان کی کسی سول جج کی طرف سے تصدیق نہ

کردی گئی ہو۔

خاندانی منصوبہ بندی کے لئے قانون سازی

114- جیسا کہ پہلے دیکھا گیا ہے خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر کمیٹی کی خاص توجہ رہی ہے۔ کیوں کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ خواتین اسی صورت میں زندگی کے تمام شعبوں میں بھرپور حصہ لے سکتی ہیں اور اپنی معاشرتی اور معاشی حیثیت بلند کر سکتی ہے جب کہ ہمارے خاندان زیادہ بڑے نہ ہوں۔ کمیٹی نے ابھی تک وہ سفارشات مرتب نہیں کی ہیں جن میں ملک میں منصوبہ بند خاندانوں کا نصب العین حاصل کرنے کے لئے انتظامی کارروائی مطلوب ہو۔ تاہم قانون سازی کے پہلو پر کمیٹی حسب ذیل سفارش کرتی ہے:

(الف) تمام دوا فروشوں کے لئے قانونی طور پر فرض قرار دیا جائے کہ موانع حمل موجود رکھیں اور مذکورہ فرض قانونی کو ان کے لائسنس کی شرط قرار دیا جائے علاوہ ازیں' شفا خانوں اور ہسپتالوں میں موانع حمل کا وافر اسٹاک شادی شدہ لوگوں میں فوری تقسیم کے لئے موجود رہنا چاہئے۔

(ب) خاندانی منصوبہ بندی کا مضمون ایم بی بی ایس کے نصاب میں بطور لازمی مضمون شامل کیا جانا چاہئے۔

(ج) میڈیکل سندیافتگان — مرد اور عورت دونوں۔

جو ڈاکٹری کے پیشے کی پریکٹس نہ کر رہے ہوں' ان کو منصوبہ بندی کی تربیت دی جانی چاہئے اور ہفتہ میں کم از کم دس گھنٹے خدمت انجام دینے پر مجبور کیا جائے۔

(د) منصوبہ بندی کے عہدیداروں کو جو منصوبہ بندی کے مراکز کے انچارج ہیں رضاکارانہ تنظیموں کو قائم کرنے کا حکم دیا جانا چاہئے اور ایسے سند یافتگان کے نام درج کرنے چاہئیں جو خاندانی منصوبہ بندی پر آمادہ کرنے کی تربیت حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتے ہوں اور بلا مشاہرہ کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔

(ہ) مردوں کے لئے شادی کی کم از کم عمر 18 سال سے بڑھا کر 21 سال کر دینی چاہئے۔

خواتین کے کمیشن کے قیام کے لئے قوانین

115- کمیٹی نے اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ اس ملک کی خواتین کو درپیش مخصوص مسائل زیادہ بہتر طور پر حل کئے جا سکتے ہیں۔ اگر یہاں خواتین کی کوئی مستقل مجلس ہو جسے ان مسائل کے حل کے لئے اپنی سفارشات حکومت یا دیگر ہیئت ہائے مجاز کو پیش کرنے کا اختیار ہو۔

116- اگرچہ خواتین کی کسی مجلس یا کمیشن کا قیام انتظامی حکم کے ذریعے عمل میں لایا جا سکتا ہے' جیسا کہ موجودہ کمیٹی کی صورت میں کیا گیا ہے' لیکن یہ خیال کیا گیا ہے کہ مذکورہ مجلس یا کمیشن اپنے فرائض کی انجام دہی زیادہ موثر طریقے سے کر سکے گا۔ اگر اسے قانون موضوعہ کے تحت قائم کیا جائے۔ پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایسی مجلس کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے پہلے ہی ایک قرارداد منظور کی ہے خواتین کی حیثیت پر مستقل کمیشن کا قیام عمل میں لایا جائے۔

لہذا کمیٹی حسب ذیل سفارش کرتی ہے:

قومی اسمبلی کی قرارداد کے بموجب ملک میں خواتین کی حیثیت پر ایک مستقل کمیشن کا قیام قانون موضوعہ کے تحت عمل میں لایا جانا چاہئے۔

دستخط شدہ

(یحیٰی بختیار)

اٹارنی جنرل برائے پاکستان'

چیئرمین

حقوق نسواں کمیٹی برائے پاکستان

راولپنڈی۔

5 جولائی 1976ء

خلاصہ سفارشات

حصہ اول

سفارشات

1- مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کو یکساں طور پر تمام صوبوں میں نافذ کیا جائے اور مذکورہ آرڈیننس کے تحت یونین کونسل کے چیئرمین کے فرائض عائلی عدالتوں کو تفویض کر دیئے جائیں۔

یہ ضروری ہے کہ ازدواج اور اس کا اندراج' انفساخ ازدواج' اور تعداد ازدواج پر پابندی سے متعلق تمام معاملات' عائلی عدالتوں کے اختیار سماعت میں ہونے چاہئیں۔ جو ان معاملات کا تصفیہ بلا شرکت غیرے اور بہ عجلت کریں۔ پس کمیٹی اس بات کی پرزور سفارش کرتی ہے کہ مذکورہ آرڈیننس کی اس طرح ترمیم کی جائے کہ اس میں چیئرمین / یونین کونسل کی جگہ "عائلی عدالت" پڑھا جائے۔

2- مسلم عائلی قوانین' آرڈیننس 1961ء کے تحت پیدا ہونے والی نگرانی کی درخواستیں کلکٹر کی بجائے ضلع جج کو پیش کی جائیں۔

3- مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کے تحت مغربی پاکستان قواعد کے قاعدہ 21 میں مناسب طور پر ترمیم کی جائے تاکہ اس آرڈیننس یا قواعد کے تحت کسی جرم کا استغاثہ فریق ناراض کی طرف سے براہ راست دائر کیا جا

سکے۔

4- آرڈیننس کی دفعہ 8 کو دوبارہ وضع کیا جائے تاکہ جب زوجہ خلع کے ذریعہ اپنے شوہر سے چھٹکارا حاصل کرنے کی طلبگار ہو' تو اسے چاہئے کہ وہ چیئرمین کو ایک نوٹس دے (جو کمیٹی کی پیش کردہ سفارشات کی روشنی میں عائلی عدالت کا افسر صدارت کنندہ ہو گا) کہ اس معاوضہ کی رقم کا تعین کیا جائے جو وہ اپنے شوہر کو ادا کرے گی۔

چیئرمین' معاوضہ کی رقم کا تعین کرنے کے بعد آرڈیننس کی دفعہ 7 میں وضع کردہ مصالحتی کارروائی کا آغاز کرے گا اور اگر مصالحت ناکام ہو جائے' تو نوٹس کی تاریخ سے نوے دنوں کے انقضا یا وضع حمل کے بعد جو بھی بعد میں ہو' شادی فسخ ہو جائے گی۔ کمیٹی مزید سفارش کرتی ہے کہ خلع کے لئے معاوضہ متعین کرنے کے معاملہ میں اپیل کا ایک حق ہونا چاہئے۔

5- طلاق کے موثر ہونے پر' اگر شوہر ایک ماہ کے اندر مہر ادا نہ کرے اور یا اس کا جہیز واپس نہ کرے' تو اسے تین ماہ کی مدت تک کے لئے قید محض' یا جرمانہ یا دونوں سزاؤں کا مستوجب قرار دیا جائے۔

6- اگر زوجہ شادی کے بعد 5 سال یا زیادہ کے لئے اپنے شوہر کے ساتھ رہ چکی ہو' تب شوہر کی طرف سے طلاق کے موثر ہو جانے کی صورت میں' وہ شوہر کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میں 1/8 حصہ وصول کرنے کی مستحق ہو گی۔

7- شوہر کی طرف سے طلاق کی صورت میں اسے حکم دیا جاتا ہے کہ عدت کے زمانے کے علاوہ وہ شادی شدہ زندگی کے ہر سال کے لئے ایک ماہ کے حساب سے شمار کی جانے والی مدت کے لئے اپنی سابق زوجہ کو نان و نفقہ ادا کرے۔

8- عدالت ہائے عائلی ایکٹ 1964ء میں مناسب ترمیم کی جائے جس میں یہ حکم دیا جائے کہ ان جگہوں پر جہاں ایسے جج موجود ہوں عائلی عدالت کا کام سینئر سول ججوں / سول ججوں درجہ اول کے سپرد کیا جائے۔

9- جہاں کہیں ضروری ہو عائلی قوانین کے تحت پیدا ہونے والے مقدمات کے تصفیہ کے لئے وقتی عائلی عدالتیں قائم کی جائیں۔

10- نکاح کے اندراج اور انفساخ اندراج سے متعلق تمام ریکارڈ عائلی عدالتوں کو منتقل کر دیا جائے۔ جن کو آئندہ مذکورہ ریکارڈ کی نگہداشت کرنے کا اختیار دیا جائے۔

11- مجموعہ ضابطہ دیوانی 1908ء کے حکم نمبر 38 (قرقی قبل از فیصلہ) اور حکم نمبر 39 (عارضی حکم امتناع) میں شامل احکام کے مماثل احکام اس ایکٹ میں وضع کئے جائیں تاکہ عدالتیں موزوں صورتوں میں حکم امتناعی یا حکم امتناعی تاکیدی کے ذریعے درمیانی دادرسی منظور کرنے کے قابل ہو سکیں۔

12- عائلی عدالت کے پاس مغربی پاکستان تحدید کرایہ شہری آرڈیننس 1959ء کی دفعہ 13 (6) میں مذکورہ اختیارات کے مماثل اختیارات ہونے چاہئیں تاکہ مقدمہ کا قطعی تصفیہ ہونے تک زوجہ اور بچوں کو ادا کرنے کے لئے شوہر کی آمدنی اور اثاثہ جات کو مدنظر رکھتے ہوئے عدالت کی طرف سے عارضی طور پر متعین کردہ رقم کی ادائیگی کا حکم دے سکے اور شوہر کی طرف سے عدم ادائیگی کی صورت میں اس کا حق جواب دہی قطع کیا جا سکے۔

13- عدالت ہائے ایکٹ 1964ء کے تحت وضع کردہ قواعد میں حسب ذیل امور کو نافذ کرنے کے لئے ترمیم کی جائے۔

(الف) جب کہ کوئی مقدمہ چھ ماہ کی مدت تک غیر تصفیہ شدہ رہے تو عائلی عدالت کے جج تاخیر کی وجہ سے توضیع عدالت عالیہ کو پیش کریں۔

(ب) عائلی عدالتوں کی طرف سے قابل سماعت مقدمات کی سماعت ہر روز ہونی چاہئے اور اس صورت میں کہ کسی التواء کی اجازت دی جائے تو اس کے اسباب قلمبند کئے جائیں۔

14- عدالت ہائے عائلی ایکٹ 1964ء کی دفعہ 23 کو حذف کر دیا جائے اور ایکٹ کے جدول میں جہیز اور شادی سے متعلق تمام تنازعات علاوہ ان کے جو وراثت سے متعلق مقدمات میں پیدا ہوں' شامل کرنے کے لئے ترمیم کی جائے۔

15- شوہر اور زوجہ کے درمیان عدالت سے باہر مصالحت کے لئے عدالت ہائے عائلی ایکٹ میں احکام وضع کئے جائیں۔ عائلی عدالت فریقین کی طرف سے مشترکہ درخواست پر ان اشخاص میں سے کسی ایک کو جس کا نام ضلع جج کی تیار کردہ افسران بہبود کی فہرست میں موجود ہو' مصالحت کنندہ کے طور پر کام کرنے کے لئے نامزد کرے۔ بایں طور پر نامزد کردہ شخص کو حکم دیا جائے کہ ایک ماہ کے اندر اپنی مصالحتی کوششوں کی کامیابی یا ناکامی کے بارے میں عدالت کو رپورٹ پیش کرے۔ اس صورت میں کہ وہ اپنی مصالحتی کوششوں میں ناکام ہو جائے' اسے نہ تو اہل گواہ سمجھا جائے اور نہ اس کی رپورٹ کو شہادت کا حصہ بنایا جائے۔

16- عدالت ہائے عائلی ایکٹ 1964ء کی دفعہ 13 میں ترمیم کی جائے تاکہ کسی عائلی عدالت کی صادر کردہ ڈگری کی اس کی طرف سے کسی عدالت دیوانی کی ڈگری کی طرح تعمیل کرائی جا سکے۔ ڈگری زر نفقہ کی صورت میں رقم کو مالیہ اراضی کے بقایا کے طور پر وصول کرنے کی موجودہ چارہ جوئی کو متبادل چارہ جوئی کے طور پر برقرار رکھا جائے۔

17- جب کہ شوہر یا اس کے رشتہ دار دانستہ طور پر زوجہ کو اس کے والدین' بچوں' بھائیوں یا بہنوں سے ملنے سے روکیں تو اسے ایسا جرم قرار دیا جائے جو تین ماہ کی مدت تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہو۔ مذکورہ بالا جرم کے لئے شوہر کی سزایابی کی صورت میں' زوجہ اسے انفساخ ازدواج کے لئے عذر کے طور پر پیش کر سکے گی۔

18- بچوں کی ولایت یا تحویل سے متعلق مقدمات میں اگر کسی عورت کی پاکدامنی یا کردار پر' الزامات عائد کئے جائیں اور اگر ایسے الزامات جھوٹے

ثابت ہوں تو عدالت کو یہ اختیار ہونا چاہئے کہ وہ متعلقہ فریق کو اظہار وجوہ کا موقع دینے کے بعد چھ ماہ کی مدت تک قید محض یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دے سکے۔

19- ولیان و نابالغان ایکٹ 1890ء کی دفعہ 5(1) کی اس طرح ترمیم کی جائے کہ الفاظ "یورپی / برطانوی رعیت" کے بعد، الفاظ "یا پاکستانی عیسائی یا پاکستان میں سکونت پذیر عیسائی" شامل ہو جائیں۔ اس ترمیم کے نتیجہ کے طور پر مذکورہ ایکٹ کی دفعات 6، 15 اور 19 کی بھی مناسب ترمیم کی جائے جن میں الفاظ "یورپی / برطانوی رعیت" استعمال ہوئے ہیں۔

20- طلاق ایکٹ 1869ء کی دفعہ 10 کے تحت کوئی شوہر سول جج کی عدالت میں ایک درخواست پیش کر سکتا ہے، جس میں یہ دادرسی چاہی گئی ہو کہ اس کی شادی اس بنا پر فسخ کر دی جائے کہ اس کی رسم ادا ہونے کے بعد سے اس کی بیوی زنا کی مجرم رہی ہے۔

کوئی زوجہ سول جج کی عدالت میں ایک درخواست پیش کر سکتی ہے۔ جس میں یہ دادرسی چاہی گئی ہو کہ اس کی شادی اس بنا پر فسخ کر دی جائے کہ اس کی رسم ادا کرنے کے بعد سے، اس کا شوہر اپنا عیسائیت کا عقیدہ کسی دوسرے مذہب کے عقیدے سے تبدیل کر چکا ہے اور کسی دوسری عورت کے ساتھ شادی کی رسم انجام دے چکا ہے:

یا بدکاری کا،

یا دو ازدواجی کا،

یا دوسری عورت سے شادی کا، یا زنا بالجبر، لواطت یا وحشیانہ پن کا،

یا بے رحمی کا،

یا بغیر کسی معقول عذر کے تین سال یا اس سے زیادہ مدت کے لئے چھوڑ بھاگنے کا مجرم رہا ہے۔

ہر ایسی درخواست، اتنے واضح طور پر کہ جتنا کہ معاملے کی نوعیت اجازت دے ان امور واقعہ کو بیان کرے گی جن پر مذکورہ شادی فسخ کرانے کے دعوی کی بنیاد رکھی گئی ہو۔"

تشریح

"اس دفعہ میں شوہر بے رحمی کا مجرم متصور ہو گا، اگر وہ......

(الف) عادتاً بیوی کو مارے یا بے رحمی کے برتاؤ سے اس کی زندگی کو اذیت ناک بنا دے خواہ مذکورہ برتاؤ جسمانی بدسلوکی شمار نہ ہو، یا

(ب) شہرت بد رکھنے والی عورتوں سے تعلق رکھے یا بدنام زندگی گزارے یا

(ج) بیوی کو غیر اخلاقی زندگی گزارنے پر مجبور کرنے کی کوشش کرے، یا

(د) بیوی کی جائیداد فروخت کرنے کی کوشش کرے یا اسے اس پر اس کے قانونی حقوق استعمال کرنے سے روکنے کی کوشش کرے، یا

(ہ) بیوی کو اس کے مذہبی عقیدے یا معمول کی تعمیل سے روکے۔

21- ازدواج عیسائیان ایکٹ 1872ء میں.....

(1) لفظ "دیسی عیسائیان" جہاں کہیں بھی آئے، کی بجائے الفاظ "پاکستان میں سکونت پذیر عیسائی" تبدیل کر دیئے جائیں اور

(2) اور عبارت "پاکستان میں سکونت پذیر عیسائی" میں برصغیر پاک و ہند کی سکونت رکھنے والے اشخاص کی جنہوں نے عیسائیت اختیار کی ہو، عیسائی اولاد اور ایسے نو مذہب بھی شامل ہیں۔"

22- مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 544 الف میں مناسب ترمیم کی جائے تاکہ زنا بالجبر یا عورت کی بے حرمتی کرنے کے جرم کے لئے کسی شخص کو سزا دینے والی عدالت اس عورت کو معقول معاوضہ دلا سکے جس کی نسبت ارتکاب جرم ہوا ہو۔

23- مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 312 میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔

(الف) دفعہ 312 میں دوسری مرتبہ آنے والے لفظ "عورت" کے بعد الفاظ "یا اس کی جسمانی یا ذہنی صحت کو درپیش سنگین خطرہ کے تدارک کے لئے" شامل کر دیئے جائیں اور

(ب) دفعہ 312 میں ایک اور تشریح کا اضافہ کر دینا چاہئے جس میں یہ قرار دیا گیا ہو کہ اس دفعہ کی اغراض کے لئے 120 دن سے کم کا جسین بچہ تصور نہیں کیا جائے گا۔

24- کارکن عورتوں کے خاص مفاد کے تحفظ کے لئے، مغربی پاکستان سماجی تحفظ ملازمین آرڈیننس 1965ء کی دفعہ 5 میں اس طرح ترمیم کر دی جائے کہ سماجی تحفظ کے ادارے کی مجلس منتظمہ میں کم از کم دو عورتوں کی نمائندگی کا حکم وضع ہو سکے۔

25- سماجی تحفظ ملازمین آرڈیننس 1965ء کے تحت سماجی تحفظ سکیم کے ذریعے، تمام شہروں میں سرکاری پرورش گاہوں، دن کے وقت دیکھ بھال کرنے والے مراکز اور نرسریوں کے قیام کے لئے اہتمام کیا جائے۔

26- مغربی پاکستان انتفاعات زچگی آرڈیننس 1958ء کی مناسب طور پر ترمیم کی جانی چاہئے تاکہ کارخانوں کی ملازم عورتوں کو میسر انتفاعات زچگی ایسے صنعتی اور تجارتی اداروں میں ملازم عورتوں کو بھی میسر ہوں جن میں دس سے زیادہ اشخاص ملازم ہیں۔ یہ انتفاعات زچگی تین سے زائد زچگیوں کے لئے نہیں دیئے جانے چاہئیں۔

27- مقامی سرکاری اداروں کی عمل کاری میں حصہ لینے کے لئے عورتوں کو اہل بنانے کی خاطر، قانون کے ذریعے یہ قرار دیا جانا چاہئے کہ ہر مقامی سرکاری اداروں کی کل رکنیت کا 25 فیصد عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ نیز یہ بھی قرار دیا جانا چاہئے کہ کسی مقامی سرکاری ادارہ کی ہیئت ترکیبی خراب نہیں ہو گی اگر کسی وجہ سے عورتوں کے لئے باہیں طور پر

مخصوص کردہ نشستوں میں سے ایک یا زیادہ خالی رہ جائیں۔'

28- خواتین کی سیاسی زندگی میں شرکت کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے حسب ذیل اقدامات کئے جائیں۔ ان نشستوں کے علاوہ جو پہلے ہی سے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں دستور کے تحت خواتین کے لئے مخصوص ہیں' سیاسی جماعتوں کے ایکٹ میں اس طرح کی ترمیم کی جائے کہ ہر سیاسی جماعت کے لئے لازمی قرار دیا جائے کہ اگر وہ دس یا اس سے زائد امیدوار کھڑے کرے تو ایسے امیدواروں میں سے کم از کم 10 فیصد خواتین ہونی چاہئیں۔

29- وراثت کے سلسلہ میں داخل خارج اندراج کی تصدیق افسر مالگزاری ان عدالت ناموں کی بنیاد پر کرے جو عدالت دیوانی کی طرف سے جاری کئے گئے ہوں۔ جن میں متوفی مالک کے وارثوں کے نام درج ہوں۔

30- کسی حاکم مجاز کو کسی عورت کی طرف سے خواہ ورثہ میں پانے پر یا بصورت دیگر' کسی جائیداد میں ترک کرنے کے مضمون کا کوئی بیان قابل قبول نہیں کرنا چاہئے تاوقتیکہ مذکورہ بیان کی کسی سول جج کی طرف سے تصدیق نہ کردی گئی ہو۔

31- خاندانی منصوبہ بندی کے لئے قانون سازی کے لئے حسب ذیل سفارشات کی گئی ہیں۔

(الف) تمام دوافروشوں کے لئے قانونی طور پر فرض قرار دیا جائے کہ موانع حمل موجود رکھیں اور مذکورہ فرض قانونی کو ان کے لائسنس کی شرط قرار دیا جائے علاوہ ازیں' شفا خانوں اور ہسپتالوں میں موانع حمل کا وافر اسٹاک شادی شدہ لوگوں میں فوری تقسیم کے لئے موجود رہنا چاہئے۔

(ب) خاندانی منصوبہ بندی کا مضمون ایم بی بی ایس کے نصاب میں بطور لازمی مضمون شامل کیا جانا چاہئے۔

(ج) میڈیکل سندیافتگان۔۔۔ مرد اور عورت دونوں۔

جو ڈاکٹری کے پیشے کی پریکٹس نہ کر رہے ہوں' ان کو منصوبہ بندی کی تربیت دی جانی چاہئے اور ہفتہ میں کم از کم دس گھنٹے خدمت انجام دینے پر مجبور کیا جائے۔

(د) منصوبہ بندی کے عہدیداروں کو جو منصوبہ بندی کے مراکز کے انچارج ہیں رضاکارانہ تنظیموں کو قائم کرنے کا حکم دیا جانا چاہئے اور ایسے سند یافتگان کے نام درج کرنے چاہئیں جو خاندانی منصوبہ بندی پر آمادہ کرنے کی تربیت حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتے ہوں اور بلامشاہرہ کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔

(ہ) مردوں کے لئے شادی کی کم از کم عمر 18 سال سے بڑھا کر 21 سال کر دینی چاہئے۔

32- قومی اسمبلی کی قرارداد کے بموجب ملک میں خواتین کی حیثیت پر ایک مستقل کمیشن کا قیام قانون موضوعہ کے تحت عمل میں لایا جانا چاہئے۔

اقتصادی جائزہ

(ماہر اقتصادیات کے قلم سے)

71-1970ء کی تباہ شدہ معیشت اب مضبوط بنیادوں پر استوار ہو چکی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام ختم کرنے کے لئے مرحلہ وار اقدامات ضروری تھے

ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں جس میں اقتصادی حقیقتیں نہ صرف تمام ملکوں کی تقدیریں بناتی ہیں بلکہ بین الاقوامی سیاسی تعلقات پر بھی چھائی رہتی ہیں۔ اس لئے یہ ایک فطری بات ہے کہ حکومت کی اقتصادی پالیسیوں سے ملک کے دانشوروں اور عام لوگوں' دونوں کو دلچسپی ہو' لہٰذا یہ ضروری ہے کہ حکومت کی معاشی پالیسیوں پر بحث اقتصادیات کے ماہروں تک محدود نہ رہے جو جدید معاشی اصطلاحات میں باتیں کرتے ہیں۔ بلکہ عام لوگوں کی بول چال میں بھی ان کا ذکر ہو' تاکہ وہ مسائل کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

اقتصادی حقائق کو عموماً اعداد و شمار کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے اور اعداد و شمار کی یہ صورت ہوتی ہے کہ اگر انہیں سیاق و سباق سے الگ کر کے پیش کیا جائے تو ان کی حیثیت بالکل مختلف نظر آتی ہے۔ موجودہ سیاسی فضا سے بعض اخبارات میں یہ رجحان ہے کہ بے بنیاد الزامات لگائے جائیں' حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کیا جائے اور اعداد و شمار کو سیاق و سباق سے علیحدہ الگ کر کے دکھایا جائے۔ اس مضمون میں ایسے ہی الزامات کا جواب دینا مقصود ہے تاکہ حکومت جن اقتصادی پالیسیوں پر عمل پیرا ہے ان کی صحیح تصویر عوام کے سامنے آ جائے۔

پانچسالہ منصوبہ

یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وفاقی حکومت نے پانچ سالہ منصوبہ نہیں بنایا اور عارضی بنیادوں پر کام چلاتی رہی۔ اس ضمن میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ملک کی معیشت سرمایہ داری نظام پر چلائی گئی تھی۔ خود سرمایہ داری نظام معیشت کو اپنے ڈھنگ پر آگے بڑھاتا ہے۔ گو اس میں وہ سماجی انصاف کا خیال نہیں رکھتا' لیکن 71-1970ء کے اذیت ناک واقعات نے سرمایہ دارانہ معیشت کو بھی کھوکھلا کر کے رکھ دیا تھا۔ موجودہ حکومت نے جب انتظام سنبھالا تو اسے نہ صرف معیشت کو اس ابتری حالت سے نکالنا تھا بلکہ اسے سماجی انصاف اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے اصولوں پر نئے سرے سے منظم کرنا تھا۔ منصوبہ بندی کے کردار کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ ایک منصوبہ معیشت کی ان ہی خطوط پر تعمیر کرتا ہے جن پر ابتداءً مرتب ہوئی ہو ... حکومت نے جس وقت اقتدار سنبھالا تو ... 75-1970ء

کے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ کو آخری شکل نہیں دی گئی تھی۔ اس وقت تک اس منصوبے پر جو کچھ بھی کام ہوا تھا' وہ ایک سرمایہ دارانہ نظام پر مبنی معاشرہ کے اصولوں پر ہوا تھا۔ اب ایک طرف تو 1971ء کے دوران ملکی معیشت کی بدانتظامی کے باعث یہ ابتدائی کام فرسودہ ہو گیا تھا اور دوسری طرف عوامی حکومت جو سماجی انصاف اور دولت کی منصفانہ تقسیم کا عہد کر چکی تھی۔ سرمایہ دارانہ معاشرہ کو ترقی دینے والے منصوبہ کے اس ابتدائی کام کو اپنے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبے کی تکمیل کا کام اس وقت تک کے لئے ملتوی کرنا پڑا۔ جب ایک طرف تو نئی اصلاحات مستحکم ہو جائیں اور دوسری طرف معیشت کی نئی شکل نکل آئے تاکہ لمبے عرصہ کی منصوبہ بندی کی جا سکے۔ روس اور چین جیسے ملکوں میں جہاں پرانے جاگیرداری یا سرمایہ داری نظام کو بدل کر نئے سوشلسٹ نظام کو رائج کرنے کا عمل ہوا ہے۔ یہی صورت حال میسر آئی تھی اور انہوں نے بھی کچھ درمیانی عرصے کے لئے طویل میعاد کی منصوبہ بندی کی بجائے سالانہ بنیاد پر اقتصادی پالیسیاں بنائیں۔ پاکستان میں حکومت کو دو فوری نوعیت کے مسائل درپیش تھے۔ ایک تو تجارت میں تنوع پیدا کرنے کا مسئلہ تھا۔ کیوں کہ ایک سو کروڑ روپے کی مالیت کے اس مال کے لئے جو پہلے مشرقی پاکستان سے درآمد کیا جاتا تھا' اب نئی پاکستانی منڈیاں تلاش کرنا تھیں۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ افراط زر' ترقی کی رفتار میں اضافہ اور ادائیگیوں کے توازن میں خسارے سے اقتصادی نظام ایک بحران میں مبتلا تھا۔ تاہم ان مشکلات کے باوجود حکومت نے تین کام کئے۔

1- بنیادی اصلاحات رائج کیں۔ 2- ان اصلاحات کو معیشت میں سمویا اور معاشی پالیسی کو ان کے مطابق ڈھالا اور 3- نئے انداز میں اقتصادی بحالی کا عمل شروع ہوا' یہ تینوں کام "ایڈہاک ازم" یا عارضی تدبیروں سے نہیں کئے گئے بلکہ سالانہ منصوبوں کے ذریعے کئے گئے اور چار سال کے اندر کئے گئے۔ اس عبوری مدت میں سالانہ منصوبوں سے بہتر اور کوئی طریق کار نہیں تھا کیوں کہ آئندہ کی منصوبہ بندی کے لئے نتائج کا جلد سے جلد اندازہ لگانا ضروری تھا۔ اب جب کہ معیشت نئے ڈھنگ پر منظم ہو گئی ہے تو اب ہم طویل منصوبہ بندی کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اور یہ کام شروع بھی ہو گیا ہے گو ایک پانچ سالہ منصوبے کا اعلان دسمبر 1976ء تک کر دیا جائے گا۔

یہ الزام لگایا گیا ہے کہ "روپیہ کی قیمت میں 131 فیصد کمی کر دی گئی' جو غیر معقول حد تک قائم ہے۔" یہ بات صحیح نہیں ہے کہ پاکستانی روپیہ میں 131 فیصد کمی کی گئی تھی۔ پاکستان کئی قسم کی شرح تبادلہ میں الجھا ہوا تھا۔ بہت کم اشیاء 4/75 روپے کی سرکاری شرح تبادلہ پر خریدی جاتی تھیں۔ درآمد کی اجازت یا تو نقد یا بونس کی بنیاد پر تھی۔ پورے بونس کی شرح مبادلہ اندازاً" 14 روپے 28 پیسے فی ڈالر بنتی تھی۔ روپیہ کی قیمت گھٹا کر 11 روپے فی ڈالر مقرر کرنا ان دونوں شرح مبادلہ کے درمیان کی ایک شرح تھی اب ایک عام آدمی کو یہی نظر آتا ہے کہ روپیہ کی قیمت 131 فیصد کم کر دی گئی کیوں کہ

سرکاری شرح مبادلہ سے اتنا ہی فرق پڑتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سرکاری شرح مبادلہ ایک فرضی شرح تھی کیوں کہ اس شرح پر بہت ہی کم سودے ہوتے تھے۔

معترض حضرات کو بھی پاکستانی روپے کی قیمت گھٹانے پر اصولاً کوئی اعتراض نہیں وہ صرف اس بات کے شاکی ہیں کہ روپیہ کی قیمت اس حد تک کیوں کم کی گئی۔ اب یہ بات کہ روپیہ کی قیمت میں کتنی کمی کی جائے تو اس کا فیصلہ حالات اور حقائق کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔ 1972ء میں ہر شخص کا فیصلہ یہ تھا کہ معیشت اتنی مشکلات سے دوچار ہے کہ روپیہ کی قیمت میں کافی حد تک کمی دور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات تو پاکستانی معیشت کی بحالی کا ثبوت ہے کہ 1972ء میں روپیہ کی قیمت میں جتنی کمی کو انتہائی ضروری تصور کیا جا رہا تھا۔ اسے کچھ لوگ اب بہت زیادہ گردانتے ہیں۔ لیکن یہ معترضین کی تضاد بیانی ہے کہ ایک طرف تو وہ روپیہ کی قیمت میں اتنی کمی پر اعتراض کرتے ہیں اور دوسری طرف ادائیگیوں کے توازن میں بھاری خسارے کا شکوہ کرتے ہیں۔ روپیہ کی قیمت میں کمی کے بغیر جس کے باعث پاکستان کی برآمدات 70-1969ء میں 33 کروڑ ڈالر سے بڑھ کر 76-1975ء میں بارہ ارب ڈالر ہو گئیں۔ ادائیگیوں کے توازن میں خسارہ اس سے بھی زیادہ ہوتا اور پاکستان کے لئے اس ایک سو کروڑ روپے کے مال کی برآمد کے لئے نئی منڈیاں تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے جو پہلے مشرقی پاکستان کو برآمد کیا جاتا تھا۔

قومی پیداوار میں شرح اضافہ

کہا جاتا ہے کہ 75-1974ء میں قومی پیداوار میں کوئی اضافہ نہیں ہوا اور وزیر خزانہ نے 76-1975ء میں 9 فیصد کی شرح اضافہ کا جو اعلان کیا ہے وہ موجودہ حالات کے پیش نظر ممکن نہیں' حقیقت یہ ہے کہ جس وقت موجودہ حکومت نے عہدہ سنبھالا تھا پاکستان کی مجموعی قومی پیداوار گھٹ رہی تھی۔ 70-1969ء کی آمدنی 71-1970ء کی آمدنی سے کم تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ پیداوار ایک جگہ پر ٹھہر گئی تھی۔ فی کس آمدنی آبادی میں اضافے کے باعث 2ء9 فیصد سالانہ کے حسب سے گھٹ رہی تھی۔ 72-1971ء میں حالت کچھ بہتر ہوئی لیکن اتنی بھی نہیں کہ آبادی میں اضافہ کو سمو لے چنانچہ فی کس آمدنی میں 1ء7 کے حساب سے پھر کمی ہوئی۔ 73-1972ء اور 74-1973ء میں ملک کی معیشت میں پھر ترقی ہو گئی۔ ان دو سالوں میں مجموعی طور پر ملک کی کل آمدنی میں سالانہ چھ فیصد کا اضافہ ہوا۔ فی کس سالانہ آمدنی بھی چند فیصد بڑھ گئی۔ اس طرح پہلے جو کمی ہوئی تھی اس کا نہ صرف ازالہ ہو گیا بلکہ آمدنی میں کچھ اضافہ بھی ہوا۔ 75-1974ء میں خشک سالی اور نہری پانی میں کمی کے باعث عارضی طور پر پیداوار اور آمدنی میں کمی ہو گئی' لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس سال شرح اضافہ صفر رہی۔ حقیقتاً شرح اضافہ 2ء6 فیصد تھی۔ بہرحال اس سال سرمایہ کاری میں اضافہ کرنے اور نئی پیداواری صلاحیت پیدا کرنے میں خاصا کام ہوا ہے۔ 76-1975ء میں اس کے نفع بخش نتائج کی توقع ہے جس سے امید ہے کہ شرح اضافہ 7 سے 9 فیصد کے لگ بھگ پہنچ جائے گی۔

خسارے کی سرمایہ کاری

الزام لگایا جاتا ہے کہ دو ہزار کروڑ روپے کی حد تک خسارے کی سرمایہ کاری کی گئی ہے۔ یہ محض خیالی بات ہے خسارے کی سرمایہ کاری پر ہر سال کے لئے الگ غور کیا جاتا ہے اور اس کا تعلق اس مخصوص سال میں بجٹ کی کیفیت سے ہوتا ہے۔ ایک سال کی خسارے کی سرمایہ کاری دوسرے سال کے خسارے میں جمع نہیں کی جاتی اور ایک سال سے زیادہ عرصے کے لئے اس کی کوئی مجموعی حیثیت نہیں ہوتی۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد پاکستان کو پورے ملک کی مالی ذمہ داریاں اٹھانا پڑیں حالانکہ وسائل آدھے رہ گئے تھے۔ چنانچہ خسارے کی سرمایہ کاری قدرتی طور پر 72-1971ء اور 73-1972ء میں زیادہ ہوئی۔ اس کے علاوہ ملک اور بیرون ملک اقتصادی حالات غیر معمولی تھے۔ درج ذیل گوشوارہ سے معلوم ہو جائے گا کہ ہر سال کتنی خسارے کی سرمایہ کاری ہوئی۔

سال	خسارے کی سرمایہ کاری
73-1972ء	193 کروڑ روپے
74-1973ء	76 کروڑ روپے
75-1974ء	133 کروڑ روپے

اب خسارے کی سرمایہ کاری کی سطح گھٹ کر 100 کروڑ روپے سالانہ کر دی گئی ہے اور یہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے لئے مجموعی حد ہے۔ خسارے کی سرمایہ کاری کے لئے یہ محفوظ حد سمجھی جاتی ہے۔

غیر ملکی قرضے

یہ الزام لگایا گیا ہے کہ پاکستان پر بیرونی قرضوں کا بوجھ دس ہزار کروڑ روپے ہے۔ اور ملک کی بیس فیصد برآمدات ان قرضوں کی ادائیگی میں صرف ہوتی ہیں۔ جو ایک بہت بڑا بوجھ ہے۔ خاص طور پر اس حقیقت کے پیش نظر کہ برآمدات مقررہ نشان سے 20 فیصد کم ہوئی ہیں۔

یہ صحیح نہیں ہے کہ پاکستان پر غیر ملکی قرضوں کا بوجھ ایک کھرب روپے ہے۔ یہ رقم وہ ہے جس کے لئے پاکستان نے بیرونی ملکوں سے معاہدے کئے ہیں۔ لیکن اصل رقم جو پاکستان کو ملی ہے اور جو دراصل اس پر واجب ہے۔ وہ مفت امداد اور اس قرضے کی رقم کو جو ادا کی جا چکی ہے منہا کر کے 150 ارب روپے بنتی ہے۔ ادائیگی کے لئے برآمدات کے 20 فیصد کا تناسب دنیا بھر میں مناسب سمجھا جاتا ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ برآمدات میں مقررہ حد سے

زیادہ 20 فیصد کی کمی ہوئی ہے تو یہ تخمینہ غالباً سال رواں کی پہلی سہ ماہی کے اعداد و شمار کی بنیاد پر لگایا گیا ہے۔ برآمدات کی حد پورے سال کے لئے مقرر کی جاتی ہے اور ایک سہ ماہی کے اعداد و شمار سے برآمدات کی صحیح تصویر سامنے نہیں آتی کیوں کہ چاول اور کپاس جیسی اشیاء کی برآمد فصل پر ہوتی ہے۔ سال کی ہر سہ ماہی میں اسے متناسب طور پر ظاہر نہیں کیا جاسکتا۔

مجموعی طور پر قرضوں کا مسئلہ موجودہ حکومت کے برسراقتدار آنے سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ قرضوں کا بہت بڑا حصہ دسمبر 1971ء سے پہلے لیا جا چکا ہے اور یہ تقریباً 37 ارب روپے تھا۔ موجودہ حکومت قرضوں سے بہتر طریقے پر نمٹ رہی ہے۔

افراط زر

یہ الزام لگایا گیا ہے کہ "منافع کی شرح تو دس فیصد ہے۔ لیکن افراط زر کی شرح 25 فیصد سے 30 فیصد ہے۔ لہذا لوگوں کو سرمایہ کاری سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

جس وقت موجودہ حکومت نے عہدہ سنبھالا تھا۔ اس وقت شرح منافع کم تھی ریٹ صرف پانچ فیصد تھا۔ تین سال کے مختصر عرصہ میں مختلف مرحلوں پر اس میں اضافہ ہوا اور یہ اب 9 فیصد ہے۔ سیونگس ڈیپازٹ اور حکومت کی چھوٹی بچت کی اسکیموں پر کی شرح اور قرضے کے اجراء کی شرح اس سے بھی زیادہ بڑھادی گئی ہے۔ گذشتہ سال میں جو تازہ ترین تبدیلیاں کی گئی ہیں ان کے نتیجے میں بچت پر منافع 8ء13 فیصد سالانہ تک گیا ہے۔

شرح منافع کا تعین کئی باتوں پر ہوتا ہے ایک طرف تو یہ بچت کا انعام ہے اور یہ اتنا زیادہ کہ لوگوں کو روپیہ بچانے کی ترغیب ہو۔ دوسری طرف یہ سرمایہ کاروں پر بوجھ ہے جو اتنا میں توازن قائم رکھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت شرح منافع میں بتدریج اضافہ ہے تاکہ لوگوں کو روپیہ بچانے کی ترغیب ہو' اور اس کے ساتھ ساتھ چھوٹے سرمایہ کاروں کا اضافہ ہو سکے۔

منافع کی شرحوں کا گذشتہ تین سال کے دوران افراط زر کی مجموعی شرح سے تقابل مناسب رہا کیونکہ ان تین سالوں میں دنیا ایک غیر معمولی اقتصادی صورت حال سے دوچار رہی ہے۔ گذشتہ دور میں ساری دنیا میں افراط زر میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے اور پاکستان بھی اس سے متاثر ہوا ہے۔ پاکستان میں افراط زر پر قابو پالیا گیا ہے۔ اور اس کی شرح اپریل 1975ء سے گھٹنے لگی۔۔ اگر ایک زیادہ لمبے عرصے پر پھیلاؤ کو دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ منافع کی شرحیں قیمتوں میں۔۔۔۔۔۔ کی شرح سے زیادہ ہیں۔ مقابلے کے لئے صرف ان قیمتوں کو سامنے رکھنا چاہئے جن پر قرضوں کی رقم استعمال ہوتی ہے۔ یعنی بین الاقوامی تجارتی اشیاء۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "قیمتیں تنخواہوں کے مقابلے میں زیادہ بڑھیں ہیں اور ان سے لوگوں کو سخت مصیبتوں کا سامنا ہے۔" حکومت نے کم آمدنی والے مزدوروں اور ملازموں کی تنخواہوں اور اجرتوں میں قیمتوں کے مقابلہ میں زیادہ اضافہ کرنے کی تدبیریں اختیار کیں ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے کم تنخواہ پانے والے سرکاری ملازم کی مثال لیجئے۔ اسے دسمبر 1971ء میں 65 روپے تنخواہ ملتی تھی (تمام الاؤنس ملا کر 99 روپے) قومی پے سکیل کے تحت کم سے کم تنخواہ بڑھا کر ایک سو روپے کر دی گئی۔ اس کے بعد اگست 1973ء میں انہیں 35 روپے بطور مہنگائی الاؤنس دیا گیا۔ جون 1974ء میں ان ملازمین کو 50 روپے کا مزید مہنگائی الاؤنس دیا گیا۔ اور اب اپریل 1975ء میں حکومت نے مزید 25 روپے منظور کئے۔ اس طرح اگر دوسرے الاؤنس بھی شامل کر لئے جائیں تو اس سرکاری ملازم کو جسے پہلے 99 روپے ملتے تھے اب /260 روپے ملتے ہیں۔ یہ کوئی 160 فیصد اضافہ ہے۔ مصارف زندگی میں اضافہ سو فیصد سے بھی کم ہوا ہے۔ اس طرح مزدوروں کی اجرتیں بھی بڑھی ہیں۔ ایک مزدور کو جس کی اجرت 1971ء میں ایک سو پینتیس (135) روپے تھی' 110 روپے کا مزید الاؤنس دلایا گیا ہے۔ اس الاؤنس کے علاوہ نئی لیبر پالیسی کے تحت مزدوروں کو جو دوسری مراعات دی گئی ہیں مثلاً کمپنی کے منافع میں ان کا حصہ' زخمی ہونے یا مرجانے کی صورت میں گریجویٹی اور معاوضہ کی ادائیگی' سماجی تحفظ کی سکیم کے فوائد اور بچوں کو مفت تعلیم وغیرہ۔ ان سے ان کی اجرتوں میں مزید اضافہ 30 فیصد ہوا ہے۔

سیمنٹ

یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ "سیمنٹ کھلے بازار میں 31 روپے 30 پیسے فی بوری کے بھاؤ بک رہا ہے جب کہ اس کی مقررہ قیمت 18 روپے 35 پیسے فی بوری ہے۔" اس چیز کا انسداد کرنے کے لئے کہ ڈیلر سیمنٹ کی زیادہ قیمت وصول نہ کرے' ستمبر 1975ء سے سیمنٹ کی تقسیم کا ایک نیا طریقہ رائج کیا گیا ہے۔ سیمنٹ کے مختلف کارخانوں کے حلقوں کا از سر نو تعین کیا گیا ہے۔ جس کے باعث بہاولپور اور ملتان ڈویژنوں کو اب ذیل پاک سے سیمنٹ ملا کرے گا۔ تاکہ پنجاب اور صوبہ سرحد کے سیمنٹ کے کارخانوں پر دباؤ کم ہو جائے۔ ایجنسیوں کی تعداد بہت کم کر دی گئی ہے اور سیمنٹ کے کارخانوں کو واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ وہ اپنا سیمنٹ کن کن علاقوں میں فروخت کریں گے۔ پنجاب میں سیمنٹ کی کمی دور کرنے کے لئے ذیل پاک حیدر آباد سے ہر ماہ لاہور کو دس ہزار ٹن سیمنٹ باقاعدگی سے مہیا کیا جارہا ہے اور ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کیمل پور' ملتان اور دوسرے مقامات کو سپیشل ٹرینیں بھیجی جارہی ہیں۔ منظور شدہ ڈیلروں اور اسٹاکسٹوں کے ذریعے سیمنٹ کی تقسیم کے علاوہ دو لاکھ ٹن سیمنٹ صارفین کو براہ راست دینے کے لئے الگ رکھا گیا ہے۔ یہ سیمنٹ پرمٹ پر ایک وقت میں 24 ٹن تک مل سکے گا۔ مزید

تین لاکھ ٹن سیمنٹ ہوٹلوں اور فیکٹریوں' تجارتی اور صنعتی صارفین کے لئے رکھا گیا ہے۔ چھوٹے صارفین کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اسٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن نے کراچی' لاہور' حیدر آباد' راولپنڈی اور اسلام آباد میں سپیشل ڈپو قائم کئے ہیں۔ ان ڈپوں سے ان صارفین کو جنہیں پچاس بوری تک سیمنٹ چاہئے سیمنٹ مل سکے گا۔ توقع ہے کہ ان تدابیر سے سیمنٹ کی بازاری قیمتیں کم ہو جائیں گی۔

حکومت نے سیمنٹ کی بوری کی جو فیکٹری قیمت مقرر کی ہے 290 روپے فی ٹن یعنی 13 روپے فی بوری ہے۔ خوردہ قیمت کارخانے خود مقرر کرتے ہیں اور یہ مختلف علاقوں کے لئے مختلف ہوتی ہیں۔ کیوں کہ ان کا تعین فیکٹری سے اس جگہ تک کا فاصلہ' چنگی کا محصول' باربرداری کا خرچ اور اس قسم کے دوسرے اخراجات کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔ یہ قیمتیں لاہور میں 18 روپے 35 پیسے فی بوری' راولپنڈی میں سولہ روپے 25 پیسے ہیں۔ منظور شدہ اسٹاکسٹ کمپنی کی مقرر کردہ قیمت پر سیمنٹ فروخت کرتے ہیں۔ لیکن سیمنٹ کمپنیوں کا خوردہ فروشوں پر کوئی کنٹرول نہیں ہے جو اپنی مرضی سے زیادہ قیمتیں وصول کرتے ہیں۔

سیمنٹ کی پیداوار برابر بڑھ رہی ہے۔ 73-1972ء میں 28 لاکھ 50 ہزار ٹن سے بڑھ کر 75-1974ء میں 32 لاکھ 28 ہزار ٹن ہوئی ہے۔ جو کارخانوں کی صلاحیت کا 95 فیصد ہے۔ جاودان فیکٹری کی توسیع کے لئے ایک معاہدے پر دستخط ہو چکے ہیں اور مستحکم فیکٹری کی توسیع کے لئے بات چیت ہو رہی ہے۔ تاکہ 79-1978ء تک پیداواری صلاحیت میں چھ لاکھ ٹن کا اضافہ ہو جائے۔ سیمنٹ کی برآمد میں کمی کر دی گئی ہے تاکہ ملکی ضروریات پوری ہو سکیں جو گذشتہ تین سال میں سرکاری اور نجی دونوں شعبوں میں بڑھ گئی ہیں۔ نجی شعبوں میں لوگوں نے اینٹوں کی بجائے سیمنٹ کا استعمال شروع کر دیا ہے اور سرکاری شعبے میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے ترقیاتی کاموں اور تربیلا بند کی ہنگامی ضرورتوں کی وجہ سے سیمنٹ کی مانگ بڑھ گئی ہے۔

کیمیاوی کھاد

الزام لگایا گیا ہے کہ کیمیاوی کھاد کی موجودہ قیمت 75 روپے فی بوری ہے جب کہ اس پر خرچہ 44 روپے فی بوری ہے۔ درآمد شدہ کیمیاوی کھاد کی قیمت 80 روپے فی بوری ہے۔ اس طرح اوسط قیمت 55 روپے آتی ہے جب کہ حکومت کسانوں کو نقصان پہنچا کر 20 روپے فی بوری کما رہی ہے۔ اس شکل میں حکومت کسانوں سے 6 کروڑ روپے وصول کر رہی ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ حکومت نے 75-1974ء میں درآمد کی ہوئی کیمیاوی کھاد کی قیمتوں میں رعایت دینے پر 61 کروڑ 54 لاکھ روپے خرچ کئے۔ اسی سال کے دوران مقامی طور پر تیار ہونے والی کھاد پر ترقیاتی سرچارج کی صورت میں حکومت نے 29 کروڑ 29 لاکھ روپے وصول کئے۔

اس طرح حکومت نے 75-1974ء میں کسانوں کو کیمیاوی کھاد رعایتی قیمتوں پر مہیا کرنے کے لئے 32 کروڑ 25 لاکھ روپے کا خسارہ برداشت کیا اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حکومت نے کسانوں سے کوئی ٹیکس وصول کیا یا نفع کمایا۔

سال رواں کے دوران حکومت کسانوں کو 75 روپے فی بوری کیمیاوی کھاد مہیا کرنے پر جو خسارہ برداشت کرے گی اس کا تخمینہ دس کروڑ 98 لاکھ روپے ہے۔ یہ الزام ہے کہ ان ملکوں میں جہاں زراعت پوری طرح ترقی یافتہ ہے کیمیاوی کھاد کا استعمال سو سے دو سو پونڈ فی ایکڑ ہے۔ ہندوستان میں 28 پونڈ فی ایکڑ ہے لیکن پاکستان میں یہ صرف 6 پونڈ فی ایکڑ ہے۔ پاکستان میں کیمیاوی کھاد کا استعمال زرعی پیداوار کی کمی کا اصل سبب ہے۔

پودوں کو جب ضروری غذا کی ضرورت ہوتی ہے اس کو مٹی سے دوبارہ حاصل کرنے میں کیمیاوی کھاد میں مدد دیتی ہے۔ کیوں کہ مسلسل فصلوں کی کاشت سے یہ غذائی اجزاء ختم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کیمیاوی کھاد اس طرح زمین کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کرتی ہے۔ زمین کی زرخیزی ہر جگہ ایک جیسی نہیں ہوتی۔ اس پر آب و ہوا' فصلوں کے درمیان وقفے اور فصلوں کی نوعیت کا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے ہر جگہ ایک جیسی مقدار میں کیمیاوی کھاد کی اوسط کھپت 79 تا 80 پونڈ فی ایکڑ ہے تاکہ 100 سے 200 پونڈ فی ایکڑ جیسا کہ کہا گیا ہے ہندوستان میں کیمیاوی کھاد کا استعمال 71-1970ء میں 12 پونڈ فی ایکڑ تھا جو 73-1972ء میں 15 پونڈ فی ایکڑ ہو گیا۔ پاکستان میں کیمیاوی کھاد کا اوسط استعمال 71-1970ء میں 12 پونڈ فی ایکڑ تھا جو 73-1972ء میں بڑھ کر 20 پونڈ ہو گیا۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کہنا کہ ہندوستان میں کھاد کا استعمال 28 پونڈ اور پاکستان میں 6 پونڈ ہے' صحیح نہیں ہے۔

زرعی پیداوار

یہ بھی کہا گیا ہے کہ "پنجاب میں کل سیراب قابل کاشت زمین تین کروڑ تیس لاکھ ایکڑ ہے۔ اس کل رقبے میں سے 80 لاکھ ایکڑ زمین پر گیہوں بویا جاتا ہے۔ پاکستان میں گیہوں کی پیداوار 18 من فی ایکڑ ہے اور اس کے مقابلہ میں ہندوستان میں 28 من (ایک ٹن) فی ایکڑ ہے۔ اس طرح پاکستان میں پیداوار بہت کم ہے۔ اگر پیداوار میں فی ایکڑ اتنا ہی اضافہ کر دیا جائے جتنا کہ ہندوستان میں فی ایکڑ پیداوار ہے' تو صرف پنجاب 80 لاکھ ٹن گیہوں پیدا کر سکتا ہے جو پورے پاکستان کی ضرورت کے لئے کافی ہے۔ دوسرے صوبوں کی پیداوار اس کے علاوہ ہو گی۔

اصل پوزیشن یہ ہے کہ پنجاب میں کل سیراب زمین دو کروڑ تیس لاکھ ایکڑ ہے جس میں 83 لاکھ ایکڑ گیہوں کی کاشت ہو رہی ہے۔ پاک پنجاب میں 73-1972ء میں اوسطاً" فی ایکڑ پیداوار ساڑھے سولہ من تھی۔ جب کہ

ہندوستانی پنجاب میں فی ایکڑ پیداوار 26ء2 من تھی۔ اگر ہریانہ اور ہماچل پردیش کے صوبوں کی جو کہ ہندوستان پنجاب کا حصہ تھے پیداوار کو بھی شامل کرلیا جائے تو پیداوار کی سطح تقریباً وہی ہو جاتی ہے جو پاک پنجاب میں ہے۔ حکومت پاکستان نے پیداوار بڑھانے کے لئے کسانوں کو اچھے قسم کے بیج اور دوسری سہولتیں مہیا کرنے کے لئے قدم اٹھائے ہیں۔ اس سال حکومت نے میکسیکو سے سترہ ہزار ٹن نئے گیہوں کے بیج درآمد کئے ہیں' اس میں سے بارہ ہزار ٹن بیج گیہوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے پنجاب کو دیئے ہیں۔ تربیلا ڈیم کے پانی اور مزید ٹیوب ویل لگ جانے سے امید ہے کہ آبپاشی کے لئے پانی کی سپلائی خاصی بڑھ جائے گی۔ حکومت ٹریکٹر اور دوسری زرعی مشینیں درآمد کرنے میں کشادہ دلی سے کام لے رہی ہے تاکہ معیاری طریقوں سے کھیتی باڑی ہو اور گیہوں کی پیداوار میں اضافہ ہو۔

ٹریکٹر

الزام لگایا گیا ہے کہ "حکومت ملک میں درآمد ہونے والے ٹریکٹروں پر ٹریکٹر کارپوریشن کے نفع اور ٹیکسوں کی صورت میں بارہ سے سترہ ہزار روپے وصول کر رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت نے ٹریکٹروں کی درآمد پر چاہے وہ مکمل حالت میں ہو یا پرزوں کی صورت میں معمولی کسٹم ڈیوٹی اور سیلز ٹیکس لگایا ہے۔ ٹریکٹر کارپوریشن کا منافع برائے نام ہے اور اس لئے کہ کارپوریشن کے اخراجات پورے ہو سکیں۔ درج ذیل گوشوارے سے ٹریکٹر کی قیمت ڈیلر کمیشن' ٹیکس اور کارپوریشن کے منافع کی تفصیلات معلوم ہو جائیں گی۔

ساخت میزان اور ماڈل روپیہ	قیمت فروخت روپیہ	سی اینڈ ایف قیمت	کسٹم ڈیوٹی سیلز ڈیوٹی روپیہ	مالیاتی اخراجات روپیہ	فروخت تقسیم کے اخراجات روپیہ	کمیشن روپیہ	پاکستان ٹریکٹر کارپوریشن خالص منافع	روپیہ
میسی فرگوسن	61116	1950 پونڈ	4884	2400	1.92	900	590	5982
فورڈ	52500	1800 پونڈ	4265	2000	899	900	400	4199
فیٹ/480	51765	4100 ڈالر	4240	2000	900	310	3854	
فیٹ/640	64233	5112 ڈالر	5187	2500	1025	900	380	4805

دو طرفہ تعلقات کا نظریہ

نئی سمتیں

1976ء

ذوالفقار علی بھٹو

وزیر اعظم پاکستان

دو طرفہ تعلقات کا نظریہ

(1)

دو طرفہ بنیاد پر تعلقات' پاکستان کی خارجہ حکمت عملی کا وہ رہنما اصول ہے جو ایک نظریئے کی حیثیت سے کسی الجھاؤ یا پیچیدگی کا شکار نہیں۔ بڑی طاقتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ دو طرفہ بنیاد پر ہمارے تعلقات کی استواری کا تصور یہ ہے کہ ایک طاقت کے ساتھ اپنے اتحاد کی نفی کئے بغیر دوسری طاقت کے ساتھ تعاون کے شعبوں کا تعین کیا جائے۔ اس طرح داخلی طور پر وجود آنے والی یکساں روی اور مربوط حکمت عملی کے لئے نہ تو کسی جواز کی ضرورت ہے اور نہ ہی اخلاقی طور پر کسی بہانہ سازی کی گنجائش۔ دنیا میں معمول یہی رہا ہے کہ جب کوئی دو ملک خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے' آپس میں تعلقات قائم کرتے ہیں تو ان تعلقات کی بنیاد باہمی مفادات کے مشترکہ ادراک پر رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ موجودہ متلاطم دور کی حقیقتوں اور دباؤ سے ہٹ کر سوچا جائے تو دو طرفہ تعلقات کا تصور یقیناً کوئی نئی اختراع نہیں ہے تاہم کسی ملک کے خارجی تعلقات میں اس اصول کو سمودینے کے تجربے میں ایک خاص ارتقاء کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس نظریئے کے ایسے اہم مضمرات اور منطقی نتائج سامنے آتے ہیں جنہیں میرے مشاہدے کے مطابق اکثر واضح طور پر نہیں دیکھا گیا چونکہ 1958ء سے حکومت میں رہ کر اس تجربے سے متعلق رہا ہوں اس لئے میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ مضمرات محض عارضی دلچسپی کے نہیں بلکہ اس سے زیادہ اہم ہیں جب کوئی نظریہ نعرہ بن جاتا ہے تو اس نظریئے کے اصل استدلال یا اس کے منطقی لوازمات دھندلے ہو جانے کا رجحان رکھتے ہیں اور یوں اس نظریئے کی دھار کند ہو جاتی ہے۔ اور اس کے مفہوم کی باریکیاں گہنا جاتی ہیں۔ دو طرفہ تعلقات کے نظریئے کو اس کے سیاق و سباق میں سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان عالمی تبدیلیوں پر نظر ڈالیں جو قیام پاکستان کے وقت سے پہلے' اس کے ابتدائی دور اور بعد ازاں رونما ہوئیں اور یہ جائزہ لیں کہ پاکستان اور تیسری دنیا کے دوسرے ملکوں نے عالمی تبدیلیوں کے ساتھ کس طرح مطابقت پیدا کی۔

(2)

اس جائزے سے پہلے ایک واضح حقیقت کا بیان ضروری ہے۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ دو طرفہ تعلقات کسی ملک کے بیرونی تعلقات کے تمام ترشعبے کو احاطہ کرتے ہیں تو اس نظریئے کے واضح ترین نقوش بھی دھندلے ہی رہیں گے۔ عصر حاضر کے عالمی نظم کی ایک خصوصیت وہ اجتماعی وفاداریاں اور ان کے تحت عائد ہونے والی ذمہ داریاں ہیں جنہیں خود مختار ممالک بخوشی قبول کرتے ہیں خواہ وہ ذمہ داریاں کسی بھی درجے کی ہوں۔ کسی ملک کی اقوام متحدہ کی رکنیت اور اقوام متحدہ کے اس چارٹر سے اعلان وفاداری جو اب قومی آزادی کا نشان ہے اس ملک کے لئے تعمیری انداز میں ایک کثیر المملکتی تعلق سے وابستگی ہے۔ اسی طرح ضابطے کی ذرا نچلی سطح اور نسبتاً محدود دائرہ کار میں مملکتوں کی دوسری انجمنیں موجود ہیں جو کسی دباؤ یا جبر کے بغیر بنائی گئی ہیں۔ عام طور پر ان کی بنیاد تاریخی پس منظر' روحانی یا ثقافتی تعلق یا جغرافیائی قربت یا باہمی اقتصادی مفادات پر ہے۔ اسلامی کانفرنس میں پاکستان کی رکنیت' ایران اور ترکی کے ساتھ روابط اور گہوارہ اسلام کی حیثیت سے سعودی عرب سے اس کے رشتے ہمارے خارجہ تعلقات کا خاصا اہم جزو ہیں۔ علاوہ ازیں غیروں کی محکومی سے نجات' لوٹ کھسوٹ اور بالادستی کا خاتمہ ایسے نصب العین ہیں جنہیں پاکستان نظریاتی طور پر کسی طرح خیرباد نہیں کہہ سکتا۔ دنیائے عرب کا مسئلہ' نسلی امتیاز یا بچے کھچے نو آبادیاتی نظام کے خلاف افریقہ کی جدوجہد اور ایک منصفانہ عالمی نظام کے قیام میں تیسری دنیا کی عام دلچسپی ـــ ایسے عوامل ہیں جو بین الاقوامی مسائل پر ہمارے رجحانات کو لامحالہ متاثر کرتے ہیں اور اسی حد تک ہمارے خارجہ تعلقات کی نہج بھی متعین کرتے ہیں۔

ان ذمہ داریوں کو پورا کرنا مسلمہ حقیقت اور دو طرفہ تعلقات کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ بلاشبہ جہاں تک ان تمام عوامل کی بنیاد ان تسلیم شدہ قابل تحسین اصولوں پر ہے' دو طرفہ تعلقات کے نظریئے میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ان اصولوں میں ردوبدل کے لئے دلیل بنائی جا سکے۔ دو طرفہ تعلقات کے بہانے اصولوں سے دست برداری تو کجا اگر انحراف بھی کیا جائے تو پھر یہ نظریہ محض موقع پرستی کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ اس سلسلے میں' میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہماری مملکت جیسی طاقت رکھنے والی مملکتوں کے لئے درست انداز یہی ہو سکتا ہے کہ وہ باوقار ہو۔ اگر کوئی ملک اصولوں کا سہارا ترک کر کے اپنے آپ کو بدلتے حالات کے تقاضوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دے تو پھر ناممکن ہے کہ اس کے لئے عزت و وقار کا کوئی شائبہ تک باقی رہے۔ میں نے اپنے ملک کی حکمت عملی کے کارپردازوں کے لئے اس عنصر کو اپنی پالیسی کا ایک جزو بنایا ہے کہ بڑی طاقتوں کے دباؤ کے مقابلے میں ایک ترقی پذیر ملک کی واحد قوت' اصولوں کے ساتھ غیر متزلزل وابستگی اور غیر متعین حالات میں بھی ان اصولوں کی صحیح تعبیر و تشکیل کی صلاحیت میں مضمر ہے۔ یہ بات عملی تجربے سے غلط ثابت ہو چکی ہے کہ کوئی عظیم طاقت بحیثیت ایک عظیم طاقت کسی اصول سے محض اس لئے ہمیشہ انکاری رہے کہ خود اس نے اس اصول کی پاسداری کا کبھی وعدہ نہیں کیا تھا۔ آج کے دور میں جبکہ بین الاقوامی مسائل پوری نوع انسانی کے مستقبل پر اثر انداز ہوتے ہیں یہ ممکن نہیں کہ کوئی ملک ایسی حکمت عملی اختیار کرے جو تسلیم شدہ اصولوں کے برخلاف ہو۔

(3)

دوسری جنگ عظیم کے بعد جن اچھوتے تاریخی حالات نے جنم لیا سیاسی مبصرین اس پر دفتر کے دفتر سیاہ کر چکے ہیں۔ تاریخ کا یہی وہ منفرد دور تھا جب ہم بھی آزادی سے ہم کنار ہوئے۔ تاریخ کے تمام گذشتہ ادوار کے مقابلے میں اس نئے دور کی سب سے اہم خصوصیت دو عالمی طاقتوں کا وجود میں آنا ہے۔۔۔ ریاست ہائے متحدہ اور سویت روس۔۔۔ دونوں دو باہم متضاد نظریات سے وابستہ' دونوں اپنے نظریات کے عالمگیر تسلط کے لئے کوشاں' دونوں دنیا کے دوسرے ملکوں میں نہ صرف اپنے نظریات کی تبلیغ بلکہ عملی نفاذ کی کوششوں میں مصروف' اس طرح اپنے اپنے ڈھب کے عالمی نظام کے قیام کے لئے نبرد آزما تھے۔

تاریخ انسانی میں عالمگیر شہنشاہیت کوئی نیا تجربہ نہیں' تاہم دور شہنشاہیت میں بھی ایک بڑی طاقت کا تسلط کسی ایک علاقے تک محدود ہوتا تھا اور مذہبی جواز کے باوجود وہ دوسری بڑی طاقت کے مفادات میں دخل اندازی نہیں کر سکتی تھی۔ یہاں تک کہ تاریخ کی سب سے وسیع شہنشاہیت..... سلطنت برطانیہ کے بارے میں بھی یہ حقیقت ہے کہ اسے فرانس' سپین' پرتگال اور اس کے بعد زار کے دور کے روس' جرمنی اور جاپان کے شہنشاہی عزائم سے سمجھوتہ کرنا پڑا۔ اور اس کے نتیجے میں سلطنت برطانیہ پر ایک نازک دور وہ بھی آیا جب اسے خود اپنی جغرافیائی حدوں کو معین کرنا پڑا۔ اس لئے نہیں کہ اس کی توسیعی صلاحیتوں پر کوئی قدغن عائد کر دی گئی تھی بلکہ یہ قدم دوسری استعمال طاقتوں کے توسیعی اقدامات پر مکمل رضامندی کے تحت اٹھایا گیا۔

لیکن دوسری عالمی جنگ کے بعد کے دور میں پورے کرہ ارض پر دو بڑی طاقتوں نے زور آزمائی شروع کی اور ایسا کرنے میں دونوں طاقتیں نظریہ' تجارت' سفارت اور دوسروں کے ذریعہ جنگوں کی سطح پر دنیا کے تقریباً ہر حصہ میں ایک دوسرے کے بالمقابل ہوتیں۔ دنیا میں پہلے کسی بڑی طاقتوں کے پاس کبھی اتنے اثاثے نہ ہوں گے جن اثاثوں کی مالک یہ دو طاقتیں تھیں۔ وسعت کے اعتبار سے دونوں ملک اپنی اپنی جگہ تقریباً براعظم کے برابر تھے۔ دونوں کے مادی وسائل اس قدر تھے جتنے پہلے کبھی کسی کے پاس نہ تھے۔ ٹیکنالوجی کے میدان میں دونوں اعلیٰ ترین معیار کے لئے کوشاں تھے اور دونوں اپنے اپنے نظریئے کی سچائی کے دعویدار۔ چونکہ یہ دونوں طاقتیں بظاہر شہنشاہیت کے اس روائتی تصور کی مخالف تھیں جس کے تحت کوئی ملک کسی دوسرے ملک پر براہ راست اور مستقل فوجی قبضے کے ذریعے یا اس کے حکمرانوں کو بزور مجبور کر کے ان کے علاقوں پر آئینی تسلط قائم کرتا ہے لہٰذا ان کی باہم محاذ آرائی کا میدان بھی مختلف تھا۔ ان کا مقصد روائتی لحاظ سے پوری دنیا کو محکوم بنالینا نہ تھا بلکہ ان گنت طاقتور وسائل کے ذریعے اقوام عالم کے مقدر کو اپنے تابع کرنا تھا۔ ان وسائل میں بعض نظروں کے سامنے تھے اور بعض پوشیدہ۔ اور انہیں بروئے کار لانے میں اگر ایک طرف دوسرے معاشروں میں طبقاتی مفادات کو استعمال کیا جاتا تھا تو دوسری جانب ابلاغ عامہ کے انتہائی موثر ذرائع کی مدد لی جا رہی تھی۔ عالمگیر تسلط کے لئے دو طاقتوں کے اس مقابلے میں جس نے سرد جنگ کی صورت اختیار کر لی تاریخ عالم میں کوئی اور مثال نہیں ملتی۔

(4)

اس صورت حال کا سب سے واشگاف پہلو یہ تھا کہ دنیا دو محوروں میں تقسیم ہو گئی تھی۔ اگر حتمی اور قطعی ہوتی تو خارجہ تعلقات کے ضمن میں دنیا کی بیشتر ترقی پذیر قوموں اور بعض بظاہر بڑی طاقتوں کے اختیارات بھی ایک یا دوسرے دھڑے سے وابستگی تک محدود ہو کر رہ جاتے۔ ان کے سامنے صرف دو ہی راستے ہوتے' کسی ایک طاقت کے حاشیہ بردار بنو یا دشمن۔ گھٹنے ٹیک دو یا مقابلے پر آؤ۔ ہتھیار پھینکو یا جنگ لڑو۔ ان کے لئے بین الاقوامی روابط میں کوئی آزادی نہ ہوتی اور یوں ایسے ممالک کے لئے اپنی آزادی و خود مختاری کو اس کے مکمل مفہوم میں برقرار رکھنے کے امکانات بھی کم ہو جاتے۔

تاہم قدرت کے بھید نرالے ہوتے ہیں۔ تاریخ ان ہی اسرار کے مظاہرے سے آراستہ ہے' چنانچہ تاریخ کا وہ عمل جس کی بدولت یہ دو عالمی طاقتیں وجود میں آئیں اسی تاریخی عمل نے ان قوتوں کو بھی جنم دیا جنہوں نے ان دو عظیم طاقتوں کے دائرہ اثر کو نہ صرف محدود کر دیا بلکہ عالمی تسلط کی راہیں بھی مسدود کر دیں۔ ان حالات میں تین واقعات رونما ہوئے۔ جنہوں نے نوع انسان کو ایک نئی جہت دی اور دنیا کو گھٹ کر مر جانے سے بچالیا۔ ان واقعات کا باہمی ربط محض اتفاقی نہیں۔ ان واقعات کی سرسری تاریخ وار ترتیب یوں ہے کہ پہلے اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا' پھر چین کو آزادی حاصل ہوئی اور مغرب کے نو آبادیاتی نظام کا خاتمہ ہوا۔ اگر یہ واقعات نہ ہوتے تو سرد جنگ کی نیم مذہبی قسمیں دنیا پر ایک خوفناک سادگی مسلط کر دیتیں اور بین الاقوامی امور میں بنی نوع انسان تنوع سے محروم ہو جاتا۔

تاہم ان تینوں عوامل سے متعلق تمام پیچیدہ امور کو حقیقت میں کئی برس بعد واضح طور پر دیکھا گیا۔ اس دور میں جب کہ سرد جنگ اپنی تمام تر زہر افشانیوں کے ساتھ پورے عروج پر تھی وہ ملک جو نہ لیسیت سوشلزم سے ملحق تھے اور نہ ہی مغرب کے مسیحی تمدن کا حصہ تھے ان کے سامنے فوری سوال یہ تھا کہ وہ اپنی آزادی' خود مختاری اور علاقائی سالمیت کے تحفظ کے لئے آخر کس حکمت عملی کو اختیار کریں۔ زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ آخر وہ اپنے اختیارات کیسے برقرار رکھ سکیں گے؟ وہ اپنی آزادی کا کیسے تحفظ کریں گے جن کے تحت وہ عظیم طاقتوں کے علاوہ دوسرے ملکوں سے بھی تعلقات استوار کر سکیں۔ ان کے لئے اقوام متحدہ کے چارٹر میں درج وہ مثالی اصول بھی باعث تسکین نہ تھے جن کے تحت ملکوں کی خود مختاری کو مساوی قرار دیا گیا ہے۔ ایک عالمی طاقت اور کسی چھوٹے ملک کا

باہمی تعلق حقیقت میں دو ملکوں میں مساوی سطح کا تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ اس صورت میں ایک ملک، دوسرے ملک کو کوئی قابل ذکر فائدہ پہنچائے بغیر اس سے کئی گنا زیادہ فوائد حاصل کر لیتا، اور خاص طور پر اس صورت میں جب کہ وہ عالمی محاذ آرائی میں مصروف ہو۔ سوال یہ تھا کہ کیا ایک چھوٹے ملک کے لئے کسی عظیم طاقت کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کا معیار یہی رہ گیا تھا کہ وہ مزارع بن کے رہے؟

بالآخر ایشیا اور افریقہ کی بیشتر اقوام اور خاص طور پر نو آزاد ملکوں نے اس صورت حال سے نبٹنے کے لئے وہ قدم اٹھایا جو باوقار بھی تھا اور ان کے عہدہ کا متقاضی بھی، انہوں نے اپنے لئے غیر جانبداری کا راستہ تجویز کیا، ان میں سے اکثر ملکوں کے لئے یہی طریقہ ممکن تھا جس کے تحت وہ اپنی قومیت کو منوا سکتے۔ اپنے تشخص کا تحفظ کر سکتے، تمام چھوٹے بڑے ملکوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے لئے اپنی پالیسیوں کو لچکدار رکھ سکتے۔ ایک بڑی طاقت کے جنگی مفادات سے مکمل وابستگی اور دوسری بڑی طاقت کے مفادات سے ٹکراؤ کے عمل سے بچ سکتے اور یوں ایک غیر متوازن دنیا کو کسی حد تک توازن فراہم کر سکتے۔

مجموعی طور پر، غیر جانبداری کی حیثیت ایک توازن پیدا کرنے والی قوت رہی ہے۔ جیسا کہ ایشیا اور افریقہ کے بیشتر ممالک اس پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اس پالیسی کو ان خوبیوں کی بناء پر تسلیم بھی کیا گیا جو ابتداء میں اس سے وابستہ تھیں اور یہی وہ پالیسی تھی جس پر عظیم طاقتوں کی باہمی رقابتوں کے مقابلے میں عمل پیرا ہونے کا اخلاقی جواز تھا اور جو عملی طور پر موثر بھی تھا، تاہم یہ پالیسی بھی خالی از علت نہ رہی اور یہ خرابی غیر جانبدار ملکوں کے گروپ کی قیادت پر فائز ہونے یا بزعم خود قیادت کے دعویداران ایک یا دو ملکوں نے پیدا کی ہے جنہوں نے اپنے جارحانہ قومی مقاصد کے حصول کے لئے غیر جانبداری کو اپنی ڈپلومیسی کے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا۔ جب قیادت کی باگ دوڑ ایسے ہاتھوں میں چلی جائے تو غیر جانبداری مسخ ہو جاتی ہے اور اس کے نظریئے کی وہ قوت بھی زائل ہو جاتی ہے جو بلاشبہ اس سے وابستہ ملکوں کی تعداد اور ان کے خلوص کے سبب اسے حاصل ہوئی تھی۔ اگر یہ نظریہ اپنے اصل مفہوم اور مقصد سے محروم کر دیا جائے تو پھر اسے بعض طاقتوں کی قومی شان و شکوہ میں اضافے کا ذریعہ، سیاسی بالادستی کی توسیع اور اپنے حلقہ اثر سے رقیبوں کے خاتمے کے لئے ایک موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کی قیادت کی بدولت غیر جانبداری کی تحریک پر تضادات کا شکار ہونے کے اعتراض کے مواقع فراہم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ جونہی غیر جانبدار ممالک ایک یا ایک سے زیادہ ایسے ملک کی قیادت میں اپنی پالیسیاں وضع کرنے لگیں جو خود ایک عظیم طاقت یا بظاہر عظیم طاقت کا درجہ حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہو تو وہیں غیر جانبدار بن جاتے ہیں۔ دنیا کی ناہمواریوں، الجھنوں اور بین الاقوامی تعلقات کی غیر متوازن اور غیر مساوی بنیادوں کے خاتمے کے لئے جو غیر جانبداری اختیار کی گئی تھی، اس کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مقام مسرت ہے کہ اس حقیقت کا غیر جانبدار ممالک کو احساس ہوتا جا رہا ہے۔

عالمی امور کے ارتقاء میں غیر جانبداری کے اصول کا اضافہ یقیناً پنڈت جواہر لعل نہرو کا ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ تاہم بھارت کی وسعت اور اہمیت کے پیش نظر اگر وہ تیسری دنیا کے ان ملکوں کو جو مجبور کرنے والے اسباب کی بنا پر کسی ایک بڑی طاقت کے اتحادی بن گئے تھے، سخت تنقید کا نشانہ بنانے سے احتراز کرتے اور غیر جانبداری کی تحریک پر اپنے اس رجحان کی چھاپ نہ لگاتے تو یہ تحریک قیام امن کے لئے بہت دیرپا اثرات کی حامل ہوتی۔ یہی رجحان اس افسوسناک حقیقت کا پیش خیمہ بنا کر خود ہندوستان اپنے ہمسائے پاکستان کے ساتھ ایک بڑے بین الاقوامی تنازعے میں ملوث ہوا، اور اس تنازعے سے متعلق اقوام متحدہ کی قراردادوں کو رد کرنے کے لئے اس نے ایک عظیم طاقت کی نہ صرف پوری سرگرمی سے مدد حاصل کی بلکہ اس مدد پر پورا بھروسہ بھی کیا۔ یہ درست ہے کہ اقوام متحدہ کے مقاصد کے حصول یا اس کے فیصلوں پر عمل درآمد کے لئے کسی عظیم طاقت سے مدد لی جائے تو غیر جانبداری کا اصول باطل نہیں ہو جاتا لیکن اس کے برعکس اگر اقوام متحدہ کے مقاصد کو ناکام بنانے کے لئے مدد لی جائے تو غیر جانبداری یقیناً ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں میں اختصار کے ساتھ صرف دو واقعات کا ذکر کروں گا کہ بھارت نے پہلے چین کے ساتھ مسلح محاذ آرائی کی ابتدا کی اور پھر چند برس بعد اس نے روس کے ساتھ ایک فوجی نوعیت کا معاہدہ کر لیا۔ ظاہر ہے کہ جب غیر جانبداری کا نظریہ ایسے ہاتھوں میں ہو گا تو نہ اس کی کوئی شکل رہے گی اور نہ ہی مفہوم۔

کسی بھی ملک کی جانب سے کسی مخالف ملک کو ڈرانے دھمکانے اور پریشان کرتے رہنے کا رجحان بین الاقوامی تعلقات کو زنگ آلود کر دیتا ہے لیکن غیر جانبدار ملکوں میں اس رجحان نے نہ صرف غیر جانبداری کے تصور کا حلیہ بگاڑ دیا ہے بلکہ ایشیاء، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ملکوں کا یہ گروہ کسی اجتماعی قوت کا تاثر دینے میں بھی ناکام رہا ہے۔ یہ رجحان خواہ بھارت کی جانب سے پاکستان کو برادری سے خارج کرنے کی کوشش کی صورت میں ظاہر ہو یا بعض عرب ملکوں کے ساتھ، صدر ناصر کے دور کے مصر کی وہ کدورت ہو جو 1955ء کی بنڈونگ کانفرنس میں نمایاں ہوئی تھی۔ ایک تاریخی مرحلے کے دوران غیر جانبداری کی تحریک کے تصور کی کشش اور معقولیت کو نقصان پہنچانے والے عوامل میں ایک اور رویہ بھی شامل تھی جو تمام غیر جانبدار ملکوں کا نہیں بلکہ صرف ایک ملک کا تھا جو ایک عظیم طاقت کو دوسری عظیم طاقت کے خلاف اس آرزو میں استعمال کرتا رہا کہ اس طرح وہ عالمی طاقتوں کے درمیان ایک ناگزیر دلال بن کر خود اس کی حیثیت میں اضافہ ہو گا اور وہ خود بھی ایک بڑی طاقت کا کردار ادا کرتا رہے گا۔ اس رویئے کی بنیاد اس

مفروضے پر رکھی گئی تھی کہ اس کے بیچ میں پڑے بغیر دونوں عالمی طاقتوں کے درمیان نہ کبھی مذاکرات ہوں گے اور نہ کسی دستان کی نوبت آئے گی۔ یہ امر قابل غور ہے اور یہ آج کی بات نہیں بلکہ 1963ء کی بات ہے جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں صدر ٹیٹو نے اپنی تقریر میں تبدیل شدہ بین الاقوامی صورت حال کا حوالہ دیا تھا اور کہا تھا کہ "بین الاقوامی تعلقات میں نئے مثبت رجحانات کے باعث غیر جانبداری کی اصطلاح اب قدرے فرسودہ ہو کر رہ گئی ہے۔"

مجھے یقین ہے کہ غیر جانبداری کے صحیح نظریئے کو اب بھی فرسودگی اور منفی رجحانات سے بچایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ غیر جانبدار ملکوں کا گروپ توسیع پسندی کے قومی مقاصد کو ٹھکرا دے اور اپنی ترتیب و تشکیل کے بارے میں بعض سوالوں کا منطقی اور منصفانہ جواز فراہم کرے۔ اس طرح یہ گروہ اپنے اصل اور ابتدائی دائرہ کار کی حدوں کا پھر سے تعین کر سکے گا جو کسی ایسے بیچ بچاؤ کا کردار ادا کرنے کی ممانعت کرتے ہیں جو تیسری دنیا کے ملکوں میں تفرقہ ڈال کر ان کی محدود اجتماعی قوت کو بھی پارہ پارہ کر سکتا ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ آخر اس گروپ میں شمولیت کا اصول کیا ہے؟ کیا غیر جانبداری سے مراد یہ ہے کہ مشرقی ملکوں کے ساتھ تو دو طرفہ بنیاد پر فوجی سمجھوتہ ہو سکتا ہے لیکن ایشیا اور افریقہ کے ملک مغربی ملکوں کے ساتھ دفاعی سمجھوتے نہیں کر سکتے۔ اس سلسلے میں کثیر المملکتی معاہدوں اور دو طرفہ سمجھوتوں کے فرق کی بنیاد پر جو معیار مقرر کیا گیا ہے' وہ بھی محض فریب ہے اس لئے کہ دونوں سمجھوتے ایک ہی طرح بے ضرر بھی ہو سکتے ہیں اور ایک ہی طرح عالمی طاقتوں کی باہم آویزش کے تانے بانے کا حصہ بھی بن سکتے ہیں اور پھر ظاہر ہے کہ نظریاتی رجحانات سیاسی نظاموں اور اقتصادی حالات میں تنوع اور اختلافات کے باوجود غیر جانبداری کی تحریک کو متحد کرنے والی واحد قوت رکن ممالک کا وہ مشترکہ تجربہ ہے جو انہیں نو آبادیاتی غلبے کے دور میں حاصل ہوا۔ پھر ان ملکوں کو گروپ سے علیحدہ رکھنے کا کیا جواز رہ جاتا ہے جو خود بھی نو آبادیاتی دور کے تلخ تجربے سے گزرے ہیں اور آج دوسروں کی طرح عالمی اقتصادیات کی ناانصافیوں کے خاتمے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ دوئم یہ کہ غیر جانبداری کی تحریک کے اصل دائرہ کار میں یہ تاثر شامل تھا کہ گروپ دونوں عالمی طاقتوں سے مساوی فاصلہ رکھے گا اور غیر جانبداری کو ہمسایہ ملکوں کے خلاف گروہی دباؤ کے طور پر استعمال کرنے سے واضح طور پر احتراز کرے گا۔ لیکن جب ایک ملک' ایک عالمی طاقت کے ساتھ بہت قریبی تعلق قائم کرتا ہے اور اس کے باوجود غیر جانبداری کا دعویٰ بھی کرتا ہے تاکہ ایک ہمسایہ ملک پر سیاسی بالادستی قائم کرنے کے لئے اسے بہتر مواقع میسر آ سکیں تو غیر جانبداری کے نقاب میں جانبداری نظر آتی ہے۔ ایسا عمل غیر جانبداری کے نظریئے کے قطعاً منافی ہے۔

ان سوالات کا بنیادی تعلق غیر جانبداری کے تصور اور عملی اظہار دونوں سے ہے۔ اگر غیر جانبداری کو دوبارہ بڑی قدر و قیمت کی تحریک بننا ہے تو اسے اپنی شاندار نیک نامی کو بحال' اپنے مقاصد کی از سر نو تصریح اور اپنی ترجیحات کا از سر نو تعین کرنا پڑے گا۔ بین الاقوامی امور اب ایک ایسی منزل پر پہنچ چکے ہیں جہاں غیر جانبداری کا حلقہ صرف چند بلند مرتبہ پروہتوں اور ان کے چیلوں تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر تیسری دنیا کے دوسرے ممالک کو اس حلقہ سے دور رکھا گیا تو عالمی حالات کا اصل' اور اپنی مسئلہ دھندلا کر رہ جائے گا اور یہ مسئلہ ہے جغرافیائی محل وقوع سے قطع نظر استحصال کرنے والے اور استحصال کا شکار ہونے والے کے درمیان فرق کا' بڑی طاقتوں سے اتحاد کا' نسل' مذہب اور نظریات کا۔ یہ فرق بجائے خود کوئی سیاسی اختراع نہیں اور نہ ہی اسے کسی ملک کی مخصوص قومی پالیسی کو بروئے کار لانے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس مسئلہ کا تقاضا ہے کہ تیسری دنیا اپنی تمام قوتوں کے ساتھ جو آج تک منتشر رہی ہے۔ ایک نقطے پر مجتمع ہو۔ یہ اتحاد دولتمند ملکوں کے ساتھ ٹکرانے کے لئے نہیں بلکہ ناانصافیوں کے خاتمے کے لئے اور کسی خاص نظام کی تباہی کے لئے نہیں بلکہ موجودہ غیر منصفانہ توازن کی اصطلاح کے ذریعے ایک نئے اقتصادی نظام کے لئے ہو گا۔ ایسی کوئی تحریک' دھڑے بندی یا حکمت عملی جو اس عظیم منصفانہ نصب العین کے لئے تیسری دنیا کے اتحاد میں رکاوٹ بنے گی وہ اس الزام سے ہرگز محفوظ نہ ہو گی کہ اس نے تنگ ذہنیت کا مظاہرہ کیا۔ تاریخی عوامل کو نظر انداز کیا اور وقت کے چیلنج کو حقیقت پسندی لیکن تعمیری انداز میں جواب دینے کے لئے جو قوتیں آگے بڑھیں۔ ان کے راستے مسدود کئے۔ یہی عوامل ہیں جنہیں ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں نے حال ہی میں ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ترقی پذیر ممالک کی ایک اعلیٰ سطح کی کانفرنس منعقد کرنے کی اپیل کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تیسری دنیا کے اس جامع فورم کو غیر جانبداری کے تصور کے منافی نہیں بلکہ اس کی توسیع اور ارتقاء سمجھا جائے گا۔

(5)

میں نے اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ امریکہ اور پاکستان کے درمیان طے پانے والے ان سمجھوتوں اور معاہدوں کے لئے معذرت خواہ ہوں جن کا مقصد باہمی دفاع اور دونوں ملکوں میں تعاون ہے۔ اس لئے یہ سمجھوتے فی نفسہ پاکستان کے اپنے مفادات سے ہمیشہ ہم آہنگ رہے ہیں۔ ان پر کسی پوشیدہ مقصد کا ذلت آمیز داغ نہیں اور نہ ہی یہ معاہدے کسی ملک کے جائز مفادات کے خلاف کئے گئے اور چونکہ یہ معاہدے پاکستان کے موقف میں مزاحم نہیں ہوتے اور نہ ہی افریقی اور ایشیائی اقوام کے مقاصد سے ہماری وفاداری میں مخل ہوتے ہیں اس لئے پاکستان کے لئے قطعاً لازمی نہیں کہ وہ ان سمجھوتوں سے محض اس لئے علیحدگی اختیار کر لے کہ اسے تیسری دنیا کا رکن بننے کی سند فراہم ہو جائے اور تیسری دنیا کے عظیم الشان جدوجہد کے بعد معرض وجود میں آئی جس کی پشت پر ہزار سالہ تاریخ

کی قوت موجود تھی۔ وہ قوت جو ایشیا کے عین قلب میں آباد ہے۔ وہ لوگ جو اپنی شخصیت کے اعتبار سے مستند ایشیائی ہیں وہ ملک چین اور سوویت یونین کے نزدیک ترین واقع ہے وہ معاشرہ جس کی ثقافت اور تہذیبی ورثے مشرق وسطیٰ کے ساتھ مشترک ہیں۔

اگر کچھ عرصے تک یہ حقائق نظروں سے اوجھل رہے تو اس کی وجہ مغرب کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ تھا بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ ایک جانب سے اس سمجھوتے کی کیا توجیح پیش کی گئی یا دوسری جانب اسے کیوں کر سمجھا گیا۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ایک عرصہ تک پاکستان اپنے عالمی ماحول اور افریقی' ایشائی صورت حال سے مطابقت پیدا نہ کر سکا۔ یہ تاثر پھیلایا گیا کہ پاکستان اپنی جغرافیائی حقیقت کو فراموش کرنا چاہتا ہے' اپنے تشخص کو جھٹلا رہا ہے اور اس نے اپنے طویل المدت مفادات کو نظرانداز کر کے اپنی آزادی انتخاب کا سودا کر لیا جس کے بغیر آزادی' محض تصوراتی داستان بن کے رہ جاتی ہے اگر میں نے اپنے ملک کے خارجہ امور میں واقعی کسی بات کی کوشش کی ہے تو اس کوشش کا مقصد نہ صرف اس تاثر کو زائل کرنا تھا بلکہ اپنی خارجہ حکمت عملی کو مستند اور قابل اعتبار بھی بنانا تھا۔ ایسی خارجہ حکمت عملی جس میں لوگوں کی قومی امنگوں کو شامل نہ کیا گیا ہو اور جس میں تاریخی عمل کے شعور کا عکس نہ ملے وہ حکمت عملی غیر مستند اور ناقابل اعتبار ہوتی ہے۔ اپنے خارجہ تعلقات کے ڈھانچے میں اس جہت کی گہرائی کو شامل کرنے کی کوشش کوئی آسان مرحلہ نہ تھا۔

اگر ایشیاء' افریقہ یا لاطینی امریکہ کا کوئی ملک مشرق اور مغرب سے کوئی سمجھوتہ کرے تو درحقیقت یہ سمجھوتہ تیسری دنیا کی مشترکہ قدروں اور مقاصد کے خلاف نہیں پڑتا۔ یہ سمجھوتہ اس وقت خلاف پڑے گا جب امتیاز برتا جائے اور باہمی گرمجوشی کا فقدان ہو۔

میں یہاں پچاس کے عشرے کے ان حالات و واقعات کا تجزیہ نہیں کروں گا جو پاکستان کے لئے بعض معاہدوں میں الجھنے کا سبب بنے۔ یہ واقعات جس قدر غیر معمولی تھے اتنے ہی ہمارے قومی مفادات کے لئے نقصان دہ بھی تھے۔ ان حضرات کے ساتھ پورے انصاف سے کام لیتے ہوئے جو اس وقت قومی مفادات کو سنبھالے ہوئے تھے میں یہ کہوں گا کہ ان معاہدوں کے لئے واحد قوت محرکہ پاکستان کی سلامتی کے تحفظ کی کوشش تھی۔ اس دور کے قابل ذکر نو آزاد ملکوں میں پاکستان وہ واحد ملک تھا جسے اپنے قیام کے ساتھ ہی اپنے وجود کے لئے برسرپیکار ہونا پڑا۔ ابھی پاکستان کو قائم ہوئے صرف دو ماہ گزرے تھے جب بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے جو کہ مبالغہ آرائی کے ہرگز عادی نہ تھے بڑے دکھ کے ساتھ "ایک بہت منظم اور مربوط خفیہ منصوبے کا ذکر کیا جس کا مقصد پاکستان کو اس طرح مجبور کرنا تھا کہ وہ اپنی غلطیوں پر نادم' پشیمان بیٹے کے مانند دوبارہ انڈین یونین میں شامل ہو جائے۔" اور اس مقصد کے حصول کے لئے "نو آزاد ملک کو بالکل مفلوج" کر دینے کا منصوبہ تھا۔ قائداعظم نے اس منصوبے کا ذکر 24 اکتوبر 1947ء کو کیا اور اس کے تین دن بعد ہندوستان نے کشمیر میں اپنی فوجیں اتار دیں تاکہ پاکستان کے ساتھ ریاست کے جائز الحاق کو روکا جا سکے۔ لہٰذا یہ بات قطعاً حیران کن نہیں ہے کہ پاکستان کو اپنے ابتدائی ایام میں سب سے اہم مسئلہ جو درپیش تھا وہ اس کی سلامتی کا مسئلہ تھا۔ یہ وہ دور تھا جب پاکستان کے لئے امریکہ کے سوا اور کوئی دوسرا ذریعہ نہیں تھا' جہاں سے نہ صرف اس قدر فوجی مدد مل سکتی۔ جتنی اور کسی ملک سے ممکن نہ تھی بلکہ اس کے علاوہ کافی اور فراخدلانہ اقتصادی امداد کی توقع بھی تھی اور پھر پاکستان کو امریکہ کے ساتھ ڈائیلاگ کی جو اضافی سہولت ملی اسے دیکھتے ہوئے امریکہ اور پاکستان کے اتحاد کو کسی طور پر بھی غیر قانونی نہیں کہا جا سکتا۔

اگرچہ ان تمام عوامل کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا' تاہم اس ضمن میں اگر ان تضادات کا ذکر نہ کیا جائے جو پاکستان اپنے خارجہ امور کی انجام دہی میں مسلسل برتتا رہا ہے تو یہ تاریخ کو جھٹلانے کے مترادف ہو گا۔ اس سلسلے میں چند مثالیں بہت برمحل ہوں گی۔

پاکستان ان ملکوں میں سے ایک تھا۔ جس نے عوامی جمہوریہ چین کو اس کے قیام کے فوراً بعد تسلیم کر لیا۔ اس کے باوجود صرف چند برس بعد جب کہ پاکستان اپنے گذشتہ موقف پر بھی قائم تھا' وہ اقوام متحدہ میں چین کی جائز اور تسلیم شدہ حکومت کی براہ راست نمائندگی کے خلاف مسلسل ووٹ دیتا رہا۔ 1956ء میں ایسے حالات میں جب پاکستان کے ایک وزیراعظم چین کا دورہ کر چکے تھے اور خود چین کے وزیراعظم آنجہانی چواین لائی پاکستان کا دورہ کر رہے تھے' پاکستان نے پھر اقوام متحدہ سے عوامی جمہوریہ چین کے نمائندوں کو باہر رکھنے کی تحریک کی حمایت کی۔ پھر ستمبر' اکتوبر 1958ء میں جب تائیوان کے مسئلے پر جنگ کا خطرہ پیدا ہوا تو پاکستان حد سے ہی گزر گیا اور ان حقائق کو جو خود عوامی جمہوریہ چین کو تسلیم کر لینے میں مضمر تھے فراموش کرتے ہوئے اس موقع پر چین کو یہ پیغام بھیجا گیا کہ "فارموسا پر اختیار اعلیٰ کی قانونی پوزیشن واضح نہیں ہے۔"

2 جون 1949ء کو سوویت یونین نے وزیراعظم پاکستان کو دورہ ماسکو کی دعوت دی۔ یہ دعوت قبول کر لی گئی اور اس کا عام اعلان بھی ہوا لیکن جب روس نے یہ تجویز پیش کی کہ وزیراعظم کے دورے سے پہلے دونوں ملکوں کے مابین سفیروں کا تبادلہ ہو جائے تو پاکستان میں سرکاری طور پر بتایا گیا کہ فوری طور پر سفیروں کا تبادلہ کراچی میں "اشخاص کی قلت" کے سبب ممکن نہیں۔ یوں جب ماسکو کے دعوت نامے کو حقیقتاً ٹھکرایا جا چکا تھا' کچھ ہی عرصے بعد واشنگٹن سے دعوت موصول ہوئی جو بظاہر فکر مابعد ہی تھا تاہم اسے فوراً قبول کر لیا گیا۔ اپریل 1950ء میں سوویت یونین کے دورے کی دعوت کو داخل دفتر کر دیا گیا جو پندرہ سال کے بعد کہیں جا کر عمل پذیر ہوئی جب پاکستان میں کئی حکومتیں بدلیں اور بین الاقوامی صورت میں کافی تبدیلیاں

رونما ہوئیں۔

یہ تضادات صرف عالمی طاقتوں کے ساتھ پاکستان کے تعلقات ہی میں نمایاں نہیں ہوئے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ دنیائے اسلام کے بارے میں اس کا رویہ کیا تھا۔ ایک جانب قومی قیادت یہ دعوی کرتی تھی کہ "پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔" دوسری جانب پاکستان کے ایک سابق وزیر اعظم نے مسلم ممالک کا حوالہ دیتے ہوئے وہ نادر روزگار فیصلہ دیا کہ صفر جمع صفر جمع صفر جمع صفر کا حاصل بھی صفر۔ ایک پاکستانی قیادت 1974ء میں فلسطین کے ٹکڑے ہونے کے خلاف احتجاجی مہم میں شریک تھی اور عربوں کے مقاصد کی مستقل حمایت میں مظاہرے کئے جا رہے تھے لیکن دوسری طرف جب 1956ء میں نہر سویز کا تاریخی مسئلہ سامنے آیا تو پاکستان نے اس مسئلہ پر متزلزل اور متذبذب حکمت عملی اختیار کی۔

یہ اس طرز فکر کی چند نمایاں مثالیں ہیں جس کے مطابق پاکستان کی خارجی پالیسی چلتی رہی اور جس سے مجھے صدر ایوب خان کی صدارت میں اس موضوع پر ہونے والے پہلے جلسے میں سابقہ پڑا۔ اور ان میں سے کسی ایک کا بھی تعلق سلامتی اور تحفظ کے بارے میں ہمارے جائز تشویش سے نہیں ہو سکتا۔ پھر اس سلسلے میں کچھ دوسرے عوامل بھی کارفرما تھے۔ مثلاً بین الاقوامی امور میں پاکستان کی ناتجربہ کاری ایک حقیقت تھی۔ اب اس بات کی توقع کوئی مبتدی ہی کر سکتا تھا کہ بڈبیر میں امریکہ کو دیکھ بھال کے ایک فوجی اڈے کی فراہمی' ہندوستان کو مجبور کر دے گی کہ "وہ کشمیر کو واپس اگل دے۔" یہی وہ فوجی اڈہ تھا جس کا 1960ء میں یو۔ ٹو کے مشہور واقعے میں بہت زیادہ ذکر آیا اور جس سے مشتعل ہو کر نکیتا خروشیف نے یہ کھلی دھمکی دی تھی کہ سوویت افواج پشاور کا صفایا کر دیں گی۔ ایک امریکی سینیٹر نے جو اس فوجی اڈے کے دورے پر آیا تھا' اپنے ہمراہ ایک پاکستانی افسر سے پوچھا کہ پاکستان نے اس اڈے کا کتنا معاوضہ وصول کیا۔ پاکستانی افسر کا جواب سننے کے بعد امریکی سینیٹر نے کہا "تم پاکستانی نرے کاٹھ کے الو ہو۔ اس سے کہیں کم تر اہمیت کے اڈوں کے لئے کروڑوں (ڈالر) ادا کئے جاتے ہیں۔" اس درجہ سادہ لوحی کے علاوہ اس وقت کی فوجی قیادت میں دیانت کی بھی کمی تھی جس نے اپنے آپ کو نوکر شاہی اور سرمایہ داروں کے ایک محدود طبقے کے مفادات سے وابستہ کر رکھا تھا اور یوں اس قیادت کا عوام کی خواہشات اور امنگوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ 1961ء میں لاؤس میں لڑنے کے لئے پاکستانی افواج کی پیش کش ہمیں 1951ء کی یاد دلاتی ہے جب کوریا میں فوجیں بھیجنے کے بارے میں پاکستان کی دبی دبی خواہش پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی تھی۔ یہ واقعات اس بات کا ثبوت ہیں کہ ملک کے حکمرانوں کے نزدیک ہمارے سپاہیوں کی حیثیت محض توپوں کے ایندھن سے زیادہ نہیں تھی۔ اس قسم کا حکمران طبقہ جو خود تاریخی صورت حال کو سمجھنے سے قاصر ہو وہ ایک طرف نفسیاتی طور پر اپنی اہمیت جتانے کا خوگر ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی بآسانی یہ بھی تصور کر لیتا ہے کہ دوسرا فریق بھی اسی کی طرح سادہ دل ہو گا چنانچہ اس پس منظر میں جناب ایوب خان کے اس بلند بانگ وعدے کو سمجھا جا سکتا ہے جو انہوں نے 1961ء میں امریکی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے کیا تھا کہ ایک دن آئے گا جب پاکستان ایشیا کا واحد ملک ہو گا جو امریکہ کا ساتھ دے گا۔ پاکستان کا حکمران طبقہ مفہوم و معانی کے اثرات کو سوچے سمجھے بغیر اس بات پر حیرت کا اظہار کرنے کا عادی ہو گیا تھا کہ آخر افریقی' ایشیائی ملکوں کی برادری میں ہوتے ہوئے پاکستان کو سیاسی قرنطینہ میں کیوں دھکیل دیا گیا۔

(6)

ان ہی حالت میں سب سے بڑی حماقت اکتوبر' نومبر 1959ء میں سرزد ہوئی۔ یہ وہ دور تھا جب ریاست جموں و کشمیر میں لداخ کے ایک علاقے کے بارے میں چین اور بھارت کے تنازعے کی اطلاعات پہلے ہی موصول ہو چکی تھیں۔ تاہم 23 اکتوبر 1959ء کو صدر ایوب خان نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے "شمال کی جانب سے سنگین خطرے" کا بہت تفصیل سے ذکر کیا اور کہا کہ "تبت کی سرحد پر رونما ہونے والے واقعات برصغیر کو فوجی لحاظ سے غیر محفوظ بنا دیں گے۔" انہوں نے اس بات کی ضرورت پر بہت زور دیا کہ بھارت اور پاکستان مل کر اس خطرے کا مقابلہ کریں۔ اس کے بعد 3 نومبر کو انہوں نے ایئرپورٹ پر لداخ میں "چین کی تازہ ترین یلغار" کے بارے میں ایک انٹرویو میں کہا کہ "بھارت کا مسئلہ ہے۔" نومبر کی خبروں کے مطابق انہوں نے پھر یہ کہا کہ تبت پر چین کا قبضہ' شمال کی جانب سے ایک سنگین خطرہ کا اشارہ ہے۔ اس پس منظر میں یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ اس زمانے میں بھی جب بھارت اور چین کی دوستی پورے عروج پر تھی' چین نے بھارت کے تمام تر ناز نخروں کے باوجود بھارتی دعووں کی حمایت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس زمانے میں ملک کے خارجہ امور کی ذمہ داری میرے پاس نہیں تھی۔ میں اس وقت جنرل اسمبلی میں پاکستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے نیویارک میں تھا اور یہ اطلاعات جب وہاں پہنچیں تو مجھے آنے والے خطرہ کا احساس ہوا۔ صرف یہی نہ تھا کہ حکومت پاکستان کا سربراہ بھارت کو مشترکہ دفاع کی دعوت دے رہا تھا۔ جس کے بارے میں کوئی بین الاقوامی امور سے قطعاً نابلد شخص ہی یہ توقع کر سکتا تھا کہ اس دعوت کو قبول کیا جا سکتا تھا یا اسی جذبے سے اس کا جواب دیا جاتا۔ یہ بات بجائے خود کچھ کم باعث ذلت نہ تھی لیکن اس میں جو اصل خطرہ پنہاں تھا وہ یہ تھا کہ اس طرح پاکستان' چین کو دشمنی کی دعوت دے رہا تھا۔ اس کے علاوہ کشمیر پر بھارت کے اس دعوے کو منظوری بھی عطا کر رہا تھا جس دعوے کو پاکستان گذشتہ تمام برسوں کے دوران چیلنج کرتا رہا اور جسے اقوام متحدہ نے بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس طرح امریکہ کے ساتھ اتحاد کے بارے میں پاکستان کی اپنی توضیح ہمارے دور رس قومی مفادات کو مجروح کر رہی تھی۔

یہ سوچتے ہوئے کہ حکومت کو اس کے ایک ایک موقف سے ہٹانا کس قدر مشکل ہو گا جو خود اپنے آپ کو جھٹلانے بلکہ خود کشی کے مترادف تھا۔ اس وقت کے مروجہ فلسفہ پر کھلے الفاظ میں براہ راست تنقید سے کیوں کر بچاؤ کیا جائے گا اور اس موقف جسے ہمارا ملک اختیار کر چکا تھا' اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے کس قدر مہارت درکار ہو گی۔ یہ سب کچھ سوچ لینے اور اخباری رپورٹوں کے مطالعہ کے فوراً بعد میں نے ایوب خان کو ایک خط ارسال کیا۔ 11 نومبر 1959ء کے اس مکتوب میں' میں نے انہیں یاد دلایا کہ " ہم جو بیانات دے چکے ہیں" اور جس طرح ہم اپنے "مکمل رجحان" کا اظہار کر چکے ہیں۔ اس کے بعد بن کے بھی یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے برعکس کشمیر کے اس حصہ پر بھارت کے اختیارات کو تسلیم کر لیا ہے جو اس کے قبضے میں ہے اور بھارت کشمیر میں اپنی فوجوں کی تعداد میں جس قدر چاہے اضافہ کر سکتا ہے پھر میں نے ایسے بااختیار اور مستند اعلان کی تجویز پیش کی جو سلامتی کونسل کے نام ایک مکتوب کی شکل میں بھیجا جا سکتا تھا۔ جس کے ذریعے پاکستان کو ان خطرات سے محفوظ کیا جا سکے۔ میں نے انہیں یہ بھی لکھا کہ ممکن ہے کہ چین کا ردعمل "پاکستان کی جانب سے ایسے کسی بیان' پر مخالفانہ نہ ہو جس میں لداخ کے بارے میں بھارت کے موقف کی اصل بنیاد ہی کو چیلنج کیا گیا ہو۔" میں نے اس مراسلے کی ایک کاپی وزیر خارجہ جناب منظور قادر کو بھی ارسال کی اور انہیں مشورہ دیا کہ ہمیں اس مسئلے کا گہرائی تک تجزیہ کرنا چاہئے اور کشمیر کے بارے میں بھارت اور چین کے مابین پیدا ہونے والی صورت حال کو اس طرح پھیلنے اور بڑھنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے جو ہمارے اپنے مفادات کے منافی ہو۔

صدر ایوب خان نے جان لیا کہ اگر جموں و کشمیر کے بارے میں پاکستان کے موقف کے بارے میں یہ تاثر بھی پیدا ہوا کہ انہوں نے اس موقف کو کمزور کر دیا ہے تو ملک کے لوگ انہیں ہرگز ہرگز معاف نہیں کریں گے۔ چنانچہ میرا خط موصول کرنے کے فوراً بعد انہوں نے اپنے لہجے میں تبدیلی پیدا کی اور 23 نومبر کو یہ بیان دیا کہ پاکستان لداخ کے بارے میں بھارت اور چین کے کسی سمجھوتے کو تسلیم نہیں کرے گا' کیونکہ یہ علاقہ پاکستان اور بھارت کے درمیان متنازع فیہ ہے اور جیسا کہ میں نے تجویز کیا تھا کہ انہوں نے اقوام متحدہ میں ہمارے مستقل نمائندے کو یہ اختیار بھی دیا ہے کہ وہ سلامتی کونسل کے نام ایک مراسلہ لکھے۔ اس مراسلے میں پاکستان کے موقف کو تحفظ دیتے ہوئے یہ اعلان کیا گیا کہ "جب تک رائے شماری کے ذریعے کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ نہیں ہوتا' اس وقت تک بھارت اور چین کے مابین موجودہ تنازعے میں کسی بھی فریق کی جانب سے اختیار کیا جانے والا یا کوئی سمجھوتہ یا مستقبل میں اسی قسم کا کوئی اور تنازعہ ریاست جموں و کشمیر کی جغرافیائی حیثیت کو متاثر نہیں کرے گا اور نہ ریاست سے فوجوں کے انخلاء اور حق خود اختیاری کے حتمی فیصلوں سے" روگردانی کی جا سکے گی۔ اسی مراسلے میں مزید برآں یہ بھی کہا گیا تھا کہ صرف جموں و کشمیر کے عوام ہی اپنی آزادی اور اختیار اعلیٰ کے حصول کے بعد اس بات کے مجاز ہوں گے کہ وہ ریاست کی سرحدوں کے بارے میں کسی غیر ملکی طاقت کے ساتھ سمجھوتے کو موثر رہنے دیں یا رد کر دیں۔

اگرچہ بات صرف جموں و کشمیر کے سوال تک محدود تھی تاہم یہ پہلا موقع تھا جب پاکستان نے ایک اچانک پیدا ہونے والی صورت حال میں اپنے قومی موقف پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ حالانکہ یہ استقامت ایک بڑی طاقت کے ساتھ ہمارے اتحاد کی مصلحتوں کے خلاف تھی جیسا کہ میرا اپنا خیال تھا کہ اس قسم کے طرز عمل میں ایسی کوئی چیز مضمر نہ تھی جو اس اتحاد کو ختم تو کیا اسے کمزور بھی کر سکتی۔ مقصد صرف یہ تھا کہ سمجھوتے کے چھوٹے فریق کے قومی مفادات پامال نہ ہوں اور اس طرح حقیقت پسندی اور مساوات کا عنصر شامل ہو جانے سے اتحاد کو مزید تقویت حاصل ہو۔ اگر کوئی اتحاد' چھوٹے فریق کے مفادات کی پامالی کا سبب بن جائے تو اس کی حیثیت کھنچاؤ اور کشیدگی کے سلسلے کی ایک کڑی سے زیادہ نہیں جو کسی بھی فریق کے لئے سود مند نہیں ہو سکتی البتہ اتحاد میں اس وقت پختگی پیدا ہو جاتی ہے جب ایک حلیف کو اپنے مفادات کے مناسب تحفظ اور ترویج کے لئے یقین دہانی کی ضرورت ہو اسے یہ یقین دہانی فراہم ہو جائے۔

ایک برس بعد 14 اکتوبر 1960ء کو میں نے اقوام متحدہ میں چین کی نمائندگی کے سوال پر پاکستان کے ووٹ کے بارے میں وزیر خارجہ منظور قادر کو ایک مراسلہ تحریر کیا۔ چین کے خلاف یہ ووٹ بڑی لغو بات تھی اور اس کے سبب پاکستان کو ان قوموں میں نیک نامی حاصل نہیں ہو رہی تھی جو سرد جنگ سے لاتعلق تھے' میں نے لکھا "اگر ہم مسئلے کی اصلیت کے مطابق حقائق کو تسلیم کرنے کا موقف اختیار کریں تو میں نہیں سمجھتا کہ بعض دوسرے ملکوں کے مقابلے میں (ناروے اور ڈنمارک) جنہوں نے امریکہ کے خلاف ووٹ دیا تھا آخر پاکستان کو ایک مضبوط اتحادی کیوں نہیں سمجھا جائے گا۔ اس کے نتیجے میں نومبر 1960ء میں کابینہ میں اس پر تبادلہ خیالات ہوا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اقوام متحدہ میں چین کی جائز نمائندگی کی حمایت کی جائے۔ اب یہ باتیں تاریخ کا حصہ ہیں کہ چین کے ساتھ روابط قائم کرنے کے لئے ان چھوٹے چھوٹے ابتدائی اقدامات سے بعد میں کتنے اہم نتائج برآمد ہوئے۔ پہلے ایک سرحدی مسئلے پر بات چیت شروع ہوئی اور اس کے نتیجے میں چین کے ساتھ ایک سمجھوتہ ہوا اور یوں پاکستان اور اس کے عظیم ہمسائے کے ساتھ بھائی چارے اور قریبی دوستی کے دور کا آغاز ہوا۔

چین سے اپنے روابط کے قیام کے ساتھ ساتھ میں سوویت یونین سے ڈائیلاگ شروع کرنے کی ضرورت بھی محسوس کر رہا تھا' چنانچہ اکتوبر 1960ء میں اقوام متحدہ سے واپسی کے فوراً بعد میں نے ایندھن اور قدرتی وسائل کے وزیر کی حیثیت سے ماسکو جانے کا ارادہ ظاہر کیا تاکہ پاکستان میں

تیل اور معدنی وسائل کی تلاش کے لئے روس کے تعاون کے امکانات پر غور کیا جا سکے۔ ہماری اپنی حکومت نے اس میدان میں میرے لئے دشواریاں پیدا کیں۔ جناب ایوب خان کی کابینہ کے بعض بااثر ارکان نے انہیں مشورہ دیا کہ یہ دورہ قطعاً غیر مناسب ہو گا۔ جب لگاتار بحث و تمحیص کے بعد یہ مزاحمت ختم ہوئی تو میرے وفد کے ایک کلیدی رکن نے جو دہلی گئے تھے یہ اطلاع دی کہ وہ بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ میرے ایک اور اہم مشیر کو یہ تاکید کی گئی کہ وہ میرے ساتھ ماسکو میں چند دن سے زیادہ قیام نہ کرے۔ پھر دونوں ملکوں کے درمیان طے پانے والے سمجھوتے پر دستخطوں سے ایک دن پہلے مجھے وطن واپس پہنچنے کی ہدایت کی گئی اور یوں بالآخر کراچی میں میں نے اور روس کے سفیر نے اس سمجھوتے پر دستخط کئے۔ 1960ء میں میں نے جس کوشش کا آغاز کیا تھا۔ اس کے ذریعے رفتہ رفتہ دونوں ملکوں کے درمیان دوستانہ اور مفید تعلقات کی راہیں ہموار ہو سکتی تھیں لیکن ایک جانب پاکستان کے سابق حکمرانوں کی کور نگاہی اور روس کے بارے میں ان کا رویہ تھا تو دوسری طرف ہمارے علاقے میں بھارتی مفادات کے ساتھ روسی مفادات کی قریبی وابستگی کے لئے سویت روس کی حکمت عملی کا افسوس ناک رجحان اس راہ میں حائل رہا۔

(7)

میں اس موقع پر 1960ء اور 1966ء کے درمیان رونما ہونے والے واقعات کا تذکرہ ضروری نہیں سمجھتا۔ جن میں پاکستان براہ راست ملوث رہا۔ اس زمانے میں خاص طور سے 1963ء تا 1964ء اور پھر ستمبر 1965ء کی جنگ کے زمانے تک پاکستان اس صلاحیت کے حصول کے لئے کوشاں رہا جس کے ذریعے وہ عالمی صورت حال کے محرکات کو محسوس کر سکتا... اور بڑی طاقتوں کے ساتھ اپنے تعلقات کی اس نہج کو ترک کر سکتا' جو تنگ نظری' یک رخی اور سب کچھ یا کچھ بھی نہیں کی بنیادوں پر قائم تھی۔

1962ء میں برصغیر کا دورہ کرتے ہوئے ڈاکٹر کسنجر نے کہا تھا کہ پاکستان "PACTITIS" یعنی معاہدوں کے مرض میں مبتلا ہے۔ ان کا یہ کہنا عالمی صورت حال کے گہرے مشاہدے پر مبنی تھا اور اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایک ایسی قومی پالیسی جو عملاً صرف ایک مقررہ رخ پر متحرک ہو نہ اس قوم کے لئے کوئی اثاثہ ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس کے حلیفوں کے لئے۔ لہٰذا خود اپنے فائدے کے لئے اپنے علاقے میں توازن کی بحالی کے عظیم تر مفادات میں' پاکستان نے اپنے سفارتی رابطوں کو چین اور روس کے ساتھ سرگرم عمل کرنے کا فیصلہ کیا اور ان دونوں ملکوں کے ساتھ اگرچہ روابط قائم تھے لیکن ان میں دوستانہ سرگرمی بہت کم رونما ہوتی تھی۔ 1962ء میں بھارت اور چین کے جھگڑے کے دوران پاکستان میں بعض مخصوص مفادات کے ایسے نمائندے موجود تھے۔ جو چاہتے تھے کہ امریکی اسلحہ کو پاکستان کے راستے بھارت پہنچانے کی اجازت دے دی جائے۔ اب اس قسم کے مفادات اور منصوبوں کو ناکام بنانے کا وقت آن پہنچا ہے۔

تاہم اس راہ میں جو حالات' واقعات رکاوٹ بنے ان کے دو رخ تھے۔ اول امریکہ میں' چینی دشمنی کے آسیب میں مبتلا لنڈن جانسن کی انتظامیہ کا پاکستان پر زبردست دباؤ جس کے ذریعے امریکہ پاکستان کی پالیسی میں تبدیلی چاہتا تھا۔ چین کے بارے میں ہر قدم کو امریکی انتظامیہ جس شک و شبے سے دیکھتی تھی۔ اس کی انتہا یہ تھی کہ اس نے اگست 1963ء میں ڈھاکہ ائیر پورٹ کے لئے 43 لاکھ ڈالر کا قرض محض اس لئے معطل کر دیا کہ پاکستان نے چین کے ساتھ شہری ہوابازی کے ایک سمجھوتے پر دستخط کر دیئے تھے صرف یہی نہیں بلکہ اپریل 1965ء میں ایوب خان کو دورہ امریکہ کے لئے دی گئی دعوت کی تنسیخ' جولائی 1965ء میں پاکستان کو امداد دینے والے کنسورشیم کے اجلاس کا التواء 1965ء میں پاک بھارت جنگ کے دوران پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی پر پابندی' جو بھارت کے خلاف نہیں بلکہ براہ راست پاکستان کے مفادات کے خلاف تھی۔ 16 ستمبر 1965ء کو چین کو انتباہ کہ وہ پاکستان کی مدد نہ کرے۔ یہ تمام اقدامات چین کے ساتھ ڈائیلاگ اور دوستی کی پالیسی کی مخالفت میں تھے۔

ہماری راہ میں حائل حالات و واقعات کا دوسرا رخ' اگرچہ پہلے واقعات کے متوازی تھا لیکن دونوں کا منبع تقریباً ایک ہی تھا۔ یہ دوسرا رخ تھا 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں روس کا رویہ اور جنوری 1966ء میں اعلان تاشقند کا اجراء۔

حالات و واقعات کے ان سلسلوں میں سے کوئی ایک بھی پاکستان کی خارجہ حکمت عملی میں کسی الجھاؤ کا سبب نہیں بن سکتا تھا بشرطیکہ ملک کی قیادت بین الاقوامی تعلقات کی پیچیدگیوں کو سمجھنے کے قابل ہوتی اور عارضی ناکامیوں کے باوجود تحمل اور استقامت کا ثبوت دیتی اور پھر ستم ظریفی یہ ہے کہ آئندہ برسوں میں عالمی صورت حال میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کے مطابق خود امریکہ نے چین کے بارے میں پاکستان کی پالیسی کے درست ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ لیکن صد حیف کو پاکستان کی جنتا کی نالائقی کے سبب ملک کو اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ یہ 66-1965ء کا ذکر ہے جب میں نے صدر جانسن کے وزیر خارجہ مسٹر رسک تک یہ بات پہنچائی کہ پاکستان' چین اور امریکہ کے درمیان ایک پل کا کام دے سکتا ہے۔ پھر جب انقرہ میں ڈین رسک کے ساتھ ایک ملاقات کے دوران' ہم نے اس امکان کا جائزہ لیا تو ایوب خان خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اس معاملے میں مداخلت کر کے بیٹھے بٹھائے نقصان نہیں اٹھانا چاہئے۔

(We should not burn our fingures)

میری جانب سے پہلی بار یہ تجویز پیش ہونے کے بعد پانچ انتہائی اہم اور تباہ کن سال گزر گئے اور 1971ء میں جب اپنی انگلیوں کے علاوہ اور بہت کچھ جلا بیٹھے تھے تو یحیٰی خان کی حکومت نے پاکستان کے راستے پیکنگ کے خفیہ

مشن پر ڈاکٹر کسنجر کی پرواز کے انتظامات کئے۔ چین اور امریکہ کے درمیان براہ راست ڈائیلاگ کا آغاز پاکستان کے لئے بجائے خود بہت پر مسرت موقع تھا۔ پیکنگ میں وزیر اعظم چواین لائی نے ڈاکٹر کسنجر سے کہا تھا "اس پل کو فراموش مت کر دینا جس پر سے گزر کر آپ یہاں تک پہنچے ہیں۔" لیکن پاکستان کی جانب سے بدلتے ہوئے حالات بھی مشرقی پاکستان میں خانہ جنگی اور بھارت کے ساتھ سرحدوں پر کھنچاؤ کے سیاق و سباق میں گم کر رہ گئے۔ اس نئی صورت حال نے جس قسم کی خیال آرائیوں کو ہوا دی' ان سے باسانی محفوظ رہا جا سکتا تھا۔ بشرطیکہ روس کو مطمئن کرنے کے لئے متوازی راستے اختیار کئے جاتے۔ چنانچہ اصل واقعات کے پس منظر راولپنڈی کے راستے ڈاکٹر کسنجر کے پیکنگ کے دھماکہ خیز سفر کا فوری نتیجہ' روس بھارت سمجھوتے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس سمجھوتے کا مسودہ گذشتہ تین برس سے زیر غور تھا جس پر اگست 1971ء میں دستخط ہوئے۔ اسی سمجھوتے کے بل بوتے پر بھارت نے نومبر 1971ء میں مشرقی پاکستان پر فوجی چڑھائی کر دی۔

پاکستان اور چین کے باہمی تعلقات مذکورہ حالات کے شدید دباؤ کے علاوہ بھی ہر قسم کے گرم و سرد حالات میں ہمیشہ مستحکم رہے ہیں۔ ان تعلقات کی اصل قوت دونوں فریقوں کا خلوص ہے۔ لیکن دو طرفہ تعلقات کے تصور کی اصل روح یہ ہے کہ پر خلوص باہمی تعلق' دو دلوں کا معاملہ بن کر نہ رہ جائے جن میں احتیاط کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔ اور جو دونوں طرف بوجھ بن جاتا ہے۔

کچھ برس پہلے 1966ء میں اعلان تاشقند کے بعد ایوب خان نے محض ظاہر داری کے لئے بعض کوششیں بھی کیں اور سوویت یونین کی مداخلت پر اس کی تعریف کی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے یہ قدم اگرچہ چین اور روس کے ساتھ دوستانہ تعلق کی ضرورت کے احساس کے تحت اٹھایا تھا لیکن وہ اس بنیادی اصولوں کو سمجھنے سے قاصر رہے کہ دو طرفہ تعلقات کا تصور' دو ملکوں کے مجموعی اور مسلسل باہمی تعلقات کے حاصل کل سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا انحصار کسی ایک واقعے پر نہیں ہوتا۔ میں نے اس سلسلے میں اپنے نقطہ نظر کو سرکاری یادداشتوں میں اس طرح بیان کیا تھا کہ بڑی طاقتوں کے ساتھ اچھے تعلقات کے لئے ہمیں ہر واقعہ اور ہر اقدام پر بھروسہ نہیں کر لینا چاہئے۔ خواہ وہ ہمارے حق میں ہو یا اس کے برعکس' کیوں کہ اس طرح ملکوں کے تعلقات میں کوئی تسلسل ہو گا اور نہ وہ یقینی ہوں گے۔ لیکن اس قسم کے ماحول میں جہاں بین الاقوامی مسائل کے بارے میں پورا رویہ ہی متلون مزاجی کا حامل ہو' وہاں' اس قسم کی عرض داشتوں پر کون کان دھرتا۔ یہاں میں چاہتا ہوں کہ اپنی ذات سے متعلق یہ حقیقت بھی بتا دوں کہ پالیسی میں وقوع پذیر تبدیلی کو دیکھتے ہوئے اور یہ جان لینے کے بعد کہ دو طرفہ تعلقات کے تصور کے بارے میں میری تمام تر وضاحتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوا میں نے وزیر خارجہ کی حیثیت سے 1966ء میں استعفیٰ دے دیا۔

(8)

پچھلے چند برسوں کے دوران، بعض عالمی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اور اپنے تاریخی پس منظر میں ان کی اہمیت ان تین واقعات جیسی ہی ہے جن کا میں نے ابتداء میں ذکر کیا تھا (یعنی اقوام متحدہ کا قیام' نو آبادیاتی نظام کا خاتمہ اور عوامی جمہوریہ چین کا عالمی نقشے پر ابھر آنا) حالیہ برسوں کے اہم واقعات' مختصراً یہ ہیں۔

اول' نہ صرف تیسری دنیا بلکہ مغربی اور سوشلسٹ ملکوں میں قومی پرستی کا احیاء دوم' یورپ' جاپان' سوشلسٹ دنیا اور تیل پیدا کرنے والے ملکوں میں حالیہ مشکلات کے باوجود اقتصادی خوشحالی کے حصول میں کامیابی جس کے باعث طاقت کے محور بکھر گئے ہیں۔ سوئم' ایٹمی قوت کے میدان میں مساوی سطح پر آنے کے بعد امریکہ اور روس کے درمیان' دیتان کی پالیسی' ان تمام واقعات نے ایک ایسی معروضی عالمی صورت حال کو ختم کر دیا ہے جس میں دو طرفہ تعلقات کا نظریہ ہی وہ میدان رہ گیا ہے۔ جس پر ایک ترقی پذیر قوم بڑی طاقتوں کے ساتھ اپنے تعلقات کی بنیاد رکھ سکتی ہے۔ اس دور میں جہاں تک پاکستان کے تجربے کا تعلق ہے تو 1971ء کے تباہ کن واقعات کے بعد اس نے دوبارہ زندگی حاصل کی ہے۔ اور اسی احیاء کے باعث میں ان اصولوں کے اجزائے ترکیبی پر بحث کر رہا ہوں۔ جن اصولوں کو میں ایک قابل عمل خارجہ حکمت عملی سمجھتا ہوں۔

مستقل بنیادوں پر صاف ستھرے دو طرفہ تعلقات کے قیام کے لئے ایک بنیادی شرط غیر جانبداری کا عنصر ہے۔ وہ اس لحاظ سے کہ ایسے تعلقات' متعلقہ ملکوں کے مشترکہ قومی مفادات کے دائرے میں محدود ہوتے ہیں اور ان حدوں سے اس طرح تجاوز نہیں کیا جا سکتا کہ کسی تیسرے ملک کے مفادات مجروح ہوں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک چھوٹے ملک اور ایک عالمی طاقت کے درمیان ایسی صورت میں دو طرفہ تعلقات کیسے قائم رہ سکتے ہیں جب کسی چھوٹے ملک کے قومی مفادات کسی خاص صورت حال میں عالمی طاقت کے شاطرانہ اور عسکری تدابیر سے متصادم ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ متعلقہ بڑی طاقت کے ساتھ براہ راست گفت و شنید کے ذریعے' نقطہ اختلاف کو الگ تھلگ کر کے ایک قابل عمل مساوی توازن دریافت کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ متصادم مفادات کو دوسرے مشترکہ مفادات سے علیحدہ کرنے کے لئے دونوں فریقوں کو کسی لاگ لپیٹ کے بغیر' کشادہ دلی اور ایک دوسرے کے لئے مساوی جذبات سے کام لینا ہو گا۔ اور یوں نقطہ اختلاف کو براہ راست اور بے مقصد تصادم سے زیادہ سے زیادہ دور رکھ کر' چھوٹا ملک اپنے مئوقف کو درست ثابت کرنے کی آزادی برقرار رکھ سکتا ہے۔ یہ کام وہ عالمی رائے عامہ کی اخلاقی حمایت حاصل کر کے کر سکتا ہے جو متعلقہ بڑی طاقت کو اس بات پر مائل کر سکتی ہے کہ وہ اپنے ہی آزادانہ مفاد میں اپنی پوزیشن تبدیل کرے۔

اس قسم کے تعلقات میں ایک طرح کی درجہ بندی یا حفظ مراتب کا عنصر بھی کم سے کم دباؤ اور کشیدگی کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ اس درجہ بندی کا انحصار اس بات پر ہے کہ ایک ملک اہم بین الاقوامی مسائل پر' جن میں وہ براہ راست ملوث ہو' اصولوں کی بنیاد پر کیا موقف اختیار کرتا ہے۔ اور ان اصولوں کی بناء پر دوسروں کی نظروں میں اس کا وقار کتنا ہے۔ اگر ایک ملک اس امداد اور تعاون کو نظرانداز کر کے جو اسے ایک بڑی طاقت سے حاصل ہوا ہو' اس کے ساتھ ویسے ہی خوشگوار اور راست بازی کے تعلقات استوار کرے جیسے تعلقات اس دوسری طاقت کے ساتھ ہوں جس نے امداد اور تعاون سے ہاتھ کھینچ لیا ہو۔ تو ایسے ملک کا کوئی وقار نہیں رہتا اور وہ اپنا بھرم کھو بیٹھتا ہے۔ جب کوئی مختلف شعبوں میں باہمی تعاون کے لئے یہ شرط عائد نہیں کرتا کہ متنازع مسائل پر ضرور اس کی حمایت کی جائے تو دوسرے الفاظ میں وہ یہ اعلان بھی نہیں کرتا کہ ایسی حمایت کا بین المملکتی تعلقات کی قربت ان میں گرمجوشی کی حد اور ان کی گہرائی سے کوئی واسطہ نہیں۔

دو طرفہ تعلقات کے اجزائے ترکیبی میں دونوں فریقوں کا باہم سلوک و معاملات میں مساویانہ طرز عمل ایک لازمی جزو ہے۔ جب ایک چھوٹا ملک کسی بڑی طاقت کے ساتھ اپنے تعلقات میں استقامت کا خواہاں ہوتا ہے۔ جب وہ ایک ملک کے ساتھ اپنے تعلقات کو کسی دوسرے ملک کے ساتھ قائم شدہ تعلقات کی حدود اور وسعت میں خلل انداز نہیں ہونے دیتا اور جب وہ بڑی طاقتوں کی باہم آویزش میں طے شدہ جانبداری سے احتراز کرتا ہے تو پھر وہ دوسری جانب سے بھی اسی قسم کے مساویانہ طرز عمل کی توقع کرتا ہے۔ یہ بین المملکتی تعلقات میں کسی پالیسی کی پابندی یک طرفہ نہیں ہو سکتی۔ دو طرفہ تعلقات میں یہ کوئی انصاف نہیں کہ چھوٹا ملک تو اپنے آپ پر قانون نفس کشی نافذ کرے اور دوسرا فریق جواباً" اس قسم کا کوئی قدم نہ اٹھائے۔ اس قسم کے تعلقات میں بعض اساسی اصولوں سے دونوں ملکوں کے مابین سمجھوتہ لازم ہے۔ ورنہ چھوٹے ملک کی حیثیت محض ایک قابل رحم طفیلی کی رہ جائے گی۔ اور دو طرفہ تعلقات کا نظریہ اپنی اصلیت گنوا کر' ایک مہلک جانبداری کی حیثیت اختیار کرے گا۔

دو ملکوں کے درمیان مساویانہ باہمی طرز عمل کی کم سے کم ناقابل تخفیف مثال یہ ہو سکتی ہے کہ ایک دوسرے کے علاقائی حدود اور خود مختاری کا احترام کیا جائے اور ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں دخل اندازی نہ کی جائے۔ یہ اصول کسی وضاحت کے محتاج نہیں اور دنیا میں ایسے بہت کم ممالک ہوں گے جو ان اصولوں کو تسلیم نہیں کرتے جو اقوام متحدہ کے چارٹر میں بھی موجود ہیں۔ اور بنڈونگ کانفرنس (1955ء) کے عالمی امن و تعاون کے اعلان کے علاوہ دیگر بین الاقوامی ضابطوں میں کئی مقامات پر ان اصولوں کا اعادہ کیا گیا تھا۔ لیکن دنیا میں ایسے چند ملک موجود ہیں جنہوں نے ان اصولوں کی توثیق نہیں کی ہے۔ یہ بات ناقابل فہم ہے کہ آخر دو ملک اس وقت تک

آپس میں کسی قسم کے تعلقات کیسے قائم کر سکتے ہیں جب تک وہ ایک دوسرے کی جغرافیائی سرحدوں کو تسلیم نہیں کرتے' ایک دوسرے کی خود مختاری کا احترام نہیں کرتے اور ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہ کرنے کی پابندی قبول نہیں کرتے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ دو طرفہ تعلقات میں ان ذمہ داریوں کا بوجھ چھوٹے ملک کی نسبت بڑی طاقت پر زیادہ ہوتا ہے اس لئے کہ چھوٹے ملک کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ بڑی طاقت کی جغرافیائی سرحدوں پر معترض ہو یا اس کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرے۔ ہو سکتا ہے کہ بڑی طاقت بھی بجائے خود اس قسم کی کارروائی نہ کرے لیکن وہ ایسی صورت حال میں خاموش رہ کر ایسی کارروائیوں کی حوصلہ افزائی کر سکتی ہے جس سے چھوٹے ملک کے علاقائی استحکام یا اپنے معاملات خود طے کرنے کے حق کے بارے میں شک و شبہ پیدا ہوتا ہو۔

چھوٹے ملک کے لئے باہمی تعلقات سے ان مسائل کو علیحدہ کرنا جن پر دونوں ملکوں کے نقطہ نظر میں اختلاف ہو اور انہیں اس حد تک پھیلنے سے روکنا کہ وہ ان شعبوں پر اثر انداز نہ ہونے لگیں۔ جہاں باہمی مفاہمت موجود ہو' ایک بات ہے لیکن ایسے بنیادی معاملات میں جن کا تعلق علاقائی استحکام' یا سیاسی آزادی سے ہو' سر تسلیم خم کر دینا یا طمانچے کے لئے دوسرا گال حاضر کر دینا یکسر جدا چیز ہے۔ کوئی ملک ایسی مخالف طاقتوں کے ساتھ دو طرفہ تعلقات پر فخر نہیں کر سکتا۔ جن کی پالیسی اس کے اپنے بنیادی مفادات سے متصادم ہوں۔ اس کے علاوہ غیر مساوی بین الاقوامی حیثیت کے دو ملکوں کے درمیان دو طرفہ تعلقات میں "جو دو' وہی لو" قسم کی مساوات بھی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ ایک ملک کا بین الاقوامی دائرہ اثر زیادہ وسیع ہے اور وہ کہیں زیادہ قوت پر اختیار رکھتا ہے لہٰذا دوسرے ملک کے دوستانہ تعاون کے مقابلے میں اسے (زیادہ قوی ملک کو) اپنی جانب سے کچھ زیادہ حصہ دینا پڑے گا۔ ایسا ہر عمل جس کا مقصد اس حصہ کی ادائیگی کو روکنا ہو' ایک جچے تلے جوابی اقدام کو دعوت دے گا۔ ایسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ تعلقات ختم نہ ہوں لیکن اس کے لازمی نتائج ضرور بر آمد ہوں گے۔ اور پھر تعلقات کا انداز بھی مختلف ہو گا۔

(9)

اس وقت ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دو طرفہ تعلقات کے نظریئے پر قائم خارجہ حکمت عملی میں' ایک بڑی طاقت اور ایک ترقی پذیر قوم کا دفاعی معاہدہ برقرار رہ سکتا ہے۔ اس کا جواب اثبات میں ہے تاہم یہ سوال پریشان کن ثابت ہو سکتا ہے اگر بڑی طاقتوں کی ان سالہاسال کی کوششوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ جن کی پشت پر عالمی رائے عامہ کے مشوروں اور اپیلوں کا شدید دباؤ بھی رہا ہے۔ چونکہ بڑی طاقتوں کی ان تمام کوششوں کا مقصد عالمی طاقتوں کے درمیان آویزش کا کوئی عملی تصفیہ دریافت کرنا تھا اور چونکہ ان طاقتوں کے درمیان اچانک جنگ چھڑ جانے کا خطرہ' جس کا نتیجہ دنیا کی مکمل تباہی ہوتا' اب حقیقت سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے عالمی جنگ کے خطرے کے مفروضے پر کسی بڑی طاقت کے ساتھ دفاعی سمجھوتے میں شامل کسی دوسرے ملک کے لئے ایسی کوئی فوری اور ناگزیر وجہ باقی نہیں رہی کہ وہ اپنی تمام تر سفارتی کوششوں اور سمجھوتوں کو تعاون اور امن کے لئے وقف کر دے۔ یہ حقیقت حال ہر ملک پر صادق آتی ہے۔ خواہ وہ دو طرفہ تعلقات کا نظریہ اختیار کرے یا نہ کرے۔

اس کے علاوہ بھی بین الاقوامی صورت حال میں بعض ایسی تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔ جو فریقین کے لئے مساوی طور پر فوجی معاہدوں کی تعریف پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ پندرہ برس پہلے بین البراعظمی بیلسٹک میزائل کی ایجاد نے جنگ حکمت عملی میں تبدیلیاں پیدا کیں اور اس کے نتیجے میں محیط دفاعی انتظامات کا قدیم تصور بھی بدل گیا اور یوں ان فوجی معاہدوں کی اہمیت بھی ختم ہو گئی جو اس تصور سے ہم آہنگ تھے۔ ان بدلے ہوئے حالات میں فوجی معاہدوں کو وجود میں لانے والے یا مختلف ملکوں کو ملا کر انہیں مکمل طاقت کے یونٹوں میں تبدیل کرنے والے عالمی طاقتوں کے محرکات کا نقشہ بھی لامحالہ زبردست تبدیلیوں سے دوچار ہوا ہے۔ دو طرفہ تعلقات کا نظریہ' اس تبدیلی کا محرک نہیں بلکہ اس کی پیداوار ہے۔

دو طرفہ تعلقات کا نظریہ 'فوجی معاہدوں کے ساتھ بے جوڑ نہیں ہے اور اس دعوے کو اس واضح حقیقت سے تقویت حاصل ہوتی ہے کہ فوجی معاہدے کسی بھی فریق کو تمام شعبوں میں دو ٹوک احکامات کا پابند نہیں کرتے یہ معاہدے چھوٹے ملک کو ایسے تنگ اور دشوار راستے کا پابند نہیں کرتے جس سے انحراف کی اسے اجازت نہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو ڈپلومیسی اپنے اخلاقی پہلو اور نصب العین سے عاری ہو جائے گی۔ لہٰذا دونوں حلیفوں کے لئے اپنے اپنے قومی مفادات کے مطابق ڈپلومیسی پر عملدر آمد کے لئے بہت کافی گنجائش موجود ہے۔ غیر معمولی اور پریشان کن صورت احوال کو برداشت کرنے یا اس سے بچنے کے لئے ایک معاہدے میں دونوں فریقوں کے مفادات کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ تاہم ایسی صورت میں بھی ایک دوسرے کے لئے مصالحت اور مفاہمت کی گنجائش مساوی سطح پر نہیں ہو سکتی۔ ایک عظیم طاقت کے بنیادی مفادات کا تحفظ تو اس کی اپنی عظمت کے ذریعے ہی ہو جاتا ہے جب کہ وہ چھوٹا ملک جو معاہدے میں اس کا حلیف ہے' اس کے مفادات معاہدہ نہ ہونے کی صورت خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔ اگر چھوٹا ملک اپنے گہرے خدشات فراموش کئے جانے پر خاموشی اختیار کرے اور ایک تابع فرمان کی حیثیت قبول بھی کرے تب بھی اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تغیر پذیر بین الاقوامی حالات میں' بڑی طاقت کسی مرحلے پر یہ فیصلہ کر لے کہ معاہدہ فرسودہ اور ناقابل عمل ہو چکا ہے۔

اس سے دو نتائج نکلتے ہیں' اول یہ کہ دو طرفہ تعلقات کا نظریہ کسی بھی لحاظ سے بڑی طاقتوں کے ساتھ دفاعی معاہدوں کو رد نہیں کرتا۔ دوم یہ کہ دو

طرفہ تعلقات کے موقف اور کسی معاہدے سے وابستگی کا امتزاج کر دینے سے بین الاقوامی امور میں عملی دشواریاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ دشواریاں ان حالات میں بڑھ جاتی ہیں جہاں ایک خاص معاہدے کا نظام یا تنظیم' جو اپنے ارکان کے درمیان دو طرفہ معاہدوں یا مفاہمت سے الگ تھلگ ہو اس لگاؤ اور قوت سے محروم ہو جائے جو ایک مختلف تاریخی صورت حال میں اس کے لئے متعین کی گئی ہو۔ دو طرفہ تعلقات کے نظریہ کا مقصد یہ ہے کہ اول تو ایک معاہدے کے ان اصولوں کو مضبوطی سے تھام لیا جائے جو عالمی حالات میں رونما ہونے والے تمام تر تغیرات میں بھی اپنی معنویت اور افادیت سے محروم نہ ہوں۔ اور ان اصولوں کے تحت عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مساویانہ طرز عمل کے جذبے سے پورا کیا جائے۔ دوئم یہ کہ معاہدے کا وہ حصہ جسے یہ اصول احاطہ نہیں کرتے اسے علیحدہ کر دیا جائے۔ اور اس سلسلے میں ملک کے اپنے اختیارات کو بروئے عمل لایا جائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عمل کا انحصار کس بات پر ہے؟

(10)

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ایک ملک کا بنیادی محرک اس کا اپنا قومی مفاد ہوتا ہے لیکن جب کوئی بین الاقوامی مسئلہ اس مفاد سے متصادم ہو کر بے یقینی یا شک وشبے کی ایسی فضا قائم کر دے جس میں وہ قومی مفاد بجائے خود متنازعہ فیہ بن جائے تو پھر انصاف کے لئے واحد معیار اس مسئلے کا اصل حسن وقبح رہ جاتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تنازعے کا ہر فریق یہ سمجھتا ہے کہ تنازعے کی تمام باتیں اس کے حق میں ہیں تاہم میرا دعویٰ ہے کہ یہ کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بنا پر مایوس ہو کر اس پیمانے ہی کو رد کر دیا جائے۔ مسائل وواقعات کو ان کے اپنے محاسن وعیوب کی روشنی میں پرکھنے کے لئے ہمارے سامنے حقیقی اور عملی معیار موجود ہیں۔ (الف) بین الاقوامی قانون کے تسلیم شدہ اصول' (ب) اقوام متحدہ کی قراردادیں' (ج) میثاق کے تحت عائد ذمہ داریاں' (د) تنازعہ کے بارے میں ایک فریق کے موجودہ نقطہ نظر' کہ اس کے گزشتہ اعلانات اور بیانات' اور ملتے جلتے تنازعوں کے بارے میں دوسرے ملکوں کے تسلیم شدہ موقف سے اختلاف یا مطابقت' (ہ) اور جب دوسرے کسی معیار کے تحت کوئی واضح فیصلہ نہ ہو سکے تو تنازعے کے تصفیے کے لئے علاقائی سطح پر قائم کی جانے والی مشینری کی سفارشات۔

ان اصولوں پر اقوام متحدہ کے فلسفہ قانون میں بالتفصیل بحث کی جا چکی ہے لہٰذا ان کی مزید وضاحت ضروری نہیں۔ یہ درست ہے کہ بہت سے معاملات میں عالمی تنظیم کی کوششیں لاحاصل رہی ہیں۔ یہ بھی درست کہ اس ادارے کے موثر ہونے کے بارے میں دنیا کے اعتماد کو بڑا دھچکا لگا ہے تاہم اقوام متحدہ کی بے بضاعتی بھی اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ بین الاقوامی تنازعوں کے تصفیے کے لئے تنازعے کے اپنے حسن وقبح کے سوا کوئی اصول اختیار کیا جائے۔ اگر اقوام متحدہ کی سفارشات اور فیصلے کسی بین الاقوامی صورت حال کو مقصد کی بحالی سے ہم آہنگ نہ کر سکیں' تب یہ نصب العین عوامی تحریکوں اور تاریخی عوامل کے بروئے کار آنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے لئے بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ اقوام متحدہ سرگرم عمل ہو یا نہ ہو' بین الاقوامی امور کو صرف ان کے اپنے حسن و قبح کے خطوط پر چلایا جا سکتا ہے طاقت کی سیاست کسی حقیقت کو توڑ مروڑ سکتی ہے' ارتقاء کی رفتار کو سست کر سکتی ہے۔ لیکن آج کا دور بھی جس میں کشمیر اور فلسطین کی حوصلہ شکن مثالیں ہیں یہ بات قطعی طور پر ثابت نہیں کر سکا ہے کہ طاقت کی سیاست کی دروغ بافیاں بالآخر تار عنکبوت ثابت نہیں ہوں گی۔

پاکستان کے موجودہ مسائل کی دو مختلف مثالیں اس ضمن میں مناسب نظر آتی ہیں۔ اول' ریاست جموں وکشمیر کے مستقبل کے بارے میں بھارت کے ساتھ ہمارا تنازعہ' اس مسئلے پر ہم ایک موقف پر قائم ہیں اور ایسا کوئی موقف اختیار نہیں کریں گے جو تنازعے کے اپنے حسن وقبح کے حقیقی معیار سے مطابقت نہ رکھتا ہو' دوسرا مسئلہ جو اتنا تکلیف دہ نہیں اور نہ ہی تنازعہ کشمیر کی طرح طویل ہے' وہ ہے پاکستان کے لئے "ہیوی واٹر" کی سہولتوں اور ایٹمی ری پراسسنگ پلانٹ کے حصول کا مسئلہ' مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان کی اس ضرورت کو امریکہ کے بعض عناصر نے یکسر غلط طور پر سمجھا ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ ان عناصر کی مخالفت' پانچ ایٹمی طاقتوں کے دائرے سے باہر ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ پر گہری تشویش کے سبب ہے۔ پاکستان بھی اس تشویش میں شامل ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ پر پاکستان کے اندیشوں کا سبب' اس مسئلے پر کسی بھی حلقے کی انتہائی ہمدردانہ رائے سے زیادہ وزنی ہے۔ ہم رضاکارانہ طور پر بار بار اور بہت واضح الفاظ میں یقین دہانیاں کرا چکے ہیں کہ ہمارے ایٹمی پروگرام کے مقاصد پرامن ہیں۔ مبادا یہ سمجھا جاتا کہ یہ سب کچھ محض زبانی وعدے ہیں' ہم نے اس منصوبے کے ہر ایک مرحلے پر ایٹمی توانائی کی بین الاقوامی ایجنسی کے عائد کردہ ضروری تحفظات کو قبول کر لیا۔ بلکہ ہم اس سے بھی دو قدم آگے گئے اور ری پراسسنگ پلانٹ فراہم کرنے والے ملک' فرانس کی وہ انتہائی کڑی شرائط بھی منظور کر لیں جو ایٹمی سامان برآمد کرنے والے سات ملکوں کے اختیار کردہ رہنما اصولوں کے عین مطابق ہیں۔ اس پلانٹ کی سپلائی کے لئے ہونے والے معاہدوں کے ساتھ بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے بورڈ آف گورنرز کی اتفاق رائے کی منظوری سے سہ طرفہ تحفظات کا معاہدہ ہوا تھا۔ بہرحال' ہم پہلے بھی کینیڈا اور وفاقی جمہوریہ جرمنی کے ساتھ' ایک ایٹمی ری ایکٹر اور ایک چھوٹے ہیوی واٹر پلانٹ کے استعمال کے سلسلے میں تمام مناسب احتیاطی تقاضوں کو پورا کر چکے ہیں۔ اپنے ایٹمی منصوبوں کے صرف اور صرف پرامن استعمال کے بارے میں ہمارے وعدے کی بحالی میں اس

سے بڑھ کر اور کیا دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔

لہٰذا اپنے پر امن ایٹمی پروگرام میں پاکستان کا آگے بڑھنا' ایٹمی اسلحہ کے پھیلاؤ کے حوالے سے کوئی خاص واقعہ نہیں' اس کے باوجود اسے ایک غیر معمولی واقعہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جب کہ اسرائیل' جنوبی افریقہ اور بھارت کے بے قید و بے لگام ایٹمی پروگرام معمول کے مطابق قرار دیئے جاتے ہیں۔ یہ ہے مسئلے کو اس کے حقیقی حسن وقبح پر پرکھنے کے اصول کا حشر اور اس کے ذمہ دار وہ ہیں جو خود ان اصولوں کے علمبردار بنتے ہیں اور بظاہر ان سے روگردانی پسند نہیں کرتے۔ بھارت پہلے ہی عین ہماری سرحدوں پر ایٹمی دھماکہ کر چکا ہے اب اس کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس نے متعدد ایٹمی دھماکے کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ بھارت کی موجودہ ایٹمی صلاحیت جس خام مواد اور ٹیکنالوجی سے تعمیر ہوئی ہے وہ اس نے کینیڈا سے ملنے والے ری ایکٹر اور امریکہ کے فراہم کردہ 'ہیوی واٹر' سے حاصل کی ہے اور یہ دونوں سہولتیں بھارت کو ضروری تحفظات کے بغیر فراہم کر دی گئی تھیں۔ کیا یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس معاملے میں جانب داری یا امتیازی سلوک نہیں برتا گیا؟ کیا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ بڑی طاقتوں کی ایٹمی اجارہ داری کو عالمی توازن اور امن کے مفادات میں منصفانہ طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔ نہ صرف پاکستان بلکہ وہ تمام ملک جو ایٹمی ہتھیاروں کے مالک نہیں' اس ضمن میں کسی معقول یقین دہانی کا بڑی خوش دلی سے خیر مقدم کریں گے۔

دو طرفہ تعلقات کا نظریہ اختیار کرنے سے پہلے پاکستان کی خارجی پالیسی ایک طرف اپنے بدترین دور میں تلون مزاجی کا شاہکار تھی تو دوسری طرف ایک بھولی بسری نظریاتی اساس پر سودمندانہ حقیقت پسندی کا پیوند۔ دو طرفہ تعلقات کے اصول کو اختیار کر لینے کے بعد پاکستان اپنے سفینے کو ان ناقابل اعتبار ساحلوں کے پوشیدہ خطرات اور منجدھار کی طغیانیوں سے صحیح و سالم نکال لایا ہے جو آج کے پیچیدہ دور میں ان تمام ملکوں کی راہ کا مقدر ہیں جن کی جغرافیائی حیثیت عالمی سیاست کی بساط پر کسی خاص اہمیت کی حامل ہو۔ دو طرفہ تعلقات کا نظریہ اس بحر متلاطم میں وہ سمت نما ہے جو منزل کی جانب سے سفینے کا رخ متعین کرتا ہے۔ اور پھر اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ اصول اختیار کر لینے سے پاکستان کو بین الاقوامی معاملات میں امانت و دیانت کے بارے میں اسلام کے احکامات پر حتی الامکان عمل پیرا ہونے میں مدد ملی ہے۔ یہ احکامات ابدی ہیں۔

دستخط

ذوالفقار علی بھٹو

راولپنڈی- 30 اکتوبر 1976ء

(11)

اگر ایک ترقی پذیر قوم بڑی طاقتوں کے مابین کسی تنازعے کے جاری رہنے یا اس کے شدت اختیار کر لینے سے وابستہ مفادات کو واضح طور پر ترک کر دیتی ہے تو اس سے بڑی طاقتوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بھی غیر متوازن علاقائی حالات کو خاموشی کے ساتھ درست قرار دینے یا انہیں مزید خراب کرنے کی پالیسی اختیار نہ کریں۔ صرف اسی طرح بڑی طاقت اور ترقی پذیر قوموں کے مابین دو طرفہ تعلقات' باہم کشیدگی سے پاک رہ سکتے ہیں صرف اسی طرح اصولوں کا وہ ڈھانچہ مستحکم ہو سکتا ہے جس میں رہتے ہوئے ایک ملک کسی بڑی طاقت پر بوجھ بنے بغیر' اپنی شراکتوں کو نقصان پہنچائے بغیر اور اپنی ذمہ داریوں کو روکئے بغیر خارجہ معاملات میں اپنے مقاصد کے لئے کوشاں ہو سکتا ہے۔ دو طرفہ تعلقات کا نظریہ' کسی نمود و نمائش کے بغیر یہ ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ خواہ افراد کا معاملہ ہو یا ملکوں کا کوئی ایسا ضابطہ کار بہرحال ممکن نہیں جو تمام تغیر پذیر حالات اور مستقبل میں کسی بھی وقت اچانک رونما ہونے والے واقعات کا احاطہ کر سکے۔

لہٰذا پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے کسی بنیاد کی ضرورت ہو تو ہمیں کسی عالمگیر سچائی کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ''تم انہیں ان کے پھلوں سے پہچان لو گے۔''

ضمیمے

شعبہ کابینہ، وزارت امور خارجہ اور وزارت اطلاعات کی فراہم کردہ دستاویزات

-1 اقوام متحدہ میں چین کی نمائندگی کا مسئلہ: پاکستان کا گزشتہ ریکارڈ
-2 تائیوان کی قانونی حیثیت: 1958ء میں پاکستان کا نقطہ نظر
-3 روس کی جانب سے دعوت نامہ اور 1949ء میں پاکستان کا جواب
-4 اسلامی ملکوں کی صلاحیتوں کا ایک اندازہ (1956ء اور 1958ء میں)
-5 خارجہ پالیسی پر دسمبر 1958ء میں کابینہ کے مباحثہ کا خلاصہ
-6 چیئرمین نکیتا خروشچیف کی پاکستان پر حملہ کی دھمکی
-7 امریکی کانگریس میں 12 جولائی 1961ء کو صدر ایوب خان کی تقریر سے اقتباس
-8 "شمال کی جانب سے خطرہ" اور ہندوستان کے ساتھ مشترکہ دفاع پر صدر ایوب خان کے بیانات
-9 چین اور ہندوستان کا تصادم: پاکستان پالیسی میں تبدیلی
-10 لداخ میں صورت حال پر اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے سربراہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے خطوط بنام صدر ایوب خان اور وزیر خارجہ جناب منظور قادر
-11 لداخ کے متعلق اپنے پہلے بیان سے صدر ایوب خان کی روگردانی
-12 پاکستان کے مستقل نمائندے کی جانب سے صدر سلامتی کونسل کی نام 3 دسمبر 1959ء کے مراسلے سے اقتباس
-13 اقوام متحدہ میں چین کی نمائندگی: پاکستانی پالیسی میں تبدیلی
-14 پاکستان کی خارجہ پالیسی پر نومبر 1960ء میں کابینہ کے مباحثہ کا خلاصہ
-15 تیل کی تلاش کے سلسلے میں امداد کے لئے ماسکو کے مجوزہ دورے کے بارے میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کا اعلان
-16 وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی طرف سے صدر ایوب خان کے نام ڈھاکہ سے 11 مئی 1966ء کو سیکرٹری امور خارجہ کی وساطت سے بھیجی گئی یادداشت سے اقتباسات
-17 وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تحریر کردہ سرکاری یادداشتوں سے اقتباسات - 1966ء

ضمیمہ (1)

اقوام متحدہ میں چین کی نمائندگی کا مسئلہ
پاکستان کا گذشتہ ریکارڈ

عوامی جمہوریہ چین کا قیام یکم اکتوبر 1949ء کو اس وقت عمل میں آیا جب چینی کیمونسٹوں نے چیانگ کائی شک کی فوجوں کو فیصلہ کن شکست دے دی۔ پاکستان نے 4 جنوری 1950ء کو عوامی جمہوریہ چین کی مرکزی عوامی حکومت تسلیم کر لی اور اس حکومت کو تسلیم کرنے والی اولین قوموں میں شامل ہو گیا۔ اسی سال جب اقوام متحدہ میں چین کی نمائندگی کا سوال جنرل اسمبلی کے اجلاس میں پیش کیا گیا' اور ہندوستان نے یہ قرارداد پیش کی کہ عوامی جمہوریہ چین کی مرکزی عوامی حکومت اقوام متحدہ میں چین کی نمائندگی کرے تو پاکستان نے اس قرارداد کے حق میں ووٹ دیا۔ البتہ قرارداد کو اکثریت کی حمایت حاصل نہیں ہو سکی۔

اس کے بعد 1951ء سے 1960ء تک اس معنی کی کوئی تحریک براہ راست صورت میں تو جنرل اسمبلی کے سامنے پیش نہیں ہوئی تاہم یہ مسئلہ مسلسل زیر غور رہا' لیکن جنرل اسمبلی کے ہر سالانہ اجلاس میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے اس پر غور و خوض ملتوی رکھنے کا مطالبہ کیا۔

جنگ کوریا کے بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے 1951ء میں یہ قرارداد پیش کی کہ چین کو کوریا میں حملہ آور قرار دیا جائے۔ اس قرارداد پر پاکستان نے ووٹ دینے سے اجتناب کیا۔ اسی طرح 1952ء میں جب ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے چین کی نمائندگی کے سوال پر غور و خوض ملتوی رکھنے کے لئے جنرل اسمبلی میں ایک قرارداد پیش کی تو پاکستان نے اس پر بھی ووٹ دینے سے اجتناب کیا۔ البتہ 1953ء میں جنرل اسمبلی میں پاکستانی وفد نے اس مسئلہ پر غور و خوض ملتوی رکھنے کی قرارداد کی حمایت میں ووٹ دیا حالانکہ اسے ووٹ دینے سے اجتناب کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ 1954ء میں پاکستان سیٹو کا رکن بن گیا اور اس کے بعد سے چین کی نمائندگی کے سوال پر اس کے رویئے میں تبدیلی آ گئی جس میں حقیقت حال' حکومت چین کو تسلیم کرنے کے خود اس کے اپنے فیصلے اور ایشیائی و افریقی ارکان کے جذبات و احساسات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا تھا۔ اس کے بعد بھی متواتر کئی سال یہی کیفیت رہی۔

1957ء میں پاکستان نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی قرارداد میں معمولی تبدیلی کے باعث طریقہ کار کی آڑ لے کر پہلے تو اس قرارداد پر ووٹ دینے سے اجتناب کیا تھا' لیکن بعد میں جب امریکہ نے پاکستانی وفد کو جس کی قیادت وزیر خارجہ کر رہے تھے اور جس میں سیکرٹری وزارت خارجہ بھی شامل تھے' سفارتی دھمکی دی تو پاکستانی وفد نے دوسرے ہی دن ووٹ بدل دیا اور کہا کہ اس نے اس قرارداد کی حمایت میں ووٹ دیا تھا' جس کا مقصد چین کی قانوناً جائز حکومت کو اپنے ملک کی نمائندگی کرنے سے روکنا تھا۔ اس نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو بتایا کہ گذشتہ ووٹ غلط ریکارڈ کیا گیا تھا۔ اسمبلی کی کارروائیوں کے دوران دیئے جانے والے ووٹ کو یکسر بدل دینا ایک بہت ہی غیر معمولی بلکہ ہتک آمیز بات ہے۔ بہرحال بڑی طاقتوں کے ساتھ اپنے تعلقات کے اس زمانے میں پاکستان نے اس مسئلے پر اپنا یہی افسوس ناک موقف قائم رکھا۔

ضمیمہ (2)

تائیوان کی قانونی حیثیت
1958ء میں پاکستان کا نقطہ نظر

چین کے دفتر خارجہ نے 22 ستمبر 1958ء کو ایسے وقت جب کہ تائیوان کے بارے میں چین اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہو چکی تھی' حکومت پاکستان کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں بتایا گیا کہ اگرچہ پاکستان نے اکثر بین الاقوامی معاملات میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا ساتھ دیا ہے اور چین' پاکستان کی خارجہ پالیسی میں کسی بڑی تبدیلی کی توقع نہیں رکھتا تاہم وہ تائیوان کی حیثیت کے تنازعہ میں ایک ایشیائی قوم کی حیثیت سے پاکستان کا رویہ معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اس کا کوئی واضح جواب دینے کی بجائے جو تائیوان کے متعلق چین کے جائز دعوے سے مطابقت رکھتا اور جس میں اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہو تاکہ خود چیانگ کائی شیک' دو چین کا نظریہ نہیں مانتا یا حکومت تائیوان کی حیثیت سے اسے علیحدہ تسلیم کئے جانے کی کوئی کوشش نہیں کرتا' پاکستان نے یکم اکتوبر 1958ء کو اپنے جواب میں اس بات پر زور دیا کہ اس نے تائیوان کی حکومت کو واقعتاً" یا قانوناً کسی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا ہے۔ پاکستان نے اپنے اس جواب میں یہ بھی کہا کہ کسی فریق کو ایسا کوئی اقدام نہیں کرنا چاہئے جس سے عالمی یا علاقائی امن کو خطرہ پیدا ہو۔

اس جواب کا خصوصاً وہ حصہ قطعی دورخی پالیسی پر مبنی تھا جس میں کہا گیا تھا کہ "فارموسا پر اقتدار کے بارے میں قانونی حیثیت واضح نہیں ہے' لہٰذا یہ مسئلہ پرامن مذاکرات کے ذریعے طے کیا جانا چاہئے اور مقامی باشندوں کی خواہشات کا مناسب لحاظ رکھنا چاہئے۔"

یہ آخری جملہ چین کو ناراض کرنے کے لئے خواہ مخواہ شامل کیا گیا تھا اور اس بات کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا تھا کہ ایک ایسے زمانے میں جب کہ ہندوستان' چین کے ساتھ بڑی گرمجوشی ظاہر کر رہا تھا چین نے کشمیر کے بارے میں لچکدار رویہ اختیار کر رکھا تھا۔

ضمیمہ (3)

روس کی جانب سے دعوت نامہ اور 1949ء میں پاکستان کا جواب

روس نے وزیراعظم پاکستان اور بیگم لیاقت علی خان کو ماسکو کا دورہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ یہ دعوت نامہ منظور کر لیا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ روسی سفیر متعینہ ایران نے سفیر پاکستان مسٹر غضنفر علی خان کے توسط سے یہ دعوت نامہ جناب لیاقت علی خون کو اس زمانے میں پہنچایا تھا جب وزیراعظم نے تہران کا حالیہ دورہ کیا تھا۔

پاکستان کے وزیر امور خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے بدھ کی شام ایک پریس کانفرنس میں اس دعوت نامہ اور اس کی منظوری کا سرکاری اعلان کیا۔

اس سوال کے جواب میں کہ آیا وزیراعظم کے دورہ ماسکو سے روس اور پاکستان کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہو جائیں گے' وزیر خارجہ نے کہا کہ یہ دونوں ممالک سفارتی نمائندوں کے تبادلے پر پہلے ہی رضامند ہو چکے ہیں' لیکن پاکستان میں "عملہ کی قلت" کی بناء پر سفارتی نمائندوں کا یہ تبادلہ اب تک ممکن نہ ہو سکا۔

ڈان' کراچی

مورخہ 9 جون 1949ء

ضمیمہ (4)

اسلامی ملکوں کی صلاحیتوں کا ایک اندازہ

"سوال کیا جاتا ہے کہ ہم (اسلامی ممالک) کسی بڑی طاقت مثلاً برطانیہ یا امریکہ کے ساتھ منسلک ہونے کی بجائے آپس میں کیوں نہیں متحد ہوتے؟ میرا جواب ہے کہ صفر جمع صفر' جمع صفر بہرحال صفر کے برابر ہے۔ لہٰذا ہمیں تمام صفروں کو یکجا کرنے کی بجائے آگے جانا ہو گا۔ کیوں کہ محض صفر کبھی کوئی ٹھوس چیز پیدا نہیں کر سکیں گے۔"

ایچ۔ ایس۔ سہروردی کی تقریر سے اقتباس
جو انہوں نے سلیم اللہ ہال ڈھاکہ میں کی۔
ڈان۔ کراچی' 12 دسمبر 1956ء

وزیراعظم سہروردی نے 1956ء میں نہر سویز کے تاریخی بحران کے وقت قومی اسمبلی سے خطاب کیا اور اپنے بیان میں کہا کہ

"ہماری سمجھ میں ایسی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ برطانیہ جس نے اقوام متحدہ کی ہدایت پر عمل کیا ہے' مشرق وسطیٰ کی سلامتی کو فروغ دینے اور خود ہماری تقویت کا باعث بننے کے لئے ہمارے ساتھ نہ بیٹھے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ مشرق وسطیٰ کے ممالک کی طاقت بدقسمتی سے اتنی نہیں ہے کہ وہ کسی جانب سے حملہ کا موثر مقابلہ کر سکیں یا باہمی جنگ سے خود کو محفوظ سمجھ سکیں۔ جیسا کہ میں اس سے قبل کسی جگہ کہہ چکا ہوں آپ خواہ کتنی ہی تعداد میں صفر رکھیں ان کی قیمت صفر سے زیادہ نہ ہو گی۔ البتہ اگر آپ نے عدد ایک کا اضافہ کر لیا تو پھر جتنی زیادہ تعداد میں صفر ہوں گے اتنا ہی زیادہ بڑا اس کا نتیجہ ہو گا' خواہ انہیں آگے رکھا جائے یا پیچھے ان کی قیمت صفر سے زیادہ ہی ہو گی۔"

مباحثہ قومی اسمبلی

جلد اول 1957ء

صفحات 917 اور 918

ضمیمہ (5)

خارجہ پالیسی پر 22 اور 24 دسمبر 1958ء کو کابینہ میں مباحثہ کا خلاصہ

وزیر خارجہ جناب منظور قادر نے کابینہ کے سامنے بعض رہنما اصولوں پر مشتمل ایک خلاصہ پیش کیا۔ وزیر تجارت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ "اس خلاصہ سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی ہماری امریکی امداد کو منظور کرنے کی روشنی میں طے پاتی ہے اور راستہ کا تعین کیا جا چکا ہے۔ ہمارے لئے کشمیر اور نہری پانی کے مسائل سب سے اہم مسائل ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہماری خارجہ پالیسی نے ان مسائل کو حل کرنے میں کتنی مدد دی ہے۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ ہندوستان کے ساتھ جنگ کی صورت میں امریکہ ہماری مدد کو نہیں پہنچے گا۔" انہوں نے مزید کہا کہ "امریکہ کے ساتھ منسلک ہونے کے اصول کو ہمیں غیر ضروری طور پر طول نہیں دینا چاہئے۔" وزیر خارجہ نے جواباً کہا کہ "یہ خلاصہ ان حالات کے حقیقت پسندانہ تجزیہ کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے جن کے باعث امور خارجہ کے میدان میں ہماری نقل و حرکت محدود ہو جاتی ہے۔" صدر مملکت جناب ایوب خان نے ملک کی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ "ہماری خارجہ پالیسی میں لچک پیدا کرنے کی زیادہ گنجائش نہیں ہے۔" انہوں نے مزید کہا کہ "واقعہ یہ ہے کہ ہمیں امداد کی ضرورت ہے لہٰذا ہمیں کوئی ایسا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے ان لوگوں کو جو ہمارے ملک کی ترقی اور سلامتی کے لئے ہمیں امداد دیتے ہیں۔ امریکہ ہمیں جو امداد دے رہا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک ایسے علاقہ میں اپنی آزادی برقرار رکھنے میں مدد ملے جس سے کیمونزم کو خطرہ ہے۔"

جب یہ نکتہ اٹھایا گیا کہ "ہمیں چین کے متعلق اپنے رویہ میں کچھ لچک ظاہر کرنا چاہئے اور اسے اقوام متحدہ کے رکن کی حیثیت سے منظور کئے جانے کے لئے کام کرنا چاہئے۔" تو اس کا یہ جواب دیا گیا کہ "فی الحال ہماری

جانب سے ایسی کوئی بھی کوشش بلاشبہ حکومت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی پریشانی کا باعث ہوگی۔ تیسری دنیا کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی گئی کہ "یہ درحقیقت کوئی بلاک نہیں ہے بلکہ ایسے ملکوں کا جتھا ہے جو دونوں بلاکوں کے درمیان پینگیں لے رہے ہیں۔"

اجلاس میں یہ نکتہ بھی اٹھایا گیا کہ "ہمیں ہندوستان کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کرنے چاہئیں کیوں کہ اس طرح امریکہ کے ساتھ ہمارے تعلقات اور بھی بہتر ہو جائیں گے۔"

کابینہ کے آئندہ اجلاس میں جو 24 دسمبر کو منعقد ہوا مسئلہ کشمیر پر غور کیا گیا۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو' وزیر تجارت نے اس بات پر زور دیا کہ "ہمیں مسئلہ کشمیر پر زور دیتے رہنا ہو گا۔" انہوں نے یہ متبادل راستہ تجویز کیا کہ سلامتی کونسل میں روسی ویٹو کی وجہ سے منشور اقوام متحدہ کی دفعہ 10 کے تحت جنرل اسمبلی سے رجوع کیا جائے۔ سیکرٹری جنرل نے یہ دلیل پیش کی کہ جنرل اسمبلی سے رجوع کرنے کا یہ نتیجہ ہو گا کہ ہم اقوام متحدہ کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرنے کے تمام راستے ختم کر دیں گے۔" لہٰذا یہ بہتر سمجھا گیا کہ اسی پالیسی پر عمل کیا جائے جس پر ماضی میں عمل کیا گیا تھا۔"

صدر مملکت (جناب ایوب خان) نے کہا کہ "یہ درست ہے کہ معاہدہ بغداد سے مسئلہ کشمیر کا حل اور دشوار ہو گیا ہے لیکن اس میں پاکستان کی سالمیت اور سلامتی کی ضمانت دی گئی ہے۔ جمود کی صورت میں انتہائی صبرو تحمل سے کام لیناہی اہم ترین بات ہے۔"

اجلاس میں دیگر شرکاء (بلا تخصیص) نے حسب ذیل نکات بھی اٹھائے:

(الف) ہمیں چین کی طرف جھکاؤ کا تجربہ نہیں کرنا چاہئے۔

(ب) ہمیں روس سے فنی امداد لینے یا اس سے ثقافتی تعاون کرنے سے احتراز کرنا چاہئے اور کمیونسٹ ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات بڑھانے سے محتاط رہنا چاہئے کیوں کہ ممکن ہے حکومت امریکہ اس خیال کو پسند نہ کرے۔

(ج) جب یہ دلیل پیش کی گئی (غالباً وزیر تجارت کی جانب سے) کہ سوشلسٹ ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات ہماری کپاس کے لئے اہم ہیں تو صدر مملکت نے کہا کہ "ہمیں اپنی فاضل کپاس کی فروخت کے لئے امریکہ کو پیش کرنا چاہئے اور اسے اپنی مشکلات سے آگاہ کرنا چاہئے۔ اگر وہ اسے نہ خرید سکے تو پھر ہمیں کمیونسٹ ممالک سے گفت و شنید کرنا چاہئے۔"

تاہم فیصلہ یہ ہوا کہ "وزارت تجارت کپاس اور دیگر اشیاء کی تجارت میں حتی الامکان اضافہ کے لئے کمیونسٹ ممالک کے ساتھ موجودہ تجارتی انتظامات کا دوبارہ جائزہ لے۔"

ضمیمہ (6)

چیئرمین نکیتا خروشچیف کی پاکستان پر حملہ کی دھمکی

ماسکو' 10 مئی

وزیراعظم خروشچیف نے کل رات پوری سنجیدگی کے ساتھ پاکستان اور ناروے کے سفارتی نمائندوں کو دھمکی دی کہ روس ان اڈوں کو اپنے حملہ کا نشانہ بنائے گا جنہیں روسی سرحدوں کی خلاف ورزی کرنے والے غیر ملکی طیارے استعمال کریں گے۔

روسی لیڈر نے یہ دھمکی ان دونوں ملکوں کے سفارتی نمائندوں کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کے دوران اس وقت دی' جب وہ ماسکو میں چیکوسلواکیہ کے سفارت خانہ میں منعقدہ ایک پارٹی میں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے۔

وزیراعظم خروشچیف نے ناروے کے سفیر او کار گنڈرسن اور پاکستان کے کونسلر مسٹر سلیمان احمد علی کو جو سفیر پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے' اپنے سامنے آنے کے لئے کہا اور بتایا کہ:

"اگر آپ امریکیوں کو روس پر پرواز کرنے کے لئے اپنے ہوائی اڈے استعمال کرنے کی اجازت دیتے رہے تو ہم نہ صرف امریکی طیاروں کو مار گرائیں گے' بلکہ ہمیں آپ کے اڈوں کو بھی اپنے راکٹوں کا نشانہ بنانا پڑے گا۔"

کہا جاتا ہے کہ وزیراعظم روس نے یہ بھی بتایا کہ روس کی دفاعی افواج نے اب نقشہ میں پشاور پر نشان لگا کر اس کے گرد ایک حلقہ بنا دیا ہے۔

راس مارک کا مراسلہ

ڈان۔ کراچی

11 مئی 1960ء

ضمیمہ (7)

صدر ایوب خان کی اس تقریر سے اقتباس جو انہوں نے 12 جولائی 1961ء کی امریکی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے کی

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپ کے امور میں انتہائی دلچسپی لیتے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ آپ بھی ہمارے امور میں ایسی ہی دلچسپی لیتے ہوں گے کیوں کہ مجھے آپ سے کہنا ہے کہ اگر واقعی حالات خراب ہوئے تو ایشیاء میں ہمارے سواء ایسا کوئی دوسرا ملک نہیں ہے جس پر آپ انحصار کر سکیں گے۔ صرف پاکستان کے باشندے آپ کا ساتھ دیں گے۔" (تالیاں)

از کانگریس کا ریکارڈ۔ ہاؤس

مورخہ 12 جولائی 1961ء

صفحہ 12396

ضمیمہ (8)

شمال کی جانب سے خطرہ پر ایوب خان کے بیانات

جب 1958ء میں پارلیمانی جمہوریت ختم کر کے ایوب خان کی فوجی حکومت برسراقتدار آئی تو چین کے ساتھ پاکستان کے تعلقات خراب ہو چکے تھے اور اس کے بعد کے ایک سال میں تو یہ اور بھی خراب ہو گئے۔ صدر ایوب خان کو چین اور روس پر نکتہ چینی کرتے اور "شمال کی جانب سے خطرہ" کا بار بار راگ الاپتے ہوئے کوئی تامل نہ ہوتا تھا حالانکہ بعد میں وہ خود کو چین کے ساتھ پاکستان کی دوستی کا بانی گردانتے لگے۔ 1959ء میں انہوں نے بدیہی طور پر چین اور روس کے خلاف ہندوستان کے مشترکہ دفاع کی اسکیم پیش کی۔ 19 جنوری 1960ء کو انہوں نے کہا کہ "میرا اندازہ ہے کہ برما کے راستہ چین' اور افغانستان اور ایران کے راستہ روس جنوب کی طرف پیش قدمی کریں گے اور اگر ان دونوں کا آپس میں کوئی تصادم نہ ہوا...... ضروری نہیں کہ یہ اقدامات فوجی نوعیت کے ہوں۔ کیونسٹوں کی حمایت رکھنے والی حکومتوں کے ساتھ نظریاتی اثر و نفوذ سے بھی کام چلایا جائے گا۔" انہوں نے وزیراعظم ہندوستان مسٹر نہرو کو بتایا کہ فریقین کے درمیان خیر سگالی اور مفاہمت کے ذریعہ بھی مشترکہ دفاع کے سمجھوتے پر عمل ہو سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس کے لئے کوئی باضابطہ معاہدہ کیا جائے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ ہندوستان اور پاکستان کی فوجیں جو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہیں' ہٹا کر "ایک تیسرے فریق (یعنی چین اور روس) کی جانب سے جارحیت" روکنے کے لئے کام میں لائی جائیں۔ ان کے ذہن میں یہ منصوبہ تھا کہ ہندوستان کے ساتھ فوجی اشتراک عمل کی حد تک دوستی کی جائے' اور چین اور روس دونوں سے معاندانہ رویہ اختیار کیا جائے۔ ان کا یہ منصوبہ محض اس مہمل مفروضہ پر مبنی تھا کہ اس طرح پاکستان نہ صرف کشمیر حاصل کرلے گا بلکہ اسے مزید امریکی امداد بھی ملنے لگے گی۔ اس سلسلہ میں مسٹر نہرو کا جواب اس طرز غور و فکر کا بالکل موزوں ردعمل ثابت ہوا تھا۔

اس موضوع پر بعض متعلقہ اخباری رپورٹیں درج ذیل ہیں:

پاکستان ہندوستان کا دفاع کرنے پر رضامند ہے

صدر جنرل محمد ایوب خان نے کل متنبہ کیا کہ آئندہ پانچ سال میں برصغیر پاکستان و ہندوستان پر شمال کی جانب سے بڑے فوجی حملوں کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔

جنرل ایوب خان نے کہا کہ یہ حملے غالباً برصغیر کے بڑے حصہ یعنی ہندوستان پر ہوں گے' لیکن پاکستان بھی راستہ میں ہے۔ صدر مملکت برصغیر کی سرحدوں کے قریب تبت اور افغانستان میں ہونے والے حالیہ واقعات پر گزشتہ شام ایک فوجی کی حیثیت سے اپنے تاثرات کا اظہار کر رہے تھے۔

انہوں نے ایوان صدر میں ایک نیوز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ان حملوں کا اسی وقت موثر دفاع کیا جا سکتا ہے جب پاکستان اور ہندوستان اپنے اختلافات ختم کر دیں اور ایک دوسرے کے سینے پر بندوق تان کر کھڑے رہنا بند کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ ایسی صورت میں پاکستان ہندوستان کا دفاع کرنے پر پوری طرح رضامند ہے۔

مارننگ نیوز۔ کراچی
مورخہ 24 اکتوبر 1959ء

****

یہ بیان نہ صرف پاکستانی اخبارات بلکہ بیرون ملک کے اخبارات نے بھی شائع کیا۔ مثلاً ٹائمز آف انڈیا نے 24 اکتوبر 1959ء کو یہ خبر ان سرخیوں کے ساتھ شائع کی "ہندوستان اور پاکستان کو خطرہ۔" "جنرل ایوب خان کی جانب سے اتحاد کی تلقین۔"

****

برصغیر کا باہمی دفاع!!

تہران 8 نومبر (رائٹر)

کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے صدر محمد ایوب خان نے آج ایک انٹرویو میں بتایا کہ تبت پر چین کا قبضہ اور افغانستان میں سڑکوں کی تعمیر کا کام شمال کی جانب سے ایک سنگین خطرہ کی غمازی کرتا ہے۔

تہران کے اخبار "کیہان انٹرنیشنل" نے کہا کہ کراچی میں ایک انٹرویو کے دوران صدر پاکستان نے اس کے نمائندہ کو بتایا:

"برصغیر کو پانچ سال میں حملہ کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ تبت پر چین کا قبضہ اور افغانستان میں سڑکوں کی تعمیر کا کام شمال کی جانب سے ایک سنگین خطرہ کی غمازی کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا خطرہ ہے جسے محض خوش فہمی کی بنیاد پر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔"

ہندوستان اور پاکستان کے درمیان اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے صدر ایوب خان نے کہا کہ نہری پانی کا تنازعہ تصفیہ کے قریب ہے۔

صدر پاکستان نے مسئلہ کشمیر پر تصفیہ کو بھی "ہندوستان کے ساتھ ہمہ گیر تصفیہ کے آخری مرحلہ" سے تعبیر کیا۔ انہوں نے کہا کہ "اگر یہ تصفیہ ہو گیا تو یہ برصغیر کے باہمی دفاع کے سوال پر پورے خلوص سے غور کیا جا سکتا ہے۔"

مارننگ نیوز۔ کراچی
مورخہ 9 نومبر 1959ء

ضمیمہ (9)

لداخ میں ہندوستان اور چین کا تصادم
صدر ایوب خان کا ابتدائی رد عمل

لداخ پر چین کے نئے حملوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ "یہ خود ہندوستان کا مسئلہ ہے اور میں فی الحال اس پر کوئی رائے ظاہر نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اس کی تفصیلات ابھی حاصل نہیں ہوئی ہیں۔"

ڈان، کراچی
مورخہ 4 نومبر 1959ء

****

صدر ایوب نے کہا کہ اگر کوئی موقع ہو تو وہ بخوشی پنڈت جواہر لعل نہرو کو مدعو کریں گے۔ لداخ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ یہ ہندوستان کا اپنا مسئلہ ہے۔

مارننگ نیوز، کراچی
مورخہ 4 نومبر 1959ء

ضمیمہ (10)

لداخ کی صورت حال کے متعلق جناب ذوالفقار علی بھٹو، سربراہ وفد پاکستانی برائے اقوام متحدہ کے خطوط

بنام

صدر ایوب خان اور وزیر خارجہ منظور قادر

لداخ میں ہندوستان اور چین کے درمیان تصادم اور کشمیر کے بارے میں اپنے ملک کی پوزیشن پر اس کے ممکنہ اثرات پر میں گذشتہ کئی ہفتوں سے غور و فکر کر رہا ہوں۔ میں نے اخبارات میں پڑھا کہ ہوائی اڈے پر ایک انٹرویو میں آپ سے اس صورت حال کے بارے میں ایک سوال کیا گیا تھا۔ جس کے جواب میں آپ نے کہا کہ "یہ ہندوستان کا مسئلہ ہے۔" میں نہیں جانتا کہ آپ نے اس بیان میں حقیقتاً کیا الفاظ استعمال کئے تھے اور آیا اخبارات نے اس کی صحیح رپورٹ شائع کی ہے یا نہیں۔

بہرحال اگر اخبارات کی اس رپورٹ کو درست سمجھ لیا جائے تو آپ کا بیان واقعیت اور فوجی نقطہ نظر دونوں لحاظ سے درست ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے دوست اسے اس روشنی میں دیکھیں گے۔ تاہم ممکن ہے کہ کسی اور موقع پر ہندوستان اور اس کے دوست اس قسم کے بیان کے کوئی اور معنی نکال لیں۔ سوال ہمارے صرف اس بیان کا نہیں ہے بلکہ ہمارے اس رویہ کا ہے جو اس معاملہ میں ہم اختیار کرنے والے ہیں۔ موجودہ رویہ میں جو خطرات مضمر ہیں انہیں مندرجہ ذیل طریقہ سے بیان کیا جا سکتا ہے:۔

(الف) ہمارے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے کشمیر کے اس حصہ پر ہندوستان کا اقتدار خاموشی سے تسلیم کر لیا ہے جو آج کل اس کے کنٹرول میں ہے۔ بہرنوع کشمیر کی موجودہ تقسیم ہی کی بنیاد پر ہندوستان کا لداخ پر کنٹرول ہے اور وہ یہ کہنے کی پوزیشن میں ہے کہ لداخ پر چین کا حملہ خود ہندوستان پر حملہ ہے۔

(ب) ہندوستان جموں و کشمیر میں آئندہ اپنی طاقت میں اضافہ کو حق بجانب ٹھہرانے کے لئے موجودہ صورت حال کو بطور دلیل پیش کر سکتا ہے خواہ اقوام متحدہ کے کمیشن برائے ہندوستان و پاکستان کی قرارداد کی دفعات اس کے منافی ہی کیوں نہ ہوں۔ فوجی طاقت میں یہ اضافہ کشمیر پر کنٹرول سخت کرنے کے ہر اقدام، سڑکوں، ہوائی اڈوں کی ہر تعمیر بلکہ درحقیقت ان تمام اقدامات پر محیط ہو گا جو ہندوستان وہاں آئندہ اختیار کرنا چاہے۔

(ج) ہمیں آئندہ یہ کہنے کا قانوناً مجاز نہیں سمجھا جائے گا کہ علاقہ جموں و کشمیر کے تحفظ کی ذمہ داری ہندوستان کی نہیں بلکہ سلامتی کونسل کی ہے۔ اب تک ہمیشہ ہمارا یہ موقف رہا ہے کہ جموں و کشمیر ہندوستان کا علاقہ نہیں ہے اس لئے بیرونی خطرہ کے مقابل اس کے دفاع کا معاملہ سلامتی کونسل اور صرف سلامتی کونسل ہی کے زیر غور آ سکتا ہے۔ اب ہمارے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم اپنے موقف سے فی الواقع دستبردار ہو گئے ہیں۔

میری ادنیٰ لیکن پرزور رائے میں ہمیں کسی قسم کا ایسا بااختیار اعلان کرنا چاہئے جو ہمیں ان تمام خطرات سے محفوظ رکھے، سلامتی کونسل کے ایک خط کا مسودہ، بشرطیکہ اسے اعلان کا مناسب طریقہ قرار دیا گیا، یہاں مشن میں تیار کیا جا رہا ہے اور جلد ہی آپ کو پیش کیا جائے گا۔

میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ یہ تجویز پیش کرتے وقت میں نے موجودہ صورت حال کی پیچیدگی اور چین کے ساتھ اپنے تعلقات کی نزاکت کو ہرگز فراموش نہیں کیا ہے۔ اس معاملہ پر حتی الامکان پوری احتیاط اور سنجیدگی سے غور و فکر کے بعد میرا خیال ہے کہ ایک ایسا بیان جو کشمیر میں ہمارے موقف کی کلی وضاحت کرتا ہو۔ ضروری نہیں کہ چین کے ساتھ ہماری ناچاقی کا باعث ہی بنے بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے برخلاف پاکستان کے کسی ایسے بیان پر جس میں لداخ کے بارے میں ہندوستانی موقف کی اصل بنیاد پر اعتراض کیا گیا ہو، چین کوئی مخالفانہ رد عمل اختیار نہ کرے۔

جہاں تک ہندوستان پر اس قسم کے بیان کے اثرات کا تعلق ہے ہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ ہندوستان موقف کے برعکس پائے جانے والے رجحانات اور اقدامات کے باوجود حکومت ہندوستان اب بھی کشمیر

کے بارے میں سلامتی کونسل کو ایسے خطوط بھیج رہی ہے جن میں ان ہی مہمل دلائل اور غلط الزامات کی تکرار کی جاتی ہے۔ جن کی گذشتہ کئی برس سے کرشنا مینن نے رٹ لگا رہی ہے۔ رہے نہری پانی کے مذاکرات پر پڑنے والے اثرات تو یقیناً ہمیں اس معاملہ پر احتیاط سے غور کرنا ہو گا۔ لیکن ہم اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ ہندوستان اس تمام عرصہ جب تک یہ مذاکرات جاری رہیں کشمیر کے متعلق ہماری پوزیشن کو نقصان پہنچاتا رہے۔ ان تمام باتوں کا صرف یہی حل ہے کہ ایسا بیان جاری کیا جائے جس کا لہجہ بھی معاندانہ نہ ہو اور جو صرف ایک اصول تک محدود ہو۔ بہرحال ایسا بیان اس بات کی پہلی یا واحد مثال نہ ہو گی کہ ہندوستان کے ساتھ ہمارے تنازعات کا وہ قطعی اور ٹھوس تصفیہ اب تک نہیں ہو سکا ہے جس کا بظاہر بیرونی دنیا تصور کرتی ہے۔

میں آپ کے سامنے یہ تجویز اس لئے پیش کر رہا ہوں کہ میں نے یہاں باہمی مشوروں میں یہ شدید فکر و اندیشہ محسوس کیا ہے کہ ہندوستان اور چین کے درمیان تصادم کی موجودہ کیفیت کہیں یہ تاثر پیدا نہ کر دے کہ پاکستان اب جموں و کشمیر سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ بہرحال یہ اس معاملہ کا صرف ایک پہلو ہے۔ آپ اس کا وسیع تر پس منظر میں جائزہ لے سکتے ہیں۔ جس میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا رویہ بھی ملحوظ رکھنا ہو گا۔ تاہم فی الحال خود یہ پہلو بہت اہم نظر آتا ہے۔ مجھے پوری امید ہے کہ میرے اس تجویز پیش کرنے پر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو گا۔

آپ مخلص
(ذوالفقار علی بھٹو)

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان۔ ہلال جرات۔ ہلال پاکستان
صدر پاکستان
راولپنڈی

میں ایک خط کی نقل منسلک کر رہا ہوں جو میں نے صدر مملکت کو بھیجا ہے۔ مجھے یقین ہے اس خط میں جو سوال چھیڑا گیا ہے اس کے تمام مضمرات سے آپ آگاہ ہوں گے اور اچھے برے ان تمام امکانات سے بھی واقف ہوں گے جو موجودہ صورت حال میں پائے جاتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ ہمیں اس پورے سوال کی گہرائی میں جا کر جائزہ لینا ہو گا۔ اس بات کا موقع نہیں دینا چاہئے کہ کشمیر کے بارے میں ہندوستان اور چین کا تصادم آگے بڑھ کر ہمارے لئے نقصان رساں ثابت ہو۔

آپ کا مخلص
ذوالفقار علی بھٹو

جناب منظور قادر صاحب
وزیر امور خارجہ
حکومت پاکستان

کراچی

ضمیمہ (11)

لداخ کے متعلق اپنے پہلے بیان سے صدر ایوب خان کی روگردانی

راولپنڈی 23 نومبر۔۔ پاکستان، لداخ میں کسی "علاقہ غیر محکومہ" کے قیام کو تسلیم نہیں کرے گا جیسا کہ ہندوستانی وزیراعظم مسٹر نہرو نے چین کے وزیراعظم کے سامنے تجویز کیا ہے۔ یہ بات فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ایران اور ترکی کا دورہ کرنے کے بعد آج رات یہاں پہنچنے پر اس وقت کہی جب وہ لداخ کے متعلق چین کے مسٹر نہرو کی تازہ ترین تجاویز کے بارے میں اپنے رویہ پر سوالات کا جواب دے رہے تھے۔

صدر نے کہا کہ لداخ متنازعہ علاقہ ہے اور پاکستان، مسٹر نہرو کے مجوزہ انتظامات کو تسلیم نہیں کرے گا۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا انہوں نے ہندوستانی وزیراعظم کو یہ اطلاع دے دی ہے کہ پاکستان ایسے کسی انتظام کو تسلیم نہیں کرے گا تو صدر نے جواب دیا "ایسا انتظام آنے دیجئے۔" جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا پاکستان اس موضوع پر اقوام متحدہ سے رجوع کرے گا تو انہوں نے کہا "وقت آنے دیجئے۔"

ڈان۔ کراچی 24 نومبر 1959ء

راولپنڈی۔ 23 نومبر (اے پی پی)۔۔ صدر فیلڈ مارشل ایوب خان نے آج یہاں کہا کہ پاکستان لداخ میں ہندوستان اور چین کے درمیان کسی انتظام کو تسلیم نہیں کرے گا، کیوں کہ وہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ایک متنازعہ علاقہ ہے۔

صدر، آج شام لاہور کے راستہ کراچی سے پہنچنے کے فوراً بعد چکلالہ کے ہوائے اڈے پر اخباری نمائندوں کے سوالات کا جواب دے رہے تھے۔

ان سے کہا گیا تھا کہ لداخ میں ایک علاقہ "غیر محکومہ" قائم کرنے کے لئے ہندوستانی وزیراعظم نے چین کے سامنے جو تجویز رکھی ہے اس پر تبصرہ کریں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اس موضوع پر ہندوستانی وزیراعظم کو اطلاع دیں گے تو انہوں نے کہا کہ پاکستان یہ دیکھے گا کہ اس سلسلہ میں کیا ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایسا انتظام آنے دیجئے پھر ہم بات کر سکتے ہیں۔

مسٹر نہرو نے چین کے وزیراعظم کے نام ایک مراسلے میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ لداخ میں ہندوستان اور چین کے درمیان متنازعہ علاقہ کو جو تقریباً 8000 میل کا ہے۔ اس وقت تک کے لئے عبوری اقدام کے طور پر علاقہ غیر محکومہ بنا دیا جائے جب تک اس علاقہ میں دونوں ملکوں کے درمیان سرحدوں کا قطعی تصفیہ نہ ہو جائے۔

مورننگ نیوز کراچی
24 نومبر 1959ء

ضمیمہ (12)

پاکستان کے مستقل نمائندے کی جانب سے سلامتی کونسل کے صدر کے نام 23 دسمبر 1959ء کے مراسلے سے اقتباس

"اپنی حکومت کی ہدایات کے تحت، میں سلامتی کونسل کی توجہ ان خبروں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو بین الاقوامی اخبارات میں بڑے پیمانے پر شائع ہوئی ہیں اور جو ریاست جموں و کشمیر کے صوبے لداخ کے مشرقی حصہ میں حال ہی میں ہونے والے واقعات سے متعلق ہیں۔"

"ان اسباب کی بنا پر جو عیاں ہیں اور جن کی توضیح کی ضرورت نہیں، میری حکومت اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ ان خبروں کی صداقت کی تحقیق کرے یا زیر نظر علاقہ میں جو ریاست جموں و کشمیر کا جزو لاینفک ہے، کسی غیر ملکی طاقت کی طرف سے ہونے والے کسی غاصبانہ قبضہ کی حقیقی وسعت کا تعین کرے۔ چنانچہ میری حکومت اس کارروائی اور جوابی کارروائی کے اسباب کی نہ تصدیق کر سکتی ہے اور نہ ان پر تبصرہ کر سکتی ہے۔ جو ہندوستان اور چین کے درمیان مناقشہ میں اور اس ابتری میں، جو لداخ میں ہونے والے واقعات کے نتیجہ میں ہوتی رہی ہے، دونوں جانب سے کی گئیں۔"

"میری حکومت اپنے فرض کی بنا پر سلامتی کونسل کے سامنے یہ اعلان کرنے کی پابند ہے کہ جب تک عوام کی غیر جانبدارانہ طور پر رائے معلوم کر کے کشمیر کے مستقبل کا تعین نہ ہو جائے، اس وقت تک ہندوستان اور چین کے درمیان موجودہ مناقشہ یا مستقبل میں ایسے ہی کسی مناقشہ کے فریقین میں سے کسی کی طرف سے اختیار کردہ پوزیشن یا کیا ہوا رد و بدل جائز نہیں ہو گا اور نہ وہ ریاست جموں و کشمیر کی حیثیت پر یا ریاست کو غیر فوجی علاقہ بنانے اور اس کے حق خود اختیاری کے تقاضوں پر اثر انداز ہو گا جو اقوام متحدہ کی قراردادوں میں درج ہیں۔

"میری حکومت اس بات کو ایک عیاں اصول سمجھتی ہے کہ صرف اور صرف جموں و کشمیر کے عوام کے اقتدار اعلیٰ کو جسے وہ آزادانہ طور پر وضع کریں اور جو انہیں قابل قبول ہو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی غیر ملکی طاقت کے ساتھ اپنی سرحدوں میں کسی قسم کے ردوبدل کو نافذ کرے یا نافذ کرنے سے انکار کر دے اور یہ کہ ایسے اقتدار اعلیٰ کے ظہور کی راہ میں فوجی دفاع کی کسی ایسی ضرورت، خواہ وہ حقیقی یا فرضی ہو، کے تحت رکاوٹ ڈالنے کی اجازت نہیں دی جائے گی جو ریاست جموں و کشمیر کے اندر کوئی فریق اس وقت محسوس کرے۔"

دستخط۔ علی خاں

سفیر خاص و مختار
اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندہ

ضمیمہ (13)

اقوام متحدہ میں چین کی نمائندگی پاکستانی پالیسی میں تبدیلی

عوامی جمہوریہ چین کو اقوام متحدہ میں اپنے ملک کی فوری نمائندگی کرنے کے حق سے محروم رکھنے کے مسئلہ پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی حمایت کرنے کی پالیسی 1959ء میں ایک روایت بن چکی تھی۔ اس میں سب سے پہلے 1960ء میں تبدیلی آئی جب پاکستانی وفد کی قیادت ایندھن، بجلی اور قدرتی وسائل کے وزیر جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کی، اور اس سوال پر غور و خوض ملتوی رکھنے کی قرارداد کی حمایت میں ووٹ دینے کی بجائے اس پر ووٹ دینے سے اجتناب کیا۔ ہدایت کے مطابق مجلس اسناد میں پاکستانی مندوب کو 1952ء کے بعد پہلی مرتبہ اجازت دی گئی کہ وہ اس امریکی قرارداد پر ووٹ دینے سے اجتناب کرے۔ لیکن اس پر امریکی ردعمل ایک اور سفارتی دھمکی کی صورت میں ظاہر ہوا جس کے باعث اقوام متحدہ میں ووٹ دینے کے دو دن کے اندر ہی پاکستانی وفد کے قائد کو دی گئی یہ اجازت واپس لے لی گئی اور اسے نئی ہدایات جاری کی گئیں۔ پاکستانی وفد کے قائد نے ان نئی ہدایات کی پرزور مخالفت کی۔

جب آئندہ سال بھی یہی صورت برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی تو پاکستانی وفد کے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو نے اس وقت کے وزیر خارجہ منظور قادر کے نام ایک تار میں حکومت پاکستان کے اس فیصلہ پر اپنی مایوسی کا اظہار کیا۔ جناب بھٹو نے اس کے فوراً بعد 14 اکتوبر کو وزیر خارجہ جناب منظور قادر کے نام (مندرجہ ذیل) خط بھیجا جس میں انہوں نے اقوام متحدہ میں چین کے حقوق کی بحالی کی حمایت کرنے کے لئے کہا اور یہ امید ظاہر کی کہ آئندہ سال پاکستان کا ووٹ اب سے مختلف ہو گا۔

پاکستان مشن برائے اقوام متحدہ
پاکستان ہاؤس
نمبر 13۔ ایسٹ۔ 65 ویں اسٹریٹ
نیویارک 21۔ این وائی
14 اکتوبر 1960ء

جناب وزیر خارجہ صاحب

جنرل اسمبلی نے "اقوام متحدہ میں چین کی نمائندگی" کے زیر عنوان ایک مد کو ایجنڈے میں شامل کرنے کے لئے روس کی درخواست 8 اکتوبر 1960ء کو مسترد کر دی اور یہ فیصلہ کیا کہ عوامی جمہوریہ چین کے نمائندوں کی

شرکت کے سوال پر موجودہ اجلاس کے دوران کوئی غور و خوض نہ کیا جائے۔
اس قرارداد کو مسترد کرنے کے لئے 42 ووٹ اور اسے منظور کرنے کے حق میں 34 ووٹ آئے جب کہ 22 ملکوں نے کوئی ووٹ دینے سے اجتناب کیا۔ پاکستان کی ہدایت کے مطابق ایجنڈے میں یہ مد شامل کرنے کی قرارداد کے خلاف ووٹ دیا۔

جب اسمبلی نے چین کی نمائندگی کے سوال پر سب سے پہلے 1950ء میں غور و خوض شروع کیا تھا تو پاکستان نے اقوام متحدہ میں پیکنگ حکومت کے داخلہ کی حمایت میں رائے دی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ ہم اسے تسلیم کر چکے تھے اور اس وقت تک کیونسٹ حکومت کا قیام و استحکام بین الاقوامی زندگی میں ایک حقیقت بن چکا تھا۔ تاہم بعد میں ہم نے اپنی پوزیشن بدل دی اور 1956ء کے بعد سے ہم ایجنڈے میں اس مد کی شمولیت کے خلاف ووٹ دیتے رہے ہیں۔

گذشتہ کئی سال سے اس مسئلہ پر جنرل قومی اسمبلی میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی پوزیشن بتدریج کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ گذشتہ سال 44 ممالک ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ تھے۔ 29 ممالک مخالف تھے اور 9 نے ووٹ دینے سے اجتناب کیا تھا۔ امسال امریکی اکثریت کم ہو کر 42 رہ گئی جب کہ 34 ممالک اس کے مخالف رہے اور 22 نے ووٹ دینے سے اجتناب کیا جو دو ووٹ کم ہوئے وہ لاؤس اور ملائیشیا کے تھے جنہوں نے گذشتہ سال ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی حمایت کی تھی۔ امسال دونوں نے ووٹ دینے سے اجتناب کیا۔ اس کے علاوہ کیوبا اور ایتھوپیا نے جنہوں نے گذشتہ سال ووٹ دینے سے اجتناب کیا تھا' موجودہ اجلاس میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے خلاف ووٹ دیا۔ 17 نئے ممبر ملکوں (16 افریقی ممالک اور قبرص) میں سے مالی اور سینیگال اور نائیجریا نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے خلاف ووٹ دیا۔ ان 17 ملکوں میں سے کسی نے بھی موجودہ اجلاس میں اس سوال پر غور و خوض ملتوی رکھنے کی قرارداد کی حمایت نہیں کی۔ کانگو (لیوپولڈولے) کے سوا جس کا نمائندہ موجود نہیں تھا بقیہ ملکوں نے ووٹ دینے سے اجتناب کیا۔

اس مد کو ایجنڈے میں شامل کرنے میں جب روس کامیاب ہو جائے گا (ووٹوں کی مطلوبہ تعداد بہت ممکن ہے ان 22 ملکوں سے حاصل ہو جائے جنہوں نے اس سال ووٹ دینے سے اجتناب کیا تھا) تو اس کے معنی کی قرارداد پیش کی جا سکتی ہے کہ جنرل اسمبلی عوامی جمہوریہ چین کے نمائندوں کو رکنیت دیتی ہے۔ یہ دلیل پیش کی جا سکتی ہے کہ اس قرارداد کی منظوری کے لئے دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہو گی جو ایشیائی' افریقی اور مشرقی بلاک کے ممالک حاصل نہیں کر سکتے لیکن اس کے جواب میں وہ کہہ سکتے ہیں کہ صرف سادہ اکثریت کی ضرورت ہے جو انہیں حاصل ہے۔ اس نکتہ کا فیصلہ اسمبلی کو کرنا ہو گا۔ قواعد کار کے تحت اس بات کا فیصلہ کہ کسی قرارداد کے لئے دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہے یا نہیں' اسمبلی محض سادہ اکثریت سے کر سکتی ہے۔ اس طرح ایشیائی' افریقی اور مشرقی یورپی ممالک یہ طے کرانے کی پوزیشن میں ہوں گے کہ اس قرارداد پر سادہ اکثریت سے فیصلہ کیا جائے۔ چونکہ انہیں مطلوبہ تعداد میں ووٹ حاصل ہوں گے اس لئے کیونسٹ چین کو رکنیت دینے کی قرارداد منظور کر لی جائے گی۔

بہرحال یہ بات ایک قیاس آرائی کی صورت رکھتی ہے۔ صحیح صحیح یہ کہنا مشکل ہے کہ طریقہ کار کی جنگ یہی شکل اختیار کرے گی۔

ووٹنگ کے منسلکہ ریکارڈ سے آپ دیکھیں گے کہ اسمبلی میں ووٹ کی تقسیم مشرق و مغرب کی بنیاد پر نہیں ہوئی۔ نیٹو کے دو حلیفوں یعنی ناروے اور ڈنمارک نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے خلاف ووٹ دیا۔ ایک اور حلیف پرتگال نے ووٹ دینے سے اجتناب کیا۔ تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ کیوں پاکستان کو ان ملکوں سے کم پکا حلیف سمجھا جائے گا اگر ہم اس سوال کی حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور حقائق کا اعتراف کرتے ہوئے کوئی موقف اختیار کریں۔

یہی خیالات تھے جن کی بنا پر میں نے ابتداء میں وفد کو ووٹ دینے سے اجتناب کرنے کی ہدایت کی تھی۔ بہرحال اس سال تو اس معاملہ میں کچھ کرنے کے لئے بہت تاخیر ہو چکی ہے۔ اور میں یہی امید کر سکتا ہوں کہ آئندہ سال اتنی تاخیر نہ کی جائے گی۔

آپ کا مخلص
(ذوالفقار علی بھٹو)

جناب منظور قادر صاحب
وزیر امور خارجہ
حکومت پاکستان
راولپنڈی

اس کے بعد پاکستان نے اپنی حیثیت دوبارہ حاصل کر لی جس سے وہ اس سوال پر اس کی حقیقت کو پیش نظر رکھ کر کوئی موقف اختیار کر سکے۔ 1961ء میں پاکستان نے عوامی جمہوریہ چین کے نمائندوں کو اقوام متحدہ کی رکنیت دینے کی قرارداد کی حمایت میں ووٹ دیا۔

دس سال بعد جب بدنام زمانہ چیانگ کائی شک حکومت کے نمائندوں کو اس عالمی ادارہ سے نکالا گیا تو جنرل اسمبلی کا اختیار کردہ طریقہ کار اس طریقہ کار سے زیادہ مختلف نہیں تھا جس کا اندازہ اس خط میں لگایا گیا تھا۔

ضمیمہ (14)

پاکستان کی خارجہ پالیسی پر تبصرہ

کابینہ میں اکتوبر' نومبر 1960ء کے دوران مباحثہ کا خلاصہ

جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر ایندھن، بجلی و قدرتی وسائل اور 1960ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے پندرھویں اجلاس میں پاکستانی وفد کے سربراہ کے مراسلات موصول ہونے کے بعد سیکرٹری وزارت خارجہ نے 24 اکتوبر 1960ء کو کابینہ کے سامنے ایک خلاصہ پیش کیا۔ اس خلاصہ میں جناب بھٹو کے حسب ذیل خیالات کا ذکر کیا گیا:

(الف) اقوام متحدہ میں چین کی نمائندگی: میرا خیال ہے کہ پاکستان کو اب اقوام متحدہ میں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہئے جو پیکنگ حکومت کو تسلیم کرنے کے خود اپنے فیصلہ سے مطابقت رکھتا ہو، بہ نسبت اس رویہ کے جو 1954ء سے اختیار کیا جاتا رہا ہے۔

(ب) افریشیائی مسائل کے متعلق ہمارا رویہ: یہ امر لازمی ہے کہ جب تک ہمارے بنیادی مفادات پر زد نہ پڑے، ہمیں ایشیائی و افریقی ممالک میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ۔۔۔ اس کا ایک اہم اور واضح طریقہ یہ ہے کہ چینی نمائندگی کے مسئلہ پر اور افریقہ میں پرتگالی مقبوضات کے مسئلے پر ہم اپنے موقف کو بدلیں۔"

(ج) غیر جانبدارانہ رویہ: غیر جانبدرانہ رویہ لازماً ایک سیاسی نظریہ کے طور پر اجاگر ہو گا جو بڑی کشش رکھے گا اور غالباً ایک تیسری طاقت ثابت ہو گا۔"

اقوام متحدہ میں اس وقت پاکستان کے مستقل نمائندے نے جناب بھٹو کے خیالات سے اختلاف کرتے ہوئے حسب ذیل نکات پیش کئے تھے:

(الف) "ہم افریشیائی ممالک میں اپنی پوزیشن دوبارہ مستحکم نہیں کر سکتے، اس لئے ہمیں اس گروپ کو منقسم کرنے کے لئے کام کرنا چاہئے ...... افریقیوں نے نہرو کی قرارداد کی حمایت میں آنکھ بند کر کے، معصومیت کے ساتھ 'جذباتی طور پر ووٹ دیا تھا۔"

(ب) "ہمیں روس سے قریب تر نہیں ہونا چاہئے۔ اپنے دوستوں کو چھوڑنے کا یہ غلط وقت ہے۔" (جناب بھٹو نے ایسی کوئی تجویز پیش نہیں کی تھی کہ ہم "اپنے دوستوں کو چھوڑ دیں۔")"

اس وقت کے سیکرٹری امور خارجہ کے خیالات جنہیں اس زمانے کے وزیر خارجہ (جنہوں نے خود اپنے نظریات پیش نہیں کئے) کی درپردہ حمایت حاصل تھی، حسب ذیل تھے:

(الف) فی الحال ہمارے لئے اس کے سواء کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم مغرب کے ساتھ اپنی دوستی برقرار رکھیں۔ اتفاق سے مغرب کا سب سے زیادہ طاقتور غیر یوپی حلیف بن جانے کے بعد ہمیں اس صورت حال سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس غرض سے خود کو ثابت قدم اور قابل اعتماد دکھانے کے ساتھ ساتھ اس کا ٹھوس ثبوت بھی دینا چاہئے۔

(ب) ہمیں ایک بہت بڑے انتخاب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یا تو چین کو ناراض کریں یا پھر امریکہ کی ناراضگی مول لیں ...... ہمیں ان دو میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے اور حالات کا تقاضہ ہے کہ ہم امریکہ کی حمایت کریں۔"

(سیکرٹری امور خارجہ نے پیکنگ کے داخلے کی صورت میں امریکہ کے اقوام متحدہ سے علیحدہ ہو جانے کے امکان کا بھی ذکر کیا۔)

(ج) امپریلزم کو نکتہ چینی کا نشانہ بنانا ایک فیشن بن گیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ انہیں (پرتگالی نو آبادیاتی تسلط کے تحت افریقی ممالک) کو حکومت اور نظم و نسق کے مسائل کا سامنا کرنا ہو گا، بہرحال میں امید کرتا ہوں کہ کانگو کی طرح وہ اقوام متحدہ کی ذمہ داری نہ بن جائیں گے جس کی وجہ سے ہم سب کو وسیع اخراجات برداشت کرنا پڑیں لیکن اب ہم سے کہا جا رہا ہے کہ ہم پرتگال کے خلاف ووٹ دیں صرف اس وجہ سے کہ افریشیائی رائے اس کی خواہش مند ہے۔ کیا اقوام متحدہ میں ہر افریشیائی تحریک کے حق میں ووٹ دینا ہی ہمارے لئے نئی قوموں کی حمایت حاصل کرنے کا طریقہ رہ گیا ہے؟ رائے عامہ ہموار کرنے کے دیگر طریقے بھی ہیں جنہیں ہم استعمال نہیں کر رہے ہیں۔"

(د) اقوام متحدہ میں اپنے روابط بڑھانے اور اثر و رسوخ پیدا کرنے کے لئے "بصیرت، وسیع قلب اور بڑے خزانے کی ضرورت ہو گی۔ چونکہ ہم ان میں سے کچھ بھی نہیں رکھتے (اگر مجھے بڑے احترام لیکن خشک مزاجی کے ساتھ یہ کہنے کی اجازت دی جائے) اس لئے ہمیں بعض حالات کو "ڈھیر" کر دینا چاہئے۔"

یہ خیالات اس زمانے میں پائے جانے والے فکر و نظر سے مطابقت رکھتے تھے تاہم جب جناب ذوالفقار علی بھٹو کے خیالات اور ان کے منافی نظریات پر 18 نومبر 1960ء کو منعقد کابینہ کے خصوصی اجلاس میں غور کیا گیا تو بعض حسب ذیل فیصلے کئے گئے:

(الف) "یہ درست ہے کہ ان (امریکہ) کے لئے خود اپنے اسباب کی بناء پر ہندوستان کے ساتھ ہمارے تنازعہ میں ہماری سیاسی حمایت کرنا ممکن نہ ہوا۔ ہمیں ان کی مشکلات کا احساس ہے لیکن پھر اسی بناء پر ہمیں اس میدان میں اپنے لئے بچاؤ کرنا ہو گا۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہمیں روس یا چین کے ساتھ کوئی سخت رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے ......"

(ب) "ہمیں یقین و اعتماد کے ساتھ (امریکہ کو) یہ بتانا چاہئے کہ موجودہ حالات میں ہم اس نتیجہ پر ہیں کہ ہمیں آئندہ اجلاس میں عوامی جمہوریہ چین کے داخلہ کے حق میں ووٹ دینا چاہئے۔"

(ج) "حکومت عوام کے جذبات نیز افریشیائی ممالک کے احساسات نظرانداز کر کے خود کو تنہا نہیں بنا سکتی۔"

ضمیمہ (15)

تیل کی تلاش کے سلسلے میں امداد کے لئے ماسکو کے مجوزہ

دورہ کے بارے میں جناب بھٹو کا اعلان

جناب ذوالفقار علی بھٹو، وزیر ایندھن، بجلی و قدرتی وسائل، کے اس ماہ کے اخیر تک یا اگلے ماہ کے اوائل میں ماسکو کا دورہ کرنے کا امکان ہے تاکہ پاکستان میں تیل کی تلاش کرنے کے لئے فنی امداد مہیا کرنے کی غرض سے قرضے کے معاہدے کو آخری شکل دیں۔

یہ بات وزیر موصوف نے پی۔ آئی۔ اے کے طیارے پر لاہور سے کراچی پہنچنے پر اخباری نمائندوں کو بتائی۔

وزیر موصوف نے بتایا کہ روس سے معاہدے کے مسودے کے جلد آنے کی توقع ہے جس پر ان کے ماسکو روانہ ہونے سے قبل، پہلے کابینہ میں تبادلہ خیالات کیا جائے گا۔

انہوں نے مزید بتایا کہ روس سے قرضے کی جو رقم پاکستان قبول کرے گا، اس کی مقدار کا دارومدار ان شرائط پر ہو گا، جو پیش کی جائیں گی۔

جناب بھٹو نے کہا کہ وہ روسیوں کی طرف سے پیش کئے گئے معاہدے کے مسودے کی بنیاد پر ماسکو میں مزید مذاکرات کریں گے۔

****

جناب بھٹو نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہندوستان کو سوئی گیس کی سپلائی کا دارومدار ان شرائط پر ہو گا جو ہندوستانی پیش کرنے پر رضامند ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ گیس ایک قیمتی شے ہے اور پاکستان، ہندوستان کو اس کی سپلائی صرف اس صورت میں کرے گا جب پرکشش پیشکش کی جائے۔

مزید برآں انہوں نے کہا کہ وزیراعظم نہرو کے دورہ پاکستان کے دوران وزیراعظم نہرو اور صدر ایوب خان کے درمیان اس موضوع پر مذاکرات کے بعد ہندوستانیوں نے کوئی ٹھوس تجویز نہیں پیش کی۔

جناب بھٹو آج شام بذریعہ طیارہ راولپنڈی جائیں گے اور 9 نومبر کو کراچی واپس آئیں گے۔ (اے۔ پی۔ پی)

ڈان

8 نومبر 1960ء

ضمیمہ (16)

وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی طرف سے صدر ایوب خان کے نام ڈھاکہ سے 11 مئی 1966ء کو سیکرٹری امور خارجہ کی وساطت سے بھیجی گئی یادداشت کے اقتباسات

مغربی ممالک سے پاکستان کے مسلمہ روابط ہیں۔ چین سے اس کے تعلقات دوستی اور اعتماد پر مبنی ہیں۔ ہنوئی میں پاکستان کا کوئی ریزیڈنٹ مشن نہیں ہے لیکن راولپنڈی اور ہنوئی کے درمیان اتنے کافی رابطے ہوئے ہیں کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دونوں ممالک کے تعلقات دوستانہ ہیں۔ پاکستان سب سے زیادہ فائق پوزیشن میں ہے کہ تعمیری پہل کی تلاش کے سلسلہ میں اس سے رجوع کیا جائے۔ حال تک ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے ساری دنیا میں اپنے اعلیٰ مقصد کے لئے ایک آغاز کرانے والے کی تلاش کرنے کی غرض سے اپنی متعدد کوششوں میں سب سے واضح ملک کو بالکل نظر انداز کیا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا بظاہر یہ خیال تھا کہ اگر اس نے پاکستان سے رجوع کیا تو وہ ملک اس کا یہ مطلب سمجھے گا کہ چین کے متعلق اس کی صحیح پالیسی کا یہ شاندار ثبوت ہے اور اس طرح اس کی حوصلہ افزائی ہو گی کہ وہ چین سے اور بھی قریب ہو جائے تاہم بنیادی طور پر اس امکان کا خوف؛ ویت نام میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے مستقبل کے مقابلہ میں اس کے مفادات کے لئے بہت کم خطرناک ہے۔ لہٰذا یہ ناگزیر تھا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے مستقبل کے مقابلہ میں اس کے مفادات کے لئے بہت کم خطرناک ہے۔ لہٰذا یہ ناگزیر تھا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ جلد یا بدیر پاکستان سے رجوع کرے۔ یہ کام 20 اپریل 1966ء کو انقرہ میں اس وقت کیا گیا جب سیکرٹری آف اسٹیٹ، رسک نے تقریباً رقت خیز انداز میں مجھ سے اپیل کی کہ میں ویت نام کے متعلق کچھ کروں، اسی شام کو دو علیحدہ مواقع پر انہوں نے کہا: "کیا آپ میرے اور چن ژی کے درمیان جنیوا یا مونا کو یا جہاں بھی وہ چاہیں، ملاقات کا انتظام کرا سکتے ہیں؟ آپ کے لئے اس مقصد کی خاطر ہنوئی یا پیکنگ جانے میں دقت نہیں ہو گی۔" میں نے ان سے کہا کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے اب تک پاکستان کو اعتماد میں نہیں لیا تھا۔ اس کے لئے بہت سے ابتدائی انتظامات کی ضرورت ہے اور ہم ایسے مشن کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں اپنی حکومت سے رابطہ قائم کروں گا اور دوسرے دن ان سے رابطہ قائم کروں گا۔ میں نے صدر کو فوراً ایک تار بھیجا جس میں مسٹر رسک کی درخواست کی اطلاع دی اور ان کی ہدایات طلب کیں۔ 21 کی سہ پہر کو اڈیشنل سیکرٹری خارجہ نے پیکنگ میں متعین سفیر پاکستان سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا اور کہا کہ چونکہ دونوں فریقوں کی پوزیشن ایک دوسرے سے بہت جداگانہ ہے۔ اس لئے کوئی مصالحت ممکن نظر نہیں آتی۔ پاکستان اس معاملہ میں نہیں پڑنا چاہتا اور بیٹھے بٹھائے نقصان اٹھانا نہیں چاہتا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ بہرحال صدر اس بات پر رضامند ہیں کہ چن ژی سے ملاقات کے لئے رسک کی درخواست کے متعلق چینیوں کو پاکستان میں ان کے سفیر کی وساطت سے مطلع کیا جائے۔ اڈیشنل سیکرٹری خارجہ نے پاکستانی سفیر کو یہ بھی بتایا کہ صدر کی رائے میں ہمیں امریکیوں کو یہ تاثر نہیں دینا چاہئے کہ چینیوں پر ہمارا اثر ہے۔ ٹیلی فون کے ذریعہ ان کی ہدایات کی تصدیق اڈیشنل سیکرٹری خارجہ کی طرف سے

دیئے گئے بعد کے ایک تار سے ہوئی جس میں انہوں نے پیکنگ میں متعین پاکستان سفیر سے اپنی بات چیت کی تلخیص دہرائی۔ جب میں 21 کی شام کو مسٹر رسک سے ملا تو سیکرٹری آف اسٹیٹ نے کہا کہ وہ اس سوال پر مجھ سے قریبی رابطہ رکھنا پسند کریں گے لیکن وہ اپنی خصوصی درخواست سے ہٹ گئے اور پچھلی شام کی بے چینی کا اظہار نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہو کیوں کہ انقرہ اور راولپنڈی کے درمیان آنے جانے والے پیغامات بیچ میں اڑا لئے گئے یا اس کی کوئی اور اہم وجہ ہو۔ چونکہ راولپنڈی سے نفی میں جواب آیا اس لئے میں نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ ان کو مزید ٹٹولوں' راولپنڈی سے جو ہدایات آئی تھیں وہ بے محل پیرایہ میں تھیں۔

****

انقرہ سے واشنگٹن روانہ ہونے سے پہلے' سیکرٹری آف اسٹیٹ مسٹر رسک نے 22 اپریل کو کہا کہ انہوں نے "پاکستانی وزیر خارجہ مسٹر زیڈ-اے- بھٹو سے جنوب مشرقی ایشیا پر دو گھنٹے تک بات چیت کی۔" اور یہ کہ انہوں نے "چین سے روابط کے معاملہ پر" تبادلہ خیالات کیا۔ یہ بات دہرائی جاتی ہے کہ مسئلہ ویت نام کو حل کرنے کی راہیں تلاش کرنے کے لئے پاکستان لازماً موزوں ترین پوزیشن میں ہے۔ پاکستان' چین اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے درمیان اور چین کی وساطت سے ہنوئی اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے درمیان' مواصلات کھولنے کی بہترین پوزیشن میں ہے۔ پاکستان ایک ایشیائی ملک اور چین کا ہمسایہ ہے۔ اس نے مغرب سے اپنے روابط منقطع کئے بغیر چین سے خصوصی تعلقات قائم کئے ہیں۔ اس نے ہنوئی سے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں۔ اگر اس کی کوششیں ناکام بھی رہیں تو ان سے پاکستان کے مفادات کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس کے برعکس اس سے پاکستان کا وقار بلند ہو گا اور دنیا پر یہ واضح ہو جائے گا کہ صرف پاکستان ہی واقعی طور پر اور مزید ترقی پسندانہ طریقے پر صحیح سمت میں بڑھنے کے قابل ہے۔ اس سے یہ واضح ہو گا کہ پاکستان کے ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور چین سے تعمیری انداز کے رابطے ہیں اور یہ دونوں برسرپیکار مخالفین کا اعتماد برقرار رکھ سکتا ہے۔

چونکہ یہ سوال ایشیا میں اور ساری دنیا میں امن کے لئے اتنا اہم ہے اس لئے اب پاکستان کے لئے وقت ہے کہ اپنا کردار ادا کرے۔ ہمیں اس لئے پس و پیش نہیں کرنا چاہئے کہ ناکامی کا اندیشہ ہے۔ اگر کوششیں ناکام بھی ہوں تو بھی یہ صورت حال کو منزل مراد سے قریب تر لا سکتی ہے۔

بہت ہی علامتیں اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ ایسی ایشیائی مملکت کی جانب سے' جس کے پیکنگ اور ہنوئی اور واشنگٹن دونوں سے اچھے تعلقات ہوں' بامعنی پہل کے لئے بالکل موزوں وقت ہے۔ بین الاقوامی امور کے موجودہ گرداب میں' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان اتفاق سے وہی مملکت ہے۔ طلب مبارزت کر دیا جائے۔ ممکن ہے یہ کامیاب نہ ہو لیکن اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اس سے ہماری نیک نیتی دونوں طرف قائم ہو جائے گی۔

(ذوالفقار علی بھٹو)
11 مئی 1966ء
کیمپ ڈھاکہ

ضمیمہ (17)

وزیر خارجہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تحریر کردہ سرکاری یادداشتوں سے اقتباسات۔۔۔1966ء

(1)

پاکستان نے اب تک اس زبردست حقیقت کو جسے سوویت یونین کہتے ہیں اور جو اس کے سر کی طرف نکلا ہوا ہے' نظر انداز کرنا پسند کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس عظیم طاقت کے ساتھ جنگجویانہ پالیسی اختیار کی...... اس نے سوویت یونین سے رابطہ قائم کرنے سے انکار کیا اور بعض اوقات اس ملک کو خطرناک اشتعال دلایا' مثال کے طور پر اس نے یوٹو کو سوویت یونین کے اندر جاسوسی کرنے کی غرض سے اپنے علاقے سے پرواز کرنے کی اجازت دی۔ پاکستان نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو مستقل سہولتیں مہیا کیں تاکہ وہ سوویت یونین کے بارے میں ٹوہ لگائے۔ اس یکطرفہ خارجہ پالیسی کو اور آگے بڑھانے میں پاکستان نے اس بات کی بھی ضرورت محسوس نہ کی کہ سوویت یونین سے کوئی مستحکم ثقافتی اور تجارتی رابطے قائم کرے۔ فنی نوعیت کے سوویت لٹریچر کی اشاعت کو بھی روکا گیا۔ دنیا تو رفتہ رفتہ بدل چکی تھی اور سوویت یونین اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے بھی ان تبدیلیوں کی مناسبت سے ردوبدل کر لیا تھا لیکن پاکستان اپنی جگہ ثابت قدم رہا اور زمانے کے ارتقاء کو تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ یہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ذمہ داری نہیں تھی کہ جو تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں ان کے متعلق پاکستان کو بتائے۔ پاکستان کے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ساتھ اتنی ہی ثابت قدمی سے بندھے رہنے سے' جتنی وہ ان تبدیلیوں سے پہلے تھا' ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے مفادات کو کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا تھا۔ 1965ء میں ہندوستان اور پاکستان کی جنگ کے دوران بھی' جب مغربی ممالک نے ہندوستان اور پاکستان دونوں کو فوجی ساز و سامان بھیجنے پر پابندی لگا دی تھی' ہندوستانی لیڈروں نے سوویت یونین کو زبردست خراج تحسین پیش کیا کہ اس نے ہندوستان پر ایسی ہی کوئی پابندی عائد نہیں کی اور جنگ کے آغاز سے پہلے سوویت یونین اور ہندوستان کے درمیان ہونے والے معاہدوں کے مطابق ہندوستان کو فوجی ساز و سامان سپلائی کرتا رہا۔ جنگ کے دوران' جب کہ ان کے بازو میں مسٹر ڈین رسک کھڑے مسکرا رہے تھے' سوویت وزیر خارجہ مسٹر گرومیکو نے نیو یارک میں کہا۔ "سوویت یونین ہندوستان کا پرجوش ترین دوست ہے۔" سلامتی کونسل کے نازک مباحث کے وقت' جن کے نتیجہ میں 20 ستمبر کی قرارداد منظور ہوئی' ہر ہر قدم پر سوویت یونین نے ہندوستان کی حمایت کی۔

ہم ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے اچھے تعلقات اس لئے رکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ایک بڑی طاقت اور بااثر ملک ہے۔۔۔۔۔ ایسا ملک جس سے تعلقات رکھنا ضروری ہے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے ہمارے تعلقات' ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی طرف سے کی گئی کسی خاص پہل پر مبنی نہیں ہیں' خواہ وہ تعلقات دو طرفہ یا کثیر طرفہ ہوں' بلکہ ایک بڑی طاقت کی حیثیت سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی قوت اور پوزیشن پر مبنی ہیں۔ اسی طرح چین سے بھی ہمارے اچھے تعلقات اس وجہ سے نہیں کہ چین نے جنگ ستمبر کے دوران ہندوستان کو الٹی میٹم دیا تھا۔ چین سے ہمارے تعلقات اس الٹی میٹم سے پہلے ہی سے اچھے تھے۔ چین سے ہمارے تعلقات' اس کی طرف سے کی گئی کسی خاص پہل کی وجہ سے نہیں بلکہ جغرافیہ' تاریخ اور سیاست کی ٹھوس حقیقتوں کی وجہ سے استوار ہوئے۔ اگر بڑی طاقتوں سے اچھے تعلقات ہر ایک پہل' خواہ وہ حق میں ہو یا نہ ہو' پر مبنی ہوں تو مملکتی تعلقات میں کوئی تسلسل یا تیقن نہ ہو اور نہ مملکتوں کے درمیان تعلق کی راہ متعین کرنے والے منطقی قواعد ہوں۔ لہٰذا ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی خاص پہل سے بے نیاز ہو کر سوویت یونین سے اپنے تعلقات بہتر بنائیں۔...... اس سے ہمارے تعلقات کے لئے وسیع امکانات اور کہیں زیادہ حرکت پذیری پیدا ہو گی۔

ہمارے لئے یہ ضروری اور اہم ہے کہ سوویت یونین سے اپنے تعلقات بہتر بنائیں۔ یہ کام کسی خاص پہل کے محدود سیاق و سباق کے مقابلہ میں سوویت یونین کی طرف سے کی گئی کسی اہم پہل سے بے نیاز ہو کر کرنا چاہئے۔

(ذوالفقار علی بھٹو)

اپریل 1966ء

(2)

صدر اس بات سے واقف ہیں کہ پچھلے کچھ عرصے سے میں نے کثیر طرفہ ذمہ داریوں کے مقابلہ میں غیر ممالک کے ساتھ دو طرفہ تعلقات قائم کرنے کے فوائد کے حق میں دلائل دیئے ہیں تاکہ ہماری خارجہ پالیسی کے لئے وسعت خیال اور منطق مہیا ہو۔

بیس سال سے زیادہ عرصے تک' بین الاقوامی صورت حال پر کثیر طرفہ پابندیاں غالب رہیں۔ اب صورت حال پھر بدل رہی ہے۔ نئے عوامل نمودار ہوئے ہیں اور موجودہ حالات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ دو طرفہ ڈپلومیسی پر پھر روز افزوں زور دیا جائے۔

جو مملکت' کسی ایسے کثیر طرفہ دفاعی انتظام کی پابند ہو' جو اس کے اپنے قومی مفادات سے پوری طرح مطابقت نہ رکھتا ہو' وہ کثیر طرفہ آویزشوں کے خطرے سے دوچار ہونے کے علاوہ بہت سی مشکلات سے دوچار ہوتی ہے۔ ایسے کثیر طرفہ انتظامات کی بہت سی برائیوں میں سے ایک برائی یہ ہے کہ ریل

اس طرح بنی ہوئی ہے کہ سب سے زیادہ سست چلنے والے کی رفتار سے چلے جس کا نتیجہ مفادات کے تصادم اور خصوصی مصلحتوں کے پیش نظر بے تاثیری کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ اس صورت حال میں دوسری انتہا کا تضاد موجود ہوتا ہے جس میں کوئی مملکت اتنی تیز رفتاری سے چلنا چاہئے کہ ریل کے سارے ڈبے پٹڑی سے اتر جائیں۔ دوسرے الفاظ میں ایسی روانی کی بنیاد پر' جو ایک کثیر طرفہ انتظام کے اندر ہر مملکت کی امنگوں کے مطابق ہو' دائمی طور پر چلنا مشکل ہے۔

اگر دو طرفہ تعلقات کی شرائط روح کے اعتبار سے' کسی منسلکہ انتظام کے تحت کثیر طرفہ پابندیوں کی شکل اختیار کرلیں تو وہ بھی کثیر طرفہ ذمہ داریوں کی صورت اختیار کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی مملکت کسی بڑی طاقت سے یہ وعدہ کرے کہ اگر وہ بڑی طاقت کسی جنگ میں ملوث ہوگی تو وہ بھی جنگ کرے گی تو یہ درحقیقت ایک کثیر طرفہ ذمہ داری کی صورت ہوگی۔ ایسا اس لئے ہوگا کہ ممکن ہے متعلقہ بڑی طاقتوں کی بھی دوسری مملکتوں کے ساتھ ایسی ہی دو طرفہ اور کثیر طرفہ ذمہ داریاں ہوں۔ اس طرح ردعمل کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا اور دو طرفہ پابندیاں' کثیر طرفہ ذمہ داری میں تبدیل ہو جائیں گے۔ ایک خالص دو طرفہ معاہدہ بھی شرکاء کے آزادی عمل کو محدود کر سکتا ہے بشرطیکہ معاہدے کی نوعیت ایسی ہو کہ وہ دوسری مملکت کی سلامتی کے خلاف پڑتا ہو۔ مثال کے طور پر ایسے حالات میں' یہ شرکاء کو ایسی پوزیشن میں ڈال دے گا جس میں وہ تیسرے ملک کے ساتھ' جس کے اہم مفادات کے خلاف وہ پہلے ہی دو طرفہ معاہدہ کر چکے ہیں' اپنے دو طرفہ تعلقات قائم کرنے کے سلسلے میں خود کو نہایت محدود پائیں گے۔

یکساں اور صاف ستھرے دو طرفہ تعلقات کے لئے ایک ناگزیر اولین شرط' غیر جانبداری کی اصلیت ہے۔ تعلقات' دو متعلقہ طاقتوں کے مشترکہ قومی مفادات تک محدود ہونے چاہئیں اور انہیں اپنے اپنے مفادات سے آگے کسی ایسی چیز کا اپنے آپ کو پابند نہیں کرنا چاہئے جو ایک تیسرے ملک کے مفادات کے خلاف پڑتی ہو۔

(ذوالفقار علی بھٹو)

30 مئی 1966ء

(3)

دوسری عالمی جنگ کے اختتام کے وقت سے دنیا میں ایک نئی سیاسی صورت حال پیدا ہوئی ہے جو شاید اس وجہ سے کہ بالکل عیاں ہے' بعض اوقات اپنے صحیح تناظر میں نہیں دیکھی جاتی اور انسانی معاملات کے چلن پر اس کے مضمرات کو اچھی طرح سمجھا نہیں جاتا۔

****

انیسویں صدی میں اور بیسویں صدی کے پہلے نصف میں کسی ملک کے خارجہ امور چلانے کا روایتی طریقہ یہ تھا کہ بڑی طاقتوں کے گروپوں کے درمیان' چھوٹی قوموں کی اعانت سے طاقت کا توازن برقرار رکھنے کی غرض سے علاقائی معاہدہ کیا جائے۔ طاقت کا نہایت ہی نازک توازن قائم کرکے ہی امن برقرار رکھا گیا تھا۔ درحقیقت امن میں خلل صرف اسی وقت پڑا جب کسی خاص وقت میں طاقت کا توازن ایک یا دوسرے گروپ کے حق میں ہو گیا۔ ان دنوں' نسبتاً چھوٹی قومیں مختلف قسم کی سیاسی ترتیب اور یکجائی کرکے بڑی طاقتوں کی پالیسی اور صف بندی پر اثر انداز ہو سکتی تھی۔

عالمی طاقتوں کے ظہور کے ساتھ آج یہ ساری چیزیں بدل گئی ہیں کیوں کہ یہ عالمی طاقتیں مستند مفہوم میں بڑی طاقتوں کے اوصاف رکھنے کے علاوہ' زیادہ بڑی اور بہت زیادہ طاقتور ہیں اور ساری دنیا میں قوموں کی تقدیر متعین کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔ ان طاقتوں کے ظہور سے گذشتہ بیس سال میں انسانی اور مملکتی امور چلانے کا پورا تصور بنیادی طور پر بدل گیا ہے۔ نسبتاً چھوٹی قوموں کے لئے اور اپنے قومی مفادات کو فروغ دینے کا کام زیادہ پیچیدہ اور مشکل ہو گیا ہے۔ جو چھوٹی قوم' نئے قواعد کو نہیں سمجھتی' اس کا انجام لازماً مایوسی' احساس بے بسی' علیحدگی و تنہائی اور شاید آخر کار فنا ہو گا۔ ہمیں اس بات کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ ہم اس نئی صورت حال میں اپنے معاملات کس طرح چلائیں۔

****

آج نسبتاً چھوٹی قوموں کے سامنے یہ مسئلہ ہے کہ وہ اپنے معاملات کس طرح پر چلائیں کہ ان کے بنیادی مفادات محفوظ رہیں۔ ان کی علاقائی سالمیت برقرار رہے اور انہیں بڑی طاقتوں نیز نسبتاً چھوٹی قوموں کے ساتھ اپنے تعلقات کے معاملہ میں بدستور آزادی حاصل رہے۔ ظاہر ہے کہ نابرابر قوموں کے درمیان برابری حاصل کرنا ممکن نہیں۔ ایسی صورت حال میں کوئی شخص زیادہ سے زیادہ رواداری اور شاید مفاہمت کے تعلق کی توقع رکھ سکتا ہے لیکن حقیقی برابری کی کبھی توقع نہیں کر سکتا۔ بڑی طاقتوں اور نسبتاً چھوٹے ملکوں کے درمیان تعلق فی نفسہ نابرابر ہے جس میں بڑی طاقتیں' برابر تو کیا' کافی مقدار میں بدلہ دیئے بغیر' بہت سے فوائد زبردستی حاصل کر سکتی ہیں۔ کسی کمزور تر قوم کے لئے یہ بات ناقابل تصور ہے کہ وہ انصاف کے نام پر یا اپنے مقصد کی سچائی کی بنا پر کسی بڑی طاقت کو اپنے نقطہ نظر کی ہمنوائی کرنے پر مجبور کرے یا اسے اپنے زیر اثر لائے۔ آخری تجزیئے میں مقصد کی سچائی نہیں بلکہ بڑی طاقتوں کے بے مہر عالمی مفادات ان کی پالیسی کا تعین کرتے ہیں۔ یہ مفادات' ایسی نابرابر قوتوں کے درمیان کسی کھلی اور لامتناہی محاذ آرائی میں یقیناً غالب رہیں گے۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ نسبتاً چھوٹی قوموں کو بڑی طاقتوں کے احکام کی فرمانبرداری سے پابندی کرنی چاہئے اور مادی فوائد اور اقتصادی خوشحالی کے وعدے کے عوض اپنی آزادی قربان کر دینی چاہئے؟ اس کا جواب' ایک

زور دار' نہیں' ہے۔ نسبتاً چھوٹی قوموں کے لئے یہ بات ممکن ہے کہ وہ اپنے معاملات کو ہوشیاری سے چلا کر اپنی آزادی برقرار رکھیں اور بڑی طاقتوں نیز نسبتاً چھوٹی قوموں سے اپنے تعلقات میں لچک پیدا کریں۔ کسی نسبتاً چھوٹی قوم کے لئے یہ بات خلاف مصلحت اور شاید خطرناک ہو گی کہ وہ دوسری بڑی طاقتوں کو چھوڑ کر ایک بڑی طاقت کے مجموعی مفادات سے خود کو پورے طور پر منسلک کر لے۔ بعض اوقات ممکن ہے کہ کسی نسبتاً چھوٹی قوم کے لئے یہ ضروری ہو کہ وہ کسی ایک عالمی طاقت سے اور زیادہ قریب ہو جائے لیکن اس صورت حال میں بھی اس کے لئے یہ ناممکن نہیں ہے کہ دوسری بڑی طاقتوں کے ساتھ باعزت دو طرفہ تعلقات کی بنیاد پر معمول کے مطابق تعلقات برقرار رکھے۔ کسی چھوٹی مملکت کے لئے یہ اعلیٰ درجے کی حماقت ہو گی کہ کسی دوسری بڑی طاقت کے بل بوتے پر یا کسی عالمی طاقت کے خلاف اشتعال کی پالیسی اختیار کرے۔

****

کسی بڑی طاقت سے یہ توقع رکھنا کہ وہ نسبتاً چھوٹی مملکت کے مطالبہ پر اپنے عالمی مقاصد تبدیل کر دے گی' ایک تصوری بات ہو گی۔ کسی کمزور تر مملکت کے لئے یہ توقع رکھنا غیر حقیقت پسندانہ بات ہو گی کہ وہ کسی بڑی طاقت سے معمول کے مطابق تعلقات قائم کرنے پر رضامند ہوئے بغیر' اسے اپنے نقطہ نظر کا ہمنوا بنا لے گی۔ چونکہ تعلق نابرابر ہے۔ اس لئے نسبتاً چھوٹی مملکت کے لئے یہ دانشمندی کی بات ہو گی کہ وہ متنازعہ نکتہ کو اس واضح اور قطعی مفاہمت پر الگ کر دے کہ کوئی فریق اس خاص مسئلہ پر دوسرے فریق پر اثر انداز نہیں ہو گا۔ ایسی خاموش مفاہمت پر ایک نارمل اور منطقی ربط ضبط قائم کیا جا سکتا ہے۔ ایسی مفاہمت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے ان بڑی طاقتوں سے بہتر تعلقات نہیں رکھنے چاہئیں جو اس کے نقطہ نظر کی حمایت کرتی ہیں۔ ایسی مفاہمت ایسے تعلقات کے مدارج پیدا کرتی ہے جو قابل توضیح' یکساں اور منطقی اور غلط تشریحات سے آزاد ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وقار ختم ہو گیا یا عزت گھٹ گئی۔ اس کے برعکس اس کا مطلب یہ ہے کہ نسبتاً چھوٹی طاقت اپنے وقار' مفادات اور پوزیشن پر مصالحت کرنے پر رضامند نہیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ دونوں کی طرف سے یہ معاہدہ ہے کہ وہ ایسے نکتہ میں جس پر بنیادی اختلاف ہے' مداخلت نہیں کریں گے یا ایک دوسرے کی پوزیشن پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معمول کے مطابق تعلقات قائم کرنے کے لئے کوئی قیمتی چیز زبردستی نہیں لی جا رہی ہے یہ صرف براہ راست معاملہ کرنے سے ایک خاص مسئلہ کو الگ کرتی ہے۔ یہ صرف ایک نابرابر محاذ آرائی سے اس شرط پر گریز کرتی ہے کہ اختلاف کے اہم نکتہ پر ایک فریق دوسرے فریق پر اثر انداز نہیں ہو گا۔ ایسی مفاہمت متعلقہ مملکت کو اپنی جدوجہد جاری رکھنے سے نہیں روکتی۔ اور نہ ہی یہ اس بات سے روکتی ہے کہ جب کبھی موزوں مواقع پیدا ہوں تو اختلافات پر جاندار مکالمہ ہو۔

****

معاملہ کی سادہ حقیقت یہ ہے اخیر میں کسی بڑی طاقت کو دھوکہ یا چرکہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے یہ بہتر ہو گا کہ ایک حقیقت پسندانہ اور متوازن رویہ اختیار کیا جائے اور داخلہ خطوط کی بجائے سائنسی خطوط پر پالیسی وضع کی جائے۔

متعلقہ مملکت کے مقاصد کے دوسرے ذرائع سے حصول کے بہتر امکانات ہوں گے۔ دوسرے ذرائع یہ ہیں کہ ایک طرف ایشیاء' افریقہ اور لاطینی امریکہ کی نسبتاً چھوٹی قوموں جنہیں اب ہم تیسری دنیا کہتے ہیں' کی اجتماعی آواز اور باہمی اتفاق سے بالواسطہ دباؤ ڈالا جائے اور دوسری طرف بڑی طاقتوں نیز حاشیہ پر کی ان بڑی طاقتوں سے' جن سے اس کے مفادات مطابقت رکھتے ہوں' سفارتی دباؤ ڈلوایا جائے۔ اساسی تدبیر یہ ہونی چاہئے کہ ان بڑی طاقتوں سے' جن کے ساتھ بنیادی مفادات میں اختلاف ہو' براہ راست محاذ آرائی سے بچا جائے۔

****

لہٰذا نسبتاً چھوٹی مملکتوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ساری بڑی طاقتوں کے ساتھ' ان کی پوزیشنوں کا لحاظ کئے بغیر' اپنے متصادم مفادات پر مکالمہ جاری رکھیں اور سارے یا کچھ نہیں کی تنگ یک بعدی بنیاد پر ملوث ہوئے بغیر ان پر بالواسطہ اثر انداز ہونے کی غرض سے اپنے وسائل کے اندر سب کچھ کریں۔

متنازعہ نکتہ کو ہٹانے کے بعد' زیر بحث ساری بڑی طاقتوں کے ساتھ' متنازعہ مسئلہ کے سوا سارے معاملات پر معمول کے مطابق اور دوستانہ تعلقات ہو سکتے ہیں۔ اس سے زیر بحث مملکت اس قابل ہو گی کہ وہ ان بڑی طاقتوں کے ساتھ' جن سے اس کے مفادات مطابقت رکھتے ہوں' مزید خوشگوار تعلقات قائم کرے۔ ایسی صورت میں وہ بڑی طاقت' جس کے مفادات سے ٹکراؤ ہوتا ہو' ان بڑی طاقتوں سے جن سے اس کے مفادات مطابقت رکھتے ہوں' اس مملکت کے مزید خوشگوار تعلقات پر اعتراض نہیں کر سکتی۔

****

کم طاقتور قوموں کے لئے تیسری دنیا کا استحکام اتنا اہم ہے کہ بڑی طاقتیں اس چیز کے ظہور سے کوئی خاص راحت محسوس نہیں کرتیں۔ اس وقت یہ استحکام اتنا مضبوط نہیں ہے کہ اسے بڑی طاقتوں کے خلاف ایک موثر لیور کے طور پر استعمال کیا جائے۔

****

یہ بات صاف طور پر سمجھی جائے گی کہ ہماری خارجہ پالیسی کی پوری بنیاد

یہ ہے کہ ان ملکوں سے تعلقات مستحکم کریں جو ہماری حمایت کرتے ہیں اور ان ملکوں کے ساتھ جھگڑے کے نکتے علیحدہ کر دیں جو یا تو غیر جانبدار یا ہمارے مخالف ہیں۔

****

لہٰذا عالمی صورت حال کی قوت متحرکہ اور وقار کے پیش نظر یہ مناسب ہے کہ چھوٹی طاقتیں اپنے قومی مقاصد کے حصول کے لئے جھگڑے کے معاملات کو جدا کرنے کی کوشش کریں اور اپنے بدلتے ہوئے مقاصد کی لہروں اور نیرنگیوں کے ساتھ بڑی طاقتوں سے براہ راست تصادم نہ کریں۔

****

نظریہ تعلیل کا اطلاق امور خارجہ پر اتنا ہی ہوتا ہے جتنا قانون ٹارٹ پر۔ مملکتی تعلقات کے چلن میں ایک سرگرم باہم تعلق اور باہمی اثر ہوتا ہے۔ صاف ستھری اور قابل تعریف خارجہ پالیسی دوسری مملکتوں کو متاثر کرتی ہے۔ اس کے برخلاف مصلحت اور بددیانتی پر مبنی پالیسی' دوسرے ملکوں کے ساتھ تعلقات میں کسی مملکت کی نیک نامی پر ناخوشگوار اثر ڈالتی ہے۔ اگر پاکستان کی پالیسیاں یکساں' اخلاقی اور ارفع قسم کی رہیں تو ایسے رویہ اور طور طریقہ سے دوسری مملکتوں کا متاثر ہونا لازمی ہے۔

****

اس طرح پاکستان کے لئے یہ ممکن العمل اور بلاشبہ مناسب ہے کہ وہ دونوں عظیم طاقتوں اور نیم عظیم طاقتوں سے مکمل طور پر قابل فہم درجہ بندی کی بنیاد پر لیکن کسی دباؤ اور کھچاؤ کے بغیر دو طرفہ تعلقات برقرار رکھے۔ دو طرفہ تعلقات کو مفید بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ یکساں ہوں اور دوسرے ملکوں سے تعلقات پر اثر انداز نہ ہوں ...... دو طرفہ تعلقات کی شرائط کسی طور پر بھی متناقض نہ ہوں اور نہ ہی وہ دوسری عظیم مملکتوں کے ساتھ دو طرفہ تعلقات کی حد اور امکان کو ختم کریں۔

(ذوالفقار علی بھٹو)

15 اپریل 1966ء

اجازت نامہ

سرکاری دستاویزات شائع کرنے کا اختیار

از طرف معاون برائے وزیراعظم' بنام سیکرٹری' وزارت امور خارجہ

14 اکتوبر 1976ء — نمبر 2356-ایس' اے' پی' ایم/76

محترمی سیکرٹری امور خارجہ

آپ کو علم ہو گا کہ جناب وزیراعظم نے دو طرفہ تعلقات کے اصول کی ترویج اور اس پر عملدرآمد کی بنیاد پر ہماری خارجہ پالیسی کے ارتقاء کا ایک جائزہ مرتب کیا ہے۔ اس جائزہ میں موجودہ بعض حوالہ جات کو متعلقہ دستاویزات کے ذریعے مزید واضح کیا جائے گا۔ دفتر خارجہ نے اپنے ریکارڈ سے یہ دستاویزات مجھے فراہم کی ہیں۔ اگرچہ سربراہ حکومت کی حیثیت سے جناب وزیراعظم کو یہ فیصلہ کرنے کا خصوصی اختیار حاصل ہے کہ کسی خاص یا عام دستاویز کے مندرجات کو مملکت کے مفاد میں عوام کے علم میں لایا جائے یا نہیں۔ تاہم موجودہ معاملہ میں انہوں نے اپنا یہ اختیار خود استعمال نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے بجائے انہوں نے کہا ہے کہ میں جناب وزیراعظم کے اپنے دستخط شدہ مضمون کے ضمیموں کے طور پر ان دستاویزات کے مندرجات کی اشاعت کے لئے وزارت امور خارجہ سے اجازت حاصل کروں۔ ایسی دستاویزات کی فہرست منسلک ہے۔

یہ درخواست میں اس خیال کے تحت کر رہا ہوں کہ ان دستاویزات کی اشاعت ہماری خارجہ پالیسی کے ارتقاء کا بہتر ادراک پیدا کرنے میں مملکت کے مفاد میں ہو گی۔ مزید برآں کسی بھی بیرونی ملک کے ساتھ ہمارے موجودہ تعلقات پر اس کا کوئی مضر اثر نہیں پڑے گا۔ براہ کرم آپ اس رائے سے اپنے اتفاق یا اختلاف سے مجھے آگاہ فرمائیں۔

یہ اجازت حاصل ہونے کی صورت میں وزارت اطلاعات کو میں مطلع کر دوں گا کہ ان دستاویزات کی اشاعت کا اختیار دے دیا گیا ہے۔

آپ کا مخلص

ایم۔ یوسف بچہ

جناب آغا شاہی
سیکرٹری
وزارت امور خارجہ
اسلام آباد

از طرف سیکرٹری' وزارت امور خارجہ' بنام معاون خصوصی برائے وزیراعظم

اسلام آباد' 23 اکتوبر 1976ء — نمبر 7774/ ایف ایس/ 76

محترمی معاون خصوصی

آپ کا خط نمبر 2356/ ایس اے پی ایم/ 76 مورخہ 14 اکتوبر 1976ء موصول ہوا جو دو طرفہ تعلقات کے اصولوں کے بارے میں جناب وزیراعظم کے جائزے کے ضمیموں کے طور پر بعض دستاویزات کی اشاعت کے متعلق ہے۔ ہمیں آپ کی رائے سے اتفاق ہے اور ہم آپ کے خط میں منسلکہ فہرست میں مذکورہ دستاویزات کی اشاعت پر رضامند ہیں۔

آپ کا مخلص

آغا شاہی

جناب ایم۔ یوسف بچہ

معاون خصوصی برائے وزیراعظم

از طرف معاون خصوصی برائے وزیراعظم، بنام سیکرٹری کابینہ

21 اکتوبر 1976ء نمبر 2366- ایس اے پی ایم/ 76

محترمی سیکرٹری کابینہ

وزیراعظم نے گزشتہ برسوں کے دوران ہماری خارجہ پالیسی کے ارتقاء کا ایک جائزہ مرتب کیا ہے جو جلد ہی شائع کر دیا جائے گا۔ بعض دستاویزات کو بغرض تصریح اس مطبوعہ کے ساتھ ضمیموں کے طور پر منسلک کرنے کی ضرورت ہے۔ دفتر خارجہ کے ریکارڈ سے جو دستاویزات حاصل کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ان ضمیموں میں کابینہ میں ہونے والے مباحث کے وہ خلاصے بھی شامل ہوں گے جو دسمبر 1958ء اور نومبر 1960ء میں خارجہ پالیسی پر ہوئے تھے۔ یہ خلاصے کابینہ میں پیش کردہ تلخیص، اٹھائے ہوئے نکتوں اور ان جلسوں میں کئے گئے فیصلوں کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں۔

اس امر کے پیش نظر کہ وزیراعظم کے مضمون کی اشاعت، جو ضروری دستاویزات سے مزین ہو، ہماری خارجہ پالیسی کا بہتر ادراک پیدا کرنے میں مملکت کے مفاد میں ہو گی، میں مندرجہ بالا دو خلاصوں کی اشاعت کے لئے کیبنٹ ڈویژن کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ ان دستاویزات کے ساتھ موزوں اقتباسات منسلک کئے گئے ہیں تاکہ اس بات کی ضمانت ہو جائے کہ وہ کسی بیرونی ملک سے ہمارے موجودہ تعلقات پر مضر اثر نہ ڈالیں۔

سربراہ مملکت کی حیثیت سے وزیراعظم کو یہ خصوصی اختیار حاصل ہے کہ وہ ایسی اجازت دیں یا نہ دیں تاہم موجودہ صورت میں انہوں نے یہ اختیار خود استعمال نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ جلد جواب دیں گے۔ اگر اجازت دے دی گئی تو میں وزارت اطلاعات و نشریات کو مطلع کروں گا کہ کابینہ میں ہونے والے مباحث کے خلاصے شائع کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہے۔

آپ کا مخلص

ایم۔ یوسف بچ

جناب وقار احمد

سیکرٹری

کیبنٹ ڈویژن، حکومت پاکستان

راولپنڈی

از طرف سیکرٹری، کابینہ، بنام معاون خصوصی برائے وزیراعظم

راولپنڈی۔ 26 اکتوبر 1976ء۔ ڈی۔ او نمبر۔ ڈی 3557/ پی ایس / سی ایس/ 76

محترمی معاون خصوصی

آپ کی ڈی، او لیٹر نمبر 2366 - ایس اے پی ایم/ مورخہ 21 اکتوبر 1976ء موصول ہوا۔

ہمیں آپ کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ وزیراعظم کے مضمون کے ضمیمے کے طور پر ان دستاویزات کی اشاعت جن کا ذکر آپ کے خط میں کیا گیا ہے، مملکت کے مفاد میں ہیں۔

آپ اس اختیار کی اطلاع، وزارت اطلاعات کو دے سکتے ہیں۔

آپ کا مخلص

وقار احمد

جناب ایم۔ یوسف بچ

معاون خصوصی برائے وزیراعظم

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو
ملک گیر ہفتہ سرکاری ملازمین
کے افتتاح پر خطاب

راولپنڈی۔ 22 نومبر 1976ء

(22 نومبر 1976ء سے پاکستان بھر میں "ہفتہ سرکاری ملازمین" منایا گیا۔ وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو نے راولپنڈی میں منعقدہ ایک تقریب میں 22 نومبر 1976ء کو ملک گیر ہفتہ سرکاری ملازمین کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر وزیراعظم بھٹو نے حاضرین سے جو خطاب کیا اس کا متن درج ذیل ہے۔)

مجھے ہفتہ سرکاری ملازمین کا افتتاح کرتے ہوئے بڑی مسرت محسوس ہو رہی ہے۔ جو ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ منایا جا رہا ہے۔ اس ہفتہ کو منانے کا فیصلہ کرتے وقت میرا ذہن دو باتوں پر سب سے زیادہ مرکوز تھا۔ اول تو یہ کہ ہم پاکستانی لوگ قومی زندگی میں ملازمین کے کردار کے بارے میں بے حد الجھن کا شکار رہے ہیں۔ دوم یہ کہ ایک تو میں خود بھی جانتا ہوں اور اس سے زیادہ محسوس کر سکتا ہوں جو کچھ کہ مجھے بیشتر سرکاری ملازمین کی پریشانیوں اور تکالیف کے بارے میں بتایا جا سکتا ہے۔

ان دو مسئلوں میں سے پہلے' میں دوسرے مسئلے کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ سب جانتے ہیں کہ ہم عالمی اقتصادی انقلاب کے ایک انوکھے دور سے گزر رہے ہیں۔ مصارف زندگی بڑی تیزی سے چڑھ رہے ہیں۔ سامان تعیش کا تو ذکر ہی کیا' عام ضروریات زندگی بھی مہنگی ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرے کے طبقوں کی نسبت مقررہ آمدنیوں والے افراد بے جان ہو کر رہ گئے ہیں۔ محض وعدے اور باتیں اس صورت حال کا کوئی مداوا نہیں کر سکتیں۔ اور نہ ہی وہ کارگر ثابت ہو سکتی ہیں۔ لیکن چونکہ آپ قوم کے ایک ایسے بیشتر حصے سے تعلق رکھتے ہیں جو تعلیم یافتہ ہے' اس لئے آپ آسانی سے یہ بات سمجھ سکیں گے کہ ہم یہاں ایک ایسی حالت سے نمٹ رہے ہیں جس کا تعلق ملک کے وسائل اور ان کے انتظام نیز افراط زر کی لعنت سے ہے۔

ہمارا ملک ایک غریب ملک ہے۔ اگرچہ دنیا میں ہمارے ملک سے بھی زیادہ غریب ممالک ہیں۔ لیکن ان کا سیاسی اور جغرافیائی محل وقوع ہمارے جیسا نہیں ہے اور نہ ہی انہیں ملکی سالمیت کے سلسلے میں زائد بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ یعنی بہ الفاظ دیگر قومی دفاع پر ہوش ربا اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں۔

مجھے اس سے زیادہ اور کسی بات سے خوشی نہیں ہو گی کہ میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور ریٹائرڈ ملازمین کی پنشنوں میں ڈرامائی اضافہ کا اعلان سا۔ لیکن یہ کسی اناڑی طبیب کا علاج ہو گا۔ حکومت کے پاس جادو کی کوئی چھڑی نہیں ہے۔ ہم اس مسئلے پر سوچ بچار کر رہے ہیں اور ہم اس بات پر کوئی شیخی محسوس نہیں کر رہے کہ ہم نے اس مسئلے کو 1973ء اور 1974ء میں تنخواہوں میں متناسب اضافے کر کے حل کر لیا ہے بلکہ ہم نے تو اس مسئلے کے تمام مالی پہلوؤں کا جائزہ لینے کی غرض سے ایک تنخواہ کمیشن قائم کیا۔

اس تنخواہ کمیشن نے اپنی رپورٹ ابھی پچھلے ہفتے ہی پیش کی ہے اور اب اس پر وفاقی اور صوبائی حکومتیں غور کریں گی۔ اس رپورٹ پر گہرا غور و فکر کرتے وقت اس امر کو ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا کہ اس حد تک خسارے کی مالیات نہ کی جائیں کہ جو قومی اقتصادیات کو ہی خراب کر دے۔ تنخواہوں میں ایسا اضافہ بے معنی ہے جو قیمتوں میں مزید اضافہ کی نذر ہو جائے۔

تاہم میں نے یہ ہدایات جاری کر دی ہیں کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے تمام متعلقہ اشخاص تنخواہ کمیشن کی رپورٹ پر ہمدردی اور فوری ضرورت کے احساس کے ساتھ غور کریں۔ میں اس غرض سے انتظار کرنا بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک قابل عمل اسکیم موصول ہو جائے تاکہ اس پر فوری عمل در آمد کیا جا سکے بجائے اس کے کہ بغیر سوچے سمجھے اور جلدبازی سے تجویز کئے گئے اقدامات پر جو دیکھنے میں پرکشش نظر آئیں' عمل در آمد کیا جائے جس سے اگر ایک مسئلہ حل ہو گا تو کئی دوسرے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔

مجھے امید ہے کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی تنخواہ کمیشن کی سفارشات پر مبنی تجاویز غیر ضروری تاخیر کے بغیر مرتب کر لی جائیں گی۔ ان تجاویز کے پیش ہوتے ہی حکومت فوراً فیصلہ کر دے گی۔ اور اسی وقت ریٹائرڈ افراد کی پنشنوں پر بھی نظر ثانی کی جائے گی۔

طبی سہولتیں

چونکہ اس وقت اس مسئلے کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر عارضی اقدامات کرنے کی بجائے اصولوں پر مبنی ہے' اس لئے میں سردست اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ تنخواہ کے علاوہ کسی اور فائدہ کے متعلق کچھ کہہ سکوں۔ لیکن ایک معمولی فائدہ جس کے متعلق میں محسوس کرتا ہوں کہ اس سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہو گا' وہ سرکاری ملازمین اور ان کے خاندانوں کے لئے طبی سہولت کے متعلق ہے۔ اب تک یہ شرط عائد ہے کہ ادویات صرف ہسپتالوں اور شفاخانوں سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اب یہ احکامات جاری کئے جا رہے ہیں کہ غلط استعمال کے تدارک کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان شرائط میں نرمی کر دی جائے۔

دوسرا مسئلہ جس کا تعلق سرکاری ملازمت کے کردار سے ہے۔ اس سے بھی بڑا ہے اور اس میں مرتبہ و حیثیت نیز ملازمت کے تحفظ جیسے پریشان کن معاملات در پیش ہیں۔ یہاں یہ بات صاف صاف بتا دوں کہ میں نے اس

معاملے میں جس الجھن کا پہلے ذکر کیا ہے وہ ہمیں ہمارے ماضی کے نو آبادیاتی دور سے ورثے میں ملا ہے۔ یہ سامراجی نظام کا ہی ایک جزو تھا کہ ایک سرکاری ملازم معاشرے کے بقیہ حصے سے محض اس وجہ سے کٹ جاتا تھا کہ اس نے استعماری حکومت کی ملازمت اختیار کر لی ہے۔ نسلی امتیاز کا شکار ہونے کے باوجود' اس خلیج کے باوجود جو اس کے اور اس کے سفید فام آقاؤں کے درمیان موجود تھی' اس کے اور اپنے ہی لوگوں کے درمیان ذاتی تشخص کے باوجود' اس کی نصف دبی ہوئی حب الوطنی کے باوجود کہ تمام مقاصد کے لئے اس کا شمار غیر ملکی حکمران طبقے میں ہوتا تھا اور یہ طبقہ اپنے مفاد کی خاطر' اس کو ملازمت کا تحفظ دیتا تھا۔

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ برطانوی ہند کے برخلاف دوسرے آزاد اور ترقی پسند ممالک میں آئینی تحفظات کیوں نہیں ہوتے؟ اس کا سبب محض یہ ہے کہ ایسے ممالک کسی طرح بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی خاص طبقے یا مفاد پرست افراد کو حکومت میں اثر و رسوخ حاصل ہو۔ ایسا کرنے کا مطلب تو یہ ہو گا کہ ذات پات کا نظام قائم ہو جائے' نیز حکومت اور عوام کے درمیان رکاوٹیں کھڑی کر دی جائیں۔

ہم پاکستانیوں نے اس نظام کے معاشرتی مضمرات کو محسوس نہیں کیا جو ہمیں اپنے سابقہ آقاؤں سے ورثے میں ملا تھا۔ ہم نے اس نظام کے ہر عنصر کو مقدس اور ناقابل تغیر اصولوں پر مبنی سمجھا۔ ہم نے دوسرے آزاد اور جمہوری ملکوں کے نظاموں اور طریقوں پر بھی نظر نہیں ڈالی۔ اس کی وجہ سے صورت حال نہ صرف جوں کی توں برقرار رہی بلکہ اور سخت ہو گئی۔

چونکہ دو عشروں سے زیادہ عرصے تک پاکستان میں عملی جمہوریت مفقود رہی اور چونکہ اہلیت کا لحاظ بھی جو برطانوی حکمرانوں کی نظر میں تمام نقائص کے باوجود' وزن رکھتا تھا' رفتہ رفتہ ختم ہونے لگا جس کے باعث ملک پر نوکر شاہی مسلط ہو گئی۔ نوکر شاہی کے ایک مخصوص طبقے نے یہ خیال کیا کہ سیاست داں تو بک بک کرتے رہتے ہیں اور چند جنرل رعب جماتے رہتے ہیں' اس لئے وہی اس سرزمین کے حقیقی آقا ہیں جن کے اختیارات لامحدود ہیں اور جن کی سازباز پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے یاران طریقت کے علاوہ کسی کی اہلیت کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ برہمن تھے۔ ایک نیچ ذات کس طرح ان کے پروہت کے احاطے میں داخل ہو سکتا تھا؟

انہیں اپنی ہمہ دانی پر کچھ ضرورت سے زیادہ ہی گھمنڈ تھا۔ وہ اس واہمہ میں مبتلا تھے کہ وہ ایسی ہنر مندیوں کے مالک ہیں جو انہیں پر اسرار طریقوں سے حاصل ہوئی ہیں اور یہ کہ وہی صرف زیادہ بہتر طریقے پر نظم و نسق چلانے کی اہلیت رکھتے ہیں خواہ یہ حکومت کے محکمہ کا ہو یا نشر و اشاعت کی تنظیم کا ہو' صنعتی ادارہ کا ہو یا تجارتی کارپوریشن کا ہو۔ وہ ماہرین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے پیشہ ورانہ افراد کو نچلے درجوں میں پھینک دیا۔

میں ایسے بہت سے افراد کو جانتا ہوں کہ جو ابتداء میں ایسی سروس میں بھرتی نہیں ہوئے تھے جو معزز سول یا فارن سروس کہلاتی تھی۔ لیکن انہوں نے بڑی شاندار خدمات سرانجام دیں اور نہ صرف یہ بلکہ ان نام نہاد افسران کے مقابلے میں بہتر کارکردگی دکھائی جن سے ان کا واسطہ پڑتا تھا۔ اور حتیٰ کہ انہیں کام بھی سکھایا اور پھر بھی انہیں وہ حیثیت نہیں دی گئی جس کے وہ مستحق تھے۔

ان کی مہارت خصوصی کے باوجود انہیں یہ حق نہیں ملا کہ وہ کسی پالیسی ساز عہدہ پر فائز ہو سکیں۔ قابلیت کا ہونا کوئی کسوٹی نہیں تھی۔ محنت کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی۔ ایک خاص عمر میں کسی ایک اعلیٰ ملازمت میں بھرتی اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی سینیارٹی ہی سب کچھ تھا۔

فطری کمزوری

میرے دوستو!

ایسا نظام فطری طور پر بے لوچ تھا۔ یہ نہ صرف غیر منصفانہ اور ظالمانہ تھا بلکہ دقیانوسی بھی تھا۔ اس نظام نے ایسی حکومت کی ضرورتوں کو ملحوظ نہیں رکھا جسے قوم کی سماجی اور اقتصادی مہم میں اپنے کردار کو وسیع کرنا پڑتا ہے تاکہ پیداواری ہدف حاصل کئے جا سکیں۔ اس نظام کو جلد یا بدیر ختم ہونا تھا۔ اگر اصلاحات نہ کی جاتیں تو اس نظام کے خاتمے سے سماجی انتشار پیدا ہو سکتا تھا اور ان لوگوں کے مفاد کو نقصان پہنچ سکتا تھا جو پاکستان کی ملازمتوں میں شامل ہیں۔

عوامی حکومت نے یہ کام کیا کہ اس نے انتشار کو روکا اور نقصان سے بچایا۔ تین سال پہلے جو انتظامی اصلاحات نافذ کی گئی تھیں ان کا صرف یہی مقصد تھا۔ ان اصلاحات کے تحت جمود کو توڑا گیا اور معاشرہ میں حرکت پذیری پیدا کی گئی ہم نے درجہ بندی کی تقسیم کو ختم کیا۔ یہ بات ناقابل یقین ہے کہ دو عشروں سے زیادہ عرصہ تک ایک ایسا نظام قائم رہا جس نے سچ مچ سرکاری ملازمین پر درجہ اول' درجہ دوم' درجہ سوم' درجہ چہارم کی چھاپ لگا دی تھی۔ ہم نے سرکاری ملازمت میں سب سے کم اور سب سے زیادہ تنخواہ پانے والوں کے درمیان آمدنی کی عدم مساوات کو کم کیا۔ ہم نے سینکڑوں مختلف تنخواہوں کے اسکیلوں کی موجودگی کو گوارا نہیں کیا۔ ہم نے سرکاری اداروں میں متعدد ملازمتوں اور کلاسوں کے تصور کو ختم کر دیا۔

کوئی بھی ترقی پسند قوم اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ اس کا انتظامی ڈھانچہ ایک بند دکان کی مانند ہو۔ ہم نے اس کے دروازے کھول دیئے۔ ہم نے ایسے اقدامات کئے جس کے تحت حکومت ایسے قابل' ذہین اور تجربہ کار افراد کو اپنے اداروں میں لا سکے' جہاں کہیں بھی وہ ہمارے معاشرے میں دستیاب ہوں۔ ہم نے بھرتی کے طریقہ کار کو از سر نو ٹھیک کیا اور اس میں آسانیاں پیدا کیں۔ ہم نے ملازمت کی تفصیلات اور منصوبہ

بندی کا ایک نظام قائم کیا تا کہ وہ عملے انتظامات کے جدید تقاضوں اور ایک غریب ملک کی ضروریات کو پورا کرنے کا اہل ثابت ہو۔ ہم نے ایسے کئی قوانین بنائے جن کے تحت حکومت رشوت ستانی' نااہلی اور رفتہ رفتہ معدوم ہونے والے معاملات کے بارے میں تیزی سے کارروائی کر سکے۔

کسی بھی ترقی پذیر ملک میں اس نوعیت کی اصلاحات دشواریوں کے بغیر نافذ نہیں کی جا سکتیں۔ میں اس گھسے پٹے محاورے کا حوالہ دینا نہیں چاہتا کہ آپ انڈوں کو توڑے بغیر آملیٹ نہیں بنا سکتے۔ لیکن اس محاورے میں صداقت ضرور ہے۔ ایسا کوئی قطعی محفوظ طریقہ کار نہیں ہے جس سے کام میں خلل پڑنے یا کسی غلط سمت میں کارروائی کرنے کا تدارک ہو سکے۔ اگر لیٹرل انٹری کے اصول پر بعض معاملات میں غلط طریقہ سے عمل کیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ اصول ہی ناقابل عمل ہے۔ اگر اس طریقہ کار پر عمل کرتے وقت کچھ بے ضابطگیاں ہو گئی ہیں تو فوری تقرر اور تادیبی کارروائی کرنے کی ضرورت کے لئے یہ بات کوئی چیلنج کی حیثیت نہیں رکھتی۔

لیکن آپ کی حکومت نے ان تمام معاملات کا پوری احتیاط سے جائزہ لیا ہے' جس کے تحت موجودہ طریقہ کار میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر ہم نے یہ پہلے ہی فیصلہ کر لیا ہے کہ اب آئندہ فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے ذریعے کے علاوہ کسی بھی سرکاری ملازمت میں لیٹرل انٹری کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ مجھے امید ہے کہ اس اقدام سے کنبہ پروری اور یک طرفہ کارروائیوں کے وہ تمام اندیشے دور ہو جائیں گے جن کی وجہ سے قابل فہم تشویش پیدا ہو گئی تھی۔

یہ کہا جا رہا ہے کہ آئینی تحفظات ختم ہو جانے سے سرکاری ملازمین اپنے قانونی حقوق سے محروم ہو گئے ہیں کیوں کہ اس صورت میں ان کی ملازمت میں شرائط اور حالات کا کوئی تحفظ باقی نہیں رہا۔ یہ بات قطعی طور پر غلط ہے۔ آئینی تحفظات کو جو دراصل غلط تھے' ختم کر کے ان کی جگہ شہری ملازمت کا قانون نافذ کیا گیا ہے جب کہ پہلے صورت حال یہ تھی کہ ریٹائر ہونے کی عمر تک پہنچنے یا تادیبی کارروائی کرنے کے لئے اظہار وجوہ کے نوٹس دینے کے چند بعض معاملات کے سلسلے میں آئین کی دفعات کا اطلاق ہوتا تھا تو اب تو سرکاری ملازمین کی تمام شرائط ملازمت پر قانون کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حکومت نے سرکاری ملازمین کی شرائط ملازمت کے سلسلے میں پیدا ہونے والی شکایات کے جلد سے جلد ازالہ کے لئے ایک فورم قائم کیا ہے۔ اس مقصد کے لئے سروس ٹریبونل قائم کئے گئے ہیں۔ جو آئین کے عین مطابق ہیں۔ اب وہ تمام سرکاری ملازمین ان ٹریبونلوں سے رجوع کر سکتے ہیں' جنہیں اپنے محکمے کے کسی حکم سے اختلاف ہو۔ ان ٹریبونلوں کے فیصلے قطعی اور آخری ہوں گے۔ اب ذرا آپ اس نظام کا اس پرانے طریقہ کار سے موازنہ کریں جس کے تحت اسٹیبلشمنٹ ڈویژن ایسی عرض داشتوں پر قطعی فیصلہ کیا کرتا تھا۔

پارلیمنٹ کے اختیارات

اس سوال کا جواب دینا آسان ہے کہ آئینی تحفظات کو قوانین اور انتظامی اقدامات کے ذریعے کیوں تبدیل کیا گیا ہے؟ ایک خودمختار پارلیمنٹ کے وجود میں آنے کے بعد جو عوام کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہے۔ یہ بات احمقانہ ہوتی اگر سرکاری ملازمین کی شرائط ملازمت اس کے کنٹرول سے باہر ہوتیں۔ حکومت ملک میں سب سے بڑی آجر ہے اور اپنے ملازمین کی تنخواہوں' الاؤنسوں اور دیگر مالی فوائد پر سرکاری رقوم کا کافی بڑا حصہ خرچ کرتی ہے۔ یہ اپنی پالیسیوں پر فوری موثر عملدرآمد کے لئے عوام کے سامنے جوابدہ ہے۔ کیا یہ اس صورت میں اپنی ذمہ داری پوری کر سکتی ہے کہ اگر وہ سرکاری ملازمین پر کنٹرول اور نظم و ضبط کے ضروری اختیار سے دست بردار ہو جائے جو ان کی موثر کارکردگی کی ضمانت کے لئے لازمی ہے؟

آئین میں سرکاری ملازمین کے لئے تحفظات اور مراعات شامل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو پارلیمنٹ کی عمومی آئینی اور حکومت وقت کے انتظامی کنٹرول سے بالاتر پوزیشن میں لے آیا جائے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ماضی میں ملازمت کے سلسلے میں بڑی تعداد میں عدالتوں میں کی جانے والی رٹ پیٹیشنوں نے اعلیٰ عدالتوں کے کام میں رخنہ اندازی کی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حکومت کو بھی بدعنوانیوں اور نااہلی کے معاملات سے فوری نمٹنے کے لئے ضروری اختیارات استعمال کرنے سے باز رکھا۔

آئینی دفعات میں سرکاری ملازمین کے لئے ضرورت سے زیادہ تحفظات کی ضمانت تن آسانی کے سوا اور کچھ پیدا نہیں کر سکتی۔ اس سہل انگاری نے سستی اور بے حسی کو جنم دیا۔ یہ بات ان حکومتوں کے لئے تو قابل قبول ہو سکتی ہے جو عوام سے لاتعلق ہوں۔ لیکن ایک سماجی نظام میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا' جہاں عوام کی ضروریات' مطالبات اور توقعات کو برتری حاصل ہو اور جن کو پورا کرنا تسلسل کے ساتھ ضروری ہو۔

اس صورت حال کے بیان کرنے کے بعد اب میں تحفظ ملازمت کے سوال کی طرف آتا ہوں۔ اس سلسلے میں' میں یہ بات واضح کر دوں کہ تحفظ' فرسودہ قوانین اور اداروں کی نہ تو پیداوار ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ لیاقت خود اپنی ضمانت ہے۔ محنت خود ہی اپنا تحفظ کرتی ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی ادارہ نہیں ہے خواہ وہ نجی ہو یا سرکاری جو ایک سرگرم اور قابل ملازم کی ملازمت ختم کر دینا چاہے گا خواہ وہ نچلے درجے سے تعلق رکھتا ہو یا اعلیٰ عہدہ پر ہو۔ جب تک کہ وہ ادارہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو کمزور اور ضعیف نہ کرنا چاہے۔ عوامی حکومت کی ایسی کوئی خواہش نہیں ہے۔ یہ قابل اور تجربہ کار افراد کے وسائل کو کم کرنا نہیں چاہتی۔ اس کے برعکس اس نے اپنے ملازمین کی ترقی کے لئے نئی راہیں کھولنے کے لئے متعدد اقدامات کئے ہیں۔ اعلیٰ

درجے کی سروسوں کے حق میں سینئر عہدوں کو مخصوص کرنے کا پرانا نظام ختم کر دیا گیا ہے۔ نااہل اور طفیلی عناصر کی تطہیر سے ان افراد کی ترقی کے امکانات کافی روشن ہو گئے ہیں جو باصلاحیت اور محنتی ہیں۔ آج سول ملازمین کی افقی اور عمودی حرکت اور تیز تر ترقیوں کے زیادہ امکانات ہیں۔

اس کے علاوہ ہم پیرانہ سالی مسئلے پر بھی غور کرتے رہے ہیں۔ ہم اسے ناانصافی پر محمول کرتے ہیں کسی فرد کو 58 سال کی عمر میں ریٹائر کر دیا جائے جب کہ اس کی توانائی ہنوز باقی ہے۔ اور اس کا تجربہ اتنا پختہ ہے کہ وہ حکومت کے لئے بڑا کارآمد ہو سکتا ہے۔ ہم نے اس ناانصافی کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب ریٹائرمنٹ کی عمر 60 سال ہو گی۔ اس سلسلے میں آج قومی اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جا رہا ہے۔

اصلاحات ایک مسلسل عمل کا نام ہے اور یہ کوئی قطعی کارروائی نہیں ہوتیں۔ یہ بات ملازمت کے شعبے میں اتنی ہی سچی ہے جتنی کسی دوسرے معاشرتی یا اقتصادی شعبے میں ہو سکتی ہے۔ یہ عمل زیادہ سے زیادہ جدید اور سائنسی تصورات اور تکنیک پیدا کرتا رہے گا۔ ہم ان اقدامات کا مسلسل جائزہ لیتے رہتے ہیں جو ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔ ہم ہمیشہ اس بات کے لئے تیار رہتے ہیں کہ اگر کوئی تعمیری تجویز پیش کی جائے تو اس کی روشنی میں نظرثانی اور ترمیم کر لیں۔ ہم ان لوگوں کے تبصروں کا خیر مقدم کرتے ہیں جو حکومت کا تجربہ رکھتے ہیں اور جو حقیقت پسندانہ تجاویز پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

بہرحال 1971ء کے حادثے کے بعد سیاسی نظام میں تبدیلی کے نتیجے میں جو کچھ بھی تاثرات پیدا ہوئے ہیں ہم سول ملازمین کو حکومت کی طاقت سمجھتے ہیں۔ آپ انتظامیہ کے دست و بازو ہیں۔ آپ کو خواہ مخواہ کس بات کا خوف ہے؟ میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ فرسودہ نظریات سے چپٹے نہ رہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ملک کی ترقی کے عظیم چیلنج کو اچھی طرح محسوس کریں۔ اس سے آپ میں یہ احساس پیدا ہو گا کہ آپ ملک کی ترقی میں برابر کے شریک ہیں جو پاکستان کو دوسرے ترقی پذیر ملکوں کے لئے قابل رشک بنا دے گی۔

اس سے آپ کی ایک حیثیت ہو گی اور آپ میں وقار پیدا ہو گا جو اس چیز سے بالاتر ہو گا جسے پیسوں سے خریدا جا سکتا ہے یا بے جا سرپرستی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ بات صرف پاکستان میں ہی نہیں ہے بلکہ بیشتر متمول ملکوں میں بھی ہے کہ سول ملازمین کی آمدنی ان لوگوں سے کم ہے جو کسی نجی تجارتی یا صنعتی ادارے میں کام کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ پھر کیوں سول ملازم ہونا پسند کرتے ہیں؟ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ ان کا عظیم تر مشن ہوتا ہے کہ وہ قوم کے امور کا انتظام کریں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان پالیسیوں کو عملی جامہ پہناتے ہیں جو عوام کے نمائندے مرتب کرتے ہیں۔

کسی پالیسی کی کامیابی یا ناکامی کا انحصار بڑی حد تک اس پر عملدرآمد پر ہوتا ہے۔ تیسری دنیا کی نظامتوں کی یہی پرانی بیماری ہے کہ جب کہ وہ ایک طرف تو خیالات اور نظریات میں دوسروں کی طرح تخلیقی صلاحیتیں رکھتی ہیں لیکن دوسری طرف ان پر عملدرآمد کرنے کی اہلیت نہیں رکھتیں۔ آپ پاکستان کے سول ملازمین اس مرض کا علاج کرنے کی ایک عظیم کوشش میں مصروف ہیں۔ اگر آپ نے اپنے ذہن کھلے رکھے۔ اگر آپ ماضی کے جھمیلوں میں نہ الجھے رہے اگر اپنے مستقبل اور اپنے معاشرے کے مستقبل کے بارے میں آپ کی نظر روشن رہی تو آپ دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ اپنے کام پر اطمینان محسوس کریں گے۔

آیئے۔۔۔ سرکاری ملازمین کا ہفتہ مناتے وقت ہم اپنے قومی مقاصد کی شان و شوکت کو اجاگر کریں۔ اور یہ عہد کریں کہ ہم اپنے دل و دماغ کی تمام صلاحیتوں کے ساتھ پاکستان کے عوام کی خدمت کریں گے۔

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو
سات نکاتی پولیس اصلاحات کا اعلان
راولپنڈی۔ 25 نومبر 1976ء

(وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے راولپنڈی میں 25 نومبر 1976ء کو پولیس کا نظام بہتر بنانے کے لئے سات نکاتی اصلاحات کا اعلان کیا ہے، جن پر موجودہ مالی سال کے دوران ترجیحی بنیاد پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ وزیراعظم بھٹو کے اس اعلان کا مکمل متن درج ذیل ہے۔)

ہر شہری کے لئے امن عامہ کا معاملہ انتہائی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔ اس لئے اسے ہمیشہ میرے ذہن میں اولیت حاصل رہی ہے جب عوامی حکومت نے ملک کا اقتدار سنبھالا تو اس وقت امن عامہ کی صورت حال انتہائی تشویش ناک تھی۔ شہری نظم و نسق قائم کرنے کا ذمہ دار سرکاری اہم ذریعہ یعنی سول پولیس کی حالت ابتر تھی۔ اپنے سامراجی ڈھانچے اور مزاج رکھنے کے باعث نیز بارہ برس تک مسلسل سیاسی خلا میں رہنے کی وجہ سے، پولیس ایک آزاد ترقی پذیر ملک کو درپیش چیلنجوں کا سامنا کرنے کی اہلیت کھو چکی تھی۔

مناسب تربیت، ذرائع مواصلات اور نقل و حمل، بڑھتی ہوئی آبادی نیز جرائم کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق تنظیمی اصلاحات جیسے اہم معاملات پر مناسب توجہ نہیں دی گئی۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں تھے کہ 1971ء کے المناک واقعات کے بعد جو سماجی، سیاسی اور نفسیاتی تغیر پیدا ہوا اور اس سے نمٹنے کے لئے ہر لحاظ سے موجودہ پولیس فورس ناکافی تھی۔

چنانچہ عوامی حکومت کو پولیس کی از سر نو تنظیم کرنے، اس کی اصلاح کرنے اور اسے محرک بنانے کے لئے فوری طور پر قدم اٹھانا پڑا۔ میں نے 1972ء کے شروع میں ان مسائل کا جائزہ لینے کے لئے جن پر فوری توجہ کی

ضرورت تھی ایک کمیشن قائم کیا۔ اس کمیشن نے مالی وسائل کی کمی کے باوجود محدود پیمانے پر تنظیم نو' اضافی افرادی قوت کی گنجائش نکالنے اور بہتر نقل و حمل نیز ذرائع مواصلات کے کام کو 73-1972ء ہی میں تیزی سے مکمل کر لیا۔ ان اصلاحات اور بہتر قیادت و عزم صمیم کے باعث حکومت لاقانونیت' سبوتاژ اور ملک دشمن سرگرمیوں جیسے مسائل پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئی۔ ہم نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ مزید اصلاحات کرنے کی غرض سے مناسب ماہرانہ مطالعہ بھی جاری رکھا۔

1976ء کے شروع میں اس مسئلے پر مزید تفصیلی جائزہ لینے کی غرض سے ایک لاء اینڈ آرڈر کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کے علاوہ میں نے پولیس اسٹیشن انکوائری کمیٹی کو بھی ہدایت کی کہ وہ تھانوں کی کارکردگی کا بھی جائزہ لے جو امن عامہ کے قیام کے سلسلے میں بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں اپنے دائرہ نظر کو وسیع کرنے اور غیر ملکی تجربات سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے میری حکومت نے رومانیہ سے پولیس ماہرین کی ایک ٹیم بلائی اور برطانیہ سے پولیس کو ترتیب دینے والے ایک ماہر کو بھی بلانے کا بندوبست کیا تاکہ وہ دونوں ہمارے پولیس کے نظام کا جائزہ لے کر مناسب تجاویز پیش کر سکیں۔

چنانچہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے مل کر ان سفارشات اور رپورٹوں پر سرکاری اور سیاسی سطح پر غور و خوض کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ مندرجہ ذیل اصلاحات پر رواں مالی سال کے دوران ترجیحی بنیاد پر عملدر آمد کیا جائے۔

ہائی وے سیکورٹی فورس کا قیام

موجودہ وسائل کو از سر نو جمع کر کے اور مزید سرمایہ خرچ کر کے ہر صوبہ ایک ہائی وے سیکورٹی فورس قائم کرے گا جو شاہراہوں پر ہونے والے رہزنی اور ڈاکہ زنی جیسی وارداتوں کو روکنے اور شاہراہوں پر ٹریفک کنٹرول کو مزید موثر بنانے کے فرائض انجام دے گی تاکہ حادثات کی بڑھتی ہوئی تعداد کو کم کیا جائے۔ جن میں قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔

جرائم کی رپورٹ درج کرانے کے لئے نئے دفاتر کا قیام

جب کوئی شہری کسی جرم کی رپورٹ درج کرانے کے لئے تھانے جاتا ہے تو اس موقع پر اسے جو تکلیف اور پریشانی ہوتی ہے وہ عوام اور حکومت دونوں کے لئے باعث تشویش رہی ہے کیوں کہ موجودہ انتظامات میں پہلے تجویز کردہ اصلاحی اقدامات سے موثر نتائج بر آمد نہیں ہوئے۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ تجرباتی بنیاد پر پشاور' راولپنڈی' لاہور' کراچی اور کوئٹہ جیسے بڑے بڑے شہروں کے منتخب علاقوں میں رپورٹ درج کرنے کے لئے خود مختار غیر پولیس یعنی ایف - آئی - آر کے دفاتر قائم کئے جائیں۔ اس اصلاحی قدم پر خاصا سرمایہ خرچ ہو گا اور جو ماضی سے بالکل ہٹ کر ہو گا۔ ان دفاتر میں جو عملہ مقرر ہو گا وہ رپورٹ درج کرنے والے ایسے شہری افراد پر مشتمل ہو گا جن کا پولیس سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ اس تجربہ کے نتائج کا جائزہ لینے کے بعد ان انتظامات کو اور وسیع کیا جائے گا۔ رپورٹوں کو دبانے کی برائی کو ختم کرنے اور عوام نیز پولیس کے درمیان آپس کی چپقلش کی بڑی وجہ کا سدباب کرنے کی طرف یہ ایک بڑا قدم ہو گا۔

بڑے شہروں میں ٹریفک پولیس کی تنظیم نو

آبادی اور شہروں میں ہر قسم کی گاڑیوں کی آمد و رفت میں بے تحاشا اضافے کے باوجود ہم عام طور پر شہروں میں ٹریفک کے ان انتظامات کے تحت زندگی گذارتے رہے ہیں جو ہمیں آزادی کے وقت ورثے میں ملے تھے۔ تمام بڑے شہروں میں ٹریفک پولیس کی انتظامیہ کی از سر نو تنظیم کی جائے گی تاکہ ہر شہر میں ایک ہمہ وقتی سینئر پولیس افسر کے تحت ٹریفک کے قانون کے نفاذ کے لئے ایک علیحدہ نظام قائم کیا جائے۔ اس قسم کا انتظام کراچی اور لاہور میں تو پہلے ہی موجود ہے اور اب پہلے مرحلے میں اس نظام کی راولپنڈی' لائل پور' ملتان' پشاور' کوئٹہ اور حیدر آباد تک توسیع کر دی جائے گی۔

ہماری پولیس کی تنظیم میں سب ڈویژنل پولیس افسر بنیادی سطح پر سب سے پہلا گزٹیڈ افسر ہے جو ایک پیوستہ قابل انتظام علاقے میں نظم و نسق برقرار رکھنے اور جرائم پر قابو پانے کا ذمہ دار ہوتا ہے لیکن اس کا دفتر عدم توجہی کا شکار رہا ہے۔ ان اصلاحات میں اس کے دفتر کو مستحکم کیا جا رہا ہے۔ امدادی عملہ کی خدمات مہیا کی جا رہی ہے اور اس کی ذمہ داری کا واضح طور پر تعین کیا جا رہا ہے تاکہ وہ عوام کی بہتر طور پر خدمت کر سکے۔

خواتین پولیس افسروں کی شمولیت

ایک ترقی پذیر معاشرے میں خواتین شہریوں کے ساتھ مناسب برتاؤ کی ضمانت کے لئے پولیس میں خواتین پولیس افسروں کی شمولیت کی ضرورت کے باوجود گزشتہ حکومتوں نے پولیس میں خواتین کو بھرتی کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ پولیس انتظامیہ میں بعض پیشہ ورانہ شعبوں میں تعلیم یافتہ خواتین افسروں کی ضرورت ہے اور اس کے علاوہ اہم قومی کام میں خواتین کی شرکت بھی نہایت ضروری ہے۔ جس میں زیادہ بڑے ساجی مقصد کے حصول کے لئے مجموعی طور پر خواتین سے بھی کام لیا جا سکے۔ چنانچہ اس سلسلے میں لاہور اور کراچی میں پولیس استقبالیہ اور خدماتی مراکز قائم کر کے ابتدا کر دی گئی ہے۔ اب پہلے مرحلے میں مزید خواتین افسر بھرتی کر کے خواتین کور میں توسیع کی جائے گی۔

پولیس کے تحقیقاتی اور ترقیاتی بیورو کا قیام

وزارت داخلہ میں پولیس کا ایک تحقیقاتی اور ترقیاتی بیورو قائم کیا جا رہا

ہے۔ یہ بیورو تجربہ کار پولیس افسروں، تعلیم یافتہ ماہر عمرانیات، جرمیات اور شماریات پر مشتمل ہو گا۔ یہ بیورو جرائم کی دنیا میں نئے رجحانات اور اضافے نیز امن عامہ کی صورت حال کے بارے میں مطالعہ اور جائزے لینے کا ذمہ دار ہو گا تاکہ فیلڈ ایجنسیوں کو نئی صورت حال سے نمٹنے کے لئے حکمت عملی اور طرز عمل اختیار کرنے کے لئے بروقت مشورہ دے سکے۔ یہ بیورو ہمارے امن عامہ کے کام کو منطقی اور جدید بنانے کی طرف ایک اہم پیش رفت ثابت ہو گا اور عوام کی طرف سے تجاویز اور نئے خیالات حاصل کرنے کے لئے ایک یونٹ کے طور پر بھی کام کرے گا۔

گھناؤنے جرم کی سماعت اور سزا

بعض گھناؤنے جرائم بھی عوام کے لئے تشویش کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ آبروریزی، شاہراہوں پر ڈاکہ زنی، موت کا باعث بننے والی تیز رفتاری اور غفلت برتنے جیسے جرائم کی فوری سماعت کے لئے قانون میں ترمیم کی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں جرم ثابت ہونے کی صورت میں عدالتیں کافی سخت سزائیں دینے کی مجاز ہوں گی۔

ایک ترقی پذیر معاشرے میں جس کی آبادی روز بروز بڑھ رہی ہو اور جو تیز تر سماجی اور اقتصادی تبدیلی سے گذر رہا ہو، وہاں امن عامہ کا قیام ہمیشہ ایک مشکل عمل ہوتا ہے۔ اگرچہ اس وقت بھی صورت حال کسی طور پر بھی تمام و کمال کو نہیں پہنچی ہے۔ لیکن ہم نے گڑبڑ کے ابتدائی برسوں سے لے کر اب تک اس ضمن میں کافی طویل سفر طے کر لیا ہے۔ اب جو اصلاحات نافذ کی جا رہی ہیں وہ ہمارے شہریوں کی جان و مال اور عزت و ناموس کی زیادہ موثر طریقے پر تحفظ کرنے کے ذرائع فراہم کریں گے۔

اگرچہ میں پوری طرح محسوس کرتا ہوں کہ ابھی اس سلسلے میں بہت کچھ کرنا باقی ہے تاہم ہمارا موجودہ عمل صحیح سمت میں ایک دوسرا اہم قدم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انتظامیہ اور پولیس کی تنظیمیں عوام کی حمایت اور تعاون سے ان ابتدائی اصلاحات کو کامیاب بنانے کے لئے ایک مشترکہ کوشش میں برابر کی شریک رہیں گی۔

وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کا قوم سے خطاب

دوسری عظیم زرعی اصلاحات

5 جنوری 1977ء

1946

دوسری عظیم زرعی اصلاحات

(وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے 5 جنوری 1977ء کو قوم سے خطاب کیا جس کا متن درج ذیل ہے۔)

میرے عزیز ہم وطنو!

آپ کی حکومت کو بے شمار آزمائشوں سے گزرنا پڑا ہے اور اس نے بہت سے چیلنجوں کا مقابلہ کیا ہے۔ اس وقت آپ سے خطاب کرنے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں ان تمام تجربوں کی تفصیلات بیان کروں جو پچھلے پانچ برسوں میں ہمیں ہوئے ہیں۔ ہمیں کہنا صرف یہ ہے کہ یہ دور کٹھن آزمائشوں کا تھا جس میں ہمیں کامیابی ہوئی۔

آپ نے اپنی حکومت خود منتخب کی تھی اور اس منتخب حکومت نے آپ سے کچھ وعدے کئے تھے۔ ہم نے آپ سے سماجی ڈھانچے میں تبدیلیوں کا وعدہ کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم معاشرے کا ڈھانچہ بدل دیں گے۔ ہمارا ہمیشہ سے یہ یقین رہا ہے کہ جب تک معیشت کو معقول بنیادوں پر منظم نہ کیا جائے' قومی دولت کو مساویانہ طور پر تقسیم نہ کیا جائے اس وقت تک سماجی انصاف کا حصول مشکل ہے جو نظریہ پاکستان کا ایک لازمی جزو ہے۔

مجھے بابائے قوم کے وہ الفاظ یاد ہیں جو انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے دہلی اجلاس کے دوران کہے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر پاکستان کوئی ایسا ملک ہو' جہاں زمینداروں اور سرمایہ داروں کو غریبوں کا خون چوس کر اپنی دولت میں اضافہ کرنے کا موقع ملے تو میں ایسا پاکستان ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ لوگوں نے ایک طویل عرصے تک بانی پاکستان کے اس قول کو بھلائے رکھا۔ ان کے اس جذبے کی قدر نہیں کی گئی اور ان کے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔ آخرکار یہ ذمہ داری ہم نے قبول کی کہ بابائے قوم کے اس تصور کو سماجی حقیقت میں تبدیل کر دیا جائے۔

میں بڑے فخر کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کی حکومت نے اس فرض کو پورا کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور یہ قوم کی ایک بڑی فتح ہے۔

ہم نے جس وقت سے اقتدار سنبھالا ہے اس وقت سے ہماری توجہ ان اصلاحات کی طرف رہی ہے۔ جن کی ملک و قوم کو شدید ضرورت تھی ہم نے ان اصلاحات کا سلسلہ شروع کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی ہماری تمام اصلاحات کا مقصد یہ تھا کہ دولت کی تقسیم مساویانہ بنیاد پر ہونی چاہئے اور مراعات یافتہ اور غیر مراعات یافتہ لوگوں کے درمیان فرق کم سے کم ہو جائے تاکہ غریبوں پر سے بوجھ ہلکا کیا جائے۔

میں جانتا ہوں کہ ان اصلاحات کی وضاحت کرتے ہوئے بعض الفاظ بار بار استعمال کئے گئے ہیں۔ میں ایسے کسی نظریئے کو نہیں مانتا جس کا تعلق پیداوار کے طریقہ کار یا معاشرے میں اس کی تقسیم سے نہ ہو۔ میں اپنے آپ کو ایسا سائنس دان نہیں سمجھتا جو قوم کو اپنی تجربہ گاہ سمجھ کر اپنے نظریات پر آزماتا رہے۔ اور اس سلسلے میں ہونے والے اخراجات کی کوئی پرواہ نہ کرے۔ میں غیر ضروری ردوبدل پسند نہیں کرتا میں قوم کی پیداواری صلاحیتوں میں اضافہ اور لوگوں کے لئے روزگار فراہم کرنا چاہتا ہوں خواہ یہ مقصد نجی صنعتوں کے ذریعے پورا ہو یا قومی تحویل میں لی گئی صنعتوں کے ذریعے۔ اس مسئلے کا حقیقت پسندانہ انداز سے جائزہ لینا چاہئے اور کسی قسم کا متعصبانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ وہ کارکن جو محنت سے جی چراتا ہو وہ میرے نزدیک قومی ترقی کے لئے مضر ہے۔ اس کی حیثیت اس شخص کی سی ہے جو اپنے کارکنوں کو ان کا حق نہیں دیتا۔ میں عوام کا خدمت گذار ہوں اور صرف عوام کا۔ اور عوام کے مفادات کو تقویت پہنچانا میرا کام ہے۔ میں ہر اس بات کا مخالف ہوں جو عوام کے مفاد کو نقصان پہنچائے اور سیدھے سادے الفاظ میں یہی میرا موقف ہے۔

لیکن عوام کے مفادات کی نشاندہی بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہ معاشرے کے کسی ایک حصے یا طبقے کے نقطہ نظر کے مطابق بھی ہو سکتے ہیں یا قومی زاویہ نگاہ سے بھی ان کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

آپ کی منتخب انتظامیہ کو کسی بھی اہم فیصلہ کرتے ہوئے اس کے تمام پہلوؤں کا مختلف زاویوں سے جائزہ لینا پڑا ہے اور بڑی محنت اور جدوجہد کر کے یہ اندازہ لگانا پڑا ہے کہ یہ فیصلہ پشاور یا کوئٹہ یا لاہور یا کراچی کے نقطہ نظر سے کیسا رہے گا اور پھر یہ بھی غور کرنا پڑتا ہے کہ یہ فیصلہ کوہاٹ یا ساہیوال یا سبی یا دادو سے کیسا نظر آئے گا۔ یہ آپ کی حکومت ہے جسے کسی بھی فیصلے کے مجموعی اثرات کو ذہن میں رکھنا پڑتا ہے' یہ آپ ہی کی حکومت ہے جس نے سماجی ترقی کے اس مرحلے میں قوم کی زندگی اور اس کے مستقبل پر اثر انداز ہونے والے فیصلوں کا صحیح اندازہ لگایا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسے مسئلوں میں' جلدبازی پسند نہیں کرتا اور خیالی اور ذاتی جائزوں پر یقین نہیں رکھتے۔

یہی وہ نقطہ نظر ہے جس کے ذریعے آپ کی حکومت قومی معیشت کا مستقل جائزہ لیتی رہی ہے۔ پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ اگر ہماری زراعت مستحکم نہ ہو تو ہماری معیشت ترقی نہیں کر سکتی۔ اسی احساس کے تحت ہم نے زرعی اصلاحات پر خاص طور سے توجہ دی ہے۔ ہم نے پیداوار میں اضافے کی اجتماعی ضرورت کو نظر میں رکھتے ہوئے زمین کی ملکیت کو زیادہ سے زیادہ لوگوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

1972ء میں ہم نے جو قوانین نافذ کئے ان کا مقصد زرعی زمین کی حد میں کمی کرنا تھا یہ کام 1959ء کی زرعی اصلاحات کی طرح نہیں کیا گیا۔ ان

اصلاحات کے تحت زمین کی آخری حد مضحکہ خیز حد تک زیادہ تھی۔ اور اس میں مختلف بہانوں سے چھوٹ مل سکتی تھی اور مجموعی طور پر ان اصلاحات کی حیثیت ایک فریب سے زیادہ نہیں تھی لیکن ہماری اصلاحات کا مقصد محض نمائش نہیں تھا جب ہم نے یہ اصلاحات نافذ کیں تو ہمیں یہ معلوم تھا کہ رفتہ رفتہ ہمیں دوسرے مرحلے کی جانب بڑھنا ہو گا۔

ان اصلاحات کے دوسرے مرحلے میں جو اقدامات کئے جائیں گے' ان پر بہت غور کیا گیا ہے اور ان کا گہری نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔ زرعی پیداوار کی اہلیت اور انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے بعض نتائج اخذ کئے اور اس وقت میں بڑی مسرت کے ساتھ ان کا اعلان کر رہا ہوں۔ جو نتائج ہم نے اخذ کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

پہلی بات یہ کہ کسی شخص کے پاس ایک سو ایکڑ (100) سے زیادہ نہری یا دو سو ایکڑ (200) سے زیادہ بارانی زمین نہیں ہونی چاہئے اگر کسی شخص کی زمین نہری اور بارانی' دونوں قسم کے قطعات پر مشتمل ہو تو ایک ایکڑ نہری زمین دو ایکڑ بارانی زمین کے مساوی تصور کی جائے گی۔ اور اسی بنیاد پر اس کی مجموعی اراضی کا اس طرح تعین کیا جائے گا کہ وہ ایک سو ایکڑ نہری زمین یا اتنا رقبہ جس کی پیداواری صلاحیت آٹھ ہزار پیداوار یونٹ سے زیادہ نہ ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس اس سے زیادہ اراضی ہو جتنی کہ اسے رکھنے کا اختیار ہے تو اسے اس زمین میں سے قطعات منتخب کرنے کا اختیار ہو گا جو ساتھ ساتھ ہوں بشرطیکہ ان کا رقبہ اس سے زیادہ نہ ہو جتنی کہ اسے رکھنے کا اختیار ہے۔

تیسرے یہ کہ اگر کسی شخص کو زمین واپس کرنی ہو گی تو وہ اسے قانون میں فراہم کئے گئے طریقہ کار کے مطابق واپس کی جانے والی پوری زمین یا اس کے کسی حصے کو استعمال اراضی کے لئے اس زمین سے تبدیل کر سکتا ہے جو قانون میں کی گئی وضاحت کے مطابق اس کے خاندان کی ملکیت ہو لیکن شرط یہ ہے کہ جن دو زمینوں کا آپس میں تبادلہ کیا جائے ان کی پیداواری صلاحیت برابر ہو اور دونوں زمینیں ایک ہی ضلع میں واقع ہوں۔

چوتھے یہ کہ جب تک کوئی شخص جس کے پاس مقررہ حد سے زیادہ زمین ہو' فاضل زمین واپس نہیں کر دیتا اس وقت تک زمین منتقلی جائز نہیں ہو گی۔

پانچویں یہ کہ انفرادی ملکیت میں زمین رکھنے کی نئی مقررہ حد سے زیادہ تمام اراضی کے لئے گوشوارے داخل کرنے ہوں گے اس سلسلے میں جو طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ وہ ایسا ہونا چاہئے جس سے ایسے لوگوں کے معاملات بھی نمٹائے جا سکیں جو ایک سے زیادہ صوبوں میں اراضی کے مالک ہوں۔

چھٹے یہ کہ اگر کوئی شخص گوشوارے داخل نہیں کرتا تو صوبائی لینڈ کمیشن کے مقرر کردہ افسر کو یہ فیصلہ کرنے کا اختیار ہو گا کہ ایسے کسی شخص کے پاس مقررہ حد سے کتنی زیادہ اراضی ہے۔

ساتویں یہ کہ کسی شخص کو جتنی زمین اپنے پاس رکھنے کا اختیار ہے اس سے زیادہ تمام زمین اسے چار مہینے کے اندر حکومت کو واپس کرنی ہو گی واپس کی جانے والی زمین پر اگر کوئی واجبات یا مطالبات ہوں تو حکومت اس کی ذمہ دار نہ ہو گی۔ اس طرح واپس کی جانے والی زمین پر جو فصل ہو گی اس کے سلسلے میں تیس جون 1977ء (30 جون 1977ء) تک واپس کرنے والے کا حق متاثر نہیں ہو گا۔

آٹھویں یہ کہ واپس کی جانے والی زمین کا معاوضہ تیس روپے (30 فی پیداوار یونٹ کے حساب سے ادا کیا جائے گا۔ اور اگر ایسی زمین پر کوئی عمارت یا دوسری تنصیبات ہوں تو ان کا معاوضہ اصل لاگت کے مطابق دیا جائے گا البتہ ان کی ٹوٹ پھوٹ کے مطابق ایک مناسب رقم وضع کر لی جائے گی۔

نویں یہ کہ یہ معاوضہ بونڈز کی صورت میں ادا کیا جائے گا۔ جسے دس سال کے بعد کیش کرایا جا سکے گا اور اس پر جولائی 1977ء سے بینک کی شرح سے ایک فی صد زیادہ کے حساب سے منافع ادا کیا جائے گا۔

دسویں یہ کہ چھوٹے کاشتکاروں کے تحفظ کے لئے حکومت کو نقد معاوضہ ادا کرنا چاہئے بشرطیکہ معاوضے کی رقم پانچ ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو۔

گیارھویں یہ کہ حکومت جو زمین حاصل کرے اگر اس کی مفاد عامہ کے لئے ضرورت نہ ہو تو ایسی زمین ان مزارعین کو مفت دے دی جائے جو 1976ء کی خریف کی فصل کے دوران اور 76-1975ء کی ربیع کی فصل کے دوران اس پر کاشت کر رہے ہوں۔

بارھویں یہ کہ ایسی زمین جو کاشت کرنے والے قابض مزارعین کو نہ دی جائے اسے دوسرے بے زمین کسانوں اور ایسے افراد کو دی جائے جس کے پاس بارہ (12) ایکڑ سے کم زمین ہو۔

تیرھویں یہ کہ جس شخص کو زمین دی جائے وہ اسے کاشت کرنے کے لئے صحیح حالت میں رکھے گا اور اس سے دستبردار نہیں ہو گا۔

اور چودھویں یہ کہ مقررہ حد سے زیادہ زمین کی واپسی یا اس کے سلسلے میں گوشوارے داخل کرنے' اس کے بارے میں صحیح اور مکمل معلومات فراہم کرنے میں ناکام رہنے والوں کو تعزیری جرم کا مرتکب سمجھا جائے گا اور انہیں زیادہ سے زیادہ سات سال قید بامشقت یا مجرم کی غیر منقولہ جائیداد کی ضبطی یا دونوں سزائیں دی جا سکیں گی اس جرم میں سزا پانے والا' پارلیمنٹ یا صوبائی اسمبلی یا کسی منتخب بلدیاتی ادارے کی رکنیت کا اہل نہیں ہو گا۔ اور اسے پانچ سال کی مدت کے لئے ایسے کسی بھی

ادارے کا رکن منتخب نہیں کیا جا سکے گا۔ ایسے شخص کو سرکاری ملازمت کرنے کی بھی اجازت نہیں ہو گی۔

میرے ہم وطنو!

میں نے زمین کی ملکیت کے نئے نظام کی اہم باتیں آپ کو بتا دیں جو بلاشبہ سماجی انصاف اور ہماری زراعت دونوں کے بہترین مفاد میں ہیں۔ اس سلسلے میں آج ایک آرڈیننس جاری کیا جا رہا ہے جس میں تمام ضروری شقیں شامل کر دی گئیں ہیں یہ آرڈیننس اس مہینے کی سات تاریخ کو پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے گا۔

اگر میں بھی دوسرے سیاستدانوں کی طرح ہوتا تو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ان باتوں کو اپنی پارٹی کے انتخابی منشور میں شامل کر لیتا لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔

میں ان زرعی اصلاحات کا اعلان اس لئے کر رہا ہوں کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ دوسرے لوگ ایسا نہیں کریں گے۔ جن میں بلند بانگ دعوے کرنے والے پیشہ ور سیاست داں' کھوکھلے نعرے لگانے والے اور غریبوں کی ہمدردی کا ڈھونگ رچا کر اپنے خود غرضانہ سیاسی مقاصد حاصل کرنے والے سب ہی شامل ہوں گے۔

ایسے لوگوں کی حقیقت مجھ سے یا آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مسلم لیگ نے 1948ء یا 1949ء میں جن زرعی اصلاحات کا وعدہ کیا تھا ان پر اس وقت تک عملدر آمد نہ ہو سکا جب تک کہ اس قسم کے لوگ اس ملک کے حکمران رہے۔

نیشنل عوامی پارٹی نے جو اب کالعدم قرار دی جا چکی ہے' بلوچستان اسمبلی میں ایک قرارداد منظور کی جس میں سرداری نظام کے خاتمے کے لئے سفارش کی گئی تھی۔ کیا وہ لوگ حقیقت میں ایسا چاہتے تھے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر وہ اس معاملے میں پرخلوص ہوتے تو انہوں نے ٹھوس اقدامات کئے ہوتے اور صرف ایک سفارشی قرارداد منظور کرنے کا ڈھونگ نہ رچایا ہوتا اور اپنی ذمہ داری وفاقی حکومت کے سر نہ ڈالی جاتی۔

کالعدم نیشنل عوامی پارٹی نے اپنے 1970ء کے منشور میں شیشک کو ختم کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن جب اس پارٹی نے بلوچستان میں حکومت قائم کی تو اس نے اس جاگیردارانہ ٹیکس کی پوری طاقت کے ساتھ حفاظت کی۔ سرداری نظام کس نے ختم کیا؟ آپ کی حکومت نے ان لوگوں نے نہیں جو اس کی مذمت کا ڈھونگ رچاتے تھے۔ کیوں کہ ان کا وجود ہی اس نظام کے دم سے قائم تھا۔ ایک اور پارٹی نے بھی جو پہلے جسٹس پارٹی کہلاتی تھی اور اب تحریک استقلال کہلاتی ہے' بڑے بلند بانگ دعوے کئے تھے اور لوگوں سے لمبے چوڑے وعدے کئے تھے وہ اس قسم کے وعدے اتنی ہی آسانی سے کر لیتے ہیں جتنا کہ وہ جانتے ہیں کہ ان وعدوں کو نبھانا ان کے لئے ناممکن ہو گا۔ دوسرے لوگ یہ وعدے کرتے ہیں کہ اگر وہ انتخاب میں کامیاب ہو گئے' تو کیا کیا کریں گے۔ لیکن ہم اپنے وعدے انتخاب سے پہلے ہی پورے کرتے ہیں اور انتخاب کے بعد بھی۔ ہم نے جو وعدے کئے پورے کئے وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جن کا ذکر ہم نے اپنے 1970ء کے منشور میں کیا تھا۔ ہم اس وقت جو یہ فیصلے کر رہے ہیں اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ میں انتخابات سے پہلے یا اس کے دوران غیر یقینی کیفیت کو ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ چونکہ ہم اپنے ملک کی زرعی پیداوار میں اضافے کے خواہشمند ہیں اور اپنے ملک کی سرزمین کو سرسبز و شاداب دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم اپنے معاشرے میں زمین کی ملکیت کے سلسلے میں کوئی محدود اور کوتاہ نظری پر مبنی فیصلہ نہیں کر سکتے' جس کا مقصد محض انتخابات میں لوگوں کو متوجہ کرنا ہو۔ اس طرح وہ اعتماد کمزور ہو جائے گا جو زرعی ترقی جاری رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ میں زرعی اصلاحات کے معاملے میں غیر یقینی صورت حال کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ اس طرح ہماری زرعی ترقی کی رفتار کم ہو جائے گی۔ اس لئے میں زرعی اصلاحات کے مسئلے کو فوری طور پر حل کرنا چاہتا ہوں۔

مجھے اس بات کا احساس ہے کہ بعض افراد یا پارٹیاں یہ بھی کہیں گی کہ میں زمین کی انفرادی ملکیت کی جس زیادہ سے زیادہ حد کا اس وقت اعلان کر رہا ہوں وہ اس کو اور بھی کم کر دیں گے۔ اس قسم کے بیانات یا تو غیر ذمہ دارانہ ہیں یا محض شاعرانہ۔ سماجی انصاف کے تقاضوں اور پیداواری صلاحیتوں کی سطح میں ایک حقیقت پسندانہ توازن قائم کرنا ہی ہو گا۔ ہم آج جن اصلاحات کا اعلان کر رہے ہیں' ان میں اس توازن کو نظر میں رکھا گیا ہے۔ یہ قوم کی زندگی کا سوال ہے جسے محض خوابوں کے سہارے ٹالا نہیں جا سکتا۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے جو لوگوں کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ اس اہم مسئلے کو کسی مہم پسند کے ہاتھوں میں کھلونا نہیں بننے دیا جا سکتا۔

میرے عزیز ہم وطنو

میں نے ایک اور فیصلہ کیا ہے۔ جس کا اعلان میں آج شام آپ کے سامنے کر رہا ہوں۔ اس فیصلہ کا تعلق' صدیوں پرانی اس سماجی تفریق کے خاتمے سے ہے جو سامراجی نظام کی بدولت وجود میں آئی ہے۔ یہ تفریق شہروں اور دیہات میں رہنے والوں اور کاشت کاروں اور غیر کاشتکاروں کے درمیان پیدا کی گئی۔ اس تفریق نے زرعی مالئے کے نظام اور زرعی آمدنی پر انکم ٹیکس کی چھوٹ کی بدولت اور جڑ پکڑ لی۔

یہ بتاتے ہوئے مجھے خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ آج سے ہم اپنی ماضی کی نو آبادیاتی روایات کا خاتمہ کر رہے ہیں۔ آج سے ہم زرعی مالیہ ختم کر رہے ہیں۔ اور فیصلہ کر رہے ہیں کہ زراعت سے ہونے والی آمدنی پر بھی بنیادی طور پر اتنا ہی ٹیکس لگے گا جتنا غیر زرعی آمدنی پر لگتا

ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم چھوٹے کاشت کاروں کو تحفظ دے رہے ہیں۔ زرعی شعبہ میں سرمایہ کاری میں اضافہ کرنے کے لئے فراخدلی سے گنجائش رکھ رہے ہیں اور اس طرح زراعت سے متعلق انکم ٹیکس قوانین میں ضروری ردوبدل کر رہے ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس نئے فیصلے کی خاص خاص باتیں ایک آرڈیننس میں شامل کر دی گئیں ہیں جو آج جاری کیا جا رہا ہے۔

اول یہ کہ 25 ایکڑ یا اس سے کم نہری زمین یا 50 ایکڑ یا اس سے کم بارانی زمین سے ہونے والی آمدنی پر انکم ٹیکس نہیں لگے گا۔

دوسرے یہ کہ ٹریکٹروں' زرعی مشینوں اور آلات' ٹیوب ویلوں اور زمینوں کی ہمواری کے لئے جو سرمایہ لگایا جائے گا' اس کو اس سال کے منافع میں سے منہا کر دیا جائے گا۔ جس کے دوران اسے پہلی مرتبہ استعمال کیا گیا ہو۔

تیسرے یہ کہ قابل ٹیکس منافع اور آمدنی کا تخمینہ لگاتے وقت مجموعی آمدنی میں سے مناسب اخراجات گھٹا دیئے جائیں گے جن کی تفصیلات آرڈیننس میں موجود ہے۔

چوتھے یہ کہ زرعی آمدنی کا تخمینہ ' حساب کتاب کے آسان طریقہ کار سے لگایا جائے گا۔ زرعی آمدنی کے انکم ٹیکس گوشوارے' دسمبر کی پندرہ تاریخ تک داخل کرنے ہوں گے۔ یہ ٹیکس دو قسطوں میں ادا کیا جائے گا۔ پہلی قسط 15 دسمبر تک اور دوسری قسط 15 جون تک داخل کی جائے گی۔

پانچویں یہ کہ کسی تشخیص کنندہ پر واجب الادا مجموعی ٹیکس کا تخمینہ اس کی زرعی اور غیر زرعی آمدنی کے تناسب کے لحاظ سے لگایا جائے گا۔

چھٹے یہ کہ زرعی آمدنی پر انکم ٹیکس کا تخمینہ 78-1977ء کے اگلے مالی سال سے موجودہ سال کی آمدنی کی بنیاد پر لگایا جائے گا۔

میرے عزیز ہم وطنو

یہ اقدام اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ کی حکومت کسی ایک پیشے کو دوسرے پیشے پر فوقیت نہیں دے رہی ہے۔ ہمارے لئے سب برابر ہیں اور کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اس کا کوئی جواز نہیں کہ ایک امیر زمیندار سرکاری خزانے کو اتنی ہی رقم ادا نہ کرے جتنی کہ ایک تاجر یا صنعت کار ادا کرتا ہے۔ ہم معاشرے میں یک جہتی اور استحکام پر یقین رکھتے ہیں اور یہ ہمارے لئے کوئی جذباتی مسئلہ نہیں ہے ہم اسے وقت کی اہم ضرورت سمجھتے ہیں۔

حکومت کو ٹیکس ادا کرنا شہریوں کی سماجی ذمہ داری ہے۔ ہم زراعت پر انکم ٹیکس کا اطلاق اس طرح کرنا چاہتے ہیں کہ اس بات اور دوسرے پیشوں کے درمیان سماجی ذمہ داریوں میں تفریق ختم کر کے زرعی شعبہ میں زیادہ سرمایہ کاری کی ہمت افزائی کریں۔ دوسرے قومی شعبوں میں بھی مساوی طور پر سرمایہ کاری کو فروغ دینا ہمارا مقصد ہے۔ آج جو قانون نافذ کیا گیا ہے۔ اس کے تحت ہم انفرادی طور پر لوگوں کی آمدنی کی زیادہ سے زیادہ حد پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس کی شرح 60 فیصد سے کم کر کے 50 فیصد کر رہے ہیں بینکوں کو چھوڑ کر' کمپنیوں پر عائد ہونے والے سپر ٹیکس کی شرح بھی 30 فیصد سے کم کر کے 20 فیصد کی جا رہی ہے۔ ان اداروں کو وہ "ریبیٹ" REBATE بدستور ملتے رہیں گے جو اس وقت انہیں حاصل ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس طرح انفرادی اور مشترک سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہو گی۔

میرے عزیز بھائیو اور بہنو

آج شام میں نے آپ کو جن اقدامات سے مطلع کیا ہے ان کا مقصد ملک کے نظام میں انقلابی تبدیلی لانا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ زرعی اصلاحات کے سلسلے میں ہم نے ان لوگوں کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے جن کی زمینیں حاصل کی جا رہی ہیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے ساتھ بھی فراخدل ہیں جنہیں یہ زمینیں دی جائیں گی۔

1972ء کی زرعی اصلاحات کے ساتھ ملا کر اگر دیکھا جائے تو اب ہم نے زمین کی انفرادی ملکیت کی حد 36 ہزار پیداواری یونٹوں سے کم کر کے آٹھ ہزار کر دی ہے۔ یعنی ایک چوتھائی سے بھی کم۔ ہم کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دے رہے کہ وہ چور دروازے تلاش کریں۔ میں یقیناً یہ محسوس کرتا ہوں کہ زرعی اصلاحات' مالیہ کا خاتمہ اور بڑے زمینداروں پر زرعی انکم ٹیکس کا نفاذ کاشتکاروں خاص طور پر چھوٹے اور غریب کاشتکاروں کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کا کوئی مجموعی حل نہیں ہے۔ لہذا ہماری پالیسی یہ ہے کہ ہم اجتماعی کھیتی باڑی کے نظام کو فروغ دینے کے لئے انہیں منظم کریں تاکہ کھیتی باڑی کے استعمال میں آنے والے تمام جدید زرعی آلات اور بیج باسانی انہیں مل سکیں۔ عمدہ قسم کے بیج' کھاد' فصلوں کا تحفظ' زرعی آلات' قرضوں' گوداموں اور مواصلات کی سہولتیں اور مارکیٹنگ' زراعت کی ترقی کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ٹیوب ویلوں' کھاد اور کیڑے مار دواؤں کے لئے رعایتی نظام اور ٹریکٹروں کی درآمد کے ذریعے ہم نے زراعت کو ترقی دینے کے لئے اقدامات کئے ہیں۔

میرے عزیز ہم وطنو

میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے یہ توفیق عطا کی کہ میں آپ سے کئے ہوئے وعدوں کو جس قدر ممکن ہو سکے جلد پورا کروں اور معاشرے میں جاگیردارانہ نظام کے آثار خاتمہ کروں۔

پچھلے پانچ برسوں کے دوران' سرداری نظام کا خاتمہ' کسانوں کا منشور' زرعی انتظام کے ادارے کا قیام' فرسودہ زرعی مالیہ کے نظام کا خاتمہ' یہ تمام چیزیں ہمارے معاشرے میں نمایاں تبدیلی کا مظہر ہیں۔ ان کا

عشر عشیر بھی پچھلے 20 برسوں میں نہیں کیا گیا یہ پانچ برس باہر کی دنیا میں تیل کے بحران' افراط زر اور کساد بازاری کے سال رہے ہیں۔ اور ہمارے ملک میں سیلاب اور خشک سالی کے سال رہے ہیں۔ کیا ہم بجا طور پر یہ فخر نہیں کر سکتے کہ ہم نے ان آفتوں اور مصیبتوں کو قوم کی ترقی کی راہ میں حائل ہونے دیا آج کی اصلاحات سماجی اعتبار سے منصفانہ اور تاریخی اعتبار سے ناگزیر ہیں۔

پانچ سال پہلے ہم نے اصلاحات کی جانب جو قدم اٹھایا تھا' یہ اقدامات اسی کا نتیجہ ہیں اور یہ عمل پلٹا نہیں جا سکتا۔ ان اصلاحات کے بعد مجھے یہ اطمینان اور سکون ہے کہ مستقبل میں خواہ کچھ بھی ہو' میں نے عوام کو دھوکہ نہیں دیا۔ اس کے لئے میں ان تمام لوگوں کا مشکور ہوں جنہوں نے کڑی آزمائش کے برسوں میں میرا ساتھ دیا۔

اسلامی مملکتوں سے پاکستان کے تعلقات

ایک جائزہ

تعارف

قیام پاکستان ایک ایسی ہمہ گیر تحریک کا نتیجہ ہے جس کا اولین مقصد جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو ان کے علاقہ میں اقتدار حکومت واپس دلانا تھا۔ اس بنیادی مقصد کے ساتھ ساتھ جنوب یا مشرق کی دیگر مسلم اقوام کے سیاسی مستقبل کا خیال اور استعماریت کے خلاف نبرد آزما دیگر متوازی تحریکوں کے ساتھ جذباتی وابستگی کا شعور بھی کار فرما تھا۔ جیسا کہ وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے فروری 1974ء میں منعقدہ اسلامی سربراہوں کی دوسری کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "یہ بات کم اہم نہیں ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے جس اجلاس نے قرارداد پاکستان منظور کی اس نے فلسطین کے بارے میں بھی یہ اتفاق رائے قرار داد منظور کی" انہوں نے مزید کہا کہ "دنیائے اسلام کے جائز مفادات کے لئے پاکستان کی حمایت خود اس کے قومی نظریات سے ہم آہنگ ہے۔"

2- پاکستان کی قومی امنگوں اور دنیائے اسلام کی آزادی کی خواہشات کے درمیان یہ ہم آہنگی ایک باقاعدہ اور طویل پس منظر رکھتی ہے۔ اٹھارویں صدی میں شاہ ولی اللہ کے زمانہ سے لے کر بیسویں صدی کے اول نصف حصہ میں علامہ محمد اقبال کے زمانہ تک پورے برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمان ملت اسلامیہ کے اتحاد کے جذبہ سے سرشار تھے۔ لیکن دانشمندانہ قیادت نے اس جذبہ کو محض خیالات و جذبات کی حد تک نہیں رہنے دیا۔ اور نہ تاریخ کے دھارے سے غفلت برتی۔ مثلاً اقبال نے ستمبر 1931ء میں شائع ہونے والے اپنے اخباری بیان میں بتایا کہ "پان اسلام ازم" کی اصطلاح دراصل "زرد خطرہ" کی اصطلاح کے طرز پر ایجاد کی گئی تھی تاکہ اسلامی ملکوں میں یورپی جارحیت کا جواز پیش کیا جا سکے"۔ رسول اللہ صلعم کی تعلیمات کی روشنی میں علامہ اقبال نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ "پان اسلام ازم" یعنی عالم اسلام کا اتحاد دراصل پوری بنی نوع انسان کا اتحاد ہے۔ انہوں نے 1933 میں اپنے ایک اور اخباری بیان میں کہا کہ "سیاسی طور پر "پان اسلام ازم" کا کبھی وجود ہی نہ تھا۔" یہاں تک کہ خود جمال الدین افغانی بھی تمام مسلمانوں کو ایک سیاسی مملکت کے تحت نہیں لانا چاہتے تھے۔ اقبال نے مزید کہا کہ "کسی بھی اسلامی ملک کی زبان مثلاً عربی' ترکی یا فارسی میں پان اسلام ازم کے ہم معنی کوئی اصلاح نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ اس زمانہ کے اقعات کے اسی احساس کی بنیاد پر قائداعظم کے زیر قیادت جنوبی ایشیا کے سلمانوں کی نمائندہ جماعت نے دنیائے اسلام میں آزادی کی تحریکوں کی ٹھوس حمایت کی۔ یہ تحریک جس طرح آزادی فلسطین کے لئے تھی اسی طرح مصر اور انڈونیشیا کی آزادی کے لئے بھی۔ اس ادارہ کے ریکارڈ میں جگہ جگہ ایسے حوالے ملیں گے جن سے پتہ چلے گا کہ دنیائے اسلام کے دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے مسائل کی کس طرح حمایت کی گئی اور ان مسائل کو خود مسلمانوں کے مفادات کے مطابق حل کرانے کے لئے کس طرح اس زمانہ کی سب سے عظیم استعماری طاقت یعنی برطانیہ سے ٹکر لی گئی۔

3- یہ تھا وہ پس منظر جس کے مطابق لازمی امر تھا کہ دیگر اسلامی مملکتوں کے ساتھ پاکستان کے تعلقات ایک ہموار' پرسکون اور مسلسل راہ پر آگے بڑھتے رہیں۔ تاہم واقعات پر نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس راہ میں کچھ دھکے بھی لگے۔ اندرونی و بیرونی دونوں نوعیت کے عناصر اس طرح بعض اوقات مزاحم ہوئے کہ اسلامی مملکتوں کے ساتھ ہمارے تعلقات کی نوعیت میں بھی کچھ فرق پیدا ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مجموعی حیثیت سے روم کے جذبات و حرکات میں تو کوئی تبدیلی نہیں ہوئی البتہ عملاً پاکستان اور دیگر اسلامی مملکتوں کے مابین دو طرفہ یا اجتماعی تعلقات اور تعاون میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں۔

4- اجمالی طور پر دنیائے اسلام کے ساتھ پاکستان کے تعلقات چار واضع ادوار سے گزرے ہیں۔ اور ان میں سے ہر دور پر پاکستان کی عام خارجہ پالیسی عوام کے جذبات کے ساتھ اس زمانہ کی حکومتوں کی وابستگی یا عدم وابستگی اور بین الاقوامی امور میں پاکستان کے کردار کے متعلق ان حکومتوں کے شعور یا عدم شعور کا گہرا اثر پڑا ہے۔ اگر بعض حکومتیں عوام کے جذبات کو ٹھوس معاہدو کی صورت دینے میں ناکام رہیں بلکہ اگر بعض اوقات انہوں نے اسلامی اخوت کی راہ سے روگردانی کی تو اس کا عوام پر شدید رد عمل ظاہر ہوا۔ ایسا رد عمل جو مسئلہ جموں و کشمیر کے سوا کسی دیگر مسئلہ سے پیدا نہیں ہوا تھا۔

پہلا دور

5- اسلامی مملکتوں کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کے پہلے دور کا آغاز خود قائداعظم کے ہاتھوں ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب نیا نیا پاکستان قائم ہوا تھا۔ اس دور کو تحریک آزادی کے نظریات و محرکات سے تقویت حاصل ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں پاکستان مسلم اقوام کے حق آزادی کے علمبردار کی حیثیت سے ابھرا۔ مسلمانوں کے سیاسی مفاد کے لئے اس نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ خود اس کے نظریات کے آئینہ دار اور استعماریت کے خلاف خود اس کی تحریک سے وابستہ تھے۔ جن مسائل سے پاکستان نے اس زمانہ میں گہری دلچسپی لی ان میں اگر ایک طرف فلسطین اور شمالی افریقہ کے ممالک کی آزادی کا مسئلہ تھا تو دوسری جانب انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی تھی۔

6- قیام پاکستان کو دو ماہ ہی گزرے تھے کہ قائداعظم نے للکارا "فلسطین کی تقسیم شدید اٹھ کھڑی ہو گی جس کا کوئی سیاسی' اخلاقی یا تاریخی جواز موجود نہ ہو"۔ جب برطانیہ نے 1947ء میں فلسطین پر سے اپنا تسلط ختم کیا اور اس

علاقہ کے مستقبل کا مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کیا تو غیر جانبدار مبصرین کی رائے میں پاکستانی وفد فلسطینی باشندوں کے حقوق کی وکالت کرنے اور ان پر کی جانے والی ناانصافی کی نشاندہی کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ پاکستانی وفد نے کہا کہ "اس مقدس سرزمین پر کیل ٹھونک کے اسے صلیب پر لٹکایا جا رہا ہے۔" اس زمانہ میں بیشتر افریشیائی قومیں استعماری طاقتوں کے زیر تسلط تھیں اس لئے اقوام متحدہ میں ان کی کوئی نمائندگی نہیں تھی۔ لہٰذا مغربی طاقتوں نے جن میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ پیش پیش تھا۔ فلسطین کو یہودی مملکت اور عرب علاقہ یعنی دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لئے جنرل اسمبلی کی قرارداد کے حق میں دو تہائی اکثریت حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ قائداعظمؒ نے 8 دسمبر 1947ء کو صدر ٹرومین کے نام ایک تار بھیجا جس میں ان سے اپیل کی کہ وہ اس مسئلہ پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی پالیسی پر نظر ثانی کریں۔ انہوں نے اپنے پیغام میں کہا کہ۔

"ایسے وقت جبکہ تقسیم فلسطین کے لئے ادارہ اقوام متحدہ کے انتہائی افسوسناک فیصلہ سے دنیائے اسلام کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔ جناب صدر میں آپ سے ذاتی طور پر یہ اپیل کر رہا ہوں۔"

"یہ فیصلہ منشور اقوام متحدہ کے منافی اور قانوناً غلط اور ناجائز ہے۔ یہ نہ صرف اخلاقی لحاظ سے نامناسب ہے بلکہ سیاسی، تاریخی اور جغرافیائی لحاظ سے بھی غلط ہے۔ کیونکہ عربوں کو نہ صرف 33 کروڑ سے زیادہ مسلمانوں بلکہ غیر اسلامی ملکوں کی بھی حمایت حاصل ہے جنہوں نے خواہ اس قرارداد کی مخالفت کی ہو یا نہ کی ہو۔"

"بالآخر یہ فیصلہ ناکام رہے گا اور اسے ناکام رہنا چاہئے بھی۔ جن لوگوں کے فائدے کے لئے یہ فیصلہ کیا جا رہا وہ خود یعنی یہودی بھی نازیوں کے شدید مظالم کا شکار رہے ہیں۔ اور میری پر زور رائے ہے کہ اگر یہ غیر منصفانہ راستہ اختیار کیا گیا تو ان کو اور بھی مصائب برداشت کرنا ہوں گے۔ مزید براں یہ فیصلہ امن عالم کے لئے بھی انتہائی خطرناک ہے۔

"لہٰذا میں اس آخری موقع پر آپ سے اور آپ کے ذریعہ عظیم اور طاقتور امریکی قوم سے جس نے ہمیشہ انصاف کی حمایت کی ہے عرب قوم کے حقوق کی حمایت کرنے کی اپیل کرتا ہوں۔ حکومت و باشندگان امریکہ اب بھی صحیح رہنمائی کر کے اس خطرناک صورت حال اور اس کے شدید ترین نتائج واثرات کا سدباب کر سکتے ہیں"

برادر اسلامی مملکتوں کے نام اپنے آخری پیغام عید میں قائداعظمؒ نے فرمایا کہ:

"ہم سب انتہائی خطرناک زمانہ سے گزر رہے ہیں۔ فلسطین، انڈونیشیا اور کشمیر میں سیاست اقتدار کا جو ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے اس سے ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ ہم صرف متحدہ محاذ پیش کر کے ہی مجالس علم میں اپنی آواز محسوس کرا سکتے ہیں۔"

7- پاکستان کے بانیوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ وہ فلسطین کے معاملہ میں عربوں کے موقف کی جو حمایت کرتے ہیں اس کا تعلق اس وعدے سے ہے جو انہوں نے سارے عالم اسلام سے استعماریت کو ختم کرنے کے لئے کیا ہے۔ چنانچہ ان کی نظروں میں تیونس، مراکش اور الجزائر میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کی وہی اہمیت تھی جو اس تحریک کی تھی جس کا آغاز پاکستانی عوام نے اپنی قومی آزادی کے لئے کے لئے تھا۔

8- اپریل 1956ء میں پاکستان نے سلامتی کونسل کے ایک رکن کی حیثیت سے ایشیا اور افریقہ کے دس دوسرے ملکوں کی حمایت سے کونسل سے درخواست کی کہ تیونس کی صورت حال پر غور کرے کیونکہ اس کے سبب سے بین الاقوامی امن و سلامتی کو خطرہ لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔ لیکن اس معاملہ کو ایجنڈا میں شامل نہیں کیا گیا کیونکہ کونسل کے صرف پانچ ارکان نے اس تجویز کی حمایت کی اور فرانس اور اس کے اتحادیوں نے اس کی مخالفت کی۔ تاہم پاکستان نے جنرل اسمبلی کے اگلے اجلاس میں ایک قرارداد پیش کی جس میں تیونس کے عوام کے حق خود اختیاری کا اعادہ کیا گیا۔ اس قرارداد کی حمایت ایشیا اور افریقہ کی بیشتر مملکتوں اور سارے سوشلسٹ ممالک نے کی۔ لیکن جنرل اسمبلی میں اسے 21 ووٹوں کے مقابلہ میں 24 ووٹوں سے مسترد کر دیا گیا۔ اگلے سال پاکستان نے ایک مرتبہ پھر یہ درخواست کی کہ تیونس کے مسئلہ کو اسمبلی کے ایجنڈا پر رکھا جائے۔ دوسری قرار داد کا مسودہ پیش کیا گیا جس میں یہ سفارش کی گئی کہ ایسے ضروری اقدام کئے جائیں جس کے نتیجہ میں تیونس کے عوام اپنی خود مختاری حاصل کریں اور ان کی شہری آزادیاں بحال کی جائیں - یہ قرارداد بھی اسمبلی میں مطلوبہ دو تہائی اکثریت حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ 1954ء میں پاکستان اور ایشیا اور افریقہ کے چند دوسرے ملکوں کی تحریک پر یہ مسئلہ ایک دفعہ پھر زیر غور آیا۔ خود تیونس کے عوام کی جدوجہد کے علاوہ اقوام متحدہ میں اس مسئلہ کو بار بار اٹھانے کی وجہ ہی سے فرانس تیونس کے لیڈروں سے بلاواسطہ مذاکرات کرنے پر مجبور ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تیونس آزاد ہوا۔ اور 1956ء میں اقوام متحدہ کا رکن بنا۔

9- ایسا ہی مسئلہ مراکش کی قومی آزادی کا تھا جس پر پاکستان اور ایشیا اور افریقہ کے دوسرے بارہ ملکوں کی تحریک پر 1952ء میں جنرل اسمبلی میں پہلی مرتبہ بحث ہوئی اس موضوع پر قرارداد کا جو مسودہ پیش کیا گیا اسے پھر حسب معمول اسی طرز پر چلایا گیا جو مغربی غلبہ نے قائم کیا تھا اور یہ بھی اسمبلی میں مطلوبہ دو تہائی اکثریت حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ اگست 1953ء میں ان ہی ملکوں نے سلامتی کونسل سے درخواست کی کہ مراکش کی صورت حال پر غور کرے۔ پاکستان نے کونسل کے ایک رکن کی حیثیت سے عالمی تنظیم میں اس مسئلہ میں جان ڈالنے کی ذمہ داری پوری کی۔ اگرچہ سلامتی کونسل کو اس مسئلہ میں مصروف رکھنے کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ تاہم اس کا

فائدہ یہ ہوا کہ اس مسئلہ کو 1953ء اور 1954ء میں جنرل اسمبلی کے اجلاسوں کے ایجنڈے میں شامل کیا گیا۔ 1954ء میں جنرل اسمبلی نے ایک قرار داد منظور کی جس میں اس حقیقت کا اظہار کیا گیا کہ فرانس اور مراکش کے درمیان مذاکرات ہوں گے۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ اقوام متحدہ کے بیچ میں پڑنے کا اثر آخری نتیجہ پر پڑا۔ مراکش نے آخر کار آزادی حاصل کر لی۔ اور 1956ء میں اسے بھی اقوام متحدہ کا رکن بنا لیا گیا۔

10- الجزائر کی آزادی کے حصول کو فرانس کی طرف سے اور بھی زیادہ مزاحمت سے سابقہ پڑا جس کا بے جواز عذر یہ تھا کہ یہ علاقہ 'بین الاقوامی ملک کا ایک صوبہ ہے۔ اسی لئے الجزائر کو اپنی آزادی دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اپنی طویل' پرزور اور جرات مند جدوجہد کے دوران زیادہ قربانیاں دینا پڑیں۔ اس جدوجہد کو ایشیائی افریقی برادری کی ہمدردی حاصل ہوئی۔ جہاں اس صدی کے پانچویں عشرے کے آخری حصہ میں اور اس کے بعد آزادی کی تحریکیں چل پڑی تھیں۔ پاکستان نے ایشیا اور افریقہ کی دوسری چودہ مملکتوں کے ساتھ 1954ء میں بھی شرکت کی جب انہوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اس مسئلہ کو اٹھایا اور سیاسی کمیٹی میں ایک قرار داد پیش کرنے میں بھی شریک رہا جس میں الجزائر کے عوام کے حق خود اختیاری کو تسلیم کیا گیا اور فرانس اور الجزائر کو دعوت دی گئی کہ وہ فوراً مذاکرات شروع کریں۔ اقوام متحدہ میں تین سالہ جدوجہد کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جنرل اسمبلی نے 1957ء میں ایک قرارداد منظور کی جس میں مختلف وفود کے بیانات اور الجزائر میں انسانوں کے مصائب اور کافی نقصان کا ذکر کیا گیا اور یہ امید ظاہر کی گئی کہ اس کا پرامن حل تلاش کر لیا جائے گا۔ اس نے اس مسئلہ کا داخلی معاملہ ہے۔ تاہم الجزائر کی آزادی کے مقصد کی تکمیل۔ استعماری طاقت اور قوم پرستوں کے درمیان مزید کئی سال تک جنگ سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ اس جنگ کا اختتام فرانس میں ایک نئی قیادت کے مدبرانہ فیصلوں کے نتیجہ میں ہوا۔

11- لیبیا اور سوڈان کے خودمختار مملکتوں کی حیثیت سے قیام میں بھی پاکستان نے ایک دوسری شکل میں سرگرم حمایت کی۔ پاکستان نے اقوام متحدہ کے اندر اور باہر تولیتی منصوبہ کی مخالفت کی جس کے نتیجہ میں لیبیا تین ملکوں میں تقسیم ہو جاتا۔ پاکستان نے اس عمل میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ جس کے نتیجہ میں سوڈان کے مسئلہ پر برطانیہ کے ساتھ ایک مشترکہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

12- پاکستان نے انڈونیشیا کی جدوجہد آزادی کے دوران قابل قدر اخلاقی اور سفارتی حمایت کی۔ دسمبر 1948ء میں جب نیدرلینڈ نے انڈونیشیا کے خلاف پولیس ایکشن کیا تو پاکستان نے سرکاری طور پر اس اقدام کو "ایشیا کی روح کی توہین" قرار دیا اور فوراً ڈچ ایئر لائنز کا لائسنس معطل کر دیا جس کے ہوائی جہاز انڈونیشیا میں ڈچ فوجی عملے کو ساز و سامان پہنچانے کے لئے استعمال کئے جا رہے تھے۔ انڈونیشی عوام سے اتحاد کے بے ساختہ اظہار کے طور پر پاکستان نے ایک عام تعطیل کا اعلان کر کے انڈونیشیا کی آزادی کا جشن منایا۔ حکومت نے انڈونیشیا کی قیادت کو خیر سگالی کا پیغام بھیجا اور اس کے ایک دن بعد یعنی 27 دسمبر 1949ء کو یہ ان اولین ملکوں میں تھا جنھوں نے نئی حکومت کو تسلیم کیا۔

13- عالم اسلام میں مغربی استعماریت کے خلاف اس تحریک میں شمولیت کے علاوہ اس مرحلہ میں پاکستان کی خارجہ پالیسی ان تعلقات اور وابستگیوں کو مملکتی تعلقات کے سانچے میں ڈھالنے پر مرکوز رہی جو جنوبی ایشیا کے مسلمانوں اور ایران' ترکی اور افغانستان کی برادر قوموں کے درمیان پہلے ہی موجود تھیں۔ ان ملکوں کے ساتھ مشترکہ ثقافتی روایات اور تاریخی پس منظر کا قومی احساس پایا جاتا تھا۔ پاکستان کا دورہ کرنے والے پہلے سربراہ مملکت ایران کے اعلیٰ حضرت شہنشاہ آریہ مہر تھے۔ جو مارچ 1950ء میں پاکستان تشریف لائے۔ اس سے ایک ماہ پہلے پاکستان اور ایران کے درمیان دوستی کے ایک معاہدہ پر تہران میں دستخط ہوئے تھے۔ جب ترکی کے پہلے سفیر نے قائداعظم کو اپنی اسناد سفارت پیش کیں تو انہوں نے خود اس شفقت اور قدر و منزلت کے جذبہ کا اظہار کیا جو ترکی کے لئے پاکستانی عوام کے دلوں میں موجزن ہے۔

14- پاکستان اور اس کے قریبی ہمسایہ افغانستان کے درمیان اتحاد و یگانگت میں اس وقت بگاڑ پیدا ہوا جب افغانستان نے اپنے لئے یہ راہ اختیار کی کہ وہ اقوام متحدہ کا واحد رکن تھا جس نے اس عالمی تنظیم میں پاکستان کے داخلہ کے خلاف منفی ووٹ دیا۔ تاہم قائداعظم کا برابر یہ تصور رہا کہ افغانستان سے انتہائی دوستانہ تعلقات ہوں گے۔ جب یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات قائم کئے جائیں تو ان ہی کے ایماء پر نومبر۔ دسمبر 1947ء میں کراچی اور کابل کے درمیان خصوصی سفیروں کا تبادلہ کیا گیا۔

دوسرا دور

15- تاریخی ترتیب کے لحاظ سے پہلے مرحلہ اور دوسرے مرحلہ کے درمیان کوئی واضح حد فاصل نہیں ہے۔ پہلا مرحلہ اسلامی اتحاد کو فروغ دینے کے لئے ابتدائی پرزور کوشش تھی اور دوسرے مرحلے میں رفتار اور ترغیب میں کمی آ گئی اور پاکستان کی کوشش دھیمی پڑ گئی۔ مسلمانوں کی آزادی کے مقصد میں پاکستان کی بعض بڑی مداخلتیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے' اس صدی کے پانچویں عشرے کے اوائل میں ہوئیں۔ لیکن ان کا سرچشمہ وہ اخلاقی اور سیاسی وعدے تھے جو قائداعظم اور وزیراعظم لیاقت علی خان کی زندگی میں کئے گئے تھے۔ 1951ء میں ملک کے پہلے وزیراعظم کے قتل کے بعد برسوں میں' پاکستان میں سیاسی قیادت کا فقدان' غیر موثر ڈپلومیسی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کا براہ راست اثر' عالم اسلام سے پاکستان کے تعلقات پر پڑا۔ اس کی ایک نمایاں مثال یہ ہے کہ 1952ء میں پاکستان نے بارہ مسلم ملکوں کے

وزرائے اعظم کو کراچی میں ہونے والی ایک کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی تاکہ یہ معلوم کیا جائے کہ مشترکہ مفادات کے امور پر اعلی سطح کے مشوروں کا ایک نظام قائم کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ یہ تصور تو ٹھوس تھا لیکن منصوبہ بہت ہی زیادہ حوصلہ مند تھا اور اس کے لئے ضرورت یہ تھی کہ پہلے ہی سے زبردست سفارتی تیاری کرلی جائے۔ تاہم قبل اس کے کہ اس بات کے کافی اشارے مل جاتے کہ مدعوین اسے قبول کریں گے یا نہیں' اس تجویز کو شائع کر دیا گیا۔ تجویز کا آغاز کرنے والے شاید یہ سمجھتے تھے کہ مسلم مملکتوں کے سربراہان حکومت کی کانفرنس کی حیثیت ان دو کانفرنسوں کی ایک ترقی یافتہ صورت سے زیادہ نہ ہوگی جو کراچی میں اس سے پہلے منعقد کی جا چکی تھیں' اور دوسری موتمر عالم اسلامی کا اجلاس جو 1951ء میں ہوا تھا۔ انہیں اس وقت مایوسی ہوئی جب نہ تو عرب اور نہ غیر عرب مسلم مملکتوں نے اس خیال پر اپنے جوش و خروش کا اظہار کیا۔ بہت سی مملکتوں نے پاکستان کی نیت پر شبہ کیا۔ حقیقت میں اس خیال کو اتنی کم حمایت حاصل ہوئی کہ یہ اجلاس منعقد ہی نہیں ہوا۔

16- ایسے غلط وقت پر مسلم اتحاد کو تقویت پہنچانے کی کوشش جسے ناکام ہونا تھا' کوئی مناسب اقدام نہیں تھا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ تاریخ کے اس دور میں عالم اسلام کی سیاسی حقیقتوں کو نہیں سمجھا گیا اور یہ احساس نہیں کیا گیا کہ خالصتاً" اسلامی بنیاد پر مسلم مملکتوں کی متحدہ گروہ بندی کے لئے پاکستان کی پکار کا واقعتاً کیا اثر پڑے گا۔ اس ناکامی کے اسباب کا کچھ تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔

17- پہلی بات تو یہ کہ پاکستان کی وجہ تسمیہ کو سادہ لوحی سے اور احمقانہ طریقے پر اچھالا گیا۔ اس بات کا احساس نہیں کیا گیا کہ جب اسلامی اتحاد کے مقصد کی حد سے زیادہ وکالت کی جائے گی اور اسی کے ساتھ قیادت کا تاثر دیا جائے گا تو اس سے ہمدردی اور تعاون کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا بلکہ یہ غصہ کو جنم دے گا۔ شاہ فاروق کے یہ رسوائے زمانہ الفاظ کہ "پاکستان یہ سمجھتا ہے کہ اسلام 14 اگست 1947ء کو پیدا ہوا۔" انتہائی نامناسب الفاظ ہیں لیکن ان سے دنیائے عرب میں خصوصاً اور مسلم برادری میں عموماً عام جذبات کا اظہار ہوتا تھا۔ انڈونیشیا کے صدر سوئیکارنو مرحوم نے بھی' جو بعد میں پاکستان کے مخلص دوست بنے اور جنہوں نے 1965ء کی جنگ میں ضرورت کے وقت اس کی قابل قدر حمایت کی۔ مرحوم صدر سوئیکارنو نے اس واقعہ کے کئی سال بعد اپنے اس غصہ کو ختم کیا کہ پاکستان' دوسری مسلم مملکتوں پر اپنی اخلاقی یا مذہبی برتری قائم کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا "ہم پاکستان کو ایک قائد کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک دوست کی حیثیت سے چاہتے ہیں"۔ پاکستان کے ایک سیاستدان نے اسلامستان کے مقصد کا اعلان کیا۔ مسلم ملکوں میں اس کا مضحکہ اڑایا گیا۔ اگرچہ یہ اعلانات نیک نیتی پر مبنی تھے لیکن ایسے ناپختہ اعلانات سے ان کوششوں میں مدد نہیں ملی بلکہ انہیں نقصان پہنچا جو مسلم اتحاد کی تمنا کو حقیقت کا روپ دینے کے لئے جاری تھیں۔ جیسا کہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے 27 نومبر 1962ء کو اسمبلی میں کہا:

"ہم نے اس مقصد کے حصول کے لئے بعض ایسی احمقانہ اور فضول حرکتیں کیں جن کی وجہ سے کافی غلط فہمی پیدا ہو گئی۔ ایک نوزائیدہ قوم کی حیثیت سے ہم بین الاقوامی امور کی پیچیدگیوں اور نزاکتوں سے پوری طرح واقف نہیں تھے۔ اگر ہمارا طریقہ کار محتاط اور باوقار ہوتا تو ممکن ہے یہ غلط فہمیاں اتنی زیادہ نقصان رساں نہ ہوتیں۔ ہم نے پیچیدہ مسئلہ کو ضرورت سے زیادہ آسان بنانے کی کوشش کی۔ یہ ہمارے لئے انتہائی مایوسی کا تکلیف دہ دور تھا"۔

18- ناتجربہ کاری کے باعث حقیقت پسندی کے اس فقدان کا تعلق دوسرے سبب سے پیدا یعنی ہم نے اس زمانہ میں اسلامی مملکتوں کے تاریخی تجربات کی روشنی میں ان کے متضاد مفادات کو اچھی طرح سمجھنے سے نفسیاتی طور پر انکار کیا۔ عرب حکومتوں کے درمیان اختلافات (جنہوں نے بعض اوقات دشمنی کی صورت اختیار کرلی)۔ دوسری جنگ عظیم کے فوراً بعد روس کی اسٹالینی پالیسوں کے باعث پیش آنے والے خطرات کی موجودگی میں ایران اور ترکی کی مصروفیات اور مغربی استعماری طاقتوں کی حرکتوں کی وجہ سے دنیائے عرب میں فکر و تشویش ایسے عناصر تھے جنہیں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس زمانہ میں ایسی کوئی مربوط عالمی رائے ہو ہی نہیں سکتی جو عرب اور غیر عرب اسلامی مملکتوں کے لئے یکساں طور پر قابل قبول ہو۔

انگریزوں اور فرانسیسیوں نے عربوں سے وعدہ کیا تھا کہ سلطنت عثمانیہ ختم ہو جانے کے بعد ان کی ایک متحدہ اور آزاد مملکت قائم کی جائے گی۔ لیکن یہ وعدے پورے نہیں کئے گئے چنانچہ عربوں کے دل و دماغ پر یہ وعدہ خلافی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ مختلف عرب علاقوں کو حلقہ اثر میں تقسیم کیا جارہا ہے بعض علاقوں میں استعماریت اپنی جڑیں مضبوط کر رہی ہے اور فلسطین میں استعماریت کے قلعہ کے طور پر اسلامی قیام کی کوشش کی جارہی ہے۔ دوسری جانب ایران اور ترکی کی خارجہ پالیسا اسٹالینی خطرہ کو پیش نظر رکھ کر مرتب کر جارہی تھیں سرد جنگ میں عالمی توازن طاقت کے باعث بھی ان دونوں ملکوں کو خطرہ درپیش تھا۔ چنانچہ قدرتی طور پر ان کا رجحان مغرب کی طرف تھا۔

19- پاکستان اور دیگر اسلامی ملکوں کو تیسری دنیا کے ابھرتے ہوئے ملکوں سے بے تعلق رکھنے کا رجحان تیسرا سبب بنا تھا۔ ایک ایسے تاریخی دور میں جبکہ افریقہ اور ایشیاء کے ممالک بیرونی تسلط سے آزاد ہو رہے تھے پاکستان نے قوم پرستی کے اس عظیم دھارے سے خود کو بے تعلق رکھا جو دنیائے اسلام میں تیزی سے پھیل رہا تھا۔ واقعات سے لاعلم بعض عرب حلقوں میں یہ شبہات پیدا ہوئے کہ برطانوی ہندوستان کی تقسیم استعماریت کا ایک اقدام تھا اور اس کا مقصد ایشیاء کی آزادی کو کچلنا تھا۔ عربوں کے ان شبہات کا موثر

طور سے ازالہ نہیں کیا گیا۔ ان شبہات کو دراصل انڈین نیشنل کانگریس کے پروپیگنڈے نے ہوا دی تھی۔ دولت مشترکہ میں پاکستان کی شمولیت اور دفاعی امور میں برطانیہ کے ساتھ پاکستان کے اشتراک نے اس تاریخی حقیقت کو اجاگر نہیں ہونے دیا کہ پاکستان کا قیام انگریزوں کی مدد سے نہیں بلکہ ان کی مرضی کے خلاف عمل میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اسلامی ملکوں میں جنہیں اپنے ورثہ پر فخر ہے پاکستان کا یہ بار بار کا دعویٰ بھی پسند نہیں کیا گیا کہ وہ سب سے بڑا ملک ہے اس تاریخی دور میں عربوں کو اپنی حیثیت قائم کرنے کے لئے کچھ وقت بھی درکار تھا۔ چنانچہ کسی ایسی خاص صورت حال کے بغیر جس سے ان میں یکساں نوعیت کا جوابی جذبہ پیدا ہوتا (جیسا کہ برسوں بعد بیت المقدس کے سوال پر پیدا ہوا) اسلامی مملکتوں کے کسی بین الاقوامی ادارہ کے قیام کی کوئی بھی کوشش ان کی واضح قومی حیثیت کم کرنے کی اسکیم کے مترادف سمجھی جاتی تھی مثلاً پان اسلام ازم کی تجویز کا عرب یہ مطلب لیتے تھے کہ یہ مغربی ممالک کے ایماء پر ابھرتی ہوئی عرب قوم پرستی کو کچلنے کی ایک سازش ہے۔ یہ خیال بھی پایا جاتا تھا کہ مغربی ممالک دراصل روسی اقتدار و اثرات کو آگے بڑھنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پاکستان کو مغربی مقاصد کا ایک آلۂ کار سمجھا جاتا تھا۔

اس کے اس اسلامی مملکتوں کے درمیان سیاسی اور اقتصادی تعاون کا ایسا کوئی پروگرام نہیں تھا جس سے یہ غلط فہمی دور ہو سکتی۔

20- ان تمام اسباب کو اس وقت اور تقویت پہنچی جب 1950ء کے بعد ابتدائی چند سال کے دوران دو ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق تھا۔ ایک طرف تو عربوں کا عزم و جذبہ تھا جس کی ایک اعلیٰ مثال مصر کے مرحوم صدر جمال عبدالناصر کی شخصیت تھی۔ اس کے تحت عرب قوم پرستی اور اتحاد کو فروغ حاصل ہو رہا تھا' استعماریت کے خلاف جدوجہد جاری تھی اور سیکولرزم نیز غیروابستگی کا نظریہ فروغ پا رہا تھا۔ دوسری جانب پاکستان تھا جسے اپنی سلامتی اور تحفظ کی خاطر ضرور تاً مغربی ممالک کے ساتھ محاذوں میں شریک ہونا پڑا تھا۔ 55-1954ء کے دوران معاہدہ بغداد میں عراق کی شرکت نے بعض پرجوش عرب مملکتوں کو مزید بھڑکا دیا جو اس معاہدہ کو دنیائے عرب میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کا ایک استعماری ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں پاکستان اور عرب ممالک کے درمیان عدم مطابقت پیدا ہو گئی اور نہ صرف صدر ناصر کے تحت مصر سے بلکہ دیگر بااثر عرب مملکتوں سے بھی پاکستان میں سعودی عرب کے سفارت خانہ نے 25 ستمبر 1955ء کو ایک اخباری بیان جاری کیا جو ریڈیو مکہ کے ایک نشریہ پر مبنی تھا۔ اس میں پاکستان سے کہا گیا کہ وہ معاہدہ بغداد سے علیحدہ ہو جائے اور راہ راست اختیار کرے کیونکہ پاکستان کا یہ اقدام عرب اور اسلامی مملکتوں کے قلب میں چھرا گھونپنے کے مترادف ہے۔ دنیائے عرب کی اس نئی اور انقلابی لہر سے پاکستان کی علیحدگی نے ہندوستان کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیا اور اس نے اس غرض سے فوراً اقدام کیا۔ اپریل 1955ء میں بنڈونگ کانفرنس کے موقع پر صدر ناصر سے مسٹر نہرو کی ملاقاتوں اور بعد ازاں صدر ناصر کے دورہ ہندوستان سے ہندوستان اور مصر کے درمیان دوستی اور وابستگی کی بنیاد پڑی جس کے باعث اسلامی دنیا میں پاکستان کا اثر و رسوخ کم ہو گیا۔

21- اس تنظیم سے جسے بعد میں سینٹو کا نام دیا گیا پاکستان کے منسلک ہونے کا فائدہ یہ ہوا کہ یہ ایران اور ترکی کی دو بڑی غیر عرب مملکتوں سے قریب تر ہو گیا۔ تاہم اس اتحاد میں عراق کی شرکت عالم عرب میں زبردست نفاق کا مسئلہ بن گئی۔ عربوں کی اکثریت خصوصاً ان ملکوں نے جنہیں اسرائیل کے معاملہ پر مغرب کا سامنا کرنا پڑتا تھا' ایسے اتحاد کو جس میں ایک عرب مملکت شریک تھی اور دوسری عرب مملکتیں شامل نہیں تھیں' عربوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی جانب ایک اقدام سمجھا۔ یہ بات معنی خیز ہے کہ یہ مخالفت اس وقت نرم پڑ گئی جب عراق اپنی مرضی سے اس اتحاد سے علیحدہ ہو گیا اور پاکستان نے دنیائے عرب سے متعلق اپنی پالیسیوں میں ردوبدل کیا۔

22- اسلامی اتحاد سے پاکستان کی وابستگی اور پاکستان کے مغربی اتحادیوں سے وقت کی حکومتوں کی طرف سے کئے گئے وعدوں کے درمیان جو تضاد تھا وہ 1965ء میں نہر سویز کے بحران کے وقت تکلیف دہ طور پر نمایاں ہو گیا۔ مجموعی طور پر پاکستان نے بیک وقت دو مخالف راہوں پر چلنے کی کوشش کی۔ اخلاقی اور قانونی طور پر اس نے سویز کینال کمپنی کو قومی ملکیت میں لینے سے متعلق مصر کے موقف کی حمایت کی اور مصر کے فیصلے کو بدلنے کے لئے طاقت کے استعمال کی مخالفت کی۔ تاہم سفارتی طور پر اس نے مصر کے مغربی مخالفوں کی پوزیشن اس طرح مستحکم کی اور ان کے اس نقطۂ نظر کی تصدیق کی کہ نہر سویز میں بلا روک ٹوک جہاز رانی سے متعلق مصر نے جو یقین دہانیاں کی ہیں وہ کافی نہیں ہیں۔ وزیراعظم پاکستان نے 14 اگست 1956ء کو جو بیان دیا وہ دو متضاد خواہشات کی کارفرمائی کی عکاسی کرتا تھا۔ اس بیان میں کہا گیا تھا کہ اگرچہ مصر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ نہر کو قومی ملکیت میں لے تاہم پاکستان اور دوسری بہت سی قوموں کا "نہر میں جہاز رانی کی آزادی برقرار رکھنے سے گہرا تعلق ہے" پاکستان سویز کے ایسے کنٹرول کی حمایت کرے گا جو مال و اسباب کی آزادانہ نقل و حمل اور معقول واجبات کی ضمانت دے"" اس طرح پاکستان نے یورپی طاقتوں کی اس بات کو قبول کرنے کا اشارہ کیا کہ نہر کو حسن و خوبی سے چلانے کے لئے مصر کے پاس مطلوبہ فنی اور انتظامی صلاحیت ہے۔ اس کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان نے اس اقدامات کی حمایت کی جو مغربی ممالک کے اشارہ پر ہونے والی نہر استعمال کرنے والوں کی انجمن کے ذریعے پر بین الاقوامی کنٹرول قائم کرنے کی غرض سے کئے جا رہے تھے۔ مصر نے بین الاقوامی کنٹرول کے اقدامات کو "اجتماعی استعماریت کی بحالی" تصور کیا۔

23- سویز کو قومی ملکیت میں لینے کے متعلق پاکستان کی متزلزل پالیسی

نے اس اقدام کی زبردست علامتی اہمیت کو پیش نظر نہیں رکھا۔ قومی ملکیت میں لینے کا کام محض ایک تجارتی ادارہ پر قبضہ کرنا نہیں تھا۔ جو آبی شاہراہ کو منضبط کرتا تھا بلکہ یہ صدیوں پرانے مغربی غلبہ اور استحصال کے خلاف رد عمل اور حاکیت کا مظاہرہ تھا۔ اگرچہ پاکستان عوام کے نظریاتی فطری رجحان نے انہیں اس اقدام کی اہمیت کا احساس دلایا تاہم چونکہ اس وقت کی حکومت عوام کی نمائندہ حکومت نہیں تھی اس لئے اس نے اس واقعہ کو بالکل ہی مختلف تناظر میں دیکھا۔ جب کوئی خارجہ پالیسی عوام کی دلی خواہش سے علیحدہ ہو جاتی ہے تو یہ جلد ہی اپنے مقام سے گر کر موقع پرستی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس میں وہ استقامت نہیں رہتی جو صرف پختہ اخلاقی یقین سے پیدا ہوتی ہے۔ پاکستان نے اگست' ستمبر 1956ء میں پہلی اور دوسری لندن کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے اپنے وزیر خارجہ کو ایک ہدایت کے ساتھ بھیجا جس کا مقصد یہ تھا کہ دو انتہاپسند پوزیشنوں کے درمیان بیچ کی راہ اختیار کی جائے جسے با آسانی کسی ایک طرف موڑا جا سکے۔ صدر ناصر نے شکایت کی کہ جس وزیر خارجہ نے پہلی لندن کانفرنس میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے 14 اگست 1965ء کو قاہرہ میں ان سے ملاقات کی تھی وہ اپنے اس وعدہ سے پھر گیا کہ وہ مصری پوزیشن کی مکمل حمایت کرے گا۔ ستمبر 1956ء کے پہلے ہفتہ میں ٹائمز آف انڈیا میں اپنے انٹرویو میں انہوں نے کہا:

"کیا آپ کو معلوم ہے کہ لندن کانفرنس سے پہلے' پاکستان کے وزیر خارجہ نے جو مجھ سے ملاقات کرنے آئے تھے تین گھنٹے بات کی اور مصر کے مقصد کی حمایت کرنے کی قسم کھائی؟ کیا آپ کو پتہ ہے کہ انہوں نے کیا کیا؟"

□

امریکی سیکرٹری آف اسٹیٹ آنجہانی مسٹر جان فاسٹر ڈلس کے پیش کردہ منصوبہ میں بعض ترمیمات وزیر خارجہ نے پیش کی تھیں۔ یہ ترمیمات منظور کر لی گئی تھیں لیکن مصری رائے عامہ کے ترجمان نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ان ترمیمات سے منصوبہ کی تجاویز پہلے سے زیادہ خراب ہو گئیں اور ان سے مغربی ممالک کو فائدہ پہنچا ہے۔

24- جب نومبر 1956ء میں مصر پر برطانیہ' فرانس اور اسرائیل نے حملہ کیا تو صدر ناصر کا خیال تھا کہ ان کے ملک کے لئے پاکستان کی حمایت اور زیادہ مثبت اور موثر ہونی چاہئے تھی۔ اگرچہ پاکستان نے اقوام متحدہ میں مصر پر حملہ آوروں کے مخالفین کا پوری طرح ساتھ دیا تھا لیکن اس کے باوجود صدر ناصر نے اپنے اسی خیال کے تحت اس زمانہ کے وزیر اعظم پاکستان مسٹر سہروردی مرحوم کا مجوزہ دورہ قاہرہ نامنظور کر دیا مصر نے اقوام متحدہ کی ہنگامی فوج میں پاکستانی دستہ کی شمولیت سے بھی اتفاق نہیں کیا۔ بعض مصری اخبارات تو دشنام طرازی پر اتر آئے اور انہوں نے وزیر اعظم پاکستان کو "استعماریت کی دم" قرار دیا۔ مصر کا اولین دشمن پاکستان کو بتایا اور کہا کہ مغربی ممالک کا موثر مقابلہ کرنے سے پہلے پاکستان کا زور کم کرنا ہو گا۔

25- پاکستان کے موقف کا یہ اندازہ قطعاً نامناسب اور غیر منصفانہ ضرور تھا لیکن سویز کے واقعہ نے دو ٹھوس حقائق واضح کر دیئے۔ اول یہ کہ بعض عرب مملکتوں کو علم ہی نہیں تھا کہ پاکستان کو اپنی بقاء کے لئے کتنا ٹھوس دباؤ برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اسلامی اتحاد کے لئے پاکستان کی ہر کوشش کو غلط سمجھا اور یہ خیال کیا کہ پاکستان یا تو مغرب کی ایماء پر یا ہندوستان کے ساتھ اپنے تنازعہ میں اسلامی مملکتوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے ایسی کوششیں کر رہا ہے۔ دوسری طرف اس زمانہ میں پاکستانی حکمرانوں کو احساس نہیں ہوا کہ اسلامی اتحاد قائم کرنے کے لئے صرف جوش و جذبہ ہی کی نہیں بلکہ صورت حال کے واقعاتی جائزہ کی بھی ضرورت ہے۔ بلکہ ان میں سے بعض حکمرانوں کا تو یہ خیال تھا کہ مسلم اتحاد کا زبانی دعویٰ کرنا ہی کافی ہے خواہ اس کے ساتھ اسلامی طاقتوں سے وعدے کئے جاتے رہیں۔ چنانچہ پاکستان ایک متضاد کیفیت میں پھنس گیا تھا۔ ایک جانب تو وہ خود کو مسلم ممالک کے مفاد کا علمبردار قرار دیتا تھا اور دوسری جانب ان ممالک کے بارے میں اس کی رائے تھی کہ "صفر جمع صفر بہرحال صفر ہی کے برابر رہتے ہیں"۔

تیسرا دور

26- عالم اسلام کے زیادہ سرگرم رجحانات نو آزاد ایشیا اور افریقہ کے ایسے ہی رجحانات سے ہم آہنگ تھے اور پاکستان سے ان کی علیحدگی ایک ایسی پالیسی کا نتیجہ تھی جو جبلی طور پر کمزور تھی۔ 1985ء کے بعد مسلم مملکتوں سے تعلقات دوبارہ استوار کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس میں بڑی سہولت' دوسری جانب سے تبدیل شدہ اور زیادہ پختہ احساسات کی وجہ سے ہوئی۔ 1958ء اور 1963ء کے درمیان صدر پاکستان نے عرب اور دوسری مسلم مملکتوں کے کئی دورے کئے۔ تاہم اگرچہ سابقہ غلط فہمیاں دور ہو گئی تھی پھر بھی سوچنے کا انداز عارضی تھا۔ مسلم اور عرب مقاصد کی حمایت کے محض اظہار پر حد سے زیادہ بھروسہ کیا گیا۔ ثقافت اور ابلاغ عامہ کے شعبوں میں روابط کے ذریعہ مسلم اتحاد کا بنیادی ڈھانچہ تعمیر کرنے کی ضرورت پر کم توجہ دی گئی۔ ملک کی خارجہ پالیسی کو نوکر شاہی کی سرگرمی سمجھ کر سفارتی عملہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا جسے سیاسی قیادت کی رہنمائی حاصل نہ تھی۔ اسلامی مملکتوں سے دو طرفہ تبادلوں اور مشوروں کا ایک باقاعدہ نظام قائم کرنے کی کوششیں نہیں کی گئیں۔ اہم شعبوں میں دو طرفہ تجارت کو فروغ دینے کے لئے کوئی اداراتی مشینری نہیں تھی۔ ملک کی خارجہ پالیسی میں اس بات پر غور نہیں کیا گیا کہ سیاسی اور اقتصادی تعلقات میں کیا رابطہ ہے ان اشاروں کے باوجود کہ ایران' خلیج فارس کی مملکتوں اور عالم عرب میں ایک آزاد اقتصادی طاقت کی حیثیت سے ابھرنے کی اجتماعی صلاحیت ہے اقتصادی شعبہ میں اشتراک کے لئے زمین ہموار کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ اقتصادی منصوبہ بندی میں

مغربی کنسورشیم کی جانب خالص رجحان کا دور تھا۔ عام اسلام کے ساتھ اقتصادی اور تجارتی رشتوں کو ترجیح دی گئی جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان اور مشرق وسطیٰ کے ملکوں کے درمیان تجارت کم ہوئی۔ 1970-71ء میں بھی یہ تجارت پاکستان کی کل تجارت کا صرف 12 فی صد تھی۔ میراث کے طور پر چھوڑے ہوئے اس میلان نے عالم اسلام کے ساتھ باہمی طور پر مفید اقتصادی تعاون کے قریب تر رشتے قائم کرنے کے سلسلہ میں پاکستان کی موجودہ کوششوں میں رکاوٹ ڈالی ہے۔

27- اسلامی مملکتوں کے سربراہان حکومت کے ساتھ زیادہ گرمجوش رابطوں کے باوجود سیاسی مسائل پر ان سے باہمی مفاہمت کئی سال تک نیم گرم رہی ہے۔ مثال کے طور پر 1962ء میں مسئلہ کشمیر پر سلامتی کونسل کے اجلاسوں کے دوران مصر نے پاکستان کے بالکل نمایاں اور مبنی برحق موقف کی کھل کر اور غیر مشروط حمایت نہیں کی۔ یہ بات اس حقیقت کی غمازی کر رہی تھی کہ پاکستان اب تک ایسی خارجہ پالیسی پر گامزن تھا جسے جناب ذوالفقار علی بھٹو نے (1970ء میں) "پابہ زنجیر" قرار دیا۔

28- تاہم جب 1963ء تا 1965ء میں پاکستان نے اپنی خارجہ پالیسی میں تبدیلی کی اور آزادانہ فیصلے کرنے کی صلاحیت کا فیصلہ کیا تو عالم اسلام سے اس کا نمایاں جواب ملا۔ بہت سے مسلم ملکوں نے جموں و کشمیر کے حق و خودارادی کے لئے پاکستان کے مطالبہ کی مکمل تصدیق کی۔ دوسرے ملکوں کی طرح جو اس سے پہلے پاکستان کے بین الاقوامی امور کے دائرہ میں ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ کے حوالے سے مسلم فسادات کے وکیل کی حیثیت سے پاکستان اس قابل ہوا کہ 69-1968ء میں سلامتی کونسل کی رکنیت کے دوران عرب اسرائیل مسئلہ پر عموماً اور بیت المقدس کی حیثیت پر خصوصاً نمایاں کردار ادا کرے۔

29- تاہم اس فوقیت کے باوجود ملک میں سیاسی قیادت کے فقدان کا اس کی ڈپلومیسی پر غمناک اثر پڑا۔ پاکستان کس حد تک اپنے قومی مفادات اور احساسات سے اپنے مسلم بھائیوں کو باخبر کرنے میں ناکام رہا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 1969ء میں رباط میں پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی تو صدر پاکستان مسٹر یحییٰ خان نے "ہندوستانی مسلمانوں" کا ایک وفد دریافت کیا جن کی نمائندگی کرنے والا ایک سکھ!۔ کانفرنس کی میز پر بیٹھا تھا۔ انہوں نے نامناسب طریقہ اختیار کر کے اس ناقابل برداشت پوزیشن کا جواب دیا۔ اس سربراہی کانفرنس میں ہندوستان کی نمائندگی کی بجا طور پر اجازت نہیں دی گئی لیکن اس عمل میں پاکستان کے بعض انتہائی گہرے دوستوں کی خیرسگالی کشیدہ ہو گئی۔ اگر اس وقت کی حکومت اس ناقابل پیش بینی امکان کا تدارک کرنے کا مناسب انتظام کرتی کہ ہندوستان' پر فریب عذر پر مسلم مملکتوں کی انجمن میں شریک ہونے کی کوشش کر رہا ہے تو اس نتیجہ سے بچا جا سکتا تھا۔

30- انتہائی بدشگونی کے مسائل کے ساتھ اس قسم کے غیر ذمہ دارانہ اور غیر سنجیدہ رویہ کا بدترین مظاہرہ ان پالیسیوں میں کیا گیا جو 1971ء میں پاکستان کے قومی بحران کے موقع پر اختیار کی گئیں۔ مشرقی پاکستان میں ہونے والے واقعات پر رد عمل کی لہریں جس کا زبردست اظہار عالمی رائے عامہ کے ذرائع سے کیا گیا' عالم اسلام کے بعض حصوں تک پہنچ گئیں۔ پاکستان کے بہترین حامیوں کو بھی بڑی تشویش ہوئی اور اس ہوشمندی پر شبہ ہوا جس کے تحت پاکستان کے امور چلائے جا رہے تھے۔ اگرچہ دسمبر 1971ء میں جنرل اسمبلی میں اس مسئلہ کے پیش نظر مسلم مملکتوں کی غالب اکثریت نے پاکستان کے داخلی معاملات میں ہندوستان کی مسلح مداخلت کی مخالفت کی تاہم انہوں نے ایسا اس ذہنی تحفظ کے ساتھ کیا کہ فوجی کاروائی کی بجائے سیاسی تصفیہ ہی پاکستان کی تاریخ میں سنگین ترین مسئلہ کا حل ہے۔ دسمبر 1971ء پاکستان کے لئے انتہائی بدقسمتی کا زمانہ تھا اور عالم اسلام سے اس کے تعلقات بھی کمترین درجہ پر پہنچ گئے تھے۔

چوتھا دور

31- پاکستان کے 1971ء میں دولخت ہو جانے سے خود اس کی بقاء خطرے میں پڑ گئی تھی۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی زیر صدارت نئی حکومت نے ان ہی ناگفتہ بہ حالات میں ذمہ داریاں سنبھالیں اور خیال کیا کہ نئے پاکستان کی نفسیاتی اور مادی ضروریات کا تقاضہ ہے کہ اسلامی مملکتوں کے ساتھ باہمی مفاہمت اور تعاون کا نیا دور شروع کیا جائے' چنانچہ صدر مملکت کا عہدہ سنبھالنے کے صرف تین ہفتوں کے اندر جناب بھٹو نے کابل کا دورہ کیا۔ یہ پہلا دارالحکومت تھا جہاں وہ سربراہ مملکت کی حیثیت سے گئے تھے۔ اس کے بعد یعنی اسی ماہ جنوری 1972ء میں انہوں نے اسلامی ممالک کا خیرسگالی کا دور شروع کیا۔ اپنے اس دورے میں وہ ترکی' ایران' مراکش' تیونس' الجیریا' لیبیا' مصر اور شام گئے۔ چند ماہ بعد انہوں نے مئی اور جون 72ء میں دیگر 12 ممالک یعنی سعودی عرب کویت' متحدہ عرب امارات' عراق' لبنان' اردن' سالیہ' ایتھوپیا' سوڈان' نائیجریا' گنی اور ماریطانیہ کا دورہ کیا۔ اس طوفانی دورے کا بنیادی مقصد دنیائے اسلام کے قائدین سے اعلیٰ ترین سطح پر ذاتی تعلقات قائم کرنا اور ان کی حمایت حاصل کرنا تھا۔ کیونکہ 1971ء کے سانحہ بعد پاکستان کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لئے اسلامی مملکتوں کی حمایت کی تھی۔

32- اس طرح اسلامی مملکتوں کے ساتھ پاکستان کا انتہائی صائب اور تخلیقی دورہ شروع ہوا۔ ان تعلقات کی موجودہ خوشگوار صورت نہ صرف اسلامی اتحاد کے لئے پاکستان کی دیرینہ خواہش بلکہ ان اعلیٰ اصولوں پر بھی مبنی ہے جنہیں حالات کے واقعاتی جائزے کے بعد اختیار کیا گیا ہے' ان اصولوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

الف۔ چوں کہ پاکستان خود اپنے قومی جذبے کی طرح عربوں کے قومی جذبے یا ایران، ترکی اور دیگر غیر عرب اسلامی مملکتوں کے قومی جذبے کو بھی اسلامی اتحاد کے منافی نہیں سمجھتا، اس لئے اسلامی مملکتوں کو پاکستان کا نظریاتی موقف اپنے قومی مقاصد کے خلاف سمجھنا چاہئے۔

ب۔ عربوں کے مابین کسی بھی اختلاف یا تنازعہ میں پاکستان کو قطعاً غیر جانبدار رہنا چاہئے'

ج۔ پاکستان کو نہ صرف بڑی طاقتوں کے ساتھ بلکہ عرب و غیر عرب تمام اسلامی مملکتوں کے ساتھ بھی دو طرفہ بنیاد پر اپنے تعلقات قائم رکھنے چاہئیں۔ بہ الفاظ دیگر اسے اسلامی مملکتوں کے ایک گروپ کیساتھ انتہائی دوستانہ تعلقات قائم رکھتے ہوئے کسی دوسرے گروپ سے اپنے تعلقات کم نہیں کرنے چاہئیں۔

د۔ پاکستان اسلامی مملکتوں کے ساتھ ان کے سیاسی نظام بین الاقوامی معاہدوں یا نظریاتی رشتوں کا لحاظ کئے بغیر برادرانہ تعلقات قائم کرنے کا خواہشمند ہے۔

ہ۔ اسلامی مملکتوں کے ساتھ تعلقات محض جذبہ یا نظریہ ہی پر مبنی نہیں ہونے چاہئیں، بلکہ انہیں تقویت دینے کے لئے دو طرفہ بنیاد پر یا بین الاقوامی مجالس میں مزید تعاون کے مناسب طریقے بھی اختیار کرنے چاہئیں۔

و۔ عربوں کے مقصد کو کسی مقامی مسئلہ کی حیثیت سے پیش کرنے کی بجائے جس میں غیر اسلامی دنیا کو کوئی دلچسپی نہ ہو، ایک ایسے منصفانہ مقصد کے طور پر پیش کرنا چاہئے، جس پر اخلاقی سیاسی اور انسانی اسباب کی بناء پر بین الاقوامی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ز۔ دو یا زائد اسلامی مملکتوں کے درمیان اختلاف کو حتی الامکان انفرادی یا اجتماعی طور پر دیگر اسلامی مملکتوں کی مدد یا توسط سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ح۔ غیر مسلم حکومتوں کے تحت رہنے والی مسلم اقلیتوں کے ساتھ سلوک کا مسئلہ اسلامی مملکتوں کا اجتماعی مسئلہ ہونا چاہئے۔

33- اسلامی مملکتوں کے ساتھ پاکستان کے کتنے گہرے دوستانہ تعلقات ہیں اور 1972ء کے بعد ان میں مزید کتنا زیادہ استحکام پیدا ہو گیا ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔

الف۔ لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کا 1974میں تاریخی انعقاد یہ کانفرنس وزیراعظم پاکستان نے سعودی عرب کے شاہ فیصل کے عملی تعاون سے منعقد کی تھی۔

(ب)- آر سی ڈی کو ایک ایسا ادارہ بنانے کی اپیل جو زمانہ کے ہمہ جہتی چیلنج کا مقابلہ کر سکے۔

(ج)- ایران، ترکی، سعودی عرب، لیبیا، کویت، متحدہ عرب امارتوں، عراق اور اردن کے ساتھ مختلف شعبوں میں تعاون کی تفصیلات طے کرنے ے لئے مشترکہ وزارتی کیشنوں کا قیام مشترکہ منصوبوں کا قیام بھی اس تعاون کے ضمن میں آتا ہے۔

(د)- سعودی عرب، لیبیا، متحدہ عرب امارتوں، اومان، کویت اور عراق کے ساتھ فوجی شعبہ میں تعاون کے لئے سمجھوتے۔

(ہ)- پاکستان کے لئے اقتصادی امداد۔

(و) اسلامی ملکوں کے ساتھ پاکستان کی تجارت میں حیرت انگیز اضافہ۔

(ز) مختلف اسلامی ملکوں میں پاکستان کے ہنرمند افراد کے لئے روزگار اور ان ملکوں کے لئے فنی امداد کے انتظامات۔

(ح) سربراہی سطح، وزارتی سطح نیز اعلیٰ افسروں کی سطح پر اسلامی ملکوں کے ساتھ دوروں اور ملاقاتوں کا باقاعدہ سلسلہ۔

(ط) ثقافتی اور عوامی سطحوں پر اسلامی ملکوں کے ساتھ روابط۔

(ی) بین الاقوامی مجالس میں اسلامی ملکوں کے درمیان ایسے باقاعدہ تعاون کے انتظامات جن سے مختلف عالمی مسائل پر مشترکہ موقف اختیار کیا جا سکا۔

(ک) ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے مشترکہ مفاد کے حوالہ سے سیاسی اور اقتصادی شعبوں میں اسلامی ملکوں کے موقف کی وضاحت اور وکالت۔

34- مشرق وسطیٰ میں 1973ء کی جنگ رمضان کے بارے میں وزیراعظم پاکستان نے جو وقف اختیار کیا وہ سرد مہری اور بے تعلقی کے اس رویہ سے قطعاً مختلف تھا جس کا اظہار اس سے قبل کی حکومت نے 1967ء میں کیا تھا۔ عرب مملکتوں یا حکومتوں کے سربراہوں کے نام فوری حمایت کے پیغامات بھیجنے اور ان سے بعض کو پاکستان کی استطاعت کے مطابق مادی مدد دینے کے علاوہ وزیراعظم نے سفارتی کوششوں کو پاکستان کو مربوط بنانے کے لئے ایران، ترکی اور سعودی عرب کا بھی دورہ کیا تاکہ مشرق وسطیٰ کے بحران کے بارے میں ایک متحدہ لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔ اس کے فوراً ہی بعد انہوں نے اندازہ لگایا کہ یہ اسلامی اتحاد کا نظریہ پیش کرنے اور اس نظریہ کو ایک ٹھوس صورت دینے کا ایک تاریخی موقع ہے۔ چنانچہ انہوں نے دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد کرنے کا اقدام کیا مسلم قائدین کے ساتھ یہ ان کی ذاتی ملاقاتوں اور کوششوں نیز شاہ فیصل مرحوم کی پر زور تائید و تعاون کا نتیجہ تھا کہ لاہور میں سربراہی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آسکا۔

35- اس دوسری سربراہی کانفرنس میں جو 22 تا 24 فروری 1974ء لاہور میں منعقد ہوئی تھی، 35 ممبر ملکوں اور تنظیم آزادی فلسطین نے شرکت کی۔ ان میں سے 26 ملکوں کی نمائندگی ان کے بادشاہوں یا مملکتوں اور حکومتوں کے سربراہوں نے کی۔ وزیراعظم نے کانفرنس کے چیرمین کی حیثیت سے اپنے افتتاحی خطبہ میں خصوصاً فلسطین اور آزادی بیت المقدس کے مسئلہ پر مسلم اتحاد کی بنیاد کی وضاحت کی۔ باقی دنیا کو وزیراعظم نے آگاہ کیا کہ

ایک متوازن عالم نظام کے لئے ظلم و استحصال کی شکار تمام اقوام کی جدو جہد میں تمام اسلامی ممالک برابر کے شریک ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میانہ روی اختیار کرنے والی قوم کی حیثیت سے مسلمانوں کے متعلق قرآن مجید نے جو تصور پیش کیا ہے اس کے مطابق انہیں سب کے لئے انصاف و مساوات پر مبنی ایک نئے نظام کے قیام میں مرکزی کردار ادا کرنا ہو گا۔

36- سربراہی کانفرنس کی جو کارروائیاں مشرق وسطیٰ کے مسئلہ کے متعلق ہوئیں ان سے فلسطین اور بیت المقدس کے مقصد کی حمایت کا انتہائی زبردست اور طاقت ور اظہار ہوا۔ اس طریقہ سے اس کانفرنس نے ان مسائل کو خالصتاً عرب مسائل سے تبدیل کر کے عمومی مسائل بنا دیا۔ مزید بر آں مسلم لیڈروں نے عالم اسلام کے اتحاد کو فروغ دینے کے لئے سیاسی اور اقتصادی تعاون کا ایک بنیادی ڈھانچہ قائم کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ مختلف شعبوں میں باہمی امداد کی فوری ضرورت پر توجہ مرکوز کی گئی۔ ان شعبوں میں ان اقتصادی مشکلات کو دور کرنا شامل ہے جو قیمتوں میں اضافہ ہونے کی وجہ سے بعض مسلم ملکوں کو درپیش ہیں۔ کانفرنس نے آٹھ نمائندوں اور ماہروں کی ایک کمیٹی قائم کی تاکہ ان مقاصد کو آگے بڑھایا جائے جن کا تصور کانفرنس میں بحث کے دوران کیا گیا تھا۔ مسلم ثقافتی اداروں کو فروغ دینے اور بعض مسلم برادریوں کو مدد دینے کی غرض سے اسلامی اتحاد کا فنڈ قائم کیا گیا۔

37- لاہور کی سربراہی کانفرنس میں سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی شعبوں میں جن مقاصد کا تعین کیا گیا تھا ان کے حصول کے لئے پاکستان نے اسلامی وزرائے خارجہ کے بعد میں ہونے والے سارے اجلاسوں اور ماہرانہ اور فنی سطحوں پر بڑی جانفشانی سے کوششیں کی ہیں۔ جون 1974ء میں کوالالمپور میں ہونے والی وزرائے خارجہ کی پانچویں اسلامی کانفرنس میں پاکستان نے مسلم مملکتوں کے درمیان اقتصادی تعاون بڑھانے کے لئے ٹھوس تجاویز پیش کیں۔ اس کانفرنس نے پاکستان کی جانب سے پیش کردہ ایک مطالعہ اور اس مطالعہ پر آٹھ نمائندوں اور ماہروں کی کمیٹی کی سفارشات کی بنیاد پر تجارت، زر اور مالیات، ٹیکنالوجی اور فنی تعاون سے متعلق متعدد خصوصی قرار دادیں منظور کیں۔ 1974ء میں دوسرا اہم کارنامہ یہ تھا کہ اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ نے اگست 1974ء میں جدہ میں منعقد ہونے والے ایک اجلاس میں اسلامی ترقیاتی بنک کے معاہدہ کی دفعات منظور کیں۔ پاکستان نے اس بنک کے قیام کو سرگرمی سے فروغ دیا۔ اس وقت سے اسلامی ترقیاتی بنک نے دو ارب ڈالر کے مقررہ سرمایہ سے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ جولائی 1975ء میں جدہ میں منعقد ہونے والی وزرائے خارجہ کی چھٹی اسلامی کانفرنس میں پاکستان ان بارہ ملکوں میں شامل تھا جو مقبوضہ فلسطین اور بیت المقدس کی آزادی کے مقصد کو آگے بڑھانے کی غرض سے "یروشلم کمیٹی" میں کام کرنے کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ اس کانفرنس نے نمائندوں اور ماہروں کی کمیٹی سے یہ بھی کہا کہ وہ پاکستان کی طرف سے پیش کردہ مطالعوں کی بنیاد پر اقتصادی تعاون کے لئے ٹھوس سفارشات کرے۔ کانفرنس نے پاکستان کی ہی تجویز منظور کی کہ اسلامی کانفرنس، اقوام متحدہ میں مبصر کی حیثیت کا مطالبہ کرے۔ چنانچہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے تیسویں اجلاس میں اسلامی کانفرنس کو مبصر کی حیثیت دی گئی۔ مئی 1976ء میں استنبول میں منعقد ہونے والی وزرائے خارجہ کی ساتویں اسلامی کانفرنس نے پاکستان کی طرف سے پیش کردہ متعدد تجاویز منظور کیں۔ ان میں وہ تجویز شامل تھی جو جنوبی افریقہ اور نو آزاد مملکتوں میں آزادی کی تحریکوں کو زیادہ مادی امداد دینے سے متعلق تھی۔ پاکستان کی یہ تجویز منظور ہوئی کہ آٹھ نمائندوں اور ماہروں کی کمیٹی کو اقتصادی، ثقافتی اور معاشرتی امور کے زیادہ نمائندہ اسلامی کمیشن میں تبدیل کر دیا جائے۔ پاکستان کی سرگرم شرکت سے اس کانفرنس نے ایک قرار داد منظور کی جس میں کہا گیا ہے کہ ساری بین الاقوامی کانفرنسوں میں ترک قبرصیوں کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے اس نے بنگلہ دیش کے اس موقف کی بھی حمایت کی کہ بنگلہ دیش اور ہندوستان کے درمیان بین الاقوامی دریائے گنگا کے پانی کی منصفانہ تقسیم کی جائے۔

38- حکومت پاکستان کی دعوت پر اقتصادی، ثقافتی اور معاشرتی امور کے اسلامی کمیشن کا اجلاس، جو استنبول کانفرنس میں قائم کیا گیا تھا، 24 تا 27 جنوری 1977ء میں کراچی میں منعقد ہوا کمیشن نے جو سفارشات کیں ان کے تحت تجارت، وسائل کی منتقلی، زر اور مالیات، خوراک و زراعت، صنعت کاری اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں مسلم ممالک کے درمیان تعاون کا پورا دائرہ آ جاتا ہے۔ ان سفارشات کے ذریعہ مسلم ممالک کے درمیان قریب تر تعلقات کو فروغ دینے میں بڑی مدد ملے گی۔ اسلامی کمیشن نے وزیر اعظم پاکستان کی اس تجویز کی واضح حمایت کی کہ ترقی پذیر ملکوں کی ایک سربراہی کانفرنس منعقد کی جائے۔

39- معاون اداروں کے ذریعہ اسلامی مملکتوں کی تنظیم کو مستحکم کرنے کے علاوہ پاکستان نے وزیر اعظم بھٹو کی قیادت میں ایک اپیل جاری کی ہے کہ اس احساس کے تحت علاقائی تعاون برائے ترقی کے منشور کو ایک نئی وسعت دی جائے کہ

(الف) پاکستان، ایران اور ترکی ایک واحد تہذیب کے مالک ہیں،

(ب) یہ ممالک اپنی تقدیروں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے، اور

(ج) آخری تجزیہ میں 'سیاسی اور تحفظ کے انتظامات کے بغیر اقتصادی تعاون بے معنی ہے۔ 20 اپریل 1976ء کو ازمیر کانفرنس کے موقع پر جاری کردہ اس اپیل کی وضاحت کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان نے کہا کہ ان تین ملکوں کی جانب سے تعاون کا ایک انتظام معنوی اعتبار سے غیر خصوصی ہو گا۔ انہوں نے مزید کہا:

میرے ذہن میں ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ پاکستان میں ہم اقبال کے مفہوم

میں عظیم تر مسلم قومیت کے تصور سے ہمیشہ متاثر رہے ہیں۔ ایسی قومیت' قومی تشخص اور مملکتی حاکمیت کے منافی نہیں بلکہ اس کی معاون ہے۔ عصر جدید میں کوئی قوم اپنے طور پر کافی نہیں ہو سکتی۔ مسلم قوموں کو ایک دوسرے کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ انہوں نے گزشتہ دو تین صدیوں کے دوران ذلتیں برداشت کی ہیں اور ان کی نجات اور دائمی سلامتی ان کے اتحاد میں مضمر ہے۔ تین ملکوں کی وابستگی کے ذریعے جن کی ناقابل انکار اہمیت ہے' اس اتحاد کی سمت میں ٹھوس ترقی ہو سکتی ہے۔ میرے افکار کا محور عظیم تر اتحاد ہی ہے۔"

40- ماضی میں پاکستان اور کسی اسلامی مملکت کے درمیان دو طرفہ بنیاد پر باتعاون اعلیٰ سطح کے اجلاس کے دوران یا اس کے بعد ہی کبھی کبھی دیکھنے میں آتا تھا۔ لیکن 1976ء کے بعد تعاون مربوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے اس غرض سے متعلقہ ملکوں کے ساتھ مشترکہ وزارتی کمیشن قائم کئے گئے ہیں جن سے اس سے قبل پیراگراف 33 میں ذکر کیا جا چکا ہے ان کمیشنوں کے باقاعدگی سے اجلاس ہوتے ہیں جن میں مخصوص پراجیکٹوں اور انتظامات کے ذریعہ تعاون کے شعبے طے کئے جاتے ہیں۔ ان کمیشنوں کی مساعی کے جو عملی نتائج حاصل ہوتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

(1) فروری 1973ء میں تہران میں جاری کردہ پروٹوکال جس میں تجارت' صنعت' زراعت اور نقل و حمل کے شعبوں میں باہمی تعاون کے لئے متعدد پراجیکٹوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

(2) مشترکہ' صنعتی منصوبوں مشاورتی اور عملی خدمات افراد کار کی فراہمی اور تعلیمی و ثقافتی پراجیکٹوں میں تعاون اور پاکستان میں بعض ترقیاتی منصوبوں کے لئے سعودی امداد کے لئے سعودی عرب کے ساتھ باہمی اشتراک کے امکانات کا جائزہ۔

(3) ملتان میں تیل صاف کرنے اور کیمیائی کھاد کی تیاری کے کارخانوں کے قیام اور جھمپیر میں مویشی بانی کے منصوبہ کے قیام کے لئے متحدہ امارتوں کے ساتھ مشترکہ بنیاد پر شرکت کا انتظام۔

(4) پاکستان لیبیا ہولڈنگ کمپنی۔ عرب انوسٹمنٹ بنکنگ کارپوریشن لیبیا۔ پاکستان جوائنٹ شپنگ کمپنی اور پاکستان۔ لیبیا پبلشنگ ہاؤس کا قیام۔

(5) کویت کے ساتھ جوائنٹ انوسٹمنٹ بنکنگ کمپنی کا قیام۔

(6) عراق میں آبپاشی کے ایک منصوبہ کی تعمیر و تکمیل کے لئے ایک پاکستانی سرکاری فرم کو خاصے بڑے ٹھیکے کی منظوری۔ دیگر اسلامی ملکوں کے ساتھ بھی اقتصادی تعاون کے امکانات کا جائزہ لیا جا رہا ہے اس طرح باہمی تعاون کے ایسے منصوبوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہو جائے گا۔

41- مسلم ممالک سے فوجی تعاون بتدریج بڑھتا رہا ہے۔ 1976ء سے پاکستان نے کویت' عراق' اومان' متحدہ عرب امارات' لیبیا اور سعودی عرب سے فوجی تعاون کے کئی معاہدے طے کئے ہیں ان انتظامات کے تحت پاکستان درج بالا ممالک کے فوجی عملے کو اپنے دفاعی اداروں میں تربیتی سہولتیں فراہم کر رہا ہے۔ پاکستان مذکورہ بالا ممالک کے دفاعی عملے کو فنی تربیت فراہم کرنے کے لئے ان ممالک میں اپنے اپنے فوجی عملے کو بھی ڈیپوٹیشن پر بھجوا رہا ہے۔ 1976ء سے پاکستان میں مندرجہ بالا ممالک نیز تنظیم آزادی کے عملے کے لئے تربیتی سہولتوں کا انتظام کیا گیا ہے۔

42- عالم اسلام کے ساتھ اقتصادی تعاون کے سلسلے میں پاکستان کی پالیسیوں کے ٹھوس نتائج کی بھرپور عکاسی 1976ء سے ان ممالک کی طرف سے پاکستان کو حاصل ہونے والے امداد میں ملتی ہے گوشوارہ درج ذیل ہے۔

ملک	عمومی مقاصد/پروگرام/قرضہ جات
ایران	(i)58 کروڑ ڈالر
	(ii)15 کروڑ ڈالر
قطر	(i)1 کروڑ ڈالر
متحدہ عرب امارات	(ii)10 کروڑ ڈالر
لیبیا	(i)3 کروڑ ڈالر
تیل پیدا کرنے والے ممالک کی تنظیم کا مخصوص فنڈ	(i) 2 کروڑ چودہ لاکھ 50 ہزار

(ب) منصوبوں کے لئے امداد

سعودی عرب	13 کروڑ ڈالر
متحدہ عرب امارات	9 کروڑ بیس لاکھ ڈالر
ایران	7 کروڑ پچاس لاکھ ڈالر
لیبیا	5 کروڑ تیس لاکھ ڈالر
کویت	4 کروڑ پچاس لاکھ ڈالر

(ج) زلزلہ زدگان کے لئے امداد

لیبیا	ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر
سعودی عرب	ایک کروڑ ڈالر
سعودی عرب امارات	80 لاکھ ڈالر
کویت	50 لاکھ ڈالر
قطر	10 لاکھ ڈالر
ایران اور دوسرے ممالک	27 لاکھ ڈالر

43- مسلم ممالک اب پاکستان کی سب سے بڑی منڈی ہیں جن میں اب ہماری برآمدات کی کھپت 71-1970ء کے مقابلے میں جبکہ کھپت صرف 20 فی صد تھی' کل برآمدات کے ایک تہائی سے بھی زیادہ ہیں۔ 71-1970ء میں ان ممالک کو برآمد کی جانے والی اشیاء کی مالیت 5 کروڑ 80 لاکھ ڈالر تھی لیکن 76-1975ء تک ان میں 29 کروڑ 90 لاکھ ڈالر کا اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح درآمدات جو 71-1970ء میں 3 کروڑ 50 لاکھ 70 ہزار روپے مالیت کی تھیں

76-1975ء میں بڑھ کر 40 کروڑ 25 لاکھ 20 ہزار روپے تک پہنچ گئی ہیں۔ موجودہ درآمدی اعداد و شمار کا تعلق تیل کی قیمتوں میں اضافہ سے ہے۔ توازن تجارت صرف تیل مہیا کرنے والے ممالک کے سلسلے میں ناوافق ہے۔

44- مسلم ممالک کے ساتھ تعاون کے لئے جذبے کی بھرپور جھلک اسلامی ممالک کے طلباء کو زیادہ فراہم کی جانے والی تعلیمی و فنی تربیتی سہولتوں میں پائی جاتی ہے۔ ماضی میں عارضی انتظامات کے برعکس اب اسلامی ممالک کے طلباء اور تربیت پانے والوں کو پاکستان میں ایک منصوبہ بند پروگرام کے تحت منگوایا جاتا ہے۔ اب پاکستان کے پیشہ ورانہ اداروں میں حکومت سے حکومت کی سطح پر سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں مصر' ترکی' کویت اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک نے اپنے طلباء کو پاکستان بھجوانے میں پہلی دفعہ گہری دلچسپی لی ہے۔ اس کے علاوہ گزشتہ چند سالوں کے دوران برادر اسلامی ممالک کو فنی امداد فراہم کرنے کا ایک پروگرام شروع کیا گیا ہے اور اس میں بتدریج توسیع کی گئی۔

برادر مسلم ممالک کو منطقی بنیاد پر فنی مہارت فراہم کرتے ہوئے پاکستان نے انہیں ایک ایسے ملک میں اعلیٰ درجے کی تربیت حاصل کرنے کے قابل بنا دیا ہے جو جغرافیائی لحاظ سے یکساں اور مالی لحاظ سے بہت ارزاں ہے۔ پاکستان مندرجہ ذیل اہم شعبوں میں فنی امداد فراہم کر رہا ہے۔

1- میڈیسن' انجینئرنگ' بنکنگ' جنرل ایجوکیشن' ڈینٹسٹری' فارمیسی' اکاؤنٹنسی اور دوسرے تعلیمی شعبے۔
2- ڈیپوٹیشن پر ماہرین کی فراہمی
3- ہنرمند اور غیر ہنرمند افرادی طاقت کی فراہمی
4- صنعتی شعبہ میں عملے کی تربیت
5- مالی گرانٹیں اور خدمات و سازوسامان کی رسد
6- پاکستان کے وسائل کے اندر غیر ملکی طلباء کو اسکالرشپ دینا۔

45- گزشتہ پانچ سال کے دوران پاکستان اور اسلامی ملکوں کے درمیان جس کثرت اور تیزی سے رابطے ہوئے ہیں اس کی تصدیق ان حقائق سے ہوتی ہے کہ ایران کے شہنشاہ آریہ مہر اور وزیراعظم پاکستان نے گزشتہ پانچ سال کے دوران پندرہ دوروں کے تبادلے کئے ہیں۔ وزیراعظم نے چار مرتبہ سعودی عرب کا دورہ کیا اور اکتوبر 1976ء میں پاکستان میں شاہ خالد کا استقبال کیا۔ انہوں نے متحدہ عرب امارات اور کویت کا بھی دو دفعہ دورہ کیا اور بحرین' قطر اور اومان کا ایک دفعہ دورہ کیا۔ ابوظہبی اور دوبئی کے حکمران خوش قسمتی سے پاکستان کو اپنا دوسرا وطن سمجھتے اور ہر سال اس ملک میں چند دن گزارتے ہیں۔ اعلیٰ ترین سطح پر ان دوروں کے ساتھ ساتھ وزراء حکام برابر دوروں کا تبادلہ کرتے رہتے ہیں۔

46- 1972 سے پاکستان نے بہت سی اسلامی مملکتوں کے ساتھ ثقافتی تعاون کے معاہدوں پر دستخط کئے ہیں ان ملکوں میں لیبیا' الجزائر' سوڈان' کویت' ماریطانیہ اور عراق شامل ہیں۔ ان ثقافتی معاہدوں نے ان مملکتوں کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کو مقبولیت بخشی ہے۔ دوسرے ملکوں میں علمی اور صحافتی حلقوں پر جو زیادہ توجہ دی گئی ہے اس سے نچلی سطحوں پر تعلقات استوار ہوئے ہیں۔ ان ثقافتی معاہدوں پر عملدرآمد کرنے کی غرض سے جو سابقہ حکومتوں کے دور میں محض کاغذی پرزے ہوا کرتے تھے ٹھوس اقدامات بھی کئے گئے ہیں۔ سعودی عرب۔ ملائشیا اور عوامی جمہوریہ یمن کے ساتھ ثقافتی معاہدے تکمیل کے مراحل میں ہیں۔

اس کے علاوہ پاکستان میں عربی اور فارسی زبانوں کی تدریس و ترقی کو بھی اہمیت دی جا رہی ہے اس سے دنیائے اسلام کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کو اور زیادہ مستحکم بنانے اور اس کے اسلامی ورثہ کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اسلام آباد مسجد شاہ فیصل سے منسلک اسلامی مرکز سعودی عرب کی امداد سے قائم کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ متحدہ عرب امارتوں کی امداد و تعاون سے لاہور' پشاور اور کوئٹہ میں بھی تین اسلامی مراکز قائم کرنے کی تجویز ہے۔ پاکستان اور اسلامی مملکتوں کے درمیان عوامی سطح پر وفود اور ملاقاتوں کا جو باہمی تبادلہ ہوا ہے اس میں نہ صرف ثقافتی گروپوں کے دوروں بلکہ حکمران سیاسی پارٹی کے وفود کے الجیریا اور شام میں دوروں اور اس کے سیکرٹری جنرل کے دورہ ایران کو بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔

47- اسلامی سربراہی کانفرنس کے نتیجے میں اب کسی اسلامی ملک کے محض معاملات یا دنیائے اسلام تعلق رکھنے والے عام معاملات پر مشترکہ موقف اختیار کرنے کا طریقہ رائج ہو گیا ہے۔ خواہ یہ تیل کی قیمتوں میں اضافہ کا مسئلہ ہو جو مغرب کے صنعتی ممالک میں افراط زر کا براہ راست نتیجہ تھا یا ایٹمی ہتھیار رکھنے والے ممالک کے تحفظ کا مسئلہ ہو' اسلامی ممالک اب ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں مثلاً قبرص میں ترک اقلیت کے مسائل یا فلپائن یا ہندوستان میں مسلم اقلیتوں کے مسائل اب صرف ایک ملک کے مسائل نہیں سمجھے جاتے اور نہ ہی دیگر ممالک ان سے بے تعلقی اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ بین الاقوامی اداروں میں مسلم مملکتوں کے نمائندوں کے درمیان باہمی مشاورت کا جو انتظام موجود ہے اس نے مسلمانوں کے درمیان اخوت کا نظریہ اب ایک جذبہ سے بدل کر بین الاقوامی تعلقات میں ایک اہم عنصر بنا دیا ہے دیگر اسلامی مملکتوں کی طرح پاکستان بھی اسی طرح برادرانہ' اخلاقی اور سیاسی امداد و تعاون حاصل کرتا اور دیتا رہا ہے۔ جس طریقہ سے اس نے فلسطینی باشندوں کے قومی حقوق کی بحالی کے لئے عربوں کے موقف کی مکمل حمایت کی اسی طریقہ سے جنوبی اشیاء میں بین المملکتی تعلقات اس نوعیت پر استوار کرنے میں جس سے کسی ایک مملکت کی بالادستی قائم نہ ہو اسے اپنے برادر اسلامی ملکوں کی بھی حمایت حاصل رہی۔

یہ لاہور کی اسلامی کانفرنس میں اسلامی حکومتوں کے غور و فکر کا نتیجہ تھا کہ بنگلہ دیش کو تسلیم کیا گیا۔ یہ واقعہ اس برادر مسلم ملک میں پائے جانے

والے اس رجحان کا پیش رو تھا جس نے جنوبی ایشیاء پر ہندوستان کے تسلط کو قائم کرنے کی کوششیں کرنے والوں کی سکیموں کو ناکام بنانے میں مدد دی۔

-48 اس طرح یہ مسلم اخوت کا نیا جذبہ ہی ہے جو ماضی کی غلط فہمیوں یا مختلف وابستگیوں سے بھی نہ دب سکا اور جو پاکستان کو اپنے قریبی ہمسایہ ملک افغانستان سے بات چیت کرنے کا باعث بنا ان دونوں برادر ممالک کے درمیان تعلقات میں کشیدگی گذشتہ تیس سال سے چلی آرہی تھی۔ اس تمام ترعرصہ کے دوران دونوں ممالک سخت رویہ اور دوستی کے سطحی مظاہرے کے درمیان لڑھکتے رہے تاہم گذشتہ پانچ سال کے دوران پاکستان نے دونوں ممالک کے دوران تعلقات کا نیا باب شروع کرنے کے لئے کئی بار پہل کی۔ جنوری 1972ء میں وزیراعظم کا بحیثیت صدر دورہ کابل' پاکستان کے راستے افغانستان کی بلارکاوٹ تجارت کی سہولتوں میں توسیع' افغانستان کے مال بردار جہازوں کو پاکستان کے راستے اپنے تازہ پھل ہندوستان لانے اور وہاں سے واپس جانے کی خصوصی اجازت' افغانستان کو خشکی کے راستے اپنے تازہ پھل ہندوستان بھیجنے کی اجازت اور 73-1972ء میں افغانستان کو خشک سالی کے سلسلے میں خیر سگالی جذبے کے تحت امدادی سامان کی فراہمی یہ سب ایسے اقدامات تھے جو افغانستان کو اس بات کا احساس دلانے کے لئے کئے گئے کہ پاکستان افغانستان سے انتہائی دوستانہ تعلقات کا خیر مقدم کرتا ہے۔ دسمبر 1976ء میں وزیراعظم نے صدر داؤد کو دورہ پاکستان کی دعوت دی۔ اکتوبر 1975ء میں انہوں نے افغان لیڈروں سے بات چیت کے لئے کابل جانے کی پیش کش کی۔

اپریل 1976ء میں جب افغانستان کو قدرتی آفت کا شکار ہونا پڑا تو وزیراعظم نے ہمدردی اور خیر سگالی کا برملا اظہار کرتے ہوئے متاثرین کو ٹھوس مالی امداد اور امدادی سامان فراہم کیا۔ اس کے بعد پاکستان نے اپنی جانب سے یک طرفہ جوابی پروپیگنڈا ختم کردیا۔ صدر داؤد نے اس پر شکریہ ادا کیا اور وزیراعظم کو سرکاری دورہ کی دعوت دی۔ جون 1976ء میں دورہ افغانستان کے دوران وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کا بڑی گرمجوشی سے خیرمقدم کیا گیا۔ دونوں سربراہوں نے پرتپاک ماحول میں وسیع بات چیت کی۔ دورہ کے اختتام پر جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا دونوں ملکوں نے کھل کر مفید بات چیت کی۔ اور افغانستان و پاکستان کے درمیان دو طرفہ تعلقات پر دوستانہ ماحول میں تبادلہ خیالات کیا تاکہ پرامن بقائے باہمی کے پانچ اصولوں کی بنیاد پر اپنے سیاسی اور دوسرے اختلافات طے کئے جائیں۔ اور یہ کہ وہ "وقتی طور پر اخبارات اور نشریات میں ایک دوسرے کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈہ کرنے سے باز رہنے پر اتفاق کرتے ہیں"۔ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کی اس نئی سمت کو اگست 1976ء میں صدر داؤد کے دورہ پاکستان سے تقویت حاصل ہوئی۔ پاکستان میں ان کا یادگار استقبال کیا گیا۔ اس موقع پر ہونے والی بات چیت دونوں ممالک کے درمیان اختلافات کے آخری حل کے نزدیک پہنچنے میں کافی مدد ملی اور خیر سگالی و مفاہمت کی دیرینہ فضا پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوا۔

اختتام

-49 اسلامی ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کا یہ مختصر جائزہ دیگر اسلامی سوسائٹیوں کے ساتھ پاکستان کے گوناگوں روابط کی پوری کی پوری تصویر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ پھر بھی اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کسی طریقہ سے پاکستان نے ایک مملکت کی حیثیت سے اپنے اسلامی فرائض پورے کرنے کی کوشش کی۔ جیسا کہ خود وزیراعظم نے کہا ہے۔ "ہم جس غیر یقینی اور ہنگامہ خیز دور سے گزر رہے ہیں اس میں اخوت اسلامی کے ولولہ انگیز نظریہ کو سیاسیات عالم میں ایک مربوط نظریہ کے طور پر پیش کرنے کے لئے بیس تیس سال کی مدت بہت مختصر ہوتی ہے"۔ تاہم پاکستان کو یقین ہے کہ محسوس کئے جانے والے ایک قدرتی تعلق (وزیراعظم کے الفاظ میں) پر مبنی اتحاد ہی مسلم مملکتوں کو خود ان پر اور دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے اور دنیا کا چھٹا حصہ ان ہی کے قبضہ میں ہے۔

-50 ماضی کی پراگندگیوں کے بعد ایک ایسا رویہ اختیار کرنے کے بعد جس میں ایک طرف بہت زیادہ توقعات وابستہ کی گئی تھیں اور دوسری طرف قبل از وقت مایوسی چھاگئی تھی۔ ایسی پالیسیوں پر عمل کرنے کے بعد اسلامی اصولوں کو اسلامی وفاداری سے منافقانہ طور پر علیحدہ رکھنے کے بعد جس کے باعث 1971ء کا سانحہ پیش آیا پاکستان نے اپنا اسلامی تشخص دوبارہ حاصل کر لیا ہے اور وہ راستہ اختیار کرلیا ہے جو اس کے دائمی ایمان کا تقاضہ ہے۔ تمام اسلامی باشندوں کے درمیان جذبہ اخوت کو فروغ دینے اور افتراق انگیز تعصبات کا استیصال کرنے میں مدد دینے کا راستہ ہے۔ یہ دیگر اسلامی ممالک کے اشتراک سے ایک منصفانہ عالمی نظام کے قیام کے لئے بنی نوع انسان کی جدوجہد میں مدد کرنے کا راستہ ہے۔ پاکستان نے گزشتہ پانچ سال کے دوران ثابت کردیا ہے کہ وہ اس راستہ سے کبھی انحراف نہیں کرے گا۔

وزیراعظم بھٹو اور مفتی محمود کے درمیان خط و کتابت کا مکمل متن

وزیراعظم کا خط

13 مارچ 1977ء

مائی ڈیر مفتی صاحب

گذشتہ رات میں نے اپنی ریڈیو اور ٹی وی تقریر میں آپ کو حزب اختلاف کے قائد کی حیثیت میں جو دعوت دی تھی۔ اس سلسلے میں میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اب میں آپ کے ردعمل کا منتظر ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ یہ مثبت ہو گا اور آپ قوم کے وسیع تر مفاد کو ذہن میں رکھیں گے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ مذاکرات کھلے دل اور پورے خلوص سے ہوں گے۔

آپ کا مخلص

دستخط۔ ذوالفقار علی بھٹو

مفتی محمود کا جواب

14 مارچ 1977ء

مائی ڈیر بھٹو صاحب

میں آپ کے 13 مارچ 1977ء کے خط کے جواب میں یہ خط تحریر کر رہا ہوں کہ مجھے آپ کا خط 14 مارچ کو صبح دو بجے موصول ہوا تھا۔ پاکستان ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے آپ کی حالیہ تقریر پر پاکستان قومی اتحاد میں شامل جماعتوں کے سربراہوں کے اجلاس میں غور کیا گیا۔ اور قوم کے بہترین مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایسے مذاکرات نہ کئے جائیں جن کی شرائط واضح نہ ہوں۔ اگر آپ کے پاس کوئی نئی تجویز ہو تو ہم اپنے آئندہ اجلاس میں بڑی خوشی سے غور کر سکتے ہیں۔

آپ کا مخلص

دستخط۔ مفتی محمود

صدر پاکستان قومی اتحاد

مفتی محمود کے نام وزیراعظم بھٹو کا دوسرا خط

15 مارچ 1977ء

مائی ڈیر مفتی صاحب!

مجھے آپ کا 14 مارچ کا خط مل گیا۔ حزب اختلاف کے قائد کی حیثیت سے میں نے آپ کو جن مذاکرات کی دعوت دی ہے ان کا دائرہ کار پہلے ہی بہت واضح ہے۔ یہ اصولی بات ہے کہ میں کوئی ایسی تجویز قبول نہیں کر سکتا جو آئین کے دائرے سے باہر ہو ایک بار دونوں فریق اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں تو پھر ہمارے مذاکرات نہایت خلوص کے ساتھ ہوں گے۔ اور آپ کو جو بھی شکایات ہیں وہ اور سختی کے ساتھ آئین کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے ان کا جو قانونی ازالہ کیا جا سکتا ہے ان پر محیط ہوں گے۔ آپ یقیناً اس کا احساس رکھتے ہوں گے کہ آئین کا مطلب پاکستان کا استحکام ہے اور دستور کو نظرانداز کرنا ملک کے لئے خطرناک مضمرات سے پر ہے۔

آپ کا مخلص

دستخط۔ ذوالفقار علی بھٹو

مفتی محمود کا جواب

17 مارچ 1977ء

مائی ڈیر بھٹو صاحب

آپ کا 15 مارچ کا خط ہمیں 16 مارچ 1977ء کو دن میں بارہ بج کر پچاس منٹ پر اس وقت موصول ہوا جب پاکستان قومی اتحاد کی جنرل کونسل کا اجلاس جاری تھا۔ کونسل نے اس خط پر غور کیا۔

میں افسوس کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے خط میں جس کا جواب اس وقت دیا جا رہا ہے' آپ نے پھر ملک بھر میں عام انتخابات میں پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت دھاندلی کر کے اسے مکمل طور پر مذاق بنا دینے کے بارے میں اپنے موقف کی وضاحت سے گریز کیا ہے۔ 7 مارچ 1977ء کو ملک کو عام انتخابات کے نام پر ایک مذاق کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ اس تاریخ کو ایک ایسا طریقہ کار اپنایا گیا جس میں انتظامیہ نے ہر طرح کی کوشش کے ذریعے قومی خواہشات کو نقصان پہنچایا اور اس لیڈر اور اس کی حکومت کو زندگی کی نئی مہلت دی گئی جسے رائے دہندگان نے بھاری اکثریت کے ساتھ مسترد کر دیا تھا۔ عوام اور پاکستان قومی اتحاد نے 7 مارچ کو آپ کے افسروں اور آپ کے ذرائع سے حاصل ہونے والے اور اعلان ہونے والے انتخابی نتائج کو مسترد کر دیا۔ رائے دہندگان نے 10 مارچ کو ہونے والے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کر کے پاکستان قومی اتحاد کی اپیل کا احترام کیا اور اس کی تعمیل کی آپ کی انتظامیہ نے یہ اعلان کر کے کہ 10 مارچ کو 62% فیصد ووٹ ڈالے گئے ہیں۔ پھر ایک بار ثابت کر دیا کہ وہ کس قدر بددیانت ہے۔ اس سے بڑھ کر مضحکہ خیز اعلان نہیں ہو سکتا تھا کہ پاکستان کے عوام اور پاکستان میں موجود تمام غیر ملکی نامہ نگار جانتے ہیں کہ 10 مارچ کو جو انتخابات ہوئے تھے عوام کی بھاری اکثریت نے اس کا بائیکاٹ کیا تھا۔ پھر 11 مارچ 1977ء کو پاکستان قومی اتحاد کی اپیل پر ہڑتال کو مکمل طور پر کامیاب بنا کر عوام نے ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ وہ 7 مارچ کو ہونے والے قومی اسمبلی کے انتخابات کو وہ کیا سمجھتے ہیں۔ 14 مارچ 1977ء سے پاکستان کے عوام پاکستان کے کونے کونے میں مظاہرے کر رہے ہیں کہ وہ 7 مارچ اور 10 مارچ کو ہونے

والی بددیانتی پر مبنی انتخابی کارروائیوں کو مسترد کر چکے ہیں۔ ہمارا مطالبہ جیسا کہ ہم نے 12 مارچ کو اپنی قرارداد میں ذکر کیا ہے کہ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات منعقد کرانے کے سلسلے میں آئین کے تقاضے کی تکمیل کے لئے قومی اسمبلی کے انتخابات از سرِ نو کرائے جائیں۔ یہ انتخابات ایسی انتظامیہ اور اداروں کی زیرِ نگرانی ہونے چاہئیں جن کو عوام اور پاکستان قومی اتحاد کا اعتماد حاصل ہو۔ جن لوگوں نے آئین کی ظاہر کردہ رائے کو ٹھکرا دیا ہے وہ آئین کے مجرم ہیں جب کہ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ عوام ایک منصفانہ' دیانتدارانہ اور آزادانہ انتخابات کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار کریں۔ وہ آئین پر عملدر آمد چاہتے ہیں۔ پاکستان قو اتحاد آئین اور پاکستان کے عوام کے آئینی حقوق کا حامی ہے۔ یہ اچھی ح ظاہر ہو گیا ہے کہ آپ کی مبہم دعوت کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ آپ نے آئین اور عوام کے جمہوری حقوق کو پامال کیا ہے۔ پاکستان قومی اتحاد اس کی توثیق کر دے۔ ایک طرف تو آپ خطوط لکھ رہے ہیں۔ دوسری طرف آپ کے احکامات کے تحت پرامن شہریوں کو جو سوائے اس کے اور کچھ مطالبہ نہیں کرتے کہ ان کے آئینی حقوق بحال کئے جائیں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ بے دردی سے زدوکوب کیا جا رہا ہے اور آپ کے اقتدار کے مختلف ادارے انہیں قتل کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے آپ عوام کی خواہشات کے واضح فیصلہ کے مطابق کام کریں گے۔

آپ کا مخلص

دستخط۔ مفتی محمود

وزیراعظم کا تیسرا خط

19 مارچ 1977ء

مائی ڈیر مفتی صاحب

یہ آپ کے 17 مارچ کا جواب ہے جو آپ نے میرے 15 مارچ کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔ صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے میں یہ نہیں سمجھ سکا ہوں کہ آپ یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ میں نے انتخابات کے بارے میں اپنے موقف کی پوری طرح وضاحت نہیں کی ہے۔ میرے پہلے خطوں میں آپ کو یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ انتخابات سے متعلق آپ کی شکایات کا جو بھی دائرہ کار اور نوعیت ہو ہم آئین اور قانون کے مطابق پورے خلوص سے ان کے ازالہ کے ذرائع تلاش کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ جہاں اہم قومی مفاد کا معاملہ ہو و ہاں پراپیگنڈہ کی غرض سے خط و کتابت میں مصروف رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے ہم کو تعمیری مذاکرات کی کوشش کرنی چاہئے۔

کستان پیپلز پارٹی کے چیرمین کی حیثیت سے مجھ پر یہ ذمہ داری عائد ین ہوتی کہ میں آپ کو مذاکرات کی دعوت دوں اور پھر ایک سے زیادہ بار اس کا اعادہ کروں۔ میری پارٹی نے بھاری اکثریت سے رائے دہندگان سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا ہے جو دھاندلی کے جھوٹے الزامات سے خواہ وہ کتنے ہی سخت اور بڑے پیمانے کے ہوں متنازعہ نہیں بن سکتا۔ یہ ملک کے انتظامی سربراہ کی حیثیت ہے جس میں' میں آپ کی جانب سے ان مطالبات کو جگہ دینے کی کوشش کر رہا ہوں جو جائزہ ہوں۔

8 مارچ سے جب آپ کے اتحاد نے ایک غیر آئینی اقدام کا راستہ اختیار کرنے کی پالیسی پر اصرار کیا تھا میری حکومت نے توازن اور تحمل کی پالیسی اختیار کی۔ اب تک آپ کی طرف سے کیا جواب دیا جاتا رہا؟ ہر روز آپ کے ساتھی اور حامی تشدد پر اکسا رہے ہیں۔ ہر روز وہ ملک کے سیاسی استحکام سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ ان کے اس منفی طرز عمل کی وجہ سے غریب عوام مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ آپ نے تحا نے اپنی م میں مہنگائی کو سب ۔ بڑا مسئلہ بنایا تھا۔ آپ کی موجو ہ سرگرمیاں قیمتوں میں مزید اضافے کا سبب بن رہی ہیں۔ یقیناً سماجی اور اقتصادی زندگی کو درہم برہم کرنا پاکستان کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ ایسے نقصان دہ اقدامات ایسے موقع پر کئے جا رہے ہیں جب کہ ہم اپنی اجتماعی صلاحیتوں کا ذرہ ذرہ اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے صرف کر رہے ہیں۔ آپ کا اتحاد نفرت اور اشتعال پھیلا رہا ہے جب کہ تمام ذمہ دار سیاسی عناصر کو ایک خوشگوار معاشرے کی تعمیر پر اپنی توجہ صرف کرنی چاہئے۔ گو علامتیں حوصلہ افزاء نہیں ہیں لیکن مجھے اب بھی یہ توقع ہے کہ آپ میں سے فہم و شعور رکھنے والا طبقہ موجود ہے۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ پورے ملک میں پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عام انتخابات میں دھاندلی کر کے اس کو مکمل طور پر غ ق بنا دیا گیا ہے۔ ایسا بیان دیتے ہوئے آپ بھول جاتے ہیں کہ آپ خود اتحاد کے انتخابی موقف کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہ آپ کے اتحاد کے نمایاں تعداد میں ووٹ حاصل کرنے اور قومی اسمبلی میں کافی نشستیں حاصل کرنے ہی کی وجہ سے میں نے آپ کو باہمی سمجھوتے کے لئے مذاکرات کی دعوت دی تھی۔ کیا آپ یہ محسوس نہیں کرتے کہ عام انتخابات کے کار آمد ہونے کو مسترد کر دینے کی وجہ سے آپ کے اتحاد کی حیثیت مجروح ہو جاتی ہے اور اس سے تعطل اور بحران پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے صورت حال کا جو داخلی تجزیہ کیا ہے اس کے قطع نظر یہ کہنا کسی طور صحیح نہیں کہ عوام نے انتخابات کے نتائج کو مسترد کر دیا ہے۔ جہاں تک صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا تعلق ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ صرف آپ کی پارٹی کے امیدواروں نے ان کا بائیکاٹ کیا ہے آپ کے تمامتر احترام کے باوجود میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ یہ دعوے کیسے کر سکتے ہیں کہ آپ نے جمعہ کو جس ہڑتال کی اپیل کی تھی وہ مکمل طور پر کامیاب رہی؟ جب کہ اس روز دکانوں کی ایک بڑی تعداد بند رہتی ہے۔ اس ح آپ نے اس دعویٰ کا کہ آپ کے اتحاد کی جانب سے کئے جانے والے مظاہرے

پاکستان کے کونے کونے تک پھیل گئے حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

آپ کے خط میں آپ نے الیکشن کمیشن کی دیانت داری کو چیلنج کیا ہے۔ اس چیلنج کو کوئی وزن نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ یہ چیلنج میرے لئے باعث حیرت ہے۔ کیوں کہ آپ کے بہت سے ساتھی انتخابی مہم کے دوران اعلانیہ کہہ چکے ہیں کہ وہ ایسا کوئی نتیجہ قبول نہیں کریں گے جسے وہ اپنی شکست تصور کریں اور سات مارچ سے بہت پہلے انہوں نے اعلان کیا تھا کہ آپ کا اتحاد انتخاب جیت چکا ہے اور یہ کہ ووٹوں کی گنتی محض ایک رسم ہو گی۔ اس طرح طرز عمل ظاہر کرتا ہے کہ جمہوریت اور جمہوری اداروں کا وہ کس قدر احترام کرتے ہیں۔ جو بے قاعدگیوں کے جلد تصفیہ کے لئے ضروری ہوں اس عمل کو اس کے جائز اور منصفانہ اختتام تک پہنچایا جائے گا۔ یہ وہ بات ہے جس کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے آپ کو دعوت دی ہے کہ اس سلسلے میں آپ کے پاس جو تجاویز ہوں ان پر تبادلہ خیال کریں۔ اس کے ساتھ ہی آپ یقیناً میرے اس موقف کی قدر کریں گے کہ میں ملک میں انتشار اور گڑبڑ کی قوتوں کو کھلی چھوٹ نہیں دے سکتا۔ یہ میرا اولین فرض ہے کہ میں ملک کی دیکھ بھال کروں۔ اس کے شہریوں کے جان و مال کا تحفظ کروں اور شہری امن برباد نہ ہونے دوں۔ اس ناگزیر ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کا یہ مطلب نکالنا درست نہ ہو گا جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ پرامن شہریوں کو گرفتار یا قتل کیا جا رہا ہے۔ میں نہایت سختی کے ساتھ اس الزام کی تردید کروں گا جو غلط بھی ہے اور ظالمانہ بھی۔ جو لوگ گرفتار کئے گئے ہیں وہ وہ نہیں ہیں جو آپ کے کہنے کے مطابق پرامن شہری ہیں جو اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے کہ ان کے آئینی حقوق بحال کئے جائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کھلم کھلا قانون کی خلاف ورزی کی، عوام کو تشدد پر اکسایا، املاک کو لوٹا اور نذر آتش کیا اور معصوم افراد کو قتل کیا۔ تاہم آپ کے خط کا انداز اور مدعا جیسا بھی رہا ہے اس کے باوجود میں نے وہ عمل شروع کر دیا ہے جس کے ذریعے ایسی شکایات کے ازالہ کی رفتار تیز ہو جائے گی جن کے بارے میں شہادتیں موجود ہوں اور جو کسی فریق کو قومی اسمبلی کے ان حلقوں میں انتخابی نتائج کے بارے میں ہوں۔ جہاں یہ شکایات متعین نوعیت کی ہیں۔ ہائی کورٹ کے مستقل ججوں پر مشتمل انتخابی ٹریبونلز کی تشکیل اور ایسے دوسرے اقدامات کے ذریعہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو لوگ قانونی اور آئینی راستے کی طرف سے واپس ہوں گے اور اسے اختیار کریں گے انہیں اپنے نمائندہ اور تعمیری کردار ادا کرنے کا پورا موقع ملے گا۔ مجھے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ عوام کی بھاری اکثریت ہنگامہ اور گڑبڑ سے بیزار ہے۔ اور وہ ایجی ٹیشن کی سیاست کو پسند نہیں کرتی۔ دوستانہ مذاکرات کے ذریعے جو کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ تباہی کے اقدامات سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں اپنے اس دعوت نامہ پر آپ کے مثبت رد عمل کا منتظر ہوں۔

آپ کا مخلص

دستخط۔ ذوالفقار علی بھٹو

مفتی محمود کا جواب

20 مارچ 1977ء

ڈیر مسٹر بھٹو

مجھے آپ کا 19 مارچ کا خط موصول ہوا۔ مجھے خدشہ ہے کہ میں پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں سے صلاح مشورے کے بغیر آپ کو جواب نہیں دے سکتا۔ پاکستان قومی اتحاد کے اکثر رہنما جن میں پروفیسر غفور احمد جنرل سیکرٹری پاکستان قومی اتحاد بھی شامل ہیں جیل میں ہیں۔ ان کی فوری رہائی ضروری ہے۔ تاکہ میں پاکستان قومی اتحاد کے سربراہوں کا اجلاس کل شام کو بلا سکوں اور اس میں آپ کے 19 مارچ کے خط کا متن پر غور کیا جا سکے۔

آپ کا مخلص

دستخط۔ مفتی محمود

مفتی محمود کا آخری خط

مائی ڈیر بھٹو صاحب

آپ کا 19 مارچ 1977ء کا خط مجھے 20 مارچ سہ پہر کو موصول ہوا۔ میرے ساتھیوں کی رہائی کے بعد اس خط پر پاکستان قومی اتحاد کی جنرل کونسل کے اجلاس منعقدہ 22 مارچ میں غور کیا گیا۔ آپ کے اس خط کو پڑھنے سے صاف طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے رویہ میں سخت سے سخت تر ہوتے جا رہے ہیں۔ ان خطوط کا مقصد صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آپ تو اتحاد کے ساتھ بات چیت کرنے کے خواہش مند ہیں لیکن ہم کسی قیمت پر آپ سے بات کرنے پر آمادہ نہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے۔

آپ نے اپنی پیشکش کی ابتداء 12 مارچ کو ریڈیو ٹی وی براڈ کاسٹ کے ذریعہ کی۔ حسب عادت اپنی تقریباً 80 منٹ کی تقریر میں اپوزیشن پر بے بنیاد گھسے پٹے پرانے الزامات کو دوہرایا۔ جی بھر کر برا بھلا کہا دھمکیاں دیں اور واضح طور پر یہ موقف اختیار کیا کہ جہاں تک قومی اسمبلی کے انتخابات کا تعلق ہے یہ ایک طے شدہ معاملہ ہے اس موضوع پر کوئی بات چیت نہیں ہو سکتی البتہ دیگر امور زیر بحث لائے جا سکتے ہیں۔ اس لئے یہ آپ ہی ہیں جنہوں نے مذاکرات کے دروازے کو پہلے ہی نشریہ میں بند کر دیا۔ کیوں کہ ہمارے نزدیک اصل معاملہ ہی یہ کہ 7 مارچ کے قومی اسمبلی کے الیکشن دستور کے مطابق نہیں ہوئے ہیں۔ ایک طے شدہ منصوبہ کے ذریعہ اس دن پوری قوم کے ساتھ فریب کیا گیا۔ اس لئے اصل مسئلہ قومی اسمبلی کے انتخابات کے انعقاد کا ہے جو آپ کے نزدیک طے شدہ معاملہ اور ناقابل گفت و شنید ہے۔

اپنے 13 مارچ کے خط میں آپ نے اپنی 13 مارچ کی نشری تقریر کو مذاکرات کے لئے پیش کش تعبیر کیا جو حقیقت کے خلاف ہے کیوں کہ اس میں تو آپ نے اپوزیشن کو برا بھلا کہنے کے بعد یہ واضح کر دیا تھا کہ قومی اسمبلی کے انتخابات کے انعقاد پر آپ ہرگز کوئی بات کرنے پر آمادہ نہیں۔ نشری تقریر کے پیش نظر ملک کا وسیع تر مفاد اس بات کا متقاضی ہے کہ موضوع کے تعین کے بغیر بات چیت لاحاصل ہوگی۔ اس لئے آپ گفتگو کی بامقصد پیش کش موضوع کی صراحت کے ساتھ کریں تاکہ ہم اس پر غور کر سکیں۔ ہمارا خیال تھا کہ ملک و ملت کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ اپنے رویہ میں معقول تبدیلی پیدا کریں گے۔

لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اپنے پندرہ مارچ کے خط میں صاف صاف وضاحت کرنے کے بجائے الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ بات کو مزید پیچیدہ بنانے کی کوشش کی۔ آپ نے اس خط میں کہا ہے کہ بات چیت کا دائرہ آپ کے نزدیک بالکل واضح ہے۔ یعنی آپ نے اسی موقف کو دہرایا ہے کہ قومی اسمبلی کے الیکشن کے انعقاد کے بارے میں آپ کوئی مذاکرات کرنے پر کسی قیمت پر بھی آمادہ نہیں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس خط میں آپ نے پھر قومی اتحاد پر بے بنیاد اور سنگین الزام تراشی کی ہے۔ آپ نے کہا کہ آپ کسی ایسی تجویز کو زیر بحث لانے پر آمادہ نہیں ہو سکتے جو دستور کے دائرہ سے متجاوز ہو اور یہ کہ دستور پاکستان کے استحکام کا ذریعہ ہے۔ اس سے تجاوز ملک کو خطرناک صورت حال سے دوچار کر سکتا ہے۔ آپ کو دستور اور اس کے مندرجات کا کتنا لحاظ ہے اور آپ نے خود دستور پر کتنا عمل کیا ہے۔ یہ بات تو یہاں زیر بحث نہیں۔ لیکن میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کب اور کہاں ہم نے یہ کہا ہے کہ ہم کوئی ایسا مطالبہ کر رہے ہیں جس سے دستور کی خلاف ورزی لازم آتی ہے اور آپ نے یہ کیسے نتیجہ نکالا کہ ہمارا مطالبہ دستوری حدود کے اندر پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اس خط میں آپ نے نہ صرف یہ کہ موضوع کی صراحت سے دانستہ گریز کیا ہے۔ بلکہ نہایت ہوشیاری کے ساتھ یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ہم دستور کی حدود کو پامال کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اب قوم اس حقیقت سے باخبر ہے کہ ہماری جدوجہد دستور کی بالادستی اور اس پر حقیقی طور پر عمل کرنے کے لئے ہی ہے اور دستور کی خلاف ورزی آپ کی جانب سے ہوئی ہے۔ حالانکہ آپ کا فرض اس پر نیک نیتی سے عمل کرنا اور کرانا تھا۔

آپ کے 15 مارچ کے خط میں ہماری درخواست کے باوجود موضوع کی صراحت نہیں کی گئی۔ بلکہ اسے بھی الزام تراشی کے لئے استعمال کیا گیا۔ اس میں کوئی بات ایسی نہیں تھی جس کا جواب دیا جاتا۔ لیکن پھر بھی ہم اس خط کو جنرل کونسل میں زیر بحث لائے۔ اور 17 مارچ کو میں نے دوبارہ اپنے موقف سے آگاہ کیا۔ ہم نے آپ کو یاد دلایا کہ 7 مارچ 1977ء کو الیکشن کے نام پر پوری قوم کو دھوکہ دیا گیا۔ رائے دہندگان نے پیپلز پارٹی کو مسترد کر کے قومی اتحاد کے حق میں اپنی رائے کا استعمال کیا۔ لیکن فریب دھاندلی اور دھوکہ دہی کے ذریعے برعکس نتائج کا اعلان کر دیا گیا۔ پوری قوم بجا طور پر مضطرب ہے۔ 10 مارچ، 11 مارچ اور 14 مارچ سے رونما ہونے والے واقعات قوم کے جذبات کی ٹھیک ٹھیک عکاسی کر رہے ہیں غالباً صرف آپ ہی اس حقیقت کو جھٹلا سکتے ہیں بلکہ یہ انکار حقیقت کو بدل نہیں سکتا۔ ہم نے اپنی جانب سے اپنے 17 مارچ کے خط میں اپنے موقف کی دوبارہ وضاحت کر دی کہ دستور کے تقاضوں کے مطابق قومی اسمبلی کے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کا انعقاد قوم کا جائز مطالبہ ہے۔ اور دراصل اپنی دستوری ذمہ داریوں کو پورا نہ کر کے بلکہ اس کے بالکل عمل کر کے آپ اور آپ کی حکومت دستور کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم نے پھر آپ سے اپیل کی کہ آپ قوم کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔

لیکن 19 مارچ 1977ء کے اپنے طویل خط کو بھی آپ نے مذاکرات کے موضوع کے تعین کے بجائے الزام تراشی ہی کے لئے استعمال کیا ہے۔ اس خط کے جواب کا انتظار کئے بغیر پوری خط و کتابت کو یک طرفہ طور پر پریس میں شائع کر دینے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس خط و کتابت کا مقصد قومی اتحاد کو مطعون کرنا معاملہ کو الجھانا اور ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت رائے عامہ کو گمراہ کر کے اس تشدد کے لئے جواز پیدا کرنا ہے جو آپ عوام پر ان دنوں کر رہے ہیں اور آئندہ مزید کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اس خط کے دوسرے پیراگراف میں اپنے موقف کے صاف صاف اظہار سے پھر گریز کیا حالانکہ میں مسلسل آپ سے اس کی وضاحت کی درخواست کر رہا ہوں۔ میں اپنی جانب سے اتحاد کے اس موقف کا پھر اعادہ کرتا ہوں کہ 7 مارچ کے الیکشن آپ نے اور آپ کی انتظامیہ نے دانستہ طور پر ایک فریب میں تبدیل کر دیئے۔ یہ انتخابات دستور کے مطابق ہوئے ہی نہیں ہیں۔ اس لئے قومی اسمبلی کے از سر نو انتخابات ہونے چاہئے۔ ہمارے نزدیک یہ انتخابات دستور کی حدود کے اندر ممکن ہیں۔ معاملہ چند نشستوں اور بعض شکائیتوں کے ازالہ کا نہیں ہے بلکہ قومی اسمبلی کے انتخابات کا ہے۔

آپ اپنی خط و کتابت اور تقریروں میں دستور کے احترام کا دم بھرتے رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ آپ کا عمل ہمیشہ اس کے برعکس رہا ہے۔ آپ کی دور اقتدار میں ضمنی انتخابات میں جو کچھ کیا گیا ہے اس سے کون ناواقف ہے خود آپ بھی بعض موقعوں پر ان میں کی جانے والی دھاندلیوں کا اعتراف کر چکے ہیں۔ پھر آزاد کشمیر میں جس شرمناک طریقہ سے الیکشن کرائے گئے اس سے بھی آپ کے عزائم ظاہر ہو گئے تھے۔

آپ کے اسی طرز عمل کے پیش نظر اپوزیشن کو یقین تھا کہ جو الیکشن بھی آپ کے دور اقتدار میں ہوں گے وہ آزادانہ اور منصفانہ نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے اپوزیشن نے بار بار مطالبہ کیا کہ الیکشن کو دستور کے مطابق بنانے کے لئے

چند شرائط پوری کی جائیں۔ اس بات کو تسلیم کرنے کے بجائے ان کا مضحکہ اڑایا گیا' اپوزیشن کو مطعون کیا گیا۔ اور ہمارے مطالبات تسلیم کرنے سے دو ٹوک انکار کر دیا گیا۔

ہم جمہوری عمل پر یقین رکھتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ دستور کے مطابق عوام کی آزاد مرضی سے ان کی نمائندوں کا چناؤ عمل میں آئے۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے 7 جنوری کو الیکشن کے اعلان کے بعد ہم نے ان انتخابات میں غیر مشروط حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ خود آپ اور آپ کی پارٹی پچھلے پانچ سالوں سے تنہا میدان میں تھے۔ اپوزیشن کو عوام سے رابطہ قائم کرنے کے ہر حق سے محروم کر دیا تھا۔ اپوزیشن کے تمام روزنامے اور رسائل و جرائد کی اشاعت پر پابندی عائد کی گئی۔ آزاد اخبارات پر بھی ایسی قیود عائد کی گئیں جس کی مثال دور غلامی میں بھی نہیں ملتی۔ ریڈیو ٹی وی اور سرکاری اخبارات کو حکومت کے حق میں جھوٹا پراپیگنڈا کرنے اور اپوزیشن کی کردار کشی کے لئے استعمال کیا جاتا رہا۔ متفقہ دستور میں ایسی تبدیلیاں کی گئیں جن سے عدلیہ بے اختیار ہوئی اور خصوصی عدالتوں اور ٹریبونلوں نے متوازی عدلیہ کی جگہ لے لی۔ جو عملاً انتظامیہ ہی کا ایک حصہ ہے۔ شہری حقوق اور آزادیوں کو سلب کیا گیا۔ اپوزیشن رہنماؤں اور کارکنوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ سیاسی قتل و اغوا کے واقعات عام ہوئے۔ خواتین تک کو جھوٹے مقدمات میں ملوث کیا گیا ڈی پی آر کو اپوزیشن کے کچلنے کے لئے استعمال کیا جاتا رہا' وکلاء طلباء اساتذہ مزدور اور کسانوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ملازمین کو بے بس کر دیا جاتا رہا ہنگامی حالات نے شہریوں کو اپنے تمام دستوری حقوق سے محروم کر دیا۔ پورا ملک مسلسل دفعہ 144 کی گرفت میں رہا۔ گذشتہ چار برس سے بلوچستان کے عوام کو ظلم کی چکی میں پیسا جا رہا ہے۔ وہاں کے حالات اس درجہ خراب ہیں کہ ہمارے لئے وہاں سے انتخابات میں حصہ لینا بھی ممکن نہیں رہا۔ دیر اور سوات میں بھی اسی طرح مظالم ڈھائے گئے۔

لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود ہم نے الیکشن میں حصہ لینے کا اعلان کر دیا۔ 7 جنوری کو الیکشن کی تاریخوں کے اعلان کے ساتھ آپ کی طرف سے قوم کو یقین دہانی کرائی گئی کہ آپ اور آپ کی حکومت انتخابات کو آزادانہ و منصفانہ بنانے کی ہر ممکن اقدام کرے گی۔

آپ کی زبانی یہ یقین دہانی آزادانہ الیکشن کے لئے کسی طرح بھی کافی قرار نہیں دی جا سکتی تھی۔ ہم نے بار بار آپ کی توجہ مبذول کرائی کہ اگر آپ فی الحقیقت اپنے وعدوں میں مخلص ہیں تو بلا تاخیر ایسے اقدامات کریں جن سے قوم میں اعتماد پیدا ہو۔ اور جن کی وجہ سے انتخابات میں کی جانے والی دھاندلیوں کا فوری اور موثر سدباب ہو سکے۔ جنوری اور فروری کے آغاز میں اپوزیشن نے وضاحت کے ساتھ دو باتیں آپ کے سامنے پیش کیں۔

اولاً'' یہ کہ انتخابات کو آزادانہ اور منصفانہ کرانے کی ذمہ داری الیکشن کمیشن اور چیف الیکشن کمشنر پر ہے۔ لیکن ان دونوں کو کوئی قانونی اور مالی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔ ایسے اختیارات کی عدم موجودگی میں یہ بالکل بے بس ہیں اور کسی طرح بھی اس قابل نہیں ہیں کہ اپنے دستوری فرائض کو پورا کر سکیں۔ اس لئے اگر آپ اپنے وعدہ میں مخلص ہیں تو ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے درج ذیل اقدامات اٹھائیں۔

الیکشن کمشنر اور کمیشن کو ایسے قانونی اور مالی اختیارات دیئے جائیں جن کی موجودگی میں وہ اپنے دستوری فرائض کو بطریق احسن پورا کر سکیں۔ یہاں میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ عوامی نمائندگی کے قانون کی منظوری کے وقت اپوزیشن کی پیش کی ہوئی ترامیم کو رد کر دیا گیا۔ اور اس قانون کو وعدہ کے خلاف نہایت عجلت کے ساتھ اسمبلی سے منظور کرا لیا گیا۔

ثانیاً یہ کہ الیکشن کمیشن اور کمشنر کو اختیار دیا جائے کہ اگر وہ ضرورت محسوس کریں تو صدر پاکستان سے دستور کے آرٹیکل 245 کے مطابق یہ درخواست کر سکیں کہ سول انتظامیہ کی مدد کے لئے افواج پاکستان کو جب اور جہاں ضرورت ہو الیکشن کو آزادانہ اور منصفانہ بنانے کی خاطر طلب کر لیا جائے۔

الیکشن میں ملک گیر دھاندلیوں کے بعد تو بظاہر آپ بڑی فیاضی کی ساتھ چیف الیکشن کمشنر کو مزید اختیارات بذریعہ آرڈیننس دے رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ جب ایسا کرنے کا صحیح وقت تھا اس موقع پر آپ نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس وقت ایسا کرنا آپ کے ان منصوبوں کو بڑی حد تک ناکام بنا سکتا تھا جن پر آپ عمل کرنے کا تہیہ کر چکے تھے۔

سرکاری پارٹی کے مقابلہ میں حزب اختلاف کے امیدواروں کے کاغذات نامزدگی داخل کرنے میں جس طرح رکاوٹیں پیدا کی گئیں امیدواروں اور ان کے تجویز اور تائید کنندگان کو اغوا کیا گیا اس نے آپ کے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کرانے کے وعدوں کا پول کھول دیا۔ وزیراعظم اور چاروں وزرائے اعلیٰ ناجائز طریقے سے بلا مقابلہ منتخب قرار دے دیئے گئے اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حکومت نے الیکشن کی ابتدا ہی دھاندلی سے کی۔

پھر انتخابی مہم کے دوران نہایت دیدہ دلیری اور ڈھٹائی کے ساتھ ملک کا خزانہ وسائل ٹرانسپورٹ' سرکاری ملازمین' قومیائے ہوئے ادارے ریڈیو' ٹی وی اور سرکاری اخبارات کو پیپلز پارٹی کے لئے استعمال کیا جاتا رہا۔ ہائی کورٹ کے واضح فیصلے کے بعد ریڈیو اور ٹی وی نے اپنے رویہ میں تبدیلی نہیں کی۔ پرائم منسٹر ہاؤس عملاً پیپلز پارٹی کا دفتر بنا دیا گیا اور پارٹی سرکلر بذریعہ ڈاک بھیجنے کے لئے سروس سٹیمپ استعمال کئے جاتے رہے۔ ہم بار بار اس صورت حال پر احتجاج کر رہے تھے لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ آپ کا ایسا کرنا یقیناً اس حلف کے خلاف تھا جو آپ نے اپنے عہدہ پر فائز ہوتے وقت اٹھایا

تھا۔

انتخابات کے انعقاد کے اعلان کے بعد بھی بڑے پیمانے پر سرکاری ملازمین کے تبادلے کئے جاتے رہے۔ پیپلز پارٹی کے امیدوار جگہ جگہ کہتے تھے کہ عوام چاہے ووٹ جسے دیں کامیاب ہم ہی ہوں گے۔ آپ کے امیدوار اسی توقع پر انتخابی مہم میں خاطر خواہ دلچسپی نہیں لے رہے تھے۔ آپ نے جس طرح جلسے منعقد کئے یا جلوسوں کا انتظام کیا ان کی نوعیت سے آپ خود بھی واقف ہیں اور پوری قوم بھی آگاہ ہے۔

اپوزیشن کے رہنما بدستور جیلوں میں بند رہے بلکہ نئی گرفتاریاں عمل میں آتی رہیں۔ ریڈیو ٹی وی ہماری کردار کشی کرتا رہا۔ اور غلط اور جھوٹے پراپیگنڈہ میں تمام سابقہ ریکارڈ انہوں نے توڑ ڈالے۔

آپ کتنے ہی حسین الفاظ میں اسے جھٹلانے کی کوشش کریں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ 7 مارچ کو قومی اسمبلی کے انتخابات میں جو ملک گیر غنڈہ گردی دھاندلی اور بے ایمانی کی گئی ہے۔ اس نے الیکشن کو محض ایک ڈھونگ بنا دیا۔ الیکشن کمیشن کے تینوں ممبران نے اسلام آباد میں کی جانے والی اپنی 12 مارچ کی پریس کانفرنس میں خود اس حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ اس روز کی جانے والی بدعنوانیوں دھاندلیوں فریب کاریوں اور غیر قانونی حرکات کے ارتکاب کے خلاف پورے ملک سے موصول ہونے والی شکایات سے ان کا دفتر بھرا پڑا ہے۔ پھر چیف الیکشن کمشنر نے اپنے 19 مارچ کے مراسلہ میں جو انہوں نے آپ کو تحریر کیا ہے۔ اس بات کا اعادہ کیا کہ انہیں ایسی شکایات بہت بڑی تعداد میں پورے ملک سے موصول ہوئی ہیں۔ جن میں کہا گیا ہے کہ 7 مارچ کو قانون کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔ شدید ترین بدعنوانیوں کا ارتکاب ہوا اور انتخابات کے نتائج کو بدلا اور مسخ کیا گیا خود آپ نے براڈ کاسٹ میں وفاقی وزراء اور اپنی پارٹی کے کارکنوں کی انتخابی بدعنوانیوں کا اظہار کیا۔ کمیشن کا از خود بہت سے حلقہ ہائے انتخابات سے ریکارڈ کا طلب کرنا بھی اس کی شہادت دیتا ہے۔ کمیشن نے اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ وہ بدعنوانیوں کے خلاف کوئی اقدام کرنے کے قابل تھے ہی نہیں۔ پاکستان کے کروڑوں عوام اس دھاندلی کے عینی شاہد ہیں۔ اور اس لئے آج پوری قوم سراپا احتجاج بنی ہوئی ہے۔

پاکستان کے عوام کا یہ ناقابل تنسیخ حق ہے کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے اپنے نمائندوں کا انتخاب عمل میں لائیں۔ 7 مارچ کو قومی اسمبلی کے انتخابات کے موقع پر آپ نے اور آپ کے رفقا نے غیر دستوری اور غیر قانونی طور پر اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کیا۔ انتظامیہ کو اپنے مذموم عزائم کی تکمیل پر مجبور کیا۔ الیکشن میں اتنے بڑے پیمانے پر دھاندلی کہ کہ پورا انتخاب بے معنی ہو کر رہ گیا۔ آج قوم اپنا یہی حق مانگ رہی ہے اور اس کا یہ مطالبہ بالکل حق بجانب ہے کہ قومی اسمبلی کے انتخابات بلا تاخیر از سر نو کرائے جائیں۔

آپ نے اپنے مذکورہ خط کے پیراگراف 4 میں یہ کہہ کر بڑی زیادتی کی ہے کہ اتحاد 8 مارچ سے غیر آئینی سرگرمیوں میں ملوث ہے اور آپ بڑے صبر اور تحمل کا مظاہرہ کر رہے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری جدوجہد مکمل طور پر امن اور آئینی ہے۔ لیکن اسے غیر انسانی ظالمانہ اور بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ سینکڑوں بے گناہ پر امن شہری جاں بحق ہو چکے ہیں۔ ہزاروں افراد شدید زخمی ہوئے ہیں۔ جیلیں ہمارے کارکنوں سے مسلسل بھری جا رہی ہیں۔ معزز شہریوں کو سربازار برہنہ کر کے پیٹا جا رہا ہے۔ آنسو گیس کا بے پناہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ گیس بھی ایسی جو اس سے قبل پاکستان میں استعمال نہیں ہوئی۔ بعض مقامات پر بچوں اور خواتین تک کو گولیوں کا نشانہ بنا کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ اب خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ مختلف تعصبات کو ہوا دی جا رہی ہے۔ اتحاد کے رہنماؤں کو بغیر وجہ بتائے گھروں سے گرفتار کر لیا جاتا ہے اور اس سب کے باوجود آپ کا فرمانا ہے کہ آپ صبر اور تحمل کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ میں اس بات کو ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ ہم نے تمام اشتعال انگیزیوں کے باوجود اس تحریک کو آئین اور قانون کی حدود میں اب تک جاری رکھا ہے۔

قیمتوں میں اضافے کا الزام آپ ہم پر اس سے قبل بھی عائد کر چکے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ حقیقت تسلیم کرنا آپ کے لئے نہایت مشکل ہے کہ ملک کی موجودہ معاشی مشکلات کا سبب خود آپ کی غلط اقتصادی پالیسیاں' تعیش اور ملکی دولت کا غیر پیداواری کاموں میں ضائع کرنا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اگر آپ یہ بتانے کی زحمت گوارا کریں کہ اپنی پارٹی کی انتخابی مہم پر آپ نے قوم کا کتنا سرمایہ صرف کیا ہے اور کس دستوری اختیار کے تحت آپ نے قومی وسائل کو اپنی پارٹی مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرنا جائز سمجھا۔ کاش آپ الزام تراشی کی روش ترک کر کے اصل معاملہ کو سمجھنے' حقائق کو تسلیم کرنے اور مسائل کو موثر طور پر حل کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتے۔

شکایات کے ازالہ کا جو حل آپ نے اپنے خط میں تجویز کیا ہے۔ وہ قوم کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک معاملہ چند نشستوں یا بہت سی نشستوں کا نہیں ہے بلکہ پورے انتخابات کا ہے۔ ہم 7 مارچ کے پورے انتخابات کو قوم کے ساتھ ایک سنگین مذاق سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے نشستوں سے بھی دستبرداری کا اعلان کر دیا ہے۔ جہاں سے اتحاد کے امیدواروں کو منتخب قرار دیا گیا۔ ہمارے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ عوام کو اپنی مرضی سے اپنے نمائندوں کو منتخب کرنے کا حق دیا جائے۔ ہماری جدوجہد عوام کے اس بنیادی حق کو منوانے کے لئے ہے نہ کہ نشستوں کے حصول کے لئے کوئی سودے بازی کرنا چاہتے ہیں۔

انتخابات کا مطالبہ صرف قومی اتحاد کا ہی مطالبہ نہیں ہے بلکہ پوری قوم کا مطالبہ ہے۔ ملک کی تقریباً تمام وکلاء تنظیمیں اس مطالبہ کی توثیق کر چکی ہیں۔ عدلیہ سے تعلق رکھنے والے معزز اصحاب اس کی تائید کر رہے ہیں۔

میں پورے خلوص اور درد مندی کے ساتھ آپ سے اپیل کر رہا ہوں کہ آئین کی بالادستی ملک کے استحکام جمہوری اقدار کے تحفظ اور معاشی خوشحالی کی خاطر آپ اپنی روش میں تبدیلی پیدا کریں اور وطن عزیز کو اپنے پیدا کردہ سیاسی بحران سے نکالنے کی مخلصانہ کوشش فرمائیں۔

آپ کا ہر خط ملنے کے ساتھ ہی مجھے ملک کے مختلف حصوں سے ایسی اطلاعات بھی ملنا شروع ہو جاتی ہیں کہ تشدد اور ظلم کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ خط و کتابت کے ساتھ انتظامیہ کو زیادہ سخت رویہ اختیار کرنے کی ہدایت کس مقصد کے لئے دی جاتی ہے۔

قومی اتحاد کا موقف بالکل واضح ہے۔ اگر آپ ہمارے 12 مارچ کو پیش کئے ہوئے مطالبات کو تسلیم کر لیں تو ان مطالبات کو موجودہ دستور کے اندر رہتے ہیں پورا کرنے کے طریقہ کار پر ہم آپ سے ہر وقت ہر جگہ بات چیت کرنے پر آمادہ ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے مطالبات پر عمل کرنے کے لئے دستور میں کسی تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

آپ نے اپنے 19 مارچ 1977ء کا خط جواب کا انتظار کئے بغیر پریس کو برائے اشاعت جاری کر دیا تھا۔ اس لئے میں اپنا یہ جواب بھی پریس کو جاری کر رہا ہوں۔

آپ کا مخلص
دستخط۔ مفتی محمود
صدر پاکستان قومی اتحاد

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو
چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی
پرائم منسٹر ہاؤس راولپنڈی

28 اپریل 1977ء
پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں

موجودہ بحران بین الاقوامی سازش کا نتیجہ ہے۔ آج پاکستان اہم جغرافیائی حیثیت کا حامل ہے' اگر اسے نقصان پہنچا تو بہت سے عرب ملکوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ جن میں متحدہ عرب امارات' اومان اور سعودی عرب وغیرہ شامل ہیں۔ سازشی عناصر مجھے ہٹانا چاہتے ہیں' وہ پاکستان کی معیشت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں' ایک ملک موجودہ تحریک کے لئے بھاری رقم خرچ کر رہا ہے "ہاتھی" نے ویت نام اور مشرق وسطیٰ پر ہمارے موقف کو تسلیم نہیں کیا۔ یہ ہاتھی مجھ سے ناراض ہے لیکن اس کا واسطہ بندہ صحرا سے آن پڑا ہے کہ ہم نے عربوں کو ہتھیار فراہم کئے' ہمارا سپاہی اسلام کا سپاہی ہے' ہم نے ایٹمی پلانٹ پر قومی مفاد کے مطابق مؤقف اختیار کیا ہے۔ ملک میں غیر ملکی کرنسی پانی کی طرح بہائی جا رہی ہے۔ بعض بیرونی اخبارات نے لکھا ہے کہ اب مزدور بھی جو اس حکومت کے حامی تھے اس کے خلاف ہو رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے غریب ملک میں اگر اس طرح رقم پھیلائی جائے جس طرح یہاں پھیلائی گئی تھی۔ کیوں کر اس سے متاثر نہ ہو گا۔ یہ راز نہیں ہے کہ کس طرح پاکستان میں رقم پانی کی طرح بہائی گئی ہے اور کس طرح غیر ملکی کرنسی سیلاب کی طرح یہاں پھیلی ہے کہ کراچی میں ڈالر چھ سات روپے کا ہو گیا ہے' اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کس طرح لوگوں کو اذان دینے کے لئے رقم دی گئی' کس طرح لوگوں کو جیل جانے کے لئے رشوتیں دی گئیں۔ حتیٰ کہ دودھ والوں اور ڈاکیوں کو رشوت دی یقیناً صنعت کاروں نے قومی اتحاد کی حمایت کی لیکن اتنا پیسہ تو وہ بھی خرچ نہیں کر سکتے۔ لیکن جو رقم پاکستان میں پانی کی طرح بہائی جا رہی ہے' یہ رقم کس طرح پراسرار طریقے سے پاکستان آئی ہے' یہ ایک بین الاقوامی سازش ہے' عزیز احمد نے اس کا ذکر ڈپلومیٹک انداز میں کیا ہے۔ لیکن مجھے بتانے دیجئے' کیوں کہ چند افراد کا مستقبل کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور میرا فرض ہے کہ میں لوگوں کو واضح طور پر بتا دوں کہ یہ قومی اتحاد کی سازش نہیں بلکہ بین الاقوامی سازش ہے۔ میں کسی ملک کا نام نہیں لینا چاہتا اور کسی ملک سے بگاڑنا نہیں چاہتا لیکن عوام کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میرا قصور کیا ہے' میرا جرم کیا ہے' جس کی وجہ سے یہ میرے خون کے پیاسے ہیں۔ عوام کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہاتھی کا حافظہ بہت تیز ہوتا ہے اور دنیا میں ہاتھی موجود ہیں' دنیا میں کتنے ہاتھی ہیں یہ آپ جانتے ہیں یہ ہاتھی زیادہ نہیں ہیں ان کا ہاتھیوں کا حافظہ بہت اچھا ہوتا ہے وہ ماضی کو فراموش نہیں کرتے۔ یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ جنگ ویت نام کے موقع پر جب میں وزیر خارجہ تھا' پاکستان نے کیا موقف اختیار کیا تھا' پاکستان سے اس وقت کہا گیا تھا کہ وہ غلط فریق کی حمایت کرے اور اگر جو کچھ طلب کر رہے ہیں وہ نہ دے تو کم از کم پنگ پانگ کی گیندیں اور ٹیبل ٹینس کے ریکٹ ہی روانہ کر دے۔ لیکن ہم نے کہہ دیا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ بات ایک ملاقات میں کہی گئی جو ایک اعلیٰ شخصیت سے کراچی میں ہوئی اور یہ شخصیت "ہاتھی" پر سوار تھی' اس نے کہا کہ کیا آپ پنگ پانگ کی گیندیں اور ٹیبل ٹینس کی گیندیں بھی بھیجنے کے لئے تیار نہیں ہیں ایوب خان بھی اس ملاقات میں موجود تھے وہ میری طرف دیکھنے لگے' میں نے کہا کہ ہم کچھ نہیں بھیجیں گے۔ کیوں کہ اس کا تعلق اصولوں سے ہے' ہم کسی طور پر بھی غلط فریق کی حمایت نہیں کر سکتے۔ ایوب خان نے ہاتھی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ چین کے ایک ہاتھی سے بڑے اختلافات تھے۔ یہ وقت تھا جب چین کا نام لینا بھی جرم تھا' اور اس سے بعض افراد کا بلڈ پریشر تیز ہو جاتا تھا۔ چین سے تعلقات کو بہتر بنانے کے عمل کو بھی نقصان پہنچایا گیا پھر ہم نے مشرق وسطیٰ میں عربوں کی حمایت کی۔ اس پر میں پاکستان کی ماضی کی ہر حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ قائداعظم سے لے کر اب تک ہر حکومت نے عربوں کی حمایت کی۔ لیکن بعض وجوہ کی بناء پر یہ حمایت صرف زبانی تھی جو اعلامیوں اور اقوام متحدہ کی قراردادوں تک محدود تھی اور ہمارے عرب بھائی اس کی قدر کرتے تھے۔ لیکن جب میں برسراقتدار آیا تو میں نے کہا کہ اصل حمایت فوجی حمایت ہے۔ میری حمایت صرف زبانی نہیں بلکہ یہ ہے کہ آپ کی (عربوں کی) جنگ ہماری جنگ ہے اور پاکستان کا سپاہی اسلام کا سپاہی ہے۔ یہ بات ان لوگوں کو پسند نہ آئی' جو جارحیت کا ارتکاب کرنے والے اور جارحیت کا شکار ہونے والے میں فرق کرنے کے لئے تیار نہ تھے' جب کہ میں نے کھل کر کہا کوئی جارح ہے اور کوئی جارحیت کا شکار ہے' یہ کہ عرب جارح ہیں یا صیہونی جارح ہیں اور جارحیت کا شکار کون ہے عرب یا یہودی اور یہی فرق ہے ذوالفقار علی بھٹو میں اور دوسروں میں قومی اتحاد کا کوئی دماغ تیار کر سکتا ہے؟ قومی اتحاد کے پاس ایسا کوئی ذہن ہے جو لوگوں کو بازار سے کم قیمت پر سبزیاں فراہم کر دے اور بیج تقسیم کر دے۔ کیا قومی اتحاد کے پاس ایسی تنظیم ہے' میں صرف ایک مثال دوں گا۔ ہمارے ملک میں ایسی باتیں کون سوچتا ہے کہ پہیہ جام کریں گے۔ یہ بیرونی خیالات ہیں۔ ایوب خان سے بھی کہا گیا تھا کہ اگر تمہارے خلاف انقلاب آیا تو جوابی اقدام کے طور پر ہم پہیہ جام آپریشن شروع کرا دیں گے۔ اس مقصد کے لئے دو ہزار افراد بھرتی کئے گئے غیر ملکی ماہرین نے ان کو ریلوے اور طیارے روکنے اور پہیہ جام کرنے کے اقدامات کی تربیت دی۔

----- ہم نے پاکستان کی تعمیر نو کی ہے اس حد تک کہ 1971ء میں مجھے نیویارک میں ایک بہت ذمہ دار شخص نے کہا تھا کہ اب پاکستان کا شمار نیپال' بھوٹان' بنگلہ دیش' سکم وغیرہ کے ساتھ ہو گا اور ان ہی کے مستقبل سے اس کا تعلق ہو گا۔ کیوں کہ پاکستان تو بھارت کے صوبے یو پی برابر نہیں ہے' لیکن اب چھ سال بعد 1977ء میں یہ صورت حال ہو گئی ہے کہ بھارت کے وزیراعظم مرارجی ڈیسائی کہتے ہیں کہ پاکستان اس کا اہم اور بڑا پڑوسی ہے۔ نہ

صرف یہ کہ مرارجی ڈیسائی نے یہ بھی کہا کہ بھارت پاکستان سے برابر کے تعلقات چاہتا ہے' جب کہ پہلے بھارت علاقے پر بالادستی کا دعویدار تھا اور ڈاکٹر کسنجر کے دورہ کے موقع پر امریکہ نے تسلیم کیا تھا کہ بھارت علاقے کا بالادست ملک ہے۔ لیکن میں نے اس وقت بھی اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ ہم اس سے صرف برابر کی بنیاد پر تعلقات رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اب پاکستان اتنا مضبوط اور مستحکم ہو گیا ہے کہ بھارت نے بالادستی والا موقف ترک کر دیا ہے۔ وزیراعظم بھٹو نے کہا کہ جغرافیائی طور پر پاکستان کی پوزیشن بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ ہمیں جو بھی فوائد یا نقصانات مل سکتے ہیں ان کا تعلق اسی فوجی اہمیت کی پوزیشن سے ہے۔ پاکستان کے جنوب میں بھارت ہے جو بہت بڑا ملک ہے' مشرق میں بعض دوسرے ممالک ہیں' جن میں برما' بنگلہ دیش' بھوٹان' ملائشیا اور انڈونیشیا شامل ہیں' پھر مغرب میں افغانستان ہے جو اہم ملک ہے' پھر ایران ہے وہ بھی اہم ملک ہے' چین کے ساتھ ہماری 350 میل طویل سرحد ہے جو فوجی اہمیت کی سرحد ہے۔ جہاں سنکیانگ کا حساس صوبہ ہے۔ جو ہمارے شمالی علاقوں سے ملتا ہے۔ روس اور پاکستان میں صرف 9 میل کا فاصلہ ہے۔ یہ کاریڈور واہا کہلاتا ہے۔ پھر ہماری مشرق میں متحدہ عرب امارات اور اومان اور دوسری ریاستیں ہیں۔ اسی جانب سعودی عرب ہے۔ پھر جنوبی مشرق میں بحیرہ روم' یونان وغیرہ ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان کی پوزیشن بڑی اہم ہے۔ خدانخواستہ خدانخواستہ اگر پاکستان کو نقصان پہنچا تو مشرقی محاذ' مغربی محاذ اور عرب محاذ کی طرف بڑی خراب صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ اور اگر پاکستان مستحکم اور مضبوط ہوا تو صورت حال مختلف ہو گی۔ پاکستان کمزور ہوا تو متحدہ عرب امارات' اومان اور سعودی عرب کی پیٹھ پر چھرا گھونپا جا سکتا ہے یہ ہے پاکستان کی اہمیت۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں بڑے پیمانے پر مداخلت ہوئی ہے یہ کھیل انتخابی دھاندلی کے نام پر شروع کیا گیا۔ اگر دھاندلی کے خلاف لوگ ریل کی پٹڑیوں پر لیٹ جاتے ہیں اور سینے کھول کر کہتے کہیں گولیاں مارو تو ہم نے اس کے لئے طریقہ کار مقرر کر دیا ہے' جس کے ذریعے دھاندلیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ پھر جہاں تک شریعت کا مسئلہ تھا ہم نے اس کے لئے اقدامات کئے ہیں۔ لیکن اب مولانا مودودی اور بیگم نسیم ولی خان کہتے ہیں کہ یہ اصل مسئلہ ہے بھی نہیں۔ حالانکہ انہیں باجوہ نے جب وہ قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل تھے' کہا تھا کہ اگر حکومت نظام مصطفیٰؐ لے آئے تو ہم دستبردار ہو جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ دھاندلی یا شریعت کا نہیں۔ اس رقم کا ہے جو ملک میں بڑے پیمانے پر بکھیری جا رہی ہے۔ اب وہ میرا استعفیٰ مانگتے ہیں۔ اس وزیراعظم کا استعفیٰ جسے دوبارہ عوام نے منتخب کیا ہے۔ یہ اعزاز لیاقت علی خان' غلام محمد' ناظم الدین کسی کو حاصل نہ رہا پھر میری پارٹی میں گھسنے کی بھی کوشش کی۔ وزیروں کو ارکان اسمبلی کو ورغلانے کی کوشش کی' ہر بیرونی اخبار نویس سوال کرتا ہے کہ آپ کب مستعفیٰ ہوں گے' میں نے تو ان سے نہیں پوچھا کہ کیلہان کب مستعفی ہوں گے جو صرف ایک رکن کی اکثریت سے اور لبرل کی حمایت سے حکومت برقرار رکھے ہوئے ہیں اور جنہوں نے ناردرن آئی لینڈ میں مارشل لاء لگا رکھا ہے وہ کیلہان سے اسمہ سے مستعفی ہونے کے لئے کیوں نہیں پوچھتے؟ آخر سارا نزلہ ذوالفقار علی بھٹو پر ہی کیوں گر رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھی کا حافظہ بہت تیز ہوتا ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ میں پاکستان کے استحکام کا ستون ہوں' پاکستان کے استحکام کی علامت ہوں۔ اس لئے وہ مجھے ہٹانا چاہتے ہیں کہ یہ مسئلہ فرد کا نہیں بلکہ اس کا ہے کہ وہ فرد یعنی ذوالفقار علی بھٹو چاہتا کیا ہے۔ میں نے جب اسلامی کانفرنس بلائی تو اسے ایک ماہ ملتوی کرنے کے لئے کہا گیا اسے ملتوی کر دیا۔ پھر ایک ماہ کے لئے ملتوی کرنے کو کہا گیا جو میں نے کر دی' جب تیسری بار اسے ملتوی کرنے کے لئے کہا گیا تو میں نے شاہ فیصل کو خط لکھا۔ انہوں نے مجھ سے مکمل اتفاق کیا اور لکھا کہ کانفرنس فروری میں پاکستان میں ہو گی اور مزید التوا نہ ہو گا۔ پھر جب اکتوبر میں کسنجر پاکستان آئے اور مجھ سے بات ہوئی انہوں نے کیا کہا اور میں نے کیا جواب دیا' یہ میں نہیں بتاؤں گا وہ کتاب لکھ رہے ہیں شاید اس میں ذکر کریں یا نہ کریں۔ وزیراعظم نے کہا یہ اسلامی کانفرنس تھی۔ جس کے بعد یاسر عرفات نے اقوام متحدہ سے خطاب کیا اور تنظیم آزادی فلسطین کو تسلیم کیا گیا۔ پھر ہم نے یونان اور ترکی کا تنازعہ طے کرانے کی کوشش کی۔ اس طرح کوریا نے بھی باہمی تنازعہ طے کرانے کے لئے پاکستان سے رجوع کیا ہاتھی نے ان سب باتوں کو پسند نہ کیا کہ پاکستان کو یہ مقام حاصل ہو' ----- اپوزیشن نے اپنی انتخابی مہم میں ہر بات کا ذکر کیا اور گالیاں تک دیں۔ لیکن ایک نہایت اہم بات چھوڑ دی اس پر کچھ نہ بولے اور وہ اہم مسئلہ پاکستان اور فرانس کے درمیان ایٹمی پلانٹ کی خریداری کے معاہدے کا تھا جب کہ ان کو معلوم تھا کہ اس مسئلہ پر زبردست عالمی دباؤ ہے ہر سوال پوچھا گیا' لیکن یہ نہ پوچھا گیا کہ اس معاہدے پر کیا کیا جانے والا ہے انہیں مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا کہ آپ اس معاہدے کو ختم کریں گے یا اس مکمل کریں گے۔

آخر میں نے ذاتی منفعت کے لئے تو یہ معاہدہ نہیں کیا تھا' --------- لوگ میرے خون کے پیاسے کیوں ہیں۔ صرف اس لئے کہ میں نے اس مسئلے پر قومی مفاد میں موقف اختیار کیا ہے۔

اسی طرح تیسری دنیا کی کانفرنس سے بھی وہ پریشان ہیں کہ اس شخص نے آزادانہ فیصلے کئے ہیں۔ ہمارے لئے مصیبت کا سبب بن گیا ہے ---- میری حکومت کی یہ پالیسی نہیں ہے کہ ہم ایٹم بم بنائیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کو ایٹمی ٹیکنالوجی میں آگے بڑھنے سے کیوں روکا جائے' اگر ہم جنگ کے لئے نہیں بلکہ پرامن مقاصد کے لئے تمام ضمانتیں دیتے ہوئے ایٹمی ٹیکنالوجی میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس سے روکنے کا کیا جواز ہے صرف اس لئے کہ پاکستان کو اس کی صلاحیت ہی حاصل نہیں ہونی چاہئے۔

جب کسنجر آئے تو انہوں نے ایٹمی پلانٹ کے بارے میں سخت موقف اختیار کیا۔ پھر وہ فرانس گئے اور وہاں اخبارات میں خاصی ہنگامہ آرائی رہی۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ میں اس پر مذاکرات کروں' میں نے کہا کہ آپ انتخاب ہو جانے دیں۔ اس کے بعد پھر مذاکرات کے لئے کہا گیا تو میں نے کہا کہ اب میرا انتخاب ہو رہا ہے۔ ایٹمی پلانٹ پر میرے قومی مفاد کے مطابق موقف کی وجہ سے یہ میرے خون کے پیاسے ہیں عوام کو اصل کہانی سے ضرور واقف ہونا چاہئے' کل تک میں خاموش رہا۔ اب عوام کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ یہ بہت بڑی سازش ہے' میں نے اب تک بڑے صبر و تحمل سے کام لیا ہے۔ یہ کوئی دیسی سازش نہیں' یہ بین الاقوامی سازش ہے۔ لیکن میں نے ماضی میں بھی سازشوں کا مقابلہ کیا ہے اور اس کا بھی کروں گا۔

میں اقتدار سے چمٹا نہیں رہنا چاہتا۔ لیکن میں اپنا مشن مکمل کر کے رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ صلاحیت دی ہے کہ میں ملک کی خدمت کروں' میں نے عورتوں' مزدوروں اور کسانوں کو آزادی دلائی اور اجارہ داری ختم کی' اس طرح مشن کا پہلا حصہ تو مکمل ہو گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ افغانستان سے باعزت اور باوقار سمجھوتہ ہو جائے' اس معاملے کو کافی حد تک آگے بڑھایا جا چکا ہے' صدر داؤد سے گذشتہ جون کے مذاکرات میں بڑی حد تک اجمالی مفاہمت ہو چکی ہے' دوسرے یہ کہ میں مسلح افواج کی صلاحیت کو بھی مزید بڑھانا چاہتا ہوں۔ جس کے لئے میں 1963ء سے کوشاں ہوں' تیسرے یہ کہ کشمیر کے مسئلے کو ہم باوقار اور باعزت طور پر حل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تاہم اس میں کچھ وقت لگ سکتا ہے' ----- اس طرح میں کہہ سکتا ہوں کہ پہلے دو کام یقیناً مکمل کر لوں گا اور تیسرے کے مکمل کرنے کی بھی پوری توقع کرتا ہوں اور پھر ضروری نہیں کہ آدمی اپنے عظیم مشن ضرور مکمل کرے۔ ماؤزے تنگ بھی اپنے تمام مشن مکمل نہ کر سکے۔

نفاذ شریعت کا مطالبہ کرنے والے اب اسے اصل مسئلہ تسلیم نہیں کرتے۔ نظام مصطفیٰ کے نام پر اپوزیشن نے ملک میں جنون پھیلا دیا تھا۔ لیکن اب مولانا مودودی جیسی شخصیت یہ کہہ رہی ہے کہ یہ اصل مسئلہ نہیں ہے۔ اس سے اپوزیشن کے عزائم بے نقاب ہو گئے ہیں -------- کراچی' حیدر آباد اور لاہور میں مارشل لاء آئین کے تحت لگایا گیا ہے۔ جب کہ 58 اور 69 کے مارشل لاء نے آئین کو توڑ دیا تھا۔

میں ان دلائل کو نہیں دوہراؤں گا۔ جو ہنگامی حالت کے نفاذ کے حق میں دیئے گئے ہیں۔ یہ ہنگامی حالت آئین کے مطابق اور آئین کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ اس ہنگامی حالت کی طاقت کا مبلغ پاکستان کا آئین ہے۔ کراچی' حیدر آباد اور لاہور کے تین شہروں میں جو مارشل لاء لگایا گیا ہے وہ بھی آئین کے مطابق ہے اور آئین سے ہی نکلا ہے اور یہ آئین سے بالا نہیں ہے۔ اس مارشل لاء میں اور سابق مارشل لاء میں بڑا فرق ہے۔ موجودہ مارشل لاء محدود اور آئین کے تحت ہے۔ جب کہ 1958ء اور 1969ء میں جو مارشل لاء لگائے گئے وہ غیر محدود تھے اور ان مارشل لاؤں نے آئین کو توڑ دیا تھا' جب کہ موجودہ مارشل لاء آئین کی حدود کے اندر اور اس کی دفعات کے مطابق ہے۔

پاکستان بھر میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات دو مواقع پر ہوئے۔ پہلی بار 1970ء میں اور دوسری بار 1977ء' 1970ء کے عام انتخابات مارشل لاء کے تحت ہوئے۔ اس مارشل لاء کے تحت جس نے آئین کو توڑ دیا تھا' جب کہ 1977ء کے انتخابات موجودہ آئین کے تحت ہوئے جو کسی سول حکومت کے تحت پہلے عام انتخابات ہیں۔ اس سے پہلے جن بالغ رائے دہی کی بنیاد پر انتخابات ہوئے ہیں۔ لیکن وہ انتخابات ان صوبوں میں ہوئے' جب کہ 1965ء کے انتخابات محدود رائے دہندگی یعنی بنیادی جمہوریت کے نظام کے تحت ہوئے تھے' جن میں بنیادی جمہوریت کے ان 80 ہزار ارکان کو حق رائے دہی حاصل تھا۔ صوبوں میں 1958ء - 1947ء کے درمیان جو انتخابات ہوئے وہ کسی بھی تصور سے آزادانہ اور منصفانہ نہیں کہے جا سکتے تھے' بلکہ اس کے برعکس یہ نہایت غیر منصفانہ انتخابات تھے' جن میں پولنگ سے قبل ہی فیصلے کر لئے گئے' یہ وہ انتخابات ہیں جو بلوچستان کے سوا سب جگہ ہوئے' کیوں کہ بلوچستان کو اس وقت صوبے کی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ -----

میں کوئی معذرت پیش نہیں کر رہا ہوں اور نہ ہی کوئی جواز پیش کر رہا ہوں اور نہ ہی اس کے ذریعہ شخصیتوں کو معرض بحث لا رہا ہوں۔ سندھ میں ہونے والے ماضی کے ان انتخابات کی ایک مثال میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ ایک معروف شخصیت کو اپنے کاغذات نامزدگی داخل کرنے تھے' اس وقت کاغذات نامزدگی داخل کرنے کا وقت صبح 10 بجے سے شام 4 بجے تک تھا۔ وہ صاحب گیارہ بجے اپنے کاغذات نامزدگی داخل کرنے پہنچے اور اپنے کاغذات داخل کئے۔ لیکن اس کے بعد ابھی پانچ گھنٹے اور باقی تھے' جن میں دوسرے افراد بھی کاغذات نامزدگی داخل کر سکتے تھے' چنانچہ ان صاحب کے فائدے کے لئے یہ حکم جاری کیا گیا کہ آج کے دن گیارہ بجے صبح کو چار بجے شام سمجھا جائے گا۔ اس کے بعد دوپہر ساڑھے بارہ بجے ایک دوسرے صاحب اپنے کاغذات نامزدگی داخل کرنے آئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ ڈیڑھ گھنٹہ تاخیر سے یعنی ساڑھے پانچ بجے شام آئے۔ ان صاحب نے دریافت کیا کہ میں تو ساڑھے بارہ بجے آیا ہوں' ساڑھے پانچ بجے شام کیسے ہو گئے ہیں۔ تو انہیں بتایا گیا کہ آج کے دن گیارہ بجے شام چار بجے تصور کئے جائیں گے۔

سرحد کے انتخابات کے سلسلے میں میں کسی شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ ان میں سے بہت سے لوگ مر گئے ہیں۔ لیکن اصل دھاندلی باز ابھی زندہ ہے۔ میں چونکہ اس کا احترام کرتا ہوں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن پشاور کی ایک خاتون جو قومی اسمبلی کی رکن بھی منتخب

ہوئی ہیں، خوب جانتی ہوں گی، کیوں کہ ان کے بھائی بھی ان انتخابات کے متاثرین میں شامل ہیں۔ اسی طرح پنجاب میں انتخابات ہوئے۔ اس ایوان کے زیادہ تر ارکان کا تعلق پنجاب سے ہے۔ یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ پنجاب کے انتخابات انسپکٹر جنرل آف پولیس کے دفتر میں منعقد ہوئے۔ بنگال میں کیا ہوا۔ یہ مجھے نہیں معلوم۔ کیوں کہ بنگال اس وقت بھی اتنا ہی دور تھا جتنا آج دور ہے۔ وہاں جگتو فرنٹ بنایا گیا جو کامیاب ہو گیا لیکن اس کو ناکام بنانے کی تمام تر کوشش کی گئیں۔ یہ ہے 1947ء سے 1958ء تک انتخابات کی تاریخ۔ اس کے بعد ایوب آیا اس نے مارشل لاء لگایا اور بنیادی جمہوریت کا نظام قائم کیا۔ جس کے تحت رائے دہندگی 80 ہزار تک محدود کر دی۔ لیکن اس محدود رائے دہندگی میں بھی بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کی زبردست شکایات ہوئیں، یہاں تک کہ مس جناح جو اس وقت ایوب خان کی مخالف تھیں، انہوں نے اپوزیشن کے لیڈروں سے جن میں سے بہت سے اب قومی اتحاد میں ہیں، کہا کہ وہ انتخابات کے نتائج کی خلاف ورزی کرنے کے لئے تیار ہیں، کیوں کہ انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے۔ لیکن ان تمام اپوزیشن لیڈروں نے جن میں قومی اتحاد کے بہت سے موجودہ لیڈر بھی شامل تھے۔ مس جناح کو مشورہ دیا کہ وہ انتخابات کے نتائج کو تسلیم کرلیں اور ان انتخابات کو چیلنج نہ کریں۔ ------ بہت زیادہ ترقی یافتہ ملکوں میں بھی جہاں کمپیوٹروں کے ذریعہ انتخابات ہوتے ہیں وہاں بھی انتخابی دھاندلیوں کی شکایات ملتی ہیں۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو نظریاتی طور سے مکمل طور پر منصفانہ انتخابات ایک خیال ہے۔ 1970ء کے انتخابات میں بھی بے قاعدگیاں ہوئیں اور یہ بے قاعدگیاں معمولی نہیں تھیں۔ میں پانچ جگہ سے انتخاب لڑا، میں ہر نشست پر 40 سے 50 ہزار ووٹوں سے جیتا ملتان میں میں نے قومی اتحاد کی طاقت ور شخصیت سے انتخاب لڑا، جو آج وہاں کی بڑی بااثر شخصیت ہیں۔ میں صرف ایک دن کے لئے ملتان گیا اور انہیں میں نے 25 ہزار ووٹوں سے ہرایا۔ لاڑکانہ میں بھی میرا طاقت ور حریف سے مقابلہ ہوا۔ ایک موقع ایسا بھی آیا جب اس حریف نے مجھ سے نہ لڑنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن اس کو مشورہ دیا گیا کہ وہ انتخاب ضرور لڑے اور حکام نے کہا کہ وہ اس کو جتوانے میں مدد دیں گے۔ اس شخص نے کراچی میں مجھ سے کہا تھا کہ وہ میرے خلاف لڑنا نہیں چاہتا وہ صوبائی اسمبلی کے لئے لڑے گا یا اپنے بیٹے کو کھڑا کرے گا مگر پھر اس کے پاس فون آنے لگے کہ تم ضرور لڑو، ہم تم کو جیتنے میں مدد دیں گے۔ چنانچہ اس نے مجھ کو پیغام دیا کہ میں ہوشیار رہوں، کیوں کہ اسے انتخاب لڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور اس مدد کی یقین دہانی کرانے والا کوئی معمولی آدمی نہیں تھا بلکہ جنرل عمر تھا۔ جو اس زمانے میں مارشل لاء کا انتظام چلا رہا تھا۔ اس طرح ڈیرہ اسماعیل خان کی تین تحصیلوں میں سے دو میں، میں نے مفتی کو ہرایا، جب کہ ایک تحصیل میں انہوں نے مجھے ہرایا لیکن اس کے علاوہ انتخابات میں دھاندلی کے لئے ایک صاحب کو باقاعدہ فنڈز مہیا کئے گئے پھر بہت سے افراد کو میری پارٹی میں شامل ہونے سے روکا گیا۔[7] ان میں حامد رضا گیلانی اور یوسف چانڈیو شامل ہیں جو اس وقت بھی ایوان میں موجود ہیں۔

انتخابات میں دھاندلی کے لئے کوئی ہدایت نہیں دی، میں آپ کو پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ میں نے اس کے برخلاف ہدایات دیں، میں نے ہر صوبے کے وزیر اعلیٰ سے کہا کہ وہ انتخابات میں دھاندلی نہ ہونے دیں۔ انتخابات سے پانچ روز قبل میں نے لاہور میں پانچ ڈویژنوں کے کمشنروں کو بلایا اور ان کو ہدایات دیں کہ وہ انتخابات میں کسی قسم کی دھاندلی نہ ہونے دیں۔ وزیر اعظم نے کہا کہ قبائلی علاقے سے کسی ایک رکن کو بھی منتخب کرانے کے لئے کوئی کوشش نہ کی گئی، حالانکہ وہاں دھاندلی کرانا آسان تھا، حالانکہ سابقہ حکومتیں وہاں انتخاب کرانے کے بجائے اپنی پسند کے آدمیوں کو چن لیتی تھیں۔ میں نے کہا تھا کہ میں دھاندلی نہیں چاہتا، کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ لوگ میرے ساتھ ہیں اور مجھے ووٹ دیں گے۔ اقلیت مجھے ووٹ دیں گی، عورتیں مجھے ووٹ دیں گی --------- میں نے ان میں کئی کئی تقریریں کیں اور دورے کئے اور رائے عامہ کو ہموار کیا۔ جب کہ دوسری طرف یہ لوگ تھے جن کی لمبی لمبی زبانیں ہیں، ان کے لئے دولت کے دروازے کھل گئے تاکہ بنگلوں اور قومی ملکیت میں لی گئی دوسری صنعتوں کو قومی ملکیت سے واپس کیا جائے۔ یہ عناصر ان کے ساتھ تھے جب کہ خاموش اکثریت ہمارے ساتھ تھی، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے اصلاحات کیں، یہ کاشت کار ہیں جو ملک کی آبادی کا 80 فیصد ہیں، ان کے لئے ہم نے زرعی اصلاحات کیں۔ یہ مزدور ہیں ان سب نے ہمیں ووٹ دیئے، یہ میں اس لئے بتا رہا ہوں کہ انتخاب میں دھاندلی کے الزامات لگائے گئے اور بیرونی پریس نے اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا، جب کہ اپوزیشن خود جانتی تھی کہ وہ انتخاب نہیں جیتے گی۔ اس نے خود اپنے قریبی آدمیوں سے کہا کہ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی کو دو تہائی اکثریت نہ ملے۔ --------- پاکستان پسماندہ ملک ہے اور یہاں صرف دو بار انتخاب ہوئے ہیں۔ ممکن ہے دوسری جانب سے کچھ دھاندلیاں ہوئی ہوں۔ لیکن ایسی 15-20 سیٹ ہو سکتی ہیں۔ پھر یہ کہا جا رہا ہے کہ دھاندلی صرف پیپلز پارٹی نے کرائی، حالانکہ اپوزیشن والوں نے صرف دھاندلی ہی نہیں کی بلکہ غنڈہ گردی کی۔ عورتوں کے سر مونڈے اور بیلٹ بکس چرائے۔ انہوں نے کراچی اور حیدر آباد کے تمام پولنگ اسٹیشنوں کا گھیراؤ کیا اور صبح ساڑھے گیارہ بجے کے بعد وہاں ہجوم کی حکمرانی تھی۔ بلوچستان میں ان لوگوں نے فوج کی موجودگی کے نام پر انتخابات کا بائیکاٹ کیا، جب کہ دوسرے صوبوں میں انہوں نے کہا کہ فوج کو انتخابات کی نگرانی کرنی چاہئے۔ وہ لوگ سرحد، کراچی، حیدر آباد میں جیتے اور پنجاب و سندھ میں ہارے۔ 1970ء میں بھی بری طرح ہارے تھے۔ --------- امریکہ میں نکسن نے بھی کینیڈی کے خلاف انتخابی دھاندلی کا شکوہ کیا تھا۔

-------- پاکستان میں اسلام کے قوانین آپ بنائیں ہم اسے نافذ کر دیں گے۔ جہاں تک شراب اور جوئے کا تعلق ہے ہم اس پر پابندی لگا ہی چکے ہیں۔ قومی اتحاد کے جو لوگ خود کو عالم کہتے ہیں' انہیں چاہئے کہ شریعت کے نفاذ کے لئے اسلامی نظریہ کونسل میں آ جائیں' ہم دوسرے ملکوں سے بھی اس میں اسکالرز بلانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اب مولانا مودودی کہتے ہیں کہ یہ اصل مسئلہ نہیں ہے' اس سب مسئلہ پر کوئی تنازعہ نہیں ہے' اسلام ہمارا مذہب ہے۔ آئین میں لکھا ہے کہ سات سال میں قرآن و سنت کے مطابق قوانین بنائے جائیں گے اور شریعت نافذ کی جائے گی۔ قومی اتحاد کے رہنما جو اس آئین کی تیاری میں شریک تھے' کہنے لگے کہ تین ماہ میں یا چھ ماہ میں شریعت نافذ کر دی جائے گی۔ اگر ایسا ہے تو میں اس کے لئے راضی ہوں' وہ آئیں اور چھ ماہ میں شریعت نافذ کرنے میں تعاون کریں اور قانون کچھ اس کے بعد ہے۔ جب انہوں نے عوام کے جذبات بھڑکائے' بہنوں اور بھائیوں کو نظام مصطفےٰ کے لئے جہاد کے نام پر سڑکوں پر لائے۔ لیکن اب مولانا مودودی کہہ رہے ہیں کہ یہ تو اصل مسئلہ تھا ہی نہیں' حالانکہ انتخابی مہم کے دوران انہوں نے دو مسائل پر بات کی' ایک نفاذ شریعت اور دوسرے قیمتوں میں کمی۔ اس کے علاوہ انہوں نے گالیاں دینے پر اکتفا کیا۔ کسی اور مسئلہ پر بات نہیں کی۔ اب جہاں تک قیمتوں کا تعلق ہے اس مسئلہ کا دنیا بھر سے تعلق ہے اور اگر قومی اتحاد بھی آ جاتا تو اس مسئلہ کو حل نہ کر سکتا۔ تاہم قیمتوں پر کڑی نظر رکھ رہے ہیں اور ہم نے تنخواہوں میں بھی اضافہ کیا ہے۔

ہمارے اور ان کے درمیان خط متارکہ بالکل واضح ہے کہ عوام کس کے ساتھ ہیں اور مفاد پرست کس کے ساتھ ہیں۔

30 اپریل 1977ء

راجہ بازار راولپنڈی

وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے آج راولپنڈی شہر اور چھاؤنی کے علاقوں کا ایک کھلی جیپ میں تفصیلی دورہ کر کے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ جناب بھٹو کا یہ دور تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ عوام اپنے قائد کو اپنے درمیان پا کر دیوانہ وار رقص کرنے لگے اور تالیاں بجانے لگے ان کے جوش اور خوشی کا یہ عالم تھا کہ وہ بے قابو ہوئے جا رہے تھے اور ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔ قائد عوام نے راولپنڈی صدر کے قلب میں جینک سکوائر پر ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب بھی کیا۔ جناب بھٹو کی جیپ جب لوگوں کے قریب سے گزری تو وہ حیران رہ گئے۔ جناب بھٹو پرائم منسٹر ہاؤس سے روانہ ہوئے اور شاہراہ پہلوی سے ہوتے ہوئے شہید چوک پہنچے۔ راستے میں لوگوں نے پرجوش اور زبردست تالیاں بجا کر اپنے محبوب لیڈر کا خیر مقدم کیا۔ شہید چوک سے جناب بھٹو اقبال روڈ سے ہوتے ہوئے لیاقت چوک پہنچے' جہاں انہوں نے پیپلز پارٹی کے کارکنوں سے جو وہاں موجود تھے۔ مصافحہ کیا یہاں کے بعد وزیراعظم مری حسن چوک کے راستے چھاؤنی پہنچے اور "امریکن سنٹر" کے قریب چوک پر ایک میگافون کے ذریعہ بہت بڑے ہجوم سے خطاب کیا۔ ہجوم نے وزیراعظم کو دیکھ کر خوشی سے نعرے لگائے۔ وزیراعظم کی تقریر کے دوران بار بار لوگوں نے پرجوش اور فلک شگاف نعرے لگائے۔ لوگوں نے "پوری قوم بھٹو کے ساتھ ہے" سامراج کی سازش کو کچل دو کے نعرے لگائے۔ بھٹو نے کہا کہ میں بیرونی دنیا کے ساتھ تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتا خواہ یہ رازداری کے ساتھ ہو یا غیر رازداری کے ساتھ میں اپنے اصولوں پر سختی سے ڈٹا رہوں گا میں نہیں چاہتا کہ پاکستان کے کسی ملک کے ساتھ تعلقات خراب ہوں لیکن اگر انہوں نے ہمارے داخلی معاملات میں دخل اندازی کی تو میری طرح ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ انہیں روکے' لہٰذا میں انہیں جواب دوں گا کہ میں (ان کے ساتھ) گفت و شنید رازداری سے کروں گا لیکن اصولوں پر کسی طرح سودے بازی نہیں ہو گی جب بھی کوئی طاقت پاکستان کو مرعوب کرنے کی کوشش کرے گی۔ میں اس کا جواب دینے کے لئے تیار رہوں گا۔ معاملہ پیچیدہ ہو گیا ہے میں اسے مزید پیچیدہ نہیں بنانا چاہتا۔ ان خطوط پر جن کی میں نے نشاندہی کی ہے جواب بھیجوں گا۔ امریکی خط میں تجویز کیا گیا ہے کہ معاملات پر رازدرانہ انداز میں تبادلہ خیال کیا جائے میں عوام کو اس خط کے بارے میں آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ تبادلہ خیال رازداری کے ساتھ ہو سکتا ہے یا دوسری صورت میں بھی۔ لیکن میں اصولوں کو ہرگز قربان نہیں کروں گا۔ میں اس اصول پر سختی کے ساتھ کاربند رہوں گا۔ میں عوام کو یہی بتانے آیا ہوں کہ میں کسی ملک کے ساتھ تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتا لیکن ملک کے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت برداشت نہیں کر سکتا اگر کسی ملک نے پاکستان کے داخلی امور میں داخل اندازی کی کوشش کی تو میں یہ کوشش ناکام بنا دوں گا لہٰذا میں امریکہ کو جواب دوں گا کہ میں رازدرانہ طور پر بات چیت کے لئے تیار ہوں۔ لیکن کسی صورت میں اصولوں پر سودے بازی نہیں کروں گا۔ بعض بڑے بیرونی ممالک پاکستان کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں لیکن میں ایسی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوں گا۔ میں ہر معاملہ عوام کے سامنے رکھوں گا۔ یہ ایک پیچیدہ معاملہ ہے لیکن میں اسے مزید الجھانا نہیں چاہتا۔ میرے ساتھیو! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ وہ ان کے نقطہ نظر کی حمایت کرتے ہیں اس پر لوگوں نے متفقہ طور پر باآواز بلند کہا منظور ہے۔ انہوں نے کہا کہ اپوزیشن نے دراصل انتخابات سے قبل ہی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر عوام کا فیصلہ اس کے حق میں نہ ہوا تو وہ اسے تسلیم نہیں کرے گی۔ اس پالیسی کے تحت اپوزیشن نے کہنا شروع کر دیا کہ انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے۔ اس الزام کے جواب میں میں نے ان سے کہا کہ میں آئینی ذرائع سے ان کی شکایات کے ازالہ کے لئے تیار ہوں' لیکن انہوں نے

آئینی اور قانونی ذرائع تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ درحقیقت یہ لوگ انتخابات کے عمل اور اس میں عوام کے فیصلہ پر یقین نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے انتخابات سے پہلے کہہ دیا تھا کہ وہ انتخابات کے نتائج کا انتظار نہیں کریں گے۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ آئین کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی اور جمہوری اداروں کو نظرانداز نہیں کیا جائے گا۔ میں نے قوم کو 28 اپریل کو پارلیمنٹ میں اپنی تقریر کے دوران صحیح صورت حال بتائی اور کہا تھا کہ یہ میری ذات کا سوال نہیں۔ میرا واحد جرم یہ ہے کہ میں ملک کی ترقی اور خوش حالی چاہتا ہوں اور اس کی سالمیت اور یکجہتی کا خواہش مند ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ملک کا وقار بڑھے۔ مذاکرات کے لئے میری پیش کش اور شریعت کے قوانین پر عملدرآمد کی تجاویز کے بارے میں اپوزیشن کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں نہ تو انتخابات سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی شریعت سے۔ آخرکار مجھے 28 اپریل کو پارلیمنٹ میں حقیقت کا انکشاف کرنا پڑا اور قوم کو بتانا پڑا کہ یہ ایک بین الاقوامی سازش ہے۔ وزیراعظم نے کہا یہ میری ذات کا سوال نہیں اگر ایسی بات ہوتی تو میں وزارت عظمیٰ کو خیرباد کہہ دیتا۔ چونکہ یہ پاکستان کی سالمیت اور بقا کا سوال ہے اس لئے میں اپنے موقف سے دستبردار نہیں ہوا۔ مجھ سے جو گناہ سرزد ہوا' یہ ہے کہ میں پاکستان کو مضبوط بنانا اور اس کا وقار بڑھانا چاہتا ہوں۔ جب اپوزیشن نے 17 مارچ کے انتخابات میں دھاندلیوں کا الزام لگایا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں ملک کے آئین کے مطابق کسی فیصلہ کے لئے تیار ہوں۔ الیکشن کمیشن اور الیکشن کمیشن ٹریبونل جائز شکایات کا ازالہ کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ انہیں انتخابات یا اس کے نتائج سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ نہیں چاہتے کہ الیکشن کمیشن معاملہ کا فیصلہ کرے۔ وہ ملک میں بدنظمی پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے انتخابات سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ نتائج کا انتظار نہیں کریں گے اور بات چیت کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ میں کسی صورت میں کسی حالت میں آئین اور قومی ادارے کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ جب اپوزیشن نے نظام مصطفیٰ پر عملدرآمد کا مطالبہ کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ سب کچھ آئین میں موجود ہے۔ اس کے بعد میں نے انہیں دعوت دی کہ مل کر بیٹھیں اور چھ ماہ کے اندر شرعی قوانین بنائیں تاکہ قومی اسمبلی انہیں منظور کر سکے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ معاملہ یہ نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں انتخابات یا شرعی قوانین سے کوئی دلچسپی نہیں۔ پارلیمنٹ میں میری تقریر سے قوم کو معلوم ہوا کہ لڑائی نہ تو انتخابات کی ہے نہ شریعت کے لئے ہے بلکہ یہ ایک منظم سازش ہے۔ میں عوام سے پوچھتا ہوں کہ کیا مجھے امریکی وزیر خارجہ کے خط کا اس انداز میں جواب دینے کی اجازت ہے' جس کی نشاندہی کی ہے' کیوں کہ میں نے ہر کام کے لئے عوام کی منظوری لینے کے لئے ہمیشہ کوشش کی ہے۔ اس پر ہجوم نے بیک آواز کہا ہمیں آپ پر پورا اعتماد ہے۔ میں ہر معاملہ عوام کے سامنے رکھوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ غریب جیتیں گے' عوام جیتیں گے۔

بھٹو۔ضیاءالحق کے نام تعریفی خط

پرائم منسٹر ہاؤس
راولپنڈی
4 مئی 1977ء

مائی ڈیئر ضیاء!

میں آپ کی وفاداری' احساس ذمہ داری اور جذبہ حب الوطنی کی تعریف کرتا ہوں جس کا مظاہرہ آپ نے ایک مشترکہ بیان جاری فرما کر کیا ہے' جس میں بیرونی اور عالمی تخریب کاری کے خلاف ملک کی سالمیت کے تحفظ کے لئے افواج پاکستان کی مکمل حمایت کا یقین دلایا ہے۔

اگر کسی وقت کوئی عنصر یا عناصر کا مجموعہ ملک کی بقاء یا اس کے استحکام کے لئے خطرہ بن جائے تو ایسے موقع پر افواج آزاد ملک کی حفاظت کرتی ہیں۔ یہ عناصر اندرونی بھی ہو سکتے ہیں اور بیرونی بھی۔

کسی قوم میں تحفظ کا یقین پیدا کرنے کا سب اہم ذریعہ افواج کی اپنی فرائض سے لگن اور ان میں یک سوئی کا پایا جانا ہے۔ ان کی پیشہ ورانہ مہارت ان کے اندر کسی نازک گھڑی میں نظم و ضبط کے ساتھ فوری کارروائی کرنے کی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے۔

آپ کے اس اقدام نے دوسرے تمام سرکاری ملازمین کے لئے بھی اپنے فرائض کو قانون اور ملک کے مقدس آئین کے مطابق بحسن و خوبی انجام دینے کے لئے ایک بہترین مثال قائم کر دی ہے۔

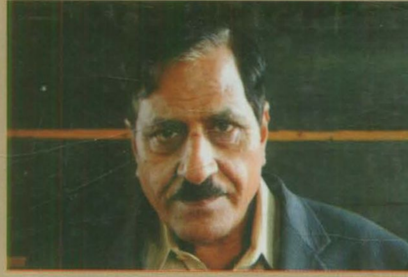
اس وقت ملک جن سیاسی مسائل سے دوچار ہے ان کے حل کے لئے میں نے کچھ اقدامات کئے ہیں۔ مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یقین اور ہوش مندی سے کام لیتے ہوئے تمام مسائل آئینی طریقوں کے مطابق حل ہو جائیں گے۔ معاملہ صرف یہ ہے کہ اس میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ پاکستان کو یقین ہے کہ اس وقت تک ہر سرکاری کارندہ اپنے فرائض قانون کے مطابق انجام دے گا۔

مہربانی فرما کر اپنے تحت کام کرنے والے تمام فوجیوں تک میرا یہ احساس پہنچا دیجئے کہ میں ان کے مثالی ڈسپلن' حب الوطنی اور ثابت قدمی کا مداح ہوں' جس کا مظاہرہ انہوں نے اپنی آئینی ذمہ داریاں ادا کرتے وقت کیا ہے۔

نیک جذبات کے ساتھ

آپ کا مخلص
ذوالفقار علی بھٹو

جنرل ایم ضیاالحق
چیف آف دی آرمی سٹاف



احمد سلیم 26 جنوری 1945ء کو موضع میانہ گوندل، تحصیل ملکوال، ضلع منڈی بہاؤالدین میں پیدا ہوئے۔ کراچی یونیورسٹی سے فلسفہ میں ایم اے کی ڈگری گولڈ میڈل کے اعزاز کے ساتھ حاصل کی۔ عملی زندگی کا آغاز بینکنگ سے کیا۔ بعدازاں مختلف تعلیمی اداروں (شاہ حسین کالج لاہور، سندھ یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی) میں درس وتدریس سے وابستہ رہے، عملی زندگی کے اس سفر میں انہوں نے ایک طویل عرصے تک صحافت کے شعبے میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

احمد سلیم، پاکستان کی ترقی پسند سیاست سے بے باکی، جرأت، نظریات پسندی اور اصول پرستی کے ساتھ وابستہ رہے۔ سیاسی جدوجہد کے دوران وہ نیشنل عوامی پارٹی (نیپ) اور کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان میں رکن کی حیثیت سے سرکردہ کردار ادا کرتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پاکستان میں ترقی پسند نظریات کی عملی سیاسی جدوجہد کرنے والوں پر سخت پہرے تھے۔ احمد سلیم نے محنت کشوں اور محکوم طبقات کے لئے ان جماعتوں کے پلیٹ فارمز سے شاندار جدوجہد کی۔ اس بنا پر وہ ایوب خان، یحییٰ خان اور جنرل ضیاء الحق کی فوجی آمریتوں میں پابند سلاسل کئے گئے حتیٰ کہ ذوالفقار علی بھٹو کے جمہوری دور میں بھی انہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑا۔ احمد سلیم، مغربی پاکستان میں ان چند ایک ترقی پسند کارکنوں میں سرفہرست تھے جنہوں نے سڑکوں پر آ کر مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کی مخالفت کی اور اپنی آواز مشرقی پاکستان پر ڈھائے جانے والے ظلم کے خلاف بلند کی اور پھر اسی جرم کی پاداش میں انہیں پابند سلاسل کیا گیا اور کوڑوں اور جرمانے کی سزا صادر کی گئی۔

احمد سلیم، پاکستان میں سیاسی، ادبی، سماجی اور ثقافتی موضوعات پر تحقیق کے حوالے سے منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ پچھلی دو دہائیوں سے انہوں نے تحقیق و تصنیف کے شعبے میں اثر انگیز کام کیا ہے اور اس طرح سو سے زائد کتب کی اشاعت کا سہرا ان کے سر ہے، جب کہ ان کی طبع زاد کتابوں کی تعداد پچاس کے قریب ہے۔ تحقیق وتصنیف کے اس سفر میں انہوں نے ٹیلی ویژن کے سیریلز اور طویل دورانیے کے کھیل بھی لکھے، جن میں ''دشمن''، ''اماوس''، ''سلمیٰ پاگل ہے'' اور ''کالا پل'' قابل ذکر ہیں۔

2011ء میں حکومت پاکستان نے ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی سے نوازا۔ احمد سلیم نے تمام عمر پاکستان میں عوامی حقوق کی آواز بلند کی۔ ایسے میں وہ ہمیشہ پسے ہوئے طبقات کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑے نظر آئے۔ 2013ء میں ری پبلک آف بنگلہ دیش نے انہیں فرینڈز آف بنگلہ دیش کا سول ایوارڈ عطا کیا۔ 2016ء میں انہیں ہندوستان سے روی میموریل ٹرسٹ پٹیالہ کی طرف سے پنجابی ادب پر لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ دیا گیا جبکہ حال ہی میں 26 جولائی 2017ء کو انہیں بنگلہ دیش سے انتہائی ممتاز شخصیت کے نام پر جہاں آرا میموریل ایوارڈ دیا گیا ہے۔ انہیں پنجابی ادب کے حوالے سے مسعود کھدر پوش لائف اچیومنٹ ایوارڈ اور پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (SDPI) کی طرف سے بھی جس سے وہ گزشتہ بیس برس سے وابستہ ہیں، تعلیم اور مذہبی تنوع پر اعلیٰ کارکردگی کے لئے لائف اچیومنٹ ایوارڈ مل چکا ہے۔

احمد سلیم تین زبانوں پنجابی، اردو اور انگریزی میں لکھتے ہیں اور پنجابی شاعری کی پہچان پر فخر کرتے ہیں۔ آج کل وہ ''سنگِ میل پبلیکیشنز'' کے لئے اپنی متعدد زیر تکمیل کتابوں پر کام کر رہے ہیں۔



37-مزنگ روڈ، لاہور، پاکستان
فون: 042-37239138- 0300 9426395
info@darulshaour.com
www.darulshaour.com
Darulshaour